۷۸۶

جلد دوم

کتاب

الدر المنظم
فی مناقب غوث الاعظم

(از تالیف لطیف)

حضرت محی الملۃ جامع فضائل غوثیت حامل کمالات قطبیت ہادی طریقت قلندری مشرب قطب الاقطاب شمس العارفین

سیدنا و مولانا حافظ شاہ محمد علی انور قلندر روح اللہ روحہ الاطہر

بتصحیح و ترتیب

حضرت سند فیض موہبت رئیس الاماثل صدر الافاضل ذوالاصاغر والاکابر مولانا مولوی غلام قادر المعروف بہ شاہ محمد حبیب حیدر قلندر مد ظلہ

حسب فرمائش

محب الفقرا مخلص الصفا مقبول اولیاء کبار جناب منشی سلامت علی صاحب سر اہلکار

باہتمام شیخ محمد قادر بخش

در مطبع اصح المطابع وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ طبع شد

فہرست مضامین جلد ثانی کتاب مستطاب الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم

الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل بیان حال ولادت حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ مین

چمکتا ہے بخت بلند انجمن کا — بیانِ ولادت ہے شاہِ زمن کا
مبارک ہو بلبل کو سیرِ گلستان — یہان ذکر ہے اپنے رشکِ چمن کا
نہ دور اب ہوگے جام عرفان کا ساقی — کہ یان دور دورہ ہے توبہ شکن کا
نہین دل ہی قابو مین یارو کہون کیا — نہ پوچھو کچھ احوال دیوانہ پن کا
گریبان و دامن پہ آئی ہے آفت — کہ سودا ہوا مجھکو گل پیرہن کا
بھلا خاک اکسیر کی اب ہوس ہو — کہ ہون آرزومند اُس سیم تن کا
جو دل مین رُخِ شاہ پرتو فگن ہے — ہے روشن چراغ اپنے داغِ کہن کا
ہے محبوب سبحان مسیحائے دوران — کہون حال کیا اُسکے مین بانکپن کا
بسی ہے رگ و پے مین بوے محمدؐ — وہ مظہر ہے کامل حسین و حسن کا

شائقین سماع حالات حضرت محبوب سبحانی وعاشقین حضرت غوث صمدانی کو معلوم ہو کہ آپکی ولادت باسعادت کا مژدہ خود ارشاد فیض بنیاد حضرت خاتم النبیین رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پایا جاتا ہے جیسا کہ تواریخ حبیب الہٰ مین ہے کہ جب آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہ زہراؓ کا نکاح حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے منعقد کیا تو یہ دعا کی جمع اللہ

شملکما واسعد جدکما وبارک علیکما واخرج منکما کثیرا طیبا یعنی خداوند تعالے
تم دونون کو بخوبی یکجا رکھے اور تمھارا نصیب نیک کرے اور تم مین برکت دے اور تمسے
بہت پاکیزہ اولاد پیدا کرے اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کی دعا قبول فرمائی اور بنی فاطمہ
مین ایسے پاکیزہ اور ستھرے لوگ پیدا کیے کہ اور کسی کی اولاد مین نہین ہوے مثل ائمۂ اطہار
و اولیاے نامدار و ہادی عالم غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے
شیخ محی الدین ابن العربیؒ نے فتوحات مکیہ مین بیان مقامات و مراتب تصرفات اولیا مین
حضرت غوث الثقلینؓ کو بہت عالی مرتبہ اور ذوی التصرف لکھا ہے اور اور اولیاء اللہ نے
بھی آپ کی کمال فضیلت اور علو مرتبت اور زمان ولادت کے متعلق بشارتین دی ہین۔
اقتباس الانوار مین تحفۃ الراغبین سے منقول ہے کہ سید ابو صالح محمد حضرت کے والد ماجد
زمانہ سیاحت مین جنگلون مین پھرتے اور ریاضات و مجاہدات کرتے تھے ایک مرتبہ
آپ پر تین فاقے گذرے آپ اُسی حالت مین دریا کے کنارے چلے جاتے تھے دیکھا
کہ پانی پر ایک سیب تیرتا ہوا آ رہا ہے اور کنارہ آ کر ٹھہر گیا حضرت سید ابی صالح نے
اُسکو اُٹھا کر تناول فرمایا پھر آپ کے دل مین گذرا کہ معلوم نہین یہ سیب کس کا ہو اور مجھپر
حلال بھی ہو مین نے کیون کھایا اب کیا کرنا چاہیے سوچکر یہ راے قرار دی کہ جسطرف سے
یہ سیب آیا ہے اُسی طرف چلنا چاہیے اور اسکے مالک کو تلاش کرکے اس سے عذر کرکے
معاف کرانا چاہیے چنانچہ اسی خیال پر چلتے چلتے چند دنون کے بعد ایک بڑی عمارت
اور باغ نظر پڑا دیکھا تو اُس باغ کے اندر ایک بڑا درخت سیب کا ہے اور اُسکی شاخین
دریا مین لٹکتی ہین جس سے سیب چھوٹ کر دریا مین گرتے اور بہتے جاتے ہین اس سے
آپ کے دل کو تسکین ہوئی سمجھے کہ وہ سیب غالبًا اسی درخت کا تھا اور اُس کا مالک بھی
یہین رہتا ہوگا آپ نے باغ کے اندر جا کر پوچھا لوگون نے بتایا کہ یہ باغ سید عبد اللہ
صومعی کا ہے آپ اُن کی خدمت مین گئے اور بعد سلام کے سارا حال بیان کرکے معذرت
کی سید عبد اللہ صومعی آپ کی باتین سنکر سمجھے کہ غالبًا یہ شخص دوستان خدا سے ہے اسی کے
ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کہ جسکی عمر اڑتالیس سال کی ہو چکی ہے کر دینا چاہیے کیونکہ کہین سے
اُسوقت تک اُن کی بات چیت نہین آئی تھی یہ خیال کرکے اُنھون نے فرمایا کہ اگر معافی
چاہتے ہو تو بارہ برس میری خدمت کرو تب مین تمھاری خطا معاف کرونگا آپ نے فرمایا بہتر

پھر کہا کہ ایک خدمت اور بھی ہے اُسکو بھی قبول کرو کہا فرمایے کہنے لگے کہ میری بیٹی کو جسمین تین عیب ہین قبول کرو پہلا عیب یہ ہے کہ اُسکے آنکھین نہین ہین دوسرے یہ کہ کانون سے بہری ہے تیسرے یہ کہ ہاتھ پیر سے لنج ہے پھر بعد نکاح کے دو برس میری خدمت مین رہو آپ نے قبول کر کے نکاح کیا جب سید ابو صالح اپنی بی بی کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ماہ سما دلبری اور اُن عیوب سے بری ہین خلاف بیان مذکورہ باکر شب بھر الگ رہے صبح کو سید ابو عبداللہ صومعی نے فراست سے جان کر فرمایا کہ اے سید ابو صالح مین نے جو باتین کہی تھین وہ سب ٹھیک اور میری بیٹی مین موجود ہین نابینا تو وہ اس لیے ہے کہ اب تک اُسکی آنکھ کسی نامحرم پر نہین پڑی اور بہری اس لیے ہے کہ اُس نے اپنے کانون سے سوا سخن حق کے کچھ سنا ہی نہین اور لنج اسوجہ سے ہے کہ ہاتھون سے نامحرم کو نہین چھوا نہ پیرون سے کہین بے ٹھکانے چلی سید ابو صالح یہ باتین سُنکر خوش ہوے اور بی بی کے پاس جانے لگے۔ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہین اور نقاش ازل نے اُن کے رحم مین نقش صورت حضرت سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی کا منقش کیا ہے نقل ہے کہ جب اُس رشحہ نیسان احسان دُرِ دریاے عمان عرفان نے صلب پدر سے صدف رحم مادر مین نزول فرمایا تو آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر ساٹھ برس کی ہو چکی تھی اور یہ زمانہ اولادت سے یاس کا ہوتا ہے مگر یہ بھی خدا کی عنایت اور اس برگزیدہ خدا کی کرامت سمجھنا چاہیے بعضے کہتے ہین کہ ساٹھ برس کے سن مین حاملہ ہونا خاصہ قریش کی عورتون کا ہے اور رون کو نہین ہوتا اس مین سر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اور کہین نعمت تخلیق ایک وقت پر ختم ہو جاتی ہے اور اس گروہ باشکوہ مین جسمین حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے یہ عنایت کسی وقت پر موقوف نہین بلکہ ہر نعمت وقت اور بے وقت عطا ہوتی رہتی ہے اور اس سے کچھ تعجب نہین کرنا چاہیے کیونکہ نور محمدی وظہور احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات جو کچھ ہون وہ کم ہین ؎

بر زمینے کہ خضر سان روی ای آبحیات	گر ہمہ سنگ بود سبزہ تر برگیرد
نخل خشکے کہ بزیرش نفسے بنشینی	سبز و خرم شود و باز سر بر گیرد

فتوحات مکیہ مین ہے کہ جب آپ کی والدہ ماجدہ چھینک لینے کے بعد الحمد للہ کہتی تھین تو آپ بمصداق السعید من سعد فی بطن امہ مان کے پیٹ سے یرحمک اللہ جواب مین باواز

بلند فرماتے تھے یہ اول کرامت تھی جو آپکے کمال مرتبہ ولایت اور جلالت پر شعر بھی آرے سے

	ہر کرا عاقبت بود محمود راست گفتند این مثل مردم		ہم در اول براہ صدق و صفاست خوبی میوہ از گلشن پیداست

نقل اقتباس الانوار مین تحفۃ الراغبین سے منقول ہے کہ اسی زمانہ مین ایک روز آپکی والدہ ماجدہ اپنے باغ کی سیر و تفریح مین مصروف تھین کہ ایک درخت سیب کا خوب پھلا ہوا نظر پڑا اُس مین سے ایک سیب اُن کو اچھا معلوم ہوا خود توڑنا چاہا مگر ہاتھ وہانتک نہ پہونچا تب چوکی بچھا کر سیب توڑنا چاہا اُس سیب پر ایک بڑا سانپ بیٹھا تھا اُن کو اُس کا کچھ خیال نہوا حضرت نے اُن کے ہاتھ اُٹھانے کے وقت ناخن اُن کے جگر پر مارنا شروع کیا جس سے آپ کی والدہ کے پیٹ مین ایسا درد ہوا کہ وہ بیتاب ہوگئین اور اُترنے مین چوکی پر سے گر پڑین اُسی وقت سانپ بھی درخت سے گرا سب نے کہا کہ خدا نے بڑی خیر کی بیشک اُس کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہین ہوتا یہ درد اگر اُس وقت نہ اُٹھتا تو سانپ آپ کو نہ چھوڑتا خیر وہ وقت گزر گیا جب آپ کی ولادت ہوچکی اور آپ تین چار مہینہ کے ہولیے تو ایک روز آپ والدہ کی گود مین کھیل رہے تھے اُنھون نے یونہی پیار سے آپکے چہرہ پر طمانچہ مارا فوراً آپ بول اُٹھے کہ کیا یہ عوض اُس ناخن کا ہے جو مین نے آپ کے جگر پر مارا تھا وہ تو مین نے سانپ کی وجہ سے مارا تھا نہ اور کسی وجہ سے مگر آپ با این ہمہ معاف فرمائیے **نقل** شیخ رشید بن محمد جنیدی کہتے تھے کہ جب زمانہ آپ کی ولادت باسعادت کا قریب پہونچا تو بڑے بڑے اولیا کبار اور مشایخ ذی وقار آپکی ولادت کا چرچا اپنی مجلسون مین بوفور بہجت و سرور کرنے لگے اور آلطف قادریہ مین شیخ ابو محمد شبلی سے منقول ہے وہ کہتے تھے کہ ایک مقبول خلائق عبد القادر نام عراق مین ہونگے اور جاے قیام اُن کا اشرف البلاد شہر بغداد ہوگا صحائف لطائف ابن نجار مین ہے کہ شیخ ابو احمد بن علی بن موسی الجون اپنی مجلس مین اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ایک لڑکا سرمایہ سعادت خاندان سیادت سے بصد شرافت و نجابت ہزارون جاہ و جلال کے ساتھ عنقریب ملک عجم مین پیدا ہوگا اور تمام عالم اُسکے شمع جمال جہان آرا پر پروانہ وار شیفتہ و بیقرار ہوگا اور وہ خلعت قطبیت اور غوثیت اور محبوبیت سے آراستہ اور زیور کمالات و حسنات سے پیراستہ ہوگا **نقل** بہجۃ الاسرار مین ہے کہ ایک دن چند فقرا شیخ علی بن وہب کی خدمت مین حاضر ہوے اُنھون نے اُن سے

پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو اور کس شہر کے رہنے والے ہو اور کہاں جاؤ گے اُنھوں نے
عرض کیا کہ ہم عجم کے غریب بندے اور جیلان کے باشندہ ہین شیخ نے فرمایا
بے شک اللہ نے ایک شخص کی وجہ سے تمھارے مُنھ روشن کر دیے ہین جو عنقریب تم مین
سے عراق مین ظاہر ہوگا اور بغداد مین رہے گا اور کہے گا کہ میرا قدم کل اولیا کی گردنوں پر ہے
اور اُس کو سب اولیاء زمانہ بحکم الٰہی مانین گے غرضکہ اُس آفتاب بیت الشرف ولایت
مہر سپہر شریعت سُہا و سماء طریقت عرش معرفت کرسی حقیقت شبستان کمال فرد میدان
جلال بہار بخزان گلشن کرامت میوۂ اشجار چمن ولایت سلطان الاتقیا برہان الاصفیا
مرشد زمانہ ہادی یگانہ یکتائے روزگار مظہر خاص پروردگار نور حدیقۂ خاندان مصطفوی
نور حدقۂ چشم مرتضوی سیدنا ابو محمد سید محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے یکم ماہ رمضان
کو بقول صاحب سیر الاولیا و تاریخ الاولیا و مناقب غوثیہ قصبہ جیلان مین پیدا ہو کر مہد زمین
کو اپنے مہر جمال جہان آرا سے رشک چرخ برین فرمایا فقیہ ابو المعالی شیخ احمد بن شیخ ابو الحسن
علی بن احمد بن عبد الرزاق بن عیسی ہلالی[1] بغدادی کہتے تھے کہ مجھ سے قاضی ابو صالح نصر
نے بیان کیا اور اُن سے اُن کے والد سید عبد الرزاق نے کہ مین نے حضرت والد سے
اُن کا سال ولادت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھکو تحقیق تو یاد نہین لیکن بغداد مین جس
سنہ مین آیا اُسی سنہ مین تمیمی کا انتقال ہوا تھا اور اُس زمانہ مین میرا سن اٹھارہ برس کا
تھا شیخ ابو الحسن علی کہتے تھے کہ تمیمی سے مراد ابو محمد رزق اللہ بن عبد الوہاب بن عبد العزیز
بن حارث بن اسد ہین جنھون نے سنہ چار سو اٹھاسی مین وفات پائی تو اس حساب سے
آپ کا سنہ ولادت چار سو ستر ہوتا ہے اور شیخ ابو الفضل احمد بن صالح جیلی حنبلی کا قول
ہے کہ آپ سنہ چار سو اکہتر مین جیلان مین پیدا ہوے اور بغداد مین سنہ چار سو اٹھاسی مین
تشریف لائے اور اُس وقت آپ کا سن شریف اٹھارہ برس کا تھا اور یہی تاریخ یافعی
مین بھی ہے خلاصہ یہ کہ آپکی سنہ ولادت مین اختلاف ہے اور ماہ ولادت مین بھی اور آپکی
عمر شریف اکانوے برس کی ہوئی اگر سنہ ولادت چار سو اکہتر اور تعداد عمر شریف اکانوے
سال ہو تو سال وفات پان سو باسٹھ ہونا چاہیے اور اگر سال ولادت چار سو ستر ہو اور
تعداد عمر شریف اکانوے برس کی تو سنہ وفات پانسو اکسٹھ ہونا چاہیے حضرت شاہ ابو المعالی نے

[1] ہلالی منسوب بہ ہلال ایک قبیلہ کا نام ہے ہوازن سے ۱۲ منتخب

تحفۂ قادریہ مین تاریخ ولادت آپکی سنہ چارسو ستر نقل کرکے یہ تاریخ لکھی ہے ؎

آنکہ ہژدہ ہزار بندۂ اوست — غوث اعظم شہ خجستہ نہاد
چون زباغ حسن چو گل بشگفت — چارصد بود بعد از ہفتاد

اور شیخ ابو الفضل احمد کی روایت مین ولادت آپکی سنہ چارسو اکتر مین ہونا پائی جاتی ہے اور یہ تاریخ انھون نے لکھی ہے ؎

بادشاہے کہ اولیا اللہ — زیر پایش نہادہ سر برقاب
زان ولی مالک الرقاب آمد — سال تاریخ مولدش بحساب

اور کسی استاد نے یہ قطعہ بھی لکھا ہے اس سے بھی سال ولادت اور مدت عمر شریف اور سنہ وفات ظاہر ہوتے ہین اور اسکو اکثرون نے نقل بھی کیا ہے ؎

محی الدین کہ انوار جمالش — زعرش و کرسی ازمہ تابماہے
تولد عاشق و کامل سنینش — وصالش دان زمعشوق الٰہی

تکملۂ فتوح الغیب مین ہے کہ آپ کی ولادت سنہ چارسو ستر مین ہے اور وفات پانسو اکسٹھ مین اور آپ کا سن شریف اکانوے برس کا ہوا کسی نے اس سب کو اس شعر مین جمع کردیا ہے ؎

ان باز اللہ[1] سلطان الرجال — جاء فی عشق ومات فی کمال

تو لفظ عشق کے عدد چارسو ستر ہوتے ہین یہ تاریخ ولادت ہے اور لفظ کمال کے عدد اکانوے یہ عمر شریف کی تعداد ہوئی اور جب عشق کو کمال سے ملائین تو پانسو اکسٹھ حاصل ہوتے ہین یہ تاریخ وفات ہوئی۔ کذا حققہ فی البہجۃ وقلائد الجواہر ونزہۃ الخاطر واللہ اعلم اور اسی سنہ چارسو ستر کے سنہ ولادت ہونے کے شیخ قطب یونینی اور علامہ محدث شیخ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی محدث بھی قائل ہین اور سال ولادت مین اختلاف کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ موافق عادت عرب کے بعض نے مہینون کے کسرات ملاکر اکہتر کہے اور بعض نے اسکو نکال کر ستر کہے واللہ اعلم۔ نقل محبوب المعانی مین ہے کہ آپکی شب ولادت کو گیلان مین کوئی لڑکی پیدا نہین ہوئی سو لڑکون کے اور گیارہ سو گیارہ لڑکے تمام وہ مومنین

[1] بیشک باز اللہ کا جو مردون کا بادشاہ ہے وہ عشق مین آیا اور کمال مین وفات پائی ۱۲ منہ [2] اسیطرح اسکی تحقیق کی ہے بہجۃ الاسرار وقلائد الجواہر ونزہۃ الخاطر مین ۱۲ منہ

اُسی شب مین پیدا ہوے اور وہ سب صاحب خدمات اور صاحب کمالات ہوے۔
نقل حضرت کی والدہ فرماتی تھین کہ مین جب ماہ رمضان مین دن کو اپنے بیٹے شیخ عبد القادر
کے منہ مین دودھ دیتی تھی تو وہ نہین لیتے تھے ایکبار رمضان کا چاند ابر کی وجہ سے دکھائی
نہین دیا لوگون نے مجھ سے آکر پوچھا مین نے کہا مین نہین جانتی لیکن میرے بیٹے نے
آج دودھ نہین پیا ہے اُسکے بعد ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا اور بلدہ جیل مین مشہور ہو گیا
کہ ابو عبد اللہ صومعی کے بیٹی کے جو لڑکا پیدا ہوا ہے وہ رمضان مین دن مین دودھ نہین پیتا
ہے بہجۃ الاسرار مین ہے کہ آپ منسوب ہین جیل بکسر جیم و سکون یا کی طرف اور وہ نام چند
شہرون کا ہے طبرستان کے قریب وہین آپ ایک قصبہ مین جسکو نیف کہتے ہین پیدا ہوے
اور اُسکو جیلان و گیلان بھی کہتے ہین اور گیل بھی بغداد سے ایک دن کی راہ پر دجلہ کے
کنارے واسط کے راستہ کے قریب ایک گاؤن ہے اور گیل کو جیل بھی کہتے ہین اسیوجہ سے
گیل العجم اور گیل العراق اور جیل العجم اور جیل العراق بھی کہتے ہین چنانچہ ابو ثابت بن منصور گیلی
گیل عراق کے رہنے والے تھے اور جیل ایک گاؤن ہے مدائن کے مضافات مین علامہ
شیخ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی محدث کا قول ہے کہ آپ بلدہ جیل مین پیدا ہوے
اور جیل دو مقامون کا نام ہے ایک اُس جگہ کا جو بلاد دیلم کے قریب زمین کا ایک وسیع حصہ
ہے جسمین بہت سی بستیان آباد ہین مگر کوئی بڑا شہر نہین ہے۔ دوسرا بلدہ شیخ عبد القادر
کے نام کا جسکو گیل بکاف مشوبہ بجیم خالصہ بھی کہتے ہین اور اُسی کا حافظ ابو عبد اللہ بن محمد
سعد دبیثی نے کال نام رکھا ہے اور یہ اُنھون نے ابن حجاج شاعر سے لیا ہے کہ اُس نے
اپنے بعض شعرون مین اُس کا نام کال رکھا ہے اور وہ ایک گاؤن مدائن کسریٰ کے مضافات
سے ہے اور مؤلف روض الزاہر لکھتے ہین کہ آپ منسوب ہین جیل کی طرف جو بکسر جیم و یاء ساکنہ
بعد اُسکے لام ہے اور وہ نام چند متفرق شہرون کا ہے جو طبرستان کے قریب ہین اور اسکو
جیلان بھی کہتے ہین اور گیل اور گیلان بھی شیخ ابو الفضل احمد بن شافع جیلی کہتے ہین کہ آپکی ولادت
سنہ چار سو اکھتر مین ہوئی اور آپ نیف مین پیدا ہوے جو ایک قصبہ بلاد جیلان سے ہے
اور جیلان نام اُن بلاد متفرقہ کا ہے جو طبرستان کے قریب ہین اور زبدۃ الآثار مین بھی
نیق ثالثہ سے لکھا ہے اور یہ بھی کہ وہ جیل کا ایک قصبہ ہے اور جامع الاصول مین نیف فاکے
ساتھ ہے منتخب اللغات مین ہے کہ نیف بالفتح پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی کو کہتے مین نیف لاریب

مین ہے کہ صاحب روضۃ النواظر کہ جو اکابر وقت سے تھے اور قول اُن کا مستند ہے
لکھتے ہین کہ جو لوگ حضرت کو اُس جیل کی طرف کہ جو ایک موضع دجلہ کے کنارہ ہے یا جیل
مدائن کے قریب والے موضع کی طرف منسوب کرتے ہین یہ قول اُن کا غلط ہے یہ ہو سکتا ہے
کہ آپنے وہان چند دنون اقامت فرمائی ہو جیسا کہ برج عجمی مین فرمائی لیکن اصل مین آپ ولایت
گیلان کے رہنے والے تھے اور صاحب معجم البلدان آپ کو بشتیر کی طرف منسوب کرتے ہین
جو ایک گاؤن مضافات گیلان مین ہے اور قاموس مین بھی بشتیری بضم با لکھا ہے اور یہ
قول آپکے پوتے قاضی ابو صالح جیلی کا ہے طبقات شرنوبی مین ہے کہ آپ کو جیلی اس وجہ سے
کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے آپ پر سو بار تجلی فرمائی جبکہ آپ اپنی والدہ کے پیٹ مین تھے
لہذا اُسی وقت سے ملائکہ نے آپ کا نام جیلانی رکھا پھر جب اور لوگون نے سنا تو وہ اور زیادہ
مشہور ہوگیا نام نامی آپ کا عبد القادر اور کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین ہے صاحب بہجۃ الاسرار
لکھتے ہین کہ مجھ سے شیخ ابو محمد رجب بن ابو منصور داری نے بلدہ قاہرہ مین سنہ۶ چھ سو ستر
مین بیان کیا اور اُن سے دو بزرگون شیخ ابو الفضل اسحق بن احمد بن غانم اور شیخ ابو بکر محمد بن عمر
بن ابو بکر مقری بغدادی مشہور بہ ابن النخال نے سنہ چھ سو ستائیس مین اور شیخ ابو الفضل کہتے
تھے کہ مجھ سے شیخ ابو محمد طلحہ بن مظفر بن غانم علثی نے قریہ علث مین سنہ پانسو بانوے مین اور شیخ
ابو بکر کہتے تھے کہ مجھ سے دو بزرگون شیخ ابو حفص عمر بن ابی نصر بن علی بغدادی مشہور بہ ابن الغزال
اور شیخ ابو الثنا محمود بن عثمان مشہور بہ نقال نے بہت بزرگون سے سُنکر بیان کیا کہ ایک مرتبہ
وہ سب حضرت کی خدمت بابرکت مین حاضر تھے لوگون نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا نام
محی الدین کس وجہ سے ہے آپ نے فرمایا کہ ۵۱۱ھ مین جب مین بعضے سفرون سے پلٹا
تو جمعہ کے دن بغداد مین ننگے پیرون آیا ایک بیمار شخص کو دیکھا جو دُبلا تھا اور اُسکے چہرہ کا
رنگ متغیر تھا اُس نے مجھے سلام کیا مین نے جواب دیا پھر اُس نے اپنے قریب بلا کر
مجھسے کہا کہ مجھے اُٹھا کر بٹھا دو مین نے جیسے اُسکو اُٹھا کر بٹھایا فوراً وہ توانا ہوگیا اور اُسکی صورت
بھی اچھی خاصی اور رنگ صاف ہوگیا مین یہ دیکھکر ڈرا اُس نے کہا کہ تم مجھے نہین پہچانتے
مین نے کہا نہین اُس نے کہا مین دین ہون و ہلاک ہوگیا تھا اب خداوند تعالی نے
تمہاری وجہ سے مجھے زندہ کردیا تم محی الدین ہو پھر جب مین وہان سے اُٹھکر جامع بغداد مین
آیا تو ایک شخص نے استقبال کر کے میرے سامنے جوتے لا کر رکھدیے اور کہنے لگا یا سیدی

محی الدین جب میں نماز سے فارغ ہوا تو بہت سے لوگوں نے آکر میرے ہاتھوں کو بوسہ
دیکر کہنا شروع کیا یا شیخ محی الدین حالانکہ اس سے قبل مجھے کبھی کوئی اس لقب سے نہیں پکارتا
تھا اور ریاض الحیات میں وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت آپکے والدین ملہم
ہوئے تھے کہ اس لڑکے کا محی الدین نام رکھا جائے اور اصطلاحات حضرات صوفیہ میں
عبدالقادر ایک مرتبہ کا نام بھی لکھا ہے اور یہ بھی ہے کہ اس مرتبہ میں حق تعالیٰ اسکو جلانے
اور مارنے کی قدرت بخشتا ہے اور یہی مرتبہ کمال اہل ولایت کا ہے چنانچہ حضرت غوثیت مآب
ولادت ہی کے وقت سے اس مرتبہ پر فائز ہوئے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء[1]
واللہ ذو الفضل العظیم لطیفہ جاننا چاہئے کہ اولیاء کے مظاہر اور مراتب تمام
اسماء الٰہیہ میں ہوتے ہیں اور عبدالقادر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کل
مقدورات میں کرے بوجہ اسم قادر کے ظہور تجلی جو اسکے دل پر ہوئی ہو مشاہدہ قدرت الٰہیہ
ہوتا ہے اور کوئی چیز اسکو مانع نہیں ہوتی اور وہ قدرت حق کی تاثیر سب میں دیکھتا ہے
اور معدومات کو باوجود اُن کی ذاتی معدومیت کے جو وجودی رنگ پر ہوتی رہتی ہے
اُسے بھی برابر دیکھتا ہے یہانتک کہ اپنے نفس کو بھی باوجود معدومیت کے ساتھ قدرت حق سے
اشیاء میں موثر پاتا ہے اور یونہی عباد المقتدر بھی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مبدا ایجاد
اور اُسکے حال کا شاہد ہوتا ہے لطائف الاعلام فی اشارات اہل الالہام میں ہے کہ
عبدالقادر اسم قادر کا مظہر ہوتا ہے اور وہ صرف ید قدرت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم[2] اور کلمات قدسیہ میں ہے
کہ فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش تو ساتھ خدا کے پکڑتا ہے اُس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے
نہ دفع کرنیوالا فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ[3] اور عبدالقادر اسکو کہتے ہیں جسکو حق سبحانہ
نے اپنی قدرت کا تعلق کل محدثات کے ساتھ مشاہدہ کرادیا ہو یعنی قدرت کو مصادر کی
تعینات کے مظاہر موصوفہ میں بفعل وانفعال دیکھتا ہو اس طرح کہ جب فعل وانفعال کو دیکھے
وہ اُسی سے دیکھے اور یہ بھی بعلم ذوقی جانتا ہو کہ کل ماسوا اللہ حادث ہے اور مجرد [illegible]

[1] یہ بخشش اللہ کی ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے [2] جو لوگ تجھ سے بیعت
کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں کیونکہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہوتا ہے [3] پھونک مار اس میں پس ہو
جاتا ہے وہ پرندہ ہو جاتا ہے اللہ کے حکم سے۔

انفاس سے اور سریان قدرت کو جسکے احاطہ سے کوئی چیز باہر نہین ہوتی مشاہدہ کرتا ہو مع
اُسکے عموم شمول کے اور ایسا شخص وہی ہوگا جو اپنی عبودیت اور عدمیت کو دیکھتا ہو اور
حقارت منزلت اور افتقار ذاتی مین کوئی چیز اُسے حجاب نہو کیونکہ وہ تو اپنے رب کی قدرت
کو تمام سب چیزون مین ساری دیکھتا ہوگا اسی سبب سے وہ سب سے حقیر چیز کا بھی محتاج
ہے اور یہی حال عبدالمقتدر کا بھی ہے صرف اُسمین حالت ایجاد کی معتبر رکھی گئی ہے بعض
علما بسند متصل شیخ سلیمان داؤد بن یوسف سے روایت کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ ایکبار
شیخ عقیل کے سامنے ذکر ہوا کہ ایک جوان عجمی شریف عبدالقادر نام بغداد مین مشہور ہوے
ہین اُنھون نے فرمایا وہ تو آسمانون مین زیادہ مشہور ہین اور زمین مین لوگ اُن کو جوان رفیع القدر
کہتے ہین اور ملکوت مین باز اشہب بہجۃ الاسرار مین شیخ ابوالرضا محمد بن احمد بن داؤد
بغدادی سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مجھے اکثر اس امر کا خیال رہا کرتا تھا کہ کوئی
شخص ایسا ملتا جس سے مین کچھ مرتبہ قطبیت کے متعلق پوچھتا ایکبار مین اور شیخ ابوالخلیل
احمد بن اسعد بن وہب بن علی مقری بغدادی ہروی سنہ پانسو اڑتالیس مین جامع رصافہ
مین گئے وہان شیخ ابوسعد قیلوی اور شیخ ابوالحسن علی بن ہیتی بھی موجود تھے مین نے
شیخ ابوسعد قیلوی سے پوچھا کہ ہر زمانہ مین اولیاء اللہ کا سلسلہ ایک قطب پر مبنی ہوتا
ہے تو اس زمانہ مین کون قطب ہے اُنھون نے فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر ہین
آپ کی خدمت مین حاضر ہونیکے ارادہ سے اُٹھا تو اور لوگ بھی ساتھ ہو لیے جب ہم سب حضرت
کے حضور مین حاضر ہوے تو آپ اُسوقت وعظ فرما رہے تھے سب بیٹھ گئے آپ نے
وہ بیان موقوت کر کے فرمانا شروع کیا کہ اب مین قطب کی تعریف بیان کرتا ہون اور اسکی تعریف
کون بیان کر سکتا ہے درحقیقت کوئی ایسا سلک نہین ہے جسمین اُسکو مستقل حصہ نہو اور
نہ کوئی ولایت مین ایسا درجہ ہے جو اُسکا گذرگاہ نہو اور نہ کوئی انتہائی مقام ایسا ہے
جسمین اُس کا قدم راسخ نہو اور نہ مشاہدہ مین کوئی ایسا مقام ہے جسمین اُس کا شرب خوشگوار
نہو اور نہ حضرت الٰہیہ مین کوئی معراج ایسی ہوتی ہے جو اس کی سیرگاہ نہوتی ہو اور نہ عالم
ملک نہ ملکوت مین کوئی امر ایسا ہوتا ہے جسکا اُس کو کشف نہوتا ہو اور نہ عالم غیب و شہادت
کا کوئی سر ایسا ہوتا ہے جسپر وہ مطلع نہ ہو اور نہ کوئی منظہر عدم سے وجود مین ایسا آتا ہے

ــــــہ وفات شیخ ابوالرضا ۵۶۸ھ مین ہوئی کذا فی تاریخ الاولیاء ۱۲ منہ

جسکے حقایق و اسباب پر وہ قبل سے مطلع اور مشارک نہو اور نہ کوئی فعل قوی ایسا ہوتا ہے جسمین وہ باطناً شریک نہو اور نہ کوئی نور ایسا ہوتا ہے جسمین اُسکی شعاعین نہ ہوتی ہون اور نہ کوئی کرامت ایسی ہوتی ہے جو اُسکے واسطے نہ ہو چکی ہو اور نہ کوئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے جسکی طرف وہ مجذوب نہو چکا ہو اور نہ کوئی نفس ایسا ہے جسکو وہ محبوب نہو وہ حامل لواء عزت اور منتہائے سیف قدرت اور حاکم وقت اور سلطان جیوش محبت اور متولی عزل و نصب کا ہوتا ہے اُسکے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہین ہوتا اور نہ کوئی حاضر چیز اُس سے مخفی ہوتی ہے اور نہ اُس کا حال پوشیدہ ہوتا ہے اور نہ اُسکے وجود سے زائد کسی کا وجود اتم ہوتا ہے اور نہ اُس سے بڑھکر کوئی اتبع شریعت ہوتا ہے وہ خلق مین موجود ہوتا ہے اور اُن سے علٰحدہ بھی اُن سے متصل بھی ہوتا ہے اور منفصل بھی ارضی بھی ہوتا ہے اور سماوی بھی اُس کا دل بآخر مرتبۂ تمکین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے حواشی سے وابستہ ہوتا ہے اور وہ آپ ہی کے نسیم لطف و رعایت کا بادہ خوار ہوتا ہے اور درحقیقت آپ نے یہ سب اپنے حالات و مقامات سے خبر دی بعد اسکے آپنے چند اشعار پڑھے جسمین سے دو شعر تبرکاً یہان پر لکھے جاتے ہین ؎

انا بلبل الافراخ املاء دوحها	طرباً و فی العلیاء باز اشہب

یعنی مین بلبل بچہ دار ہون کہ عالم قدس کے درخت کے تنہ پر آشیانہ رکھتا ہون اور ہر بیضۂ دل سے بچہ نکال کر اُسکی پرورش اور حفاظت اور تربیت کرتا ہون تاکہ وہ سدرۃ المنتہی تک اُڑ سکے یعنی مرید کو معارف کے اعلیٰ درجہ پر پہونچا دیتا ہون اور میری نسبت طائران قدسی کے ساتھ ایسی ہے جیسے باز سفید کی کہ کوئی جانور اُس سے بلند نہین اڑ سکتا ؎

افلت شموس الاولین و شمسنا	ابداً علی فلک العلی لا تغرب

اگلون کے آفتاب غروب ہو گئے اور میرا آفتاب ہمیشہ بلندی پر ہے کبھی غروب نہو گا اُسی وقت شیخ ابو المظفر منصور بن المبارک واعظ معروف بجرادہ نے اُٹھکر یہ اشعار پڑھے ؎

بک الشہور تہنا و المواقیت	یا من بالفاظہ تعلو الیواقیت
الباز انت فان تفخر فلا عجب	و سائر الناس فی علیٰ فواخیت
اشم من قد میک الصدق مجتہدا	لانہ قد مرقی نعلہ لعیست

پھر شیخ علی ابن ہیتی نے اُٹھکر آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا میں نے اس مجلس کا حال لکھ رکھا اور جو کچھ اس میں واقع ہوا تھا اُس کو بھی یاد کر لیا ابن دبیقی کہتے تھے کہ میں نے شیخ ابوالخلیل ہردی سے آکر اس قصہ کو پوچھا تو اُنھوں نے بھی ایسا ہی بیان کیا ؎

از رہ گذر خاک سر کوے شما بود		ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر اُفتاد	

حلیہ شریف کا بیان

بہجۃ الاسرار میں محمد بن قدامہ سے منقول ہے کہ آپ نحیف البدن میانہ قد رہتے اور چوڑے سینہ اور ریش بڑی داڑھی کے گرد انبار میں خوشنما اور سُرخ و سفید رنگ تھا اور پیوستہ ابرو اور روشن چہرہ اور آواز ایسی بلند کہ دور و نزدیک سے سننے میں برابر آتی تھی اور سننے والے اُس سے حلاوت اور لذت پکڑ وجد میں آجاتے تھے اور آپکے کلام میں سرعت و جہر تھا جب بات کرتے تھے تو سب لوگ چپ ہوجاتے تھے اور جب کسی بات کا حکم دیتے تو لوگ فوراً اُسکی تعمیل میں مصروف ہوجاتے جمعہ کے روز جب آپ جامع مسجد تشریف لے جاتے تو لوگ بازاروں میں کھڑے ہوکر آپ سے عرض حاجات کرتے نقل ایک مرتبہ آپ کو جامع مسجد میں جمعہ کے دن چھینک آگئی لوگوں نے اُس کا جواب دیا تو اتنی آوازیں بلند ہوئیں کہ مستنجد باللہ خلیفہ جو اُس وقت مقصورہ جامع میں تھا سنکر پوچھنے لگا کہ یہ شور کیسا ہے لوگوں نے کہا کہ حضرت شیخ عبدالقادر کو چھینک آئی ہے اُس کا جواب لوگوں نے دیا ہے خلیفہ اس سے مرعوب ہوگیا اور آپ صاحب ہیبت عظیمہ تھے جب کسی کی طرف دیکھتے تو وہ کانپنے لگتا تھا اور جب بیٹھتے تو سب لوگ آپکے گرد حلقہ باندھ لیتے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ شیر بیٹھا ہوا ہے اور نظر میں یہ تاثیر تھی کہ اگر جن و انس اور وحش و طیر پر پڑتی تھی تو دل تک خبر لے لیتی تھی کوئی سنگین دل ایسا نہ تھا جو پانی نہیں ہوجاتا تھا اور جاہل بکمال ہوجاتا تھا اور حق یہ ہے کہ آپ ہی کا نور رہتا تھا اور جسکی طرف آپ دیکھ لیتے تھے وہ سکتہ میں رہ جاتا تھا ؎

ف۔ عشق محبوب سے آپ تو سب معشوقوں کی مبارک دیکھتے ہیں اور آپ وہ شخص ہیں جنکے الفاظ سے یاقوت میں گرانی آتی ہے آپ ایسے ہیں تو اگر غنچہ کھلے تو کچھ تعجب نہیں اور وہ گو میری نظر میں فاختہ ہیں میں آپ کے قدموں سے معطر ہوں خوشبو سونگھتا ہوں اور وہ صدق آپکے قدم سے مشہور ہوتا ہے ۱۲ منہ

سوی ہر کس کہ باین شکل و شمائل نگری | کے تواند کہ ترا بیند و آہے نہ کند

جس سے جو بات فرماتے وہ جان و دل سے تعمیل کرتا تھا شیخ عبدالحق محدث دہلوی زبدۃ الآثار مین لکھتے ہین کہ آپ کو کیسا ہی سخت دل دیکھ لیتا تھا تو فوراً نرم ہوجاتا تھا اور آپ ایسے تھے کہ جو کوئی آپ کو صرف دیکھ لیتا تھا اُسے کسی اور کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہ جاتی ؎

کہہ سکے کون ہے کیسا رُخ زیبا اُن کا | قصہ کوتاہ خدا آپ ہے شیدا اُن کا
واہ کیا صورت و سیرت ہے مین قربان اُنپر | مظہر شان محمد ہے سراپا اُن کا
اِنی طالب دیدار کے لب پر ہے مدام | وہ اُستارہ روئے خدا حسن خود آرا اُن کا
اک نظر جلوہ رخسار جو دیکھے یوسف | شکل یعقوب رہے محو تماشا اُن کا
زندگی ہوتی ہے عشاق کی اُنکے دم سے | نام مشہور ہے عالم مین مسیحا اُن کا
واہ کیا بات ہے محشر مین ہو گر اُنکو نصیب | پرتو نور نبی جلوۂ رعنا اُن کا
مظہر رحمت حق سبط نبی ابن علی | جان نثارون کو ہو کیونکر نہ بھروسا اُن کا

ہاے کس منھ سے کرون مدح شہنشاہ زمان
مین تو ہون خاک نشین مرتبہ عالی اُن کا

ذرہ گرد رخاک سر کوے شما بود | ہر زمانہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

کیفیت زمانہ طفلی آنحضرت رضی اللہ عنہ

تحفۂ قادریہ مین حضرت سید عبدالرزاقؒ سے منقول ہے کہ حضرت غوث الثقلینؓ فرماتے تھے کہ زمانہ لڑکپن مین مین جب لڑکون کے ساتھ کھیلنا چاہتا تھا تو غیب سے آواز آتی تھی کہ اے مبارک میری طرف آ مین اس آواز کو سنکر ڈر جاتا تھا اور بھاگ کر والدہ کی گود مین چھپ جاتا تھا اب وہی آواز خلوت مین آتی ہے اور حضرت سید عبدالرزاق یہ بھی فرماتے تھے کہ مین نے ایک بار آپ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے آپ کو ولی کب سے جانا فرمایا دس برس کی عمر سے کیونکہ مین جب مکتب کو جاتا تھا تو راستہ مین دیکھتا تھا کہ فرشتے میرے ساتھ ہین اور جب مکتب مین پہونچتا تھا تو سنتا تھا کہ وہی سب کہتے تھے کہ اللہ کے ولی کو جگہ دو ایک بار ایک اجنبی کو دیکھا کہ اُس نے فرشتون کی آواز سنکر ایک مکتب کے لڑکے

سے مجھکو پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے اُس نے جواب دیا ابو صالح کا اُس نے کہا کہ عنقریب
اس کی بڑی شان ہوگی اور یہ شخص وہ ہوگا جسکو بغیر روک ٹوک ملے گا یعنی اسے
ایسا قرب حاصل ہوگا کہ جسکے بعد بُعد نہوگا اور ایسی تمکین بخشی جائیگی جو بغیر حجاب ہوگی اور
ایسا قرب دیا جائیگا جسمین کوئی مکر نہوگا پھر بعد چالیس برس کے مین نے اُسکو پہچانا کہ وہ
اُسوقت کے ابدالون مین سے تھا اور اُسی کتاب مین ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مین شباب
کے زمانہ مین سفر مین تھا ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے کہ اے عبدالقادر مین نے تجھے
اپنے لیے منتخب کیا مگر کہنے والا دکھائی نہ دیا خلاصۃ الاخبار مین ہے کہ حضرت اکثر کنار دایہ
یا گہوارے سے غائب ہوجاتے تھے جب دایہ نہایت مضطرب ہوتی تو تھوڑی دیر کے بعد
آپ پھر وہین موجود ہوتے جب آپ کا آفتاب ہدایت اور ماہتاب کرامت تابان و
درخشان ہوا تو دایہ نے پوچھا کہ اُس زمانہ مین وہ کیا حالت تھی آپ نے فرمایا کہ مین اُن عجیب
کی ملاقات کو جاتا تھا بہجۃ الاسرار مین ہے کہ شیخ ابو محمد عبداللہ بن قائد آوانی کہتے تھے
کہ مین حضرت کی خدمت مین حاضر تھا آپ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپکے امر کی بنا
کس چیز پر قائم ہوئی فرمایا صدق پر مین کبھی جھوٹ نہین بولا نہ اب نہ بچپن مین جبکہ مکتب
مین پڑھتا تھا اعجاز غوثیہ مین ہے کہ حضرت ایک روز لڑکپن مین دایہ کی گود مین آرام
کرتے تھے یک بیک آغوش دایہ سے پرواز کر کے ہمسر خورشید ہوے اور وہان آپکے
جسم کو ایک حرکت سیماب کے مانند ہوئی دایہ غریب یہ ماجرائے عجیب دیکھکر حیران رہگئی
اور آسمان کی طرف دیکھنے لگی اتنے مین آپ اُس کی گود مین آ گئے دایہ نے اس بات کو
اپنے دل ہی مین رکھا اور کسی سے ظاہر نہین کیا جب آپ جوان ہوے اور بغداد
مین رونق افروز مسند ہدایت ہوے تو وہ آپ کی زیارت کو گیلان سے بغداد آئی
اور تنہائی مین ایک روز پوچھنے لگی کہ اے خورشید فلک ولایت و اے ماہ برج کرامت آیا کبھی
آپ میری گود سے پرواز کر کے آفتاب کے برابر پہونچے تھے ویسی کیفیت اب بھی ہوتی
ہے فرمایا ہان اے اور مہربان خدا کی عنایت مجھپر اُس سے سو حصہ زیادہ ہے عالم
طفلی مین تو مین مقتضائے سن اُس کی تجلیات کا تحمل نہین ہوتا تھا بیقرار ہوجاتا تھا اب خدا نے
مجھے وہ ظرف عطا کیا ہے کہ ویسی تجلی مجھ مین ہزارون سما جاتی ہین اور مجھکو اپنی جگہ سے
جنبش نہین ہوتی ہے

رفت آنکہ بیک جام می از دست شدم　　از نرگس مخمور بتان پست شدم
خود بادہ شدم بادہ کجاست شود　　کے مست شوم چون ز لبت مست شدم

بہجۃ الاسرار مین ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مین بچپن مین اپنے وطن مین عرفہ کے دن تھا وہان سے کھیلتا ہوا قریب کے گاؤن مین چلا گیا وہان ایک گائے نے میری طرف دیکھکر کہا کہ اے عبدالقادر تم اس لیے نہین پیدا کیے گئے ہو اور نہ تمھین یہ حکم دیا گیا ہے مین ڈر کر گھر چلا آیا اور کوٹھے پر چڑھ گیا تو لوگون کو عرفات مین کھڑا دیکھا نیچے اُتر کر والدہ سے عرض کیا کہ مجھکو آپ اللہ کو بخش دیجیے اور اجازت دیجیے کہ مین بغداد جا کر علم حاصل کرون اولیا کی زیارت کرون اور خدا کی یاد مین مصروف رہون اُنھون نے اسکی وجہ پوچھی مین نے وجہ بتائی اُنھون نے رو کر اجازت دی اور اسّی دینار جو والد کے میراث سے تھے اُن مین سے چالیس میرے بھائی کے لیے رکھ لیے اور چالیس میرے دلق مین بغل کے نیچے سی دیے اور یہ عہد لیکر رخصت کیا کہ کسی حال مین جھوٹ نہ بولنا مین رخصت ہو کر قافلہ کے ساتھ بغداد روانہ ہوا جب شہر ہمدان سے گذرا اور زمین ترنک مین پہونچا تو ساٹھ سوار یکایک جنگل سے نمودار ہوے اور اُنھون نے قافلہ کو آکر گھیر لیا ایک نے اُن مین سے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تیرے پاس کیا ہے مین نے کہا چالیس دینار اُس نے پوچھا کہان مین نے کہا کہ میرے دلق مین بغل کے نیچے ہین وہ سمجھا کہ یہ مجھ سے ہنستے ہین مجھے چھوڑ کر چلا گیا پھر دوسرے نے پوچھا مین نے وہی جواب دیا اُس نے جا کر اپنے سردار سے یہ حال بیان کیا اُس نے کہا کہ اُس فقیر کو یہان لے آؤ مجھے وہان سب لے گئے وہ سب ایک ٹیلہ پر بیٹھے قافلہ کا مال تقسیم کر رہے تھے مجھ سے پوچھا کہ تمھارے پاس کیا ہے مین نے پھر وہی کہا کہ چالیس دینار میری دلق مین بغل کے نیچے سلے ہین وہ بولا کہ دلق کو کھول ڈالو جب وہ کھولی گئی تو چالیس دینار نکلے اُس نے کہا کہ تم نے یہ کیسے بتا دیے مین نے کہا کہ میری والدہ نے عہد لیا ہے کہ جھوٹ نہ بولنا لہذا مین اُسی عہد پر قائم ہون وہ یہ حال سنکر رو دیا اور کہنے لگا کہ ایک تم ہو کہ اپنی والدہ کے عہد مین خیانت نہین کرتے اور ایک مین ہون کہ معلوم نہین کتنی مدت سے خدا کے عہد مین خیانت کر چکا اور اب تک کر رہا ہون افسوس میرا حال کیا ہوگا اب اس سے باز آتا ہون چنانچہ اُسی وقت اُس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی تب اُس کے

ساتھیون نے کہا کہ تم چوری مین چونکہ ابتک ہمارے سردار اور مقدم رہے لہذا اب توبہ مین بھی مقدم رہو سب نے توبہ کی اور تمام مال قافلہ کا واپس دیدیا سب سے پہلے جنھین لوگون نے میرے ہاتھ پر توبہ کی سچ ہے الصدق ینجی والکذب یہلک[1]

نادم بجت رفت کہ تقدیر کار ہا
از دامن شفق بدر آمد چو آفتاب
ترک عجمی کاکل ترکانہ برانداخت
آمد کہ عقیق لب خود در سخن آورد

ســه

بر بسم زنی معاملہ روزگار را
عالم شود منور و دولت رود شتاب
از خانہ برون آمد و صد خانہ برانداخت
خون از دو مین ساغر و پیمانہ برانداخت

بحر الاسرار قادریہ مین سید سعد اللہ سے منقول ہے کہ چورون کے سردار کا نام سید احمد بدوی تھا وہ توبہ کرنے کے بعد جب حضرت کو اپنے گھر مین لایا اور مراتب خدمت گذاری بخوبی پورے کرلے تو اپنی لڑکی بھی حضرت کی خدمت مین پیش کی جو آپکے جناب مین مقبول ہوئی پھر ان زوجہ مطہرہ کو وہین چھوڑکر آپ بغداد روانہ ہوے بعد تحصیل علوم اور مجاہدہ وغیرہ کے جب آپ نے قیام کیا تو اُن کو بلوالیا اقتباس الانوار مین ہے کہ صاحب تحفۃ الراغبین لکھتے ہین کہ بعضے رسائل اور اوراد معظمہ حضرات قادریہ مین ہے کہ جب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت سفر مانگی تو انھون نے یہ دعاے قطب سکھلا کر فرمایا کہ تمھارے والد سے مجھے یہ پہونچی ہے اور انھون نے یہ کہا تھا کہ میرے بیٹے عبدالقادر کو یہ دعا بتادینا لہذا مین تم کو اس کی اجازت دیتی ہون اور یہ بھی کہا تھا کہ وقت نزول بلیات وآلام ومصائب کے اگر یہ دعا بحرمت قطب پڑھی جائے تو وہ سب دفع ہوجائینگے حضرت فرماتے تھے کہ مین نے جو کچھ پایا اسی دعا کی برکت سے پایا اور وہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم[2] اللہ الکافی وقصدت الکافی ووجدت الکافی کفانی الکافی لکل کان کافی ونعم الکافی ولله الحمد کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ یہ دعاے کافی المہمات جسکو دعاے قطب بھی کہتے ہین آپکو اپنی والدہ سے

---

[1] سچ نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے ۱۲ منہ [2] شروع کرتا ہون اللہ کے نام سے کہ جو مہربان اور رحیم ہے اور میرا کفایت کرنے والا ہے اور قصد کیا مین نے اُسی کفایت کرنے والیکا اور مین نے پایا اپنے کفایت کرنے والے کو اور وہی ہے جو میرا کفایت کرنے والا اور ہر کفایت کرنے والے کے لیے وہ کافی ہے اور بہتر کفایت کرنے والا اور اللہ کے واسطے تعریف ہے ۱۲ منہ

پہونچی ہے اور جو کچھ آپ نے پایا اسی کی برکت سے پایا اس دعا کے پڑھنے کا طریقہ
یہ ہے کہ پہلے دوگانہ روح پُرفتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ نیت ہدیۃ الرسول پڑھے
اس طرح کہ ہر رکعت میں الحمد للہ کے بعد قل ہو اللہ تین بار پھر حضرت کے حضور میں مطلب
عرض کرے پھر دوسرا دوگانہ پڑھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی روح کو بخشے اور نیت کرے
کہ ہدیۃ الی ابی العباس خضر علیہ السلام اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل ہو اللہ پانچ
پانچ بار پڑھے بعد سلام کے اپنا مطلب عرض کرے اور حضرت خضر علیہ السلام کی سلامتی
کا فاتحہ پڑھے پھر تیسرا دوگانہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی روح پر نذر کے لیے پڑھے
اور اس طرح سے نیت کرے کہ نویت ان اصلی رکعتین ہدیۃ الی غوث الثقلین شیخ محی الدین
عبدالقادر جیلانی اور اس دوگانہ میں الحمد کے بعد گیارہ گیارہ بار قل ہو اللہ اور پانچ
پانچ مرتبہ درود شریف پڑھے اور بعد سلام کے حضرت کی روح پُرفتوح سے مدد طلب
کرکے اپنا مطلب عرض کرے اور نماز سے پہلے اور بعد ایک ہزار گیارہ بار معہ بسم اللہ کے
یہ دعا پڑھے اور پڑھنے میں کسی سے بات نہ کرے اور اس دعا کے معانی پر خاطر رکھے
خصوصاً لفظ قصدت میں یہ خیال کرے کہ فلاں امر میں نے قصد کیا اور وجدت
میں یقین کرے کہ فلاں مطلب میں نے پایا پھر اُسی کتاب میں ہے کہ بارہ ہزار بار یہ
دعا معہ بسم اللہ پڑھے آپ فرماتے تھے کہ مجھکو کشف اسی دعا کی مداومت سے شروع
ہوا اگر بارہ ہزار بار نہ پڑھ سکے تو ایک ہزار گیارہ مرتبہ پڑھے اسکی سب مرادیں حاصل
ہوجائیں اور اگر اسقدر بھی نہ پڑھ سکے تو پانسو مرتبہ اور اگر اتنا بھی نہ ہوسکے تو ایک سو
گیارہ بار بعد و لفظ مطلب کے پڑھے چھوڑ نہ دے اگر کوئی مطلب دینی ہو تو بعد نماز عشا یا
تہجد کے اتنے عدد کے مطابق پڑھے اور اگر کوئی دنیاوی کام ہو تو بعد نماز فجر کے
طلوع آفتاب کے بعد پڑھے اور طریقہ عالیہ قادریہ میں ہے کہ وقت حاجت کے پہلے
ایک دوگانہ پڑھے بعد اُسکے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی روح پر فاتحہ پڑھے پھر
آپکے والدین اور نانا کی روح پر اور فاتحہ اسطرح پڑھے کہ پہلے گیارہ بار درود پھر
گیارہ بار سورہ فاتحہ پھر گیارہ بار آیۃ الکرسی پھر گیارہ بار قل یا ایہا الکافرون پھر گیارہ بار
قل ہو اللہ پھر گیارہ گیارہ بار قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پھر گیارہ بار درود

سلہ نیت کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں دو رکعتیں اور ہدیہ کردوں اُسکو حضرت غوث ثقلین کی جناب میں

بعد اُسکے ایک سو گیارہ بار یہ دعا پڑھے پھر ایک دوگانہ نماز پڑھکر سلام پھیر کر سجدہ
مین جائے پھر دعاے مذکورہ اسی قدر پڑھے اور اگر اس طرح نہو سکے تو بعد پانچون نماز کے
گیارہ گیارہ بار پڑھ کر دل پر دم کر لے اسکے بہت منافع اور بیشمار فضائل ہین پھر اسی
کتاب مین ہے کہ جب آپ کا سن شریف زیادہ ہوا تو آپ نے بجائے اور وظیفون کے
جو اوقات مقررہ مین تھے اسی دعاے قطب پر اکتفا فرمائی اور بعضے مشائخ سلسلہ
شریفہ نے اسی دعا کے فضائل مین یہ لکھا ہے کہ جسکو اس کا ورد ہو اور احیاناً کبھی قضا
ہو جائے تو اُسکو چاہیے کہ اسکے عوض مین ہر نماز کے بعد اس دعا کو گیارہ بار پڑھ لیا
کرے تو گویا سارے وظیفہ اُس نے پڑھ لیے اور ثواب و فتوحات باطن اور حصول
مہات ظاہر کے لیے یہ دعا بہت موثر اور مجرب ہے ؎

ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	از رہ گذر خاک سر کوے شما بود

کیفیت تحصیل علم آنحضرت رضی اللہ عنہ

جب آپ سن تمیز کو پہونچے اور یہ سمجھے کہ علم اوضح مناہج تقوی و ارفع معارج یقین و
اعلی مدارج متقین و اعظم مناسب دین و افخر مراتب ہدایت و مرقات مقامات قرب و
معرفت و وسیلہ وصول حضرت عزت ہے اُوقت سے آپ نے اسکی طلب مین کوشش
فرمائی اور فروع اور اصول کی تحصیل مین مسافرت گوارا کرکے ۴۸۸ھ چار سو اٹھاسی مین
بغداد تشریف لے گئے آپکے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے مقدمات سعادت بغداد
خجستہ بنیاد پر وارد ہوے یعنی سحاب رحمت اسکی شش جہت پر چھا گیا اور بوستان عراق
سرسبز و سیراب و چمنستان اُس بگر گوشہ آفاق کا شاداب ہوگیا اُس زمانہ مین آپ کی عمر
اٹھارہ برس کی تھی آپ نے علماء اعلام و فضلاء و مشائخ و اہل ذوی الاحترام کی صحبت
اختیار کی اور قرآن مجید اور اُسکے اتقان مین مصروف ہوئے پھر شیخ ابو الوفا علی بن عقیل
حنبلی اور شیخ ابو الخطاب محفوظ کلوذانی حنبلی اور شیخ ابو الحسین محمد بن قاضی ابو یعلے
محمد بن حسین بن [illegible] حنبلی اور [illegible] ابی [illegible] سعد مبارک بن علی المخرمی
حنبلی رحمہم اللہ سے فقہ پڑھی اور شیخ ابی زکریا یحیی بن علی تبریزی سے ادب پڑھا
[illegible] سے شیخ ابو غالب محمد بن الحسن الباقلانی

اور شیخ ابو سعد محمد بن عبد الکریم بن خشیش اور شیخ ابو الغنائم محمد بن محمد بن علی بن میمون
نرسی اور شیخ ابو بکر احمد بن مظفر اور شیخ ابو محمد جعفر بن احمد بن حسین قاری السراج
اور شیخ ابو القاسم علی بن احمد بن بنان کرخی اور شیخ ابو عثمان اسمعیل بن محمد بن احمد بن جعفر
بن ملۃ الاصفہانی واعظ اور شیخ ابو طالب عبد القادر بن محمد بن عبد القادر بن محمد بن
یوسف اور اُن کے چچا کے بیٹے شیخ ابو الطاہر عبد الرحمن بن احمد اور شیخ ابو البرکات
ہبۃ اللہ ابن المبارک اور شیخ ابو العز محمد بن المختار ہاشمی اور شیخ ابو النصر محمد اور شیخ ابو غالب
احمد اور شیخ ابو عبد اللہ یحیی ابنا امام ابی الحسن بن بنا اور شیخ ابو الحسین مبارک بن عبد الجبار
اور شیخ ابو منصور عبد الرحمن بن ابی غالب اور شیخ ابو البرکات طلحہ بن احمد العاقولی[۱]
وغیرہم رضی اللہ عنہم سے حدیث سنی اور قدوۃ المحققین و امام السالکین ابو الخیر شیخ حماد بن مسلم الدباس
کی صحبت اُٹھائی اور انھین سے علم طریقت حاصل کیا اور خرقہ شریفہ حضرت قاضی
ابی سعید مخرومی کے ہاتھ سے پہنا اور ایک جماعت شیوخ زمان و اکابر مشائخ
اہل العرفان سے ملاقات کی کذا فی تاریخ الیافعی و قلائد الجواہر پھر آپ تمام علوم مین سب
فائق ہوے اور حق تعالیٰ نے آپکو خلق پر ظاہر فرمایا ہیبت و جلالت و فرد و مناقب شریفہ
فاخرہ عنایت کیے اور آپ کے دل فیض منزل سے چشمہ ہاے حکمت و علامات قدرت
و امارات ولایت ظاہر کیے اور مجاہدہ و عبودت اور ہوا و خواہشات سے اپنے دل
باتون سے خالص تجرد اور کنارہ کشی خوب پختگی کے ساتھ اور صبر جمیل طلب مولیٰ مین قطع
علائق کے ساتھ اور تحمل سختیون اور بلاؤن کا عنایت فرمایا اور حقائق کی کنجیان آپ کو
دین اور خزانہ ہاے معارف آپکے سپرد کیے ریاست علم دین آپ ہی کی ذات پر منتہی ہوئی
اور آپ علم و حکمت مین قلب وقت ہوے اور اصول و فروع کو مدلل فرمایا اور علم کو معہ
عمل کے بیان فرمایا اور کتب مفیدہ تصنیف اور فوائد مفیدہ تحریر کیے غرضکہ تمام عالم مین
آپ کا شہرہ ہوا جوق جوق لوگ آپکے حضور مین حاضر ہوتے اور فضائل و مناقب طرح طرح سے
بیان کرتے بعضے آپ کو ذو البیانین و اللسانین کہتے تھے اور بعضے صاحب البرہانین و
السلطانین کہتے تھے اور بعضے شیخ الطریقین و امام الفریقین و کریم الجدین و قطب الخافقین
و غوث الثقلین کہتے جوق جوق علما و فضلا و فقہا و عرفا و بلغا و شعرا و شرفا و نجبا و فقرا و غربا و اغنیا

---

[۱] عاقول ایک شہر ہے عراق [illegible]

وامرا و اولیا و اتقیا اطراف ارض و اقطار عالم و اصناف جن و بنی آدم یعنی ہندی و عجمی و رومی و حبشی و مصری ہزار در ہزار قطار در قطار عقیدت و ارادت سے آپکے آستانۂ فیض کاشانہ پر حاضر ہوتے اور شرف زیارت و استفادہ سے بہرہ یاب ہوتے قلائد الجواہر مین ہے کہ حضرت شیخ ابی سعید کا ایک مدرسہ تھا باب ازج مین وہ اُنھون نے آپ کو عنایت کر دیا تھا اُسمین آپنے وعظ فرمانا شروع کیا اور وہان مجمع ہونے لگا یہانتک کہ جب مدرسہ مین بہت تنگی ہونے لگی تب آپ دروازہ رباط کی طرف راستہ کے مقابل تشریف رکھنے لگے تاکہ لوگون کو دقت نہو پھر اُسکے گرد مکانات بڑھا لے گئے اور بہت وسعت دیگی اُمرا نے بہت سا مال خرچ کیا اور فقیرون نے خود اپنے ہاتھون سے اُسمین کام کیا۔ ایک بار ایک غریب عورت اپنے شوہر کو لیکر آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی یہ میرا شاد ند ہے اور اسکے ذمہ میرے مہر کے بیس دینار ہین مین اسکو آدھا مہر اس شرط پر بخشتی ہون کہ یہ آپکے مدرسہ مین کام کرے اُسکے شوہر نے یہ شرط قبول کرکے لکھدیا عورت نے وہ نوشتہ لیکر آپ کو نذر کر دیا چنانچہ وہ شخص مدرسہ مین کام کرتا تھا اور آپ اُسکو ایک روز مزدوری دیتے اور ایک دن نہین دیتے تھے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ فقیر محتاج ہے اسکے پاس کچھ ہے نہین یہانتک کہ اُس نے پانچ دینار کا کام کیا تب آپ نے وہ خط نکالکر اسکو دیدیا اور فرمایا کہ انت فی حل من الباقی اور اس مدرسہ کی تکمیل سنہ پانسو اٹھائیس مین ہوئی اور آپ ہی کی طرف وہ منسوب ہوا صاحب بہجۃ الاسرار نے ایک جماعت عظیمہ اعیان مشائخ اور علما اور فقہا اور اولیا کو اپنی کتاب مین ذکر کرکے لکھا ہے کہ یہ سب قادریہ تھے اور آپ کی بڑی تعظیم کرتے اور آپ کے مراتب عالی اور فضل ذاتی کے مقر تھے آپکی محبت کو دلمین چھپائے تھے اور آپکے مراتب عالی بیان کرتے اور ایک دوسرے کو آپ کی متابعت کی وصیت کرتے تھے چنانچہ اُن مین سے یعنے یہ ہین شیخ ابو محمد عبد القادر بن عثمان بن ابی البرکات بن علی بن ابی محمد رزق اللہ تمیمی بردانی شیخ ابو الحسن الفارسی شیخ ابو الفضل احمد بن صالح بن شافع الجیلی شیخ حافظ ابو العز عبد المغیث بن زہیر بن الرزاد بن علوی حربی شیخ ابو الحسن علی اور اُن کے بھائی قاضی ابو محمد حسین ابنا قاضی ابو الحسن علی دامغانی شیخ ابو الفتح محمد مشہور بابن مندائی شیخ ابی محمد ابراہیم

سلہ باقی تجھے معاف ہے ۱۲ منہ

بن محمود بعلبکی بطائحی شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن ابن امام ابی حفص عمر بن الغزال شیخ ابو محمد
عبداللہ بن ابی نصر محمود بن مبارک جنابذی مشہور بہ ابن اخضر شیخ ابوالمجد علیسی بن موفق الدین
قدامہ مقدسی شیخ ابو موسیٰ عبداللہ بن حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی حافظ ابو عبداللہ
محمد بن عبدالواحد بن عبدالرحمٰن مقدسی شیخ ابو محمد عبدالحمید بن شیخ ابی احمد عبدالہادی
بن یوسف بن محمد بن قدامہ مقدسی اور اُن کے بھائی شیخ ابو عبداللہ محمد مقدسی شیخ ابی الفتوح
نصر بن ابی الفرج محمد بن علی بغدادی مشہور بابن حضری شیخ ابوالعباس احمد بن اسمٰعیل بن
ابی البرکات مبارک مشہور بہ ابن طبال اور اُن کے بیٹے شیخ ابوالرضا حمزہ شیخ ابوالعباس
احمد صرنفینی شیخ ابو محمد عبدالعظیم ابن شیخ عبدالکریم مشہور بابن یاسینی شیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود
بن جوہر بعلبکی مشہور بہ بطائحی الکشی شیخ ابو عبداللہ محمد بن حسین بن عبداللہ بن عیسیٰ بن ابی الرجال
یونینی بعلبکی شیخ ابو عبداللہ محمد بن عبدالصمد بن ابی عبداللہ بن حمائل بن جلیل بن راشد
انصاری سعدی صوفی ابو محمد ابراہیم بن محمود بطائحی سے جو بہت بڑے قاری اور فقیہ اور
مشہور ولی تھے نقل ہے کہ وہ کہتے تھے کہ شیخ ابو محمد ابراہیم بعلبکی کے سامنے جب کوئی
بزرگان دین کا حال بیان کرتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ میرے شیخ اور پیشوا بعد رسول خدا
و اصحاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے شیخ محی الدین عبدالقادر ہیں اور مشائخ قادریہ
ہر ایک سے شہادت لیکر کہتے تھے کہ ہمارے اور تمھارے شیخ و پیشوا شیخ محی الدین عبدالقادر
ہیں آپ کا علم لدنی ایسا تھا کہ جسکی تعریف کوئی شخص کر ہی نہیں سکتا بعض حضرات مشائخ شیخ
کیمانی اور بزاز سے نقل کرکے بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ ہم لوگ حضرت کے حضور
میں حاضر تھے آپ نے دودھ نوش فرماکر آرام کیا پھر فرمایا کہ اسوقت میرے قلب پر
بہتر دروازہ علم لدنی کے کھولے گئے ان میں سے ہر دروازہ اتنا چوڑا ہے جیسے آسمان و
زمین کی چوڑائی پھر کچھ ارشادات متعلق بہ حقائق و معارف اہل اللہ ایسے فرمائے کہ جسکے
سننے سے حاضرین مدہوش ہوگئے ؎

از رہ گذر خاک سر کوے شما بود	
ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	

——— ۰۰۰ ———

وصل در ذکر بعضے اساتذہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حال حضرت شیخ ابوالوفا علی بن عقیل بن محمد رضی اللہ عنہ

ان کی ولادت سنہ چارسو اکتیس ہجری مین ہوئی یہ اکابر علما سے تھے اور اپنے وقت مین
گویا شیخ الاسلام تھے اولاً انھون نے کلام اللہ یاد کیا پھر حدیث پڑھی اور فرائض و اصول
سیکھے اور کل علوم مین کامل ہوے امام یافعی تاریخ مرآۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ یہ اپنے وقت
مین شیخ الحنابلہ اور صاحب تصانیف مفیدہ تھے اور ان کی تصنیف سے کتاب الفنون ہے
جو چارسو جلد سے زائد مین ہے اور بڑے حاذق و ذکی تھے بیشتر وقت ان کا تصنیف و تالیف
مین صرف ہوتا تھا انھون نے فقہ قاضی ابوالعلا وغیرہ سے پڑھی اور علم کلام شیخ ابی علی
ابن الولید اور شیخ ابوالقاسم بن التبان وغیرہ سے اور روایت حدیث شیخ ابی محمد جوہری سے
کی ابواسحٰق شیرازی لکھتے ہین کہ یہ امام دنیا اور بہت بڑے زاہد و مناظر تھے ابن جوزی لکھتے
ہین کہ انھون نے درس دیا اور اکابر علما سے مناظرہ کیا اور تصانیف بھی کیے اور علمی مشاغل
ان کے بہت تھے مین نے خود ان کے ہاتھ کا لکھا دیکھا ہے کہ مین ایک ساعت بھی
اپنی عمر ضایع کرنا حلال نہین سمجھتا اور مین اپنے مین اس اسّی سال کی عمر مین بیس سال
کی عمر سے زائد علم کی حرص پاتا ہون" سنہ چارسو چھتیس ہجری مین جب حنابلہ و اشاعرہ مین فسادات
ہوے تب سے انھون نے وعظ کہنا چھوڑ دیا صرف درس دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے انکو نکی
سماعت و بصارت اور کل اعضا سے بہت فائدہ اٹھانے کا موقع دیا سلفی کہتے تھے کہ مینے
ان کا ایسا شخص نہین دیکھا کوئی ان سے بوجہ وفور علم و بلاغت کلام اور قوی دلائل اور
حاضر جوابی کی گفتگو نہین کر سکتا تھا علم کلام جاننے والون کی مذمت کیا کرتے تھے کہا کرتے
تھے کہ مجھے اس امر کا یقین ہے کہ حضرات صحابہ کی وفات ہو گئی مگر انھون نے جوہر و عرض
جاننا پسند نہ کیا اور مین نے عمر بھر اصول مین بہت غور و فکر کیا بجز چند دنون کے اور
تائید سنت و تردید متکلمین کے متعلق ان کا کلام بہت ہے بلکہ تصانیف بھی ہین بعضون نے
ان سے بذریعۂ تحریر دریافت کیا کہ اصحاب امام احمد کو آپنے انصافاً کیسا پایا انھون نے
جواب دیا کہ میری راے مین وہ لوگ سخت تھے اُن کے اخلاق لوگون کے میل جول سے

علیحدہ تھے اور اُن کی طبیعتین مداخلت سے سخت تھین اور وہ فضول ولغویات
سے بہت بچتے تھے اور نفوس کو ریاست سے بچاتے تھے اور روایات
مین اپنی رایون شریک کرنے سے ڈرتے تھے اور ظاہر حدیث پر تمسک
کرتے تھے تاویل نہین کرتے تھے اور اعمال صالحہ کی طرف زیادہ راغب تھے علوم غامضہ
کی طرف متوجہ نہین ہوتے تھے بلکہ ورع کی طرف زیادہ توجہ کرتے تھے اور مجھے یاد نہین
کہ اُن مین سے کوئی بھی ایسا ہوا ہو یہ بات اُن مین اس وجہ سے تھی کہ وہ آیات واخبار
کے ظاہری معانی پر ایمان رکھتے تھے اُس مین کوئی تاویل یا انکار نہین کرتے تھے اور خدا
جانتا ہے کہ مین اسلام کے گروہ مین کسی فرقہ کو بدعت سے خالی نہین سمجھتا سوا ان لوگون کے
والسلام" اور انھین کا مقولہ ہے کہ مین ایک عجیب بات بعض جاہلون کی زبان سے
سنتا ہون کہ وہ کہتے ہین کہ امام احمد فقیہ نہ تھے محدث تھے حالانکہ یہ نہایت جہل ہے
کیونکہ اُنھون نے ایسے اختیارات حاصل کیے تھے جنکی بنا ایسی احادیث پر تھی جنکو
اکثر لوگ جانتے ہی نہ تھے اور فقہ مین ایسے دقیق امور نکالے تھے جنکو کسی نے دیکھا بھی
نہوگا پھر امام احمد کے کلام سے چند مسائل لکھے اور لکھا کہ اکثر علما کہتے ہین کہ ہم اصول مین
امام احمد کے تابع ہین اور فروع مین فلان کے تو اُن کو یہی کافی ہے جنکے وہ اصول مین
تابع ہین اور یہ کہا کرتے تھے کہ اس مذہب کو اُن کے اصحاب نے تاریک کر دیا ہے
کیونکہ اصحاب امام ابی حنیفہ وامام شافعی مین سے جب کوئی شخص علم مین کامل ہوا تو وہ
ممالک مین سے کسی ولایت کا قاضی ہوگیا اور وہی اسکی تدریس اور علمی مشاغل کا سبب
ہوا اور امام احمد کے اصحاب مین بہت کم ایسے ہوے کہ جو کسی علمی شغل مین متوجہ
رہے ہون سوا زہد وعبادت کے کہ ان امور مین ان کے اوقات صرف ہوتے تھے
مگر باینہمہ اُن کا کلام اکثر مجتہدانہ ہوتا تھا اور جو دلیل اُن کو معلوم ہوتی تھی اسکا ہی اتباع
کرتے تھے اور کہتے تھے کہ دلیل کی اتباع واجب ہے امام احمد کی اتباع واجب نہین
اور ان کے خود کے ذاتی مسائل بہت ہین جنمین مذہب کی مخالفت معلوم ہوتی ہے کیونکہ
اُن کی نظر مختلف رہتی تھی اور اجتہاد بھی بدلتا رہتا تھا کہا کرتے تھے کہ میرے نزدیک مجتہد
کے فضائل مین سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ اختلاف دلیل کی صورت مین حکم
دینے مین بھی متردد ہو چنانچہ اُن کے مسائل اجتہادی مین سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ جو کو

ریشمی کپڑا استعمال کرنا سوائے لباس اور طرح یعنی بچھانے یا تکیہ لگانے کے طور سے
ناجائز ہے اور دوسرا یہ کہ نماز جنازہ کی پڑھنا تنہا بھی جائز ہے اور تیسرا یہ کہ سود صرف
انھین چھ چیزون مین حرام سمجھا جائیگا جنکی تصریح حدیث مین ہے اور چوتھا یہ کہ وقف کی
بیع جائز نہین چاہے وہ خراب ہوجاوے اور اُس کا کوئی نفع نہ باقی رہے اور پانچوان یہ
کہ امر مشروع اولاد کی تقسیم مین یہ ہے کہ سب اولاد کو خواہ وہ لڑکے ہون یا لڑکیان برابر
دینا چاہیے اور چھٹا یہ کہ مکاتبہ لونڈی سے وطی ناجائز ہے اگرچہ عقد کتابت مین اسکی
شرط بھی کر لی ہو اور ساتوان یہ کہ کھیتیان اور پھل اگر نجس پانی سے بھی سینچی جائین تو
بھی وہ طاہر اور اُن کا کھانا مباح ہے چاہے پھر بعد کو وہ طاہر پانی سے سینچی جائین یا
نہین اور یہ کہا کرتے تھے کہ رضا بقضاء الٰہی امراض و مصائب کی حالت مین واجب ہے
اور دن کو رات پر فضیلت ہے ایکبار لوگون نے ان سے پوچھا کہ آپ جاہل کی گوشہ نشینی
اختیار کرنیکی بابت کیا کہتے ہین تو انھون نے جواب دیا کہ یہ اُسکے لیے وبال اور مضر ہے
اس کو اس سے کوئی نفع نہین ہوگا پھر عالم کی عزلت کے متعلق پوچھا گیا تو جواب دیا کہ اُسے
کیا پوچھتے ہو اُسکا علم اُسکے ساتھ موجود ہے وہی اُسکے درخت یقین کو سینچے گا اور اُسکو
محفوظ رکھے گا اُسکے رہنے تک ان کے اشعار بھی بہت نفیس ہوتے تھے وفات انکی سنہ پانسو
تیرہ ہجری مین ہوئی علامہ ابن رجب نے اپنے طبقات مین ان کا حال کئی ورقون مین لکھا ہے
اور یہی سنہ وفات ان کا امام یافعی نے بھی اپنی تاریخ مین لکھا ہے

حال حضرت شیخ ابو الخطاب محفوظ ابن احمد بن حسن کلوذانی بغدادی رضی اللہ عنہ

ان کی ولادت سنہ چار سو بتیس ہجری مین ہوئی یہ بھی اہل وقت سے تھے ایک جماعت علما
سے انھون نے حدیث سنی اور اپنے مسموعات سب اپنے ہاتھ سے لکھے اور مذہب و خلاف
مین بہت کامل ہوے درس بھی دیتے تھے اور فتویٰ نویسی بھی کرتے تھے اور عمدہ تصانیف
اصول وغیرہ مین کیے اور بہت حدیثین نہایت صدق سے بیان کین اور اصحاب امام احمد بن
حنبل مین اماموں سے تھے کیا ہراسی جب ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ فقہ آگئی ابن سمعانی کہتے
تھے کہ ایکبار ان کے پاس ایک فتویٰ دو شعرون مین آیا جو یہ ہے

جاءت الیک وما یرجی سواک لہا	قل للامام ابی الخطاب مسئلة

ما ذا على رجل رام الصلوٰة فمذ	لاحت لناظره ذات الجمال لها

یعنی امام ابی الخطاب کے پاس میں یہ سوال لیکر آیا ہون کیونکہ اُن کے سوا کسی سے اِس کے جواب کی امید نہین ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنا چاہے اور اُسکو اُسوقت کوئی اچھی صورت نظر آئے تو کیا کرے اُنھون نے اُسی وقت اسکا جواب لکھا ہے

قل للادیب الذی وافی بمسئلة	سرت فوادی لما ان اصحت لها
ان الذی فتنة عن مبادته	خریدة ذات حسن فانثنی ولها
ان تاب ثم قضی عنه عبادته	فرحمة الله تغشی من عصی ولها

یعنی اُس ادیب سے جس نے بات پوچھی ہے کہو کہ جو کچھ تم نے بیان کیا اس سے میرا دل خوش ہوا بیشک جس چیز نے کہ اُسکو عبادت سے باز رکھا وہ ایک حسینہ باحیا ہے کہ جسکی محبت سے وہ جھک پڑا اب اگر اُس نے توبہ کی پھر اپنی نماز پوری کر لی تو رحمت الٰہی اسکو ڈھانپ لے گی کہ جو محبت کی وجہ سے عاصی ہوا۔ اُن کے بھی چند خاص مسائل ہین جنمین یہ اور لوگون کے موافق نہین ہین اُن مین سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ نماز عصر سے قبل بھی چار رکعتین ہین دوسرے یہ کہ کفار غلبہ پانے پر اہل اسلام کے مال کے مالک نہین ہو سکتے بلکہ وہ انھین کو واپس دیدیا جائے ہر حالت مین اگرچہ وہ مال غنیمت مین تقسیم ہو گیا ہو اور وہ کافر مسلمان ہو گیا ہو کہ جسکے قبضہ مین وہ مال ہو تیسرے یہ کہ قربانی کا جانور بہ نیت قربانی خرید کرنے پر ملک مین نہین رہے گا اور نہ اُسکے مالک کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی حال مین اُسکو بدل سکے چوتھے یہ کہ زرافہ[1] حرام ہے سامری کا قول ہے کہ یہ ان سے سہو ہوا پانچوین کہ کلام اللہ جب سونے کے پانی سے لکھا جائے تو اگر وہ سونا مقدار نصاب ہو تو اُس کی زکوٰة دینا بھی واجب ہے اور اُس سونے کو رگڑ دینا اور اُسکو لے لینا جائز ہے اور انھین کی رائے کے موافق ابن زاغوانی بھی ہین بلکہ اُنھون نے تو یہ زیادہ کیا ہے کہ کلام اللہ کا آب زر سے لکھنا حرام ہے اور وہ رگڑ ڈالا جائے اور کسی کو اس کا لینا جائز نہین اُنکی وفات سنہ پانسو دس مین ہوئی اور امام احمد بن حنبل کے پہلو مین دفن ہوے اور یہی سنہ وفات ابن کا امام یافعی نے اپنی تاریخ مین بھی لکھا ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تذکرة الحفاظ مین کلوذانی منسوب

---

[1] زرافہ ایک جانور کو کہتے ہین جو مصر کے ملک مین ہوتا ہے اور فارسی مین اسکو شتر گاو پلنگ بولتے ہین کیونکہ گردن اونٹ کی گردن سے مشابہ ہوتی ہے اور سم گائے کے سم سے اور رنگ چیتے کے رنگ سے کہ اپنی منتخب [illegible]

یہ کلواذان ایک گاؤن ہے بغداد سے کے قریب کذا فی منتہی الادب

حال حضرت قاضی شیخ ابو الحسن بن فرا البغدادی حنبلی رضی اللہ عنہ

یہ بڑے مفتی اور مناظر تھے اور مذہب و اصول مین کامل تھے اور زہد و دیانت مین اپنے زمانہ والون سے فائق تھے اکثر لوگ ان کی وجہ سے اشعریت کی طرف مائل ہو گئے تھے شب عاشورا سنہ پانسو چھبیس مین ان کو کسی نے قتل کیا اور ان کا مال سب لے لیا پھر ان کا قاتل بھی مارڈالا گیا۔ کذا فی مراۃ الجنان للامام الیافعی

حال حضرت شیخ محمد بن حسن بن احمد الباقلانی الکرخی البغدادی رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت صاحب تذکرۃ الحفاظ ابو طاہر لکھتے ہین مگر صاحب بہجۃ الاسرار و قلائد الجواہر و فتح المبین نیز امام یافعی نے ابو غالب لکھی ہے یہ بھی اکابر علما رحمہم من مجتہدین بلکہ حفاظ حدیث سے تھے اور جملہ علوم مین ان کو تبحر حاصل تھا اور باتب معاصرین پر فایق تھے تمام اطراف واکناف مین ان کی شہرت تھی علم حدیث مین لوگ انھین کی طرف رجوع کرتے تھے یہ نہایت عمدہ صفات کے شخص تھے اور بہت زاہد لوگون سے بہت کم ملتے تھے ان کی وفات سنہ چارسو نوے مین بعمر تہتر سال بغداد مین ہوئی کذا فی تذکرۃ الحفاظ للذہبی باقلانی بمعنی باقلہ فروش دباقلا بفتح با وسکون لف بکسرہ قاف وتشدید لام وسکون الف ایک مشہور دانہ ہوتا ہے جسکو شام کی لغت مین فول کہتے ہین کذا فی منتہی الادب اور ہندی مین باقلا کو لوبیا کہتے ہین۔

حال حضرت شیخ ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون رسی رضی اللہ عنہ

بہجۃ الاسرار مین میمون رسی ہے اور قلائد الجواہر مین میمون فرسی اور فتح المبین مین میمون قرشی ہے علامہ ذہبی اپنی تاریخ تذکرۃ الحفاظ کی چوتھی جلد مین لکھتے ہین کہ ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون الکوفی المقری۔ ان کا لقب ابی النرسی تھا ان کی ولادت سنہ چارسو بیس مین ہوئی انھون نے سماعت حدیث شیخ محمد بن علی بن حازم اور بہ چند بزرگون سے کوفہ مین کی اور کریمہ مروزیہ سے مکہ مین اور شیخ ابو اسحق برمکی اور شیخ ابو عبد اللہ بن حبیب

فارسی اور شیخ احمد بن محمد زعفرانی اور شیخ احمد بن محمد بن فضل اور شیخ ابو منصور بن
سواق اور شیخ ابو القاسم تنوخی اور ان کے طبقہ والوں سے بغداد میں اور ایک جماعت
سے شام میں کی اور بہت کتابیں لکھیں اور تصنیفات کیے اور خود اپنا معجم تیار کیا اور ان سے
روایت حدیث فقیہ نصر مقدسی اور حمیدی و ابن الخاضبہ و سلفی و ابن ناصر و معالی بن ابی بکر
کتانی و مسلم بن ثابت نخاس و محمد بن حیدرہ بن عمر زیدی و ابو الفرج بن کلیب نے کی
اور ایک جماعت کثیر نے اور یہ فخر کیا کرتے تھے کہ کوفہ میں اہلسنت و حدیث سے میرے
سوا کوئی نہیں ہے اور بغداد اکثر آیا کرتے تھے کوفہ سے یہ تین برس کی عمر میں تھے اور
اول سماعت حدیث انھوں نے سنہ چار سو بیالیس میں کی اس کو حافظ عبد الوہاب بن الانماطی
نے لکھا ہے اور ان کے حفظ و اتقان کی بہت تعریف لکھی ہے محمد بن علی بن فتح طبری
کہتے تھے کہ مجھ سے یہ خود بیان کرتے تھے کہ جب میں بزرگوں سے قرآن مجید بچپن میں
پڑھتا تھا تو وہ لوگ بوجہ میرے تیز پڑھنے کے کہا کرتے تھے کہ تم تو ہم سے بھی بڑھ گئے
ابن طاہر کہتے تھے کہ یہ بڑے حافظ ثقہ و متقن تھے ان کا ایسا میں نے کسی کو نہیں
دیکھا رات میں تہجد کے علاوہ اکثر بیدار رہتے تھے ایک بار ان کے سامنے ابن سلفہ
نے حدیث پڑھی انھوں نے اسکی انکار کی اور کہا کہ یہ حدیث میری روایت میں نہیں ہے
انھوں نے اس کے متعلق کچھ کلام کیا انھوں نے کہا کہ میں اپنی مرویہ حدیثیں پہچانتا
ہوں کیونکہ متعدد بار میں نے ان کو پڑھا اور ان میں غور کیا ہے تو ان کی کوئی بات ایسی
نہیں جس میں جانتا ہوں سنہ چار سو اٹھانوے سے ان کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ ہر سال
رجب کے مہینہ میں یہ بغداد میں آکر ٹھہر جاتے تھے اور بعد عید تک رہتے تھے اور
اُجرت پر کتابت کیا کرتے اسی سے بسر اوقات کرتے تھے ابو حازم عبدری ان کی
بہت تعریف کرتے تھے بغداد میں یہ بیمار ہوئے تو لوگ ان کو اسی حالت میں کوفہ
لے گئے اثنائے راہ میں حلہ پہونچ کر ان کی وفات ہو گئی پھر نعش کوفہ گئی اور ماہ شعبان
سنہ پانسو دس ہجری میں دفن ہوئے۔ رسی منسوب ہے رس سے رس قوم ثمود کے
کنوئیں کا نام ہے نیز اس گاؤں کا جس میں وہ لوگ یعنی اصحاب الرس رہتے تھے اور
نرسی منسوب نرس کی طرف ہے جو عراق میں ایک گاؤں ہے فقط

حال حضرت شیخ ابو بکر بن مظفر بن سوسن تمار رضی اللہ عنہ

یہ اکابر علماء و صلحا و زہاد وقت سے تھے اور ان کو ایک خاص مقبولیت حاصل تھی لوگ ان کو بہت مانتے اور بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے امام یافعی اپنی تاریخ مراۃ الجنان میں لکھتے ہیں کہ ان کی وفات سنہ پانسو میں ہجری میں ہوئی علامہ ذہبی جلد چہارم تذکرۃ الحفاظ میں شیخ عمر بن عبدالکریم ابن سعدویہ کے حال میں لکھتے ہیں کہ مسند بغداد شیخ ابوبکر احمد بن مظفر بن حسین بن سوسن الیمان نے بانوے سال کی عمر میں اسی سنہ پانسو میں انتقال کیا بہجۃ الاسرار و قلائد الجواہر و فتح المبین سے تو سوس تمار معلوم ہوتا ہے یا تمار مگر علامہ ذہبی سوسن الیمان لکھتے ہیں سوس بضم سین اول و سکون واو و سین ثانی بمعنی اصل و طبیعت اور ایک درخت کا نام ہے جسکی جڑ شیریں اور شاخ کڑوی ہوتی ہے اور ایک کیڑے کا نام ہے اور ایک مقام کا بھی اہواز میں جو سوس بن سام بن نوح علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے اور وہیں حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام کی قبر ہے اور شوش بضم شین معجمہ اول و سکون واو و شین آخر بھی ایک مقام کا نام ہے ابن عمر کے جزیرہ کے قریب اور ایک محلہ ہے جرجان میں اور ایک قلعہ ہے دجلہ موصل کے شرقی جانب اور شہر سوس خوزستان کا بھی نام ہے تمار بفتح تاء و تشدید میم و سکون الف و راء چھوہارا بیچنے والے کو کہتے ہیں اور ثمار بثاء مثلثہ سے میوہ فروش کو کہتے ہیں کذا فی منتہی الارب

حال حضرت شیخ ابو محمد جعفر بن احمد بن حسین قاری السراج بغدادی رضی اللہ عنہ

ان کی ولادت سنہ چار سو سترہ یا اوائل سنہ اٹھارہ میں ہوئی اور شیخ ابوالمعمر مبارک بن احمد بن عبدالعزیز انصاری اپنی کتاب وفیات الشیوخ میں لکھتے ہیں کہ ان کی ولادت سنہ چار سو سولہ میں بغداد میں ہوئی یہ بڑے حافظ عصر و علمائے زمانہ سے تھے اور صاحب تصانیف تھے انھیں کی کتاب مصارع العشاق ہے انھوں نے روایت حدیث شیخ ابی علی بن شاذان و شیخ ابوالقاسم و بقول ابی الفتح بن شاہین اور خلال و برمکی و قزوینی و ابن

فیلان وغیرہم سے کی اور ان کی بہت بڑی جماعت شاگرد تھی اور روایت حدیث بھی ان سے بہتون نے کی چنانچہ حافظ ابو طاہر سلفی بھی ان سے راوی ہین بلکہ وہ ان سے روایت حدیث پر بہت فخر کرتے تھے باینہمہ کہ اُس زمانہ کے اور علما سے بھی راوی تھے ان کے اشعار بہت نفیس ہوتے تھے منجلہ اُن کے چند یہ ہین

بان الخليط فدمعي	وجدا عليهم تستهل
وحدى بهم حادي الفراق	عن المنازل فاستقلوا
قل للذين ترحلوا	عن ناظري والقلب حلوا
ودمي بلاجرم اتيت	غداة بينهم استحلوا
ما ضرهم لو انهلوا	من ماء وصلهم وعلوا

یعنی دوست جُدا ہوئے تو مین غمگین ہو کر بلند آواز سے رویا اور فراق کے نغمہ سنانے والے نے اُن کو منازل کے نغمون سے بھلا لیا اُن لوگون سے کہو کہ جو میری نظرون سے غائب ہو کر دل مین سما گئے ہین کہ میرا خون ناحق جو اُنھون نے حلال کر لیا ہے کل سامنے آئیگا اب بھی کچھ نقصان نہین ہے اگر دوبارہ شربت وصل سے سیراب کرین اس کے علاوہ ان کے اور بھی اشعار ہین ان کی وفات شب یکشنبہ اکیس ماہ صفر سنہ پانچسوین ہوئی اور باب ابرز مین دفن ہوئے ابن جوزی کہتے تھے کہ ان کی صحت بہت اچھی تھی صرف چند دنون بیمار رہے اور انتقال کر گئے اور ان سے میرے شیخ حدیث نے بہت حدیثین روایت کین سب سے آخر راوی شہدہ بنت ابری تھین اور امام یافعی نے تاریخ مرأۃ الجنان مین ان کا سنہ وفات پانچسو نوے لکھا ہے

حال حضرت شیخ ابو القاسم علی بن احمد بن بیان کرخی رضی اللہ عنہ

آپ بھی اجلہ علما و مشائخ سے تھے اور اعلیٰ درجہ کے فقیہ و فاضل زہد و تورع و تواضع و حسن خلق مین بہت بڑے ہوئے تھے آپ کے دادا کا نام ایک روایت مین بجائے بیان کے بنہان لکھا ہے اہل عراق آپکو بہت مستند سمجھتے تھے علامہ ذہبی اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ مین شیخ ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون الکوفی النرسی کے ضمن حال مین لکھتے ہین کہ اسی سنہ پانچسو دس مین مسند عراق ابو القاسم علی بن احمد بن محمد بن بیان رزاز نے

ستانوے سال کی عمر پاکر انتقال کیا کرخی کرخ کی طرف منسوب ہے اسکے معنی بازار کے ہین متعدد مقامات پر اطلاق آیا ہے چنانچہ بولتے ہین کرخ بصرہ کرخ بغداد وغیرہ وغیرہ یاقوت حموی کا یہی قول ہے کذا فی قاموس الامکنۃ والبقاع مطبوعہ مصر۔ رزاز بفتح رار وتشدید زا و سکون زار والف یہ لقب کئی شخصون کا تھا اور وہ سب بزرگ اور محدث تھے انھین بزرگون مین سے ایک بزرگ شیخ علی بن احمد بن بیان صاحب تذکرہ تھے کذا فی منتہی الارب

حال حضرت شیخ ابوعثمان اسمعیل بن محمد بن احمد بن جعفر بن ملت اصبہانی رضی اللہ عنہ

آپ بھی علماء راسخین وصلحاء متقین سے تھے نہایت جلیل القدر و رفیع المنزلت جہان کے لوگ آپکے بہت گرویدہ اور متبع تھے بیشتر طلبہ کے افادہ مین متوجہ رہتے تھے امام یافعی اپنی تاریخ مرآۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ آپ کی وفات سنہ پانچسو نو ہجری مین ہوئی آپ ہی کی تصنیف کتاب المجالس ہے بہجۃ الاسرار و فتح المبین مین ابن ملت اصبہانی ہے مگر تاریخ مرآۃ الجنان و تذکرۃ الحفاظ علامہ شمس الدین ذہبی مین بن ملت اصبہانی ہے۔

حال حضرت شیخ ابوطالب عبد القادر بن محمد بن عبد القادر بن محمد بن یوسف بغدادی رضی اللہ عنہ

یہ بھی سر آمد علماء زمانہ تھے اور مستند وقت فقہ و حدیث وغیرہ مین اور بہت اہد و محتاط وصالح و متعفف اور نہایت پابند سنت احادیث غریب معہ اسناد کے اکثر ان کو یاد تھے علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ کے جلد چہارم مین لکھتے ہین کہ ان کی وفات سنہ پانسو سولہ ہجری مین ہوئی اور عمر اسی سال سے کچھ متجاوز ہوئی۔

حال حضرت شیخ ابوطاہر عبد الرحمن بن احمد بغدادی رضی اللہ عنہ

یہ بڑے فاضل متورع و زاہد بے نظیر تھے علمی مشاغل کے پابند اور بہت قوی الحافظہ و فقیہ محدث سنن دارقطنی کے خاص طور سے راوی تھے اور بہت ہی جلیل القدر بزرگ بغداد کے لوگ ان کو بہت مانتے تھے ان کی وفات حسب تحریر صاحب مرآۃ الجنان سنہ پانسو گیارہ مین ہوئی پھر اسی سنہ کے واقعات مین لکھا ہے کہ حافظ ابوزکریا یحییٰ بن عبد الوہاب

بن ... بن اسحق بن محمد بن یحیی بن مندہ عبدی اصبہانی صاحب التاریخ نے بھی اسی سال مین وفات پائی اور انھون نے بیہقی اور اُن کے طبقہ والون سے حدیث سنی سمعانی کہتے ہین کہ وہ بڑے عالی مرتبہ بزرگ واسع الروایۃ حافظ حدیث کثیر التصانیف تھے ایک جماعت محدثین سے انھون نے حدیث سنی اور خود اُن سے اکثر شیوخ نے حدیث سنی اور لکھی چنانچہ اُنھین سے ایک حضرت شیخ الشیوخ سیدنا ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے چنانچہ حافظ سمعانی نے اس کو کتاب المورخین کی کتاب الذیل مین لکھا ہے اور اُن کے فضائل وجلالت قدر او رخاندان علم وفضل سے ہونا بھی لکھا ہے مگر حضرت کے اساتذہ مین ان بزرگ یعنی حافظ ابو زکریا یحیی ابن عبد الوہاب کا نام اور کسی کتاب مین میری نظر قاصر سے نہین گذرا واللہ اعلم

حال حضرت شیخ ابو البرکات ہبۃ اللہ بن مبارک بن موسی سقطی بغدادی رضی اللہ عنہ

یہ بھی بڑے عالم وحافظ حدیث وشعراے وقت سے تھے اور بہت سخی کتب سیر واخبار بہت دیکھا کرتے تھے اور ضعفا ومساکین کے حال کی بہت نگرانی اور خبر گیری رکھتے تھے اکثر اپنے پاس سے اُن لوگون کو کھانا دیا کرتے تھے امام یافعی اپنی تاریخ مرآۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ اُن کی وفات سنہ پانسو نو ہجری مین ہوئی سقطی سقط فروش کو کہتے ہین جسکے لغوی معنی ذلیل چیز کے ہین اور وہ جو کسی سے چھوٹ کر گر پڑے کذا فی المنتخب تذکرۃ الحفاظ کے جلد چہارم مین بھی ان کا سنہ وفات یہی لکھا ہے

حال حضرت شیخ ابو العز محمد بن مختار ہاشمی وشیخ ابو نصر محمد وشیخ ابو غالب احمد وشیخ ابو عبد اللہ یحیی قدست اسرارہم

ان حضرات کے متعلق صرف اسی قدر پتہ چلتا ہے کہ آپ سب حضرت شیخ ابی علی حسن بن بنا کی اولاد سے تھے اور خدا نے عالم نے علاوہ اور کمالات کے سب سے زیادہ اور بزرگ فضیلت ان حضرات کو یہ دی تھی کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نیز اکثر مشاہیر دیگر نے شرف تلمذ کو نسبت تلمذ اسی خاندان سے تھی امام یافعی تاریخ مرآۃ الجنان مین وقائع سنہ چارسو اکہتر ہجری مین لکھتے ہین کہ اسی سنہ مین شیخ ابو علی بن البنا فقیہ زاہد حسن بن احمد بغدادی

حنبلی نے وفات پائی ان کے تالیفات بہت عمدہ ہین اور بعض کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت سنہ تین سو چھیانوے ہجری مین ہوئی اور انھون نے ایک جماعت محدثین سے حدیث سنی اور عرصہ دراز تک پڑھایا اور فتوے دستخط کرتے رہے اہل بدعت کے حق مین یہ بہت سخت تھے اور مسلمانون کو برابر ان کے عقیدہ حدیثین بتایا کرتے تھے بہت کم لوگ بظاہر ایسے معلوم ہوتے تھے جو جملہ فنون کے جاننے والے ہون سوا ان کے کہ یہ ہر فن کو اچھا جانتے تھے علامہ ابن جوزی کہا کرتے تھے کہ ان کا خود مقولہ تھا کہ مین نے پانچسو تصنیفات لکھے آن کی وفات سنہ چارسو اکھتر ہجری مین کہ جو سنہ ولادت حضرت غوثیت مآبؓ کا تھا واقع ہوئی اس قدر آپ کا حال جبتر تاریخون سے دستیاب ہوسکا اولاد و احفاد کا حال نہین معلوم ہوا البتہ امام یافعی کی تاریخ مراۃ الجنان مین وقائع سنہ پانسو اکتیس ہجری مین ہے کہ شیخ عبد اللہ یحییٰ بن حسن بن احمد بن بنار بغدادی علمار کبار سے تھے اور اسی سنہ مین انھون نے وفات پائی اور شیخ ابو غالب بن بنار بغدادی حنبلی کی وفات سنہ پانسو ستائیس مین ہوئی۔

حال حضرت شیخ ابو الحسین بن الطیوری رضی اللہ عنہ

ان کا اصلی نام مبارک بن عبد الجبار تھا امام یافعی تاریخ مراۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ ابن سمعانی کہتے تھے کہ یہ بڑے بزرگ اور صالح امین و صادق القول و صحیح الاصول تھے اور نہایت آہستگی پسند اور کثیر الکتابت انھون نے روایت حدیث شیخ عمر بن علی بن احمد لیث ابو مسلم لیثی بخاری سے کی اور انھون نے بخارا مین شیخ ابی سہل عبد الکریم بن عبد الرحمن کلاباذی اور شیخ علی بن احمد بن تمیمی محمد بن محمد حاضر ہراس اور شیخ یوسف بن منصور سیاری اور شیخ عبد الملک بن علی اور اور لوگون سے سماعت کی اور سمرقند مین شیخ مظہر بن محمد خاقانی و شیخ محمد بن جعفر طیبی و شیخ بکش عبد العزیز بن احمد حلوانی سے اور بلخ مین شیخ ابو عمر محمد بن احمد استلی و شیخ محدث مظفر بن حسین و شیخ علی بن محمد لبابن دینوری سے اور ہرات مین شیخ عطار بن احمد اور سوا چند لوگون سے اور ابو شیخ مین شیخ منصور بن عباس تیمی اور مرو مین شیخ ابو عمر محمد بن عبد العزیز قنطری و شیخ ابو غانم کراعی سے اور نیشاپور مین شیخ ابن مسرور و ابو الحسین فارسی و شیخ محمد بن عبد العزیز میری سے اور اصبہان

مین شیخ عبدالرحمن بن مندہ اور اُن کے طبقہ والون سے اور ہمدان مین شیخ محمد ابن عثمان قوسانی سے پھر سنہ پانسو ساٹھ ہجری مین بغداد آئے اور وہان شیخ عبدالصمد بن مامون اور اُن کے طبقہ والون سے سماعت حدیث کی آن کی وفات سنہ پانچسو نوے مین ہوئی طیوری منسوب ہے طیور اسکے لغوی معنے تیز چلنے والے اور چالاک اور جلد واپس آنے والے کے ہین. عرب مین کہتے ہین کہ فلان شخص طیور فور ہے یعنی بہت تیز ہے فقط

حال حضرت شیخ ابومنصور عبدالرحمن بن ابی غالب محمد بن عبدالواحد بن حسن قزاز رضی اللہ عنہ

یہ ابن زریق قزاز کے نام سے زیادہ مشہور تھے اور بڑے مستند وقت اور اصول مین بہت ہی لائق وفائق تھے اور اپنے زمانہ مین نہایت صاحب زہد وورع و محدث وواعظ ومدرس تھے مسافرین کی خدمت بہت کرتے تھے اور ان کے لیے خود کھانا لیجاتے تھے اور پاس بیٹھکر کھلاتے تھے اکثر اوصاف مین تمثیل تھے لوگ اکثر اُن کو مثال مین پیش کیا کرتے تھے اور بہت کم سخن تھے علامہ شمس الدین ذہبی جلد چہارم کتاب تذکرۃ الحفاظ مین شیخ ابوالقاسم اسمعیل بن محمد بن فضل بن علی قرشی طلحی اصبہانی کے ضمن حال مین لکھتے ہین کہ ان کی وفات بھی اسی سنہ پانچسو پینتیس ہجری مین ہوئی۔ قزاز قاف کے زبر سے اس کے معنی ابریشم بیچنے والے کے ہین اور بضم قاف بھی آیا ہے یعنی وہ جو عیوب ومعاصی سے محترز ہو کذا فی منتہی الارب

حال حضرت شیخ ابوالبرکات طلحہ بن احمد عاقولی رضی اللہ عنہ

ان کی ولادت سنہ چارسو چھتیس ہجری مین ہوئی انھون نے ایک جماعت علما سے حدیث سنی ابن شافع کہتے تھے کہ ان کی سماعت حدیث بہت صحیح ہوا کرتی اور یہ بڑے ثقہ اور راوی تھے اور ان مین بہت سلامت روی اور اخفای حال کی شان تھی ان سے ابن کامل وغیرہ نے سماعت حدیث کی یہ کہتے تھے کہ میرا ایک دوست ثابت نامی تھا ایک بار مین نے اُس کو خواب مین دیکھا تو پوچھا کہ تم امام احمد بن حنبل کے قرب مین کیسے رہے کیونکہ وہ وہین دفن ہوا تھا تو اُس نے جواب دیا کہ امام احمد کے قرب مین کسی کو عذاب دوزخ نہین ہوتا ان کی وفات سنہ پانچسو بارہ مین ہوئی عاقول بفتح عین وسکون الف وضم قاف وسکون واو ولام اس کے معنے بڑے دریا یا اسکی موج اور ندی کے ہین اور ریت کے تودہ اور پوشیدہ امر کو بھی کہتے ہین

اس کی جمع عوافیل آئی ہے آدر بے نشان زمین اور کھانس کو بھی کہتے ہیں اور دیرعاقول ایک شہر کا نام ہے نہردان میں اور ایک شہر ہے مغرب میں اور ایک گاؤں بھی ہے موصل میں کذا فی منتہی الارب

حال حضرت شیخ ابوزکریا خطیب تبریزی رضی اللہ عنہ

ان کا اصلی نام یحییٰ ابن علی بن محمد بن حسن بن بسطام شیبانی تبریزی مشہور بخطیب تبریزی تھا یہ ائمہ ادب ونحو ولغت سے تھے ان کی ولادت سنہ چارسو اکیس میں ہوئی انھوں نے حدیث مدینہ صور میں فقیہ ابی الفتح سلیم بن ایوب رازی سے سنی اور شیخ ابی القاسم عبدالکریم بن محمد بن عبیداللہ بن داود دوال ساوی بغدادی و شیخ ابوالقاسم عبداللہ بن علی وغیرہم سے بھی اور دیگر علوم شیخ ابوالعلاء معری اور شیخ ابوالقاسم عبیداللہ بن علی رقی اور شیخ ابی محمد دہان لغوی وغیرہم سے اور ان سے شیخ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب مصنف تاریخ بغداد اور حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر اور شیخ ابومنصور موہوب بن احمد جوالیقی اور شیخ ابوالحسن سعد خیر بن محمد بن سہل اندلسی وغیرہم راوی ہیں بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں ادب کا درس دیا اور بہت تصانیف کئے ان میں سے کتاب اعراب القرآن کریم ہے کہ جو چار جلدوں میں ہے اور کتاب الکافی فی علم العروض والقوافی اور شرح لمع ابن جنی اور شرح دیوان حماسہ و شرح دیوان متنبی اور شرح مفضلیات اور شرح سبعہ معلقہ اور شرح مقصورہ ابن درید اور شرح سقط زند معری اور ان کے علاوہ اور کتابیں بھی ہیں اور شرح تہذیب غریب ابن سمعانی ابوالفضل بن ناصر سے نقل کر کے لکھتے تھے کہ ثقہ تھے لغت میں نیز ابنی مرویات میں ابوزکریا ابی الجوائز حسن بن علی واسطی شیخ ابی الحسن مخادی ادیب سے نقل کرتے تھے کہ ایک بار متنبی واسط میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس ان کے بیٹے محمد کھڑے تھے اور بہت سے لوگ ان سے پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ میں اس شعر کا اجازہ کرنا چاہتا ہوں یعنی اسی قافیہ پر اور شعر کہلانا چاہتا ہوں شعر یہ تھا ؂

زارنا فی الظلام یطلب سرا		فافتضحنا بنورہ فی الظلام	

یعنی ہم سے ملاقات کی اندھیرے میں اور پردہ چاہتا تھا تو ہم کو اسکی روشنی نے اندھیرے میں فضیحت کر دیا متنبی نے سر اٹھا کر اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ الٹا تجھ ہی سے پاس آیا ہے تو دہنا اچھا دے ان کے بیٹے نے یہ شعر پڑھا ؂

فالتجأنا الی حنادس شعر ستر تنا عن اعین اللوّام

یعنی ہم نے اُس کی زلف سے التجا کی اور اُس نے ہماری پردہ داری کی ابوالنجا ایز کہتے تھے کہ متنبی کے اس قول کے کہ یہ اُکتا ہاتھ تیرے پاس لایا ہے تو داہنا ہاتھ دے یعنی یہ ہین کہ چونکہ اُسلئے ہاتھ سے پورے کام نہین ہوتا اور داہنے ہاتھ سے پورے کام ہوتے ہین تو اسکی خواہش یہ ہے کہ اس شعر کے معنی مین احتمال زیادتی کا ہے تو اُسکو بیان کر تو متنبی نے اشارہ مین لطافت کی اور اُن کے بیٹے نے اس اشارہ کے سمجھنے مین ماہ جمادی الآخر سنہ پانچسو دو زمانہ خلافت ابن العباس احمد مستظہر باللہ بن مقتدی بامر اللہ مین انھون نے وفات پائی اور مقبرہ باب ابرز مین دفن ہوئے سہ

از رہ گذر خاک سر کوئے شما بود ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

علم ظاہر کی کیفیت

آپ کے علم ظاہر کا یہ حال تھا کہ ہر ہر فتوی بلاد عراق سے آیا کرتے تھے مگر کبھی ایسا نہین ہوتا تھا کہ ان کو رات بھر آپ رکھ لیتے کتاب مین دیکھنے یا غور کرنے کی غرض سے بلکہ پڑھ کر اسی وقت جواب تحریر فرما دیتے تھے اور آپ فتوی حضرت امام شافعی و امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے مذہب پر دیتے تھے ایسا ہی صاحب بہجۃ الاسرار کے قول سے معلوم ہوتا ہے مقصود ان کا غالبا یہ ہے کہ آپ خود مجتہد تھے اور آپ کا اجتہاد کبھی مذہب شافعیہ کے مطابق ہوتا تھا اور کبھی مذہب حنبلی کے مطابق اور مشہور یہ ہے کہ آپ حنبلی مذہب تھے جیسے بغداد مین اور بہت لوگ تھے امام احمد بھی بغداد مین تھے اور انکا مزار مبارک بھی وہین ہے اور پہلے امام شافعی بھی بغداد مین رہتے تھے پھر امام احمد کو یہان چھوڑ کر وہ مصر چلے گئے اور امام ابی حنیفہ کے مذہب سے اختلاف ظاہر کرنا شروع کیا خود حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی اپنی کتاب مین بہت جگہ ہے کہ قال کما قال احمد یا قال امامنا احمد اور آپ ان کی بہت تعریف کرتے تھے شیخ ابو الحسن علی بن الہیتی کہتے تھے کہ مین ایک بار حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی اور شیخ بقا بن بطو کے ہمراہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مزار پر گیا وہان مین نے دیکھا کہ امام صاحب اپنی قبر سے باہر نکلے اور شیخ عبد القادر کو اپنے سینہ سے لگا کر اُن کو خلعت پہنایا اور فرمایا کہ اے شیخ عبد القادر تمہاری طرف لوگون کو شریعت و علم طریقت مین بہت ضرورت ہوگی۔ کذا فی زبدۃ الآثار فی انتخاب من الانوار۔

مین ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ آپ خود صاحب مذہب اور اہل اجتہاد تھے جو امر آپ کے اجتہاد مین
آتا تھا اُسی کے مطابق عمل کرتے تھے چونکہ بیشتر مسائل اجتہادیہ آپ کے مطابق مذہب حنبلی پڑتے
تھے اسوجہ سے بعضے لوگ آپکو حنبلی گمان کرتے تھے جیسا کہ شعرانی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے
اور محرر سطور کہتا ہے کہ عبارت کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے
کہ آپ حنبلی تھے کما لا یخفی علی من طالعہ اور ابن اثیر کا قول ہے کہ آپ حنبلی المذہب تھے
کذا فی تاریخ الاولیا بہجۃ الاسرار مین ہے کہ آپکے فتوے علماے عراق کے سامنے جاتے تھے
اُن کو آپکے صدق وصواب سے تو تعجب نہین ہوتا تھا مگر اس کا تعجب ضرور ہوتا تھا کہ آپ جواب کتنا
جلد دیتے تھے چنانچہ ایک بار عجم سے بغداد مین ایک فتوی آیا تمام علماے عراق عجم و عراق عرب
کو اُس کا جواب دینا مشکل ہو گیا کسی کی سمجھ مین اُس کا جواب شافی نہ آیا صورت مسئلہ کی یہ تھی کہ
کیا فرماتے ہین حضرات علما اس مسئلہ مین کہ یک شخص نے قسم کھائی اگر میری عورت کو تین طلاقین
ہون اگر مین خدا کی عبادت ایسی نہ کرون کہ جیسی روے زمین پر کسی نے نہ کی ہو اور نہ اُسوقت
مین میرے ساتھ کوئی شریک ہو اُس عبادت مین تو اب وہ کون عبادت کرے جو اُس قسم سے
باہر ہو جب فتوی آپکے حضور مین لایا گیا تو آپنے فوراً اُس کا جواب لکھا کہ وہ شخص مکہ جاے اور
اپنے لیے مطاف خالی کراے اور اکیلا وہان روزانہ ایک ہفتہ تک طواف کرے تب قسم مین سچا
ہو جاے گا چنانچہ مستفتی کو وہان رات کو رہنے کی ضرورت نہین پڑی اور فوراً فتوی لے کر
واپس گیا نقل ایک بار لوگ ایک شخص کو آپ کی خدمت مین لاے کہ جو دعوی کرتا تھا کہ مین اللہ
کو ان آنکھون سے دیکھتا ہون آپ نے اُس سے پوچھا کہ یہ لوگ جو تمھارا مقولہ بیان کرتے ہین
یہ سچ کہتے ہین یا نہین اُس نے عرض کیا ہان سچ کہتے ہین آپ اُس پر بہت خفا ہوے اور منع
فرمایا کہ اب یہ نہ کہنا پھر کسی نے آپ سے پوچھا کہ یہ شخص اس کہنے مین سچا ہے یا جھوٹا آپنے
فرمایا کہ یہ کہتا تو سچ ہے مگر وہ دھوکہ مین پڑ گیا ہے اُس نے دیکھا کچھ ہے اور سمجھا کچھ اُس نے
اپنی بصیرت سے نور جمال کو دیکھا ہے اِس طرح پر کہ اُسکے دیدہ قلب سے دیدہ سر پر ایک
روشنی چمکی اُس وقت اُس نے اپنی بصر سے بصیرت کو دیکھا اور اُس کی بصیرت کی شعاع اُسکے
نور شہود سے متصل ہو گئی جس سے اُسکو گمان ہوا کہ مین نے بصر سے بھی وہی دیکھا جو بصیرت سے
دیکھتا ہون حالانکہ ایسا نہ تھا اس نے اپنی بصر و صرف بصیرت ہی کو دیکھا اور کچھ نہین قال اللہ

سلہ جیسا کہ کسی کے دیکھنے والے پر پوشیدہ نہین ہے ۱۲ منہ

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَہُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ ایک جماعت مشایخ اور اکابر علما اُسوقت موجود تھی سب کو یہ ارشاد سُنکر بہت خوشی ہوئی ایسا کہ آپ کی اس لطف بیان سے جو اُس شخص کے حال ظاہر کرنے مین واقع ہوئی لوگ سب مدہوش ہو گئے بلکہ ایک جماعت تو اپنے کپڑے پھاڑکر جنگل کو نکل گئی کذا فی نور الابصار نقل ہے شیخ ابی عبداللہ محمد بن شیخ عباس بن خضر حسینی موصلی کہتے تھے کہ مین نے اپنے والد سے سُنا اور اُنھون نے اپنے والد سے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے ایک بار خواب مین دیکھا کہ حضرت کے مدرسہ بغداد مین ایک مکان عظیم الشان ہے اور تمام مشایخ بحر و بر وہان موجود ہین اور حضرت صدر مین تشریف رکھتے ہین اور ہر ایک شخص کے سر پر عمامہ ہے اور ہر عمامہ پر ایک طرہ اور بعضے پر دو طرہ اور آپ کے عمامہ پر تین طرہ مجھے حیرت ہوئی کہ یہ تین طرہ کیسے اور ان کا کیا مطلب ہے جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ آپ میرے سر پر کھڑے فرماتے ہین کہ اے خضر ایک طرہ علم شریعت کا ہے اور دوسرا علم طریقت کا اور تیسرا علم حقیقت کا سبحان اللہ ؎

	از رہ گذر خاک سر کوے شما بود		ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	

فصل در بیان تلامذہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالی عنہ

نقل - جب آنحضرت رض علوم و فنون ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوے تو درس دینا شروع کیا اور اُس مین ایسی شہرت پائی کہ سب معاصرین اور اطراف و جوار کے علما آپ کے تبحر و فضیلت کے قائل ہو گئے اور تمام فصحا و علما معانی و بیان آپ کے کلام و ارشاد ات سے استناد کرتے تھے اکثر لوگون نے آپ کو صاحب البراہین والسلطانین کا لقب دیا تھا اور اکثر امام الفریقین الطریقین اور ذی السراجین والمنہاجین کہا کرتے تھے اور علما کی ایک جماعت کثیر آپ کی طرف انتساب رکھتی تھی اور بہتیرے فقہا آپکے شاگرد تھے منجملہ اُن کے جنھون نے علم شرعیہ آپ سے حاصل کیے اور حدیث بھی سُنی شیخ ابو عمر عثمان بن مرزوق بن حمید بن سلام قرشی نزیل مصر اور شیخ ابو مدین شعیب مغربی تھے چنانچہ شیخ سعد بن عثمان بن مرزوق کہا کرتے تھے کہ میرے والد حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کو بالفاظ استاد و سید و شیخ و امام یاد کیا کرتے تھے علاوہ ان دو حضرات کے اور بھی بہت سے حضرات ہین کہ جن کی پوری تفصیل معلوم نہین ہو سکی چند اسماے متبرکہ

سلے جاری کیے دو دریا ملتے ہوے ان دونون مین ایک پردہ ہے جو نہین بڑھنے ہیں دیتا ۲

معلوم ہوئے وہ یہ ہیں شیخ قاضی ابو یعلی محمد بن فرا حنبلی عبد العزیز بن اخضر کہتے تھے کہ
میں نے خود شیخ ابو یعلی کو کہتے سنا کہ میں حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں
بہت حاضر رہا ہوں شیخ ابو الفتح نصر بن منی شیخ ابو محمد محمود بن عثمان نعال شیخ ابو حفص عمر بن
ابی نصیر بن علی غزال شیخ ابو محمد حسن فارسی شیخ عبد اللہ احمد خشاب شیخ ابو عمر عثمان ملقب بہ شافعی
زمانہ شیخ محمد بن کیزانی شیخ رسلان بن عبد اللہ بن شعبان شیخ محمد بن قائد آوانی شیخ عبد اللہ
بن سنان الردینی شیخ حسن بن عبد اللہ بن رافع انصاری شیخ طلحہ بن مظفر بن غانم علثمی ملقب
علثی شیخ احمد بن اسعد بن وہب بن علی ہروی شیخ محمد الازہری صیرفینی شیخ یحیی بن برکت
بن محفوظ دبیقی شیخ علی بن احمد بن وہب ازجی قاضی القضاۃ عبد الملک بن عیسی بن درباس
الماردینی اور ان کے بھائی شیخ عثمان اور ان کے بیٹے عبد الرحمن شیخ عبد اللہ بن نصر بن
حمزہ بکری شیخ عبد الجبار بن ابی الفضل قفصی شیخ علی بن ابی طاہر انصاری شیخ عبد الغنی
بن عبد الواحد مقدسی شیخ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن وہب قدامہ مقدسی حنبلی اور ان کے
بھائی شیخ ابو عمر محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی حنبلی شیخ ابراہیم بن عبد الواحد مقدسی حنبلی
شیخ شمس الدین عبد الرحمن بن عمر مقدسی کہتے تھے کہ میرے چچا شیخ موفق الدین کہا
کرتے تھے کہ میں نے اور حافظ عبد الغنی نے حضرت شیخ الاسلام شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ
کے دست مبارک سے ایک وقت میں خرقہ پہنا اور کچھ فواید فقہ سنے اور آپ کی صحبت شریفہ سے
خاص نفع پایا مگر زمانہ حیات آپ کا زیادہ نہیں ملا صرف ایک مہینہ میں، وز ملا شیخ محمد بن احمد بن
بختیار شیخ محمد ابو عبد اللہ بن ابی الحسن جبائی شیخ ابو القاسم خلف بن عیاش مصری شیخ عبد المنعم
بن علی حرانی شیخ ابراہیم حدادیمنی شیخ عبد اللہ اسدی یمنی شیخ خلیفہ بن زیاد یمنی شیخ عمر
بن احمد حجری شیخ ابو محمد رافع بن احمد شیخ ابو اسحق ابراہیم بن بشارت بن یعقوب عدلی
شیخ عمر بن مسعود بزاز و اشاہ میر بن محمد جیلانی شیخ عبد اللہ بطائحی نزیل بعلبک شیخ مکی بن عثمان
سعدی اور ان کے دونوں بیٹے عبد الرحمن اور جیارح شیخ عبد اللہ بن حسین عکبری شیخ ابو القاسم
بن ابی بکر بن احمد اور ان کے بھائی احمد اور عتیق شیخ عبد العزیز بن ابی نصر جنابذی شیخ ابو عبد اللہ
محمد بن ابی المکارم یعقوبی شیخ ابو عبد الملک ذیال عراقی اور ان کے بیٹے ابو الفرج شیخ ابو احمد المعروف
بالنقطہ بست شیخ ابو الفرج عبد الرحمن بن ابی العلاء نجم خزرجی شیخ یحیی تکریتی شیخ ہلال بن امیہ عدنی
شیخ ابو محمد یوسف بن مظفر عاقولی ازجی شیخ ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل بن حمزہ شیخ ہبۃ اللہ بن

عبداللہ بن احمد بن منصوری شیخ ابو عبداللہ محمد بن سمدویہ صرافینی شیخ عثمان باصری شیخ محمود الخط
خیاط شیخ تاج الدین بن بطر شیخ عمر بن ماشی شیخ عبدالرحمن بن بقا شیخ ابو عمر بن محمد نخال
شیخ ابو محمد عبدالعزیز بن دلف شیخ عبدالکریم بن محمد مصری شیخ ابو منصور عبداللہ بن محمد بن ولید
بغدادی شیخ ابو الفرج عبدالحسن بن محمد بن احمد بن دوریہ شیخ محمد بن ابی الحسین شیخ دلف حریمی
شیخ احمد بن البدیقی شیخ محمد بن احمد مؤذن شیخ یوسف بن ہبۃ اللہ دمشقی شیخ احمد بن مطیع شیخ علی
بن یونس ماموزی شیخ محمد بن الیث صریفینی شیخ احمد بن منصور شیخ علی بن ابی بکر بن ادریس شیخ محمد بن نصر
شیخ عبداللطیف بن محمد حرانی وغیرہم رحمۃ اللہ و رضوانہ علیہم علی اجماعہم اجمعین و اجمعہم الحمد سند
کہ فقیر کاتب الحروف کا سلسلۂ تلمذ بھی بذریعۂ حضرت سیدنا الشیخ تاج الدین ابو بکر عبدالرزاق
رضی اللہ عنہ سے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے جو یہاں بر تحدثاً للنعمۃ و اظہاراً
للتفاخر درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ؎

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا		بلبل ہمین کہ قافیہ گل شود بس است	

اور وہ اس طرح پر ہے کہ فقیر حقیر نے جملہ علوم متعارفہ حضرت جد امجد اسوۃ الکملا و عمدۃ الفضلا اعلم العلما
الاشہر مولانا شاہ تقی علی قلندر نور اللہ مرقدہ الاطہر سے و نیز اپنے والد ماجد حضرت قدوۃ العلما
زبدۃ الفضلا مولانا شاہ علی اکبر قلندر سے پڑھے اور انھون نے حضرت جد امجد موصوف سے
اور انھون نے ابتدائی کتابین متوسطات تک اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا شاہ حیدر علی
قلندر قدس سرہ سے اور بقیہ حضرت مولانا محمد مستعان کاکوروی سے پڑھین حضرت مولانا
شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ کو علوم متعارفہ مین تلمذ اپنے عم حقیقی حضرت استاد العصر مولانا
شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ سے تھا اور اُن کو مولانا تراب علی سندیلوی و مولانا حیدر علی سندیلی و مولانا عبدالواجد
خیرآبادی و مولانا ذوالفقار علی ساکن دیوہ نیز اپنے والد ماجد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر
کاکوروی سے اور اُن بزرگان موصوفین کو باستثناء مولانا ذوالفقار علی ساکن دیوہ کے تلمذ مولانا
حمداللہ سندیلی سے تھا اور اُن کو حضرت استاذ الہند ملا نظام الدین محمد فرنگی محلی اور مولانا
ذوالفقار علی موصوف کو بواسطہ تلمذ حضرت ملا نظام الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھا و انکو
اپنے والد ماجد ملا قطب الدین شہید سہالوی و ملا امان اللہ بنارسی و ملا غلام نقشبند لکھنوی سے و ملا
حضرت ملا قطب الدین شہید سہالوی کو مولانا عبدالقادر فاروقی لکھنوی سے اور اُن کو ملا عبدالسلام
ساکن دیوہ سے و ملا صاحب نے جملہ علوم متعارفہ اپنے استاد حضرت ملا عبدالکریم کاکوروی

سے پڑھے اور عرصہ تک بزمان شاہجہان بادشاہ دہلی مدرسہ لاہور میں مدرس رہے حضرت ملا محب کو تلمذ اپنے جد امجد حضرت مولانا قاری نظام الدین مشہور بہ مخدوم شیخ بھیکہ کاکوروی سے تھا اور اُن کو اپنے والد ماجد حضرت قاری امیر سیف الدین کاکوروی سے ان کو اپنے والد ماجد قاری حبیب اللہ نظام الدین سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری نصیر الدین دلیل اللہ سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری محمد صدیق سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری عبید اللہ سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری عبد الصمد سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری امیر شمس الدین خرد مشہور بہ قاری محقق جامع کتاب جمع الجوامع الکبیر فی بیان لغت الاحادیث والتفاسیر سے اُن کو اپنے والد ماجد قاری عبد المجید سے کہ جو حاجب آستان حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اُن کو اپنے والد ماجد حاجی الحرمین الشریفین امیر سلطان حسین سے اُن کو اپنے والد ماجد حضرت قاری ابراہیم سے اُن کو اپنے نانا اور پیر و مرشد حضرت سیدنا شیخ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق رضی اللہ عنہ سے اُن کو اپنے والد ماجد حضرت غوث الثقلین امام الفریقین والطریقین سیدنا وسندنا شیخ ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالی عنہ سے اور حضرت مولانا محمد ستعان کاکوروی کو تلمذ حضرت ملا محمد اعلم سندیلی ہمشیرزادہ و تلمیذ خاص حضرت ملا احمد اللہ سندیلی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا اور اُن کو حضرت ملا نظام الدین محمد فرنگی محلی سے علاوہ اسکے دوسرا سلسلہ تلمیذیوں ہے کہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کو حضرت ملا حمید الدین کاکوروی سے تلمذ تھا اور اُن کو مولوی محب الرحمن کاکوروی سے اور اُن کو ملا محمد زمان کاکوروی سے اور اُن کو اپنے والد ملا محمد رضا کاکوروی سے اور اُن کو اپنے والد ملا محمد اشرف کاکوروی سے اور اُن کو اپنے والد ماجد ملا عبد القادر دانشمند مدرس کاکوروی برادر خورد حضرت ملا عبد الکریم کاکوروی مسبوق الذکر سے اور اُن کو اپنے جد امجد حضرت قاری امیر نظام الدین مشہور بہ مخدوم شیخ بھیکہ کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ سے تا آخر حضرت مخدوم شیخ بھیکہ کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اسلاف کرام یکے بعد دیگرے برابر قاری اور صاحب تدریس و افادہ رہے جیسا کہ کتاب مستطاب کشف المتواری فی احوال نظام الدین القاری مولفہ حضرت قدوۃ العارفین مرشد الاصاغر والاکابر جامع علوم الباطن والظاہر مرشدنا وجدامجدنا مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر سے صاف ظاہر ہے ؎

ذرہ رہ گذر خاک سر کوئے شما بود
ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل دربیان تصانیف حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالی عنہ

امام ابی محمد عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف الدین یافعی اپنی تاریخ مرآۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ جب خداوند عالم کو منظور ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات سے خلق اللہ کو نفع پہونچے تو اُسی زمانہ مین آپکے اُستاد اور شیخ طریقت حضرت قاضی شیخ ابی سعید مبارک مخزومی نے اپنا مدرسہ باب الازج آپکو عنایت کیا آپ نے وہان جاکر اقامت اختیار کی دواسین اور مکانات بنوائے امرا نے اپنے اموال خرچ کیے اور فقرا نے اپنے ہاتھون سے سب کام کیے اس مدرسہ کی عمارت کی تکمیل سنہ پانچسو اٹھائیس ہجری مین ہوئی جب ہی سے آپ نے تدریس اور وعظ و فتوی نویسی شروع کی علما اور فقہا و صلحا کی جماعت کثیر حاضر ہوکر آپ کی صحبت اور خدمت سے مستفیض ہوتی تھی اور اطراف و جوانب سے لوگ حاضر ہوکر آپ سے پڑھتے اور کلام معجز نظام سُن کر منتفع ہوتے تھے علاوہ اسکے تربیت مریدین اور اُن کی طرف توجہ اور تصرف اور اُن کی حالات کی نگرانی کا مشغلہ تو ایسا تھا کہ ممالک عراق اور اُس کے اطراف مین بے نظیر مانا جاتا تھا باوجود اس کے مشغلہ تصنیف و تالیف کو بھی باوجود موانع اور مشاغل کے آپ نے ترک نہین فرمایا چنانچہ آپ کے تصنیفات سے ایک غنیۃ الطالبین ہے جو بہت جامع و نافع اور سالکین و طالبین مبتدئین و منتہین کے لیے نہایت مفید ہے اس مین فوائد عقائد اور قواعد طاعات اور عبادات اور اخلاق حسنہ نیز حالات قیامت جو آیات و احادیث سے ثابت ہین مع حضرات اولیاء اللہ کے حکایات کے اُن سب کا بیان ہے دوسری کتاب فتوح الغیب ہے کہ جو اس سے مختصر اور خلاصہ تصوف ہے اُس کے جامع آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ شرف الدین عیسی تھے یہ بھی بے نظیر کتاب ہے اور کیونکر نہو کلام الملوک ملوک الکلام اور ایک کتاب جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر ہے اور بعض مکاتیب فارسی مین بمضمون اصحاب با علوم الاسم کے نام ہین یہ بھی بہت مفید ہین اور اکثر اشعار ہین جن مین بیشتر اسرار [illegible] منظوم ہین اُن مین سے ایک قصیدہ عینیہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

ولیس لنجم العذل فیہ مواقع	فؤادی بہ شمس المحبۃ طالع

یہ بہت بڑا قصیدہ ہے اور ساڑھے تین سو سے زیادہ اسمین اشعار ہین اور نہایت فصیح و بلیغ ہے

؎ ایک دل ہے جسمین محبت کا آفتاب چمکتا ہے و ستارہ ملامت کا اسمین گذر نہین ۔

دوسرا قصیدہ یائیہ ہے کہ جس کا ابتدائی شعر یہ ہے

علی الاولیاء القیت سری وبوحالی[1]	فهاموا به فی سرهم حی جلالی

اس کا مضمون قصیدہ خمریہ سے بہت ملتا ہوا ہے اور اکیس شعروں کا ہے اسی کے شروع میں امام سنرلی نے ایک شعر اور ترجیع کے طور پر بڑھا دیا ہے اور وہ حضرت کا شعر نہیں ہے جو یہ ہے

صلاتی علی المختار من خیر عدنان[2]	سلامی علی الجیلانی شیخی وبرهانی

کذا فی حاشیۃ بہجۃ الاسرار۔ اور تیسرا قصیدہ بائیہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے

دنوت من المحبوب اعلی المراتب[3]	فاوهبنی بالقرب ازکی المواهب

یہ بھی نہایت نفیس اور لطیف ہے اس میں بتیس شعر ہیں اور ایک شعر اور بعض اصحاب یا مریدین نے بڑھا دیا ہے جو یہ ہے

صلاتی علی المختار بدر الکواکب[4]	واٰله والاصحاب اهل المناقب

اور چوتھا قصیدہ الفیہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے

رفعت علی اهل الوری اعلامنا[5]	لما بلغنا فی الغرام مرامنا

یہ بھی بہت اعلی درجہ کا ہے اس میں صرف دس شعر ہیں اور بہت خوب ہیں اور پانچواں قصیدہ بھی الفیہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے

سألتك یا جبار یا سامع الندا[6]	ویا حاکم احکم فی الذی قد تجبرا

اس میں گیارہ شعر ہیں یہ قصیدہ ناتمام معلوم ہوتا ہے اور چھٹا قصیدہ لامیہ ہے جس کا ابتدائی شعر یہ ہے

أتطلب ان تکون کثیر مال[7]	وتمنع منك دوما کل سائل

[1] اولیاء اللہ پر میں نے اپنے اسرار و دلائل لقا کیے تو انھوں نے ان سے اپنے سر میں میرے بطون و ظہور کو حاصل کیا ۱۲ [2] درود ہی مختار پر جو بہترین بنی عدنان سے ہیں اور سلام شیخ عبدالقادر جیلانی پر جو میرے شیخ اور رہنما ہیں ۱۲ [3] میں اپنے محبوب سے اعلی مرتبہ میں قریب ہوا تو اس نے بوجہ اس قرب کے مجھکو بہترین نعمتیں عطا فرمائیں ۱۲ [4] درود نبی مختار پر جو ستاروں میں ماہتاب ہیں اور ان کے آل و اصحاب جو زیادہ قابل تعریف ہیں ۱۲ [5] بلند کیے گئے نشانات عالم پر ہمارے جھنڈے جبکہ ہم شدت محبت میں اپنے مقصود کو پہونچے ۱۲ [6] اے جبار اور ندا سننے والے میں نے تجھ سے سوال کیا اور اے حاکم اور سب سے بڑے حاکم اس جہان میں کہ جس میں تیری حکومت ہے ۱۲ [7] کیا تو صاحب دولت ہونا چاہتا ہے اور وہ ہمیشہ تمہاری ہر گونہ گھٹتا ہے ۱۲

اس میں بیشتر پند و نصائح ہیں اور شعر بھی غالباً نوے دس ہیں اس کے علاوہ اور چند اشعار ہیں جنمیں آپ نے اپنے مدارج و مقامات عالیہ بیان فرمائے ہیں جسکا پہلا شعر یہ ہے ؎

أنا القرآن والسبع المثاني [۱]	وروح الروح لا روح الأواني

یہ غالباً آٹھ یا سات شعر ہیں پھر ساتواں قصیدہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

ولما صفا قلبي وطابت سريرتي [۲]	وهني دنا صحوي لفقد البصيرة

یہ بھی قصیدہ بڑا ہے اسمیں انچاس شعر ہیں اور کچھ حالات سلوک نیز اشارات و خطابات بیان فرمائے ہیں پھر آٹھواں قصیدہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

نظرت بعين الفكر في حان حضرتي [۳]	حبيبا تجلى للقلوب فجنتي

اس میں علاوہ حالات سلوک و عنایات حق کے اپنے سے توسل کرنے کو اور قادری الوقت ہونے کے متعلق ہدایت فرمائے ہیں چنانچہ ایک شعر میں ارشاد فرماتے ہیں ؎

توسل بنا في كل هول وشدة [۴]	أغيثك في الأشياء طرا بهمتي
وكن قادري الوقت لله مخلصا	تعش سعيدا صادقا بمحبتي

اسمیں اکتیس شعر ہیں اور بہت خوب ہیں پھر نواں قصیدہ ہے جسکے متعلق صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں کہ یہ قضائے حاجات کے واسطے بہت مجرب ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

يا من يحل بذكره [۵]	عقد النوائب والشدائد

اس میں بھی سولہ شعر ہیں اور سب مناجاتیہ ہیں پھر دسواں قصیدہ میمیہ ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے ؎

طف بجاهي مبعا ولذ بي حامي [۶]	وتجرد لزورتي كل عام

اسمیں اپنے مراتب و درجات بیان فرمائے ہیں اور اکیس شعر ہیں پھر چند اشعار اور ہیں کہ جن کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے زبدۃ الاسرار میں لکھا ہے انکی تشریح و توضیح

۱؎ میں قرآن اور سبع مثانی ہوں (نام سورۂ فاتحہ) اور روح الروح ہوں نہ روح تعینات ۔ ۲؎ جب میرا قلب صاف اور جی خوش ہوا اور بصیرت کھلنے کی وجہ سے مجھ سے میرا صحو قریب ہو ۔ ۳؎ میں نے خود حضرت حضور کے وقت اپنے محبوب کو دیکھا جس نے قلوب روشن کیے اور مجھکو مخاطب لیا ۔ ۴؎ ہر سختی اور ہر شدت میں میری طرف توسل کرو کہ میں اپنی ہمت سے سب امور میں تمہارا فریادرس ہوں اور خدا کے واسطے مخلص ہوکر قادری الوقت ہوجاؤ اور سعادت و صداقت سے میری محبت میں زندگی گذارو ۔ ۵؎ اے وہ شخص جسکے ذکر سے مصائب و شدائد کی عقدہ کشائی ہوتی ہے ۔ ۶؎ میرے حرم کا طواف کرو اور میرے حق سے لذت حاصل کرو اور میری زیارت کے لیے ہر سال خالی ہو کر آؤ ۔

کردی ہے اُس کا آخری شعر یہ ہے

أفلت شموس الاولين وشمسنا ۔۔۔ ابدا على افق العلى لا تغرب

یہ بارہ شعر ہین انخیین اشعار سے باز اشہب آپکے لقب ہونے کا ثبوت معلوم ہوتا ہے پھر

اور چند اشعار ہین جنین کا ابتدائی شعر یہ ہے

اذا ضاق حالی اشتکیت لخالقی ۔۔۔ قدیر على تيسير كل عسير

ان مین اپنے حالات بیان فرمائے ہین اور صرف چھ شعر ہین پھر چند اشعار اور متعلق بحالات

ہین ان کا ابتدائی شعر یہ ہے

سقانی حبیبی من شراب ذوی المجد ۔۔۔ فاسکرنی حقا فغبت على وجدى

یہ صرف دس شعر ہین پھر چند اشعار اور ہین جنین اپنے حالات وصول بیان فرمائے ہین جسکا

جسکا ابتدائی شعر یہ ہے

رفع الحجب عن بدور الكمال ۔۔۔ مرحبا مرحبا باهل الجمال

یہ صرف دس شعر ہین پھر اور چند اشعار مناجاتیہ ہین ان کا ابتدائی شعر یہ ہے

ایا محسن الالطاف من لطف ربنا ۔۔۔ ویا مرحب الیسر منتت للعسر

یہ صرف سات شعر ہین اور بہت لنیس و لطیف ہین پھر گیارھوان قصیدہ وہ ہے جو عوام مین قصیدہ

غوثیہ اور خواص مین خمریہ کے نام سے مشہور ہے جسکا ابتدائی شعر یہ ہے

سقانی الحب كاسات الوصال ۔۔۔ فقلت لخمرتی نحوی تعالی

اسمین ۔۔۔ شعر ہین صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہین کہ حضرت نے اس کو حالت جذب

و استغراق مین پڑھا تھا اسکے خواص بہت ہین منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جو شخص روزانہ

اسکو گیارہ مرتبہ پڑھا کرے وہ خدا کا مقبول ہوجائے اور خلق مین بھی محبوب ہو اور جو شخص

اسکو اپنے وظیفہ مین رکھے اسکی قوت حافظہ بڑھ جائے جو کچھ پڑھے یا سنے اُسکو کبھی نہ بھولے

سلہ اگلون کے آفتاب غروب ہوگئے ہمارا آفتاب ہمیشہ بلندی پر ہے جو غروب نہ ہوگا ۱۲ سلہ جب میرا حال تنگ ہوا تو مین نے اپنے خالق سے شکایت کی جو ہر دشوار کی آسان کرنے پر قادر ہے ۱۲ سلہ میرے حبیب نے مجھکو بزرگ شراب پلائی پس مجھکو نشہ پیدا ہوا اور مجھسے خود میرا حال فراموش ہوگیا ۱۲ سلہ مبارک مبارک صاحبان جمال کے لیے کمال کے چاندون سے حجابات رفع ہوگئے ۱۲ سلہ اے ہمارے رب کی مہربانیون کی مہربانیون اور اسے یسیر کو مسرت اور عسر کی متفرق کرنے والی ۱۲ سلہ محبت نے مجھے وصال کے پیالے پلائے تو مین نے شراب سے کہا کہ میرے پاس آ ۱۲

اور جو شخص اس کو پڑھتا رہے وہ عربی سمجھنے لگے چاہے اُس نے عربی پڑھی ہو اور جو شخص اسکو
ایک چلہ تک کسی حاجت کے لیے پڑھے تو چلہ کے اندر اس کا مقصد پورا ہو جاسے اور جو شخص
اسکو اپنے پاس رکھے اور ہر روز تین بار پڑھتا رہے یا کسی دوسرے سے پڑھوا کر سنتا رہے یا
ہر صبح کو باعتقاد صحیح اسکو دیکھتا رہے تو حضرت غوث الثقلین کی زیارت سے خواب مین مشرف
ہو اور آپکی مکالمت سے برکت پاوے اور امرا و سلاطین کے یہان معظم سمجھا جاوے اور اُسکے
برکات عامہ مین سے یہ بھی ہے کہ پڑھنے والا حسن نیت سے پڑھے اور عقیدہ بھی ٹھیک
رہے مقصد اُس کا حاصل ہو جاوے اور جب پڑھنے کا ارادہ کرے تو اولاً سورہ فاتحہ
پڑھ کر حضرت کی روح پر فتوح پر ہدیہ کرے پھر تین بار یہ درود شریف پڑھے اللھم صل علی
سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد معدن الجود والکرم منبع العلم والحلم
والحکم وبارک وسلم اس کے بعد قصیدہ شروع کرے الحمد للہ کہ اس قصیدہ شریفہ کی اجازت
فقیر کاتب الحروف کو بھی اپنے حضرت والد ماجد قدوۃ العلما زبدۃ الفضلا مولانا شاہ علی کریم
قلندر و حضرت جد امجد اسوۃ الکملا و عمدۃ الصلحا و العلامۃ الاشہر مولانا و استادی شاہ
تقی علی قلندر قدس اللہ سرہما الاطہر سے بواسطہ و بلا واسطہ بہت طرح متون سے ہو چکی ہے
اور وہ اسطرح ہوئی ہے کہ حضرت جد امجد قدس سرہ کو اجازت اپنے والد ماجد حضرت قدوۃ الاصفیا
والاکابر الجامع بین علمی الباطن والظاہر مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے اور اُن کو
اپنے برادر ماجد حضرت مرشدنا آقائی سیدنا و مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ سے اور اُنکو اپنے
پیر و مرشد برحق جناب مستطاب سید السادات و منبع الفضائل و البرکات مرشدی شاہ باسط علی
قلندر الہ آبادی قدس سرہ سے اور آپکو بلا واسطہ بطریق اویسیت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے
جسکا واقعہ آپکے ملفوظ مین یون مرقوم ہے کہ حضرت سید السادات فرماتے تھے کہ دسوین ماہ
ربیع الآخر سنہ گیارہ سو چھیاسٹھ ہجری روز پنجشنبہ کو پہر دن چڑھے کے وقت مجھکو حضرت
غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کی جناب سے اس قصیدہ کے عمل کی
اجازت تین طریقون سے معہ اُن کے شرائط کے ملی اور یہ ارشاد ہوا کہ اے باسط علی قلندر
مین تمکو یہ عمل بخشتا ہون اس طرح پر کہ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کو دعاے سریانی دی تھی اور
تمکو اور تمہاری اولاد اور طالبین کے واسطے اس قصیدہ کا عمل کل مہمات دینی و دنیوی کے
واسطے کافی ہے بلکہ میرا صرف حکم ہی کافی ہے اور وہی بجاے نصاب زکوۃ کے ہے اور

اسکو وظیفہ کے طور سے روزمرہ ایک بار پڑھ لینا کافی ہے اور تم کو سب تکلیفیں معاف ہین جسطرح چاہو پڑھو اور جس شخص کو چاہو اُسکی استعداد کے موافق بتاؤ پھر چوبیس ماہ ذی الحجہ روز دوشنبہ سنہ گیارہ سو ستر ہجری کو حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی قصیدہ کے چند خواص اور ارشاد فرما کر اُن کی اجازت مرحمت فرمائی پھر ارشاد ہوا کہ یہ جملہ مطالب و مقاصد دارین کے واسطے کافی ہے حضرت پیر و مرشد برحق مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کتاب مستطاب اصول المقصود مین حضرت سید السادات مرشد نا شاہ باسط علی قلندر قدس سرہ کے حال مین تحریر فرماتے ہین کہ حضرت کو عالم ارواح سے بہت مناسبت تھی جسوقت چاہتے تھے ارواح کی حضوری ہوجاتی تھی اور اُسوقت آپ کی حالت متغیر ہوجاتی تھی یعنی وجد و شورش کی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی چنانچہ آپکے والد بزرگوار و حضرت پیر و مرشد کی روحانیت تو قریب قریب ہر وقت موجود رہتی تھی باقی اور ارواح کی حضوری انکی توجہ مین ہوجاتی تھی اور ارواح حضرات پنجتن پاک علیہم السلام و حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی حضوری بہت حاصل رہتی تھی ایسے کہ کثر حضرات اولیا اللہ کے متعلق سنی گئی چنانچہ منقول ہے کہ جب حضرت قصیدہ پڑھنا شروع کرتے تھے تو فوراً ہی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح متبرکہ موجود ہوجاتی تھی اور آپ کی حالت متغیر ہوکر وجد و شورش پیدا ہوجاتی تھی ایسی کہ آپ قصیدہ تمام نہین کر پاتے تھے۔ سبحان اللہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

اذرہ گذر خاک سر کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل بیان سیرت آنحضرت رضی اللہ عنہ

نقل شیخ ابو المظفر منصور بن مبارک کہتے تھے کہ میری آنکھون نے کوئی شخص خوش اخلاق اور کشادہ دل اور بزرگ ذات اور صادق الوعدہ اور محبت کا نباہنے والا حضرت محبوب سبحانی سے بڑھ کر باوجود جلالت قدر اور علو منزلت اور فراخی علم کے نہین دیکھا آپ چھوٹون مین بھی شامل رہتے اور بڑون مین بھی اور سلام مین سبقت کرتے اور ضعیفون پر شفقت فرماتے اور اُن کے پاس بیٹھتے اور فقرا سے عاجزی اور انکساری کرتے اور کسی نافرمان یا امیر کی تعظیم نہ کرتے اور کبھی کسی امیر یا وزیر و سلطان کے دروازہ پر جاتے اور اگر خلیفہ یا وزیر آپ کی خدمت مین حاضر ہوتا تو اُس کے آنے سے پہلے گھر مین چلے جاتے وہان سے

پھر باہر آتے تاکہ اُن کے لیے قیام نہ کرنا پڑے اور اُن سے بہت نصیحت فرماتے اور وہ
سب آپکے ہاتھ چومتے اور آپ کے حضور مین بہت مودب بیٹھتے اور اگر خلیفہ وقت کو کچھ
لکھتے تو اس طرح کہ عبدالقادر تجھ سے ایسا کہتا ہے اور اُس کا حکم تجھپر نافذ ہے اور وہ تیرا
پیشوا اور حجت ہے اور جو شخص آپ کے صحیفہ کو دیکھتا وہ ضرور اسکو چوم لیتا اور کہتا کہ حضرت
غوث الاعظم سچ فرماتے ہین **نقل** شیخ معمر ابی المظفر منصور بن مبارک بن فضل واسطی واعظ
معروف بجرادہ کہتے تھے کہ مین ایک روز آپ کی خدمت مین حاضر تھا اور آپ بیٹھے کچھ لکھ رہے
تھے کہ چھت سے مٹی گری آپ نے جھاڑ ڈالی تین مرتبہ ایسا ہی ہوا ہر مرتبہ وہ گرتی اور آپ
جھاڑ ڈالتے چوتھی بار آپ نے سر اٹھاکر چھت کی طرف دیکھا تو وہان ایک چوہا نظر آیا
جو مٹی گرا رہا تھا آپ کا دیکھنا تھا کہ اُس کا سر ایک طرف کٹ گرا اور بدن ایک طرف آپ
لکھنا چھوڑکر رونے لگے مین نے عرض کیا کہ رونے کا کیا سبب ہے فرمایا کہ ڈرتا ہون کہ
کہین مسلمان سے بھی اسی طرح میرا دل نہ دُکھے کہ اس کا بھی یہی حال ہو **نقل** شیخ بوالقاسم
بزاز عمر بن مسعود کہتے تھے کہ ایک روز آپ مدرسہ مین وضو کرتے تھے کہ ایک چڑیا نے
آپ پر پیشاب کر دیا آپ نے اُس کی طرف جو سر اُٹھاکر دیکھا تو وہ فوراً مر گئی جب آپنے
وضو ختم کیا تو اُس جگہ کو جہان پیشاب پڑا تھا دھو ڈالا پھر اس کپڑے کو اُتار کر مجھ کو دیا اور
فرمایا کہ اس کو بیچ کر اس کی قیمت تصدق کر دو **نقل** شیخ ابو عمر و عثمان صریفینی اور ابو محمد عبدالحق
حریمی کہتے تھے کہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ اکثر روتے اور کہتے تھے کہ اے
پروردگار مین تجھے تحفہ اپنی روح کیسے نہ بھیجون کیونکہ یہ تو یقینی ثابت ہے کہ سب چیزین تیرے
ملک مین ہین اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

	وما ضر ذا تقوی لسان العجم		وما ینفع الاعراب ان لم یکن تقی	

یعنی عربی زبان سے عربون کو اگر وہ متقی نہ ہون کوئی فائدہ نہین اور فارسی زبان سے عجمیون
کو کچھ نقصان نہین اگر وہ متقی ہون **نقل** حافظ ابو عبداللہ نجاری کہتے تھے کہ مجھکو ابو عبداللہ
جبائی نے لکھا اور مین نے اُسے نقل کر لیا کہ مجھ سے شیخ محی الدین عبدالقادر فرماتے تھے کہ
مجھے آرزو ہے کہ مین جنگلون مین رہتا جیسے پہلے رہتا تھا تاکہ نہ مین خلق کو دیکھتا اور نہ وہ مجھے
دیکھتے لیکن اللہ نے مجھ سے خلق کی منفعت چاہی اور وہ ہوئی کہ میرے ہاتھ پر پانچسو سے
زاید یہود اور نصاری مسلمان ہوے اور عیارون اور ان کے علاوہ لوگون نے بھی ایک لاکھ

سے زنا لمہ توبہ کی اور یہ بہت بڑی خیر ہوئی **نقل** حضرت عبدالرزاق فرماتے تھے کہ میرے
والد نے جب سے کہ اُن کی شہرت ہوئی حضرت ایکبار حج کیا اور مین اُس حج مین اُنکے ہمراہ
تھا آمد و رفت مین جب ہم سب حلہ مین جو بغداد کا ایک محلہ ہے اُترے تو والد نے
فرمایا کہ جاکر دیکھو یہان محتاجون مین سب سے زیادہ کون محتاج ہے اور کس کے گھر نہین ہے
مین ڈھونڈھتا ہوا گیا ایک گھورے پر دیکھا کہ ایک خیمہ کمل کا تنا ہوا ہے اور اسمین ایک
بڈھا اور ایک بوڑھیا اور چند بچے ہین مین نے واپس آکر کیفیت بیان کی آپ نے ٹھہرنے کی
اجازت مانگی اُس نے اجازت دی آپ وہین مع سب ہمراہیون کے فروکش ہوئے وہان کے
مشائخ اور رؤسا نے حاضر ہوکر یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ یہان سے اُن کے گھرون پر
اُٹھ چلین آپ نے منظور نہین کیا سب مجبوراً اپنے اپنے گھر جاکر کھانا پانی اور سونا چاندی اور
طرح طرح کے تحائف لانے غرضکہ وہ مقام برکت آپکے قدوم کے رشک عمارات ہوگیا

همه خوبی و عشرت شد ای دوست		در آنخانه که مهمانش تو باشی

پھر آپنے ہمراہیون سے فرمایا کہ اس اسباب مین سے جتنا میرا حصہ ہے وہ مین اُس
فقیر اور اسکے بچون کو دیدیتا ہون ہمراہیون نے عرض کیا کہ ہم سب بھی اپنے اپنے حصے
انھین لوگون کو دیتے ہین چنانچہ وہ سب اُن لوگون کو دے کر آپنے صبحکو وہان سے کوچ
فرمایا حضرت سید عبدالرزاق فرماتے ہین کہ ایک برس کے بعد مین پھر وہین گیا اُس
شخص کو دیکھا تو بڑا مالدار پایا اُس نے مجھسے کہا کہ یہ سب اُسی رات کی برکت ہے آپ کی
عادت تھی کہ جب آپ کے پاس کوئی روپیہ یا اشرفی لاتا تو اُسکو آپ خود ہاتھ سے نہین
چھوتے تھے اور کہدیتے تھے کہ مصلے کے نیچے رکھدو جب خادم آتا تو فرماتے کہ جو کچھ مصلے
کے نیچے ہے اُٹھالو اور نانبائی و بنئے کو دیدو اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ خلیفہ کے یہان سے
آپ کو جو خلعت آتا تو اُسکو ابوالفتح طحان کو دلوا دیتے طحان آٹا پیسنے والے کو کہتے ہین آپ
اُسی سے تھوڑا اور مہمانون کے واسطے آٹا قرض لیا کرتے تھے **نقل** شیخ ابو محمد عبداللطیف
بن شیخ ابی النجات خادم آنحضرت کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ ایک بار
آپ دو سو پچاس دینار کے مقروض ہو گئے اُسی زمانہ مین ایک شخص آیا جسکو ہم لوگ
نہین پہچانتے تھے وہ بلا اجازت آپکے حضور مین چلا آیا اور دیر تک باتین کرتا رہا بعد اسکے
اُس نے ایک تھیلی اشرفیون کی نکالی اور کہنے لگا کہ یہ آپکے قرضہ کی ادائی کے لیے ہے

اور یہ کہکر چلا گیا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ لیکر جس جس کا قرضہ دینا ہے دیدو پھر آپ نے
فرمایا یہ صراف قدرت تھا میں نے پوچھا کہ قدرت کا صراف کیسا فرمایا ایک فرشتہ ہے جس کا یہی
کام ہے کہ بحکم الٰہی اولیاء اللہ کا قرض ادا کیا کرتا ہے آپکے کچھ گیہوں وجہ حلال سے بعضے
زمینداروں کے پاس تھے کہ جو وہ لوگ آپکے واسطے بویا کرتے تھے اور آپ کے خدام
اُس کو پیسکر آپکے واسطے چار یا پانچ گردہ پکا کر آخر دن میں لے آیا کرتے تھے آپ حاضرین
کو تقسیم فرماکر بقیہ اپنے واسطے رہنے دیتے تھے اسی طرح تحائف بھی حاضرین پر تقسیم فرماتے
تھے آپ ہدیہ قبول کرکے اس کا عوض بھی فرمادیتے تھے اور نذر بھی لے لیتے تھے اور اُسے
صرف کرتے تھے نقل شیخ ابو عبداللہ محمد بن خضر حسینی موصلی کہتے تھے کہ مجھ سے میرے
باپ بیان کرتے تھے کہ میں ایک بار حضرت کے ساتھ جمعہ کے دن جامع مسجد میں تھا
ایک سوداگر نے آکر عرض کیا کہ میرے پاس مال غیر زکوٰتی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسکو
فقیروں اور غریبوں کو دوں مگر اب تک کوئی مستحق نہیں ملا آپنے ارشاد فرمایا کہ تم دو
مستحق ہو یا غیر مستحق خدا تم کو بھی وہ دے گا جس کے تم مستحق ہو اور جسکے تم مستحق نہیں۔ نقل
راوی کہتے تھے کہ ایک بار حضرت نے ایک فقیر شکستہ دل کو دیکھا پوچھا کہ کیا حال ہے اُسنے
عرض کیا کہ آج میں دجلہ پر گیا تھا ملاح سے کہا کہ مجھے اُس پار اُتار دو اُس نے نہ اُتارا
مجھے اپنی محتاجی سے سخت رنج ہوا وہ فقیر یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک شخص نے حاضر ہوکر
ایک تھیلی جسمیں تیس دینار تھے پیش کی آپ نے فقیر سے فرمایا کہ یہ ملاح کے پاس لیجاؤ
اور کہو کہ فقیر کو رد نہ کیا کر پھر اپنا لباس بھی عنایت کیا جو اُس نے بیس دینار کو بیچ ڈالا۔
نقل شیخ ابوالقاسم عمر بزاز کہتے تھے کہ جتنی دیر ہم حضرت کے حضور میں بیٹھے رہتے تھے
تو نہایت سکون و آرام رہتا تھا جب اُٹھ آتے تو وہ سب جاتا رہتا تھا آپ بہت بڑے
سخی تھے ہر رات کو حکم کھانے کے زیادہ پکانے کا دیتے تھے خود بھی مہمانوں کے ساتھ
نوش کرتے تھے اور ضعیفوں کے پاس بیٹھتے تھے اور طالبعلموں کی کج خلقی پر صبر کرتے
تھے اور سریع البکاء اور مقبول الدعوات اور کثیر الہیبت اور کریم الاخلاق تھے بدگوئی و
غیبت سے دور رہتے اگر کسی سے کوئی امر سرزد ہوتا تھا تو البتہ ناخوش ہوتے تھے
مگر اپنی ذات کی وجہ سے کبھی غصہ نہ کرتے نہ سائل کو کبھی محروم پھیرتے یہانتک کہ اپنے جسم
شریف کا کپڑا تک اُتار دیتے تھے توفیق الٰہی آپکے پیش رو تھی اور تائید ایزدی قوت بازو

اور علم آپ کا مذہب اور قرب مودب اور معرفت پناہ اور حضور قلب اور انس آپ کا ندیم اور خطاب آپکی مشیر اور ملاحظہ کشف سفیر اور بسط نسیم اور فتح بضاعت اور راستی و حلم صناعت اور ذکر وزیر اور فکر مصاحب مکاشفہ آپکی غذا اور مشاہدہ شفا آداب شریعت آپ کا ظاہر اور اوصاف حقیقت آپکے اسرار۔ نقل شیخ ابو الحسن سے منقول ہے کہ آپ مبت خوش اخلاق اور پاکیزہ نفس اور سخی تھے اس طرح کہ ہر حاضر رہنے والا سمجھتا تھا کہ مجھ سے زیادہ کسی کو آپکے حضور اقدس میں رسوخ نہیں اور نہ مجھ سے زیادہ کسی پر عنایت ہے اور اگر آپکے دوستوں سے کوئی آجاتا تھا تو آپ اُس کا حال اور اُس کے گھر کی خیریت پوچھتے اور مقتضیات دوستی نباہتے اگر کوئی قسم کھاتا تو اُسکو سچا سمجھتے اور اُسکے عیوب سے چشم پوشی کرتے اور آپ کا سا صاحب حیا بھی کوئی نظر نہ آیا شیخ ابو عمر بزاز جب حضرت کا ذکر کرتے تو یہ دو شعر ضرور پڑھتے ؎

الحمد للہ انی فی جوار فتی	حامی الحقیقۃ نفاع وضرار
لا یرفع الطرف الا عند مکرمۃ	من الحیاء ولا یقضی علی عار

یعنی خدا کا شکر کہ میں ایسے شخص کی پناہ میں ہوں جو حامی حقیقت ہے اور بہت نفع دینے اور ضرر پہنچانے والا اور وہ کہ حیا سے نہیں اُٹھاتا مگر بخشش کے وقت اور حکم نہیں کرتا کسی کے ننگ و عار پر۔ نقل کسی نے شیخ ابو الحسن علی قرشی سے آپکے صفات پوچھے تو اُنھوں نے فرمایا کہ آپ نہایت نورانی چہرہ اور تازہ رو اور نیک خو اور خوش مزاج اور وسیع الاخلاق اور عمدہ طبیعت کے شخص تھے اور بہت مہربان اور باشفقت اپنے پاس بیٹھنے والے کو بہت عزیز رکھتے تھے اور جب اُسکو ملول یا متفکر دیکھتے تو مطمئن اور مسرور کر دیتے اور بہت لطیف و ظریف کہ ویسا میں کسیکو نہیں دیکھا شیخ ابو الحسن علی بن زہم محمدی کہتے تھے کہ میں نے امام مفتی عصر و فق شیخ محی الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن حامد بغدادی معروف بجد حیدری کی تحریر سنہ ۶۳۰ چھ سو تیس میں دیکھی اور اُس کی نقل لے لی اُنھوں نے لکھا تھا کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ بہت رقیق القلب اور خائف اور کثیر الہیبت مستجاب الدعوۃ کریم الاخلاق اور پاکیزہ ترین لوگوں میں سے تھے بُری باتوں سے دور رہتے اور امر حق کے بہت پابند تھے مخالفت شریعت پر بہت جلد غصہ آجاتا تھا مگر اپنے نفس کے لیے غصہ کبھی نہیں کرتے اور سائل کو کبھی رد نہیں کرتے تھے۔ نقل تحفہ قادریہ میں شیخ داؤد سے منقول ہے وہ کہتے تھے کہ جب ہمارے حضرت کے در دولت پر دنیا گدائی کرنے لگی اور نہ

بہت سے امرا و وزرا اس درگاہ کے خادم ہوئے تو ایک چور نے اپنے دل مین خیال کیا ؎

آنرا کہ چنین جاہ و حشم روی نمود
در خانۂ او تودہ زر خواہد بود

چلو ان کے گھر مین چلین تا کہ مطلب دلی بر آوے اور نعمت دولت ہاتھ لگے غرضکہ اس ارادہ بد سے وہ حضرت کے گھر مین آیا تمام گھر ڈھونڈھ ڈالا مگر کچھ نہ ملا تو یہ کہہ کے بیٹھ گیا کہ بیچارہ اندھا ہو گیا ؎

خفاش کہ در خانۂ خورشید رود
روشن کہ چنین بے بصر و کور شود

جب آپ کو اُس کا یہ حال منکشف ہوا تو فرمایا کہ یہ تو مروت سے بعید ہے کہ کوئی ہمارے گھر آسرا لگا کر آوے اور ناکام چلا جائے اگر کچھ ہو تو اُسے دیدینا چاہیے آپ اسی خیال مین تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے والی ممالک ولایت ایک ابدال اسوقت مر گیا ہے کوئی اُس کا قائم مقام ہونا چاہیے آپ نے فرمایا کہ ہمارے یہان ایک شخص شکستہ دل پڑا ہے اُسے جا کے لے آؤ تا کہ اُسی کو مقرر کر دین حضرت خضر علیہ السلام جا کر اُس کو لے آئے آپ نے چشم زدن مین اپنی ایک نظر عنایت سے اُسے وہ مقام عطا فرما دیا اے گدایان بارگاہ حضرت قادری خوش ہونے کا مقام ہے کہ جب تمھارے پیر دستگیر نے ایسے شخص کو اسطرح ایسی دولت سے مالامال فرما دیا تو تم اگر صدق و عقیدت سے متوجہ ہو تو آپ کا کرم کبھی نہ روا رکھے گا کہ آپ کی دولت کرامت سے محروم رہو ؎

دزدی کہ آمد پے دزدی بر شش
از کرمش واصل و عارف شود
وانکہ بصد صدق و صفا رو نہد
بر در او حالت او چون بود

نقل شیخ ابو العباس احمد رکاب دار آنحضرت کہتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ سواری پر جامع منصور مین تشریف لے گئے جب وہان سے آپ مدرسہ مین تشریف لائے تو ایک بچھو پیشانی مبارک سے اُتار کر زمین پر پھینکدیا وہ زمین پر چلنے لگا پھر فرمایا مرجا وہ مر گیا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس بچھو نے مسجد سے یہانتک مجھے ساٹھ مرتبہ کاٹا ع

اللہ اللہ حیم بردبار ہست ؎

از رہگذر خاک سر کوے شما بود
ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

آپ کے معاش اور لباس کی کیفیت

نثر الجواہر مین ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے ابتداءً ایک بار بغداد مین بیس روز تک کچھ کھانے کو نہ ملا مین نوشیروان کے مکانات کے ویرانہ کی طرف چلا گیا کہ شاید وہان کچھ ملجائے وہان پہونچا تو دیکھا کہ ستر اولیاء اللہ اسی تلاش مین سرگردان ہین مین نے اپنے دل مین کہا کہ ان لوگون کے تلاش مین مزاحم ہونا خلاف مروت ہے ویسا ہی بغداد واپس آیا یہان میرا ایک دوست تھا اُس نے ایک ٹکڑا سونے کا مجھے یہ کہکر دیا کہ تمھاری والدہ نے بھیجا ہے مین نے اُس مین سے تھوڑا ٹکڑا توڑ کر اپنے لیے رکھا اور باقی اُس ویرانہ مین لیجا کر اُن ستر آدمیون پر تقسیم کر دیا ؎

نیم نانے گر خورد مرد خدا		بذل درویشان کند نیمے دگر	

اُنھون نے پوچھا یہ کیسا مین نے کہا کہ یہ میری والدہ نے بھیجا تھا مجھے تم کو نہ دینا اور تنہا کھا لینا بہتر نہ معلوم ہوا پھر مین نے آکر اُس بقیہ ٹکڑے کا کھانا منگوایا اور فقرا کو بلا کے اُنکے ہمراہ کھایا غرضکہ شام تک وہ سونا سب صرف ہوگیا واقعی مریدین الی اللہ کے عادات سے ہے یہ کہ وہ صرف بھوک اور پیاس دور کرنے بھر کو کھاتے پیتے ہین اور سوا ضرورت کے وقت کے نہین بولتے ہین اور یہ اسوجہ سے تاکہ وہ امر واجب کا ثواب پائین کیونکہ انسان جب مباحات مین سے کسی چیز کے اختیار کرلے پر مُضطر ہوتا ہے تو اُسپر اُس مباح کا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور واجب کا مرتبہ مباح سے کہین بڑھکر ہے جو مرید مباحات کو با ضرورت کرے گا وہ رخصت مین پھنسے گا اور پھر اُس سے اس طریقہ فقر مین کچھ نہو سکے گا کذا فی رسالۃ ارشاد الطالبۃ والمریدین للشیخ عبدالوہاب الشعرانی اور آپ کے لباس کا یہ حال تھا کہ شیخ ابوالفضل احمد بن قاسم قرشی بغدادی بزاز رحمہ اللہ کہتے تھے کہ آپ کا لباس علما کا سا ہوتا تھا اور بہت قیمتی طیلسان[1] یعنی چادر اوڑھتے تھے ایک مرتبہ ۵۵۵ھ یا نسوا تھا دن مین آپ کا خادم میرے پاس کچھ روپیہ لیکر آیا اور کہنے لگا کہ مجھے ایسا

[1] طیلسان بفتح طا و سکون یا و لام و فتح سین و سکون الف و نون سبز رنگ کی کملی کو کہتے ہین کہ جو صوف کی ہوتی ہے اور اسکو خواص علما و مشایخ پہنتے تھے کذا فی المحیط اور منتہی الارب مین ہے کہ طیلسان یعنی چادر اور منتخب مین ہے کہ ایک کپڑا ہوتا ہے جو کہ سر پر ڈالا جاتا ہے کذا فی حاشیہ زبدۃ الاسرار ۱۲ منہ

کپڑا چاہیے جو ایک اشرفی گز کے حساب سے ہو میں نے پوچھا کہ ایسا کپڑا کس کے لیے چاہیے کہنے لگا کہ حضرت کے لیے میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت نے تو خلیفۂ وقت کے لیے کوئی لباس ہی باقی نہیں رکھا جب آپ ایسا کپڑا قیمتی پہنیں گے تو پھر بادشاہ کیا پہنے گا یہ خطرہ آیا ہی تھا کہ میرے پاؤں میں ایک کیل چبھ گئی میں بے قرار ہو گیا تمام لوگ اُس کے نکالنے کو جمع ہوئے مگر کوئی نکال نہ سکا تب میں نے کہا کہ اب مجھے حضرت ہی کی خدمت میں لے چلو لوگوں نے حضرت کے حضور میں مجھے پہونچایا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابو الفضل اپنے دل میں تم نے مجھ پر اعتراض کیا قسم ہے عزت معبود کی کہ میں نے اپنی خواہش سے ایسا کپڑا نہیں پہنا جب تک مجھ سے کہا نہیں گیا کہ تجھے میری قسم ایسا کپڑا پہن جو ایک اشرفی گز کا ہو اور اے ابو الفضل یہ میرا کفن ہے کیونکہ میں مردہ ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ وہ تو ایک ہی بار مر کر کفن پاتا ہے اور میں صدہا مرتبہ کا مرا ہوا ہوں تب یہ کفن ملا ہے اور کفن مردہ کا اچھا ہونا چاہیے پھر اپنا دست مبارک میرے پیر پر پھیرا وہ کیل فوراً نکل گئی۔ اور درد بھی جاتا رہا بخدا مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیل کہاں سے آئی اور کہاں گئی وہاں سے میں اپنے پیروں چلا آیا جب میں اُٹھا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ تمہارا اعتراض تھا جو کیل کی صورت ہو کر تمہارے گڑا۔ کذا فی زبدۃ الآثار تنبیہ شیخ مجد الدین فیروزآبادی سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ اکثر لوگ اس امر میں دو طرح پر ہیں ایک وہ لوگ ہیں جنھوں نے اچھے کپڑے سے بالکل علیحدگی اختیار کر لی صرف مرقعات و محقرات ہی پہننا اختیار کر لیا اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو بہت عمدہ اور نفیس کپڑے پہنتے ہیں حالانکہ یہ دونوں گروہ مخالف سنت نبوی علیہ السلام ہیں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کپڑا شہرت پہنے گا اُس کو قیامت کے دن ذلت کا کپڑا پہنایا جائیگا اور پھر اُس میں آگ لگائی جائیگی شہرت [illegible] سے اشارہ ہے اس طرف کہ اگر پہننے والے کا ارادہ تکبر یا مفاخرت کا ہوگا تو اُسکے [illegible] عذاب کیا جائیگا اور اگر اچھا کپڑا پہننا بغرض زینت و اظہار نعمت الٰہی کے ہو تو جائز ہے جیسا حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا وہ بہشت میں نہیں جائیگا کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کپڑا عمدہ اور جوتا اچھا پسند ہے کیا یہ بھی غرور میں داخل ہے آپ نے فرمایا نہیں انّ اللہ جمیل و یحب الجمال الکبر بطر الحق و غمط الناس

۱؎ اللہ خوب ہے اور پسند کرتا ہے خوبی صورت اور سیرت کو اور غرور حق کی نافرمانی کرتا ہے اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا ۱۲

پھر فرمایا کہ اسقدر غرور محسوب نہوگا بلکہ بڑا غرور وہ ہے کہ حق کو باطل کردے یعنی جو کچھ ایسی توحید وعبادت حق واجب ہو اُس کا انکار کرے اور اس کے قبول کرنے سے باز رہے اور اللہ کے بندون کو حقیر وذلیل سمجھے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس بیان کی شرح مین لکھتے ہین کہ خلاصہ کلام یہ کہ اسباب مین معتبر قصد ونیت ہے ترک زینت اور ذلیل کپڑے پہنا اگر بخل وخست طبع کی وجہ سے یا اظہار فقر وزہد اور ریا سے ہو تو بُرا ہے اور اگر بقصد زہد اور تواضع اور ایثار کے ہو تو بہتر اور عمدہ ہے اور زینت بہ لباس فاخرہ وترفع اگر بقصد تکبر وتفاخر واسراف ہو وہ بھی بُرا ہے اور اگر بوجہ اظہار نعمت حق اور ادائے شکر اور اعزاز دین اور عفت اور ستر حال کے ہو تو مستحسن ہے غرضکہ دارمدار نیت پر ہے اور اسی وجہ سے دیکھا گیا ہے کہ مشائخ صوفیہ قدست اسرارہم کی وضعین اور طریقے اس امر مین مختلف ہین صاحب مواہب لدنیہ بطور سوال وجواب کے لکھتے ہین کہ چونکہ سنت نبوی اور طریقہ سلف صالح کا مدار بدحالی صورت اور کپڑون کی بوسیدگی پر ہے بخلاف گروہ صوفیہ منتسبین سلسلۂ شاذلیہ کے کہ وہ اپنی صورتون اور لباسون مین بہت تکلف کرتے ہین حالانکہ اُن کے طریقہ کی بنا اقتدا بسنت نبوی اور اتباع طریقہ سلف صالح پر ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان لوگون کی نظر معانی اور حکمتون پر رہی اور جب ان لوگون کو معلوم ہوا کہ سلف صالح نے خود بوجہ اہل غفلت کے دنیائے دینہ مین مشغولی اور زیب وزینت ظاہری مین انہماک اور بوجہ تفاخر بہ دنیا یہ امور اختیار کیے تو اُن کی مخالفت کے اظہار کی وجہ سے اُنھون نے بوسیدہ کپڑون کو اظہار حقارت کے طور پر اختیار کرلیا اور یہ سمجھے کہ اسکو خداوند تعالیٰ ہی نے حقیر جانا ہے اگرچہ عقلاً اسکو تعظیماً بوجہ شان فقر اور آخرت کے عمدہ سمجھتے ہون اور جب اسی خیال پر مدتین گذر گئین اور ان باتون کے بھولنے سے دل سخت ہوگئے اور اہل غفلت نے بدحالی صورت اور کپڑون کی کہنگی کو حیلہ اور وسیلہ تفاخرت وعلامت زہد وریا قرار دیدیا تو اصل بات ہی پلٹ گئی لہذا یہ مخالفت لباس وہیات مین بھی طریقہ سلف صالح وعلامت سنت سے ہوگئی وہ زینت ثیاب اور ہیأت ہی علامت صدق واخلاص وستر حال کی ہوگئی چنانچہ اسی امر کی طرف ارشاد اور اشارہ حضرت سیدی امام ابوالحسن شاذلی کا ہے جب کہ اُن پر بعض لوگون نے اعتراضات کیے اور کہنے لگے کہ آپ کی یہ قطع اور ہیئت کیا ہے تو آپنے فرمایا کہ یہ میری ہیئت بزبان حال کہتی ہے کہ الحمد للہ الذی اغنانی بفضلہ

تکبر

اور یہ تمھارا لباس کہتا ہے کہ اسقطونی شیئا من دینا کم لہذا ان لوگون کے افعال
و اعمال حکمت اور نیت پر موقوف سمجھنا چاہیئے انتہی کلام المواہب اور بعضے حضرات
صوفیہ بعضے وقتون مین جناب حضرت عزاسمہ سے لباس نفیس پہننے پر مامور ہوتے ہین
جیسا کہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی باشارات ثابتہ
مامور ہوئے چنانچہ نقل ہے کہ آپ پچیس برس تک بغداد کے جنگلون مین پھرتے رہے
آپکی کوئی جگہ معین نہ تھی نہ کھانا کپڑا مقرر پھر آپ اُس لباس کے پہننے پر مامور ہوئے
جو ایک اشرفی گز کا ہوتا تھا اور آپ لباس نفیس کے بارہ مین فرمایا کرتے تھے کہ ھذا
کفن المیت وکفن المیت اجمل وھذا بعد الف موت [1] اور شیخ ابی المسعود سے کہ جو
مقام ترک تردید و اختیار مین بہت عالی مرتبہ تھے منقول ہے کہ وہ کبھی ایسا لباس
پہنتے تھے کہ جسکی قیمت چار درم کی ہوتی تھی اور کبھی بہت نفیس اور قیمتی پہنتے الحاصل مرید کے
حال کا اقتضا یہی ہے کہ اپنی مقدار ضرورت پر کفایت کرے اور اُس سے زیادہ اگر ہو تو مباح
ہے بشرطیکہ تکبر اور خود پسندی نہو اور اعتدال کل باتون مین بہتر ہے اور جو چیز جس قوم کی عادت
ہو گئی ہو اور اُن کی تمیز اور تعریف کا باعث ہو اسمین بہت رخصت ہے اور حضرات صوفیہ کا
مرتبہ تو بہت عالی اور نیتون اور حکمتون پر مبنی ہے کہ جنکو وہی جانتے ہین و اللہ اعلم حضرت
مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بستان المحدثین مین حضرت امام مالک کے حال مین
لکھتے ہین کہ وہ بہت خوش لباس تھے عدن کے کپڑے جو بہت نفیس و بیش قیمت
ہوتے ہین آپ پہنا کرتے تھے اور خراسان و مصر کے اعلیٰ قسم کے کپڑے بھی و بیشتر لباس
آپ کا سفید ہوتا تھا اور اکثر اوقات عطر نہایت عمدہ بھی لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے
اچھا نہین معلوم ہوتا کہ جسکو خدا نے نعمت و ثروت دی ہو اس کا اثر اسپر ظاہر نہ ہو کیونکہ
کتمان نعمت کفران نعمت ہے کاتب الحروف کہتا ہے کہ سلف صالح کی نیت بس
کپڑون اور اور باتون کے اختیار کرنے مین مختلف تھی جو شخص نفیس المزاج ہوتا تھا وہ
اظہار نعمت الٰہی مین کوشش کرتا تھا اور اچھے کپڑے پہنتا تھا اور جو شخص ادنیٰ قسم کے
کپڑے پہنتا تھا اُس کی نیت تواضع اور گمنامی کی ہوتی تھی تو اُن مین سے ہر شخص مصیب ہے

[1] سلفہ مجھے کچھ دو اپنی دنیا مین سے ۱۲ منہ سلفہ یہ مردہ کا کفن ہے اور مردہ کا کفن اچھا ہونا چاہیئے
اور یہ ہزار بار مرنے کے بعد ہوتا ہے ۱۲

اور ہر ایک کو ثواب اس کی نیت کے موافق حاصل ہوگا۔ ولِلنّاس فیما یعشقون

مذاہب انتہی **فائدہ** حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ایک قوم دنیا میں ایسی ہوگی جو بچھے ہوئے فرشوں پر اللہ کو یاد کرے گی اور اللہ ان کو جنات عالیات میں داخل کرے گا اس حدیث کو ابو یعلی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور طبرانی نے کتاب الدعا میں مگر ان کی روایت میں قوم کے بجائے رجال کی لفظ ہے اور ابن حبان نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور انکی روایت میں اقوام کی لفظ بجائے قوم کے ہے اور درجات کی لفظ بجائے جنات کے ملا علی قاری شرح حصن حصین میں بعد نقل قول مصنف کے لکھتے ہیں کہ یہ اسکی دلیل ہے کہ سلاطین اور امراء وغیرہ کو اُن کی حشمت اور دولت اللہ کی یاد سے مانع نہیں ہوتی اور وہ ماجور اور مثاب ہوتے ہیں اور اللہ ان کو محض اپنے فضل وکرم سے جنات عالیات میں داخل فرمائے گا اور اس سے بعضے حضرات صوفیہ کے طریقہ کی طرف مثل حضرت سیدی محی الدین عبد القادر جیلانی اور حضرات سلسلہ نقشبندیہ وشاذلیہ وکبریہ کے بھی اشارہ ہے کہ جنھوں نے ان سب تکلفات کی بنا بھی بظاہر آزادی اور بے تکلفی پر رکھی تھی اور باطن تو وہ صوفی تھے ہی اور یہ سب امور صرف بارادہ اخفا ورد افتا وسمعہ وریا کے ہے اور یہی عین راہ حضرات ملامتیہ وقلندریہ قدست اسرارہم کی ہے (جیساکہ ناظرین کتب وملافیظ حضرات موصوفین پر خوب ظاہر ہے) البتہ بہت سے متصوفہ متکلفہ متاخرین خصوص ابنائے زمانہ نے اس امر کو بھلا دیا ہے اور کھانے پینے پہننے میں اہل غفلت کی طرح وسعت دیدی ہے اور اہل دنیا کی طرح خود دنیا میں منہمک ہوگئے ہیں اعاذنا اللہ تعالیٰ منھا اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ

جو شخص بازار میں جاکر کہے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر اللہ اُسکے لیے ہزار ہزار نیکی لکھے اور ہزار ہزار برائیاں محو کرے اور ہزار ہزار درجہ اُس کے بلند کرے اور وجہ

سلہ آدمیوں کے لیے اُس چیز میں کہ جسکے وہ عاشق ہیں مذہب ہیں ۱۲ منہ سلہ سلوک وریاضت ومجاہدہ وتزکیہ نفس وتصفیہ قلب وتحلیہ روح وتخلیہ سر مقام فنا وبقا تک جو کہ حالات ومقامات سے حاصل ہوتا ہے اسکو طریقہ کہتے ہیں ۱۲ سلہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں وہی جلاتا اور مارتا ہے اور وہی زندہ ہے کہ کبھی نہ مریگا اسی کے ہاتھ میں بہتری ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت والا ہے ۱۲ منہ

اس خصوصیت بازار کی یہ ہے کہ بازار غفلت کا مقام ہے تو وہاں یاد کرنے والے کی مثال جہاد کرنے والے شخص کی ہے اور یہی دلیل اُسکی ہے جسکو سادات نقشبندیہ نے اکابر صوفیہ مین سے اختیار کیا ہے کیونکہ ان لوگون کا قول ہے کہ خلوت جلوت ہے اور عزلت مخالطت اور صوفی وہ ہے کہ جو کائن بائن ہو اور غریب قریب اور عرشی فرشی اور جو احادیث دیکھتا اور آنحضرت صلعم کے اخبار و احوال و افعال و اقوال کو جانتا ہے اُسکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ یہ طریقہ جسکو حضرت نے بعثت کے بعد اختیار فرمایا اور اپنی امت کو اسپر کاربند کیا اور اکابر صحابہ نے اس کی متابعت کی وہ بہت اعلیٰ ہے اور اُس سے کمتر وہ ہے جسکو مبتدعہ نے نکالا ممکن ہے کہ بعضے اُن مین اچھی بھی ہون اور کاتب الحروف کے نزدیک اس مین کسی خاص طریقہ کی خصوصیت نہین بلکہ یہی طریقہ تمام محققین صوفیہ کا ہے بدلیل قول باری تعالیٰ شانہ رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله بلکہ یہ معلوم ہے کہ حضرات نقشبندیہ نے جو اقتصار ذکر قلبی پر کیا وہ محض مریدین پر آسانی کی غرض سے اور اسی وجہ سے تسبیح و تہلیل و تحمید و تکبیر و صلوٰۃ و تسلیم و قراءت آیات قرآنیہ و اذکار لسانیہ و نوافل و اوراد پر کہ جو اخبار و آثار صحیحہ صریحہ مین وارد ہین اکتفا کی اور جنین سے بہت سے معمول بہ اکابر صوفیہ کے تر[illegible]

ہین کیونکہ قد علم كل اناس مشربهم و كل حزب بما لديهم فرحون واهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم ۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين **نصیحت** شیخ عبد الوہاب شعرانی رسالہ ارشاد الطلبة والمریدین مین لکھتے ہین کہ حضرات صوفیہ کے اخلاق سے ہے دنیا کی زینت کی طرف متوجہ ہونا یا ان مین سے جب کوئی عمدہ لباس یا نیا صوف پہنے ہو تو اُسکی طرف نہ دیکھنا بخوف دشمنی چنانچہ نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ایک حلہ پہنے ہوئے تھین وہ آپکو بہت اچھا معلوم ہوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فوراً حکم دیدیا کہ اسکو اتار ڈالو یا خود حضور اقدس کیبار ایک چادر دھاری دار اوڑھے ہوئے تھے آپکو اُسکی دھاری اچھی معلوم ہوئی آپنے فوراً اُسے اتار ڈالا

سلہ وہ لوگ کہ غافل نہین ہوتے سودا کرنے اور بیچنے مین اللہ کی یاد سے سلہ ہر کوئی پہچان رہا ہر قوم نے اپنا گھاٹ اور ہر فرقہ جو اُنکے پاس ہے اسپر ریجھ رہے ہین ۱۲ سلہ چلا ہمکو سیدھی راہ یعنی اُن کی راہ جنپر تو نے فضل کیا ۱۲ سلہ وہ لوگ جنپر انعام کیا اللہ نے نبی اور صدیق اور شہید اور نیکبخت بندہ ہین ۱۲

یہ فعل آپ کا محض امت کی ہدایت کے لیے تھا اس خوف سے کہ وہ لوگ ایسی چیزون سے کہین فتنہ مین نہ پڑ جائین ورنہ ہمارا اعتقاد تو آپکے بارہ مین یہی ہے کہ آپکو کوئین کی کوئی چیز اللہ سے غافل نہین کر سکتی تھی اسی لحاظ سے طالب کو چاہیئے کہ ایسے کپڑون کے پہننے سے کہ جسکی طرف اُس کا دل راغب ہو پرہیز کرے اور یہ خیال کرے کہ لاؤ جیسے اور کاملین اہل اللہ نے عمدہ لباس پہنے ہین مین بھی ویسے کپڑے پہنون یا اُنکی سی صورت بناؤن کیونکہ اُن کا نفس تو ان کپڑون کے پہننے سے غیر حق مین مشغول نہین ہوا اور نہ اُن کو اچھے اور بُرے اور قیمتی اور غیر قیمتی کا خیال ہوا کہ اُن کے نزدیک سب برابر ہے بخلاف اسکے کہ وہ اسکی حالت نہین تو جب یہ اُس مقام پر پہونچ لے تب البتہ اُن کے ایسے کپڑے پہن سکتا ہے حضرت شیخ اکبر فرماتے تھے کہ مریدین کپڑا پہننے مین دو طرح پر ہین۔ بعضے وہ ہین جو آخرت کے لیے پہنتے ہین، اور بعضے وہ جو بحکم وقت پہنتے ہین تو آخرت کے لیے تو وہ لوگ پہنتے ہین جنکی غرض ستر یا جاڑہ یا گرمی سے بچنا ہوتا ہے انکو کچھ ارزانی و گرانی قیمت کا ہرگز لحاظ و خیال نہین ہوتا اور جو لوگ بحکم وقت پہنتے ہین اُنکی علامت صدق یہ ہے کہ وہ ایسا کپڑا پہنتے ہین جسپر علما حرف گیری نہ کر سکین اور نہ احمق لوگون کے ٹھکانے کی غرض ہو حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ مرید کو بچاہیے کہ وہ بالکلیہ دنیا سے ایسا بے تعلق ہو کہ لوگون پر آرام ہو کہ وہی اُسے کھلائین اور پلائین جیسے عورتون کو ان کے شوہر وغیرہ کھلاتے پلاتے ہین کہ یہ بھی دناءت ہمت ہے چنانچہ مین نے اپنی کتاب منن کبریٰ مین لکھا ہے کہ ایک شخص پیشہ ورون مین سے حضرت شیخ ابراہیم متبولی کی زیارت کو انکی خانقاہ مین آیا وہان فقرا اسکو اچھے معلوم ہوے وہ بھی اپنا پیشہ چھوڑ کر وہین آکر بیٹھ گیا شیخ نے اُس سے پوچھا کہ تو نے اپنا پیشہ کیون چھوڑ دیا وہ کہنے لگا کہ جب مین یہان آیا تو مین نے دیکھا کہ ایک اندھا اُتو اس زاویہ کے طاق مین بیٹھا ہے اور اسکو ایک شکرہ ہر روز آکر ایک گوشت کی بوٹی کھلا جاتا ہے تب مین نے کہا کہ واہ سبحان اللہ کیا خدا کی شان ہے اور توکل بھی کیا چیز ہے مجھے بھی اللہ پر توکل کرنا چاہیئے لہذا مین سب چھوڑ چھاڑ کر فقرا کے پاس آکر بیٹھ رہا تب شیخ نے اُس سے فرمایا کہ افسوس تو نے اپنے آپ کو اُتو بنایا شکرہ کیون نہ بنا کہ خود بھی اپنی کمائی سے کھاتا اور اور لوگون کو بھی کھلاتا اس نے اسیوقت توبہ کی اور اپنا قدیم پیشہ کرنا شروع کر دیا۔

از رہ گذرِ خاکِ سرِ کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دستِ نسیمِ سحر افتاد

وصل بیان طریقہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ مین

شیخ ابو محمد علی بن ادریس یعقوبی کہتے تھے کہ شیخ ابو الحسن علی بن الہیتی سے لوگون نے پوچھا کہ حضرت غوثیت مآب کا طریقہ کیا تھا فرمایا کہ آپ کا طریقہ ہر امر کو خدا کے سپرد کرنا تھا اور اپنی حول و قوۃ سے بالکل علحدگی اور توحید تجرید اور توحید تفرید مع حضور کے موقف عبودیت مین سیر کے ساتھ اور آپکی عبودیت کمال ربوبیت سے مستمد تھی اور آپ وہ بندے تھے جو احکام شریعت کا لحاظ کرکے مقام تفرقہ سے مطالعہ جمع تک ترقی کر گئے تھے۔ شیخ عدی ابن مسافر سے کسی نے حضرت کا طریقہ پوچھا۔ اُنھون نے کہا کہ امور قضا و قدر مین محویت قلب و روح کی موافقت اور ظاہر و باطن کے اتحاد کے ساتھ اور صفات نفس سے جُدا ہونا بغیر خیال کسی نفع و ضرر و قرب و بُعد کے۔ شیخ بقا بن بطو کہتے تھے کہ حضرت کا طریقہ تھا قول و فعل کا ایک ہونا اور نفس و قلب کا متحد رکھنا اور خلوص و تسلیم اختیار کرنا اور ہر لحظہ اور ہر خطرہ اور ہر سانس اور ہر وارد اور ہر حال مین کتاب و سنت پر مضبوطی سے قائم اور اللہ کے ساتھ ثابت رہنا اور یہ کمالات اگرچہ سب اولیا مین ہوتے ہین لیکن بعضون مین زیادہ ہوتے ہین اور بعضون مین کم شیخ ابو الفرح عبد الرحیم کہتے تھے کہ مین جب بغداد مین آیا تو آپکی خدمت مین بھی حاضر ہوا اور آپ کا حال اور فراغت قلب اور خلوص اسدرجہ دیکھا کہ اپنے آپ کو بھول گیا واپسی پر جب اُم عبیدہ مین شیخ احمد رفاعی کے پاس جو میرے ماموں تھے حاضر ہوا تو جو کچھ حال حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کا دیکھا تھا بیان کیا اُنھون نے فرمایا اے فرزند کسی کو اب اتنی طاقت نہین ہے جتنی اُنکو ہے اور جس حال پر وہ ہین اُنھین کے شایان ہے اور وہی اُسپر فائز ہوئے ہین شیخ ابی الحسن علی قرشی سے نقل ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی دیکھے تو وہ بکثرت قوت طریق الی اللہ اور رشدت اور لزوم مین ایک مرد فائق پائیگا تمام اہل طریق کی قوتون پر اُنھین کی قوت غالب رہے گی اور آپکا طریقہ توحید تھا وصفاً اور حالاً اور اُسکی تحقیق شرعاً شریف ظاہراً و باطناً اور آپ کا قلب فارغ رہتا تھا اور ہستی غائب در مشاہدہ حاضر اس دل سے کہ جسمین شکوک کا گذر نہ تھا اور اس سر سے جسمین اغیار کا جھگڑا نہ تھا اور اُس قلب سے جو

نفسانیت کی وجہ سے پریشان نہیں ہوتا شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی الفتح ہروی کہتے تھے کہ میں نے حضرت کی خدمت چالیس برس کی اُس زمانہ میں آپ کا یہ معمول تھا کہ صبح کی نماز عشا کے وضو سے پڑھتے تھے اور رات میں کئی مرتبہ خلیفہ وقت آپ کی ملازمت کو حاضر ہوا اور اس نے حاضر ہونا چاہا مگر آپ کو فرصت ہی نہ تھی اور میں بھی چند رات آپ کی خدمت میں رہا تو میں نے دیکھا کہ آپ اول وقت رات میں تھوڑی دیر نماز پڑھنے کے بعد ذکر کرتے یہاں تک کہ تہائی رات گذر جاتی تھی تب فرماتے تھے المحیط العالم الرب الشہید الحسیب الفعال الخلاق الخالق الباری المصور اسی وقت آپ کا جسم فوراً لاغر ہو جاتا تھا اور پھر تیار ہو جاتا تھا اور کبھی آپ ہوا میں اُڑ کر سب کی نظروں سے غائب ہو جاتے تھے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ دوسرا ثلث گذر جاتا اور سجدے بڑے بڑے کرتے تھے ایسا کہ گمان ہوتا تھا کہ آپ کا روئے مبارک زمین میں جھک گیا اور بعد اسکے مراقب اور متوجہ ہو کر قریب طلوع فجر تک بیٹھے رہتے تھے اور آپ کو ایک نور ڈھانپ لیتا تھا جسکے دیکھنے سے بینائیاں خیرہ ہو جاتی تھیں اور آپ اُسی نور میں غائب ہو جاتے تھے میں آپکے پاس برابر آواز سلام علیکم سنتا تھا اور آپ جواب سلام دیتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ پچیس برس تک میں عراق کے جنگلوں اور ویرانوں میں پھرتا رہا اور میں لوگوں کو پہچانتا تھا مگر وہ مجھے نہیں پہچانتے تھے اور میرے پاس بہت سے گروہ آدمیوں اور جنوں کے آتے تھے اور میں اُن کو خدا کا راستہ بتلاتا تھا اور چالیس برس تک عشا کے وضو سے میں نے صبح کی نماز پڑھی اور پندرہ برس عشا پڑھ کر ایک پیر سے کھڑے ہو کر قرآن پڑھتا تھا اور ایک پیر اور ہاتھ اُس میخ میں جو دیوار میں گڑی تھی باندھ دیتا تھا نیند کے خوف سے یہاں تک کہ قریب صبح قرآن مجید پورا ختم ہو جاتا تھا اکثر ایسا بھی ہوا کہ چالیس روز تک میں نے روزہ پر روزہ رکھا اور کچھ کھانے کو نہیں ملا اور نفس صورت بنکر میرے پاس آتی تھی اور میں اُس پر چیخ مارتا تھا کہ وہ دفع ہو جائے اور دنیا اور تمام چیزیں اس کی مختلف صورتوں پر میرے سامنے آتی تھیں کبھی پری کی صورت اور کبھی اور کسی کی صورت میں میں اُن پر بھی چلا دیتا تھا اور اپنی ہیبت اور عظمت سے اُن کو بھگا دیتا تھا کیونکہ

عشق فارغ کرد از دنیا و مافیہا مرا	کے توانم برد از رہ عشوۂ دنیا مرا

اور گیارہ برس تک مین برج عجمی مین۔ ہا بجر میرے زیادہ قیام کی وجہ سے برج عجمی کے
نام سے مشہور ہوگیا ایک مرتبہ مین اُسی برج مین تھا کہ مین نے اللہ سے عہد کیا کہ
نہ کھاؤن نہ پیون گا جب تک کھلایا پلایا نہ جاؤن اسی حالت مین چالیس دن گذر گئے
کہ مین نے کچھ کھایا پیا نہین چالیس روز کے بعد ایک شخص عمدہ کھانا لیکر آیا اور میرے
سامنے رکھکر چلا گیا میرا نفس بھوک کی شدت کی وجہ سے قریب تھا کہ اُسپر گر پڑے مگر مین نے
کہا خدا کی قسم مین نے جو عہد کیا ہے اُس سے نہ ہٹون گا چنانچہ مین نے اپنے پیٹ سے
آواز سنی کہ نفس پکارتا تھا الجوع الجوع مین نے کچھ اُس کی طرف توجہ نہین کی کہ اتنے مین
شیخ ابو سعید مبارک مخزومی جو اُدھر سے کہین جاتے تھے وہ آواز سنکر میرے پاس آئے
اور کہنے لگے کہ یہ آواز کیسی ہے مین نے کہا کہ یہ نفس کا قلق اور اضطراب ہے باقی روح
میری نہایت آرام سے اپنے مولی کی طرف متوجہ ہے اُنھون نے فرمایا کہ باب الازج تک
آؤ یہ کہکر وہ چلے گئے مگر مین نے اپنے دل مین کہا کہ یہان سے باہر نہ نکلون گا اتنے مین
حضرت خضر علیہ السلام نے آکر کہا کہ اُٹھو ابو سعید کے پاس جاؤ مین اُن کی خدمت
مین گیا دیکھا تو وہ کھانا لیے میرے منتظر ہین اُنھون نے مجھے دیکھکر فرمایا کہ اے عبد القادر
تم نے میرے بلانے پر کفایت نہ کی جب تک کہ خضر نے نہ کہا پھر اُنھون نے اپنے ہاتھ
سے لقمے بنا کر مجھے کھلانا شروع کیا یہانتک کہ مین سیر ہوگیا پھر اُنھون نے مجھے
خرقہ پہنایا ❊ نقل شیخ ابو عمر صریفنی کہتے تھے کہ مین نے خود آپ سے سُنا کہ فرماتے تھے
کہ ایک زمانہ مین مین رات دن خرابہ مین رہتا تھا اور بغداد نہین آتا تھا اور شیاطین
صف کے صف سوار و پیادہ طرح طرح کے ہتھیار لگائے میرے سامنے آتے تھے اور لڑا
کرتے تھے اور مجھے ڈراتے تھے اور آگ پھینکتے تھے مگر مین اپنے دل کو مضبوط پاتا تھا اور
باطن سے آواز سنتا تھا کہ اے عبد القادر ہم تمھارے مددگار ہین اور ثابت رکھنے والے ہین اور یہ
سب تمھارے اُٹھنے پر بھاگ جائین گے ایکبار شیطان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ
یہان سے چلے جاؤ ورنہ ایسا ایسا کرون گا اور بہت کچھ کہکر ڈرایا مین نے ایک طمانچہ
اُسکے مُنھ پر ایسا مارا کہ وہ بھاگ گیا مین لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہتا جاتا
تھا اور وہ بھاگتا جاتا تھا ایک بار ایک شخص کریہ المنظر بدبودار میرے پاس آیا اور کہنے لگا
کہ مین ابلیس ہون تمھاری خدمت کے لیے آیا ہون کیونکہ تم نے مجھے اور میرے ساتھیون کو

سخت تکلیف پہونچی ہے مین نے کہا جا مین تجھکو پہچان گیا فوراً غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور ایسا طمانچہ اُس کے مارا کہ اُس کا سر زمین مین گھس گیا ؎

	مدعی خواست کہ آید بہ تماشا گہ راز		دست غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد

پھر ایک بار شیطان آگ کا نیزہ ہاتھ مین لیکر میرے مقابل آیا اُسی وقت ایک شخص سیاہ و سفید گھوڑے پر سوار چادر کندھے پر ڈالے آیا اور میرے ہاتھ مین تلوار دی فوراً وہ بھاگا تیسری بار مین نے دیکھا کہ مجھ سے دور پر پھرتا ہے اور منھ پر خاک ڈالتا اور کہتا ہے کہ اے عبد القادر تم نے مجھے نا امید کیا مین نے کہا تو ہمیشہ مردود ہی رہے گا مین تیرے فریب سے خوب واقف ہون اور ہمیشہ ڈرتا رہتا ہون ؎

تا شدی اے شاہ گیلانی بحجبی آیتے		خطبۂ حسنت ملک ہر روز از بر می کند	
در زدی آتش بکفر و کافری و معصیت		ہر دم از دست تو شیطان خاک بر سر می کند	

اور آپ فرماتے تھے کہ ایک بار میرے پاس ایک شخص آیا جسکو مین نے کبھی نہین دیکھا تھا اُس نے مجھ سے کہا تم صحبت اختیار کرنا چاہتے ہو مین نے کہا ہان کہنے لگا شرط یہ ہے کہ مجھ سے مخالفت نہ کرنا مین نے کہا اچھا کہنے لگا کہ اسی جگہ بیٹھے رہنا جب تک مین آؤن یہ کہکر غائب ہوگیا اور سال بھر تک نہ آیا مین اُسی جگہ بیٹھا رہا پھر جب آیا تو میرے پاس ایک گھڑی بیٹھکر کہنے لگا کہ اپنی جگہ سے نہ اُٹھنا جب تک مین نہ آؤن یہ کہکر پھر چلا گیا پھر دوسرے برس آیا یونہی تین برس تک اُس نے کیا پھر جب آیا تو روٹی اور دودھ اسکے ساتھ تھا کہنے لگا کہ مین خضر ہون اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمھارے ساتھ کھانا کھاؤن چنانچہ کھایا اُس نے کہا کہ اُٹھو اور بغداد جاؤ لوگون نے آپ سے پوچھا کہ آپ اُسوقت کیا کھاتے پیتے تھے آپنے فرمایا کہ زمین پر جو چیزین پڑی رہتی تھین وہ اُٹھا کر کھا لیتا تھا۔

نقل شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسی آپکے صاحبزادہ فرماتے تھے کہ مین نے آپ سے سُنا کہ بعض سفرون مین مجھے چند روز تک کہین پانی نہ ملا پیاس کی شدت ہوئی فوراً ابر نے سایہ کر لیا اور ایک چیز مشابہ ندی کے ظاہر ہوئی کہ جس سے مین سیراب ہوگیا پھر دیکھا کہ ایک نور ہے کہ جس سے افق روشن ہوگیا اس سے ایک صورت نکلی اور اُسنے مجھے پکار کر کہا کہ اے عبد القادر مین تیرا پروردگار ہون اور تجھپر حرام چیزین حلال کرتا ہون جو چاہو سو مین نے کہا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اے شیطان دور ہو چنانچہ وہ

روشنی گل ہوکر اندھیرا ہو گیا اور وہ صورت دھوان ہو گئی اور پھر مجھ سے کہنے لگی کہ اے
عبدالقادر تم نے اپنے علم کی وجہ سے مجھ سے نجات پائی تم سے پہلے میرے پیرو روزگار در میرے
تفقہ کی کہ میں نے اس طرح اکثر اولیا کو گمراہ کر دیا تھا میں نے کہا یہ خداوند عالم کا فضل و احسان
تھا جس نے مجھے تجھ سے بچا دیا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اُسکو کیونکر پہچانا کہ یہ شیطان تھا
فرمایا کہ اُس کے اس قول سے کہ میں نے حرام چیزوں کو تجھ پر حلال کر دیا۔ نقل شیخ
ابوالقاسم عمر بن مسعود البزاز کہتے تھے کہ میں نے خود آپ سے سنا فرماتے تھے کہ جو
حالات ابتداءً مجھ پر آتے تھے اُن کو میں لیکر اُن کا مالک ہو جاتا تھا اور پہلے اُن کے
سمجھنے میں بہت کوشش کرتا تھا مگر نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کیا ہے پھر جب وہ حال منکشف
ہو جاتا تھا تو میں اپنے آپ کو اُس سے دور پاتا تھا ایک بار خرابہ بغداد میں مجھ پر ایک حال
وارد ہوا میں ایک ساعت تک کوشش کیا کیا مگر کچھ نہ کھلا پھر جب کھلا تو دیکھا کہ میں بلاد
شوستر میں ہوں حالانکہ شوستر اور بغداد میں بارہ روز کی مسافت ہے میں متفکر ہوا
یہ کیا ہے پھر ایک عورت کو دیکھا کہ وہ کہتی تھی کہ تم کو اس سے تعجب ہوتا ہے تو شیخ
عبدالقادر ہو نقل شیخ ابوسعید کہتے تھے کہ حضرت فرماتے تھے کہ میں نے ابتدا
شروع میں جس مجاہدہ میں پکڑا تسپر اسی پر استقامت کی پچیس برس تک
خرابہ مدائن میں رہا اور گری پڑی مباح چیزوں کے کھانے پر قناعت کرتا رہا اور
ایک برس تک کچھ کھایا ہی پیا نہیں اور نہ سویا ایک شب کو سخت جاڑا تھا ایوان
کسریٰ میں گیا وہاں فوراً غسل کی ضرورت ہو گئی دریا کے کنارے پر جاکر نہایا اور پھر آیا
پھر وہی حال ہوا یہانتک کہ چالیس مرتبہ اُس رات کو سویا اور ہر بار نہانے کی ضرورت
ہوئی ہر بار دریا پر جاکر نہاتا تھا اور واپس آتا تھا آخر وہاں سے واپسی پر میں چھت پر
چڑھ گیا تاکہ نیند نہ آئے اور خرابہ کرخ میں سالہا سال رہا وہاں میری غذا کچھ نہ تھی صرف
ردی جو ایک قسم کا خرمہ ہوتا ہے کھاتا تھا اور ہر سال ایک شخص صوف کا جبہ لے آتا تھا
وہی پہنتا تھا بہت لوگ مجھے گونگا اور مجنون سمجھتے تھے مگر کسی امر میں اُس ارادہ کے متعلق
مجھے حائل نہیں ہوتے تھے میں برابر اُن سے کو کرتا تھا اور ہرگز میرا نفس مجھ پر غالب نہیں ہوتا
تھا اور نہ کسی زینت دنیا کی میری نظر میں کچھ وقعت ہوتی تھی بلکہ لڑکپن میں بارہا ایسا ہوا ہے
کہ میں کانٹوں میں بلا کسی اندیشہ کے چلا جاتا تھا نقل شیخ عبداللہ جبائی کہتے تھے کہ مجھ سے

خود حضرت فرماتے تھے کہ ایک بار میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ بغداد مین اب فسادات
بہت ہین یہان سے نکل چلنا چاہیے چنانچہ اسی ارادہ پر مین نے اپنا قرآن لیکر کندھے
پر لٹکایا اور باب حلبہ کی طرف چلا کہ وہین سے جنگل کی طرف نکل جاؤن اُسیوقت
مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ کہان جاتے ہو اور مجھے گمان ہوتا ہے کہ اُس نے
شاید میری پیٹھ پر ہاتھ بھی پھیرا کہ جاؤ نہین یہین رہو لوگون کو تم سے نفع ہوگا مین نے کہا کہ مجھ سے
خلق کو کیا نفع ہوگا مین نے تو اپنا دین بچانے کی غرض سے جنگل جانے کا ارادہ کیا ہے
اُس نے کہا پلٹو تمھارا دین بچا ہوا ہے مگر کہنے والا کوئی دکھائی نہین دیتا تھا اسکے بعد مجھ
مشکلین مجھپر حالات و واردات کی تھین وہ سب خود بخود حل ہوگئین اور مجکو خواہش ہوئی کہ
مجھے معلوم ہوتا کہ یہ کون تھا دوسرے دن مین مظفریہ مین گیا وہان ایک شخص نے اپنے گھر کا
دروازہ کھولکر مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے عبدالقادر یہان آؤ مین گیا اُس نے کہا کہ کل
شب مین تم کیا مانگتے تھے مین کچھ سمجھا ہی نہین چپ ہوگیا وہ کیواڑے بند کر کے چلا گیا ایکبار
دروازہ کی طرف سے غبار اُڑکر میرے مُنھ پر پڑا جب مین وہان سے چلا تو مجھے یاد آیا کہ مین نے
اللہ سے یہ مانگا تھا اور میرے دل مین یہ خطرہ آیا کہ یہ غالباً نیک بندون یا اولیا اللہ
مین سے تھا پھر مین اُسی دروازہ کی طرف پلٹا مگر وہ دروازہ ہی نہ ملا مجھے اُسیوقت قبض
ہوگیا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ شیخ حماد دباس تھے جب مین نے اُن کو پہچانا تو اُن کی صحبت مین
رہا یہانتک کہ جو مشکلین تھین وہ سب اُن کی صحبت کی برکت سے حل ہوگئین اور جب مین
طلب علم کو اُن کے پاس سے کہین اور جاتا تھا اور واپس آتا تھا تو وہ مجھ سے کہتے تھے کہ
تم کیون میرے پاس آتے ہو تم تو فقیہہ ہو فقہا کے پاس جاؤ مین چپ ہو جاتا اور وہ مجھے
بہت اذیتین دیتے اور مارتے تھے اکثر جب مین پڑھ کر واپس آتا تو کہتے کہ آج ہمارے
پاس بہت اچھی چیزین فالودہ وغیرہ آئی تھین وہ سب ہم نے کھا لین اور تمھارے واسطے
کچھ نہین رکھا تمام مریدین اُن کی یہ حالت دیکھکر مجھ سے کہتے تھے کہ واقعی تم فقیہہ ہو یہان کیون
آتے ہو مگر جب شیخ حماد دباس سنتے تو فرماتے کہ تم کیون ستاتے ہو واللہ میرے یہان
تم مین ان سے بہتر ایک بھی نہین ہے مین اُن کو صرف امتحان کے لیے ستاتا ہون باقی
اُن کو ایک کوہ غیر متحرک پاتا ہون **نقل** شیخ ابوالحسن قرشی اور دو لوگ بیان کرتے تھے
کہ سنہ میں ہم لوگ آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ کچھ اپنے حالات

ابتدائی و انتہائی بیان فرمادین کہ ہم اُسی کی متابعت کرین آپنے اسکے جواب مین کچھ اشعار پڑھے جنکا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ مین مرتبہ عشق و سر مین ہون وہ تمپر کھل نہین سکتا۔ تب لوگون نے کہا کہ ہم لوگ بھی آپکی طرح روزہ رکھتے ہین اور نمازین پڑھتے ہین و مجاہدہ کرتے ہین مگر جیسا حال آپ کا ہے ویسا ہمارا نہین ہے آپنے فرمایا کہ تم لوگ عمل مین میرا مقابلہ کرلو مگر خدا کی عنایت و مہربانی و بخشش مین میری برابری نہین کرسکتے اور کیسے کرسکتے ہو کہ واللہ[1] ما اکلت حتی قیل لی بحقی علیک کل ولا شربت حتی قیل لی بحقی علیک اشرب وما فعلت شیئا حتی امرت بفعلہ

ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد		از رہگذر خاک سرکوے شما بود

بیان خرقہ خلافت و سلسلہ شریفہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ

فصل تحقیق خرقہ کے بیان مین

حضرت شیخ اکبر امام محی الدین ابوبکر بن عربی اپنے رسالہ خرقہ مین لکھتے ہین کہ خرقہ وہ ہے جسے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خداوند جلشانہ سے لائے اور قرآن مجید مین اسی کی طرف اشارہ اس آیہ کریمہ سے ہے کہ یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا ولباس التقوی ذلک خیر یعنی اے بنی آدم ہمنے اتارا تمپر ایک ایسا لباس کہ جو ڈھانپتا ہے تمھارے شرمگاہون کو اور وہ لباس زینت اور لباس تقوی ہے اور وہی بہتر ہے تو لباس ظاہری مین ضروری تو اسقدر ہے جو ستر عورت کرے اور لباس زینت وہ ہے جو اس سے زائد ہو اور اُس سے زینت بھی ہو اور زینت سے مراد وہ زینت ہے جو اللہ تعالی نے اپنے بندون کے لیے خزانۂ غیب سے نکالی اور اُسکو مخصوص مسلمانون کے لیے دنیا مین کردیا اور قیامت مین ان سے اسپر محاسبہ نہوگا جب کہ وہ اُس کو اس نیت سے پہنین گے یعنی زینت کی غرض سے اور اُس سے مقصود فخر اور غرور نہ رکھین گے تو یہ زینت صرف دنیا ہی کے لیے ہوگی کیونکہ کپڑا تو ایک ہی ہے

[1] خدا کی قسم مین نے کبھی نہین کھایا جب تک مجھسے کہا نہین گیا کہ کھا تجھے اس حق سے کہ جو تجھپر ہے اور نہ مین نے کبھی پیا تا وقتیکہ مجھسے کہا نہین گیا کہ پی میرے اس حق سے کہ جو تجھپر ہے اور کبھی مین نے کوئی بات بلا حکم نہین کی ۱۲

گو اختلاف مقاصد سے اُس کا حکم مختلف ہو جاتا ہے اللہ نے جو اپنے نیک بندوں کے
قلوب کو لباس تقوی دیا اور اُسکو بہتر لباس کہا اور صورتاً بھی اسکو لباس ظاہر کے
برابر کیا اس وجہ سے لباس دو طرح پر ہوا ایک تو لباس ضروری جو شرمگاہ باطنی کو ڈھانپے
یعنی تقوی مطلقاً محارم سے اور دوسرا وہ جو مثل زینت لباس ظاہر ہے وہ لباس مکارم اخلاق
ہے جیسے نوافل اور عبادات اختیار کرنا اور درگذر اور اصلاح کرنا اگرچہ شارع علیہ السلام
نے اسکو ہم پر مباح کر دیا محض حق لینے کی وجہ سے مگر وضع اُسکی بغرض آراستگی باطن رکھی
گئی اور وہی زینت الٰہی باطنی ہے اور اس کا اطلاق ہر لباس باطنی پر ہے جسکی طرف شریعت سے ہمکو اللہ تعالیٰ نے بلایا
باطن میں یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ شرعاً صورت ظاہری پر ہے اور جیسے کہ ظاہر باختلاف مقاصد اور نیات مختلف
ہو جاتا ہے اسی طرح لباس باطن بھی نیتوں اور ارادوں کے بدلنے سے مختلف ہو جاتا ہے
اور جب اہل اللہ کے دلوں میں یہ بات پڑ گئی تو اُنھوں نے چاہا کہ ان لباسوں میں جمع کر کے
دونوں زینتوں سے آراستہ ہوں اور دونوں خیروں کے جامع ہوں لہذا انھوں نے
اسکو دونوں طرح اختیار کر لیا اور خرقہ کے اس ہیئت معلومہ پر پہننے کا سبب اُن لوگوں کے
نزدیک یہ ہے تاکہ اُن لوگوں کو اُن کے اُن ارادوں پر جو لباس باطنی سے اُنھوں نے
رکھے ہیں تنبیہ ہو جائے اور اسکی بنا اُنھوں نے محبت اور ادب پر رکھی اور اس کی اصل
میرے نزدیک یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندے کے قلب کا خرقہ پہنا جیسا کہ اس کا ارشاد
ہے کہ ما وسعنی ارضی ولا سمائی ولکن قلب عبدی یعنی وسعت نہ کی میرے لیے زمین و آسمان نے

ف۱ حضرت شیخ ابراہیم کردی اپنے رسالہ میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث یعنی ما وسعنی ارضی ولا سمائی اہل کشف کے نزدیک صحیح
ہے اور شیخ صدر الدین محمد بن اسحق قونوی نے بھی اسکو بلفظ ما وسعنی ارضی ولا سمائی و وسعنی قلب عبدی المومن التقی
النقی الوادع روایت کیا ہے یعنی [illegible] نہیں رکھتی میری نہ زمین نہ آسمان اور گنجایش ہوتی ہے میری اس بندہ کے
قلب میں کہ جو [illegible] اور سخاوی مقاصد حسنہ میں کہتے ہیں کہ حدیث ما وسعنی
سمائی ولا ارضی ولکن وسعنی قلب عبدی المومن کو امام غزالی نے احیاء میں بلفظ قال اللہ لم یسعنی لکھا ہے اور
[illegible] وسعنی قلب عبدی المومن اللین الوادع بھی، اور مخرج احیاء یعنی عراقی کہتے ہیں کہ میں نے اسکی اصل تحقیق نہیں کی اور
[illegible] اسکے اسناد معروف [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانے اور اُن کے اس قول سے اشارہ اس روایت کی طرف ہے
جو اسرائیلیات میں ہے [illegible] کو امام احمد نے کتاب الزہد میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
جب آسمانوں کو حضرت حزقیل پر کھولا اور اُنھوں نے عرش کو دیکھا تو عرض کیا کہ تو پاک ہے اور بہت عظیم ہے اے پروردگار
تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آسمان و زمین اگرچہ بہت گنجایش والے ہیں مگر میرے واسطے وسیع بندہ مومن کا قلب ہے
کہ جو پرہیزگار اور نرم ہے سخاوی کہتے ہیں کہ طبرانی کی روایت حدیث ابی عنبہ خولانی سے مرفوعاً (بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ پر دیکھئے)

گر میرے بندے کے دل نے اور کپڑا اپنے پہننے والے کو وسعت کرتا ہے اب جمع ان
دونون لباسون مین یہ طریقہ حضرت شبلی اور ابن خفیف کے زمانہ سے ظاہر ہوا اور اس وقت
تک سلسلہ بسلسلہ رہا اور مین بھی اس بارہ مین اُنھین کے مشرب پر ہون اور مین نے
خود خرقہ سادات مشائخ کے ہاتھون سے پہنا بعد ان کے صحبت اُٹھانے اور ادب سیکھنے کے
تاکہ لباس ظاہری اور باطنی صحیح ہوجائے اور میری راے مریدین کو لباس دینے مین
علاوہ امر مروجہ موجودہ وقت کے یہ ہے کہ شیخ مربی جس مرید کو لباس پہنانا چاہے تو
پہلے اُسکے حال کو دیکھ لے جس مرید کے حال مین جو نقصان پاوے تو شیخ اُس حال سے
خود متلبس ہو کر خوب اُس حال مین متحقق ہو اور اُس حال کو اپنے مین اور اُس کپڑے مین
پھیلا دے کہ جو خود پہنے ہوے ہو پھر اُسی وقت اُس کپڑے کو اتار کر اس مرید کو پہنا دے تاکہ اس
کپڑے کی برکت اُس مین ساری ہوجائے جیسے شراب کا اثر اعضا مین پھیلتا ہے اور اُس
نقصان کو کمال سے بدل دے اسے ولی حمیم موفق الدین احمد بن علی بن احمد بن یرحم قیسی
اشبیلی مین اس لباس صحبت و ادب کو اپنے ہاتھ سے تمکو پہنانا ہون اور میرا نام محمد بن علی
بن محمد بن العربی الحاتمی ہے اور مین عبد اللہ بن حاتم کی اولاد سے ہون مین نے اس
خرقہ صوفیہ کو شیخ جمال الدین یونس بن یحیی بن ابی الحسن بن ابی البرکات بن احمد بن عبید اللہ
بن محمد بن احمد بن حمزہ بن اسمعیل بن محمد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس
عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے مکہ مین مقابل رکن یمانی کعبہ شریف کے ٥٩٩ھ
مین بعد اُن کی صحبت اُٹھانے اور ادب سیکھنے کے پہنا اور اُنھون نے شیخ ابو محمد
عبد القادر بن ابی صالح بن عبد اللہ جیلی سے پہنا اور اُنھون نے حضرت شیخ ابی سعید ...

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٦) اس طرح ہے ان للہ آنیۃ من الارض و آنیۃ ربکم قلوب عبادہ الصالحین واحبہا الیہ
الینہا وارقہا یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے ظرف ہے زمین مین اور اس کا ظرف نیک بندون کے قلوب ہین اور محبوب تر قلوب
مین وہ ہے کہ جو نرم اور رقیق تر ہو مگر اس کی سند مین بقیہ بن ولید مدلس ہے گرچہ اس سے تحدیث کی تصریح کی
ہے لہٰذا شواہد حدیث قدسی مذکورہ کے ہو جاوین گی کیونکہ قلوب معرفت کے ظروف ہین اور مختلف درجات پر
ہوتے ہین پس موافق استعداد قلب معرفت مین بھی تفاوت ہوتا ہے جیسا کہ سلوک اشارہ ہے حضرت سید الطائفہ
جنید قدس سرہ مین کہ لون الماء لون انائہ یعنی پانی کا رنگ اسکے برتن کا رنگ ہوتا ہے
واللہ اعلم۔

بن علی سے اور انھوں نے حضرت شیخ ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف قرشی ہکاری سے اور
انھوں نے حضرت شیخ ابی الفرج یوسف طرطوسی سے اور انھوں نے حضرت شیخ
ابی الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز تمیمی سے انھوں نے اپنے والد حضرت شیخ عبد العزیز تمیمی
سے انھوں نے حضرت شیخ ابو بکر محمد خلف بن جحدر شبلی سے اور حضرت شبلی نے صحبت اٹھائی
حضرت شیخ ابو القاسم جنید بن محمد کی اور ان سے ادب سیکھا اور حضرت جنید نے
صحبت اٹھائی اپنے ماموں حضرت سری سقطی کی اور ان سے حاصل کیا اور ادب سیکھا
اور حضرت سری سقطی نے صحبت اٹھائی حضرت معروف کرخی کی اور حضرت معروف نے
صحبت اٹھائی حضرت امام علی بن موسی رضا کی تحفۂ فتوحات مکیہ کے پچیسویں باب مین بعد
قصہ ملاقات حضرت خضر علیہ السلام کے لکھتے ہین کہ جب حضرت خضر علیہ السلام اور ایک صاحب
ہمارے شیوخ سے جن کا نام علی بن عبد اللہ بن جامع تھا اور وہ اصحاب علی متوکل اور
ابی عبد اللہ قضیب البان سے تھے موصل کے باہر مقام مین جہان اُن کا ایک باغ تھا
جسمین وہ رہا کرتے تھے یکجا ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے اُن کو حضرت شیخ قضیب البان
کی موجودگی مین خرقہ پہنایا اور خود شیخ نے بھی اُسی مقام پر اُن کے باغ مین جہان حضرت
خضر علیہ السلام نے اُن کو پہنایا تھا اُن کو خرقہ پہنایا اسی طرح جسطرح حضرت خضر علیہ السلام سے
واقع ہوا تھا اور مین نے بھی ایک بعید طریقہ سے حضرت خضر علیہ السلام کا خرقہ پہنا ہے اپنے
ایک دوست کے ہاتھ سے جن کا نام شیخ تقی الدین عبد الرحمن بن علی بن میمون بن آب التوزری
تھا اور انھوں نے شیخ صدر الدین سے جو دیار مصر مین شیخ الشیوخ تھے اور انھوں نے حضرت
حمویہ سے اور حمویہ نے اپنے دادا سے اور انھوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے اور اُسی
وقت سے مین لباس خرقہ کا قائل ہوا اور مین نے بھی اُسکو لوگون کو پہنایا ورنہ اس سے
پہلے مین اِس خرقہ معروفہ کا قائل نہ تھا کیونکہ میرے خیال مین خرقہ سے مراد صحبت اور ادب
و تخلق تھا کیونکہ اس کا پہننا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل نہین پایا جاتا تھا
لیکن صحبت اور ادب پایا جاتا تھا جسکو لباس تقوی کہتے ہین اور اُسی وقت سے اصحاب
حالات کا یہ دستور ہو گیا کہ جب وہ اپنے دوستون مین سے کسی مین کوئی نقص دیکھتے تھے
اور اُس کی تکمیل چاہتے تھے تو اُس کی ذات کو اپنے مین متحد کر لیتے تھے اور جو کپڑا اُس
حال مین پہنے ہوتے تھے وہ اُتار کر اُسے پہنا دیتے تھے تاکہ یہ حال اسمین مین بھی ساری

ہو کر اُسکے نقص کو دور کر کے تکمیل کر دے اور یہی لباس ہمارے نزدیک معروف ہے اور
یہی ہمارے شیوخ محققین سے منقول ہے اور اسی کو مناوی نے بھی شرح جامع صغیر میں بیان
وجہ تسمیہ خضر میں لکھا ہے اور بعضے محققین بہجۃ الاسرار کا قول ہے کہ لفظ صحبت گروہ صوفیہ
میں زمان برکت نشان جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جنید کے وقت تک
بولا جاتا تھا پھر اُسکے بعد سے ابتک اُسی جگہ پر لفظ خرقہ مستعمل ہوتا رہا جسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت
جنید سے پہلے یہ شان ارباب خلوت میں مخفی اور خواص عرفا سے مخصوص تھی جب حضرت
جنید کا وقت ہوا تو انھوں نے علم طریقت و معرفت و حقیقت کو کتابوں میں جمع اور خطبوں میں
بیان کرنا شروع کیا بعد اُن کے زیادہ اشاعت حضرت شبلی نے اور اُن کے متبعین نے
کی جیسا کہ شیخ الاسلام والحافظ ہروی وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے پھر شیخ ابن قیم
حنبلی کی کتاب شفاء العلیل کی عبارت اور شیخ صدر الدین قونیوی اور شیخ اکبر کے ارشادات
نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اسکی وضاحت اور تائید حدیث مرویہ حضرت ابی ہریرہ سے جو بخاری
میں بھی ہے ہوتی ہے کہ فاذا احببتہ کنت سمعہ وبصرہ الخ[1] اور ابی امامہ کی روایت طبرانی کے
نزدیک اور ابی یعلی کی روایت ام المومنین حضرت میمونہ سے اسقدر زیادتی کے ساتھ ہے کہ
ولسانہ الذی ینطق بہ وقلبہ الذی یعقل بہ جیسا کہ سیوطی اپنے فتاوی حدیثیہ میں سے
رسالہ قول الجلی فی حدیث الولی میں لائے ہیں کیونکہ جو مراد و معنی کے بارے ہے وہی مراد
کنت قلبہ الذی یعقل بہ اور کنت کنزا مخفیا کے بارے میں بھی ہے فقط اب میں پھر اصل کلام
کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ یہ کہ تفسیر بہجۃ [illegible] میں [illegible] ناشری [illegible]
الیضاح شرح حاوی صغیر میں جو فقہ شافعی میں ہے لکھتے ہیں کہ بعضے لوگوں نے بعض
بزرگوں سے بیچ لبس خرقہ متداولہ حضرات صوفیہ کے متعلق پوچھا کہ شریعت سے بھی اسکی کچھ اصل
ہے یا نہیں اور اسکی سند بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتصال معلوم ہے یا نہیں اور
درصورت اتصال اسکی سند حسن یا صحیح ہے یا مشہور یا غریب وغیرہ اور اسکا انکار صواب ہے یا
خطا اور جو گمان کرے کہ یہ بدعت ہے یعنی اول قرن میں نہ تھی تو وہ مصیب ہے یا مخطی اور
اگر بدعت ہے تو کس قسم کی ہے اور درصورت ثبوت اسکی روایات بالاجازت دینی [illegible]

[1] پس جب میں اُس بندہ کو دوست کرتا ہوں تو ہوں ہی اُس کے کان [illegible]
اسکی [illegible]

جلیسے اور حدیث کی یا نہیں تو اس کا جواب قاضی جمال الدین ابن ظہیرۃ المکی نے لکھا کہ خرقہ پہننا ایک امر مشہور اور معمول بہ زمانہ سلف سے ابتک ہے اور اسکی اصل شرعاً یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن زہیر کو اُن کے قصیدہ مشہورہ بانت سعاد پڑھتے وقت کہ جسکا پہلا مصرع یہ ہے ع بانت سعاد فقلبی الیوم مبتول اپنی ردائے مبارک اتار کر عنایت کی جسے اہل سیر وغیرھم نے ذکر کیا ہے اور آنحضرت نے بہت صحابیوں کو پہنایا مثل حضرت عبدالرحمن ابن عوف وغیرہ کے اور تلاش سے بہت سے ایسے مرد اور عورتین ملین گی اور ہمیشہ اکابر صوفیہ عارفین باللہ اسپر عامل رہے چنانچہ متقدمین مین سے حضرت معروف کرخی وحضرت سری سقطی وحضرت جنید وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم تھے اور متاخرین قطب الاولیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ ابی نجیب سہروردی اور اُن کے قبل امام ابو حامد غزالی اور اُن کے شیخ امام الحرمین وغیرہم اور اسی پر لوگون کا عمل تمام اطراف مین رہا کہ وہ اسکو تبرکاً کرتے رہے اور اُن لوگون کے اسمین طرق کثیرہ صحیحہ متصلہ بہار باب ثابت وحالات ثابتہ مین اور اعیان صوفیہ سب اس بات پر متفق ہین کسی کو بھی اختلاف نہین لہذا اس کا منکر جاہل وغبی ہے اور فقہائے جامدین سے کچھ بحث نہین اور حضرت شیخ معروف کرخی کا طریقہ حضرت امام ابی الحسن الرضا سے کہ جو متصل اُن کی آبائے کرام علیہم السلام تک ہے واضح ہے البتہ حضرت خواجہ حسن بصری کا طریقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تو اسمین اہل حرمین حضرت حسن بصری کے سماع اور روایت کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قائل نہین ہین بوجہ اُن کی عدم ملاقات کے حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے اگرچہ ملاقات ممکن ہے مگر اہل طریق اسپر متفق نہین ہین تو جو شخص اسے بدعت سمجھے وہ خاطی ہے کیونکہ خرقہ قرن اول مین موجود تھا تو اسکی روایت بلا اسانید جائز ہے کوئی چیز اس مین مانع نہین بلکہ طالب خیر کو اس مین رغبت کرنا چاہیے تاکہ اسکو اولیاء اللہ سے اتصال در طریقہ مین داخل ہونے سے برکات حاصل ہون اور مین نے اس کو خود پہنا ہے اور میرے پاس اسکے طرق کثیرہ ہین اور اسی طرح میرے مشائخ نے بھی اور دیار مصر وشام وعراق وخراسان ومغرب اور بلاد اسلامیہ مین سب لوگ اسپر عامل ہین اللہ تعالیٰ ہم سب کو قول مع العمل کی توفیق دے اور خطاؤن اور لغزشون سے دور رکھے اور میرے والد فرماتے تھے کہ سند خرقہ صحیح نہین ہے چنانچہ انھون نے اولاً اسپر انکار کی پھر بعد مراجعت کلام علمائے حدیث یہ کہا کرتے تھے کہ سند امامت شمس مین نہین ہے

قرطبی وغیرہ کا قول ہے کہ امہات خمس سے مراد وہ امور ہیں جن پر اسلام کا دارومدار ہے ان کے
علاوہ ہر چیز انھین سے متفرع ہو گی اور جو چیز بعد کو ہو گی وہ انھین سے متفرع ہو گی قاضی
ابو بکر بن العربی کا قول ہے کہ کسی کو دعا بغیر ان امور کے جو امہات خمس مین ہین نہین کرنا چاہیے
اور میرا اعتقاد ہے کہ خرقہ سے مراد ایک قسم کا تصرف نیک لوگون کا ہے اس شخص پر جسکو وہ پہناتے
ہین جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر کے سینہ پر ہاتھ مار کر تصرف فرمایا کہ وہ گھوڑے
پر سنبھل کر بیٹھنے لگے حالانکہ اس سے پہلے اُن سے بیٹھا نہین جاتا تھا اور آنحضرت نے حضرت
ابی ہریرہ رض کو ایک چیز دی جسکی برکت سے اُن کا حافظہ ایسا قوی ہو گیا کہ پھر کبھی وہ کسی چیز کو
بھولتے ہی نہ تھے حالانکہ اس سے قبل اُن کا یہ حال نہ تھا جیسے کہ شیخ علی طواسی سے منقول
ہے کہ انھون نے امام یافعی کو دبوچ لیا اور اللہ نے اس سے ان کو نفع دیا اب یہ نہین ہے
کہ صرف خرقہ کا پہنا قرب موصلہ الی اللہ ہو بلکہ اسمین پہنانے والے کے پہنانیکا بھی حق مین
اثر ہوتا ہے اور آنحضرت نے جو ایک جماعت کو پہنایا تو وہ اور فوائد کے لیے تھا خواہ وہ تصرف
ہو یا دعا اور تبرک کے طور پر پہننا خرقہ کا اُس مرد صالح سے جو خود صاحب خرقہ نہو نہین
بہتر ہے بہ نسبت اُس کے جو خرقہ کو کسی سند والے سے پہنے اور اسپر برکت کا اثر ہو اور اگر
صرف پہننا استحبابات شرعیہ سے ہوتا تو علماء شریعت کی محسین تمام اس سے آباد ہوجاتین کیونکہ
وہ لوگ ورثہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور جس چیز سے وہ اعراض کرتے ہین اس کو سمجھنا
چاہیے کہ وہ آپ کی وراثت ہی سے نہین اور جو آپ کی موروثی نہین وہ شیطان کی موروثی ہے
کیونکہ فماذا بعد الحق الا الضلال واللہ اعلم اور اس جواب کو قاضی جمال الدین نے لکھا ہے
اور اسی پر عبداللہ بن حسن عفیف الدین؟ زرونی حنفی نے اجابت سائلین مین اعتماد کیا ہے
رہا یہ شک کہ یہ جہات خمسہ سے نہین یہ بھی باطل ہے کیونکہ تمام روایات موطا کتب خمسہ مین
نہین ہین اور بہت سے احادیث احکام وغیرہ امام ابی یوسف اور امام محمد و امام شافعی اور احمد
وغیرہ کی کتابون مین جو باین صحیح اور حسن او متقارب کے ہین وہ ان پانچون کتابون مین نہین ہین
اور حفاظ نے بہت سی تصنیفین زوائد مسانید اور معاجم کے بیان مین کتب ستہ پر لکھی ہین صاحب
بہجتہ الاسرار نے سلسلہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے خرقہ کے بیان مین حضرت خضر کا
ذکر کرکے لکھا ہے کہ ابو القاسم نے اپنے شیخ سے جو ان کے ماموں بھی تھے یعنی حضرت

ل دور کیا ہے بعد حق کے سوا ضلالت کے ۱۲ منہ

خواجہ سری سقطی سے پہنا اور اُنھون نے اپنے شیخ حضرت معروف کرخی سے پہنا اور انھون
نے ادب سیکھا حضرت امام علی موسیٰ رضا سے تو اُنھون نے سلسلہ کی نسبت آخر تک بہ لفظ
ادب کی سبب نہ خرقہ اور امام محدث اہل زبید فقیہہ قاضی ابو العباس شہاب الدین احمد بن ابی بکر
ابن الرداد قرشی صدیقی صوفی اپنی کتاب عدۃ المرشدین وعمدۃ المسترشدین مین لکھتے ہین کہ مینے
اپنے شیخ یعنی شیخ شیوخ العارفین امام ائمۃ المحققین شرف الملۃ والدین قطب الاولیاء المقربین ابی
معروف اسمٰعیل بن ابراہیم بن عبد الصمد الجبرتی القرشی الہاشمی العقیلی الصوفی الیمنی الزبیدی
سے خرقہ پہنا پھر اُس سلسلہ عالیہ قادریہ کو حضرت جنید تک لکھکر لکھتے ہین کہ اُنھون نے حضرت
سری اپنے ماموں سے پہنا اور انھون نے حضرت معروف کرخی سے اور انھون نے ابی سلیمان
داؤد بن نصیر الطائی سے اور انھون نے ابی محمد حبیب بن محمد عجمی سے اور انھون نے حضرت
خواجہ حسن البصری سے اور انھون نے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے اور انھون نے حضرت
رسول رب العالمین سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت نے حضرت رب العالمین
سے بواسطہ روح الامین کے پہنا الحمد للہ رب العالمین[1] شیخ احمد بعد اس سند کے تحریر کے
لکھتے ہین کہ اس نسبت مذکورہ مین تحریر ذکر لبس اور اسکی تحقیق بذکر یہ حفظاً حضرت شیخ محی الدین
عبد القادر جیلانی کا ہے انھین الفاظ وحروف کے ساتھ اور حضرت سے اُنکی روایت کرنے
والے شیخ حافظ ابو محمد یونس بن یحییٰ ہاشمی محدث تھے اور وہ کہتے تھے کہ مین نے امام
قطب الاسلام غوث الانام شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی سے نسبت خرقہ تصوف کی سنہ
پانسو پچاس مین سُنی اور اسکو اُنھین کے ہاتھ سے پہنا پھر سب سلسلہ ذکر کیا جو سابقاً مذکور ہوا۔
شیخ ابن العیدروس اپنی کتاب مین بعد بیان نسبت خرقہ کے لکھتے ہین کہ مین نے روایت
کیا باسناد مذکورہ شیخ صالح شہاب الدین احمد بن ابی بکر الرداد سے اور اُنھون نے باسناد مذکورہ
شیخ حافظ ابی طاہر سلفی سے کہ وہ کہتے تھے کہ نسبت خرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
منتقل ہوئی حضرت علی بن ابی طالب کی طرف اور اُن سے حضرت حسن بصری اور اُن سے
حضرت حبیب عجمی اور اُن سے حضرت داؤد طائی اور ان سے حضرت معروف کرخی
اور اُن سے حضرت سری سقطی اور اُن سے حضرت جنید اور اُن سے متفرق مشایخ رضی اللہ
عنہم کی طرف رداد کا قول ہے کہ نسبت خرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منتقل ہوئی حضرت

[1] اور سب تعریفین ثابت ہین اللہ کے لیے کہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے ۱۲ منہ

حسین ابن علی کی طرف اور اُن سے حضرت امام زین العابدین اور اُن سے حضرت امام محمد باقر
اور اُن سے حضرت امام جعفر صادق اور اُن سے حضرت امام موسی کاظم اور اُن سے حضرت داؤد طائی
اور اُن سے حضرت معروف کرخی اور اُن سے حضرت سری سقطی اور اُن سے حضرت جنید کی طرف
اور اسی کو امام ابو طاہر سلفی نے اصل معرفت خرقہ اور اسکی نسبت مین بروجہ صحیح لکھا ہے دونون
طریقون مین یعنی ایک طریقہ اہلبیت اور دوسرے طریقہ حضرت خواجہ حسن بصری مین اور
مشہور و مستفیض جو قوم کے نزدیک مخفی نہین ہے یہ ہے کہ حضرت حسین ابن علی نے اپنے
والد سے پہنا اور اپنے صاحبزادہ حضرت امام زین العابدین کو پہنایا اور انھون نے اپنے
صاحبزادہ حضرت امام محمد باقر کو اور انھون نے اپنے صاحبزادہ حضرت امام جعفر صادق کو اور
انھون نے اپنے صاحبزادہ حضرت امام موسی کاظم کو اور انھون نے اپنے صاحبزادہ حضرت
امام علی رضا کو اور انھون نے خواجہ معروف کرخی کو پہنایا اور خواجہ معروف کرخی کے دو طریقہ
ہوے ایک امام علی رضا سے دوسرا حضرت داؤد طائی سے اور حضرت داؤد طائی کے
بھی دو طریقہ ہوے ایک حضرت امام موسی کاظم سے اور دوسرا حضرت خواجہ حبیب عجمی سے
اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھی دو طریقہ ہین ایک اپنے والد سے اور دوسرا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے اور محققین اسپر متفق ہین کہ حضرت نبوی سے حضرت جنید تک بصحبت و ارادت
اور الباس دست بدست بھی تھا مگر اس کے خلاف ایک گروہ کا وہم ہے کہ وہان صحبت کے
سوا لبس خرقہ وغیرہ کچھ نہ تھا حالانکہ یہ اُن کا وہم بوجہ قلت علم کے ہے ورنہ اکثر اصحاب تحقیقات
علوم و اخبار و عارفین غوامض و اسرار کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ لبس محقق متصل ہے بطریق
دو طریقہ یعنی طریقہ حضرت امام حسین ابن علی و طریقہ خواجہ حسن بصری اور اس سب کو شیخ نور الدین نے
وسیلۃ التائبین عن تخلیص الفوائد الوفیہ فی اصل الخرقۃ الصوفیہ مین لکھا ہے اور علامہ جلال الدین
بھی منجملہ معتقدین اتصال خرقہ صوفیہ ہین اور اسکو حضرات صوفیہ کی طرف منسوب کرتے ہین چنانچہ
اپنی کتاب عقود اللآلی فی احادیث المسلسلۃ العوالی کے دیباچہ مین لکھتے ہین کہ یہ احادیث مسلسلہ
صحاح و حسان اور عوالی صحیحہ ہین کہ آج دنیا مین اُن سے اعلی نہین پاے جاتے ہین اور کسی
مسلمان کو ان سے اعراض بہتر نہین ہے کیونکہ اسناد کا قرب وعلو اللہ و رسول کا قرب ہے
اور مین نے یہ قرب اولا تلاوت قرآن کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک متصل کرکے حاصل
کیا پھر اتصال صحبت اور لبس خرقہ عالیہ تصوف سے اور در المنتثرہ فی احادیث المشتہرہ مین کہ جو

بدرالدین زرکشی کی کتاب کا مع تنقیح اور زیادات کے خلاصہ ہے لکھتے ہین کہ حدیث لبس خرقہ
مشہورہ حضرات صوفیہ حضرت خواجہ حسن بصری تک یون ہے کہ اُنھون نے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے پہنا ابن دحیہ کہتے ہین کہ یہ باطل ہے اور یہی ابن الصلاح کا بھی قول ہے
پھر اتحاف الفرقہ مین لکھتے ہین کہ ایک جماعت حفاظ حدیث سماع خواجہ حسن بصری کے بھی
حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے منکر ہین اور اُسی سے بعضے متاخرین نے بھی تمسک کیا ہے
اور اسی طریق لبس اور تلقین کو مخدوش جانا ہے اور ایک جماعت نے اُسکو ثابت کیا
ہے اور وہی میرے نزدیک بھی بوجوہ راجح ہے پھر زاد المسیر مین لکھتے ہین کہ مین نے اس
بارہ مین ایک مختصر رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ ہے اور بعضے
نسخون مین بجاے وصل الخرقہ کے رفع الخرقہ ہے کذا فی سمط المجید اور کشف الظنون مین
برفعت الخرقہ ہے زرقانی مختصر مختصر مقاصد حسنہ مین لکھتے ہین کہ سیوطی نے اس بارہ مین ایک
رسالہ لکھا ہے جسکا نام اتحاف الفرقہ برفع الخرقہ ہے اور اس تالیف کا منشا اس امر کا ثبوت
ہے کہ حضرت حسن بصری نے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے سماعت کی اور اس بات کا ایمن
اثبات نہین ہے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے حضرت حسن بصری کو خرقہ اس صورت متعارفہ
صوفیہ پر پہنایا اور قشاشی اس اعتراض کو یون لکھتے ہین کہ اگر کوئی کہے کہ جو کچھ اتحاف مین
لکھا ہے اس سے مقصود سماع اور اثبات ملاقات حضرت خواجہ حسن بصری با حضرت امیر کرم اللہ وجہہ
ہے نہ لبس و تلقین ذکر تو اس کا جواب یہ ہے کہ اُن کا تمسک اس رسالہ مین عدم سماعت حضرت
حسن حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک گروہ حفاظ کے انکار کی بنا پر ہے اور کوئی دلیل نفی لبس
پر قائم نہین ہوئی سوا انکار سماع کے تو جب سماع اسانید ائمہ کتب معتبرہ مین صحیح اور ثابت ہوا
مثل امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور حاکم اور ضیاء مقدسی اور ابی نعیم اور دار قطنی اور ابو یعلی
وغیرہم کی کتابون سے تو وہ انکار قائم نہ رہی حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی
جواہر مکللہ مین لکھتے ہین کہ بحمد اللہ مین اُن مین سے ہون جنھون نے طائفہ صوفیہ ایک
جماعت کثیرہ سے پہنی ان مین سے ایک امام زاہد رضوان المقری حافظ تھے اس لباس کے
ساتھ جو اُن کو ملا شیخ جمال عبد اللہ بن العلاء العسقلانی سے اور اُن کو شیخ محمد بن محمد البکری سے
اور اُنکو قطب کبیر ابی بکر محمد بن احمد قسطلانی سے اور اُن کو امام شہاب الدین ابی حفص سہروردی سے
اور اُن کو قطب الاقطاب شیخ ابی محمد عبد القادر بن ابی صالح گیلانی سے اور اُن کو شیخ

ابی سعید مبارک مخزومی سے اور اُن کو شیخ ابی الحسن علی بن احمد ہکاری سے تا حضرت معروف کرخی
رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت معروف کرخی نے ابی سلیمان داؤد بن نصیر طائی سے اور انھون نے
ابی محمد حبیب عجمی سے اور انھون نے امام ابی سعید بصری سے اور انھون نے بر مسلک حضرات صوفیہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے
پہنی اور یہ مین نے اس جگہ تبرکًا بذکر صالحین اتباع اکثر ائمہ حدیث متقدمین لکھا ہے نہ یہ کہ
مین معتمد ہون اسکی صحت اتصال پر بلکہ یہ منقطع ہے اور یہی میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ یعنی شیخ
ابن حجر کا قول ہے کہ کسی طریقہ مین یہ ثابت نہین ہوتا اور نہ کوئی خبر صحیح یا حسن یا ضعیف کی
روایت آئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خرقہ بر صورت متعارفہ حضرات صوفیہ کسی
صحابی کو پہنایا ہو نہ آپنے کسی صحابی کو اسکے پہنانے کا حکم دیا اور جو کوئی اس بارہ مین صریح
روایت بیان کرے وہ باطل ہے اور اس کا جھوٹ اور بہتان ہے اور جو یہ ہے کہ حضرت
امیر کرم اللہ وجہہ نے خواجہ حسن بصری کو خرقہ پہنایا تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ ائمہ حدیث کے
نزدیک حضرت حسن کا سننا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت نہین ہے چہ جائیکہ خرقہ پہنانا
سخاوی کہتے ہین کہ اس امر مین یہ رائے تنہا میرے شیخ ہی کی نہین ہے بلکہ اُن کے پہلے
بھی ایک جماعت کا یہی قول تھا جسے مین نے ایک جزو خاص مین جو اپنے اسانید مین لکھا
ہے بیان کیا ہے اور مقاصد حسنہ مین ہے کہ حدیث لبس خرقہ صوفیہ اور حضرت حسن بصری
کا پہننا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن دحیہ اور ابن الصلاح کے نزدیک باطل ہے اور
یہی قول ہمارے شیخ کا بھی ہے اور یہ رائے کچھ اُنھین کی تنہا نہین ہے بلکہ ایک جماعت
کی رائے یہی ہے مثل دمیاطی اور ذہبی اور ہکاری اور ابی حیان اور علائی اور مغلطائی
اور عراقی اور ابن الملقن اور ابناسی اور برہان حلبی اور ابن ناصر الدین کی جنھون نے اسکے
متعلق تحریرات لکھے اور اسکو علیحدہ بھی بیان کیا ہے انکے علاوہ ہمارے اصحاب اور دوسرون نے بھی کہ جو بہت ہین
لکھا ہے اور اس سبکو مین نے ایک علیحدہ رسالہ اور حنفیہ تعلیقات مین داخل کر دیا ہے اور جو کہ مین نے خود بعض جماعت
اصحاب متصوفہ کو اُن لوگون کے کہنے سے بوجہ تبرک کے پہنایا ہے اُس شخص کی اتباع [illegible] نے اس امر کو
حفاظ متقدمین سے ثابت کیا ہے کعبہ شریفہ کے سامنے بیٹھکر پہنایا ہے شیخ قسطلانی کہتے ہین کہ سخاوی کا قول
سماع حضرت خواجہ حسن بصری کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انکی ذہن مین وہ بعین کافی [illegible]
لکھی ہین مین کہتا ہون کہ حافظ ابن حجر نے خود ہی سماع حضرت حسن بصری کو ترجیح دی ہے اور [illegible] ثابت
کیا اور اس سماع کو انھون نے اطراف مختارہ مین لکھا ہے جیسا کہ سیوطی نے اتحاف الفرقہ مین

رجحان اثبات کے بیان کے بعد لکھتے ہین کہ اسی کو ضیاء مقدسی نے مختارہ مین ترجیح دی
ہے اور ان کا قول ہے کہ حسن بن ابی الحسن بصری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور
بعضے کہتے ہین نہین سنا ہے اور اسی کی متابعت حافظ ابن حجر نے اطراف مختارہ مین کی ہے
لیکن پھر انھون نے بعد کو ان کے سماع کو ترجیح دیکر اسکی تصحیح کی ہے اور سیوطی نے بھی وجوہ
مرجحہ سماع بیان کیے ہین جو ان کو دیکھنا چاہے وہ فتاوی سیوطی مین دیکھ سکتا ہے اور سیوطی
نے پہلے اس بارہ مین ایک رسالہ اتحاف الفرقہ نام لکھا تھا پھر اسکو اپنے اس فتاوی مین جس کا
نام الحاوی للفتاوی ہے شامل کردیا غرضکہ لبس خرقہ حضرت حسن بصری ایک جماعت اہل اللہ
نے روایت کیا ہے جنمین سے اکثر وہ لوگ بھی ہین جو فقہ و تصوف و حدیث کے جامع تھے
خود علامہ شیخ ابن حجر فتاوی حدیثیہ مین لکھتے ہین کہ حضرت حسن بصری کی حضرت علی کرم اللہ
وجہہ سے سماع مین اختلاف ہے اکثر نے تو انکار کی ہے اور ایک جماعت نے ثابت کیا
ہے سیوطی لکھتے ہین کہ میرے نزدیک بھی راجح ہے حافظ ضیاء الدین مقدسی اور شیخ الاسلام
حافظ ابن حجر نے اطراف مختارہ مین بھی اسکو بچند وجوہ ثابت کیا ہے اول وجہ یہ کہ
مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے دوسرے یہ کہ حضرت حسن بصری جب پیدا ہوئے تو اسوقت
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے دو برس باقی تھے اور وہ ساتوین برس
جب سن تمیز کو پہونچے تو برابر نماز جماعت مین آیا کرتے تھے اور شہادت حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ تک انھین کی اقتدا مین نماز پڑھتے رہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اس زمانہ مین مدینہ
طیبہ ہی مین تشریف رکھتے تھے اور وہ بھی ہر فرض نماز کی جماعت مین تشریف لایا کرتے تھے
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک وہ بھی کہین اور تشریف نہین لے گئے حضرت
حسن بصری کا سن اسوقت چودہ برس کا تھا تو کیونکر ان کی سماعت کی انکار حضرت جناب
امیر کرم اللہ وجہہ سے کی جا سکتی ہے درانحالیکہ آپ ان کے ساتھ ہر روز پانچون وقت مسجد مین
نماز جماعت مین سات برس تک شریک ہوا کیے علی بن المدینی کا قول ہے کہ حضرت
حسن بصری نے جناب امیر کرم اللہ وجہہ کو مدینہ مین دیکھا لڑکپن کی حالت مین اور اس سے
جزم کرتے ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام ہر روز ازواج مطہرات کے پاس تشریف لیجاتے
تھے انھین مین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھین اور حضرت حسن بصری معہ اپنے والدہ کے
انھین کے گھر مین رہتے تھے کیونکہ انکی والدہ ان کی لونڈی تھین اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ان کو حضرات صحابہ کی خدمت مین برکتہً بھیجا کرتی تھین چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت
مین جب یہ گئے تو اُنھون نے ان کو یہ دعا دی کہ یا اللہ اسکو دین کا عالم اور محقق کر اور لوگون
کا محبوب بنا اس امر کو مزی نے لکھا اور عسکری نے روایت کیا ہے اور مزی نے تہذیب
مین بھی ابی نعیم کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بصری سے کسی نے کہا کہ جب
آپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی نہین تو پھر قال رسول اللہ کیون کہتے ہین آپنے
فرمایا کہ مین جس بات مین یہ لفظ کہتا ہون تو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے
کہتا ہون اور کیا کرون کہ ایسے وقت مین ہون کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام ہی نہین لے سکتا
اور وہ حجاج کا زمانہ تھا تو یہان تو خود حضرت حسن بصری کے ارشاد سے اُن کی روایت حضرت
امیر علیہ السلام سے ظاہر ہو گئی تو اب کوئی وجہ خلاف و ضلالت کی باقی نہین رہی اور یون زمانے
کی بات ہی دوسری ہے پھر حافظ ابن حجر نے بہت سی حدیثین وہ لکھی ہین جنھین حضرت
حسن بصری کی روایت جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے بعضی روایات وہ ہین جن کے
راوی ثقات لوگ ہین اور حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ مین نے حضرت جناب امیر علیہ السلام
سے سنا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے مثل امتی مثل المطر الحدیث[1]
اور حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ یہ حدیث مسند ابو یعلی مین بھی بروایت حوثرہ بن اشرس
آئی ہے اور وہ کہتے تھے کہ مجھ سے بیان کی عقبہ بن ابی صہبا باہلی نے اور وہ کہتے تھے
کہ مین نے سنا حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو کہ فرماتے تھے کہ مین نے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مثل امتی مثل المطر الحدیث
محمد بن حسن صیرفی شیخ الشیوخ کہتے تھے کہ یہ نص صریح حضرت حسن بصری کی سماع مین حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے ہے اور اس حدیث کی رُوات ثقہ ہین اور حوثرہ کی توثیق ابن حبان نے
کی ہے چنانچہ کتاب الثقات مین اُن کا قول ہے کہ حوثرہ بن اشرس عدوی ابو عامر اہل بصرہ
سے تھے اور وہ حماد بن سلمہ اور بصرہ والون سے روایت کرتے تھے اُن کا انتقال
سنہ دو سو اکتیس مین ہوا اور یہ حوثرہ بن اشرس بن عون بن مجشر بن حجیلین بن ربیع عدوی تھے
ان سے ابن حبان نے اپنی صحیح مین بھی احتجاج کیا ہے اور عقبہ کی توثیق امام احمد بن حنبل اور
ابن معین نے بھی کی ہے کہ جو بقول محدثین تنقید رجال مین بہت سخت تھے اور ابن حبان نے

[1] میری امت کی مثال بارش کی سی ہے آخر حدیث تک ۱۲

ثقات مین لکھا ہے کہ عقبہ بن صہیب ابن ابی الصہبا ابا ہلی اہل بصرہ سے تھے اور وہ سالم اور حجاز والون اور حسن اور ابن سیرین سے روایت کرتے تھے اور اُن سے زید بن حباب اور ابوالولید طیالسی روایت کرتے ہین ابن ابی حاتم کتاب الجرح والتعدیل مین ان کے حال مین لکھتے ہین کہ ابو حزیم بصری سالم اور نافع سے روایت کرتے ہین اور اُن سے زید بن حباب اور ابوالولید روایت کرتے ہین اور ابو سلمہ کہتے تھے کہ مین نے اپنے والد سے بھی یہی سُنا ہے اور علاء بن عبدالرحمن سے معتمر بن سلیمان اور ابو داؤد طیالسی روایت کرتے تھے اور ابو عمر خوصی کی روایت تھی کہ مجھ سے محمد بن عوف حمصی کہتے تھے کہ امام احمد بن حنبل کا گمان یہ تھا کہ عقبہ بن ابی الصہبا شیخ صالح تھے اور یہی قول اُن کے والد کا بھی تھا کہ جنھون نے اسحاق بن منصور سے اور انھون نے یحیی بن معین سے سُنکر کہا تھا کہ عقبہ بن ابی الصہبا ثقہ ہین اور مین نے اپنے والد سے ان کے متعلق پوچھا تھا تو اُنھون نے کہا کہ وہ سچے اور عقبہ اصم سے زیادہ معتبر تھے اور انھین سے امام احمد نے مسند مین احتجاج کیا ہے تو یہ حدیث مسلسل بائمہ اہل بصرہ ہوئی اور زیادہ تحقیق اس کی اور مقامات پر بھی ہے یہان اُس سب کے نقل کرنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی خلاصہ یہ کہ یہ حدیث حضرت حسن بصری کے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے سماعت پر دلیل جلیل ہے حضرت مولانا عبدالعلی بحرالعلوم شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین کہ منکرین نفی پر گواہ ہین اور پھر اسپر متفق ہین کہ حضرت حسن بصری اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونون مدینہ مین ایک مدت تک رہے تو باہم ملاقات نہونا بہت بعید معلوم ہوتا ہے پھر اصحاب سلاسل نے اسناد متصلہ نقل کیے ہین کہ جنکے اتصال مین کوئی شک نہین تو اُنپر طعن کرنے پر تو کوئی مسلمان جرأت نہین کرسکتا اور جو جرأت کرے وہ اسکی کم عقلی اور بیوقوفی ہے کیونکہ یہی سندین حد تواتر تک پہونچ چکی ہین اور اسکے راوی سب اولیا صاحب کرامات ہین لہذا اسمین شک کرنا سخت ذلت ہے اور یہ تو ترجیح صدر دل کے ہوا ہے اب سخاوی کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکو پہننا نا کسی صحابی کو یا حکم دینا کسی صحابی کو اسکے پہنانے کا اس صورت متعارفہ حضرات صوفیہ پر کہین نہین آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے اگرچہ نفی کیفیت مخصوصہ معمولہ حضرات صوفیہ معلوم ہوتی ہے لیکن مطلقاً کیفیت مخصوصہ کی نفی نہین ہوتی کیونکہ آنحضرت نے حضرت علی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے

عمامہ باندھا اور حضرت عباس اور ان کے صاحبزادہ کے بھی تو کیفیت مطابقاً پہنانیکی
ثابت ہے اور اس کا جواز بھی عمامہ اور دبنجانیہ وغیرہ کے ساتھ تو نفی کیفیت مذکورہ کوئی
نقصان دہ نہین ہے اسواسطے کہ اس سے صرف نفی اصل الباس کی بغیر اس کیفیت کی
ظاہرا نہین معلوم ہوتی ہے شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف مین لکھتے ہین کہ
یہ امر مخفی نہین کہ خرقہ پہننا اس ہیئت پر کہ جیسا اس زمانہ مین معمولات مشائخ سے ہے
زمان برکت نشان حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین نہ تھا اور یہ ہیئت اور اجتماع اُسکے
لیے اور اُس کا معتبر جاننا بزرگان دین کے مستحسنات سے ہے پھر بھی ان کا یہ قول بعد
تحریر حدیث ام خالد کے ہے کہ جو مثبت اصل پہننے کی ہے تو معلوم ہوا کہ اس خاص صورت
سے نہونا یہ منافی اصل لبس کے نہین ہے اس کے علاوہ آنحضرتؐ کے لباس کا متعدد
مختلف کیفیتون سے ثابت ہوا ہے اور وہی اسکی دلیل ہے کہ اس امر مین گنجایش ہے
کچھ کیفیت مخصوصہ مین منحصر نہین ہے نہ خاص کپڑون اور نہ عورت و مرد و چھوٹے اور بڑے
کے ساتھ کیونکہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کو پہنانا اور حضرت ابن عوف کے عمامہ باندھنا یا مرضِ اُمّ ِ
کو سیاہ کملی اپنے ہاتھ سے دیکر فرمانا کہ ابلی واخلقی ثابت ہے اور حضرت ابن عباس سے
بھی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ دوشنبہ کی صبح کو تم اپنے
بیٹے کو لیکر آؤ تو مین تمھارے لیے برکت کی دعا کرون اللہ تم کو اُس سے نفع دیگا چنانچہ
حضرت عباس فرماتے تھے کہ صبح کو مین اپنے لڑکے کو لیکر حضرت کے حضور مین حاضر ہوا
اور آپنے ہم کو کملی اُڑھائی اور فرمایا کہ یا اللہ عباس اور اُن کے لڑکے کو مغفرت ظاہر و باطن
عطا کر جسکے بعد پھر کوئی گناہ نہو اور اُن کے اور ان کے بیٹے کو محفوظ رکھ ترمذی کہتے ہین کہ
یہ حدیث حسن غریب ہے سوا اس طریقہ کے روایت کے اور کسی طرح سے مجھے نہین معلوم
ہوئی اور رزین عبدری نے اس دعا کے آخر مین اتنی عبارت اور بڑھا دی ہے کہ انکی
اولاد مین خلافت باقی رکھ علامہ ابن جوزی اپنی کتاب تلبیس ابلیس مین جند مباحثہ کے
مرقعہ صوفیہ پر لکھتے ہین کہ صوفیہ نے اپنی طور پر یہ راے قائم کر لی ہے کہ مرقعہ نہین پہننا چاہیے
سوا شیخ کے ہاتھ سے اور اسکی سند مین متصل کہتے ہین حالانکہ یہ کذب محال ہے جیسا کہ سکو
محمد بن طاہر نے اپنی کتاب مین لکھا ہے وہ ایک باب باب لبسۃ فی لبس الخرقۃ مین ...

سلہ [illegible]

کے الفاظ سے علحدہ کردیا ہے تو گویا انھون نے اسکو سنت قرار دیا ہے اور اسپر ام خالد کی
حدیث سے حجت لاتے ہین کہ آنحضرتؐ کی خدمت مین ایک بار ایک کپڑا آیا جسین سیاہ
دھاریان تھین آپ نے سب لوگون سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم لوگون کے خیال مین یہ
کس کو دینا مناسب ہے حاضرین خاموش رہے تب آپنے فرمایا ام خالد کو بلاؤ وہ بلائی گئین
آپنے اپنے دست مبارک سے وہ اُن کو پہنادیا اور فرمایا ابلی واخلقی ابن جوزی کہتے تھے کہ
حضرت نے اُن کو اس واسطے وہ کپڑا پہنایا کہ وہ لڑکی تھین اور اُن کے باپ خالد بن سعید
بن العاص تھے اور ان ہیمنہ بنت خلف وہ حبشہ ہجرت کرگئی تھین وہان ام خالد پیدا ہوئین
جب وہ مدینہ مین ان کو لیکر آئین تو حضرت نے اُن کی صغر سنی کی وجہ سے بہت اُنکی خاطر مدارات
کی یا کچھ ہوا ہو مگر یہ فعل سنت نہین ہوسکتا نہ حضرت کی عادت الباس کی تھی اور نہ کسی
صحابہ و تابعین کی اور صوفیہ کے نزدیک بھی پہنایا جانا صغیر و کبیر کو سنت نہین نہ یہ کہ خرقہ
سیاہ ہو یا مرقعہ ہو یا بے سلا کپڑا پھر کیون نہ خرقہ سیاہ کو سنت قرار دیا گیا جیسا کہ حدیث ام خالد
مین مروی ہے مین کہتا ہون کہ صوفیہ کے نزدیک یہ سنت نہین ہے کہ خرقہ مرقعہ ہی ہو
بلکہ مسنون وہ لباس ہے جو مناسب اور اصلح بحال مرید ہو دفع شہرت در یا و سمعہ
و زینت کی غرض سے **فائدہ** ابلی اخلقی ابلی بفتح ہمزہ و سکون با موحدہ امر ہے ابلا سے
اور اسی طرح اخلقی امر ہے اخلاق سے ان دونون کے معنے بوسیدہ اور پرانا کرنے کے
ہین یعنی پہن اور پھاڑ کر اتار عرب اسکو دعا سے درازی عمر کے لیے کنایۃً بولتے ہین یعنی
تو اتنا زندہ رہ کہ یہ کپڑا پورانا ہو کر پھٹ جائے اور ایک روایت مین اخلفی فا کے ساتھ
آیا ہے اور وہ بنسبت اخلاق بالقاف بہتر ہے کیونکہ اس مین تاکید لازم آتی ہے اسلیے
کہ ابلا و اخلاق دونون ایک معنی مین ہین مغائرت لفظی کی وجہ سے عطف جائز ہوا ہے
اور جب اخلفی ہوگا تو معنی اسکے یہ ہونگے کہ اسکو پھاڑ کر اتار اور اسکے عوض دوسرا پہن اور
اسی کی موید ابی نضرہ والی حدیث ہے جیسا کہ سابقاً بیان ہوا کذا فی فتح الباری اور یہی
حدیث سنن ابی داؤد مین بھی ابی نضرہ نے ابی سعید خدری سے روایت کی اُس مین یون
ہے کہ ابو نضرہ کہتے تھے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت تھی کہ ان مین جب کوئی
شخص نیا کپڑا پہنتا تو اُس سے کہا جاتا ابلی ویخلف اللہ تعالیٰ یعنی اُس کو تو پورانا کر اور
اللہ اسکے عوض تجھکو اور نیا کپڑا پہنائے شیخ تقی الدین کہتے تھے کہ بعضے مشائخ نے

پس خرقہ کی اصل اسی حدیث سے نکالی ہے اور اُن کی مراد بعضے سے شیخ شہاب الدین سہروردی ہین کہ جنھون نے عوارف مین لکھا ہے کہ اصل خرقہ پہننے کی اسی حدیث سے ہے اور خرقہ کے پہننے سے مراد شیخ و مرید مین باہمی رابطہ ہے شیخ مرید مین اپنا تصرف ظاہر کرنے کے لیے پہناتا ہے تو خرقہ پہننا اللہ و رسول کے حکم مین تفویض و تسلیم کی علامت ہے اور سنت مبایعت کا زندہ کرنا اور شیخ تقی الدین کا قول ہے کہ خرقہ پہننا اس وضع پر کہ جسکو اس زمانہ کے مشایخ نے معتبر جانا ہے یہ زمانہ حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین نہ تھا اور مین نے بعض مشایخ کو دیکھا ہے جو خرقہ پہنانے کو ضروری نہین جانتے تھے البتہ مرید کو سلوک کراتے تھے اور ایک گروہ سلف صالح بھی خرقہ پہنانے کو ضروری نہین جانتے تھے اور نہ مریدون کو پہناتے تھے تو جو لوگ پہناتے ہین اُن کا بھی مقصد صحیح ہے کیونکہ اسکی اصل سنت سے ہے اور شاہد بھی شرع مین موجود اور جو خرقہ نہین پہناتے یہ اُن کی راے ہے کیونکہ مشائخ کے معمولات بیشتر صدق و صواب اور نیک نیتی سے خالی نہین ہوتے ہین انتہی

مختصراً لذا فی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد للشیخ جلال الدین السیوطی حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مین لکھتے ہین کہ حق وہ ہے جو سہروردی کا قول ہے اگرچہ محققین اہل حدیث اس اتصال کی حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرتے ہین باینہمہ برابر وہ پہنتے اور پہناتے رہے ہین کیونکہ اسکی اصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اسکو شیخ ابو القاسم جنید بغدادی اور اُن کی صحبت والون سے منسوب کرتے رہتے ہین واللہ اعلم اور صاحب فصوص الآداب نے حدیث عبا سے خرقہ صوفیہ پر استدلال کیا ہے اور اس کساء ام خالد کو اصل سلسلہ خرقہ قرار دی ہے اور حضرت شیخ نجم الدین کبری کا قول لکھا ہے کہ انھون نے اس امر کو اخبار صحیحہ سے نقل کرکے لکھا ہے کہ حقیقت خرقہ کی یہی ہے کیونکہ یہ سالک تطہیر اور تنویر مین شامل ہونے کی علامت ہے نفحات مین شیخ سعد الدین فرغانی کے حال مین لکھا ہے کہ اُنھون نے اپنی کتاب منہاج العباد سے بیان المعاد مین اپنے خرقہ کی نسبت کو شیخ شہاب الدین سہروردی تک بیان کرکے کہا کہ شیخ نے نسبت خرقہ کو حضرت جنید تک پہونچا کر اُس سے زیادہ نہین بیان کی ہے کیونکہ حضرت جنید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک صحبت تھی خرقہ نہ تھا اور شیخ مجد الدین بغدادی اپنی کتاب تحفۃ البررہ مین لکھتے ہین کہ خرقہ متصل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک بحدیث

متصل صحیح کیونکہ آنحضرت نے خرقہ جناب امیر علیہ السلام کو پہنایا اور انھون نے حضرت حسن بصری
اور کمیل ابن زیاد کو اور اُنھون نے حضرت عبدالواحد بن زید کو اور انھون نے شیخ ابو یعقوب
سوسی کو تا آخر سلسلہ کبرویہ فرغانی کہتے تھے کہ اس بیان پر خرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تک متصل ہو جاتا ہے سیوطی زاد المسیر مین لکھتے ہین کہ ابن الصلاح کا قول ہے کہ خرقہ پہننا
عبادت ہے اور بعضے مشایخ اسکی اصل سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے لیتے ہین یعنی
ام خالد کی حدیث سے پھر اس کی تفصیل بیان کی ہے جو بخاری مین روایت ہوئی اگرچہ وہ
حاکم کی رائے کے خلاف ہے پھر سیوطی کہتے ہین کہ مین نے خرقہ کی ایک اصل اور سنت
سے استنباط کی ہے جو پہلے سے بھی واضح تر ہے پھر عمامہ باندھنے کی حدیث ابی داؤد اور
بیہقی کی روایت سے بیان کر کے کہا کہ اس سے استدلال خرقہ پر زیادہ مناسب ہے
واللہ اعلم قناشی کہتے ہین کہ یہ ٹھیک ہے اور حدیث ام خالد سے استدلال الباس خرقہ
کے لیے زیادہ مناسب ہے بہ نسبت استدلال بحدیث ابن عوف کے لیکن اس خبر سے
استدلال کہ جو مین نے جامع کبیر اور فتاوی سیوطی سے نقل کی ہے یعنی حدیث حضرت علی
ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پہنانے کی وہ اس استدلال سے بھی انسب ہے کیونکہ
یہ امر ظاہر ہے کہ تمام سلاسل حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی طرف منتہی ہوتی ہین ابن عوف کیطرف
نہین ہوتی شیخ محمد عابد سندی کا بھی یہی قول ہے کہ حدیث ام خالد استدلال کے لیے
اولی ہے کیونکہ آنحضرت کا الباس ان کو بموجودگی جماعت عظیم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
کے ہوا تھا مین کہتا ہون کہ ابن عوف کے عمامہ باندھنا بھی بحضور شیخین اور مہاجرین کے
تھا جیسا کہ دارقطنی نے افراد مین روایت کیا ہے اور ابن عساکر کی ایک روایت مین اور
ابو نعیم کی روایت معرفت مین اور بزاز کی روایت مسند مین اور محمد بن عمر بن اسحاق کی روایت
مین کہ وہ گیارہ آدمی تھے جنمین خلفاے اربع بھی تھے اور حضرت امیر علیہ السلام کو عمامہ
عنایت کرنا خیبر بھیجتے وقت یہ بھی ایک مجمع کثیر مین تھا اور استدلال حضرت امیر علیہ السلام
کے عمامہ عنایت کرنے پر خم غدیر کے دن سب سے اولی اور اعلی ہے کیونکہ وہ بھی جماعت
کثیر صحابہ کے سامنے ہوا تھا قناشی کہتے ہین کہ حدیث عبدالرحمن ابن عوف سے مطلقاً اصل
الباس کا اثبات ہے اور یہ کہ وہ سنت مشروعہ اُس شخص کے لیے ہے جو حضرات اکابر
سے اپنے متبعین کے ساتھ اس کا تابع ہو اور اُس کے علاوہ والی صورتین اخص ہین

واللہ اعلم شیخ احمد حضرمی معروف بہ زروق قواعد الطریقہ مین لکھتے ہین کہ الباس خرقہ اور مناولت سبحہ اور سجادہ اور مصافحہ اور مشابکہ یہ سب علم روایت سے ہے پر کہ اس سے کوئی حال مقصود ہو تو وہ اسی شخص خاص کے لیے ہوگا اور الباس خرقہ کا ان احادیث سے ثبوت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ کو پہنانے کے بارہ مین آئی ہین سیر الاولیا مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۳۴۴ مین ہے کہ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مین نے بخط شیخ شہاب الدین سہروردی لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اُنھون نے خرقہ پہنانے کو ذکر کیا ہے مگر الباس خرقہ کو حضرت جنید تک لکھا ہے بعد اُسکے صحبت پر اختصار کیا ہے اور دور مشائخ خرقہ کو منسوب ایک کے بعد دوسرے کی طرف کرتے ہین اور اس نسبت خرقہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچاتے ہین اور شیخ سہروردی نے حدیث ام خالد پر اعتبار کیا ہے اور مشائخ کے خرقہ پہنانے مین دو طریقہ ہین ایک طریقہ حسنیہ منسوب حضرت حسن بصری کی طرف اور دوسرا طریقہ کمیلیہ منسوب حضرت کمیل ؓ ابن زیاد کی طرف حضرت حسن بصری ؓ کا خرقہ تو مشہور ہے اور حضرت کمیل ؓ نے پہنایا خواجہ عبدالواحد بن زید کو اُنھون نے ابو یعقوب سوسی کو اُنھون نے ابو یعقوب نہرجوری کو اُنھون نے ابو عبداللہ بن عثمان کو اُنھون نے ابو یعقوب طبری کو اُنھون نے ابو القاسم بن رمضان کو اُنھون نے ابو العباس بن ادریس کو اُنھون نے داؤد بن محمد معروف بخادم الفقرا کو اُنھون نے محمد بن مالک کو اُنھون نے اسمٰعیل قیصری کو اُنھون نے ابو الجناب احمد بن عمر خیوقی کو اُنھون نے اِس فقیر کو اور بخط حضرت سلطان المشائخ یہ بھی نقل ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ سنت اللہ اس امر پر جاری ہے کہ کوئی چیز عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف بلا واسطہ نہین آتی ہے حضرت ابی ہریرہ[1] در زمان خیبر مین مسلمان ہوے اور تین برس آنحضرت کی خدمت مین رہے اور اُنکی روایت بھی اور لوگون سے کہ جو عمر بھر رہے زاید ہے اور آنحضرت کا ان کو ایک کملی پہنانا،

---

[1] حضرت ابی ہریرہ بعد اندلس سے تھے سال خیبر مین ہو ساتون سال ہجرت کا تھا مسلمان ہوے [illegible] حضرت [illegible] ن کا انتقال مدینہ مین سنہ ۵۷ھ مین اٹھتر برس کی عمر مین ہو [illegible] وہ بقیع مین دفن ہوے اور بعضے کہتے ہین [illegible] انتقال ہوا اور ان پر نماز جنازہ ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے جو اس وقت امیر مدینہ تھے پڑھی [illegible] اور تقریب التہذیب میں [illegible] وفات سنہ ۵۷ھ لکھا ہے وہ بقیع مین دفن ہوے [illegible] برس کی [illegible] سال عمر شریفہ حضرت نبوی کا ہوتا ہے اور غزوہ خیبر محرم سنہ ۷ھ مین ہوا تھا اور آنحضرت [illegible] مین جولائی اس حساب سے اُن کی صحبت کا زمانہ تین برس کی [illegible] ہوتا ہے ۱۲ منہ

مشہور ہے جو واسطے علیہ کہ اس ملک مین تھے اُن کی انکار کیسے ہو سکتی ہے یا جو اسرار
اس خرقہ مین امانت تھے کہ جو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنایا ان کی انکار کیسے
ممکن ہے۔ عوارف مین ہے کہ خرقہ کا سر یہ ہے کہ طالب صادق جب شیخ کامل کی صحبت مین
داخل ہوتا ہے اور اپنے آپ کو مثل لڑکے کے باپ کے ہاتھ مین سپرد کر دیتا ہے تو شیخ
اسکی پرورش اپنی اس علم سے کرتا ہے جسمین وہ مستمد حق سے بصدق افتقار و حسن استقامت
ہوتا ہے اور چونکہ وہ اپنی بصیرت سے بواطن پر مطلع ہوتا ہے اس لیے کبھی مرید کو موٹے کپڑے
پہناتا ہے جیسے متقشفین متزہدین کے کپڑے ہوتے ہین اگرچہ اس ہیئت مین بھی اُس کے
نفس مین ایک خواہش پوشیدہ رہتی ہے وہ یہ کہ اپنے آپ کو نظر زہد سے دیکھتا ہے
حالانکہ وہ چاہتا ہے کہ اچھا لباس پہنے اور نفس کو اُس کی خواہش اور اختیار کے
موافق عمدہ اور نفیس اور چست کپڑے پہنائے تو شیخ ایسے شخص کو وہ کپڑے پہناتا ہے
کہ جس سے اسکی خواہش ٹوٹے اور کبھی مرید ایسی تقطیع خاص بھی رکھتا ہے جس سے نفس
خوش ہو تو اسکو شیخ وہ کپڑے پہناتا ہے جس سے نفس اپنے عادات اور خواہشات سے علیحدگی
اختیار کرے اور شیخ کا تصرف ملبوس مین بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ مطعومات وغیرہ مین
غرضکہ شیخ جیسا بواطن و اختلاف استعدادات کو دیکھتا ہے ویسا مریدین کو اُن کے امور معاش
و معاد مین بمناسبت وقت حکم دیتا رہتا ہے لہذا بوجہ تنوع استعدادات کے مراتب دعوت بھی
مختلف ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ تو حکمت ایک خاص مرتبہ ہے دعوت مین اور موعظۃ بھی اور مجادلہ
بھی شیخ ہی جانتا ہے کہ کون ابرار کی وضع پر ہے اور کون مقربین کے اور کس مین صلاحیت
دوام ذکر کی ہے اور کس مین نہین اور کس مین صلاحیت مواظبت صلوٰۃ کی ہے اور کس مین
نہین ہے اور کس کو کپڑا کیسا پہننا چاہیے مختصر مفید یہ کہ شیخ پر واجب ہے کہ مرید کو اسکے
عادات اور ہواے نفسانی سے نکالے اور اپنے اختیار سے اُسے کھلائے پلائے
پہنائے اور رجوات اُسکے لیے مناسب ہو وہ کرے اور مقصد اس سے یہ رکھے کہ اُسکو اُس کے
اختیار و خواہش سے نکال کر مقام رضا تک پہونچا دے تو جس مرید صادق کا باطن آتش ارادت
سے پہلے جل چکا ہوتا ہے اسکی مثال بارگزیدہ کی ایسی ہوتی ہے جو جھاڑ پھونک اور علاج پر

سلہ ادع ۔ ب کی راہ پر حکمہ و باتین اور نصیحت کرکے اور الزام دے ان کو جسطرح بہتر ہو ۱۲ منہ

حریص ہوتا ہے اور جب اُسکو شیخ کامل مل جاتا ہے اور وہ اُسکے باطن سے صدق محبت
کی خوشبو پاتا ہے اور شیخ اُسکی باطن کو صدق محبت کی خوشبو پاتا ہے تو اسوقت شیخ جو خرقہ مرید کو
پہناتا ہے وہ خرقہ ہوتا ہے جسکو مرید پیر کی عنایت سمجھکر اُس سے خوش ہوتا ہے اور وہ
خرقہ اُسکے ساتھ وہی کرتا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام
کے ساتھ کیا تھا نقل ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ مین ڈالے گئے تو ان کے سب
کپڑے اتار ڈالے گئے اسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حریر جنت کا ایک کرتہ لاکر آپ کو
پہنا دیا وہ کرتہ حضرت کے پاس رہا جب آپ کا انتقال ہوا تو وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو
ملا اُن کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو آپنے اُس کا ایک تعویذ سلوا کر حضرت یوسف
علیہ السلام کے گلے مین ڈالدیا جب وہ کنوئین مین ڈالے گئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے
آکر وہی تعویذ اُن کے گلے سے کھول کر اور اُس سے کرتہ نکال کر اُن کو پہنا دیا مجاہد سے مروی
ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ عالم تر بچے تھے مگر یہ نہین جانتے تھے کہ اُن کا کرتہ
حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کیسے واپس دیگا لیکن چونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا کرتہ تھا اسوجہ سے جب اُن سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ اپنا کرتہ بھیجیو اسمین
خوشبوے جنت ہے جو بیمار یا مبتلا سونگھے گا وہ صحیح و تندرست ہو جاویگا تب اُنھوں نے
وہ کرتہ بھیجا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی عود کر آئی ابن قتیبہ کو ابن ابی حاتم نے
مطلب بن عبد اللہ حنطب سے موقوفاً روایت کیا ہے اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس
سے مرفوعاً کچھ زائد الفاظ مذکورہ سے جیسا کہ دُر ر مین ہے صاحب عوارف کہتے ہین خرقہ
مرید صادق کے لیے خوشبوے جنت سونگھا ہوا ہوتا ہے جو پیرا سکے صحبت یاب ہونے
اور پاس صحبت سے معتبر جاننے کے اور خرقہ پہننے کو وہ اپنے واسطے اللہ تعالیٰ کی عنایت
اور فضل سمجھتا ہے قشاشی کہتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہنانا چھوٹے اور بڑے اور
مرد اور عورت کو کیفیات مختلفہ ثابت ہوا ہے تو اُس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس مین
گنجایش ہے اور جس طرح اللہ نے آنحضرت کو نور باطن دکھا دیا کہ کون شخص کس حال اور
کس کپڑے کے لائق ہے اسیطرح شیخ جو وارث نبی ہے اُسکو بھی اللہ تعالیٰ نور ولایت
ہر شخص کا حال اور زمان و مکان جو اُسکے لائق ہوتا ہے دکھا دیتا ہے اور اسمین شک نہین
کہ حالات باختلاف اشخاص و زمان و مکان مختلف ہوتے ہین اسی وجہ سے شیخ کو دیدہ

جو دولت اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا ہوتا ہے اپنے تابعین کی رعایت کرتا ہے
جیسا کہ اُن کے حال اور زمان ومکان کے موافق دیکھتا ہے اور وہ ان سب مین سنت کا
بالکسی خاص کیفیت مین حصر کے متبع ہوتا ہے اور سب سے بڑھکر اعلی اور عمدہ دلیل الباس
خرقہ کے بارہ مین یہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اپنی وفات شریف سے کے
بعد ایک جماعت اولیاء اللہ کو ثابت ہے چنانچہ شیخ الاسلام محدث فقیہ ابو البیان نبا بن
محمد بن محفوظ قرشی دمشقی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری مین خرقہ پہنایا تھا اور وہ
ایک مدت تک اُن کے پاس باقی رہا لوگ اُس کی زیارت کرتے تھے اور اُسکو متبرک جانتے
تھے اور یہ خبر ممالک مصر وشام مین بہت مشہور ہے اور اس کے راوی جمہور محدثین حفاظ اور
مشاہیر صوفیہ محققین تھے اور انھین مین سے امام احمد ابو الفتوح حافظ نور الدین صوفی بھی تھے
جیسا کہ انھون نے اپنے رسالہ جمع الفرق لرفع الخرق مین لکھا ہے اور انھین مین شیخ ابو اسحاق
ابراہیم متبولی تھے جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً خواب پھر بیداری دونون مین خرقہ
پہنایا اور اُن کے رفیق شیخ علی خواص تھے کہ ان کا انتقال نہین ہوا جب تک کہ انھون نے
خرقہ لیکر پہنا نہین اور وہ روزانہ پچاس ہزار بار درود شریف آنحضرت کی روح پر فتوح
پر بھیجتے تھے اور اسکے راوی شیخ عبد الوہاب شعرانی بھی ہین اور انھین مین سے شیخ المحققین
شمس الواصلین دوہ عمر روشنی تھے جیسا کہ اسکے راوی شیخ ابراہیم کردی ہین اور شیخ
شمس الدین محمد بن محمود خوارزمی حنفی کہتے تھے کہ مین سنہ ۷۶۰ھ سات سو ساٹھ مین مدینہ منورہ
مین تھا میری عادت تھی کہ بعد نماز صبح کے مین مسجد نبوی مین بیٹھا رہتا تھا اور ذکر وتلاوت
قرآن طلوع آفتاب تک کیا کرتا تھا ایک بار بیسوین رجب کو اپنی عادت کے موافق بیٹھا تھا
کہ یکایک نیند کے غلبہ سے سو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے سامنے تشریف
لاکر فرماتے ہوئے کہ تو ننگے سر ہے پھر اپنے سر مبارک سے طاقیہ سفید اتار کر مجھے عطا کی اور فرمایا

سے شیخ تاج الدین سبکی طبقات کبریٰ مین لکھتے ہین کہ یہ شیخ گروہ بیانیہ تھے جو دمشق مین انکی طرف منسوب ہے
شیخ حدیث سنی شیخ ابو الحسن علی بن [illegible] شیخ ابو الحسن علی بن احمد بن قبیس [illegible] اور ان سے روایت کی شیخ یوسف
[illegible] قاضی اسعد بن [illegible] و فقیہ احمد عراقی و شیخ عبد الرحمن بن الحسن بن عبد اللہ [illegible] وغیرہ نے وہ امام عالم عابد
[illegible] اور فقیہ اور شاعر تھے اُن کے بہت سے اشعار و تصانیف مفیدہ ہین اور مناقب کثیرہ اور فضائل شہیرہ اور
[illegible] یاد کیا کرتے [illegible] دمشق مین [illegible] سبکی نے انکی ملاقات کا قصہ حضرت خضر علیہ السلام
[illegible] کہ ان کی وفات [illegible] ربیع الاول [illegible] باب الصغیر مین دفن ہوئے [illegible]

اسے یہیں سے میں نے عرض کیا کہ آپ پہنا دیں آپنے اپنے دست مبارک سے میرے سر پر پہنا کر
برابر کر دی جب میں بیدار ہوا تو اپنے کو روتا ہوا پایا دیکھا تو طاقیہ سر پر ویسی ہی رکھی ہوئی
ہے اسکے راوی سید محمد بن عبداللہ ملقب بشاہ عالم محبوب. میں نے اپنے والد قطب العالم
شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن قوام سے نیز شیخ ابوبکر بن ہوارا کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ارشاد سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خرقہ پہنایا اور اسکو انھوں نے
بیداری میں پایا چنانچہ وہ طاقیہ شیخ ابن ہوارا نے اپنے مرید شیخ ابو محمد شنبکی کو دی اور انھوں نے
اپنے مرید شیخ ابوالوفا کو اور انھوں نے اپنے مرید شیخ علی بن ہیتی کو اور انھوں نے اپنے
مرید شیخ علی بن ادریس کو پھر ان کے بعد وہ کھو گئی چنانچہ یہ قصہ مفصل اوپر بیان ہو چکا ہے[۱]
صاحب بہجۃ الاسرار کہتے ہیں کہ مجھ سے شیخ صالح فقیہ ابو محمد عبدالحمید بن شیخ ابی حفص عمر
بن شیخ عبدالحمید بن شیخ ابی بکر بن عبدالحمید بن ابی بکر شیبانی سنجاوی نے بیان کیا اور
ان سے ان کے والد نے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے سنا اپنے دادا شیخ ابوبکر سے کہ وہ
کہتے تھے کہ میں نے شیخ علی بن وہب کی اقتدا میں چالیس برس تک نماز پڑھی بارہا
ان سے میں نے ان کے ابتدا حال کو پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں ابتدا میں پڑھتا
تھا اور اس مسجد میں عبادت کرتا تھا جو مدرسہ کے باہر ہے ایک رات کو ایک بار سو رہا
تھا کہ خواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ حق سے
مجھے حکم ہوا ہے کہ میں یہ طاقیہ تم کو پہنا دوں یہ کہکر آپنے آستین سے طاقیہ نکال کر میرے
سر پر رکھ دی میں جاگ پڑا دیکھا تو طاقیہ میرے سر پر رکھی تھی بعد اسکے وہی پورا قصہ
شیخ ابوبکر بن ہوارا کے حال میں گذرا ہے نقل کیا ہے اور صاحب بہجۃ الاسرار کہتے ہیں
کہ مجھ سے بیان کیا ابو محمد حسن ابن ابی القاسم احمد بن محمد بن ابی الفتح نصر بن احمد
بن محمد بغدادی حربی نے کہ جنکے دادا ابن قوتا مشہور تھے وہ کہتے تھے کہ میں نے
اپنے والد سے سنا اور وہ اپنے والد سے نقل کر کے کہتے تھے کہ میں نے شیخ ابو عبداللہ
محمد بن احمد نجی بغدادی کی ایک برس تک خدمت کی ایک روز میں نے ان سے
انکا ابتدائی حال پوچھا انھوں نے نہیں کہا پھر میں نے ایک سال اور انکی خدمت
کی پھر پوچھا تب بھی انھوں نے چھپایا پھر سال بھر اور خدمت کی جب اسکے بعد پوچھا

۱؎ یعنی پہلی جلد میں حضرت شیخ علی بن ہیتی کے حال میں ۔

انھون نے کہا کہ تم میرا حال کیون پوچھتے ہو وہ مین نے اب تک کسی سے کہا ہی نہین خیر
اب اس شرط پر کہتا ہون کہ تم میری زندگی بھر کسی اور سے نہ کہنا جب مجھ سے یہ اقرار
لے لیا تو بولے کہ جوانی مین مین بلخ سے بغداد اس غرض سے آیا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی
زیارت کرون جب مین یہان پہونچا تو آپ کو مدرسہ مین عصر کی نماز پڑھتے دیکھا اور اس سے
قبل مین نے کبھی آپ کو نہین دیکھا تھا نہ آپنے مجھے جب آپ نے سلام پھیرا اور لوگ
آپ کی طرف سلام کرنے کو جھکے تو مین نے بھی بڑھ کر مصافحہ کیا آپ میرا ہاتھ پکڑ کر مسکرائے
اور فرمایا مرحبا اے بلخی اے محمد اللہ نے تیرا مرتبہ مجھے دکھا دیا اور تیری نیت کا علم دیا یہ آپکا
ارشاد کیا تھا گویا زخمی کی دوا اور بیمار کی شفا تھی بوجہ شدت رعب اور خوف کے مین رونے
اور سارے بدن سے کانپنے لگا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر جوڑ مین شوق و محبت بھر گیا اور خلق سے
وحشت معلوم ہونے لگی اور مین نے اپنے مین ایک ایسی بات پائی جسکو زبان سے کسی طرح
بیان نہین کرسکتا تھا وہ حالت بڑھتے اور قوی ہونے لگی پھر ایک مرتبہ اندھیری رات مین
بیٹھا وظیفہ پڑھتا تھا کہ یکایک میرے قلب سے دو شخص ظاہر ہوے جن مین سے
ایک کے ہاتھ مین پیالہ اور دوسرے کے ہاتھ مین ایک خلعت تھا خلعت والے نے
کہا کہ مین علی بن ابی طالب ہون اور یہ شخص ملائکہ مقربین مین سے ہے اور یہ پیالہ
شراب محبت کا ہے اور یہ خلعت رضا ہے پھر حضرت نے وہ خلعت مجھے پہنائی اور دوسرے
شخص نے پیالہ دیا اسی وقت ایک ایسی روشنی ہوئی کہ جس سے مشرق اور مغرب سب
روشن ہوگئے جب مین نے وہ پیالہ پیا تو تمام اسرار غیب اور مقامات اولیاء اللہ اور دیگر
عجائب مجھپر کھل گئے اور منجملہ واقعات کے یہ بھی ہے کہ سید محمد غوث کتاب الرجات مین
لکھتے ہین کہ اکابر اہل برزخ کے ایک گروہ جیسے ابی یزید بسطامی اور شیخ محی الدین جیلی اور
شیخ شہاب الدین سہروردی وغیرہ سے منقول ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین حاضر ہوے اور آپ نے اُن کو خرقہ پہنایا کذا فی سمط المجید پھر سید محمد غوث
اپنے اوراد مین لکھتے ہین کہ وہ حضرت شیخ فرید کی زیارت سے مشرف ہوے اور انھون نے
ان کو اپنا خرقہ پہنایا اور حضرت مخدوم جہانیان کے ملفوظ مین ہے کہ ان کو خواب مین
حضرت شیخ ابو الفتح رکن الدین نے اپنی ٹوپی دو مرتبہ پہنائی اور دونون بار جاگنے
کے بعد انھون نے وہ ٹوپیان اپنے سر پر پائین اور ایک مدت تک وہ ٹوپیان باقی رہین

لطیفہ نقشاشی کہتے ہین اور انھین کے تابع شیخی کردی بھی ہین کہ خرقہ پہنانے اور ذکر سکھانے کے نہ مشہور ہونے کا سبب اوائل اہلحدیث کے نزدیک یہ ہے کہ یہ ایک امر مخصوص حق عزیمت کے خواص اہل سلوک سے تھا جو اپنے احوال اور اعمال کی طرف زیادہ مائل تھے نہ روایت احادیث اور نقل احکام شریعۃ مطہرہ کی طرف جن کا عموم و شہرت ضروری ہو چنانچہ شداد ابن اوس کی حدیث سے اسکی تصریح معلوم ہوتی ہے اور وہی حدیث ہے جسکو امام احمد نے اپنی مسند مین روایت کرکے لکھا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی حکم بن نافع ابوالیمان نے اور اُن سے اسمعیل بن عیاش نے اور اُن سے راشد بن داؤد نے اور اُن سے یعلی بن شداد نے اور وہ کہتے تھے کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ شداد بن اوس نے اور عبادہ بن صامت بھی وہان موجود تھے وہ اسکی تصدیق کرتے جاتے تھے وہ کہتے تھے کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر تھا آپنے فرمایا کہ تم مین کوئی غریب یعنی اہل کتاب تو نہین ہے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوئی نہین ہے تب آپ نے دروازہ بند کرنے کا حکم دے کر فرمایا کہ اپنے ہاتھون کو اٹھاؤ اور لا الہ الا اللہ کہو سب نے اپنے ہاتھ تھوڑی دیر اٹھائے پھر حضرت نے اپنا دست مبارک رکھکر فرمایا کہ الحمد للہ اے اللہ تو نے مجھے اس کلمہ کی اشاعت کے لیے بھیجا اور اسی کے ساتھ حکم دیا اور اسی پر تو نے جنت کا مجھ سے وعدہ فرمایا اور تو وعدہ خلافی نہین ہے پھر فرمایا کہ تمکو خوشخبری ہو کہ اللہ عزوجل نے تمکو بخشا اس حدیث کی سند سلسلہ شامیین سے ہے اور حکم نے احتجاج کیا ائمہ ستہ نے اور یعلی سے بھی حدیث نقل کی ایک گروہ ثقات نے اور اسی کی توثیق ابن حبان نے کی ہے اور اسی سے احتجاج کیا ابوداود و ابن ماجہ نے منذری ترغیب مین لکھتے ہین کہ حسن اور اسمعیل باتفاق ہر جرح و تعدیل اہل شام مین بڑے پیشوا سمجھے جاتے تھے اگرچہ اس مین بعض متاخرین بمتابعت ابی اسحق فزاری مخالف ہین مگر اور تمام محققین نے اسکی رد کی ہے بلکہ بعضے مدت اور ثقہ کہا ہے اور راشد کو اگرچہ دار قطنی نے امام بخاری کی متابعت سے ضعیف کہا ہے لیکن اس سے کیا ہوتا ہے کیونکہ سب سے بڑے جہ نقاد رجال ابن یعنی ابن معین و دحیم [illegible] نے ان کو ثقہ کہا ہے اور اسی سے احتجاج نسائی نے بھی کیا ہے باوجود یہ کہ وہ [illegible] ابن حبان کتاب الثقات مین لکھتے ہین کہ انھین سے روایت کی اہل شام و [illegible]

وغیرہ نے تو ابن حجر کا بمتابعت ان دونون کے یہ کہنا کہ لہ او ہام معتبر نہین ہے اور انھون
نے خود اور طرق حدیث مین یعلی سے حدیث بیان کرنیکی تصریح کردی ہے توجس شخص کا یہ
قول ہے کہ ان دونون راویون کے درمیان نافع ہے یہ باطل ہے اسی وجہ سے مزی نے
بھی اسکی تزئیف کی ہے طبرانی کہتے تھے کہ مجھ سے حدیث بیان کی احمد بن عبدالوہاب بن نجدہ
حوطی نے کہ جو ثقہ اور سچے اور شیوخ نسائی سے تھے وہ کہتے تھے کہ مجھ سے میرے باپ نے
بیان کیا اور وہ بھی ثقہ تھے اور ان سے ابوداؤد و نسائی نے بھی احتجاج کیا ہے وہ کہتے
تھے کہ مجھ سے اسمعیل بن عیاش نے بیان کیا اور اُن سے راشد بن داؤد نے اُن سے
یعلے بن شداد بن اوس نے اسی حدیث کو اور اسمین یہ بھی ہے کہ عبادہ بن الصامت اُسکی
تصدیق کرتے جاتے تھے اور وہ حدیث یہی ہے کہ کیا تم مین کوئی اہل کتاب ہے لوگون نے
کہا نہین یا رسول اللہ تا قول والنک یعنی حدیث بیان کی مجھ سے احمد بن المعلے دمشقی اور
حسین ابن اسحق تستری نے اور یہ دونون حافظ بلکہ شیوخ نسائی سے تھے یہ دونون
کہتے تھے کہ ہم سے بیان کیا ہشام بن عمار نے اور وہ بخاری کے شیوخ سے تھے اور
اُن سے بیان کیا عبدالملک بن محمد صنعانی نے جو ثقہ تھے تقریب مین ہے کہ وہ لین الحدیث
تھے مگر اُن سے احتجاج چارون محدثین نے سوا ترمذی کے کیا ہے اور بزار اپنی مسند مین
لکھتے ہین کہ مجھ سے حدیث بیان کی عمر بن الخطاب سجستانی نے اور اُن سے حسن بن علی سکونی
نے اور اُن سے اسمٰعیل بن عیاش نے اسی حدیث کو مگر اُس مین یون ہے کہ ہم نے
بیعت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا تم مین کوئی غریب یعنی اہل کتاب ہر گز نہین
پھر سب وہی بیان ہے جو امام احمد کے بیان سے سابقاً معلوم ہوا اور ہاتھ رکھنا اور الحمدللہ
کہنا یہ کچھ نہین ہے بزار کہتے تھے کہ اس حدیث کو مین نہین جانتا کہ ان اسناد کے سوا اور
سندون سے بھی روایت کی گئی ہو لیکن اور سندون سے بھی روایت کی گئی ہے جیسا کہ
ابھی بیان ہوا تو یہ صحیح ہے اسمین سوا اسے راشد ثقہ ہے ائمہ کے نزدیک اور کوئی نہین
جو متہم بستم ہوا اور عمر ثقہ اور سچے اور شیوخ ابوداؤد اور ایک جماعت محدثین سے تھے ابن
حبان نے بھی اُن کو ثقات مین لکھا ہے اور یہ بھی لکھا کہ مستقیم الحدیث تھے اور حسن بھی
ثقہ تھے اور حمص کے رہنے والے ان کو بھی ابن حبان نے ثقہ لکھ کر لکھا ہے کہ اُن سے
روایت کی یعقوب بن سفیان فارسی نے اور کسی بات کا زیادہ ہونا ثقہ کے بیان سے

باتفاق ائمہ مقبول ہے اور سیوطی نے اُسکو حاکم کی طرف منسوب کیا ہے جمع الجوامع مین قشاشی
کہتے ہین کہ حضرت کا اُس پوچھنے کے بعد دروازہ بند کرنے کا حکم دینا یہ اسبات پر
تنبیہ ہے کہ یک امر خاص ہے جسکو اجنبی کے سامنے نہین کرنا چاہیے اور یہ بھی غیر طالبین
جو طالبین کے ایسے یا اُن کے قلب پر نہون اُن کو اسوقت خاص مین طالبین کے پاس نہ
جانا چاہیے وہ اہل کتاب ہون یا کوئی اور تاکہ طالبین کو تشویش نہو کیونکہ اجنبی شخص جب
اپنے مخالف بات اُن طالبین سے دیکھے گا تو اُس کے خیالات بدلین گے اور اُس کے
تغیر سے اُن کی کیفیتون مین قبض آجائے گا تو برکت ذکر جو مطلوب ہے جاتی رہے گی اور اس حدیث
مین بھی اشارہ ہے کہ اس طرح تلقین کرنے والا اس طریقہ خاص سے اُس راہ کو چلنا چاہتا ہے
جسمین اسرار وہبی ہوتے ہین اور اس تلقین کا منشا یہ ہے کہ وہ اُسی کو سکھلائے جائین جو
صاحب حفظ و امانت ہو کیونکہ اسرار سوا اہل کے اور کسی کو نہین بتائے جاتے اور یہ تلقین
اُس تلقین عام کی طرح نہین ہے جو مستفاد اُس حدیث شریف سے ہوا کہ امرت ان اقاتل
الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ یہ حدیث صحیح بلکہ متواتر اہل حدیث کے نزدیک ہے جیسا کہ سیوطی
نے لکھا ہے کیونکہ اس سے مقصود دروازہ اسلام کا کھولنا ہے اسی وجہ سے وہ کلمہ تلقین کیا جاتا
ہے چاہیے مشرکین کے سامنے صف قتال ہی مین کیون نہو اور وہ اس لیے ہے تاکہ کلمہ
پڑھنے والا اُس حصن الٰہی مین داخل ہو جائے جسمین داخل ہونے والے کے لیے عذاب الٰہی
سے نجات حاصل ہے و اللہ اعلم بالصواب الحاصل حضرات صوفیہ کے معاملات مخصوصہ اس
باب مین ہین جو کتب معتبرہ مین تلاش سے مل سکتے ہین و باللہ التوفیق اب مین بعد تمامی
مختصر کلام خرقہ کے سلسلہ حضرت غوث مآب اور اُن کے حضرات مرشدین کے ذکر بہار سے
پردہ گوش سامعین کو مثل پردہ گل کے رنگین کرتا ہون ؎

از دگر خاک سر کوئے شما بود	ہر زمان کہ در دست نسیم سحر افتاد

فائدہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہونیکے بیان مین

علامہ ابن جوزی مقدمہ صفوۃ الصفوۃ مین اور ان کے تابعین عراقی اور محمد شیرازی و مستغفری
اور سخاوی اور محمد بن یوسف دمشقی وغیرہ حضرت سفیان سے روایت کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے

سلہ مین حکم دیا گیا ہون لوگون سے لڑائی کرنے پر جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہین۔

کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے اور اسی کو حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کتاب العلم
اور کتاب الاستغنا رمین اپنے شیخ سفیان بن سعید ثوری کی طرف منسوب کیا ہے اور صاحب
مجمع الاحباب امام عبد اللہ بن المبارک کی طرف منسوب کرتے ہین ابن الصلاح کا علوم حدیث
مین قول ہے کہ ہم نے اسکو روایت کیا ہے ابی عمرو اسمعیل بن نجید سے اور وہ کبار شیوخ
حاکم وغیرہ سے تھے علامہ سبکی طبقات مین لکھتے ہین کہ اُن کے بارہ مین حاکم کا قول ہے کہ یہ
زاہد اور عالم اور شیخ وقت تصرف و عبادت و معاملت مین اور خراسان مین مستند سے تھے
اور ان سے روایت حدیث کرتے ہین انکے پوتے ابو عبد الرحمن سلمی اور ابو عبد اللہ حاکم
اور ابو نصر احمد بن عبد الرحمن صفار اور عبد القاہر بن طاہر فقیہ اور ساعد بن محمد قاضی
اور ایک جماعت مثل ابی سعد احمد بن محمد مالینی اور ابی الفضل محمد بن احمد جارودی اور ابی
حازم عمر بن احمد عبدوی کے اور سب سے آخر مین ابو حفص عمر بن المسرور اور انھون نے
حاکم کے حال مین لکھا ہے کہ انھون نے صحبت اُٹھائی گروہ صوفیہ مین ابو عمر ابن نجید
اور جعفر خلدی اور ابو عثمان مغربی اور ایک جماعت کی اور اسمعیل بن نجید اجل اصحاب
عبد اللہ بن امام احمد سے تھے ابن الصلاح کہتے تھے کہ مجھ سے بیان کیا ابی عمر ابن اسمعیل
بن نجید نے کہ مین نے ابو جعفر ابن حمدان سے پوچھا کہ مین کس نیت سے حدیث لکھا کرون
انھون نے کہا کہ الستم تروون عند ذکر الصالحین تتنزل الرحمۃ یعنی کیا تم نے روایت نہین
کیا کہ اولیاء اللہ کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے انھون نے کہا ہان کہنے لگے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو راس الصالحین سے تھے ملا علی قاری کہتے تھے کہ اگر لفظ
تروون روواۃ سے جو مشتق روایت سے ہے تو یہ فی الجملہ دلالت کریگا کہ یہ حدیث ہے اور اسکی
اصل بھی ہے اور اگر تروون رویت سے بصیغہ معروف یا مجہول ہو تو یہ دلالت حدیث ہونے
پر نہ کریگا کیونکہ اُسکے معنی یہ ہونگے کہ کیا اعتقاد و رگمان نہین کرتے ہو علامہ سیوطی اور
سخاوی وغیرہما نے بمتابعت ائمہ کے اثبات وجود اہمال مین لکھا ہے کہ اس کلام کی شہرت
ائمہ اعلام مین یہ بہت بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ اس حدیث کی اصل اصیل ہے کیونکہ اس
امر مین محض رائے سے نہین کہا جا سکتا اور حضرت امام غزالی نے بھی اسکو خبر کرکے لکھا ہے
تو غالباً اُن کو اسکا حدیث ہونا معلوم ہوا ہوگا اور شیخ ابن العربی نے کوکب دُری مین اسکو
اثر کر کے لکھا ہے اور شیخ الاسلام ہروی کے طبقات مین ہے کہ شیخ بغداد امام محمد بن منصور

طوسی صوفی محدث استاد حافظ عثمان بن سعید دارمی ایک جماعت مین وعظ کہہ رہے تھے
جس مین کچھ ذکر فرقہ ملامتیہ کا چھڑا کسی نے کہا کہ ہم کو اس ذکر سے کیا فائدہ تب امام نے فرمایا کہ
صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے اُنھون نے اتنا کہا تھا کہ فوراً بغیر ابر آئے
پانی برسنے لگا تب لوگون نے کہا کہ یہ صورت اُنھین معانی فالحنہ کی تھی اور اس سے بلا ابر
آئے پانی برسا تو رحمت نازل وہی معانی ہوئے اور اسی جگہہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ
دیلمی کی روایت جو معاذ سے مرفوعاً ہے کہ انبیا کا ذکر عبادت ہے اور صالحین کا ذکر کفارہ ہے تو
اس حدیث کی بھی اصل ہے اگرچہ اس مین بعضے راوی ایسے بھی ہین جن کے متعلق لوگونکو
اعتراضات ہین اور اُسی سے اسامی متبرکہ حضرات مشائخ طریقت کے پڑھنے کا بھی مستحسن
ہونا پایا جاتا ہے اسانید حقیقیہ معروفہ سے جسکو عرفاً شجرہ کہتے ہین صاحب تاریخ نیشاپور
لکھتے ہین کہ حضرت امام علی رضا بن حضرت امام موسی الکاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت
امام محمد باقر بن حضرت علی زین العابدین بن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم جب نیشاپور مین
تشریف لائے تو آپ روئے مبارک پر نقاب ڈالے استر شہبا پر سوار بازار مین تشریف لیجاتے
تھے حافظ ابو زرعہ اور محمد ابن اسلم طوسی معہ اور اہل علم و حدیث کے حضرت کے تشریف لانیکی
خبر سنکر شوق زیارت مین دوڑ پڑے آپ راہ مین ملے سب نے عرض کیا کہ اے سید جلیل آپ کو
اپنے آبا اطہرین اور اسلاف اکرمین کی قسم ہمکو اپنا روئے مبارک کھلائیے اور کوئی حدیث
اپنے جد سے بواسطہ اپنے اکابر کے بیان فرمائیے تاکہ ہم اُسکو یاد کر کے اُس کے ذریعے سے آپکی
یادرکھین آپنے غلامون سے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ اور خود ٹھہر کر نقاب اپنے رُخ دلکش ماہ و آفتاب
سے اُٹھا کر سب کی آنکھون کو اپنے طلعت زیبا سے نور و سرور بخشا لوگون نے زیارت کی وان
دو گیسوؤن کو کہ آپکے دوش مبارک پر لٹکتے تھے دیکھا کوئی رو دیا اور کوئی ہائے وائے
کرنے لگا اور کوئی خاک پر لوٹتا اور کوئی خچر کے سمون کو بوسہ دیتا غرض سب مین ایک کہرام
پڑ گیا اور میدان قیامت کا نقشہ نگاہون مین پھر گیا جب لوگون کے ہائے وائے مین
زیادتی ہوئی تو سب علما نے بلند آواز سے لوگون سے کہا کہ چپ رہو اور اپنے نفع کی بات
سنو بالجملہ ابو زرعہ رازیؒ اور محمد بن سلم طوسیؒ نے روبرو حاضر ہو کر اپنی خواہش عرض
کی حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے والد امام
موسی کاظمؑ نے اپنے والد امام جعفر صادق سے اُنھون نے اپنے والد امام محمد باقرؑ سے اُنھون نے

اپنے والد امام علی زین العابدینؓ سے اُنھون نے اپنے والد حضرت شہید کربلاؑ سے اُنھون نے اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے حبیب اور میری آنکھ کی پتلی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ سے بیان کیا جبرئیل علیہ السلام نے اور جبرئیل علیہ السلام سے حضرت ربّ العزت جل جلالہ نے کہ کلمہ لا اِلٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے تو جس نے یہ کہا وہ میرے قلعہ مین آگیا اور جو میرے قلعہ مین آگیا وہ میرے عذاب سے بے ڈر ہو گیا پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے نقاب ڈال لیا اور تشریف لے گئے راوی کہتے تھے کہ بعد اُس کے جو لکھنے والون کا شمار کیا گیا تو بیس ہزار سے زاید نکلے حضرت شیخ ابو القاسم قشیری فرماتے تھے کہ یہ حدیث اسی سند سے بعض امراء سامانیہ کو پہونچی تو اُنھون نے آب زر سے لکھوا کر وصیت کی کہ یہ میری قبر مین رکھدیجائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اُس امیر کو مرنے کے بعد کسی نے خواب مین دیکھا تو پوچھا کہ حق تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا اُس نے کہا کہ مجھے بخش دیا لا اِلٰہ الا اللہ کے کہنے اور محمد رسول اللہ کی تصدیق سے اسکو مناوی نے شرح جامع صغیر مین اور اور لوگون نے بھی نقل کیا ہے صواعق محرقہ مین ہے اسناد اس حدیث کے بطریق حضرت امام علی بن موسیٰ رضا مسلسل انکے آباء کرام علیہم السلام تک کے لکھا ہے کہ امام احمد کہتے تھے کہ اگر یہ اسناد مجنون پر پڑھے جائین تو وہ اسی وقت اچھا ہو جاوے اور ایک روایت مین ہے کہ اگر مجنون پر پڑھے جائین تو اُسکو افاقہ ہو جائے اور بیمار پر تو وہ شفا پا جائے اور حاکم نے تاریخ نیشاپور مین اس سند سے جسمین کوئی جرح نہین محمد بن عبداللہ بن طاہرؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین اپنے باپ کے سرہانے کھڑا تھا اور اُن کے پاس احمد بن حنبلؒ اور اسحق بن راہویہ اور ابو الصلت ہروی بھی تھے تو میرے والد نے کہا کہ تم مین سے کسی کو کوئی حدیث بیان کرنا چاہیے تو ابو الصلت بولے کہ یہ حدیث بیان کی مجھ سے حضرت علی بن موسیٰ رضاؓ نے اپنے آباء کرام کی سند سے حدیث الایمان قول وعمل کو حاضرین مین سے بعضون نے کہا کہ یہ اسناد کیا چیز ہین میرے والد نے اُن سے کہا کہ یہ مجنون کا ناس ہے جب اُسکو سونگھایا جائے تو وہ اچھا ہو جائے ــــ

از رہگذر خاک سر کوئے شما بود
ہر نافہ کہ دردست نسیم سحر افتاد

وصل شیوخ طریقت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے حالات مین

شیخ عبدالوہاب شعرانی طبقات کبریٰ مین شیخ محمد حنفی شاذلی کے حال مین اُن کے ایک کلام کے ضمن مین لکھتے ہین کہ ایک بار حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کا شیخ کون ہے فرمایا کہ پہلے میرے شیخ شیخ حماد دباس رح تھے اور اب مین دریاے نبوت اور فتوت دونون سے سیراب ہوتا ہون شیخ ابوالحسن شاذلی رح سے لوگون نے پوچھا کہ آپ کا شیخ کون ہے اُنھون نے کہا کہ پہلے تو میرے شیخ شیخ عبدالسلام بن مشیش رح تھے اور اب مین دس دریاؤن سے سیراب ہوتا ہون جنمین پانچ سماوی اور پانچ ارضی ہین اس جگہ سے بعض لوگ بھٹک گئے ہین کہ شیخ ابوالحسن کا مرتبہ علی ہے مگر جاننا چاہیے اصول مین سب محققون کا قول ہے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ ہی کا مقام اعلیٰ ہے اور کتاب نشر المحاسن الغالیہ فی فضل مشائخ الصوفیہ واصحاب مقامات العالیہ مین ہے کہ مناقب شیخ مین ایک جماعت نے مشائخ اکابر وعلما و افاضل سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے اپنی مجلس وعظ مین یہ فرمایا کہ قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ اور اُس وقت مجلس مین عامہ مشائخ عراق جو کہ ایک شخص کے نزدیک پچاس سے زائد تھے تو اُسی وقت روے زمین پر کوئی باقی نہین رہا جس نے اپنی گردن نہ جھکا دی ہو سوا ایک مرد اصفہانی کے کہ جس نے گردن نہین جھکائی تو حال اُس کا سلب ہوگیا یہ بھی دلیل قوی آپ ہی کی فضیلت کی ہے کما لا یخفی وہذا ہوالحق عندی شیخ ملا جیون امیٹھوی اپنی بعضے مصنفات مین لکھتے ہین کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد شیخ ابی صالح موسیٰ جنگی دوست سے خرقہ پہنا اور اُنھون نے اپنے والد سید عبداللہ سے اُنھون نے اپنے والد سید یحییٰ زاہد سے اُنھون نے اپنے والد سید محمد سے اُنھون نے اپنے والد سید داؤد سے اُنھون نے اپنے والد سید عبداللہ سے اُنھون نے اپنے والد سید موسیٰ الجون سے اُنھون نے اپنے والد ابی عبداللہ محض سے اُنھون نے اپنے والد حضرت امام حسن مثنیٰ رض سے اُنھون نے اپنے والد حضرت امام حسن علیہ السلام سے اُنھون نے اپنے والد حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اسی کو صاحب تاریخ اولیا نے بھی آپ کا سلسلہ علویہ کرکے لکھا ہے۔

سلہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے سنہ ۵۰ جیسا کہ پوشیدہ نہین اور یہی مرے نزدیک حق ہے

محدث دہلوی انتباہ میں لکھتے ہیں کہ بعضے حضرت غوث پاک کا استفاضہ اپنے والدین سے
مسلسل اُن کے آبا و کرام تک لکھتے ہیں تو اسمیں نظر ہے اس واسطے کہ کوئی قرینہ اس پر قائم
نہیں ہوتا کہ تربیت باطنی آپکی اس طرح پر ہوئی ہو واللہ اعلم اور اگر ایسا ہوتا تو آپ ضرور اسکی
روایت کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور نہ کسی نے آپ کے اصحاب اور اولاد سے اسکی روایت
کی اور نہ اون لوگوں نے جنہوں نے آپکے مناقب اور اقوال جمع کیے مثل قطب قسطلانی اور
ابی الحسن لخمی اور مجد شیرازی اور یافعی اور ابن الملقن وغیرہ کے اگر یہ ہوتا تو یہ لوگ ضرور لکھتے
البتہ بعضے مشیخین نے اسکو لکھا ہے اور ان سے بعضے متاخرین نے بھی بسبب حسن ظن کے
قبول کر لیا ہے اسکی کچھ ضرورت نہ تھی بلکہ بہتر تو یہ تھا کہ جو اس سے زیادہ عالی ہے وہ روایت کیا
جاتا وہ یہ کہ آپکو بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نعمت ملی اور جناب امیر کرم اللہ وجہہ
سے بیداری اور مشافہ میں جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں ہے کہ مجھکو خبر دی فقیہ ابو الفتح نصر اللہ بن
قاسم بن یوسف بن خلیس بن احمد ہاشمی بغدادی کرخی نے بمقام قاہرہ سنہ چھ سو ستر ہجری میں
اور ان سے قاضی القضاۃ ابو صالح نصر بن حافظ تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق نے بمقام
بغداد سنہ چھ سو تیس میں اور ان سے اُن کے والد اور چچا سید عبد الرزاق اور سید
عبد الوہاب اور عمر بن کیمانی اور بزاز نے بمقام بغداد سنہ پانسو نوے ہجری میں کہ ہم نے
حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ سے سنہ پانسو ترپن میں سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ میں نے
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہ شنبہ سترھوین شوال سنہ پانسو اکیس میں ظہر کے
بعد دیکھا آپنے مجھسے فرمایا کہ اے بیٹے تو کیوں نہیں وعظ کہتا میں نے عرض کیا کہ میں عجمی
ہوں فصحاے بغداد کے سامنے کیسے زبان کھول سکتا ہوں تب آپ نے فرمایا کہ منہ کھول میں نے
منہ کھولا آپنے سات مرتبہ اپنا لعاب دہن اسمیں ڈال دیا اور فرمایا کہ وعظ کہو اور لوگوں کو خدا کی
راہ پر حکمت اور موعظہ حسنہ سے بلاؤ میں ظہر پڑھ کر اسیوقت بیٹھ گیا بہت سے لوگ جمع ہو گئے
میں نے اول کہنا چاہا منہ سے بات نہ نکلی پھر میں نے جناب امیر کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ وہ
اسی جگہ میرے سامنے کھڑے فرما رہے ہیں کہ تم وعظ کیوں نہیں کہتے میں نے عرض کیا کہ میں تو
کہنا چاہتا ہوں مگر کیا کروں بات ہی نہیں نکلتی فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا آپ نے چھ بار
اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا تب میں نے عرض کیا کہ آپ نے سات بار کیوں نہیں
لعاب دہن ڈالا فرمایا بوجہ ادب رسول اللہ صلعم کے پھر آپ میری نگاہ سے غائب ہو گئے

مین نے دیکھا کہ غواص فکر دریائے قلب مین معارف کے موتیون کے حاصل کرنیکے
لیے غوطہ لگاتا اور اُن کو نکال کر سینے کے کنارہ پر لاتا ہے اور دلال ترجمان زبان
اُن کی خریداری کی ندا کرتا ہے اور اُن کو بیش قیمت چیز سے جو حُسن طاعت ہے خریدتا ہے
اُن گھرون مین جنکے متعلق اللہ نے اجازت دی بلند کرنے کی یہی آپ کا پہلا کلام تھا جو آپنے
اُس روز کرسی پر فرمایا اور اس کی سند یقینی جید ہے اسی وجہ سے اس روایت کو
شیخ الاسلام حافظ سراج الدین عمر بن علی انصاری فقیہہ شافعی معروف با بن الملقن نے
جو اجل شیوخ حافظ ابن حجر سے تھے طبقات الاولیا اور کتاب مناقب شیخ عبدالقادر مین
بیان کیا ہے اور اُن سے سیوطی نے بھی تنویر الحلک فی امکان رویۃ الجن و النبی و الملک
مین نقل کیا ہے اور اُن کے علاوہ اور لوگون نے بھی آپ کے ان شیوخ طریقت
کے حالات لکھے جاتے ہین جنکو صاحب بہجۃ الاسرار و صاحب قلائد الجواہر نے ذکر کیا ہے
یا اور کتب معتبرہ سے جن کا پتہ چلتا ہے

ذکر حضرت شیخ تاج العارفین ابو الوفا محمد بن محمد بن زید حلوانی مشہور بکاکیس رضی اللہ عنہ

آپ سردار مشائخ عراق اور اپنے وقت کے مشاہیر بزرگون سے تھے ریاست تصوف
آپ ہی کی ذات پر منتہی ہوتی تھی آپ سے اکثر مشائخ عراق جیسے شیخ علی بن لہیتی
اور شیخ بقا بن بطو اور شیخ عبدالرحمن طفسونجی اور شیخ مطر باذرانی اور شیخ ماجد کردی
اور شیخ احمد بقلی یمانی وغیرہم مستفید ہوے آپ کا کلام حقائق مین بہت عالی ہوتا تھا
اور آپ کے چالیس خادم صاحب حال تھے نقل ہے کہ جب وقت آپ کے شیخ حضرت ابو محمد شنبکی
نے آپ سے عہد لیا تو کہا تھا کہ آج میرے جال مین ایک ایسی چڑیا پھنسی ہے کہ ویسی کسی
بزرگ کے جال مین نہین پھنسی آپ ابتدا راہزنی کیا کرتے تھے اس سے توبہ کرنے کا
سبب یہ ہوا کہ ایک روز آپ ایک تاراج مین گئے اور وہان مویشی پکڑ لیے اور وہ تاراج
شیخ ابو محمد شنبکی کے پڑوسیون کی بستی پر تھا انہون نے آکر شیخ کی خدمت مین فریاد کی کہ ہمارے
مویشی کوئی شخص پکڑ لے گیا ہے اور ہم اُس تک جا نہین سکتے آپ نے خادم سے کہا کہ تو جا

اور اُس لے جانے والے سے کہہ کہ تمھین شیخ ابو محمد شبنکی بلاتے ہین آؤ اور آکر توبہ کرو
اور اُن سب کے مویشی پھیر دو جب خادم وہان گیا اور انھین اُس نے دیکھا تو وہ بیہوش
ہو گیا جب افاقہ ہوا تو دیکھا کہ اُس کا سر اُن کے زانو پر رکھا ہے آپنے اُس خادم سے پوچھا کہ
تجھ سے شیخ نے کیا کہا تھا وہ بولا کہ انھون نے کہا تھا کہ توبہ کرو اور مویشی اُن کے مالکون کو
پھیر دو تب انھون نے جواب دیا کہ اچھا مین توبہ کرتا ہون اور سر آسمان کی طرف اُٹھا کر
کہا کہ قسم ہے تیری زندگی کی کہ اب مین توبہ کرتا ہون بعد اس کے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے
اور مویشی جنکے سبکے تھے اُن کو واپس دیدیے اور خادم سے کہا کہ تو چل اور شیخ سے
عرض کر کہ وہ آتا ہے خادم نے آکر شیخ سے عرض کیا حاضرین کہنے لگے کہ وہ آچکے شیخ نے
کہا نہین ابوالوفا ضرور آئے گا جبتک نہ بولے گا اتنے مین آپ آگئے شیخ نے اُٹھکر آپ سے
معانقہ کیا اور منھ لیا پھر اپنا لباس پہنا کر اپنے قریب بٹھایا جب ظہر کا وقت آیا اور موذن
نے اذان دی تو انھون نے عرض کیا کہ ٹھہریے عرش کا مرغا اذان دیلے شیخ نے فرمایا
کہ کیا تم عرش کے مرغ کی آواز سنتے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہان مین تیس برس سے
سنتا ہون تب شیخ نے کہا کہ اے ابوالوفا اللہ نے تیرے علم کا پردہ کھولدیا اب تم جاؤ اور وعظ
کہو آپ وہان سے بغداد آئے اور منادی غیب نے آسمان سے ندا دی کہ اے لوگون کے
پاس جاؤ اسی وقت سے آپ کی طرف رجعیت شروع ہوئی مشائخ بطائح کہا کرتے تھے کہ
مجکو اُس شخص سے تعجب معلوم ہوتا ہے جو شیخ ابوالوفا کا نام لیتا ہے یا اللہ کا نام لیتا ہے
یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور اپنا ہاتھ منھ پر نہین پھیرتا ہے تو وہ ہیبت
کی وجہ سے منھ کے بجلی گرکیون نہین پڑتا **نقل** شیخ عزاز کہتے تھے کہ مین نے ایک بار حضرت رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا کہ آپ شیخ ابوالوفا کے بارہ مین کیا فرماتے
ہین آپ نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین اُس شخص کے بارہ مین کیا کہون گا جسپر خدا قیامت
کے دن مجھکو فخر اور ناز ہوگا **نقل** آپ سے منقول ہے کہ آپ نجیبی الاصل تھے جو ایک قبیلہ
اکراد کا ہے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ کے دروازہ
پر کوئی مرد کردی شیخ ابوالوفا کے مثل نہین ہے انھین کا قول ہے کہ مین نے شام کی تو
تجمی تھا اور صبح کی تو عربی ہو گیا بہجۃ الاسرار مین ہے کہ یہ قلینیا مین آکر رہے کہ جو عراق کا ایک
گاؤن ہے وہان کی کنیت ابوالوفا شیخ ابو محمد شبنکی نے رکھی تھی ان کے وفائے عہد کی وجہ سے

اور ان کا نام کاکیس ہے اور یہ زنجی الاصل قبیلہ اکراد سے تھے قاضی القضاۃ مجیر الدین علیمی
مقدسی حنبلی اپنی تاریخ المعتبر فی ابناء من عبر میں لکھتے ہیں کہ تاج العارفین سید ابوالوفا محمد بن
محمد بن محمد بن زید بن حسن بن المرتضیٰ الاکبر عرضیٰ بن زید بن زین العابدین علی بن الحسین
بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شریف حسینی تو ساتی سید جلیل قطب زمان علامہ تھے وان تھے
ان کی ولادت بر قول صحیح بارھویں رجب سنہ چار سو ستر میں ہوئی اُن کے مذہب میں اختلاف
ہے بعضے حنبلی کہتے ہیں اور بعضے شافعی اور اُن کی وفات بیسویں ربیع الاول سنہ پانسو ایک
میں قلمینیا میں ہوئی جو ایک شہر ہے بغداد کے اطراف میں رضی اللہ عنہ کذا فی قلائد الجواہر
بہجۃ الاسرار میں ہے کہ سب سے پہلے انھیں کا لقب عراق میں تاج العارفین ہوا اور
انھیں کا ارشاد ہے کہ انسان جب ہی شیخ ہوتا ہے کہ جب کاف سے قاف پہچاننے
لگے پوچھا گیا کہ کاف اور قاف سے کیا مطلب ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُسکو اُن سب چیزوں
پر جو کونین میں ہیں اور ابتدائے خلق سے بلفظ کن ہوئی ہیں وقفوھم انھم مسئولون
کے مقام تک مطلع کر دے آپکے کرامات اور مناقب میں ایک خاص کتاب ہے سن شریف
اسی سال سے متجاوز ہوا نقل آپ اپنی وفات سے قبل یک درخت کے پاس گئے
جو آپکے زاویہ کے قریب تھا اور اُسپر ہاتھ رکھکر کہنے لگے کہ بس و دوس اس کے معنے
کسی کے سمجھ میں نہ آئے جب آپ کا انتقال ہو گیا تو وہ درخت کاٹا گیا اور اسکی لکڑی سے
آپ کی ضریح بنائی گئی اور دروازہ کی چوکھٹ بھی اُسی سے بنی تب معلوم ہوا کہ اس
ارشاد کا مطلب یہ تھا۔ نقل شیخ ماجد کردی کہتے تھے کہ آپ ایک دن منبر پر وعظ کہتے تھے
کہ حضرت شیخ عبدالقادر اُس مجلس میں آگئے اور وہ اُن کے شباب کا زمانہ تھا اور وہ
پہلے پہل بغداد آئے تھے آپ نے بات کاٹ کر حکم دیا کہ ان کو اس مجلس سے نکال دو
وہ نکال دیئے گئے بعد اس کے آپ وعظ کہنے لگے پھر حضرت شیخ عبدالقادر آئے آپ نے
پھر ان کو نکلوا دیا اور وعظ میں مصروف ہو گئے تیسرے بار پھر حضرت شیخ عبدالقادر آئے
تب آپ نے کرسی سے اُتر کر اُن سے معانقہ کیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ
دیا اور حاضرین سے کہا کہ اُٹھو ولی اللہ کی تعظیم کے لیے اور اے بغداد والو میں نے ان کو
بطور ذلیل کرنے کے نہیں نکلوایا تھا بلکہ اس لیے تاکہ تم ان کو پہچان لو اور قسم عزت معبود کی

سلہ اور کھڑا رکھو ان کو ان سے پوچھنا ہے ۱۲ منہ

کہ اُن کے گیسو مشرق و مغرب سے بڑھ گئے ہیں پھر اُن سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے عبدالقادر
ابھی ہمارا وقت ہے پھر عنقریب تمہارا ہو جائیگا عراق تم کو بخشا گیا ہے اور ہر ایک کا ایک
زمانہ تک طوطی بولتا ہے اور چپ ہو جاتا ہے مگر تمہارا طوطی قیامت تک بولے گا بعد اُسکے
اپنا سجادہ اور کرتہ اور پیالہ اور نیزہ اور تسبیح آپکو عنایت کی تب بعض حاضرین نے کہا کہ اسپر
ان سے عہد لو فرمایا اُن کی پیشانی پر نشان محرمیت ہے جب وہ مجلس ختم ہو گئی تو آپ منبر سے
اُتر کر اُسکے آخر زینہ پر بیٹھے اور شیخ عبدالقادر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تمہارا ایک وقت ہوگا جب
وہ وقت آئے تو اس بوڑھے کو بھی یاد رکھنا شیخ عمر بزاز کہتے ہیں کہ وہ تسبیح جو آپ نے
شیخ عبدالقادر کو دی تھی جسوقت اُسکو حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے زمین پر رکھا
تو ہر دانہ اُس کا چلنے لگا اور وہ آپ کی وفات تک آپ کے پاس رہی پھر اُسکو شیخ علی بن ہیتی
نے لیا اُن کے بعد شیخ علی بن قائد نے وہ پیالہ کا یہ حال تھا کہ جو کوئی اُسکو اپنے ہاتھ سے
چھوتا تھا تو کندھے تک اُس کا ہاتھ ہلنے لگتا تھا کذا فی بہجۃ الاسرار آپ کا سلسلہ طریقت
یوں ہے کہ آپ مرید و خلیفہ شیخ محمد و بقدسے ابو محمد طلحہ شنبکی رضی اللہ عنہ کے ہیں اور وہ
مرید و خلیفہ شیخ ابو بکر بن ہوار البطائحی رضی اللہ عنہ کے اور وہ مرید و خلیفہ اویسی حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور وہ حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ رضی اللہ
عنہ و عنہم اجمعین

ذکر حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب بن یوسف بن الحسین
بن وہرہ ہمدانی رضی اللہ عنہ

آپ اکابر اسلام اور اعیان مشائخ کرام سے تھے خراسان میں تربیت مریدین و سالکین آپ کی
ذات پر ختم تھی آپ کی خانقاہ میں بہت علما اور فقہا اور صلحا رضی اللہ عنہم جمع ہوتے اور نفع
اٹھاتے تھے صغر سن سے زمانہ وفات تک آپ عبادت و خلوت و ریاضت نفس میں ایک
حالت سے قائم رہے اور ایک گروہ زاہدین کی صحبت اُٹھائی اور ایک جماعت علما زمانہ نے
آپ سے فقہ حاصل کی تمام اعیان خراسان آپکے شاگرد تھے اور آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے حقایق میں

سلہ بفتح واو و سکون ہاء و فتح راء و سکون ہاء ہے دوم نام جد یوسف بن الحسین ۱۲ تاریخ ابن خلکان ۱۲

آپ کا کلام بہت عالی ہوتا تھا شیخ علی جوینی کہتے تھے کہ ایک دن میں آپ کے وعظ میں حاضر
تھا آپ مجمع عام میں وعظ فرما رہے تھے اس میں دو فقیہہ بھی تھے اُن دونوں نے آپ سے
کہا کہ چپ رہو تم مبتدع ہو آپ نے فرمایا کہ تم چپ رہو اور مر جاؤ وہ اُسی وقت اُسی جگہ مر گئے
شیخ ابی اسحق شیرازی بغدادی اور شیخ ابو المعالی جوینی نیشاپوری اور اُن کے علاوہ بہت سے
لوگ آپ کے شاگرد تھے علامہ ابن خلکان اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ایک دن آپ وعظ
کے لیے بیٹھے عام مجمع تھا اس میں سے ایک فقیہہ ابن السقا نام نے اُٹھ کر آپ کو سخت اور
سُست کہا اور ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اُس سے فرمایا کہ بیٹھ جا مجھے تیری باتوں سے
بوئے کفر معلوم ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ تو کافر مرے چند دنوں کے بعد بادشاہ روم کا
قاصد خلیفہ بغداد کے پاس آیا اُس کے ساتھ ابن السقا چلا گیا اور وہاں جا کر نصرانی ہو کر
مر گیا یہ قرآن نہایت عمدہ پڑھتا تھا جس نے اُسکو قسطنطنیہ میں دیکھا تھا وہ کہتا تھا کہ
میں نے اُسکو بیماری کی حالت میں دیکھا اُس کے ہاتھ میں ایک پنکھا تھا جس سے مکھیاں مجھ
پر جھلتا تھا میں نے اُس سے پوچھا کہ اب تجھکو کچھ قرآن یاد ہے یا نہیں اُس نے کہا صرف
ایک آیت یاد ہے ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین اور باقی سب بھول گیا واقعی انسان
کو چاہیے کہ وہ اولیاء عارفین اور علماء عاملین و صالحین مومنین سے اعتقاد کامل رکھے اور
اُن پر اعتراض نہ کرے کہ اُن کے ترکش میں جو زہر کے بجھے ہوئے تیر ہوتے ہیں اُن سے
کمتر کوئی بچتا ہے جس نے اُن پر اعتراض کیا وہ سالم نہیں رہا ذلیل و رسوا ہی ہوا دیکھو یہ شخص
اُس اعتراض اور بد اعتقادی کی بدولت کیسا ہلاک ہوا نسأل اللہ العفو والعافیۃ وحسن
الخاتمۃ بمحمد وآلہ۔ کذا فی قلائد الجواہر **فائدہ** یہ حکایت ابن السقا کی جو صاحب بہجۃ الاسرار
نے لکھی ہے یہ حضرت غوث پاک کے حال میں لکھی ہے جو میں نے شروع کتاب میں نقل کی مگر
اس کتاب میں ان بزرگ کے حال میں لکھی ہے ممکن ہے کہ ابن السقا دونوں صاحبوں کا
معتوب ہو بہجۃ الاسرار میں ہے کہ اہل فرنگ ہمارے کسی ایک لڑکے کو قید کر لے گئے اُسکی
ماں آپ کی خدمت میں روتی ہوئی آئی آپ نے فرمایا صبر کر اُسے صبر نہ آیا آپ نے فرمایا
اسکے قیدی کو چھڑ دے اور اسکو جلد فرحت و مسرت عطا فرما پھر اُس سے فرمایا کہ بیٹے گھر جا

سلہ کسی وقت آرزو کریں یہ لوگ جو منکر ہیں کہ کسی طرح مسلمان ہوتے ۱۲ [illegible] ترجمہ کرتے ہیں [illegible]
[illegible] بد انجام کی بطفیل محمد و آل اُن کی [illegible] ۱۲

وہان تیرا لڑکا تجھے ملے گا وہ جو گھر مین پہونچی تو دیکھا کہ لڑکا گھر مین موجود ہے اُسکو تعجب ہوا پوچھنے
لگی تو کیسے یہان آیا اُس نے کہا کہ قسطنطنیہ مین تھا بیڑیان پیرمین پڑی تھین اور محافظین میری
نگہبانی پر تھے کہ ایک شخص آیا جسکو مین نے کبھی دیکھا بھی نہ تھا وہ مجھے اُٹھا کر ایک
پلک مارتے یہان لے آیا اُس کی مان خوش ہوکر آپ کی خدمت مین دوڑی آئی اور یہ
حال کہنے لگی آپنے فرمایا تو خدا کے کام سے تعجب کرتی ہے آپ اصل مین قصبہ بوزنجرد کے
رہنے والے تھے جو مضافات ہمدان سے ایک گاؤن ہے وہین آپ حدود سنہ چارسو
چالیس مین پیدا ہوے اور آپ کی وفات دوشنبہ بارھوین ربیع الاول سنہ پانسو پینتیس
مین نامین مین ہوا ان سے مرو کی طرف پلٹنے مین ہوئی اور وہین ایک زمانہ تک دفن رہے
پھر آپ کی نعش مرو مین لاکر سنجار کے کنارہ اُس ندگاہ مین جو آپ کی طرف منسوب ہے دفن
کی گئی وہین آپ کا مزار زیارتگاہ خلائق ہے بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر مین نوزنجرد نون کے
ساتھ ہے اور رسالۃ الجواہر مطبوعہ مصر مین تب کے ساتھ ہے اور نامین نون کے ساتھ اور
بہجۃ الاسرار مین نیا مین ہے اور تاریخ وفات بائیس ربیع الاول اور لکھا ہے کہ آپ کی وفات
ہمدان سے مرو کی طرف واپس ہوتے ہوے ہوئی اور بہجۃ الاسرار مین ہے کہ سنجدان کے
کنارہ اُس خطیرہ مین جو آپ کی طرف منسوب ہے آپ دفن ہوے واللہ علمہ وعلمہ اتقن
و حکیہ بہجۃ الاسرار مین ہے کہ حافظ ابن النجار بغدادی کہتے تھے کہ عبداللہ بن ابی الحسین
بن جبائی بیان کرتے تھے کہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ فرماتے تھے کہ بغداد
مین ایک صاحب ہمدان سے آئے جنکو یوسف ہمدانی کہتے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ وہ
قطب تھے خانقاہ مین آکر اُترے جب مین نے سُنا تو اُن کی ملاقات کو گیا مگر وہ نہین ملے
تب لوگون سے پوچھا کہ وہ کہان ہین کسی نے کہا کہ وہ سرداب مین ہین وہان گیا اُنھون نے
جب مجھے دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوے اور اپنے پاس بٹھلایا اور میرے سب حالات بیان
کیے اور میرے بہت مشکلات حل کیے اور فرمایا کہ اے عبدالقادر وعظ کہا کر مین نے کہا
کہ مین ایک مرد عجمی ہون فصحاے بغداد کے سامنے کیسے بول سکتا ہون اُنھون نے کہا کہ اب
تم نے فقہ اور اصول فقہ اور خلافیات اور نحو اور تفسیر قرآن یاد کرلی ہے اب یہی بہتر ہے کہ
کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہو مین تمکو مثل ایک شاخ کے دیکھتا ہون کہ بہت جلد وہ بڑھکر درخت

ـــــــــــ

لہ سرداب بالکسر خانہ زیر زمین معرب سرد آبہ ۱۲ منتخب اللغات

ہو جائے گی صاحب فتح المبین ونیز صاحب بتلا الجواہر لکھتے ہین کہ علامہ ابراہیم دیری شافعی مؤلف مختصر روض الزاہر نے لکھا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے آپ سے اخذ تصوف کیا ہے اور سلسلہ آپ کا یہ ہے کہ آپ کو اجازت وخلافت حضرت خواجہ ابی علی فارمدی سے ہے اور اُن کو شیخ ابوالحسن خرقانی سے اور اُن کو حضرت شیخ ابویزید بسطامی سے اور انکو حضرت امام جعفر صادق سے اور انکو حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق سے اور انکو حضرت سلمان فارسی سے اور اُن کو حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اُن کو حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین

ذکر حضرت شیخ حماد بن مسلم دباس رضی اللہ عنہ

آپ اجلائے مشائخ بغداد اور رؤسائے زہاد سے تھے صاحب کشف خارق وحالات نفیسہ وکرامات ظاہرہ ووجاہت سینہ تھے علوم حقائق کے بیان اور تربیت مریدین مین آپکو قبولیت عامہ حاصل تھی آپکے وقت مین بغداد مین کوئی آپ کے مثل نہ تھا موارد غیبیہ کا کشف آپ کا بہت بڑھا ہوا تھا آپ کا شمار عظمائے مشائخ بغداد مین تھا تمام فقرا اور صوفیہ آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے آپ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے پیر صحبت وخدمت بھی تھے اور حضرت آپ کی بہت تعریف فرماتے تھے اور کرامات بھی روایت کرتے تھے شیخ ابوالوفا جب بغداد مین تشریف لاتے تھے تو آپ ہی کے یہان ٹھہرتے اور آپ کی بہت تعظیم کرتے علاوہ ان کے تمام مشائخ بغداد آپکے حکم کو بہت معظم ومو قر خیال کرتے اور آپ کے سامنے مودب بیٹھکر آپ کے کلام کو بہت غور سے سنتے تھے اور جس بات مین باہم مشائخ مین اختلاف ہوتا اسمین آپ ہی حکم کیے جاتے تھے حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی کہا کرتے تھے کہ اگر شیخ ابوالقاسم قشیری شیخ حماد دباس کو دیکھتے تو اُن کا تذکرہ اپنے رسالہ مین بہت سے مشائخ کے تذکرون پر مقدم کرتے شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی کہتے تھے کہ شیخ حماد دباس کی تدقیقات متقدمین سے بہت بڑھی ہوئی ہے اور آپ اپنے نفس کے ساتھ شدید المناقشہ تھے نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک امیر کو جو گھوڑے پر نشہ کی حالت مین سوار تھا دیکھ کر تنبیہ کی اُس نے آپکے ایک کوڑا مارا آپ نے کہا کہ اسے

سلہ دبس بکسر مین معنی شیرہ خرما رشب اور دباس شیرہ بیچنے والے کو کہتے ہین ۱۲ منہ

اللہ کے گھوڑے اسکو لے وہ گھوڑا اچھل سا کود کر بیٹھا اور ایسا بھاگا کہ پھر اُس کا پتہ ہی نہ لگا
بعد کو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ کوہ قاف کے اس طرف مرگیا اور وہین سے اُٹھایا
جائیگا۔ نقل ایک مرتبہ آپ حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کو گئے
راستہ مین کسی گھر سے ایک لڑکی کے گانے کی آواز سُنی فوراً اپنے گھر پلٹ آے اور رلڑکے
بالون کو جمع کر کے فرمایا کہ کون گناہ آج ہوا ہے جسمین مین پکڑا گیا ہون سب نے کہا کہ کوئی نہین
سوا اسکے کہ کل ایک برتن مول آیا تھا اُسمین تصویر بنی تھی آپ نے فرمایا کہ اسی کی یہ شامت
ہے وہان سے اُٹھکر آپ نے فوراً اُس برتن کی تصویر کو مٹا دیا علم تصوف مین آپ کا کلام
بہت عالی ہوتا تھا چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ دل تین طرح کے ہوتے ہین ایک وہ جو دُنیا
مین مشغول رہے دوسرا وہ جو آخرت مین مشغول رہے تیسرا وہ جو اللہ مین مشغول رہے تو جو دل
دنیا مین مشغول رہا وہ زندیق ہوا لہذا اپنے دل کو یقین کے ذریعہ سے پاک کرنا چاہیے تاکہ اُسمین
حق تعالی کی قدرتین ظاہر ہون اور اللہ کی طرف سب سے قریب راہ محبت کی ہے یا وہ چیز
جو اس محبت مین صفائی پیدا کرے ایسا کہ محب محض روح بلا نفس ہوجائے تو جب تک
نفسانیت باقی رہے اُسوقت تک اللہ کی وجہ سے دوستی رکھے اور جب نفسانیت مٹجائے
تب سمجھے کہ اللہ کی سچی محبت پیدا ہوئی الشیخ ابو نجیب سہروردی فرماتے تھے کہ جن مشائخ
بغداد سے مین ملا ہون اُن مین سب سے زیادہ بزرگ مین نے شیخ حماد کو پایا اور یہی وہ
پہلے بزرگ تھے جن کی برکت اللہ نے مجھپر ظاہر کی آپ کا بنایا ہوا خیرہ ایسا ہوتا تھا کہ جسمین
نہ بھڑ جاتی تھی نہ کھی اور آپ کا رعب و داب ایسا تھا کہ جس سے ہر شخص خوف کھاتا تھا
خلیفہ مسترشد باللہ کے بعض غلام آپ کی ملاقات کو آیا کرتے تھے اُن مین سے ایک شخص
خلیفہ وقت کا زیادہ منھ لگا تھا اور آپ اُس سے فرمایا کرتے تھے کہ مین تیری قسمت مین
قرب الٰہی کا حصہ دیکھتا ہون تو دنیا چھوڑ دے وہ اُسکو کچھ سنتا نہ تھا اور نہ اسکی کوئی فکر
کرتا کئی بار آپنے اس سے فرمایا مگر اُس نے نہ سُنا آخر آپ نے ایک بار فرمایا کہ اب مجھے اللہ کا حکم تیرے بارہ
مین یہ ہے کہ مین تجھے خلق سے علیحدہ کر کے حق کی طرف پہونچادون لہذا مین نے برص کو حکم دیا ہے کہ وہ
تیرے جسم کو ڈھانپ لے آپ یہ باتین کر رہے تھے کہ اُس کا سارا بدن سفید ہوگیا حاضرین یہ دیکھکر حیران
ہوگئے وہ غلام وہان سے اُٹھکر خلیفہ کے پاس چلا گیا خلیفہ نے یہ حال دیکھکر طبیبون کو جمع کیا۔ سب نے
بالاتفاق کہا کہ یہ مرض لاعلاج ہے تب خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کا مال اور اسباب اسکو دے کر

دارالامارۃ سے باہر نکال دو جب وہ نکالا گیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بعد قدمبوسی
کے اپنی بیماری کا سب حال بیان کیا اسیوقت سے آپ کی خدمت میں رہ پڑا
خدمت کرنے لگا آپ نے ایک روز اُس کا کرتہ اتار کر کہا کہ اے برص تو جہان سے آیا ہے
وہان چلا جا فوراً اس کا سارا بدن صاف ہوگیا اور سب سفیدی مٹ گئی اُسکو خطرہ آیا کہ اب
پھر کلہ خلیفہ کے پاس چلنا چاہیے تب آپنے اُسکے خطرہ پر مشرف ہوکر اُسکی پیشانی پر انگلیوں
سے ایک نشان کھینچدیا اُتنا حصہ پھر سفید ہوگیا آپنے کہا کہ بس اب یہ نشان تجھے خلیفہ کے
پاس نہ جانے دیگا چنانچہ وہ مدۃ العمر آپ ہی کی خدمت میں رہا اور مرگیا بہجۃ الاسرار میں ہے
کہ شیخ ابو محمد حسن بن توقا بغدادی کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابو محمد عبداللطیف بن حمر بن
عسکر بن قاسم بن محمد ازجی مخزومی مودب نے بیان کیا اور اُن سے اُن کے دادا عسکر
صاحب قاضی ابی سعد مخزومی نے وہ کہتے تھے کہ شیخ حماد دباس کی مجلس میں ایک
بار حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا اور حضرت اُس زمانہ میں جوان تھے
تو آپ نے کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر کے سر پر ولایت کے دو علم دیکھے جو اُن کے
لیے نصب کیے گئے تھے تحت الثریٰ سے ملکوت اعلیٰ تک اور میں نے منادی غیب سے
سنا کہ وہ افق اعلیٰ میں اُن کو صدیقین کے القاب سے پکارتا تھا شیخ شمس الدین
ابوالمظفر یوسف بن قزعلی بغدادی عونی سبط حافظ بن الجوزی کہتے تھے کہ آپ کے اور
فضائل اگر نہ بھی ہوتے تو یہ کیا کم فضیلت ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر آپکے شاگردوں میں
سے تھے اصل میں آپ رہنے والے رحبہ شام کے تھے پھر بغداد کے محلہ مظفریہ میں رہے
اور وہیں سنہ پانسو پچیس میں وفات پائی آپ کی تربت ہوئی اور مقبرہ شونیزیہ میں دفن
ہوے وہان آپ کا مزار مشہور ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ آپ کا مزار دمشق کے مقبرہ باب الصغیر
میں ہے مگر صحیح اول ہی روایت ہے یعنی مقبرہ شونیزیہ میں دفن ہونا آپ مرید و خلیفہ
حضرت شیخ ابو محمد طلحہ شنبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھے جن کا سلسلہ اوپر حضرت
تاج العارفین شیخ ابوالوفا کے حال میں بیان ہو چکا ہے اور نیز آپ نے اخذ کیا شیخ
ابی سعید محمد مغربی سے اُنھون نے شیخ ابی بکر احمد بن عثمان مغربی سے اُنھون نے حضرت
شیخ ابی الفضل عبدالواحد تیمی سے تا آخر سلسلہ رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

ذکر حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی رضی اللہ عنہ

آپ کا اصلی نام مبارک بن علی بن حسین بن بندار ہے اور کنیت ابو سعید اور بعضے ابو سعد
لکھتے ہین چنانچہ حافظ ابن ناصر الدین نے نکات الاثیر بر علل الاحادیث الجزریہ مین یہی لکھا
ہے اور بحسب بہجۃ الاسرار مین بھی سعد ہی لکھا ہے اور ابو سعید بھی آیا ہے اور ابی سعید بھی آیا
ہے اور لفظ مخرمی یہ رسالہ خرقہ امام ابن العربی مین بکسر را مہملہ مشددہ ہے منسوب
بہ مخرم جو بغداد مین پورب کی طرف ایک محلہ کا نام ہے اور اسمین یزید بن مخرم کے اولاد
کے بعضے لوگ رہتے تھے اور وہ محلہ انھین کی طرف منسوب تھا یہ منذری نے لکھا ہے اور
طبقات ابن رجب مین بھی ایسا ہی لکھا ہے شیخ مجد الدین شیرازی کہتے تھے کہ یہ ایک محلہ ہے
بغداد مین یزید بن المخرم کا اور انھین کی موافقت علامہ ذہبی اور ابن جزری اور ابن ناصر الدین
اور یافعی اور [illegible] شیخ علی متقی اور شیخ عبد الوہاب متقی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی
نے کی ہے اور قشاشی اور کردی [illegible] منذری نے بھی اور نفحات اور [illegible] حاشیہ مین ہے
کہ [illegible] قبیلہ [illegible] مین مشہور [illegible] مخزومی ہے مین کہتا ہون کہ اگر یہ صحیح بھی ہو تو دونون
[illegible] جمع ہونے مین [illegible] آپ اسی قبیلہ سے ہون اور اس محلہ
مین رہتے ہون شیخ [illegible] بن یحیی [illegible] حنبلی قلائد الجواہر مین لکھتے ہین کہ مخرمی بضم میم وفتحہ خا
[illegible] مشددہ بکسر میم [illegible] اس کے یا یہ نسبت ہے محلہ مخرم کی طرف جو بغداد
مین ہے اور اسمین بعض اولاد یزید بن مخرم کی جو بنی مخرم کہلاتے تھے آکر رہے تھے
اسی وجہ سے اس کا نام مخرم ہو گیا آپ اجلہ علمائے زمانہ سے تھے اور بہت بڑے فقیہہ اور
جامع علوم ظاہری و باطنی اور حنبلی المذہب تھے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے علوم
رسمیہ بھی آپ سے پڑھے تھے بعض کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ [illegible] بھی [illegible]
سب کچھ سب ترک کر دیا مدرسہ ازج کی بنا آپ ہی نے ڈالی اور اپنی حیات مین اسکو
حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کو دیدیا تھا کہ جسمین [illegible] حضرت نے درس دیا اور صاحبزادون
نے بھی آپ کی وفات کے بعد پڑھایا آپ خود فرماتے تھے کہ شیخ عبد القادر نے خرقہ مجھ سے
پہنا اور مین نے ان سے اور ہر ایک نے دوسرے سے تبرک لیا امام یافعی اپنی تاریخ مرآۃ الجنان
مین لکھتے ہین کہ آپ مذہب مین کبار ائمہ سے شمار کیے جاتے تھے روایت حدیث قاضی

ابی یعلی اور ایک جماعت ائمہ سے کی اور فقہ شیخ ابی جعفر بن ابی موسیٰ سے پڑھی اور بڑے
زاہد اور متورع صاحب فضائل جلیلہ و محاسن جمیلہ و قدوۂ اولیاء زمان و زبدۂ مشائخ
جہان و صاحب مقامات بلند و کرامات ارجمند تھے صبر و رضا توکل و تفویض میں قدم راسخ
رکھتے تھے اور تجرید و تفرید میں یگانۂ وقت تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کے مصاحب تھے
آپ کی وفات سنہ پانسو تیرہ میں باتفاق اہل تواریخ ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ دس محرم
سنہ مذکور زمانہ خلافت مسترشد باللہ خلیفہ بست و نہم عباسی میں آپ کی وفات ہوئی آپ نے
خرقہ پایا شیخ الاسلام ابی الحسن علی بن احمد سے جیسا کہ جمہور محدثین و مورخین کا قول ہے
اور انھیں کی موافقت دارا اور شطنوفی اور کردی اور ابن العربی اور مولانا جامی اور محدث
دہلوی نے بھی کی ہے اور وہ شیخ محمد بن یوسف قرشی اموی ہکاری کے بیٹے تھے علامہ
ابن خلکان آپ کے حال میں لکھتے ہیں کہ ابو الحسن علی بن احمد بن یوسف بن جعفر بن عرفہ ہکاری
ان کا لقب شیخ الاسلام تھا یہ اولاد عتبہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ سے تھے
اور بڑے کثیر الخیر والعبادۃ بہت شہروں میں پھرے اور علما و مشائخ کی خدمت میں گئے
اور ان سے حدیث پڑھی پھر خانہ نشین ہو گئے بہت لوگ ان کی طرف رجوع ہوئے اور
معتقد ہوئے اور شیخ ابو العلاء معری سے بھی ملے ہیں اور ان سے کچھ حدیث سنی ہے
جب ان کے پاس سے واپس آئے تو ان کے بعضے یاروں نے ان کی کیفیت اور عقیدہ کا
حال پوچھا تب انھوں نے کہا کہ وہ ایک مرد مسلمان ہے اور میں نے بعضے اکابر سے سنا
کہ انھوں نے ان سے کہا کہ تم شیخ الاسلام ہو تب انھوں نے کہا نہیں بلکہ میں ایک شیخ
ہوں اسلام میں ان کی ولادت سنہ چار سو نو میں ہوئی اور وفات اول محرم سنہ چار سو چھیاسی
میں اور ہکاری بفتح ہا و تشدید کاف اور بعد الف را مہملہ بہ نسبت ایک قبیلہ اکراد کی طرف ہے
جنکے مکانات اور قلعہ اور گاؤں بلاد موصل سے پورب جانب واقع ہیں اور قاموس میں ہے
کہ ہکاریہ بہ تشدید کاف ایک گاؤں ہے موصل پر حاشیہ مقامات حریری میں ہے کہ ہکار
بفتح ہا و تشدید کاف اور آخر میں را مہملہ بعد الف ایک شہر کا نام ہے جو پہاڑ کے قریب موصل
کے جزیرہ سے اوپر واقع ہے کذا فی الانساب اور ابن اثیر لباب میں لکھتے ہیں کہ ہکار
ایک ولایت کا نام ہے اطراف موصل میں جسمیں قلعہ اور گاؤں ہیں اور انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ
میں ہے کہ ہکاری بہ تخفیف کاف منسوب بہکار جو اکراد کا ایک قبیلہ ہے اور یہی قول شیخ

ابراہیم کردی کا ہے اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ پر اور ملا عبد الغفور لاری شیخ عبدی
بن مسافر کے حال میں لکھتے ہیں کہ لفظ ہکاری جو قبیلہ اکراد کی طرف منسوب ہے وہ بہ تخفیف
پڑھنا چاہیے اور جو ہکاریہ کی طرف منسوب ہے وہ بہ تشدید پڑھنا چاہیے تطبیق اسی طرح
ہو سکتی ہے اور شیخ الاسلام ابو الحسن علی اموی قرشی منسوب ہیں شہر ہکاریہ کی طرف
نسب الانساب کی بعض تحریرات میں ایسا ہی دیکھا گیا ہے حضرت شیخ ابو الحسن نے اخذ کیا
شیخ ابو الفرح محمد بن عبد اللہ طرطوسی سے یہ نسبت ہے طرسوس کی طرف طرسوس کہ طرسوس مثل خلدون ایک اسلامی
شہر کا نام ہے جو پہلے ارمن کا تھا پھر مسلمانوں کو ملگیا یہ علاوہ شیخ ابو الحسن سلمی کے ہیں جو اساس
میں آکر رہے تھے مگر اُن کی یہ کنیت اور کہیں نہیں لکھی دیکھی گئی اور سلمی کے بارہ میں ذہبی کا قول
ہے کہ یہ کچھ نہ تھے اور شیخ ابی الفرح نے اخذ کیا شیخ ابی الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز سے
اسی طرح ہمارے مشایخ کی سند میں بھی ہے اور محدث لخمی اور شیخ اسحق محدث طبری اور ملا
فقیہہ تقی شعبی اور حافظ برہان علوی اور فقیہہ جمال بن عمر اور حافظ شمس الدین ابن الجزری
اور حافظ ابی الفتوح طاؤسی اور محدث رداد اور یافعی وغیرہ کے اسناد میں بھی ہیں اور
شیخ ابی الفضل نے اخذ کیا حضرت شیخ ابی بکر شبلی جعفر بن یونس سے جیسا کہ اسکی تصحیح شیخ الاسلام
ہروی نے کی ہے اور انھیں کی متابعت جامی نے بھی کی ہے اور یہی اُن کے مزار پر بغداد
میں لکھا ہوا بھی ہے اور سلمی اور قشیری اور کلاباذی اور جلالی اور ابن خلکان اور ذہبی
اور یافعی ان کا نام دلف بن جحدر لکھتے ہیں اور بعضوں نے دلف بن جعفر لکھا ہے اور لخمی
ابو بکر بن محمد بن خلف لکھتے ہیں اور کنیت دلف اور محدث رواد کہتے ہیں کہ اسی پر ہمارے
مشایخ بھی متفق ہیں اور اُنھیں کے تابع قشاشی اور کردی اور سندی بھی ہیں کہ محمد بن دلف
بضمہ دال مہملہ و فتح لام بن خلف بن محمد جحدر بفتح جیم بعد اُس کے دال و را مہملہ بروزن
جعفر یہ محدث فقیہہ مالکی نصری بغدادی تھے سماع میں ان کی وفات ہوئی جیسا کہ ہروی
کی روایت سے معلوم ہوتا ہے حافظ یونس عباسی اور اُن کے دوست شیخ ابن العربی
اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور قسطلانی اور قدوۃ الکمال عسقلانی اور امام جمال
بخاری محدثین اور فقیہہ محدث شیخ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ اور

سلہ ونت فستم در بیجتیں آہستہ چلنا اور دشمنوں کی چال اور سامنے کے لشکر کا لڑائی میں کنارا اور منتخب

سلہ حجدر یعنی کوتاہ قد

حافظ ابو المظفر یوسف سرمری اور حافظ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر دمشقی مشہور با بن ناصر الدین اور حافظ زین رضوان مقری اور حافظ سخاوی اور شیخ علی متقی اور محدث نشاشی اور کردی وغیرہم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابی الفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی کا قول ہے کہ مجھکو لباس پہنایا میرے والد عبدالعزیز بن حارث تمیمی نے اور شیخ ابوبکر شبلی نے اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری شافعی شارح بخاری کہتے تھے اور ان کے تابع اُن کے بیٹے بھی تھے کہ شیخ عبدالعزیز تمیمی نے شیخ ابوالقاسم احمد سے اور انھوں نے شیخ ابوبکر عبداللہ شبلی سے اخذ کیا اور لباس پہنا اور فصول مسعودیہ میں ہے کہ شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی کی کنیت ابوالفضل تھی اور اُن کے والد کا نام عبدالعزیز تمیمی بن حرث بن اسد تھا آپ کی وفات ماہ جمادی الآخر سنہ چارسو پچیس ہجری میں ہوئی اور مزار آپ کا مقبرہ حضرت امام احمد بن حنبل میں ہے اور اُن کے مرشد شیخ ابوبکر شبلی تھے اور شیخ عبدالعزیز اپنے والد کے واسطہ سے حضرت شبلی کو پہونچے ہیں والاعتماد علی الاول اور حضرت مرشدی و مرشد الشیخ والشاب سیدنا و مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ اپنی کتاب کشف المتوارئ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعضے خاندان قادریہ میں درمیان حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد و حضرت ابوبکر شبلی کے حضرت عبدالعزیز تمیمی کا واسطہ لکھتے ہیں اور بعضے جگہ نہیں لکھتے تو دونوں صورتیں جائز ہیں اس لیے کہ شیخ ابی الفضل اپنے والد شیخ عبدالعزیز سے بھی مجاز تھے اور شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہ سے بھی کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ بیشک جب یک زمانہ میں دونوں صاحبوں کا ہونا ثابت ہے اور یہ بھی کہ حضرت شیخ ابوالفضل نے دونوں سے اخذ طریقہ کیا تو دونوں طرف سے آپ نے سلسلہ جاری فرمایا ہوگا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور مجرد سطور کے سلسلہ میں بھی یونہی ہے کہ آپکے نام کے بعد آپ کے حضرت والد ماجد کا واسطہ ہے ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب الاشربہ میں جا بجا بحث کے لکھتے ہیں کہ علما کا قول ہے کہ خرقہ نبویہ میں کثرت وسائط افضل ہے بوجہ حصول برکت کے بخلاف اسناد کے کہ اسمیں جب قلت وسائط ہوگی تو اس کا درجہ اعلیٰ ہوگا کیونکہ وہ شائبہ روایت سے بعید ہوگا شیخ محمد اکرم مناؔہی سالکین میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ کو ارشاد ہے۔

سلہ مراد حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۱۲ منہ

علم باطن کی سند مین جتنے واسطہ زیادہ ہون گے اُتنی ہی وہ سند عالی ہوگی اس واسطے
کہ مشایخ انوار حقیقت کے مقتبس مشکوۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتے ہین توجسقدر
کہ اُن کے انوار باطنی کا اجتماع ہوگا اُتنے ہی اُن کے واسطہ سے طالب پر راہ زیادہ واضح
ہوگی اور بعضے محققین کا قول ہے کہ کثرت وسایط سے مراد اُن واسطون کی کثرت ہے
سند کے طول مین جسکو سلسلہ و شجرہ کہتے ہین نہ کثرت عرضی مین کہ وہ روایت حدیث مین معتبر
ہے پس کثرت واسطون کی طول کے طریقہ پر باعث علو اسناد علم باطن ہے بخلاف روایت
احادیث کے کہ ان مین جتنے وسایط طول مین کم ہون گے اتنے ہی وہ اسناد قوی تر ہونگے
ور یہ عبد العزیز بن حارث ابی الحسن تمیمی حنبلی وہ نہین ہین جنھون نے ایک یا دو حدیث
غلط بنا کر مسند امام مین رکھدیں اور بعضے کے موضوع ہونیکا اعتراف کیا تسامح سامحنا اللہ العافیۃ
واللہ لا منہ اور اگر خدا نخواستہ ہون بھی تو یہ ممکن ہے کہ یہ فعل اُن سے قبل توبہ کرنے اور
حضرت شبلی کی خدمت سے مشرف ہونے کے سرزد ہوا ہو واللہ اعلم بحقایق الحال والامر منہ
اور شبلی نسبت ہے شبلہ کی طرف جو ایک گانون ہے مضافات اسروشنہ بلاد ماوراء النہر
سے اُن کی وفات ۳۳۴ھ تین سو چونتیس مین ہوئی کذا فی تاریخ الیافعی انھون نے توبہ کی
حضرت خیر النساج ابی الحسن محمد بن اسمعیل سامری بغدادی صاحب ابی حمزہ بغدادی اور حضرت
سری سقطی کی مجلس مین اور اخذ کیا حضرت سید الطائفہ ابی القاسم جنید بن محمد بن جنید قواریری
الزجاج الخزاز بغدادی سے انکا نام اسمعیل الہ متقدمین یعنی سمعانی اور سبکی وغیرہ نے
لکھا ہے اور قاموس مین ہے کہ جنید مثل زبیر لقب ہے ابی القاسم سعید بن جنید سلطان
طائفہ صوفیہ کا اُن کی وفات سنہ دو سو اٹھانوے مین ہوئی یہ اصل مین نہاوند کے
رہنے والے تھے اور مولد و منشا عراق تھا کذا فی تاریخ الیافعی حضرت جنید نے خذ کیا اپنے
ماموں فقیہہ محدث ابو الحسن سری سقطی ابن مغلس سے سری بر وزن جری یعنی جوان مرد مغلس
بغین معجمہ اسکے معنی اندھیرے مین نماز فجر پڑھنے والے کے ہین اور سقطی نسبت ہے
سقط کے بیچنے کی طرف قاموس مین ہے کہ سقط ردی اسباب کو کہتے ہین تاریخ ابن خلکان
مین ہے کہ مغلس بضم میم و فتح غین معجمہ و کسر لام مشددہ بعد اس کے سین مہملہ ہے اُنکی وفات

سلہ سوال کرتے ہین اللہ سے آرام اور بچاؤ کا ۱۲ منہ سلہ اور امر بڑا جاننے والا ہے دو نون
یک بات ہو ۲ منہ

اور حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے اخذ کیا اپنے والد یا جد حضرت امام ابی الحسن
ابی ابراہیم موسیٰ الکاظم رضی اللہ عنہ سے جنکے متعلق حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول
ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم کا مزار تریاق مجرب ہے اور اسکو بہت لوگوں نے لکھا ہے
کہ جنمین شیخ احمد زروق مغربی وغیرہ بھی ہین اور حضرت امام موسیٰ کاظم نے اخذ کیا اپنے والد
یا جد امام ابی عبد اللہ جعفر صادق سے اور انھون نے اپنے والد یا جد امام محمد باقر سے
اور انھون نے اپنے آبا ر کرام سے علیہ وعلیٰ آبائہ الصلوٰۃ والسلام تحقیق رشیق حضرت
سید الطائفہ جنید نے امام الطریقۃ ابی عبد اللہ یا ابی الحارث بن اسد محاسبی البصری البغدادی
سے بھی استفاضہ کیا ہے جو محدث وفقیہ شافعی صاحب تصانیف کثیرہ زہد اور اصول دیانات
مین تھے اور مخالفین معتزلہ و رفضہ کی تردید بھی کرتے تھے جیسا خطیب وغیرہ نے لکھا ہے
اور محدثین وفقہا نے جو ان کی تعریف کی ہے وہ طبقات کبریٰ سبکی وغیرہ مین موجود ہے اور
سبکی نے طبقات مین لکھا ہے کہ ایک گروہ صوفیہ کا قول ہے کہ اُن کے مصنفات دو سو کی
تعداد تک پہونچے ہین اور انھین کی تصنیف کتاب القصد الی اللہ اور کتاب الرعایۃ اور
کتاب فہم السنن وغیرہ ہین ذہبی کا ان کو ضعفا مین لکھنا یا وصف اسکے کہ کسی نے ان کی
تضعیف نہین کی سوا اسکے کہ وہ باطل ہو اور کیا کہا جائے اور اسیطرح ابن جوزی کا اپنی
کتاب تلبیس ابلیس مین ان کی کتابون پر کلام کرنا بھی مستوجب ملامت ہے اور حضرت جنید کو
امام محمد بن علی القصاب اور امام محمد بن منصور طوسی بغدادی محدث اور امام ابی احمد قلانسی
مصعب بن احمد مروزی بغدادی اور ابی علی حسن بن علی المسوحی سے بھی استفاضہ ہے
اور وہ اُن کے ہم زمانہ تھے اُنھون نے سری اور رحانی سے اخذ کیا اور نیز حضرت جنید نے
خرقہ پہنا ابی محمد جعفر الخلدی سے کہ جو اُن کے اقران سے تھے اُنھون نے عبد الرحیم
ابی عمرو اصطخری سے اُنھون نے ابی تراب نخشبی سے اُنھون تحقیق بلخی سے اُنھون نے
حضرت ابراہیم بن ادہم سے اور حضرت سری نے اخذ کیا بشر حافی اور فضیل بن عیاض سے

سلہ ان کی وفات سنہ ہجری مین ہوئی ۱۲ منہ سلہ ان کی وفات شعبان ۲۰۳ھ مین ہوئی اور سن شریف تریسی
برس ۱۲ منہ سلہ ان کی وفات سترھوین جمادی الاولیٰ سنہ دو سو پینتالیس ہجری مین ہوئی ۱۲ منہ سلہ ان کی
وفات ۲۴۰ ہجری مین ہوئی اور مزار عسقلان مین ہے ۱۲ منہ سلہ ان کی وفات سولھوین جمادی الاولیٰ ۱۶۲ھ
مین ہوئی اور مزار جبلہ شام مین ہے اور ایک روایت مین بغداد مین اور قول اول صحیح ہے ۱۲ منہ

اور ان کی روایت ان دونون سے بھی ثابت ہے جیسا کہ تہذیب اور تذہیب اور لسان المیزان
مین ہے اور حضرت سری نے اخذ کیا ابی جعفر سماک بغدادی سے اور حضرت معروف
کرخی کا استفادہ اور کئی جگہون سے بھی ثابت ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے اخذ کیا
امام ہمام جامع علوم کتاب وسنت واثر وفقہ ونحو وفصاحت وشعر ابی سلیمان داؤد بن نصیر
طائی خراسانی کوفی سے[1] تو بعض خاندانون مین حضرت داؤد طائی کا واسطہ نہین ہے جیسا کہ
کاتب الحروف کے سلسلہ مین ہے اور بعض خاندانون مین ہے جیسے اس سلسلہ مین جو حضرت
سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ کو پہونچا ہے حضرت مرشدی کشف الغطا مین فرماتے
ہین کہ حضرت معروف کرخی کو حضرت داؤد طائی سے بھی پہونچا اور حضرت امام رضا علیہ السلام
سے بھی اور اس صورت مین کوئی قباحت نہین اور حضرت معروف کرخی کو حضرت داؤد طائی
سے پہونچنا اور کتب معتبرہ سے بھی ثابت ہے چنانچہ نفحات مین حضرت معروف کرخی کے
حال مین لکھا ہے کہ حضرت معروف کرخی نے حضرت داؤد طائی کی صحبت اٹھائی اور طبقات
شعرانی مین بھی یہی ہے اور شیخ ابو القاسم قشیری اپنے رسالہ مین باب الصحبت مین لکھتے
ہین کہ استاد ابو علی کہتے تھے کہ مین نے اس طریقہ کو نصر آبادی سے لیا اور نصر آبادی نے حضرت
شبلی سے اور حضرت شبلی نے حضرت جنید سے اور حضرت جنید نے حضرت سری سے اور
حضرت سری نے حضرت معروف کرخی سے اور حضرت معروف نے حضرت داؤد سے اور یہی
شیخ ابی بکر داؤد اور شیخ عبد الجلیل بن العیدروس اور مسند دنیا سلفی نے بھی لکھا ہے اور
سلفی وہ شخص تھے جنکی شان مین ذہبی کا قول ہے کہ یہ شیخ الاسلام وحجت الرواۃ تھے اور
ان کا حال بالتفصیل طبقات ذہبی اور طبقات سبکی وغیرہا مین موجود ہے اور وہ شیوخ
اجازت امام ابن العربی سے تھے اور اسی پر اعتماد صاحب جمع الاحباب کا ہے اور شیخ الاسلام
ہروی نے اپنے طبقات مین لکھا ہے کہ حضرت معروف کرخی نے صحبت اٹھائی حضرت
داؤد طائی کی اور جامع الاصول مین بھی یہی ہے اور کشف المحجوب مین ہے کہ معروف بن فیروز
کرخی حضرت سری سقطی کے استاد تھے اور حضرت داؤد طائی کے مرید اور حضرت شیخ سعید فرغانی
کہ اکابر خلفاے شیخ علی بزغش سے تھے اپنی کتاب مناہج العباد مین لکھتے ہین کہ حضرت جنید نے
اپنے ماموں حضرت سری سقطی سے اخذ کیا اور حضرت سری سقطی نے حضرت معروف کرخی سے

---

[1] بعض جا موجود ہے اور بعض جا نہین معہذا ہر دو صحیح ہین ۱۲ منہ

اور اُنھون نے حضرت داؤد طائی اور حضرت امام علی بن موسی رضا سے اور حضرت داؤد طائی نے حضرت حبیب عجمی سے اور اُنھون نے حضرت خواجہ حسن بصری سے اُنھون نے جناب امیر علیہ السلام سے اور اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور خواجہ محمد پارسا بخاری فصل الخطاب مین لکھتے ہین کہ حضرت شیخ نجم الحق والدین ابوالجناب احمد بن عمر بن محمد بن عبد اللہ صوفی نے اپنے ایک اجازت نامہ مین جو شیخ جمال الدین ساوی کو لکھا تھا لکھا ہے کہ مین نے سفر مین صحبت اُٹھائی شیخ روزبہان کبیر فارسی کی اور اُن سے علم طریقت سیکھا پھر شیخ ابی القاسم گرگانی کے حال مین لکھا ہے کہ اُنھون نے صحبت اُٹھائی شیخ ابو عثمان مغربی کی اور اُن سے علم طریقت اخذ کیا اور اُنھون نے صحبت اُٹھائی اور علم طریقت سیکھا شیخ ابی علی کاتب سے اور شیخ ابی علی نے شیخ ابو علی رودباری سے اور شیخ ابو علی نے حضرت جنید سے اور حضرت جنید نے اپنے مامون حضرت سری سقطی سے اور حضرت سری نے حضرت معروف کرخی سے اور حضرت معروف کرخی نے حضرت داؤد طائی سے اور حضرت داؤد نے حضرت حبیب عجمی سے اور حضرت حبیب عجمی نے حضرت خواجہ حسن بصری سے اور اُنھون نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت اُٹھائی اور علم طریقت لیا اور یہی صحیح ہے اور یہ جو بعضے کہتے ہین کہ حضرت حسن بصری نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صحبت اُٹھائی اور اُن سے علم طریقت لیا تو یہ صحیح نہین ہے واللہ اعلم بحقیقتہ لیکن حضرت شیخ نجم الدین کبری نے بعد کو اس امر کی تحقیق کر کے اس قول سے رجوع کی ہے اور منتخب التواریخ مین جو بعضے محدثین کی تصنیف اور عمدہ کتاب ہے خود شیخ کے دستخطی اجازت نامہ سے جو اُنھون نے شیخ رضی الدین علی ابن ابی العلا سعید غزنوی معروف بہ لالا کو لکھا ہے یہ نقل کیا ہے کہ اما بعد کہتا ہے ضعیف تر بندگان خدا احمد بن عمر ابن محمد بن عبد اللہ صوفی کہ مین نے خرقہ پہنا حضرت شیخ اسمعیل بن حسن غزنوی ابی عبد اللہ قصری سے تا آخر سلسلہ پھر لکھتے ہین کہ عبد الواحد بن زید شاگرد حسن بصری کی تھی اور اُنھون نے خرقہ پہنا کمیل بن زیاد سے اور خواجہ حسن بصری شاگرد حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے تھے اور ان دونون تحریرون کی تاریخ گو معلوم نہین ہے لیکن اسکے متعلق یہی قیاس بہتر ہے کہ اول اجازت نامہ پہلے کا ہے تاکہ خلاف سواد اعظم بلکہ اجماع اہل معرفت ذو الاین ہمہ کہ ثانی مثبت اور اوّل نافی ہے اور اسی کی موید یہ ہے کہ شیخ رضی الدین علی لالا آخر عمر تک حضرت شیخ نجم الدین کبری کی خدمت مین رہے

اوران کی شہادت سے کچھ پیشتر تخمیناً ایک ماہ کم وبیش علٰحدہ ہوگئے اور شیخ جمال الدین کی
اجازت سات برس قبل لکھی گئی تھی اور اُس کا مؤید یہ بھی ہے کہ اُن کے خلفائے محققین
جیسے شیخ مجدالدین شرف بغدادی اور شیخ حافظ سیف الدین باخرزی اور شیخ باباکمال جندی
نے اُن سے یہ نقل نہین کیا اور نہ اُن حضرات کے اصحاب شیخ احمد معروف بہ مولانا جندی
اور شیخ جمال الدین احمد جورفانی اور شیخ بہاء الدین کبری اور شیخ نورالدین عبدالرحمن الاسفرائنی
اور شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی وغیرہما نے جیسا کہ اُن کی کتابون سے معلوم ہوتا ہے
اور خواجہ ابوالوفا خوارزمی جن کو شیخ ابوالفتح سے بھی نسبت ہے انھین مشائخ کے
سلسلہ کے بیان مین لکھتے ہین ؎

رسید فیض علی را ز احمد مختار
پس از علی حسن آمد خزینۂ اسرار

حبیب و طائی و معروف پس سری و جنید
دو بو علی است دگر مغربی سر اخیار

عقیب ایشان بو القاسم و پس از نساج
امام احمد و پس سہروردی و عمار

پس از اکابر مذکور شیخ نجم الدین
کہ بود قدوۂ اخیار و سرور ابرار

کمال و احمد و انگہ بہاء ملت و دین
دگر محمد و پس بو الفتوح فخر کبار

فائدہ۔ حضرت شیخ نجم الدین کبری کی کنیت ابوالجناب تھی اور یہ کنیت حضرت رسول مقبول
صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ مین اُن کو عنایت فرمائی تھی اور وہ واقعہ نفحات مین مرقوم ہے
اور لقب طامۃ الکبری تھا اور یہ لقب اس وجہ سے ہوا کہ یہ ایام شباب اور طالب علمی کے زمانہ
مین جس سے مناظرہ اور مباحثہ کرتے اُسپر غالب آجاتے تھے لوگون نے اسی سبب سے
ان کا لقب طامۃ الکبری رکھدیا اور یہی لقب ان کا مشہور ہوگیا پھر کثرت استعمال سے طامۃ
کی لفظ گرگئی اکیلا کبری رہ گیا اور یہی وجہ صحیح ہے اور اسی کو ایک گروہ نے ان کے جیسے
معتبر اور ثقہ سے بیان کیا ہے طبقات الکبری شیخ تاج الدین سبکی مین ہے کہ جناب شیخ بیمہ بون
شد او کبری بر وزن عظمی اور بعضے کہتے ہین کبرا جمع تکسیر کبیر کی ہے تاریخ یافعی مین ہے کہ
صحیح اول ہی ہے یعنی کبری اور اُن کو شیخ ولی تراش بھی کہتے تھے اس وجہ سے کہ غلبات
وجد مین اُن کی نظر جسپر پڑتی تھی وہ ولی ہوجاتا تھا آپ بروایت صحیح سنہ ٦١٨ھ مین شہید ہوے
جیسا کہ نفحات مین ہے اور حضرت مجدالدین کی شہادت سنہ ٦١٦ھ مین ہے اور بعض کہتے
ہین کہ سنہ ٦١٦ مین اور شیخ روزبہان کبیر مصری گازرونی الاصل تھے کہ مصر مین رہتے تھے

اور شیخ ابو نجیب سہروردی کے مرید تھے اکثر اوقات استغراق مین رہتے تھے حضرت شیخ
نجم الدین کبری بھی اُن کی صحبت مین پہونچے ہین اور ریاضتین کین اور خلوتون مین بیٹھے
اور شیخ روزبہان نے اُنھین اپنی لڑکی بیاہ دی تھی اور اُس سے دو لڑکے پیدا ہوے
اور شیخ اسمعیل قصری بھی اصحاب شیخ ابو نجیب سہروردی سے تھے اور شیخ نجم الدین کبری
بھی اُن کی صحبت مین پہونچے اور اصل خرقہ بھی انھین کے ہاتھ سے پہنا اور اُنھون نے
خرقہ پہنا محمد بن مانکیل سے اُنھون نے محمد داؤد معروف بخادم الفقرا سے اُنھون نے
ابو العباس ادریس سے اُنھون نے ابو القاسم بن رمضان سے اُنھون نے ابو یعقوب طبری
سے اُنھون نے ابو عبد اللہ عثمان سے اُنھون نے ابو یعقوب نہرجوری سے اُنھون نے ابو یعقوب
سوسی سے اُنھون نے حضرت عبد الواحد بن زید سے اُنھون نے حضرت کمیل بن زیاد
سے اُنھون نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اُنھون نے
حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح اسکو شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی نے
اپنے بعضے مصنفات مین لکھا ہے اور علامہ قسطلانی نے بھی مواہب لدنیہ مین بعد معترضین
کے اعتراضات نقل کرنے کے اتصال لبس خرقہ حضرت حسن بصری مین جناب امیر سے لکھا ہے
کہ ان خرقہ صوفیہ کا پہننا مع اتصال صحبت حضرت کمیل بن زیاد سے وارد ہوا ہے اور اُنھون
نے صحبت اٹھائی جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی اور اس امر مین ائمہ جرح و تعدیل کا کوئی اختلاف
نہین ہے مین کہتا ہون کہ حضرت حسن بصری سے اتصال خرقہ مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ
سے ناظر غیر مناظر کو کوئی شبہ نہین رہسکتا ہے اگر انصاف سے تحقیق سابقہ کو دیکھے منتخب التواریخ
مین حضرت خواجہ حسن بصری کے حال مین ہے کہ امیر سید غیاث الدین شاہ میر کہتے تھے کہ
مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری نے حضرت علی رضی کی صحبت اُٹھائی
اور اُن سے خرقہ پہنا اور کوئی شک نہین کہ یہ جمہور اولیا اور مشائخ علما عامہ محدثین اور
فقہا سے معتبر تر اور عمدہ تر تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ عامہ محدثین اور فقہا کا قول تو معتبر ہو اور
ان بزرگان صادقین متقین کا قول جو جامع علم و عمل اور زلل اور خلل سے محفوظ تھے وہ غیر معتبر
ہو میرے نزدیک تو انھین حضرات جامعین مراتب کے قول کا زیادہ وثوق کرنا چاہیے کہ یہ
لوگ مویدین من عند اللہ ہین اور حق تعالی نے ان کو مطالب کشف فرما دیے ہین اور
اسکے دلائل اپنے مقام پر موجود ہین چنانچہ اسی کا نمونہ وہ قضیہ ہے جو حضرت خواجہ محمد پارسا

بخاری اور حافظ جزری سے واقع ہوا تھا اور وہ رشحات سے یون منقول ہے کہ حافظ شمس الدین
محمد بن محمد جزری زمانہ مرزا الغ بیگ مین جب سمرقند آئے اور محدثین کے اسناد پر انتقاد
کرنا چاہا تو اُن سے بعضے حاسدین نے کہدیا کہ خواجہ محمد پارسا بخاری بھی بہت سی حدیثین
بیان کرتے ہین مگر معلوم نہین کہ ان کی سندین صحیح ہین یا کیا اگر آپ کی تحقیق سے اُن کی سندین
ثابت ہوجائین تو آپ کو بڑا ثواب ہوگا انھون نے سلطان مرزا الغ سے کہا کہ خواجہ صاحب
کو بلا کر جو حدیثین وہ بیان کرتے ہین اُن کی اسناد صحیحہ اُن سے پوچھے جائین چنانچہ بخارا سے
خواجہ صاحب بُلائے گئے جب خواجہ صاحب سمرقند پہونچے تو ایک مجلس منعقد ہوئی اور
حافظ جزری اور خواجہ عصام الدین شیخ الاسلام سمرقند اور تمام علما جمع ہوئے حافظ جزری
نے اُن سے ایک حدیث پوچھی خواجہ صاحب نے اُسکو اپنے اسناد سے بیان کیا
جزری نے کہا کہ اس حدیث کے حجت ہونے مین تو کوئی کلام نہین ہے لیکن میرے نزدیک
یہ سند ثابت نہین ہے یہ سن کر تمام حاسدین و معاندین خاموش ہوے پھر خواجہ صاحب نے
دوسری سند اُسکی بیان کی حافظ جزری نے پھر وہی کہا کہ یہ مین نہین جانتا ہون خواجہ صاحب
نے سمجھے کہ اب کوئی سند یہ لوگ نہین مانین گے تب تھوڑی دیر سر جھکا کے شیخ عصام الدین کی
طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ فلان مسند تمھارے نزدیک صحیح ہے یا نہین اور اُس کے اسناد
معتمد علیہ ہین یا نہین شیخ نے کہا کہ ہان وہ کتاب محدثین محققین کے نزدیک معتبر ہے اور
اُسکی سند مین کسی نے کلام نہین کیا ہے اگر آپ کی سند اسی مین کی ہے تو پھر ہمکو کوئی کلام
نہین خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ مسند تمھارے کتبخانہ مین فلان طاق پر فلان کتاب کے
نیچے ہے اور اُسکی ایسی قطع اور ایسی جلد ہے اور یہ حدیث اُس کتاب مین اتنے ورقون کے
بعد فلان صفحہ مین موجود ہے اُسے منگوا دو اور دیکھو شیخ عصام الدین کو معلوم ہی نہ تھا کہ
یہ کتاب میرے کتبخانہ مین ہے کہ نہین سب لوگ حیران ہوگئے کہ یہ کیا کہہ رہے ہین۔ کیونکہ
خواجہ کبھی شیخ عصام الدین کے گھر تشریف ہی نہین لے گئے تھے نہ اُن کا کتبخانہ دیکھا تھا غرض
ایک شخص کتب خانہ کے داروغہ کے پاس بھیجا گیا خواجہ صاحب نے جیسا فرمایا تھا
اُسی قطع کی ایک کتاب وہ وہان سے لے آیا اُسمین جو دیکھا گیا تو وہ حدیث اُسی سند سے
اُتنے ورق کے بعد اُسی صفحہ مین جسمین خواجہ صاحب نے کہی تھی موجود تھی سب لوگ بہت
متحیر اور نادم ہوے اور شیخ عصام الدین سب سے زیادہ متعجب ہوے جب یہ خبر مرزا الغ بیگ کو

ہوپچی تو وہ اپنی حرکت پر سخت نادم اور متاسف ہوے شیخ جلال الدین سیوطی کہ اصاغر طلبہ حضرات صوفیہ سے تھے اُنھون نے بھی کئی مرتبہ بیداری مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ سے احادیث کی تصحیح کی شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی نے میزان مین اُن ائمہ مجتہدین کے ذکر مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بیداری مین مشرف ہوے لکھا ہے کہ اکثر اُن اولیا اللہ سے جو ائمہ مجتہدین سے مرتبتاً یقیناً کم ہین شہرت کے ساتھ مروی ہے کہ وہ بارہا آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہوے اور اُن کے زمانہ والون نے اسکی تصدیق کی اور ایک گروہ کو لکھا ہے کہ یہ حضرات بھی اس گران مایہ دولت سے مشرف ہوے ازانجملہ شیخ جلال الدین سیوطی کو بھی لکھا ہے اور یہ بھی کہ مین نے ایک ورق خود علامہ سیوطی کے ہاتھ کا لکھا ہوا اُن کے شاگرد شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس دیکھا جو کسی شخص کے خط کا جواب تھا اُس شخص نے علامہ سیوطی کو لکھا تھا کہ آپ سلطان قائتبای سے میری سفارش کر دیجیے اُس کے جواب مین اُنھون نے لکھا تھا کہ اے بھائی مین اسوقت تک پچھتر مرتبہ بیداری اور مشافہہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو چکا ہون اگر مجھکو اس کا خوف نہوتا کہ حضرت مجھ سے میرے امرا کے پاس جانے آنے سے محتجب ہو جائین گے تو مین قلعہ پر چڑھ کر بادشاہ سے تمھارے بارہ مین کہدیتا مین تو ایک شخص خدام حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہون اور مجھے آپ کی ملازمت کی ضرورت یہ بھی ہے کہ مین اُن حدیثون کی جنکی محدثین نے اپنے طریقون سے تضعیف کی ہے تصحیح کرون اور کوئی شک نہین کہ یہ نفع میرے نزدیک تمھارے نفع سے کہین بڑھکر ہے اور اسی کی مویدیہ ہے کہ سیدی محمد بن زین مداح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری اور مشافہہ مین آپکی زیارت کی اور جب حج کیا تو مزار مقدس کے اندر سے آپ نے اُن سے باتین کین اور یہ امر انکین ایک جرعہ تک چلا رہا ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ اُن سے ایک شخص بغدادی نے حاکم شہر سے سفارش کرائی یہ اُس حاکم کے پاس گئے جب وہان پہنچے تو حاکم نے اُن کی بہت تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھایا اُس دن سے اُن کو زیارت ہونا موقوف ہو گئی پھر یہ برابر آنحضرت سے آپکی زیارت طلب کیا کرتے لیکن نہوتی ایک روز دور سے زیارت ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو میری زیارت چاہتا ہے اور ظلمت کے بچھونے پر بیٹھتا ہے ہرگز اس حالت مین تجھے زیارت نہوگی چنانچہ پھر تادم مرگ اُن کو زیارت نہین نصیب ہوئی اور امام شعرانی یواقیت والجواہر

فی عقائد الاکابر مین لکھتے ہین کہ مجھ سے شیخ عطیہ ابناسے اور شیخ قاسم مغربی مقیم تربت
شافعی اور قاضی ذکریا شافعی نے بیان کیا کہ ہم نے شیخ جلال الدین سیوطی کو کہتے ہوے
سُنا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری مین ستر مرتبہ سے زاید کی چنانچہ
ایک مرتبہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین جنتی ہون یا نہین آپ نے فرمایا ہان مین نے
عرض کیا کہ بلا عذاب کے فرمایا ہان شیخ عطیہ کہتے تھے کہ مین نے ایک مرتبہ علامہ سیوطی
سے کہا کہ میری ایک ضرورت ہے آپ سلطان غوری سے کہین اور میرے بارہ مین کچھ
کہہ سُن دین اُنھون نے کہا اے عطیہ مین آنحضرت کی زیارت بیداری مین کر چکا ہون اب
مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ غوری کے ملنے کی شامت سے وہ زیارت جاتی رہے جیسا کہ
ایک صحابی کو ملائکہ سلام کیا کرتے تھے اُنھون نے ایک دن اپنے بدن پر کسی ضرورت
سے داغ لیا اُس دن سے اُنھون نے پھر ملائکہ کو نہین دیکھا شیخ جلال الدین سیوطی نے
ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والجن والملک ہے
اُس مین جو جو حضرات صحابہ اور اولیا اور علما کہ مشرف بزیارت حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
وملائکہ بیداری مین ہوے ہین اُن کا حال لکھا ہے مگر اپنا کچھ بھی حال جو ان تینون بزرگون
سے مروی ہے نہین لکھا ہے جسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُنھون نے وہ کتاب سخاوی وغیرہ
اپنے زمانہ کے منکرین مدعیین رویت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا رویت ملائکہ کے لیے لکھی
ہے وہان اپنا ذکر لکھنا مناسب نہ سمجھے امام شعرانی مشارق الانوار القدسیہ فی بیان عہود المحمدیہ
مین اپنے شیخ علی خواص سے نقل کر کے لکھتے ہین کہ وہ لوگ جنکے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے بیداری اور مشافہہ مین مشرف بہ زیارت ہونے کی خبر صحیح ہو چکی ہے اُنھین مین شیخ ابو مدین
مغربی بھی تھے اور ایک جماعت ہے جنھین آخری علامہ سیوطی ہین کہتے تھے کہ مین نے
آنحضرت کی زیارت بیداری مین ستر بار سے زائد کی ہے وہ مجھ سے بعض منکرین سیوطی
کہتے تھے کہ شعرانی نے عہود محمدیہ مین لکھا ہے کہ شیخ علی خواص نے علامہ سیوطی سے کہا کہ
اے شیخ فلان مقام اور بندہ کے درمیان مین فلان فلان مقامات ہین اُن مین سے دس
مقام تو بیان کرو تو سیوطی اُن کو بیان نہ کر سکے تب مین نے کہا کہ عہود محمدیہ مین یہ قصہ یون
نہین ہے بلکہ اس طرح ہے کہ مین شیخ علی مرصفی کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آکر کہنے لگا کہ
مین ایسے مقام تک پہونچ گیا ہون جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت چاہتا ہون بیداری

بیداری مین دیکھ لیتا ہون تب اُنھون سے نے کہا کہ اسے لڑکے اس مقام مین اور عبدین دولاکھ سینتالیس ہزار مقامات ہین تو تو مجھ سے اُن مقامات مین سے دس ہی مقام بیان کردے وہ لاجواب ہوکر شرمندہ ہوا۔ فاعلم ذالک واللہ یھدی من یشاء الی[1] صراط مستقیم ۵

سخن زدست گران بود سزاون کردم		جان بہ بیعانہ بیارید کہ ارزان کردم	

اب پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حضرت معروف کرخی کا اخذ کرنا حضرت داؤد طائی سے تکملہ فتوح الغیب مین بھی مرقوم ہے اور حضرت ملاجیون امیٹھوی کہ علماء فحول اور کملاء زمانہ سے تھے اپنے جد شیخ عبدالرزاق بن خاصہ خدا کے شجرہ قادریہ مین لکھتے ہین کہ حضرت معروف کرخی کو حضرت داؤد طائی سے پہونچا اور اُن کو حضرت حبیب عجمی سے اور اُن کو حضرت خواجہ حسن بصری سے اور اُن کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نیز حضرت معروف کرخی کو امام علی موسی رضا رضی اللہ عنہ سے آخر سلسلہ نسبی تک اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انتباہ فی سلاسل اولیا اللہ مین لکھتے ہین کہ حضرت معروف کرخی بہت بزرگون کی صحبت مین رہے جن مین سب سے بڑے دو صاحب تھے ایک حضرت امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ دوسرے حضرت داؤد طائی پھر شیخ تاج الدین سنبھلی کے رسالہ سے لیکر اُسی کتاب مین لکھتے ہین کہ وللمعروف نسبۃ اخری الی داؤد الطائی عن حبیب العجمی عن حسن البصری قدس اللہ اسرارھم انتھی اور شیخ محمد عابد سندی مدنی نے حصر الشارد مین اپنے تلقیم[2] کے بارہ مین جو سند لکھی ہے اُسمین بھی حضرت معروف کرخی کا واسطہ حضرت داؤد سے لکھا ہے اور ابو اسحاق شاطبی کہتے تھے کہ اسی اسناد سے جو اس رسالہ مین ہے مین نے بھی مصافحہ کیا ہے اور نفح الطیب[3] مین ہے کہ محدثین کا کلام اس سند مین مشہور ہے اور بعضے محدثین حضرات صوفیہ سے کے معین ہین اور قرطبی[4] نے بھی اپنے تذکرہ مین سلسلہ کلام حصر الشارد کو لکھا ہے اور وہ سند امام الحرمین تک ہے اور وہان تک اس کے واسطے تمام فاضل یا عارف اور کامل کے ہین اور اُن سے حضرت حسن بصری تک محدثین ثقات

[1] ؎ ...کو چھوڑے اور ہدایت کرتا ہے جس شخص کو چاہتا ہے سیدھے راستہ پر ۱۲ منہ [2] اور معروف کو ایک نسبت خاص تھی داؤد طائی سے ... پاک کیے ... ۱۲ منہ [3] لقمہ کھلانا ۱۲ [4] مولف نفح الطیب شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ابو محمد المقری بکسر میم و تشدید قاف ... مالکی تھے [5] قرطبی محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح انصاری قرطبی ابو عبد اللہ حافظ مفسر تھے مصنف کتاب التذکرہ احوال الموتی وامور آخرت کے ۱۲

شہور ہیں بلکہ ائمہ اجلۂ عارفین سے کے فرائل مجالی المقال واللہ اعلم مافی البال۔ اب اگر کوئی کہے
کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت شب یازدہم ماہ ربیع الاول روز شنبہ وبقولے
ربیع الآخر ۱۵۳ھ ایک سو ترپن میں ہوئی اور یافعی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت کی
ولادت بروز جمعہ بعض شہور سنہ ایک سو ترپن میں مدینہ میں ہوئی اور بعضوں کے نزدیک
ساتویں شوال اور بعضے آٹھویں اور بعضے چھٹی سنہ ایک سو اکاون میں اور ابن خلکان نے بھی
ایسا ہی لکھا ہے اور بعضے سنہ ساٹھ میں کہتے ہیں اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر کا قول ہے کہ حضرت
داؤد طائی کی وفات سنہ ایک سو پینسٹھ میں ہوئی اور اسی کو ترجیح دی ہروی نے اور بعضے
سنہ ساٹھ میں کہتے ہیں تقریب التہذیب میں ہے کہ داؤد بن نصیر بضم نون ابو سلیمان الطائی کوفی
ثقہ فقیہ زاہد کا انتقال سنہ ساٹھ میں ہوا اور بعضے سنہ پینسٹھ میں کہتے ہیں اور بعضے سنہ اکسٹھ
اور بعضے ترسٹھ کہتے ہیں اور ابو داؤد طیالسی کہتے ہیں کہ اسرائیل اور داؤد کا انتقال اس
زمانہ میں ہوا کہ جب میں کوفہ میں تھا اور ابونعیم اور قعنب بن المحرز کا قول ہے کہ ان کا انتقال
سنہ ایک سو ساٹھ میں ہوا اور ذہبی وغیرہ کا قول ہے کہ ۱۶۲ھ میں اور بعضے باسٹھ کہتے ہیں
اور نفحات میں سنہ وفات حضرت داؤد طائی کا ۱۶۵ھ لکھا ہے پس راجح سنہ وفات حضرت
داؤد سنہ ۱۶۰ یا ۱۶۱ یا ۱۶۲ ہوگا تو بین حضرت امام رضا علیہ السلام کا اسوقت آٹھ یا نو یا دس
برس کا ہوگا تو کیونکر خیال کیا جائے کہ حضرت معروف امام علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان
ہوئے ہوں اور بعد اس کے حضرت داؤد کی خدمت میں آکر ان سے استفادہ کیا ہوگا
جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی استبعاد نہیں کیونکہ ابن جوزی وغیرہ کی روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ حضرت معروف کو اللہ تعالیٰ نے زمانہ طفولیت ہی میں برگزیدہ کر بنایا تھا
جبکہ وہ اپنے استاد کے قول کو رد کرتے تھے وہ کہتا تھا کہ ثالث ثلثۃ اور یہ کہتے تھے
بل ھو اللہ الواحد القہار احد احد یہانتک کہ ایک روز ان کو معلم نے بہت مارا یہ بھاگ
گئے اور دو برس تک غائب رہے تو کیسے خیال کیا جائے کہ جب اللہ نے ان کو برگزیدہ
کیا تو علم فراست نہیں عطا کیا اور ان کو فراست سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام رضا علیہ السلام
کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی میں حکمت و معرفت عطا کی ہے کیونکہ وہ ثمرۂ شجرۂ مصطفوی و فرع نبوی

سلسلہ پس باقی رہی گفتگو کی مجال اور اللہ بڑا جاننے والا ہے اسکو جو دل میں ہے اور مسلک بلکہ وہ سب
بڑا غالب ہے ایک ہے ایک ۱۲ منہ

تھے اور یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ اُن کے ہاتھ پر میری تکمیل ہوگی یا اللہ نے اُن کو الہام کے ذریعہ سے آگاہ کیا ہوگا جیسا کہ پہلے توحید کا الہام کیا تھا اور وہ امام رضا علیہ السلام کے پاس اگر مسلمان ہوے ہوں بعد اسکے کوفہ جاکر حضرت داؤد طائی سے ملاقات کرکے اُن سے استفادہ کیا ہو اور جب حضرت داؤد طائی نے وفات پائی ہو اور اُن کی تکمیل نہوئی ہو تو اُنھون نے بعض اصحاب داؤد کی خدمت کی ہو اور ابن السماک کی نصیحت سُنی ہو اور پھر امام موسی رضا علیہ السلام کی خدمت مین آکر اُن کی خدمت اور ملازمت اختیار کرلی ہو اور استفادہ حاصل کرکے اپنی مراد کو پہونچے ہون ھذا او لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا[1] اور حضرت داؤد طائی کا استفادہ ایک گروہ تابعین سے بھی ثابت ہے جنمین سے امام ابوحکیم حبیب بن سالم راعی تھے اُنھون نے اخذ کیا شیخ معمر مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی عبداللہ سلمان فارسی معروف بسلمان الخیر سے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر امیر المومنین ابی بکر الصدیق رضہ سے اور اُن کا استفادہ گرچہ حضرت امیر علیہ السلام سے بھی ممکن ہے لیکن جمہور صوفیہ مشاہیر نے نہین لکھا ہے اور نہ اُن کے اخذ کرنے کو حضرت ابی بکر صدیق رضہ سے سوا سلسلہ نقشبندیہ کے اور کسی سلسلہ کو لکھا اگرچہ اُن کا زمرۂ اصحاب جناب امیر علیہ السلام سے ہونا مشہور ہے اور قاضی شہید صاحب کتاب شروط التصوف سے منقول ہے کہ حضرت داؤد نے ایک جماعت تابعین کے ہاتھ سے خرقہ پہنا اُن مین سے حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہما تھے کیونکہ امام زین العابدین کی وفات سنہ ۹۲ یا ۹۳ یا ۹۴ مین بر قول ان کے اہل بیت اور اہل بلد کے ہوئی اور یہ بھی ابن سعد کا قول ہے کہ جو اُسکے عالم تھے کہ بعضے ۹۵ اور ۹۹ اور سو مین کہتے ہین اور اس سب کو اُنھون نے رد بھی کیا ہے اور امام محمد باقر کی وفات ۱۱۷ یا ۱۱۸ یا ۱۱۴ دبقول سنہ اکسو چودہ یا سترہ یا اٹھارہ مین ہوئی اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا مزار بقیع مین اُس مقبرہ مین ہے جسمین آپکے چچا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا مزار ہے قبۂ حضرت عباس بن عبد المطلب مین کذا فی فصول المہمہ اور حضرت امام محمد باقر قبۂ عباس مین مدفون ہین در رال صداف مین ہے کہ اپنے والد کیطرح ان کو بھی زہر دیا گیا اور ایسا ہی فصول المہمہ مین بھی ہے واللہ اعلم ترجمہ صواعق مین ہے کہ سنہ ایکسو سترہ مین امام محمد باقر کی وفات ہوئی اور یہی صحیح ہے اور ابو بکر بر داد نے اپنی سند مین حافظ ابی طاہر سلفی سے

---

[1] اس کلام کو نقشبند کر شاید اللہ تعالی اسکے بعد کوئی نئی بات ظاہر کردے ۱۲ منہ

نقل کرکے لکھا ہے کہ حضرت داؤد نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے خرقہ پہنا اور حضرت امام موسیٰ کاظم
کی وفات پانچویں رجب ولقول ۲۴ صفر روز جمعہ ۱۸۳؁ھ ایکسو تراسی مین ہوئی اور آپ کا
سن شریف پچپن برس کا تھا اور ایک روایت مین بیٹھ (ساٹھ) برس کا اور حضرت معروف نے
استفاضہ کیا علامہ سعید بن عبد العزیز بن ابی یحییٰ تنوخی دمشقی سے جنکی کنیت ابی محمد یا ابی
عبد العزیز تھی اور وہ شیخ شام تھے انھون نے حضرت خواجہ حسن بصری سے اور ان سے
حدیث طلب الحق فریضۃ بھی روایت کی ہے چنانچہ اس روایت کی تحسین حافظ سلفی نے
کی ہے اور اُن کی متابعت صلاح علائی اور شمس ابن الجزری اور مجد بن یعقوب شیرازی
اور سخاوی نے بھی کی ہے اور حضرت معروف کرخی نے استفاضہ کیا امام بکر بن خنیش
کوفی نزیل بغداد سے بھی جو حضرت خواجہ حسن بصری کے اصحاب سے تھے خنیش بمعجمہ و نون آخر میں
شین معجمہ کذا فی التقریب اور جامع الاصول مین سین مہملہ ہے اور حضرت معروف کرخی کی روایت
حضرت امام جعفر صادق سے طلب الحق فریضۃ پر ہروی اور حافظ عبد اول اور حافظ بلال
یونس ہاشمی اور دیلمی اور رافعی اور ابن عساکر اور ذہبی و ابن حجر او سیوطی و سخاوی اور
مناوی وغیرہ نے سکوت کیا ہے اور ذہبی میزان مین لکھتے ہین کہ علان بن زید صوفی غالباً
اس حدیث کے وضع مین تو سکوئی تہمت مگر کچھ کلام ہین کیلبت (لیکن) تو سی سے حضرت معروف
کے بلا واسطہ حضرت امام جعفر صادق سے اخذ کرنے کا وہم ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہین ہے
اور ان لوگون کا سکوت اس پر غفلت شدید ہے کیونکہ امام رضا علیہ السلام جن کے ہاتھ پر حضرت
معروف مسلمان ہوے اُنھون نے اپنے جد حضرت امام جعفر کا وقت ہی نہین پایا بلکہ وہ ان کی
وفات کے پانچ چھ برس کے بعد پیدا ہوے جیسا کہ فصل الخطاب وغیرہ مین ہے تو حضرت
معروف حضرت امام جعفر صادق سے کیسے اخذ کرتے اور حضرت معروف نے حضرت بشر حافی بن
حارث بن عبد الرحمن بن عطا بن ہلال بن ماہان بن عبد اللہ بن ابی نصر مروزی بغدادی سے
بھی جو امام احمد کے شیوخ سے تھے اخذ کیا ہے اور انھون نے حضرت فضیل بن عیاض اور
امام عمرکی سے اور انھون نے حضرت حسن بصری سے علامہ ابن خلکان لکھتے ہین کہ بشر حافی کو
حافی اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ ایک موچی کے پاس گئے اُس سے جوتہ کا تسمہ مانگا جو ٹوٹ
گیا تھا موچی نے کہا ما اکثر کلفتکم علی الناس اُنھون نے اُسی وقت جوتہ پھینک دیا اور تسمہ

سلہ ان کی وفات ہوئی محرم سنہ [illegible] تھی مین ہوئی اور مرقد [illegible] باہر ہے [illegible] سنہ [illegible] [illegible]

کھائی کہ اب جوتہ نہ پہنوں گا اور حضرت امام جعفر صادق نے اپنے نانا حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر
الصدیق سے بھی استفاضہ کیا انھوں نے حضرت سلمان فارسی سے اخذ کیا چنانچہ اسکو حضرات
نقشبندیہ نے لکھا ہے مگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انتباہ مین لکھتے ہین کہ اخذ کرنا قاسم
کا سلمان سے بظاہر ممکن نہین مگر یہ ان بباطن ہو سکتا ہے جیسا کہ تتبع کتب اسماء الرجال سے ظاہر
ہوتا ہے حضرت قاسم کا انتقال سنہ ۱۰۱ھ ایکسو ایک مین ہوا اور بعضے ایکسو دو مین کہتے ہین اور
اسی کو ابن حبان نے ترجیح دی ہے اور بعضے ایک سو چھ کہتے ہین اور ابن حجر کے نزدیک یہی
صحیح ہے اور بعضے ایک سو سات کہتے ہین اور ایک گروہ ایک سو آٹھ اور بعضے ایک سو نو اور
بعضے ایک سو بارہ اور بعضے ایک سو سترہ مین اور انکی عمر سب کے نزدیک ستر یا بہتر برس کی
ہوئی اور حضرت سلمان کا انتقال بر قول خلیفہ ابن خیاط سنہ ۳۳ھ مین ہوا اور دوسری جگہ ان کا اور ابن
زنجویہ اور ابو عبیدہ وغیرہ کا قول ہے کہ اُن کی وفات مدائن مین سنہ ۳۶ھ مین ہوئی اور اسی کو ابن
حبان نے قطعی کہا ہے اور کہا ہے کہ بعد غزوہ جمل کے اور بعضے سنہ پانچ کہتے ہین اور اسی کو ابن
عبد البر نے ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہ قول اکثر ہے اور بعضے سنہ چار کہتے ہین اور یہی معتمد علیہ
ابن حجر کا ہے تقریب مین اور بعضے زمان خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین کہتے ہین حالانکہ
یہ غلط ہے کیونکہ عبد الرزاق نے جعفر بن سلیمان سے اور انھوں نے ثابت سے انھوں نے
انس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود اور سعد سلمان کے پاس اُن کی وفات کے
قریب آئے تو سلمان رونے لگے اور حماد بن سلمہ نے علی بن زید سے انھوں نے ابن المسیب اور
حمید الطویل سے انھوں نے مورق عجلی سے روایت کی ہے کہ جب سعد اور ابن مسعود سلمان کی
عیادت کو گئے تو وہ رونے لگے ابن حجر نے اصابہ مین مزی کی متابعت سے لکھا ہے کہ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ سلمان کا انتقال ابن مسعود سے پہلے ہوا اور حضرت ابن مسعود کا انتقال قبل سنہ
چونتیس کے ہے تو اُن کا انتقال سنہ ۳۳ھ یا ۳۲ مین ہوا ہوگا اور حضرت ابن مسعود کے سال انتقال
مین بھی اختلاف ہے اکثر لوگ سنہ بتیس کہتے ہین اور اسی کا یقین ابن حبان اور ابو عمر اور ابن الجوزی
اور ذہبی وغیرہم نے کیا ہے اور بعضے سنہ تینتیس کہتے ہین اور سنہ ۳۴ کا کسی کا قول نہین ہے
تو سلمان نے بر قول صحیح سنہ ۳۱ھ یا ۳۲ مین وفات پائی ہوگی اور حضرت قاسم بر قول راجح قبل سنہ
تیس سال مین پیدا ہوئے اور بعضے کہتے ہین سنہ ۲۹ھ مین اور اگر یہ ثابت ہو جائے تو معلوم ہو کہ حضرت قاسم بزمانہ وفات حضرت
سلمان تین یا چار برس کے ہونگے تو استفاضہ اُن کا بطور تصرف کے اگر ہوا ہو تو ہو سکتا ہے واللہ اعلم

بحقیقۃ الحال اور وہ جو تاریخ صغیر بخاری میں عروب بن رویم سے مروی ہے کہ ابو عبدالرحمن قاسم نے اُن سے بیان کیا کہ ہم نے سلمان اثر کی زیارت کی تو وہ قاسم ابن عبدالرحمن ابو عبدالرحمن دمشقی مولی بنی اُمیہ سے ہونگے کاشف میں ہے کہ وہ حضرت علیؓ اور حضرت سلمانؓ سے رسالہ راوی ہیں عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی بوسی بلاد فارس کے رہنے والے تھے پھر راہبین نصاری کی صحبت میں رہے اور ایک راہب سے پاس سے دوسرے کے پاس جایا کرتے تھے جب شام میں آئے وہان آنحضرت کی بعثت کی خبر سنکر حاضر حضور ہوے اور اسلام لائے اور آپ کے ساتھ غزاء خندق وغیرہ میں شریک تھے انکی وفات ۳۶ھ آخر زمانہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں ہوئی اور بعض سلسلہ میں کہتے ہیں ان کی عمر ڈھائی سو اور بعضے کہتے ہیں کہ ساڑھے تین سو برس کی ہوئی منظومہ

اندر رہگذر خاک سر کوے شما بود | ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل ذکر بعض مشائخ سلسلہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ میں

حال حضرت سید جلیل ذی فضیل الکامل المتورع المرتاض شیخ ابو علی المعروف بہ خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ

علامہ ذہبی جلد دوم میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ یہ بہت بڑے زاہد اور شیخ الاسلام اور اُن معتبر بزرگون میں سے تھے جن کی ثقاہت اور جلالت متفق علیہ تھی اور وہ جو احمد بن ابی خیثمہ کا قول ہے کہ میں نے قطبہ بن العلاء کو کہتے سُنا کہ میں نے فضیل بن عیاض سے روایت حدیث ترک کر دی کیونکہ اُنھوں نے چند ایسی حدیثیں روایت کین جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نقصانات کا بیان تھا تو ابن ابی خیثمہ کا یہ قول قابل اعتبار نہیں کیونکہ معلوم نہیں قطبہ کون شخص تھا اور کیون جرح کرتا تھا اور جب وہ خود ہی ثقہ نہ تھا تو اُس کی جرح کیا قابل ہیت ہو سکتی تھی حضرت فضیل نے جو سُنا وہ روایت کر دیا اس سے ان کی ذات کے متعلق کوئی سقم نہیں ہو سکتا وہ خود مشائخ اسلام سے تھے اُن کی وفات ۱۸۷ھ ایک سو ستاسی میں ہوئی ابن اثیر کہتے تھے کہ آپ اصحاب طبقات عالیہ و ارباب فضل و کرامات وافیہ سے تھے منقول ہے کہ

بن السائب اور اعمش سے حدیث روایت کرتے تھے اور شیخ الاسلام کہتے تھے کہ حضرت فضیل
کہا کرتے تھے کہ مین اللہ کی عبادت ایسی دوستی سے کرتا ہون جس سے صبر نہین کرسکتا
امام یافعی مراۃ الجنان کے وقایع ۱۸۷ھ مین لکھتے ہین کہ ابن مبارک کہتے تھے کہ حضرت
فضیل بن عیاض سے زاہد روے زمین پر کوئی افضل نہین ہوا قاضی شریک کہا کرتے تھے
کہ فضیل بن عیاض اپنے زمانہ والون کے لیے حجت تھے **نقل** خلیفہ ہارون رشید نے ایک دن
آپ سے عرض کیا کہ آپ بہت بڑے زاہد ہین آپ نے فرمایا نہین مجھ سے بڑھکر تم زاہد ہو انھون
نے پوچھا کیسے فرمایا کہ مین دنیا مین زہد کرتا ہون اور تم آخرت مین اور دُنیا فانی چیز ہے اور آخرت
باقی آپ فرماتے تھے کہ جب اللہ کسی بندہ کو دوست کرلیتا ہے تو اُسکو غم زیادہ دیتا ہے اور جب
کسی کو دشمن کرلیتا ہے تو اُسکو دنیا بہت دیتا ہے اور اگر تمام دنیا کی چیزین مجھپر پیش کی جائین اور
اُس کا مجھ سے حساب وکتاب بھی نہ لیا جائے تو بھی مین اُسے ایسا ناپاک جانون اور اُس سے
بچا کرون جیسے سب لوگ نجاست پر سے اپنے کپڑے بچاتے رہتے ہین کہ کہین ان مین نجاست
نہ بھر جائے اور فرماتے تھے کہ لوگون کے دکھانے کو کسی عمل کا ترک کرنا ریا ہے اور لوگون کے
دکھانے کو عمل کرنا شرک ہے اور اگر میری کوئی دعا قبول ہوتی تو مین سواے امام وقت کے
اور کسی کے لیے نکرتا کیونکہ جب امام وقت اچھا ہوگا تو شہر اور شہر والے سب امن وامان مین رہینگے
شیخ ابو علی رازی کہتے تھے کہ مین تیس برس حضرت فضیل کی صحبت مین رہا مگر مین نے ان کو کبھی
ہنستا یا مسکراتا نہین دیکھا سوا اُس دن کے کہ جب اُن کے بیٹے علی کا انتقال ہوا تھا مین نے
پوچھا کہ آج آپ ہنستے کیون ہین فرمایا اسوجہ سے کہ جس بات کو اللہ نے پسند کیا اُسکو مین نے
بھی پسند کیا وہ صاحبزادہ جوان صالح بلکہ بڑے بزرگ تھے لوگون نے آپ سے کہا کہ آپکے
بیٹے علی کہتے تھے کہ مین ایسی جگہ پہونچ گیا ہون جہان سے لوگون کو دیکھ لیتا ہون مگر وہ مجھے
نہین دیکھ سکتے آپ رونے لگے اور فرمانے لگے کہ کاش علی وہ مقام پورا پاجاتا اور مین
تو اسے مقام پر ہون کہ جہان نہ لوگ مجھے دیکھتے ہین اور نہ مین اُن کو ابن المبارک کہتے تھے کہ
جب حضرت فضیل کی وفات ہوئی تو گویا غم دنیا سے اُٹھ گیا آپ کا شمار اُن حضرات مین تھا جو
مشغوفین محبت الہیہ سے تھے آپکے مناقب اور اوصاف وفضائل بہت مشہور ومعروف تھے
مولد آپ کا سمرقند تھا اور بعضے کہتے ہین کہ کوفی اور شہر بلاد عجم سے وہان سے پھر آپ کوفہ آئے
اور وہین حدیث سنی پھر مکہ معظمہ آئے اور وہین رہ پڑے اور انتقال کیا مزار شریف بھی وہین ہے

حضرات مشائخ کی کتابون سے یہ امر پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدا مین ڈاکو تھے توبہ کا سبب
یہ ہوا کہ آپ ایک عورت پر عاشق ہوسے اُس کے ملنے کو اُس کے گھر کی دیوار پر چڑھے وہان
سنا کہ کوئی شخص پڑھ رہا ہے الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ یعنی کیا وقت
نہین آیا مسلمانون کو کہ اُن کے قلوب عاجزی کرین اللہ کی یاد پر فوراً آپ کی زبان سے نکلا کہ بیشک
وہ وقت آگیا اور دیوار سے اُتر کر چلے آئے کچھ رات باقی تھی کہ ایک ویرانہ مین پہونچے وہان
دیکھا کہ چند مسافر باہم ایک دوسرے سے کہتے ہین رات تھوڑی رہ گئی ہے اب تو ہم چلتے ہین
دوسرے نے کہا کہ ابھی رات باقی ہے ہم نہ چلین گے راستہ مین کہین فضیل لوٹ نہ لین آپ یہ
سُنکر بہت نادم ہوئے فوراً توبہ کی اور اُن سے متعرض نہ ہوسے۔ نقل ایک دن آپ ہارون رشید
سے کہنے لگے کہ اسے خوشرو تمہین وہ ہو جس نے اس امت کے کامون کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے
ہارون رشید رو دیا پھر اُس نے جو جو اولیا و علما اُسوقت وہان موجود تھے اُنکو ایک ایک تھیلی دی
سب نے لے لی مگر انھون نے نہین لی ہارون رشید نے کہا کہ اے ابو علی اگر تم اسے اپنے لیے
حلال نہین سمجھتے تو خود نہ صرف کرو بلکہ کسی قرضدار کا قرضہ ادا کر دو یا کسی بھوکے کو کھانا کھلوا دو
یا کسی ننگے محتاج کو دیدو کہ وہ اپنے کپڑے بنا لے اس حکایت کے راوی حضرت سفیان بن عیینہ
کہتے تھے کہ جب وہان سے سب لوگ اُٹھے تو مین نے اُن سے کہا کہ اے ابو علی تم نے بڑی غلطی کی کہ تھیلی نہ لی
لے لیتے اور کسی نیک کام مین لگا دیتے تب انھون نے میری داڑھی پکڑ کے کہا کہ اے ابو محمد تم
فقیہ اور مستند اہل شہر ہو کر ایسی غلطی کرتے ہو اگر اس کا لینا سب کے واسطے بہتر ہوتا تو میرے
لیے بھی ہوتا اور تذکرۃ الاولیا مین قصہ تو یون لکھا ہے کہ یہ ابتدا ایک عورت پر عاشق تھے ڈاکہ
مار کر جو مال لاتے وہ اُسی کو بھیجدیتے اور کبھی کبھی خود بھی اُس کے پاس جایا کرتے اور اُسکی محبت
مین رویا کرتے اور اُسکی محبت کی وجہ سے جس قافلہ مین کوئی عورت ہوتی اُسکو نہ لوٹتے ایک رات
کو اپنی جماعت کے ساتھ ایک قافلہ کے قریب پہونچے تو ایک شخص اُس قافلہ مین یہ آیت پڑھ رہا
تھا کہ الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ یعنی کیا مسلمانون کے لیے وہ وقت نہین
آیا کہ اُن کے سوتے دل اللہ کی یاد سے بیدار ہو جائین یہ گویا ایک تیر تھا جو اُن کے دل پر لگا۔
اُسی وقت سے اُن کو رقت اور سوزش پیدا ہو گئی انھون نے فوراً توبہ کر کے دشمنون کو راضی
کیا مگر ایک یہودی کسیطرح راضی نہین ہوتا تھا بہت رد و بدل کے بعد کہنے لگا کہ مین نے قسم
کھا لی ہے کہ جب تک میرا مال نہ دو گے تب تک مین معاف نہ کرون گا اور میرے سامنے خزانون

رکھی ہین اُن کو مجھے اُٹھا دو آپ نے سرہانے سے اُٹھا کر یہودی کو دیدین وہ بولا کہ پہلے مجھے
مسلمان کرو آپ نے پوچھا کیون کہنے لگا مین نے توریت مین دیکھا تھا کہ جو سچے دل سے توبہ
کرتا ہے اُسکے ہاتھ مین مٹی سونا ہوجاتی ہے چنانچہ آج مین نے اسکا امتحان کیا میرے سرہانے
مٹی ہی تھی جو تمھارے ہاتھ کی برکت سے سونا ہوگئی اسوجہ سے میرا اعتقاد ہے کہ تمھاری توبہ سچی
ہے اور سفینۃ الاولیا مین ان کی توبہ کا سبب یہ لکھا ہے کہ یہ ایک دن اپنے چھوٹے لڑکے کو
گود مین لیے پیار کر رہے تھے بیٹے نے کہا کہ کیا تم مجھکو دوست رکھتے ہو کہنے لگے ہان کہا کہ
خدا کو بھی دوست رکھتے ہو کہا ہان تب کہا کہ ایک دل مین دو کی دوستی کیسے ہوسکتی ہے فوراً یہ
سمجھے کہ یہ بات کسی اور طرف سے ہے سر پیٹ کے لڑکے کو اُتار دیا اور اللہ کی یاد مین مشغول
ہوگئے تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ بعد توبہ کے آپ کوفہ آئے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبت اُٹھائی اور بہت اولیاء اللہ سے ملاقات کی اور پھر بصرہ اس ارادہ سے گئے کہ وہان
حضرت خواجہ حسن بصری کی خدمت اختیار کرین بصرہ کے قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ
حسن بصری کی وفات ہوگئی یہ رونے لگے ایک شخص نے رونے کی وجہ پوچھی انھون نے بیان
کی اُس نے کہا کہ اب تم حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید کے پاس جاؤ حضرت خواجہ حسن بصری کے
اب وہی نائب اور خلیفہ برحق ہین اُن کا ایسا کوئی کامل اس زمانہ مین نہین ہے اور حضرت خواجہ
حبیب عجمی بھی اُن کے دوستون مین ہین اور وہ ہر ہفتہ اُن کے یہان آیا کرتے ہین غرض کہ یہ
بشوق تمام حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کی خدمت مین پہونچے آپ نے بہت نوازش اور
شفقت کے بعد فرمایا کہ اے فضیل سب چیزون سے اعراض کرکے اُن سب کو چھوڑ دو اور درویشی
جو لیتی اور خاموشی ہے اُسے اختیار کرو اور اپنے ماتم مین رہو اور ہر جگہ اور ہر وقت اللہ کو حاضر
و ناظر جانو تھا . انام آج ہی سے محبان حق کے گروہ مین لکھ گیا اور تم اللہ کے دوست ہوگئے پھر فرمایا
کہ خلوت اختیار کرو اور ذکر نفی و اثبات کیا کرو آپنے بتعمیل حکم کہ معظمہ جا کر عزلت اختیار کی اور ذکر مین
مشغول ہوے چند دنون مین ایسی ترقی کی کہ قطب وقت ہوگئے آپ کی کنیت ابو علی تھی گو بعضے
ابوالفیض بھی کہتے تھے اصلی باشندہ آپ کوفہ کے تھے اور بعض کے نزدیک اطراف خراسان و
ناحیہ مرو و سمرقند مین پیدا ہوے اور باورد مین نشو و نما پایا اور بعضے کہتے ہین بخاری الاصل تھے
اور جماعت مشائخ مین ورع و ریاضت و کرامت و معرفت مین بے مثل تھے اولاثات اور
پشمینی ٹوپی اور گلے مین تسبیح پہنا کرتے تھے آپ کے دوست و احباب بہت تھے اور

سب چور اور ڈاکو وہ لوگ جس قافلہ کو لوٹتے تو پہلے مال آپ ہی کے سامنے لاتے کیونکہ آپ بزرگ تھے آپ ہی مال
تقسیم کیا کرتے تھے اور جسقدر چاہتے اپنا حصہ لیکر وہ مسجد کے بنانے مین دے دیتے، اور جو نماز نہ پڑھتا تھا
اُسکو نکال دیتے ایک دن آپکے ساتھیون نے ایک قافلہ لوٹا اور مال آپ کے پاس لائے اُسمین ایک
تھیلی ایسے روپیون کی نکلی جسپر آیۃ الکرسی لکھی تھی آپ نے وہ اُٹھا کر اُس کے مالک کو دیدی ہمراہیون
نے کہا کہ اس مین تو بہت اچھے روپیہ تھے وہ کیون دیدیے گئے کہنے لگے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ
کہین ایسا نہو کہ جو لوگ کلام مجید اور آیۃ الکرسی کے معتقد ہین اُن کو جب یہ معلوم ہو کہ آیۃ الکرسی
لکھنے سے کچھ نفع نہین ہوا بلکہ وہ تھیلی چور لے گئے تو وہ قرآن شریف اور آیۃ الکرسی سے بداعتقاد
ہو جائین اور اس کا وبال مجھ پر آئے اور میری خلاصی قیامت مین چوری اور ڈاکہ زنی کے وبال
سے زیادہ آسان ہے بہ نسبت اسکے کہ کوئی مرد مسلمان قرآن اور آیۃ الکرسی سے بدعقیدہ
ہو جائے صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہین کہ آپ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے اور خوف خدا سے
اتنا روتے کہ جو کوئی دیکھتا وہ مصیبت زدہ سمجھکر رو دیتا جس روز سے آپ مرید ہوئے اُسی روز
سے کسی دنیادار کا منھ نہین دیکھا بلکہ اُن کے راستہ پر بھی نہین چلے اگر کبھی بھولے سے چلے جاتے
تو کپڑے اُتار کر فقیرون کو دیدیتے اور کہتے کہ ایسا نہو کہ کسی دنیادار کی خاک اسپر پڑ گئی ہو آپ بڑے
بزرگ صاحب عظمت و کرامت تھے کبھی تین اور کبھی چار پانچ روز کے بعد افطار کرتے اور
پانچ سو رکعت نماز اسکے شکرانہ مین پڑھا کرتے اور فرماتے کہ میری خواہش یہ ہے کہ بیمار ہو جاؤن
تاکہ نماز جماعت مین نہ جا سکون اور حتی الوسع خلق کو نہ دیکھون اور بڑا احسان اُس شخص کا ہے
کہ مجھ سے بیزار ہو کر گذر جائے اور سلام نہ کرے اور جو بیمار ہون تو دیکھنے نہ آئے اور جب رات آتی ہے
تو مین خوش ہو جاتا ہون کہ اب مجھے خلوت بے تفرقہ ہوگی اور جب صبح ہوتی ہے تو غمگین ہو جاتا
ہون کہ اب مخلوق جمع ہو کر مجھے پریشان کرے گی حضرت سفیان ثوری کہتے تھے کہ ایک رات
مین اُن کے پاس گیا اور آیتین اور حدیثین پڑھنے لگا مین یکایک میری زبان سے نکل گیا
کہ آج کی رات بھی کیا مبارک رات تھی اور کیا اچھی صحبت کہ اب ویسی نیامت بہت میسر ہوگی آپ فورا
بول اُٹھے کہ بُری رات اور خراب صحبت تھی مین نے کہا کیون کہنے لگے کہ تم اُسوقت اس فکر
مین تھے کہ ایسی بات کہو جو مجھے پسند آوے اور مین اسی فکر مین تھا کہ ایسا جواب دون جو تمھین
پسند آوے تو مین اور تم دونون باہمی باتون مین پڑ گئے اور خدا کی یاد سے غافل رہے، تنہائی
بہتر ہے اور خدا کے ساتھ مناجات ہی اچھی ہے مرآۃ الاسرار مین ہے کہ ایک رات خلیفہ

ہارون رشید آپ کی زیارت کو آیا آپ قرآن مجید پڑھنے مین مصروف تھے اور یہ آیت پڑھ رہے
تھے ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین امنوا وعملوا الصلحات

سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون یعنی کیا گمان کرتے ہین وہ لوگ جو برائیان کرتے ہین یہ کہ ہم اُن کو اُن لوگون کے مثل کردین کہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اُن کی زندگی اور موت برابر ہے اور وہ برا حکم کرتے ہین جب خلیفہ کے کان مین یہ آیت پہونچی تو کہنے لگا کہ یہی نصیحت کافی ہے پھر فضل وزیر خلیفہ نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے پوچھا کون ہے وزیر نے کہا کہ امیر المومنین آپنے کہا کہ مجھ سے اُن کا کیا کام اور مجھکو اُن سے کیا مطلب وزیر نے کہا کہ حاکم کی اطاعت واجب ہے آپ نے کہا کہ مجھے پریشان نہ کرو ہارون نے کہا مین صرف اپنے نفس کی شفاعت کے لیے آیا ہون فوراً آپ نے چراغ بجھا کر دروازہ کھولدیا خلیفہ نے اندر جاکر ہاتھ بڑھایا آن کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چھو گیا آپنے کہا کہ کیا نرم ہاتھ ہے اگر دوزخ کی آگ سے بچ جائے خلیفہ رونے لگے اور کہنے لگے کہ اور کچھ کہو تب آپنے کہا کہ تمھارے باپ حضرت عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اُنھون نے ایکبار درخواست کی کہ مین ایک قوم پر امیر کردیا جاؤن تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا تمھارے لیے اس کام سے بہتر حق کی تابعداری ہے خلیفہ نے کہا اور فرمائیے آپ بولے کہ جب عمر ابن عبد العزیز تخت خلافت پر بٹھلائے گئے تو اُنھون نے سالم بن عبد اللہ اور محمد بن کعب سے کہا کہ مین اس کام مین مبتلا ہوا ہون اب میرے لیے کیا تدبیر ہے اُنھون نے کہا کہ اگر آخرت مین نجات پانا چاہتے ہو تو بوڑھون کو باپ اور جوانون کو بھائی اور چھوٹون کو لڑکا اور عورتون کو مثل بہنون کے سمجھو غرضکہ بہت نصیحتین کین بعد اسکے ہارون رشید نے ہزار اشرفیان نذر پیش کین آپنے فرمایا کہ میری ان نصیحتون نے تمکو کچھ فائدہ نہ کیا اور تم پھر اُسیطرح ظلم کرنے لگے مین تمھاری نجات چاہتا ہون اور تم مجھکو بلا مین ڈالتے ہو یہ کہکر اُٹھکھڑے ہوئے خلیفہ رخصت ہوا اور چلتے وقت اپنے وزیر سے کہنے لگا کہ مرد درحقیقت یہی لوگ ہین نقل آپ فرماتے تھے کہ اللہ کو بوجہ اُسکی محبت کے پوجتا ہون نہ بوجہ خوف کے آپ سے کسی نے پوچھا کہ دین کی اصل کیا ہے آپنے کہا عقل پھر اُس نے پوچھا کہ عقل کی اصل کیا ہے آپنے کہا حلم پھر اُس نے پوچھا کہ حلم کی اصل کیا ہے آپنے کہا صبر اور آپ کہتے تھے کہ توکل یہ ہے کہ ظاہر و باطن دونون مین حالت تسلیم ہو نفحات مین ہے کہ آپکے صاحبزادہ علی زہد و عبادت اور خوف مین آپ سے بھی بڑھے ہوئے تھے ایک دن وہ مسجد الحرام مین زمزم کے پاس بیٹھے تھے

ایک شخص نے یہ آیت پڑھی یوم نری المجرمین تا آخر انھون نے سنتے ہی ایک آہ کھینچی
اور انتقال کر گئے صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہین کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو
اپنی دونون لڑکیون کے متعلق لوگون سے فرمایا کہ جب مجھے دفن کرنا تو ان کو کوہ ابوقبیس پر لیجا کر کہنا
کہ آپکی فضیل نے ہمکو نصیحت کی تھی کہ ان لڑکیون کو ہم تیرے سپرد کردین لہذا سپرد کرتے ہین
چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ایسا ہی کیا گیا اتفاقاً اُسیوقت امیر یمن معہ اپنے لڑکون کے اُدھر
سے گذرا اور حال پوچھنے لگا لوگون نے سب حال بیان کیا اُس نے اُسیوقت ان کا نکاح
اپنے لڑکون سے کردیا اور یمن لے گیا آپکی وفات تیسری ماہ ربیع الاول اور ایک روایت مین
محرم ۱۸۷ھ ہجری مین مکہ معظمہ مین ہوئی کہ ایک شخص سورۃ القارعہ پڑھتا تھا آپنے ایک نعرہ
مارا اور انتقال کیا قبر مبارک مکہ معظمہ مین مزارات جنۃ المعلیٰ مین قریب روضہ مقدسہ حضرت
خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا کے ہے صاحب سیر الاقطاب نے آپکی تاریخ وفات
قطب جہان لکھی ہے سفینۃ الاولیا مین ہے کہ آپ کہتے تھے کہ جو شخص خدا سے ڈرا وہ سب
چیزون سے ڈریگا اور فرماتے تھے کہ جو اپنے بگڑا وقت بچائیگا اُسکو نفع سے کچھ نہ ملیگا
اور فرماتے تھے کہ جہانتک ممکن ہو ایسی جگہ بیٹھو کہ جہان نہ کوئی تمکو دیکھ سکے اور نہ تم کسی کو اور نیز
تھے کہ جسطرح بہشت مین رونا تعجب انگیز ہے اُس سے بڑھکر دنیا مین ہنسنا عجیب تر ہے اور فرماتے
کہ دنیا مین آنا آسان ہے لیکن اُس سے باہر نکلنا اور چھوٹنا مشکل ہے اور اگر کوئی تم سے پوچھے
کہ خدا کو دوست رکھتے ہو تو چپ رہو کیونکہ اگر اُس کے جواب مین نہین کہوگے تو کافر ہوگے اور
اگر ہان کہوگے تو جھوٹے ہوگے کہ تمھارا فعل دوستون کا ایسا نہین ہے سیر الاقطاب مین ہے
کہ آپ کے پانچ خلیفہ تھے سلطان ابراہیم بن ادہم و شیخ محمد بن زید شیرازی اور خواجہ بشر حافی
اور خواجہ ابی تراب عطاری اور خواجہ عبداللہ سیاری قدست اسرارہم اور حضرت سری سقطی نے
بھی آپ سے استفادہ کیا ہے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا اور بغیر واسطہ کے آپ حضرت غوث الثقلین
رضی اللہ عنہ کے پیران سلسلہ مین ہین سب سے نزدیک حضرت خواجہ فضیل بن عیاض نیز حضرت
سلطان ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہما دونون کا استفادہ اور کسی سے جنھون سے بھی ثابت ہے
حضرت امام ہمام علم الاعلام شیخ المعارف والحقائق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اور
اپنے والد ماجد حضرت ابی جعفر امام محمد باقر رضی سے ہر دونون حضرات سے وہ مستفاد ہین
حضرت امام محمد باقر رضی سے اور انھون نے اپنے والد ماجد امام ہمام زین العابدین بن امام حسین

۱ جس روز کہ تو گنہگارون کو دیکھیگا ۱۲

علی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پھر حضرت امام محمد باقرؓ نے استفادہ اپنے جد حضرت امام حسین شہید دشت کربلا علیہ السلام سے کیا۔ اور اُن کی روایت اپنے جد سے بلا شک ثابت ہے جیسا کہ اصابہ میں مذکور ہے کہ یہ یوم کربلا دس برس یا چھ یا پانچ کے تھے اور بعض کہتے ہیں تین یا چار برس کے اور بعض اسکے سوا بھی کہتے ہیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد ماجد امام الائمہ حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے استفادہ کیا اور حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم نے حضرت مالک بن دینار ابو یحیی البصری تابعی صاحب امام حسن بصریؒ کی صحبت بھی اُٹھائی ہے اور یہ واقعہ صحیح ہے کہ اُن کو جیسے لوگوں نے ترویہ کے دن بصرہ میں دیکھا پھر عرفہ کے دن عرفات میں اسکی راوی وہ جماعت ہے جنکے آخری علامہ ابن جوزی تھے مشہور یہ ہے کہ آپنے چالیس برس تک نماز عشا کے وضو سے نماز صبح پڑھی اور اُن کی روایت حضرت مالک دینار سے حافظ ابی عبداللہ محمد بن اسحق بن مندہ اصبہانی اور حافظ ابی الفضل ابن ناصر الدین فارسی ثم البغدادی اور حافظ ابی طاہر سلفی اصفہانی اور حافظ ابن عساکر دمشقی اور حافظ ابن المظفر ہمدانی الاسکندری اور حافظ مزی وغیرہم کے نزدیک ثابت ہے نیز حضرت ابراہیم بن ادہم نے شیخ موسی بن زید یا یزید راعی ابی عمران دیلمی نزیل بلخ سے خرقہ پہنا اور راعی نے خیر التابعین اویس بن عامر یا عمر قرنی یمنی نزیل کوفہ سے اُنھوں نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے باطنی طور پر نیز حضرت ابراہیم بن ادہم نے اپنے ابتداے حال میں شیخ داؤد بلخی سے اسم اعظم وغیرہ اخذ کیا اور یہ داؤد علاوہ داؤد بن حماد بن فرافصہ بلخی نزیل نیشاپور کے تھے اور طبقہ متاخرین سے تھے یہ ابن جبینہ اور وکیع اور ابراہیم بن اشعث خراسانی وغیرہم سے روایت کرتے ہیں نیز حضرت ابراہیم بن ادہم نے ابتداے حال میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تھی جسکے راوی سلمی اور ابو نعیم اور قشیری اور سہروردی اور ابن عساکر در مزی وغیرہ اکابر حفاظ ہیں اور علامہ ابن حجر نے بھی اسکو اصابہ میں لکھکر اُسپر سکوت کیا نیز حضرت ابراہیم بن ادہم نے امام اسمر جبلی تابعی صوفی سے ماوراء النہر میں خرقہ پہنا اور شیخ اسمر اہین اردبیل در جبال کے دفن ہیں نیز حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے صحبت اُٹھائی امام ابو عتاب منصور بن معتمر بن عبداللہ اسلمی کی اُنھوں نے اخذ کیا امام ابن مریم ربعی بن حراش عبسی کوفی سے اُنھوں نے حضرت علیؓ سے اور ربعی کا سماع حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے ابن ابی شیبہ اور امام احمد اور مسلم اور حاکم وغیرہ کے نزدیک صحیح ہے اور ربعی نے ایک گروہ اکابر صحابہ کی صحبت اُٹھائی ہے جنمیں حضرت عمرؓ و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت حذیفہ بن الیمان

و ابو ذر غفاری وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھے ور امام منصور نے امام ربعی سے بھی اخذ کیا ہے اور بھی امام منصور نے صحبت اُٹھائی ابو بکر محمد بن مسلم بن شہاب زہری تابعی جلیل کی کہ جنھوں نے بقول ابن حبان دس صحابیون کو دیکھا اور امام محمد بن جبیر کی صحبت اُٹھائی اور اُنھون نے اپنے والد جبیر بن مطعم قرشی صحابی جلیل القدر کی اور اُنھون نے صحبت اُٹھائی امیر المومنین حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اُنھون نے استفاضہ کیا سید الخلق وحبیب الحق جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے نیز حضرت فضیل نے حضرت علاء بن المسیب کی صحبت اُٹھائی اُنھون نے حضرت عارف باللہ ابی الدرداء صحابی رضی اللہ عنہ سے تہذیب اور تہذیب التہذیب مین عبداللہ جوزجانی رفیق حضرت ابراہیم بن ادہم سے منقول ہے کہ وہ بیان کرتے تھے کہ ایکبار حضرت ابراہیم نے دریا مین غزوہ کیا جب وہان سے اور لوگ واپس آئے تو اُنھون نے آکر بیان کیا کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اپنی شب وفات مین بیس بار پاخانہ گئے اور ہر مرتبہ واسطے نماز کا نیا وضو کرکے اسکو ادا کرتے رہے جب اُنکی وفات کا وقت قریب پہونچا تو کہنے لگے کہ میری کمان کو کھینچو تو جب اُن کی روح قبض ہوئی تو کمان اُن کے ہاتھ مین موجود تھی اور وہ بحر روم کے جزیرہ دین سے کسی مقام پر دفن ہوئے امام بخاری کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے ۱۶۱ھ مین وفات پائی بلاد روم کے قلعہ مین دروانہ ...دن کے درمیان ...دفن ہوئے ابو علی جلیبی کا قول ہے کہ اُن کی وفات ۱۶۲ھ مین ہوئی اور دریا کے کنارہ پر دفن ہوئے اور یہی تاریخ اُن کی وفات کی ابن یونس نے بھی لکھی ہے اور بعضے سنہ ایک سو چھیاسٹھ اور بعضے سنہ دو سو اسی ۲۸۰ جمادی الاولی کہتے ہین واللہ اعلم

فائدہ حضرت شیخ عبدالرحمن سلمی کا حال

علامہ سیوطی طبقات حفاظ مین اُن کے حال مین لکھتے ہین کہ یہ حافظ عالم زاہد اور بڑے بزرگ تھے بہت صاحب مرتبت و تصنیف و تالیف اور بہت لوگون سے اُنھون نے حدیث سُنی لوگ دُور دُور سے اُن کی تصانیف لیتے آتے تھے قشیری اور بیہقی اور ابو صالح موذن اور خبری... بزکی اور ابو عبداللہ ثقفی اور علی بن احمد بن الاحزم موذن اور محمد بن اسمٰعیل تفلیسی وغیرہ ان کے شاگرد تھے مگر بیعت سے تھے کیونکہ شیخ محمد بن یوسف قطان نیشاپوری کا اُن کے بارہ مین یہ قول ہے کہ امام حافظ ناقد ابی عبدالرحمن سلمی ثقہ نہ تھے بلکہ صوفیہ کے واسطے حدیثین بنایا کرتے تھے مگر یہ قول ان کا محض

حسد سے تھا جو باہم ہمعصروں میں ہوا کرتا ہے لہذا قابل قبول نہیں اور اسی کی تقلید سخاوی اور
ابن عراقی اور مناوی نے بھی کی ہے اور یہ سخت جرأت بلکہ بہت بڑا گناہ ہے قطان کی رد تو
اُن کے شاگرد امام احمد ابن علی حافظ ابو بکر خطیب بغدادی ہی نے کر دی ہے اور بغداد کی
تاریخ میں قطان کے قول کے بعد لکھا ہے کہ ابی عبد الرحمٰن کا مرتبہ شہر والوں کے نزدیک بہت بزرگ
ہے پھر دوسری جگہ لکھا ہے کہ اُن کا مرتبہ بڑا ہے اور باایں ہمہ یہ صاحب حدیث بھی تھے اور انھوں
نے بھی شیوخ اور اُن کے حالات اور ابواب جمع کیے اور حضرات صوفیہ کے لیے رباطین بنائین
اور تفسیر اور تاریخ لکھی ہے اور حاکم تاریخ نیشاپور میں لکھتے ہیں کہ یہ کثیر السماع والحدیث تھے اور
حدیث اور زہد اور تصوف میں بہت پختہ بیہقی کا بھی اسکے قریب قریب قول ہے اور یہ بھی کہ بزرگ
علما معتمد تھے اور اُن کو وہی کہتے تھے اور جب اُن سے کوئی روایت بیان کرتے تو کہتے کہ
مجھ سے حدیث بیان کی ابو عبد الرحمن سلمی نے بذریعہ اصل کتاب کے حافظ عبد الغافر فارسی
اپنی تاریخ نیشاپور میں لکھتے ہیں کہ یہ اپنے وقت میں شیخ الطریقت تھے اور جملہ علوم حقائق و
معارف سے خوب واقف اور تصوف تو ان کا علم موروثی تھا ان کے والد اور دادا بڑے عالم
صوفیہ میں سے تھے اور اسقدر کتابیں جمع کین جتنی اور کسی کو جمع کرنے کی نوبت نہیں آسکی اور اُنکے
تصانیف کی فہرست سو یا اس سے زاید تعداد کو پہونچ گئی اور چالیس برس سے زائد تک
انھوں نے لکھا اور پڑھا اور حدیث سنائی اور مرو اور نیشاپور و عراق و حجاز میں بہت حدیث لکھی
اور بڑے بڑے حفاظ حدیث نے اُن حدیثوں کا انتخاب کیا اور علامہ ذہبی کا بمتابعت ابن تیمیہ
یہ کہنا کہ انھوں نے حقائق التفسیر تالیف کرکے اس میں تاویلات باطنیہ اور بُری باتیں لکھدین
اللہ تعالیٰ اُن سے محفوظ رکھے یہ قول اُن کا اس حدیث مشہور سے کہ ان[۱] للقرآن ظہرا وبطنا
مردود ہے جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل لکھا ہوا ہے اسی وجہ سے حاکم اور بیہقی اور خطیب وغیرہم نے
کچھ اس کا تعرض نہیں کیا باایں ہمہ کہ وہ اس تعرض کے لیے ذہبی اور ابن تیمیہ سے بہت زیادہ حقدار
تھے معلوم ہوتا ہے کہ ذہبی اور ابن تیمیہ دونوں نے واحدی کی متابعت کی ہے کیونکہ انھوں
نے لکھا ہے کہ سلمی نے حقائق التفسیر تصنیف کی اگر وہ اسکی تفسیر ہونے کے معتقد تھے تو کافر تھے
اور اسی کو امام حافظ ابن الصلاح نے اپنے فتوی میں رد کرکے لکھا ہے کہ جو شخص اہل تصوف سے
ثقہ نہ جانے جیسے سلمی جو علم و معرفت میں اکابر صوفیہ سے تھے گمان یہ ہے کہ انھوں نے اسکو

---

[۱] بیشک قرآن مجید کا ایک ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ۱۲ منہ

تفسیر کے طور پر لکھا ہو گا نہ مثل تشریح کلمہ کے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرات صوفیہ باطنیہ کے مسلک پر چلتے اور ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور استمداد جو ان حضرات سے ہوا وہ اسی سبب سے ہوا کہ وہ لوگ اس جز کو دیکھ لیں کہ جو قرآن شریف میں وارد ہوئی ہے کیونکہ نظیر تو نظیر کے ساتھ مذکور ہوتی ہے با این ہمہ امید یہی ہے کہ ان حضرات نے تساہل نہ کیا ہو گا کیونکہ اس میں ایک نوع کا ابہام والتباس موجود ہے میں کہتا ہوں کہ حاشا یہ تساہل نہیں ہے بلکہ یہ وہ ہے جسکا اقرار ایک گروہ کر چکا ہے انھیں میں علامہ تفتازانی بھی ہیں کیونکہ یہ اشارات خفیہ اُن دقایق کی طرف ہیں جو ارباب سلوک کو منکشف ہوتے ہیں تو یہ حسن ایمان اور کمال عرفان سے ہے ابن النقیب علما سے اسی حدیث مشہور کے بارہ میں نقل کرتے ہیں کہ ظہر قرآن سے مراد اُسکے وہ معانی ہیں جو ارباب علم ظاہر کو ظاہر ہوں اور بطن سے مراد وہ اسرار ہیں جو قرآن میں موجود ہیں اور اللہ تعالی نے اُن پر ارباب حقائق کو خبردار کر دیا ہے حافظ سبکی نے طبقات کبری میں واحدی کے حال میں حافظ ابی سعد سمعانی سے نقل کیا ہے کہ اُنھوں نے کتاب التذکرہ میں لکھا ہے کہ واحدی ہر تعظیم و توقیر کا مستحق تھا لیکن اس کی زبان ائمہ متقدمین پر بہت دراز تھی یہانتک کہ میں نے شیخ ابوبکر احمد بن محمد بن بشار کو نیشاپور میں ایک تذکرہ میں کہتے سُنا کہ علی بن احمد واحدی ایسا کہتے تھے دیگر واہیات بات نقل کردی اور حافظ شمس الدین محمد ابن جزری نے اپنی کتاب اسنی المطالب فی مناقب الامام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ میں حدیث دراہم مسلسل بقول راوی میں کرتے ہیں اس کا تجربہ کیا تو ویسا ہی پایا یہ لکھا ہے کہ اسی طرح یہ مروی بسلسلہ سُنت اُس خوبی تسلسل سے جسکی رواۃ میں کوئی مقدوح صحیح یا غیر صحیح طور پر پایا ہی نہیں گیا جیسے ابن قطان کا بیان اور میں سے تعاقب سخاوی کا بطور حجت کے رد کر دیا گیا ہے شیخ محمد بن حبیب مغربی کہتے تھے کہ تعقب سخاوی کا سلمی اور اُن کے شیخ کے بارہ میں ذہبی کے کلام سے جیسا کہ میزان میں ہے وہ سلمی کے متعلق کوئی قدح نہیں کر سکتا کیونکہ ان کی برأت بیہقی اور اُن کے معاصرین نقادوں نے اس سے کردی ہے اور اسی سبب سے اسپر حافظ ابو صالح احمد بن عبد الملک موذن اور حافظ ابو جعفر محمد بن حسن بن محمد اور حافظ دیلمی اور حافظ محمد بن ناصر اور اُن کے شاگرد حافظ ابن جوزی شیخ منتہی المنکرین علی الصوفیہ المحققین اور اُن کے بیٹے حافظ یوسف اور حافظ تقی الدین محمد بن فہد اور جمال الدین محمد بن یوسف بن محمد بن مسعود سرمری ساکت ہیں اور ظاہر ہے کہ حاکم اور بیہقی اور ابو صالح موذن نقادین کی جماعت میں سب سے آخر میں اُن سب نے سلمی کی صحت اشارات

اور اُن سے استفادہ کیا اور حدیث روایت کی اور اُن کی تعریف کی جبیر اُن کی تصانیف شاہد ہین
پھر اگر اُن کے نزدیک سلمی کا علم و عمل اور فضل اعلیٰ درجہ کا نہوتا تو یہ لوگ ایسا کیون کہتے اور اُنکی
خدمت مین استفادہ کے لیے کیون آتے حافظ سبکی اپنے طبقات مین لکھتے ہین کہ سلمی خراسان کے
مشائخ اور علماے صوفیہ سے تھے پھر اُن کی سماعت ایک گروہ ائمہ ناقدین سے بیان کی اور
یہ بھی کہا کہ اُن سے حاکم اور قشیری اور بیہقی اور ابو سعید ارش اور ابو بکر محمد بن یحییٰ مزکی اور ابو صالح
موذن اور ابو بکر بن خلف اور علی بن احمد مدائنی موذن اور قاسم بن ابو الفضل حنفی وغیرہ روایت
کرتے ہین اور مجھکو اکثر ان کی حدیث سے علو اسناد کی کیفیت معلوم ہوئی ہے پھر فارسی اور خطیب
اور قطان کا قول لکھا ہے اور خطیب کا قول صحیح ہے اور ابو عبد الرحمن بھی ثقہ ہین اُن کی شان
دیکھتے ہوئے اس کلام کی کوئی وقعت نہین پھر اُن کا قصہ سماع مین کھڑے ہوجانے اور
رقص کرنے کا جو ایک کھلی ہوئی کرامت بھی ہے خطیب قشیری کی روایت سے لکھا ہے سبکی
کہتے تھے کہ میرے اُستاد ابو عبد اللہ ذہبی کہتے تھے کہ سلمی بہت بزرگ شخص تھے اور اُنکی
تصنیفین ہزار جزو کے قریب ہین اور ایک کتاب خاص ہے حقائق التفسیر نام گر کاش وہ
تصنیف نہ کرتے تو اچھا ہوتا کیونکہ اُس مین تحریفات ہین جنکو دیکھکر سخت استعجاب ہوتا ہے
سبکی کہتے ہین کہ میرے نزدیک اُن کو مستحق بالجلالت نہین کہنا چاہیے جبکہ ان کے متعلق دعوے
تحریف وضع ہے اور کتاب التفسیر کے متعلق تو پہلے ہی بہت بحث ہو کر طے کیا جاچکا ہے کہ اُنھون نے
اُس مین تاویلات اور محال صوفیہ پر بہت اقتصار کیا ہے جیسا کہ خود اُسکی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے
اور اصل یہ ہے کہ اُس تفسیر مین صرف حقائق لکھے ہین تفسیر ظاہری نہین لکھی ہے کیونکہ وہ تو اور
تفسیرون مین بھی موجود ہے اور حافظ ابن حجر بھی اُنھین منکرین کے تابع ہین جیسا کہ حضرت خضر
علیہ السلام کے حال مین اصابہ مین لکھا ہے اور اُنھون نے اسپر بھی قناعت نہین کی بلکہ چند مقامات
پر اُن کی طرف استناد اور اُن پر اعتماد کیا ہے از انجملہ ایک وہ ہے جو مقدمہ فتح الباری مین اصحاب
صفہ کے شمار مین لکھا ہے کہ ان کو ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا مین مفصل لکھا ہے اور اُن کے قبل شیخ حافظ
ابو عبد الرحمن سلمی صوفی اور حاکم نے اکلیل مین اور سیوطی نے بھی طبقات مفسرین مین خطیب اور فارسی
کے قول کی موافقت کی ہے اور ذہبی کا قول نقل کرکے لکھا ہے کہ شیخ سلمی مشائخ و علماے صوفیہ
خراسان سے تھے اور بڑے بزرگ تھے مگر مجھے ذہبی سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیونکر اُنپر معترض

سلہ تحریف سے مین ات نا بدل دینا تعجب سلہ قرمطہ کے معنے ہین مجھ فی چیز اور کتاب کی سطرین ملا کر لکھنا ۱۲ منتخب

ہوئے ہیں داخل تھا لیکن اُن کو خود نقد رجال اور اسانید میں تتبع تام و تفحص تمام حاصل ہے اور اُنھون نے
نے خود اس کا اقرار بھی کیا ہے اور ان کی کتابین بھی تنقیدات سے بھری ہوئی ہیں یافعی مرآۃ الجنان
مین لکھتے ہین کہ شیخ کبیر عارف باللہ حافظ ابو عبد الرحمٰن محمد بن حسین ابن موسی سلمی صوفی نے
اپنے جد ابو عمرو بن نجید کی صحبت اُٹھائی اور اصم اور اُن کے طبقہ والون سے حدیث سنی اور
تفسیر و تاریخ تصنیف کین اور ان کی تصنیفین سو تک پہونچین خطیب کا قول ہے کہ یہ اپنے
شہر والون مین بڑے جلیل القدر تھے اور صاحب حدیث بھی اور نفحات مین ہے کہ ان کا نام
محمد بن حسین بن محمد بن موسی سلمی ہے یہ شیخ ابو القاسم نصر آبادیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور نصر آبادی
حضرت شبلیؒ کے مرید تھے شیخ ابو سعید ابو الخیر اپنے پیر شیخ ابو الفضل کی وفات کے بعد اُن کی صحبت
مین بھی گئے اور اُن سے بھی خرقہ پہنا شیخ ابو سعید کہتے تھے کہ مین پہلی مرتبہ جب شیخ ابو عبد الرحمٰن
سلمی کے پاس گیا تو اُنھون نے مجھ سے فرمایا کہ مین اپنے ہاتھ سے تمہارے لیے ایک بات یاد
رکھنے کے قابل لکھتا ہون مین نے کہا بہتر ہے لکھیے اُنھون نے لکھا کہ مین نے اپنے جد ابو عمرو
بن نجید سلمی سے اور اُنھون نے ابو القاسم جنید بن محمد بغدادی سے سُنا وہ کہتے تھے کہ تصوف
خُلق ہے جو شخص جسقدر خلق بڑھائے گا اسی قدر اسکے تصوف مین زیادتی ہوگی اور خلق کی تفسیر مین
سب سے عمدہ قول امام ابو سہل صعلوکی کا ہے کہ خلق سے مراد اعتراض سے اعراض کرنا ہے حضرت
شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فتوحات کے باب یک صد و اکسٹھ مین اس مقام کی تشریح مین جو مابین صدیقیت
اور نبوت کے ہے لکھتے ہین کہ محرم سنہ پانسو ستانوے مین مین اُس مقام پر پہونچا اور اُسوقت مین
بلاد مغرب مین سفر مین تھا مجھپر حیرت غالب ہوئی اور تنہائی کی وجہ سے بڑی وحشت پیدا ہوئی
اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس مقام کا نام کیا ہے باوجودیکہ وہ مقام مجھکو حاصل تھا مجبوراً اسی حالت
حیرت و وحشت مین جہان مین اترا تھا وہان سے چل کھڑا ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد پہنچ ایک
دوست کے یہان پہونچا اُس سے مجھ اپنی وحشت و حیرت کا حال بیان کر رہا تھا کہ مین نے
دیکھا کہ ایک شخص کا سایہ ظاہر ہوا مین اپنی جگہ سے اُٹھا اور سمجھا کہ شاید کوئی شخص پیاسا آیا
ہو جس سے دلچسپی ہو اور یہ وحشت دور ہو اُس نے آکر مجھ سے معانقہ کیا مین نے جو غور کیا تو
دیکھا کہ شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی تھے جن کی روح جسد کی صورت مین متمثل ہوئی تھی اُن سے
مین نے کہا کہ مین تم کو اس مقام پر دیکھتا ہون کہا ہان میرا انتقال اسی مقام پر ہوا ہے اور اسی
مقام پر مین دُنیا سے آخرت مین گیا ہون اور ہمیشہ اسی مقام پر رہا ہون مین نے اپنی وحشت

اور اس مقام سے اُنس ہونیکا ذکر کیا وہ کہنے لگے کہ مسافر کو تو وحشت ہوتی ہی ہے اس کے سوا اور کیا ہوتا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ اُس نے تم کو یہ مقام عطا کیا شاگرد اور راضی ہوا اس امر مین کہ تم حضرت خضر علیہ السلام کے شریک ہو تب مین نے اُن سے کہا کہ اس مقام کا نام مجھے نہین معلوم کہنے لگے اس مقام کا نام قربت ہے یہین رہو فقط یہ کہا کرتے تھے کہ صوفی کو دو چیزین ضروری ہین ایک اپنے حالات مین سچا ہونا دوسرے معاملات مین باادب رہنا ان کی وفات ماہ شعبان ۴۱۲ھ ہجری مین ہوئی اور ان کے والد حسین بن محمد موسیٰ سلمی بھی بڑے مشائخین مین سے تھے اور عبداللہ منازل اور ابو علی ثقفی کے ہم صحبت تھے اور حضرت شبلی کو بھی دیکھا تھا جب شیخ عبدالرحمن پیدا ہوے تو جو کچھ اُن کے پاس تھا سب فروخت کر کے صدقہ کر دیا لوگون نے کہا تمھارے یہان بیٹا پیدا ہوا ہے اُس کے لیے کچھ نہین رکھا کہنے لگے کہ اگر وہ اچھا ہوگا تو وہ اور اچھون کی خود تولیت کرے گا اور اگر فسادی ہوگا تو فساد کے لیے کوئی چیز چھوڑنا مین بہتر نہین سمجھتا ان کی وفات سنہ تین سو چالیس و چند مین ہوئی فقط

حال شیخ اولیاء محدثین و فقہاء محدثین مسقاء از جملہ کبار رشید حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

یحییٰ بن معین کہتے تھے کہ ابوداؤد کا قول ہے کہ یہ کوئی چیز نہ تھے اور عمرو بن الفلاس کہتے تھے کہ یہ متروک الحدیث تھے امام بخاری کا قول ہے کہ یہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے دوستون مین سے تھے مگر منکر الحدیث تھے اور محدثین نے ان کو متروک کر دیا تھا اور نسائی کا قول ہے کہ یہ ثقہ نہ تھے اور شیخ ابراہیم سعدی جوزجانی کا قول ہے کہ یہ ضعیف اور ردی المذہب تھے ورنہ سیاں ان کا شمار صادقین مین نہ تھا اس سے مطلب اُس کا قائل بقدر ہونا معلوم ہوتا ہے یعقوب بن شیبہ کہتے تھے کہ یہ عابد و صالح تھے اور میرا گمان ہے کہ یہ قدر کے بھی قائل تھے اور حدیث مین ان کو کچھ زائد علم نہ تھا اور ضعیف تھے حالانکہ در اصل قدر کی نسبت ان کی طرف باطل ہے اور اسکو بہت تفصیل سے ابوداؤد نے اپنی سنن مین لکھا ہے اور ابوحاتم کہتے تھے کہ یہ قوی الحدیث نہ تھے اور ابن حبان نے بھی ان کو ضعفا مین لکھا ہے اور یہ بھی کہ ان لوگون مین تھے جو الٹی خبرین بوجہ اپنے سوء حافظہ و کثرت وہم بیان کیا کرتے تھے تو جب غلطیاں ان سے بکثرت

ہونے لگیں تو یہ ترک کر دیے گئے اور ساجی اور عقیلی اور ابن شاہین اور ابن الجارود وغیرہ نے
بھی ان کو ضعفا میں لکھا ہے اور ابن عبدالبر کہتے تھے کہ علما کا اتفاق ان کے ضعیف ہونے پر ہے
علامہ ذہبی نے میزان میں اور علامہ ابن حجر نے لسان میں اونا تو لکھا ہے کہ عبدالواحد بن زید
بصری زاہد شیخ صوفیہ بہت بزرگ شخص تھے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے ان سے
ملاقات بھی ہوئی ہے پھر بعد کو دونوں نے منکرین کے کلام لکھے ہیں اور ان سے زیادہ تعجب
ابن حبان سے ہے کہ انھوں نے کتاب الضعفا میں صرف ان کے حال ہی پر قناعت نہیں
کی بلکہ اس سے رجوع کر کے پھر ثقات میں بھی ان کو لکھا ہے اور یہ بھی آپکے زہد اور رقاق
کی بہت سی حکایتیں اہل بصرہ نے روایت کی ہیں اور وہ آپ کی حدیث کو معتبر بھی جانتے
ہیں بشرطیکہ ان کے قبل اور بعد کا راوی ثقہ ہو سو وجہ یہ ہے کہ سعید بن عبداللہ بن دینار کی
روایت سے جو ان کی حدیث ہوتی ہے اس سے وہ لوگ پرہیز کرتے ہیں اور اسکو مستند
نہیں جانتے ہیں کیونکہ سعید کا یہ حال تھا کہ وہ ثقات سے بھی بے اصل باتیں نقل کر دیا کرتے
تھے اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ ابن حبان کی توثیق اور تعدیل اور دت کی تجریح و تعدیل سے
زائد قابل وثوق ہے کیونکہ ان کا مقولہ بھی قریب قریب ذہبی کے قول کے ہے اور اسی کے
تابع علامہ ابن حجر اور علامہ متاخرین بھی ہوئے ہیں کہ اگر ثقہ راوی بھی مجروح ہو جاتا ہے اگرچہ
وہ خود نہیں سمجھتا کہ اس جرح سے کیا بات ظاہر ہوگی اور ابن حبان نے خود کتاب الثقات
کے شروع میں وعدہ کیا تھا کہ اس کتاب الضعفا سے پہلے ایک کتاب لکھوں گا لیکن مشیت الٰہی
نہ تھی لہذا ارادہ پورا نہ ہو سکا حالانکہ انھوں نے خود کتاب الضعفا کے مقدمہ کی تصریح سعید بن
عمری اور مصعب زبیری اور محمد بن المہاجر وغیرہم کے حالات میں کر دی تھی اور ان کے مشتقات
سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان کتابوں کے تصنیف کے زمانہ میں اور کتابوں کی تصنیف میں بھی
مصروف تھے اور اس مصروفیت میں ان کو ایک مدت گذر گئی تھی وہ ظاہر ہے کہ پھر ان کو
بعد بہت تجسس و تفحص روایات حضرت خواجہ عبدالواحد کے بارے میں پتا ہو گیا کیونکہ اس کے راوی بھی
ثقات اور ضعفا میں تو ابن حبان کا ان کو ضعفا میں گننا اسوجہ سے تھا کہ ان کو حضرت خواجہ کی
روایات ضعیفہ کی متابعات نہیں معلوم تھی اور محدثین نے جس چیز کی انکار کی تھی اس کے متابعات
جستجو پائے گئے تو منجملہ منکرات منتخبہ علما کے ایک وہ ہے جسکو علامہ ابن جوزی نے علل متناہیہ میں
دارقطنی کی روایت سے معہ اپنی سند کے حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید کے ذریعہ ثقات ابن

سے اور وہ حضرت انس سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ شب جمعہ میں چوبیس گھڑیاں اللہ کیلئے
ہوتی ہیں اور ہر گھڑی میں وہ چھ لاکھ آدمی دوزخ سے آزاد کیے جاتے ہیں جنھون نے اپنے
اوپر دوزخ کو واجب کر لیا ہوتا ہے ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں مگر یحییٰ ابن معین او فلاس
کے قول نقل کیے ہیں اور اسی کو بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں بسند صحیح معتمر بن نافع سے انھون نے
ابی عبداللہ عنبری سے روایت کیا ہے اور انھون نے دونون کو ثقہ بھی کہا ہے ابن حبان
ثابت بنانی سے نقل کر کے کہتے تھے کہ مجھ سے حدیث بیان کی انس بن مالک نے پھر وہی
روایت بالفاظ سابقہ بیان کی اور اسی حدیث کی اور بھی کئی طرح سے روایت آئی ہے جو
مخرجین احادیث نے روایت کی ہے اور ایک حدیث حضرت عبدالواحد کی اسلم کوفی سے
ہے انھین نے مرۃ طیب سے انھون نے زید بن ارقم سے انھون نے حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس شخص کا گوشت حرام سے پیدا ہو تو اس گوشت
کے لیے آگ ہی بہتر ہے اسی کے راوی حاکم مستدرک میں ہیں اور بیہقی شعب الایمان میں اور
اسپر دونون نے توقف بھی کیا ہے اور اسی کی تعلیل ابن عدی نے کامل میں بھی خواجہ عبدالواحد
سے کی ہے اور ابن معین وسعدی و بخاری کے اقوال بھی نقل کیے ہیں باینہمہ کہ اور طریقون سے
بھی اس کی روایتین آئی ہین اور اُن کو اور راویون نے بھی لکھا ہے چنانچہ انھین میں سے
ایک وہ ہے جسکی تحسین ترمذی نے کعب بن عجرہ کی حدیث سے کی ہے فائدہ ثقات ابن حبان
مین ہے کہ مُرّہ بن شراحیل ہمدانی عباد اہل کوفہ سے تھے انھین کو مرہ طیب بھی کہتے تھے اور

سلہ علم نقد و صحت روایت حدیث یعنی علم اسماء الرجال کے بہت اعلیٰ قسمون سے ہے کیونکہ یہی ذریعہ شناخت صحت و سقم حدیث ہے اور نو دینی میں حسبا کا ذریعہ ہے درباب تعلیم سُنن خدا و غلط کے مواقع کا دریں اصل اعظم ہے جسپر اسلام کی بنا ہے اور شریعت کا اساس اور حفاظ حدیث کی سمین بہت سی تصنیفین ہین اور وہ تصنیفین دو قسم کی ہین ایک وہ جو ثقات کے بیان مین ہے جیسے کتاب الثقات امام حافظ ابی
حاتم محمد بن حبان متوفی سنہ تین سو چون کی اور دوسری کتاب الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی سنہ آٹھ سو اناسی کی یہ بھی بڑی کتاب ہے چار جلدون مین اور کتاب الثقات عجلی بھی ثقات مین اور کتاب الثقات عجلی اور دوسری قسم کی وہ کتابین ہین جسمین ضعفا کا بیان ہے جیسے کتاب الضعفاء بخاری کی اور کتاب الضعفاء نسائی کی اور کتاب الضعفاء محمد بن عمرو العقیلی کی اور تیسرے وہ کتابین ہین جنمین ثقات اور ضعفا دونون ہین جیسے بخاری کی تاریخ اور ابن ابی خیثمہ کی تاریخ ابن اصطلاح کہتے تھے کہ کتاب الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم کی عمدہ ترین کتب اس علم مین سے ہے انتہی کذا فی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۱۲

طیب اسود بہت متقی تھے کہ کثیر العبادت تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے
روایت کرتے تھے اور اُن سے ابو اسحق سبیعی اور عمرو بن مرہ ان کا انتقال سنہ میں ہوا میزان
اور لسان المیزان میں ہے کہ منجملہ اکابر حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید ایک وہ ہیں جنکو ابن ابی الدنیا
نے اپنی تالیفات میں یوں روایت کیا کہ وہ کہتے تھے کہ حدیث بیان کی عبدالرحمن بن زبان
ابو علی طائی نے اُن سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے اُن سے عبدالواحد بن زید نے اُن سے
اسلم کوفی نے اُن سے زید بن ارقم نے کہ ہم ایکبار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کے حضور میں حاضر
تھے آپنے پانی مانگا جب وہ آیا تو آپنے اسکو منہ سے لگایا اور رونے لگے حاضرین بھی رونے
لگے جب سب چُپ ہو گئے تب آپنے اپنی آنکھوں کا مسح کیا حاضرین نے پوچھا کہ یہ کیا تھا فرمایا
کہ ایک بار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا دیکھا کہ آپ کوئی چیز دفع فرماتے ہیں اور ظاہر
میں وہ چیز دکھائی نہیں دیتی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیا چیز دفع فرماتے تھے فرمایا
دنیا کو کہ اسکی صورت میرے سامنے لائی گئی میں نے اُس سے کہا کہ میرے پاس سے
پلٹ جا وہ ہٹ گئی اور کہنے لگی کہ آپ مجھ سے دوری اختیار کرتے ہیں حالانکہ آپ کے بعد والے
ہرگز مجھ سے دور نہ رہ سکیں گے عراقی تخریج احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ اسکو بزار نے بسند ضعیف
روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکی اسناد کی تصحیح کی ہے اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے بلفظ
اپنی روایت سے لکھا ہے اور روایتی اس میں کوئی چیز انکار کرنے کی نہیں ہے نہ یہ ثقات
کی حدیث کی مخالف ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بات کوئی ندرت ہے
کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جنت و دوزخ ممثل نہیں کی گئی یا آپنے نماز میں
شیطان کو جو آپ کے پاس آیا تھا دفع نہیں فرمایا اور حضرت کا منشا بھی یہی تھا کہ آپکا ثبات
قوی ہو جائے ویسا ہی یہ بھی ہو تو کچھ تعجب نہیں اسکے سوا علامہ شیخ ابن حجر مکی شرح ہمزیہ میں
لکھتے ہیں کہ یہ صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اس کا صحیح طریقہ علاوہ اس کے معلوم ہو گیا
ہوگا پھر اسکے سوا ان دونوں خبروں کا دارومدار اسلم کوفی پر ہے جیسا کہ ان لوگوں کے بیان سے
معلوم ہوتا ہے بزاز نے بروایت حدیث لا یدخل الجنة جسد غذی بحرام کے تحت میں کہ یہ حدیث
معروف نہیں اور ابن قطان کا قول ہے کہ یہ معروف ہی اُن الفاظ کے نہیں ہے اور عبدالحق
اس کے ساتھ اس حدیث کو کہ ملعون من ضار مسلما او مکر بہ حسن کہا ہے … ترمذی نے

سلہ یعنی داخل ہوگا جنت میں بدن جو حرام سے پرورش پایا ہو …

رجال شیعہ میں لکھا ہے جیسا کہ لسان المیزان میں با تفصیل موجود ہے تو اُس کے ساتھ حضرت خواجہ
عبدالواحد کی خبر کی علت بیان کرنا یہ اور بھی سخت بدتر امر ہے اور یہی نوبۂ عبدالواحد بن زید کا
محدثین کے نزدیک انکار سخت کا ہے اور ابن حجر کا قول ابن حبان کے بارہ میں کہ اُنھون نے
حضرت عبدالواحد بن زید کو ثقات میں لکھا ہے یہ کچھ اچھا نہین کیا تو اس قول کا فساد ظاہر ہے
کیونکہ اُن سے روایت حدیث ابو عبیدہ حداد اور ابو عاصم نبیل اور مسلم اور طیالسی اور عبدالصمد بن
عبدالوارث اور قرّہ بن حبیب البصری بلکہ کل ائمہ بصرہ موجودین معاصرین نے کی ہے اور اُن سے
حجت لانے اور روایت کرنے پر اتفاق کیا ہے اور مکی بن ابراہیم بلخی اور وکیع بن الجراح کوفی اور
ابو سلیمان دارانی بھی اُن سے روایت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ آپ نے عشا کے وضو سے چالیس
برس صبح کی نماز پڑھی اور اسکو ایک جماعت نے بھی روایت کیا ہے اور یہ مستجاب الدعوات
تھے شیخ ابو القاسم قشیری کا قول ہے کہ مجھے شیخ ابو عبدالرحمن سلمی نے اُن سے ابو الحارث
خطابی نے اُن سے محمد بن الفضل نے اُن سے علی بن مسلم نے اُن سے سعید بن یحییٰ البصری نے
بیان کیا کہ قریش کے چند آدمی حضرت عبدالواحد بن زید کے پاس بیٹھا کرتے تھے وہ ایک دن
اُن کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہم سب کو محتاجی اور تنگدستی سے بہت خوف معلوم ہوتا ہے حضرت
عبدالواحد بن زید نے اُسی وقت آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا کہ یا اللہ مین تجھسے بتوسل تیرے
اُس نام بلند کے سوال کرتا ہون جس سے تو اپنے جس دوست کو چاہتا ہے بزرگ کرتا ہے اور اُن سے
جسکو چاہتا ہے صفا عنایت کرتا ہے کہ تو ہم کو اتنا رزق عنایت کر جس سے علائق شیطانی میرے
اور میرے دوستون کے دلون سے ٹوٹ جاوین اور تو حنان منان قدیم الاحسان ہے یا اللہ
اُسی وقت راوی کہتے تھے کہ مین نے خود سُنا کہ یکبارگی چھت کڑکی اور لوگون پر دینار و درہم
برسنے لگے تب پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب اللہ سے دعا مانگو کہ وہ تم کو اپنا ہی محتاج رکھے
غیر کا محتاج نہ کرے حاضرین نے وہ درہم لے لیے گر حضرت نے کچھ اسمین سے نہین لیا **نقل**
سیر الاقطاب مین ہے کہ ایک مرتبہ فقیرون کی ایک جماعت آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی
جو بھوکی تھی سب نے حاضر ہوکر بہ اِلتماس کیا کہ ہم کو حلوا چاہیے آپ نے آسمان کی طرف
نظر کی اُسیوقت آسمان سے روپیہ برسنا شروع ہوگئے فقیرون نے جب چننا چاہا تو آپ نے
فرمایا کہ اُسی قدر لے لو جتنے کا حلوا کھا سکو فقیرون نے اُسی قدر لے لیے اور حلوا لے آئے
اور خوب آسودہ ہوکر کھایا مگر آپ نے اُسمین سے کچھ نہین کھایا سفینۃ الاولیا مین ہے کہ آپ نے

جیسا ن دینار و درہم سے خود نہیں لیا تو اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کی کرامت سے تھی اور اس جماعت
صوفیہ کی خوراک کسب و مشقت سے ہوا کرتی ہے چنانچہ ایک بار ایک فقیر جنگل میں پیاسا ہوا
آسمان سے اُس کے لیے ایک سونے کا پیالہ پانی بھرا اُترا اُس نے کہا قسم تیری عزت کی
میں پانی نہ پیونگا سواے اُس ہردی کے ہاتھ سے جو مجھے طمانچہ مار کر ایک گھونٹ پانی
پلادے اور میری کرامت سے وہ پانی نہ ہو بلکہ تیری قدرت سے ہو کیونکہ تجھے قدرت ہے کہ
تو میرے پیٹ ہی میں پانی بھردے یعنی کرامات ظاہری بھی احتمال مکر سے خالی نہیں ہوتی لہذا
اُس سے بھی اُس شخص نے اپنے کو محفوظ رکھنا بہتر خیال کیا نقل بسند قشیری سعید سے مروی
ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سایہ میں بیٹھے ہوے
تھے میں نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ اللہ سے اپنے واسطے وسعت رزق کی دعا مانگیے
تو مجھے اُمید ہے کہ وہ بہت جلد ہو جائے آپ نے کہا کہ پروردگار اپنے بندوں کے
مصالح خوب جانتا ہے بعد اس کے زمین سے چند کنکریاں اُٹھا کر کہا کہ یا اللہ اگر تو ان کو سونا
کر دینا چاہے تو یہ ہو سکتی ہیں چنانچہ وہ سب آپ کے ہاتھ ہی میں سونا ہو گئیں آپنے وہ سب
ہماری طرف ڈالدیں اور کہا کہ تو خرچ کر دنیا اچھی نہیں سواے آخرت کے - نقل کے
راویوں میں کوئی شخص مجروح نہیں نہ میزان میں نہ لسان المیزان میں اور ان دونوں روایتوں
میں ابو الحارث راوی علاوہ ابو الحارث خطابی کے ہیں اور بن الفضل راوی ابن سلم نہیں ہے
لہذا وہ محمول روایت موجودہ پر نہ کیا جائیگا۔ نقل اور ایک جماعت جن میں عامر بن [illegible]
بھی تھے احمد بن ابی الحواری سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے تھے کہ مجھ سے ابو سلیمان دارانی
کہتے تھے کہ حضرت خواجہ کو ایک بار رفع حاجت ہوا اور وہی وقت نماز کا بھی تھا وضو کی ضرورت تھی
آپ نے پوچھا کہ یہاں کون ہے کوئی نہ بولا اور اندیشہ ہوا کہ وقت جاتا رہے گا تب آپ نے
کہا کہ یا اللہ مجھ سے میری اس بندش کو کھولدے تاکہ طہارت کر لیا کروں پھر جیسی تیری مرضی
ہو آپ اسیوقت ایسے اچھے ہو گئے کہ وضو کر لیا پھر جب مجھ سے ملے تو ویسے ہی بیمار سے تھے
شیخ الاسلام و الکبار حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی نے طبقات صوفیہ میں لکھا ہے کہ حضرت

سلہ یہ کتاب شیخ الاسلام [illegible] حافظ [illegible] انصاری [illegible] ہروی [illegible]
بن احمد بن علی بن جعفر بن منصور [illegible] [illegible]
سے ان کے تحریرات و روایات و کرامات سے شیخ کی ہے اور یہی کتاب [illegible]
[illegible]

فقیہ محدث ورع خیاط شیخ ابو علی فضیل بن عیاض ستھے اُن کے اکثر منکرین کو اللہ نے دنیا میں
اس انکار کی عقوبت میں مبتلا کر دیا اور محدثین وغیرہ نے اُن پر جرحیں کیں ایک خاص کی حدیث
ہے کہ حسین یزید بن زریع ۔ وہی ستھے اس کے متعلق امام معرفت علی بن المدینی نے انکار کی
اور طعن بھی اسی واسطے اکثر خاص اُن سے حسداً جھگڑا کرتے ستھے اور محدثین کا قول ہے کہ
ابن معین نے جو ایک گروہ ثقات کو ضعیف کہا ہے یہ کوئی چیز نہیں ابوبکر بن المقری کہتے تھے کہ میں نے
عمر بن عقیل بغدادی سے سنا اور اُنھوں نے ابراہیم بن مروذی سے وہ کہتے ستھے کہ میں نے ابو داؤد
کو دیکھا کہ وہ یحییٰ بن معین کے بارہ میں لوگوں سے جھگڑ گئے میں نے پوچھا کہ یہ کیوں آپ یحییٰ بن
معین کی بدی کرنے میں جھگڑتے ہیں تو کہنے لگے کہ جو شخص لوگوں کے دامن کھینچے گا تو وہ لوگ
اُس کے دامن کو کھینچیں گے اور ذہبی نے بعد نقل قول ابن مدینی کے کہا ہے کہ ثقات کی حدیث
ابن معین کے نزدیک کچھ قابل ذمت نہیں ٹھہری جاتی مگر وہ اس خیال سے یہ نہیں بیان
کرتے تھے بلکہ ان کی عادت ہو گئی تھی کہ وہ ویسی لوگوں میں باتیں کیا کرتے تھے شیخ ابو الحسن
القطان کا ساجی کے بارہ میں قول ہے اسکو ایک جماعت ثقہ کہتی ہے اور دو لوگ ضعیف کہتے ہیں
اور ابن حجر کا اس قول کو غیر ضروری کہنا یہ خود ایک فضول ہے کیونکہ ابو الحسن بالاتفاق حافظ اور ثقہ
تھے وہ کیسے متہم بکذب ہو سکیں گے اور ان لوگوں کو ضعیف کہنا یہ کچھ عجیب نہیں جیسا کہ خود ساجی کا
حضرت عبد الواحد بن زید کی تضعیف کرنا ہے یا ابو حاتم کا امام بخاری کی تضعیف کی یک جماعت کے
کہنے سے انکار کرنا تا چنانچہ اسمیں ابو حفص کبیر وغیرہ نے بہت بحث کی ہے یا احمد بن صالح کا امام نسائی
پر معترض ہونا یا ابن شاہین کا اعتراض باوصف اس وقت فی المعرفت کے کہ شبراملسی نے حاشیہ
مواہب میں اُن کے بارہ میں لکھا ہے کہ شعرانی نے میزان کے دیباچہ میں حافظ سیوطی سے
نقل کر کے لکھا ہے کہ حافظ ابن شاہین نے ایک مسند لکھا ہے یک ہزار پانسو جلد میں محمد
بن عمر داؤدی کہتے تھے کہ یہ بڑے جلد باز تھے اور فقہ تھوڑی جانتے تھے اور ایک روز
شیخ ابی الحسن دارقطنی کے پاس گئے اُنھوں نے کوئی بات ان سے نہیں کی بوجہ ان کی ہیبت
کے اور کچھ اس خوف سے کہ کہیں اُن کے سامنے کوئی غلط لفظ میرے مُنہ سے نہ نکل جائے
اور داؤدی کہتے تھے کہ مجھ سے دارقطنی کہتے تھے کہ دیکھو ابن شاہین کو دل کیسا ضد پکڑ گیا ہے کہ اُس نے
تفسیر میں ایک کتاب لکھی اور مجھ سے چاہا کہ میں اُسکو دیکھ لوں اور جہاں جہاں غلطی ہو درست
کر دوں میں نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُس نے تمام ترابی لکھا ۔ وہی تفسیر نقل کر دی ہے اور کتاب

پھر مین تفریق اسطرح کردی ہے کہ ابی الجارود کا زیاد بن المنذر سے نقل کرنا لکھدیا ہے حالانکہ وہ تنہا قول ابی الجارود ہی کا ہے زیاد بن المنذر کا نہین ہے اور ہمزہ سہمی کہتے تھے کہ دارقطنی کہا کرتے تھے کہ ابن شاہین غلطیان کرجاتے ہین اور اُسپر اڑے رہتے ہین مگر وہ ثقہ ضرور ہین اور ابن رزقادہ کہتے تھے کہ ابی بکر احمد بن عمر بقال کے نزدیک بھی ابن شاہین ضعیف تھے ؎

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد		میلش اندر طعنۂ پاکان زند

امام یافعی تاریخ مراۃ الجنان مین حوادث سنہ اکسٹھ مین لکھتے ہین کہ اسی سنہ مین ذی کبیر شہیر عبد الواحد بن زید البصری نے وفات پائی اور مین نے بعضے اُن کے حکایات جو اُن کے کرامات اور محاسن صفات کو بھی متضمن تھے روض الریاحین مین لکھی ہین اور بقول صاحب سیر الاقطاب آپ کی وفات ستائیسوین ماہ صفر سنہ ۱۷۷ہجری وبقولے سنہ ۱۷۶ ہجری مین ہوئی اور یہی سفینۃ الاولیاء اور اخبار الاولیا مین بھی ہے اور اقتباس الانوار مین ہے کہ بصرہ مین آپ کی وفات ہوئی حضرت خواجہ نے سلسلہ امام ہمام سید التابعین سند العارفین ابی سعید الحسن بن ابی الحسن البصری سے لیا اور امام ہمام علم الاعلام کمیل بن زیاد کے ہاتھ سے خرقہ پہنا اور انھون نے حضرت جناب امیر علیہ السلام سے اور حضرت خواجہ نے اپنے برادر طریقت شیخ المحدثین خواجہ ابو محمد حبیب بن محمد عجمی کی صحبت بھی اُٹھائی جیسا کہ تہذیب اور تقریب مین ہے باقی حضرت خواجہ تک انضمام سے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے شیوخ سلسلہ تین ہوتے ہین جس کے بیانات سابقاً مذکور ہو چکے ہین فائدہ نافعہ محدثین کے ان اقوال مین فرق ہے کہ (ھذا احدیث منکر) یعنی یہ حدیث منکر ہے اور (ھذا الراوی منکر الحدیث) یعنی یہ روایت کرنے والا منکر الحدیث ہے اور (ھذا یروی المناکیر) یعنی یہ شخص منکرات روایت کرتا ہے تو مطلب یہ نہین ہے کہ اسطرح کا راوی ثقہ نہین ہوتا کیونکہ محدثین کثیر منکر ہونیکا اطلاق محض راوی کی اسی ایک حدیث کی روایت پر بھی کرتے ہین گو متاخرین کی اصطلاح یہ ہے کہ منکر اُس حدیث کو کہتے ہین جسکو ضعیف مخالف ثقہ نے روایت کیا ہو لیکن جب وہ ثقہ اور ثقات کے خلاف کریگا تو وہ شاذ ہوجائیگا اور اسی طرح یہ جو محدثین کا قول ہے کہ (فلان روی المناکیر) یا (حدیثہ ھذا منکر) یعنی فلان شخص منکرون کی روایت کرتا ہے یا اُسکی یہ حدیث منکر ہے وغیرہ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ ضعیف ہے علامہ زین عراقی معیار العلوم کے احادیث کی تخریج مین لکھتے ہین کہ اکثر محدثین منکر کا اطلاق راوی پر اس سبب سے کرتے ہین کہ وہ تنہا اُسی ایک حدیث کا راوی ہوتا ہے اور سخاوی فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث مین لکھتے ہین کہ کبھی اُس کا ثقہ پر اطلاق کیا جاتا ہے جبکہ وہ منکرات ضعفا سے روایت

کہ ابو حاتم کہتے تھے کہ میں نے دارقطنی سے پوچھا کہ سلیمان بن بنت شرحبیل کیسے ہیں انھوں نے کہا ثقہ ہیں
میں نے کہا کہ اُن کے پاس تو چند حدیثیں منکر ہیں کہا کہ وہ اُنھوں نے ضعیف لوگوں سے روایت کی
ہیں لیکن وہ خود ثقہ تھے علامۂ ذہبی نے میزان الاعتدال میں عبد اللہ بن معاویہ زبیری کے
حال میں لکھا ہے کہ محدثین کا لفظ منکر الحدیث کہنے سے مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سب مرویات
اُس کے منکر ہوتے ہیں بلکہ جب کوئی شخص بہت سی حدیثیں روایت کرے اور اُن میں بعضے
منکرات ہوں تو وہ منکر الحدیث خیال کیا جائیگا اور یہی احمد بن عتاب مروزی کے حال میں بھی
لکھا ہے کہ احمد سعید بن معدان شیخ صالح تھے اور فضائل اور مناکیر روایت کرتے تھے اور
فی الحقیقت ہر منکر روایت کرنیوالا ضعیف نہیں کہا جا سکتا اور جو قصداً ایسا کرے وہ ضعیف
خیال کیا جائیگا علامۂ حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں محمد بن ابراہیم تیمی کے حال اور انکی توثیق
میں امام احمد کا یہ قول نقل کرکے کہ وہ احادیث منکرہ روایت کرتے تھے لکھتے ہیں کہ امام احمد
بن حنبل اور ایک گروہ محدثین اُس فرد حدیث کو جسکا کوئی متابع نہو حدیث منکر کہتے ہیں تو منکر کے
یہاں بھی پہلے ہی معنی لیے جائینگے اور اسی کو ایک گروہ حجت سمجھتے ہیں اور ابن عبد اللہ عمرو وغیرہ
کے حال میں لکھتے ہیں کہ احادیث مطلقہ مفردہ کو یہ لوگ منکر کہتے تھے اور ثابت بن عجلان انصاری کے
حال میں لکھا ہے کہ عقیلی کہتے تھے کہ اسکی حدیث پر متابعت نہکی جائے گی کیونکہ ابو الحسن بن
قطان[۱] نے تعاقب کیا ہے اور یہ ثابت کے لیے کچھ مضر نہیں مگر اُن جیسا کثیر المخالفت ثقات کی روایات
اس سے بہت پائی جائیں سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں کہ ابن دقیق العید کہتے تھے کہ محدثین کا
یہ کہنا کہ فلاں شخص منکر حدیثیں روایت کرتا ہے اتنے کہنے سے اُس شخص کی روایت ترک نہیں کر دینا
چاہیئے جب تک کہ اسکی روایت میں بہت منکرات نہ پائے جائیں اور وہ لوگ منکر الحدیث نہ کہنے
لگیں کیونکہ منکر الحدیث ہونا انسان میں ایک ایسا وصف ہوتا ہے جسکے سبب سے وہ شخص مستحق ترک
حدیث ہو جاتا ہے اور دوسرے معنی اسی عبارت کے مقتضی وہ نہیں ہو سکتے کیونکہ امام احمد بن
حنبل کا محمد بن ابراہیم تیمی کے بارہ میں یہ قول ہے کہ وہ احادیث منکرہ روایت کرتے تھے حالانکہ
وہ وہ شخص تھے جنپر بخاری اور مسلم کا اتفاق تھا اور وہی حدیث انما الاعمال بالنیات میں

---

[۱] یہ ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الملک فاسی مشہور بابن القطان [illegible] حافظ [illegible]
حدیث و حافظین رجال حدیث سے تھے انھیں کی کتاب الوہم والایہام ہے اسکو انھوں نے احکام عبد الحق پر [illegible]
کے لکھا ہے یہ کتاب اُن کی قوت حفظ [illegible] پر دلالت کرتی ہے [illegible]
[illegible] میں ہوئی [illegible]

مرجح تھے اور ابو المحاسن شیخ قائم ابن صالح سندی اپنے رسالہ مین جسکا نام فوز الکرام بما ثبت فی وضع الیدین تحت السرۃ او فوقہا تحت الصدر عن شفیع المظلل بالغمام ہے شاذ و منکر کے تعریف کے بعد لکھتے ہین کہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی شخص کسی کے بارہ مین کہے کہ یہ منکر الحدیث ہے تو یہ مجرد جرح سمجھی جائیگی کیونکہ اُس کے معنی یہ ہونگے کہ وہ شخص ضعیف اور ثقات کا مخالف ہے اور بیشک علما کا یہ قول کہ یہ ضعیف ہے صرف جرح ہے تو ممکن ہے کہ جرح کرنے والے کے نزدیک اُس کا ضعف ہو اور جو مجتہد کہ اُسکی بات پر عامل ہو وہ اسمین کوئی بات جرح کی نہ دیکھے اب اگر کوئی کہے کہ انکار سے مراد تو جرح مفسر ہے بربیان حفاظ حدیث تو اس کا جواب یہ ہے کہ منکر الحدیث کے معنی ثقہ کی مخالفت کے ہین اور جو اسباب کہ ائمہ کو جرح پر باعث ہوتے ہین تو وہ بعضے قابل قدح ہوتے ہین اور بعضے نہین ہوتے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص مین ایک شخص کے نزدیک ایک بات جرح کے قابل ہوتی ہے مگر وہ دوسرے کے نزدیک نہین ہوتی قطع نظر اس کے یہ نکارت کو مضر نہین ہے جبتک کہ ثقات کی مخالفت کثرت سے نہو اور عبد الرحمن ابن اسحٰق راوی حدیث وضع الیدین تحت السرۃ جو سنن ابی داؤد مین مروی ہے وہ ضعیف اس وجہ سے ہین کہ وہ بعضے جگہون مین ثقات کے مخالف ہین اور بعض جگہون مین روایات مین مفرد ہین اگرچہ یہ اسکے مضر نہین ہے اور مضرت تو جب ہوتی ہے کہ جب وہ منکرات کی روایت بھی کثرت سے کرتے اور ثقات کی مخالفت بھی کثرت سے حالانکہ یہ ثابت نہین حافظ ابن الصلاح اپنے مقدمہ مین شاذ کی بحث مین لکھتے ہین کہ جب راوی اُس خبر کی روایت مین تنہا ہو کہ جسمین نظر ہو تو اگر وہ اسکے مخالف ہو جسکو کسی اُس سے زیادہ بہتر حافظہ والے نے روایت کیا ہے اور وہ اُسی ضابطہ سے زیادہ ہو تو اس اکیلی کی روایت شاذ اور مردود ہوگی اور اگر اسکی روایت مین مخالفت اُس حدیث سے نہو جسکو اسکی علاوہ شخص نے بھی روایت کیا ہے بلکہ یہ ایک ایسی بات ہو جسکو اُس نے تنہا روایت کیا ہو اور کسی نے نہ روایت کیا ہو تو دیکھا جائیگا کہ یہ راوی عادل اور ثقہ اور ضبط و اتقان مین معتمد ہی ہے یا نہین اگر ہو تو اسکی حدیث مقبول ہوگی اور اُس روایت مین اُس کا تنہا ہونا کچھ برا نہوگا اور اگر ایسا نہین ہے تو اس کی تنہا روایت اُسکو حدیث صحیح کے دائرہ سے خارج کردے گی پھر منکر کی بحث مین لکھتے ہین کہ جواب یہ ہے کہ اسمین بھی وہ تفصیل ہے جو ہم ابھی شاذ کی بحث مین بیان کرچکے ہین حافظ سیوطی تدریب الراوی شرح تقریب النواوی مین لکھتے ہین کہ یہ جو محدثین کی عبارتون مین آیا ہے

کہ فلان نے فلان بات جو روایت کی وہ منکر تر ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہو تو ابن عدی کا
قول ہے کہ اُن کی حدیث وہ ہے جو یزید ابن عبد اللہ بن ابی بردہ نے روایت کی کہ جب اللہ تعالےٰ
کسی گروہ کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے تو اُس کی اولاد کو اُس سے پہلے اُٹھا لیتا ہے اور یہ
روایت بطریقہ حسن ہے اور اس کے راوی بھی ثقات ہین اور اس حدیث کو ایک قوم نے
اپنے صحاح مین بھی داخل کر لیا ہے اور علامہ ذہبی کہتے تھے کہ منکر تر احادیث بروایت محمد بن
مسلم حدیث حفظ القرآن ہے اور وہ ترمذی کے نزدیک ثابت ہے اور اُنھون نے اُسکی تحسین
بھی کی ہے اور حاکم نے بھی اسکی تصحیح بشرط شیخین کی ہے اور علامہ ذہبی نے ابان بن جبلہ کوفی
اور سلیمان بن داؤد یمامی کے حال مین میزان الاعتدال مین لکھا ہے کہ بخاری کا قول ہے کہ مین
جسکو منکر الحدیث کہون تو اُس سے روایت کرنا حلال نہین ہے جناب مولوی عبد الحی صاحب
مغفور رسالہ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل مین لکھتے ہین کہ میزان الاعتدال وغیرہ کتب
اسماء الرجال مین انکار کا لفظ جو ناقدین سے منقول ہے اُسکے مطلق معنی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ غور کرکے
دیکھنا چاہیے کہ جہان بخاری نے کسی راوی کو منکر کہا ہو تو بیشک اُس سے روایت کرنا درست نہین اور
جہان امام احمد وغیرہ نے کہا ہو تو وہان بھی لازمی نہین ہے کہ وہ راوی قابل حجت نہ سمجھا جاسے
اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ان اقوال محدثین مین کہ فلان روی یا یروی المناکیر یا فی حدیثہ
نکارۃ وغیرہ تو اس مین فرق ہے پہلے عبارتون سے راوی کی کوئی قدح معتدبہ نہین سمجھی جاتی
اور دوسری روایتون سے جرح معتدبہ سمجھی جاتی ہے اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ جس
راوی کے حق مین اُسکی روایت مین حدیث منکر کا ہونا کامل اور میزان وغیرہ مین دیکھا جاسے تو اُس
راوی کو ضعیف نہین کہدینا چاہیے کیونکہ یہ لوگ اس لفظ کا اطلاق حسن اور صحیح حدیث پر بھی کر دیتے
ہین صرف راوی کے تنہا ہونیکے سبب سے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ قدما کے قول ہذا الحدیث منکر اور متاخرین کے
قول ہذا حدیث منکر مین فرق ہے کیونکہ قدما تو اکثر منکر کا اطلاق صرف اسپر کرتے ہین جو کسی فرد روایت
سے معلوم ہوا اگرچہ وہ شخص خود ثقات اثبات سے ہو اور متاخرین اُس کا اطلاق اُس راوی کی روایت
پر کرتے ہین جو خود ضعیف اور مخالف ثقات ہو اور اکثر میزان الاعتدال وغیرہ مین راویون کے حق
مین یحیی بن معین سے نقل آئی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ وہ کوئی چیز نہین ہے تو یہ بھی قابل اعتبار
نہین اور یہ کوئی جرح قوی ہے علامہ ابن حجر فتح الباری مین عبد العزیز بن مختار بصری کے
حال مین لکھتے ہین کہ ابن نعمان فارسی کا بیان ہے کہ ابن معین کا مطلب اس سے لیس بشی سے

یہ ہے کہ اسکی حدیثین کم ہین نہ کچھ اور او رہی فتح المغیث مین سخاوی نے بھی لکھا ہے تو جب کسی راوی
پر کسی اہل جرح و تعدیل نے جرح کی ہو تو مجرد اس کے اسکو مجروح نہ سمجھ لینا چاہیئے بلکہ اس کی تنقیح
کرنا چاہیئے اور ہر جرح کرنے والے کے قول کو خواہ وہ کسی راوی کے حق مین کیون نہو اور وہ جرح کرنیوالا
ائمہ یا مشہورین علماء امت سے کیون نہو جان لینا چاہیے کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ اُس شخص مین
کوئی ایسی بات پائی گئی جو اسکی جرح کے قبول کرنے سے مانع نکلے تو ایسی صورت مین اُسکے جرح
کے رد کا حکم دیا جائیگا اور اس کی بہت سی صورتین ہین ازانجملہ ایک یہ ہے کہ جرح کرنے والا خود
اپنی ذات مین مجروح ہو تو اسکی جرح اور تعدیل دونون کے قبول مین عجلت نہ کرنا چاہیے جب تک
کہ کوئی اور بھی اُسکے موافق نہو جائے اور یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ علامہ ذہبی نے میزان مین ابان ابن
اسحق مدنی کے حال مین ابی الفتح ہروی کے اس قول کے نقل کے بعد کہ یہ شخص متروک ہے لکھا
ہے کہ میرے نزدیک یہ متروک نہین ہے احمد عجلی نے اسکو ثقہ کہا ہے اور ابو الفتح جرح کرنے
مین اسراف کرتے ہین اور انھون نے ایک بڑی کتاب مجروحین کے حال مین لکھی ہے جسمین اکثر لوگون
پر جرح کی ہے حالانکہ وہ لوگ ایسے تھے جن کے متعلق کسی نے کچھ بھی نہین لکھا ہے اور مین تو اس کو
محمدین مین لکھونگا پھر باب المیم مین لکھا ہے کہ محمد بن حسین ابو الفتح بن یزید ازدی موصلی حافظ نے
روایت حدیث ابی یعلی موصلی اور باغندی اور ان کے طبقہ والون سے کی اور انھون نے
جرح وضعفاء مین ایک بڑی کتاب لکھی ہے اور اسپر اس امر مین مواخذات ہین انھون نے
روایت کی ابو اسحاق برمکی اور ایک جماعت نے جسکو برقانی نے ضعیف کہا ہے شیخ ابو نجیب عبد الغفار
ارموی کہتے تھے کہ مین نے موصل والون کو دیکھا کہ وہ ابو الفتح کو ذلیل جانتے اور کوئی چیز نہین
سمجھتے تھے خطیب کا قول ہے کہ اُن کی حدیث مین منکرات ہین اور یہ حافظ تھے علوم حدیث مین
بھی ان کی تالیفات ہین اور ان کی وفات ۳۷۴ھ مین ہوئی علامہ ابن حجر تہذیب التہذیب مین
احمد بن شبیب حبطی کے حال مین بعد نقل قول ازدی کے کہ فیہ خیر مرضی لکھتے ہین کہ میرے
نزدیک کسی کو اس قول کی طرف توجہ نہین کرنا چاہیئے کیونکہ ازدی خود بھی کوئی اچھا شخص نہ تھا
اور جرح کرنے والا غلطی ڈھونڈھنے والون سے ہوتا ہے چنانچہ ایک گروہ ائمہ جرح و تعدیل کا ایسا
ہی تھا جنکو اس امر مین تشدد تھا اور وہ ادنی جرح سے بھی راوی کو مجروح کر دیتے تھے اور ایسے
ائمہ یا ستہ جنکا اطلاق مقدار پر نہین ہو سکتا تھا تو ایسی صورت مین جارح کی توثیق البتہ معتبر ہے اور
جرح اُسوقت تک معتبر نہوگی جب تک کوئی اشخص منصف اُس کے موافق انصاف کرکے اعتبار نہ کرے

ایسے لوگوں میں سے ابوحاتم اور نسائی اور ابن معین اور ابن القطان اور یحیی القطان اور ابن
حبان وغیرہم تھے کہ وہ جرح اور غلطیاں ڈھونڈھنے میں بہت زیادتی کے ساتھ مشہور ہوئے
تو جن راویوں میں صرف جرح کرنے والے ہوں تو اُن میں عاقل کو توقف کرکے غور کر لینا چاہیئے
میزان میں سفیان بن عیینہ کے حال میں ہے کہ یحیی بن سعید قطان روات کے بارہ میں متعنت
تھے اور سوید بن عمرو کلبی کے حال میں بعد نقل اُن کے توثیق کے ابن معین وغیرہ سے لکھا ہے
کہ ابن حبان نے سخت اسراف کیا اور جرأت کی کہ کہتا ہے کہ سوید سندوں کو اُلٹ دیتے
تھے اور صحیح سندوں سے واہی متنوں کو بیان کر دیتے تھے اور عثمان بن عبدالرحمن طرائفی
کے حال میں ہے کہ ابن حبان اپنی عادت کے موافق بھڑ پڑتے ہیں۔ وہ کہنے لگے ہیں کہ عثمان
بہت سی چیزیں ضعفا سے روایت کرتے ہیں اور ثقات اُن کی تدلیس کرتے ہیں جب اُن کی
روایتوں میں یہ حالت بہت ہے تو میرے نزدیک کسی حال میں اُن کی روایت سے حجت
لانا ہی جائز نہیں علامہ ابن حجر قول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں لکھتے ہیں کہ ابن حبان اکثر
ثقہ کو مجروح کر دیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ میری اس شدت سے کیا فائدہ ہوگا۔ ویسا
ہی قول ذہبی کا افلح بن سعید مدنی کے حال میں ہے پھر ذہبی نے میزان میں محمد بن الفضل
سدوسی[1] عارم شیخ بخاری کے حال میں دارقطنی سے اُن کی توثیق نقل کرکے لکھا ہے کہ میرے
نزدیک یہ قول اُس حافظ زمانہ کا ہے جس کا ایسا نسائی کے بعد کوئی ہوا ہی نہیں تو ابن حبان
کے اس قول کا کہ وہ اپنے آخر عمر میں ملانے لگے تھے اور اُن میں تغیر پیدا ہو گیا تھا اور یہ نہیں
معلوم ہوتا تھا کہ وہ کیا نقل کرتے ہیں اور اسی وجہ سے اُن کی حدیثوں میں کثرت سے منکرات
واقع ہو گئے لہذا اُن کی حدیث سے پرہیز کرنا واجب ہے بروایت متاخرین تو جب ان کو بھلے
بُرے میں تمیز ہی نہیں رہی تو کل حدیثیں اُن کی متروک ہو جانا چاہیے اور کسی چیز میں اُن سے
حجت نہیں لانا چاہیے جواب یہ ہے کہ یہ محض گمان ہے کیونکہ ابن حبان تو اُن کی ایک حدیث
منکر بھی نہ بتلا سکے معلوم نہیں یہ گمان اُن کو کہاں سے پیدا ہوا اور علامہ ابن حجر بذل الماعون
فی نقل الطاعون میں لکھتے ہیں کہ یحیی کوفی کی تقویت میں نسائی اور ابن ... کی توثیق اور تعنت
اُن کے تشدد کے کافی ہے علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ابن القطان کے حال میں کہ جن سے
اکثر وہ اپنی کتاب میزان الاعتدال میں نقل کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ ابو الحسن علی بن محمد سے مجھ کو ان کی

---

[1] سدوس ایک قبیلہ کا نام ہے جسکے یہ لوگ ہیں ...

تعریف سے لکھا ہے کہ مین نے اُن کی کتاب الوہم والایہام جو احکام کبری عبدالحق[1] پر اُنھون نے
لکھی ہے دیکھی ہے اس سے اُن کی قوت حافظہ اور فہم کی کیفیت معلوم ہوتی ہے مگر احوال رواۃ
مین یہ غلطیان برابر ڈھونڈھا کرتے تھے اور انصاف نہین کرتے تھے ہشام بن عروہ وغیرہ کی
ذرا سی غلطی کو پکڑ کے اُن کو بہت کچھ کہنے لگتے تھے پھر میزان مین ہشام بن عروہ کے حال مین
اُن کی توثیق کے بعد لکھتے ہین کہ ابوالحسن ابن قطان کے اس کہنے کا کہ ہشام اور سہیل بن ابی
صالح دونون مختلط اور متغیر ہو گئے تھے کچھ اعتبار نہین البتہ اُن مین تغیر ضرور ہو گیا تھا کہ شباب
کے زمانہ کا ایسا حافظہ نہین رہا تھا بعضے محفوظات اپنے بھول گئے تھے اور وہ کچھ نسیان سے
معصوم نہ تھے اور جب آخر عمر مین وہ عراق مین آئے تو بہت سے علوم بیان کیے انھین کے
ضمن مین چند حدیثین بھی تھین جنکی اُنھون نے تجوید نہین کی اور ایسا امام مالک اور شعبہ اور وکیع
اور بڑے بڑے ثقہ لوگون سے واقع ہوا ہے تو اس سے ملہ اثبات کو ضعفا مین شمار نہ کرنا چاہیے
اور دیکھنا چاہیے امام سخاوی فتح المغیث مین لکھتے ہین کہ علامہ ذہبی نے اُن لوگون کی جنھون نے
اور لوگون کے متعلق کچھ کلام کیا ہے چند قسمین کر دی ہین ایک وہ کہ جو تمام روایتون پر معترض ہین
جیسے ابن معین اور ابن حاتم دوسرے وہ جو اکثر روایات مین کلام کرتے ہین جیسے مالک اور
شعبہ اور تیسرے وہ جو کبھی کبھی معترض ہوتے رہتے ہین جیسے ابن عیینہ اور امام شافعی
اور یہ سب تین قسمین ہین ایک وہ جو جرح کرنے مین غلطیون کے تجسس زیادہ رہتے ہین اور تعدیل
مین متثبت اور وہی ذہن غلطیون سے راویون پر طعن کرنے لگتے ہین تو جس وقت کسی شخص کی توثیق
کرتے ہین تو اُن کے قول کو ماننا چاہیے اور اُن کی توثیق سے تمسک کرنا چاہیے اور جب کسی کی

[1] احکام کبری حدیث مین ایک کتاب ہے شیخ ابی محمد عبدالحق بن عبدالرحمن اندلسی اشبیلی متوفی سنہ ۵۸۱ھ کی تصنیف
یہ کتاب تین جلدون مین ہے مؤلف اُنھون نے حدیث کی کتابون سے چھانٹا ہے اور ۵۸۱ھ کی ایک کتاب شیخ محب الدین احمد
بن عبداللہ طبری شافعی متوفی کی تصنیف بھی ہے اور یہ بھی بڑی کتاب ہے جس مین صحاح و حسان حدیثین
بیان کی ہین اور ضعیف حدیثیں بھی آئی ہین مگر ان کو بیان نہین کیا ہے اور یہی قول اُن کے شاگرد یافعی کا بھی ہے اور شیخ
...ین نے ... ہے کہ اُن کی کتابین احکام کے نام سے تین ہین ایک کبری دوسری وسطی اور یہ بڑی چھ جلدون مین
ہے تیسری صغری جس مین ... چند حدیثین ہین کما فی کشف الظنون عن اسامی کتب الفنون ۲ سنہ ۵۸۱ھ شیخ عبدالحق
بن عبدالرحمن بن حسین ابی محمد ازدی اشبیلی معروف بابن الخراط کے بیٹے تھے شریح بن محمد اور ابی الحکم بن برجان وغیرہ سے حدیث
سنی اور ... کی ... فتنہ اندلس کے وقت بجایہ چلے گئے اور ان کا علوم مین شائع ہو گیا اور امام مجتہد تھے
... اور ... حدیث و علل حدیث و رجال حدیث اور تصنیف ... خیر و صلاح و زہد و ورع تھے اور دنیا سے
... کی وفات سنہ ۵۸۱ھ ... بجایہ ...

تضعیف کرین تو دیکھنا چاہیے کہ اور کوئی اُن کے علاوہ بھی اُس کے ضعیف کہنے پر اُن کے
موافق ہے یا نہین اگر ہے اور اِس شخص کی کسی ایک نے توثیق نہین کی تو وہ ضعیف ہے
اور اگر کسی نے اُسکی توثیق کی تو یہ صورت وہ ہوگی جسمین محدثین کا قول ہے کہ اُسمین سوائے
جرح مفسر کے کوئی بات معقول نہ ہوگی یعنی اُسمین تنہا ابن معین کا کہنا کہ یہ ضعیف ہے اور
اُسکے ضعف کا سبب بیان کرنا یہ کافی نہوگا اور ایسا بھی ہوا ہے کہ بہتر بخاری وغیرہ نے
اُس کی توثیق کردی ہے جسکو ابن معین نے بلادلیل ضعیف کیا تھا اور ایسے شخص کی تصحیح
اور تضعیف مین اختلاف ہے اسی جگہ سے علامہ ذہبی جو انتقاد مین صاحب استقرار تام تھے
کہتے تھے کہ علما مین سے دو شخص کبھی کسی ضعیف کے ثقہ کہنے یا ثقہ کے ضعیف کہنے مین متفق
نہین ہوے اور نسائی کا مذہب یہ تھا کہ کسی شخص کی حدیث متروک نہین ہوگی جب تک کل
اُسکو متروک نہ کہین اور ایک قسم اُن مین سے وہ ہے جو بہت سہولت اور آسانی سے چلتے
ہین جیسے ترمذی اور حاکم اور ابن حزم بھی کہ اُن کا قول ہے کہ جو راوی ابی عیسی ترمذی اور ابی القاسم
بغوی اور اسمعیل بن محمد صفار اور ابی العباس وغیرہ مشہورین کا ہو وہ شخص مجہول ہے اور ایک قسم
معتدل ہے جیسے احمد اور دارقطنی اور ابن عدی وغیرہ علامہ سیوطی زہر الربی علی المجتبی مین لکھتے
ہین کہ ابن الصلاح کا قول ہے کہ ابو عبداللہ بن مندہ بیان کرتے تھے کہ مین نے محمد بن سعید
ماوردی سے مصر مین سنا وہ کہتے تھے کہ نسائی کا مذہب یہ تھا کہ حدیث کی تخریج کی جائے اُس شخص
سے جس کے ترک پر سب مین اتفاق نہو اور شیخ ابوالفضل عراقی کا قول ہے کہ یہ مذہب وسیع ہے
حافظ ابن حجر نکت ابن الصلاح مین لکھتے ہین کہ ماوردی سے جو حکایت منقول ہے، اُس سے
مقصود اجماع خاص ہے اور ہر طبقہ نقاد رجال کا تشدد اور توسط سے خالی نہین پہلی قسم سے شعبہ
اور سفیان ثوری تھے جن مین شعبہ سفیان سے اشد تھے اور دوسرے طبقہ سے یحیی بن سعید قطان
اور ابن مہدی تھے جن مین یحیی اشد تھے اور تیسرے طبقہ سے یحیی بن معین اور احمد بن حنبل تھے
جنمین یحیی سب سے بڑھ کر تھے اور چوتھے طبقہ سے ابو حاتم اور بخاری تھے جن مین ابو حاتم بخاری
سے اشد تھے نسائی کا قول ہے کہ میرے نزدیک کوئی راوی متروک نہوگا جب تک سب لوگ
اُس کے ترک پر متفق نہو جائین اور جب کسی کو ابن مہدی ثقہ کہتے ہین اور یحیی ضعیف تو وہ بھی متروک
نہوگا کیونکہ معلوم ہے کہ یحیی مین تشدد زیادہ تھا۔ حافظ ابن حجر کہتے تھے کہ جب یہ بات خبر ہوگی تو
ذہن اُسی طرف جاتا ہے کہ نسائی کے مذہب مین وسعت نہین ہے اور اکثر ایسا کوئی شخص ہوگا

جس سے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کی ہو اور نسائی نے پرہیز نہ کیا ہو بلکہ انھون نے
ایک جماعت راویان صحیح سے احتراز کیا ہے اور بعضے علما ایسے بھی ہوے ہین جنکو بعض شہرون
یا بعضے اہل مذاہب کی روایت حدیث مین جرح مین تشدد رہا ہے چنانچہ ایسے مقام پر اُس جرح
کی تنقیح کرنا بھی ضروری ہے اسی وجہ سے علامہ ابن حجر کا قول تہذیب التہذیب مین ہے کہ
جوزجانی شخص کوفہ والون کی معتبر نہین اور یہ قول اُن کا ابان بن تغلب ربعی کوفی کے حال مین
لکھا ہے اور اسی قسم کی جرح علامہ ذہبی کے میزان اور سیر النبلا وغیرہ تالیفات مین اکثر صوفیہ
اور اولیاء امت کے بارہ مین ہے جسکا بھی اعتبار نہ کرنا چاہیے جب تک کوئی متوسطین بزرگون یا
ائمہ سے اُسکی موافقت نہ کرے کیونکہ علامہ ذہبی کی عادت ہے کہ وہ اپنی تقشف اور تورع واحتیاط
اور اشعات انوار تصوف وعلوم وہبیہ سے بالکل خالی ہونے کے علاوہ سے اکابر حضرات صوفیہ پر
طعن کر دیا کرتے تھے جیسا کہ یافعی نے اپنی تاریخ مرآۃ الجنان مین بہت جگہون پر تصریح کی ہے اور
اسی کے موافق شیخ عبد الوہاب شعرانی کا قول یواقیت والجواہر مین بھی ہے کہ حافظ ذہبی وابن
تیمیہ اشد منکرین حضرت شیخ اکبر اور جماعت صوفیہ کے تھے اور سیوطی کا قول قمع المعارض بنصرۃ
ابن الفارض مین ہے کہ ذہبی کے فریب مین نہ آنا چاہیے کیونکہ وہ حریص ہوے ہین فخر الدین ابن خطیب
پر اور اُن سے بڑھ کر شیخ ابو طالب کی صاحب قوت القلوب پر اور اُن سے بڑھکر شیخ ابو الحسن اشعری
پر جنکا ذکر دنیا بھر مین شائع ہے اور ذہبی کے تالیفات میزان اور تاریخ اور سیر النبلا وغیرہ
سب انھین مضامین سے بھرے ہین لہذا مخاطب کو چاہیے کہ وہ ذہبی کے کلام کو اُن لوگون کے
بارہ مین موازنہ کے طور پر دیکھے خدا کی قسم اُن کا کلام اُن لوگون کے بارہ مین ہرگز مقبول نہوگا
اور یون تو پھر ان کے حقوق کی ادائی مین کوئی کوتاہی نہین کرینگے یعنی اُن حضرات کے مثبتہ
فضائل وکمالات رہین گے اور محدثین خارجین مین وہ لوگ بھی ہوئے ہین جنھون نے اکثر جہت حسد
ہی سے جرح کردی ہے عبدان کہتے تھے کہ مین نے فضلک رازی اور جعفر بن الجنید کو کہتے سنا
کہ سمری کذاب ہے پھر عبدان کہنے لگے کہ ان دونون کو سمری سے حسد تھا بوجہ اس کے کہ وہ اُن کے
رفیق تھے جب کوئی حدیث غریب لکھتے تھے تو وہ اُن کو نہین بتاتے تھے اور اسی قسم سے فلاس
کا قول ابن المدینی کے بارہ مین ہے چنانچہ جب یہ خبر ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب حافظ کو پہونچی
تو کہنے لگے کہ اگر مجھے طاقت ہوتی تو مین بصرہ جا کر فلاس کی قبر پر پیشاب کر آتا اور اسی قسم سے
محمد بن یحییٰ نیشاپوری اور ابی زرعہ رازی اور نسائی کا قول امام اہل مصر احمد بن صالح کے بارہ مین

نفسانی غرض سے ہے جیسا کہ عقیلی اور ابن حبان اور ابن عدی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے اور کبھی عداوت مذہبی بھی باعث جرح ہو جاتی ہے علامہ ابن حجر مقدمہ لسان المیزان مین لکھتے ہین کہ جرح کے قبول کرنے مین توقف کرنا زیادہ بہتر ہے خصوصاً اُس شخص کے بارہ مین کہ جسمین اور جارح مین عداوت بسبب اختلاف فی الاعتقاد ہو عاقل جب ابی اسحق جوزجانی کے عیب کرنے مین کوفہ والون کے بارہ مین غور کریگا تو اُسکو سخت تعجب ہوگا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ سخت ناصبی تھا اور اہل کوفہ اپنی شیعیت مین مشہور تھے تو ابی اسحق جس کوفہ والے کا ذکر کرتا ہے اُسکی جرح مین بجز زبان سخت وعبارت درشت توقف ہی نہین کرتا یہانتک کہ وہ اعمش اور ابو نعیم اور عبد اللہ بن موسی جو اساطین حدیث اور ارکان روایت سے تھے اُن کو بھی نہین چھوڑتا اور جسوقت اُسکے خیال مین اسی قسم کی یا اس سے بڑھ کر کوئی بات آتی ہے تو جسکی تضعیف کرچکا ہے اُسی کی توثیق کرنے لگتا ہے اور اسکی وہ توثیق قبول بھی کی جاتی ہے اور ایسی ہی وہ جرح بھی ہے جو عبد الرحمن بن یوسف بن خراش محدث حافظ پر ہوئی ہے جو غالی شیعہ تھا اور اہل شام کی جرح مین آہستگی کرجاتا تھا تو یہ جرح بوجہ کھلی کھلی مغائرت عقادی کے ہے اور ایسی ہی وہ جرح بھی ہوتی ہے جو بسبب مذہبی اختلاف کے ہوتی ہے تو اکثر بصرہ والون مین جو ختیانی اور ہتابن ہماہے وہ انھین باتون سے لامحالہ ان سب باتون مین غور سے خوض کرنا چاہیے شیخ ابو الفتح قشیری کا بہت اچھا مقولہ ہے کہ لوگون کا اعراض گویا دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا ہے جسکے کنارون پر دو گروہ ٹھہرے ہوے ہین ایک حکام دوسرے محدثین شیخ تاج الدین سبکی کہتے تھے کہ بہتر یہ ہے کہ جرح کے وقت عقائد کی کیفیت اور اختلاف جارح مجروح کی نسبت تلاش کرلیجایا کرے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جارح مجروح کے عقیدہ مین اختلاف ہوتا ہے اور اسیوجہ سے وہ اُسپر جرح کر بیٹھتا ہے چنانچہ رافعی نے اسی طرف اشارہ کرکے کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ تزکیہ کنندہ لوگ عصہ اور تعصب مذہبی سے خالی ہون اس خوف سے کہ کہین یہی امر باعث کسی عادل کی جرح اور فاسق کے تزکیہ کا نہو جائے اور ایسا اکثر اُن اماموں سے واقع ہو چکا ہے جنھون نے اپنے عقاد کی بنا پر جرح کی اور وہ خطا کر گئے اور مجروح حسب رہا شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین بن دقیق العید نے اپنی کتاب اقتراح مین اسی امر کی طرف اشارہ کرکے لکھا ہے کہ اسی کی شاخون مین سے بعضون کا یہ قول بخاری کی شان مین ہے کہ اُن کو ابو زرعہ اور ابو حاتم نے بسبب مسئلہ لفظ کے ترک کر دیا تھا لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ بخاری جیسے شخص کو کوئی

متروک کردے حالانکہ وہ بڑے مشاہیر وقت و زمانہ اور پیشوایان اہل سنت والجماعت سے تھے اسی طرح علامہ سبکی کا قول ہے کہ ہمارے شیخ ذہبی بھی اسی قبیل سے تھے بڑے عالم اور صاحب دیانت تھے اور اہلسنت کے ساتھ بھی اُن کو غیر معمولی توجہ تھی لہذا اُن پر تو اعتماد نہ کرنا چاہیے اور میں نے خود حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی کی تحریر سے نقل کیا ہے کہ اُنھوں نے لکھا تھا کہ حافظ شمس الدین ذہبی کی دیانت اور ورع اور غیرہ وغیرہ کے متعلق شک نہیں کرتا ہوں وہ خود جب کسی شخص کا اُن لوگوں میں سے جن کی طرف خود اُن کو میلان ہوتا ہے حال لکھتے ہیں تو اُسکی تمام خوبیاں جو اور لوگوں نے بیان کی ہوتی ہیں وہ سب لکھ جاتے ہیں اور اُس کی تعریف میں بہت مبالغہ کر جاتے ہیں مگر اُس کی خطاؤں سے غافل رہتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے اُن کی تاویلیں کرتے ہیں۔ اور جب اُن لوگوں میں سے جنکی طرف اُن کو میلان نہیں ہوتا کسی کا ذکر کرتے ہیں جیسے امام الحرمین اور امام غزالی وغیرہ تو اُن کے اوصاف زاید ذکر نہیں کرتے بلکہ طاعنین کے اقوال جو اُن کے متعلق ہوتے ہیں وہی زیادہ لکھ دیتے ہیں اور اُس کو بار بار بیان کرتے ہیں اور اُسی کو دین اور اعتقاد سمجھتے ہیں حالانکہ اُن کو معلوم ہی نہیں کہ یہ کیا ہے اسیطرح اُن کا فعل موجودہ زمانہ والوں کے ساتھ ہے کہ جب اُن میں سے کسی پر کسی امر صریح کے کہنے پر قادر نہیں ہوتے تو اُس کے حال میں لکھ دیتے ہیں کہ یرحمہ اللہ یا واللہ یصلحہ وغیرہ حالانکہ اس کا سبب وہی مخالفت فی العقائد ہوتا ہے علامہ سبکی کہتے تھے کہ ہمارے شیخ ذہبی کا حال علائی کے قول سے بھی زائد ہے اگرچہ وہ ہمارے شیخ اور معلم تھے لیکن امر حق کی پیروی کرنا چاہیے ان کا تعصب مفرط اس درجہ کو پہونچ گیا تھا کہ جسکو بیان کرتے شرم معلوم ہوتی ہے اور مجھے خوف ہے قیامت کے دن اکثر علماے مسلمین اور اُن کے ائمہ سے جو حاملین اعلام شریعت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور اُن میں اکثر اشاعرہ بھی تھے اور علامہ ذہبی کی عادت تھی کہ جب کسی اشعری سے وہ بھڑ جاتے تھے تو کچھ باقی نہیں رکھتے اور میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ وہ سب کے سب اُس خدا کے حضور میں قیامت کے روز اُن کے دشمن ہوں گے جسکے سامنے اُن کا ادنیٰ ذہبی سے کہیں اعلیٰ ہوگا اور میں اللہ سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ اُن سے اُس عذاب کی تخفیف فرمادے اور اُن ائمہ علما کے دلوں میں یہ بات ڈالدے کہ وہ اُن کا قصور معاف کر کے اُن کے شفیع ہوں اور میں نے جن مشایخ کو پایا اُن کو اُن کے کلام کے دیکھنے سے مانع اور اُن کے قول کو غیر معتبر کہتے ہی پایا واقعی یہ کچھ سوجھتے ہی نہ تھے کہ

ان کی تاریخی کتابین بھی ظاہر ہو گر گیا کیا امور ظاہر کرینگے سواے اُس شخص کے جسپر یہ گمان
غالب ہو کر وہ اُن کے شائع نہ کیے گا اب رہا علائی کا قول اُن کے دین و ورع و تحری کے
بارہ مین تو مین اس کا معتقد تھا لیکن جب یہ چیزین دیکھین تو اب کہتا ہون کہ شاید انھون نے
انھین کو دین سمجھا ہو گا کیونکہ اُن مین بعضے امور تو وہ ہین جنکا مجھے یقین ہے کہ وہ جھوٹ سمجھ لیے
جائینگے اور یہ امر قطعی ہے کہ وہ اُنھون نے ایجاد نہین کیے اب یہ کہ اپنی کتابون مین کیون لکھا یہ
محض اسوجہ سے ہے کہ وہ امور تخیلین اور مین جانتا ہون کہ سننے والا اُن کی صحبت کا محض مداوت
سے حسنت مہو گا یا لوگون کے نفرت دلانے کی وجہ سے اگرچہ وہ الفاظ اور اُن کے معانی سے بہت
کم واقف ہو گا گر اسی کے ساتھ اس کا اعتقاد بھی ہو گا کہ یہی امور باعث مضبوطی عقیدہ ہون گے
جنکو وہ حق جانتے ہین علاوہ اس کے ان کی وفات کے بعد جب مین نے اُن کے کلام کو دیکھا تو
مین اُن کے تحری کے متعلق بھی متوقف ہو گیا کہ یہ کہتے کیا ہین و سمجھتے کیا اور اس سے زیادہ مین
کچھ نہین کہہ سکتا جس کا دل چاہے اُن کا کلام دیکھکر معلوم کر لے کہ وہ اپنے غصہ سے کسی وقت بھی
خالی رہتے تھے یا نہین اور غصہ کے وقت سے میرا مطلب کسی ایک علما مذاہب ثلثہ مشہورین حنفیہ
و مالکیہ و شافعیہ کے حال لکھنے کا وقت ہے کیونکہ مجھے اعتقاد ہے کہ وہ ایسے شخص تھے کہ
جسوقت کسی کے حال لکھنے کو قلم اُٹھاتے تھے تو بے انداز غصہ مین آکر کلام کر بے اندازہ بڑھا
جاتے اور تعصب کو اتنا دخل دیتے تھے کہ جو صاحب بصیرت پر مخفی نہین اور باوجود اسکے وہ معانی
الفاظ کو جیسا کہ چاہیے نہین جانتے تھے اکثر کوئی ایک لفظ بولتے ایسا کہدیتے کہ اگر اس کے
معانی دیکھے جائین تو وہ بسنے کے قابل بھی نہ معلوم ہو اور یہ تذکرتا ہون تو قسم کھا کر لکھا ہے
کہ مین نے اسمین خواہش نفسانی کو دخل نہین کیا حالانکہ اس سے بڑھکر کون خواہش نفسانی ہوگی
اور یہ بھی لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ جرح کے وقت جارح کے حال پر بھی غور کر لیا جایا کرے کہ وہ
مدلولات الفاظ بھی جانتا ہے یا نہین مین نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہین جو ایک لفظ سنتے
ہین اور اسکو اس طریقہ پر سمجھتے ہین جو کہنے والے کے نزدیک نہین ہوتے اور مدلولات لفظ
کا جاننا خصوصاً اُن الفاظ کا جو عرفی اصطلاحات سے مختلف ہو جاتے ہین اور وہ بعضے زمانہ مین مراد
کے سمجھے جاتے ہین اور بعضے زمانہ مین بُرائی کی اور اس کا پہچاننے والا سواے عالم ماہر کے اور کوئی نہین
کوئی ہوسکتا اور یہ بھی ضروری ہے کہ جارح کی علمی کیفیت احکام شرعیہ کے ساتھ کہ کس پایہ کا اسکو
علم شریعت ہے اس کا بھی تجسس ہو کیونکہ اکثر جاہل شخص کو حرام جان کر محض اسی گمان پر جسپر

کرنے میٹھتے ہین اور فقہا نے اسیوجہ سے تفسیر کے جاننے کو واجب لکھا ہے تاکہ حالت واضح ہوجائے
نقل امام شافعی کہتے تھے کہ مین نے مصر مین ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک شخص سے جرح کررہا ہے
جب اُس سے اُسکا سبب بار بار پوچھا گیا تو کہنے لگا کہ مین نے اسکو کھڑے ہوکر پیشاب کرتے
دیکھا تھا لوگون نے کہا کہ پھر اس مین آپ کا کیا حرج تھا کہنے لگے کہ اُسکی چھینٹین اُس کے
ہاتھون اور کپڑون پر پڑتی ہون گی اور وہ انھین کپڑون سے نماز پڑھتا ہوگا لوگون نے کہا کہ
آپ نے اُسے دیکھا کہ وہ انھین کپڑون کو پہنے نماز پڑھتا تھا کہنے لگے کہ مین نے دیکھا تو نہین
لیکن خیال کرتا ہون کہ وہ ایسا کرتا ہوگا اور صاحب بحر کہتے تھے کہ ایک شخص نے ایک شخص سے
جرح کی صرف اس بنا پر کہ اس نے کیون اپنی چھت پر سبیل کے حوض کی مٹی لگائی مولوی عبدالحی
صاحب فرنگی محلی اپنے رسالہ الرفع والتکمیل مین لکھتے ہین کہ ایک جماعت محدثین کو خاص تعنت
احادیث کی جرح مین راویون کے مجروح کردینے سے ہوتا ہے تو وہ جس حدیث کے راوی
مین تھوڑی سی بھی قدح والی بات پاجاتے ہین یا اُس حدیث کو دوسری حدیث کے مخالف
دیکھتے ہین تو فوراً اُس حدیث کو موضوع یا ضعیف کہدیتے ہین اُنھین مین علامہ ابن جوزی مؤلف
کتاب الموضوعات وعلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ اور عمر بن بدر موصلی مؤلف رسالہ موضوعات
جو علامہ ابن جوزی کے موضوعات کا خلاصہ ہے اور رضی صغانی لغوی جنکے بھی موضوعات مین
دو رسالے ہین اور جوزقانی مؤلف کتاب الاباطیل اور شیخ ابن تیمیہ مؤلف منہاج السنہ اور مجدالدین
لغوی مؤلف قاموس وسفر السعادت وغیرہ ہین یہ لوگ اکثر حدیث قوی کو بھی ضعیف و موضوع کہدیتے
ہین اور اکثر حدیث تھوڑی ضعف والے کو قوی الجرح کہدیتے ہین تو ہر عالم پر ضرور ہے کہ اُن کے
اقوال کو بغیر تنقیح احکام کے قبول نہ کرے ورنہ گمراہ ہوجائیگا اور عوام کو گمراہ کردے گا اور جب
جرح تعصب یا عداوت یا نفرت وغیرہ سے ہو تو وہ جرح مردود ہوجائیگی اس لیے امام مالک کا
قول محمد بن اسحاق صاحب المغازی کے متعلق کہ وہ دجال تھے منجملہ اور دجالون کے مقبول نہوگا
کیونکہ یہ معلوم ہے کہ یہ قول اُن سے نفرت کی وجہ سے زبان سے نکل گیا تھا بلکہ علما نے تحقیق کی ہے
کہ وہ حسن الحدیث تھے اور اُن سے ائمہ حدیث حجت لاتے تھے مین نے اسکی تفصیل اپنے رسالہ
امام الکلام مین لکھدی ہے اور نسائی کا قدح احمد بن صالح مصری کو اور ثوری کا قدح امام
ابی حنیفہ کو اور ابن معین کا قدح شافعی کو اور امام احمد کا قدح حارث محاسبی کو اور

سلہ نسبت بری کسی کی خطا موذی ہے رباعی منتخب

ابن منده کا قدح ابی نعیم اصفہانی کو یہ کوئی قابل قبول نہیں انکی مثالیں کتب فن میں بہت مشہور
ہیں اور اسی جگہ سے علماء کرام کا ارشاد ہے کہ معاصر کی جرح معاصر پر بلا دلیل کے مقبول نہوگی
کیونکہ معاصرت اکثر مقتضی منافرۃ کی طرف ہوتی ہے علامہ ذہبی سیر اعلام النبلاء میں مفسر ابی عبد اللہ
محمد بن حاتم بغدادی کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کو ابن عدی اور دار قطنی نے ثقہ کہا ہے اور
ابو حفص فلاس نے اُن کے متعلق یہ لکھا ہے کہ یہ کوئی چیز نہ تھے اور ظاہر ہے کہ یہ کلام معاصر کا ہے
اور قابل سُننے کے نہیں یہ ثقہ اور حجت تھے اور ابی بکر بن ابی داؤد کے حال میں اپنی کتاب
تذکرۃ الحفاظ میں پہلی ایک جماعت ثقات کا اُن کو ثقہ کہنا پھر ابن صاعد وغیرہ کا اُن کو ضعیف کہنا
لکھکر تحریر کرتے ہیں کہ ابن صاعد کا یہ کہنا اُن کے بارہ میں سننے کے لایق نہیں اور ایسے ہی ابن
صاعد کی تکذیب اُن کے متعلق اور ابن خزیمہ کے مقولہ کی بھی کیونکہ ان میں باہم کھلی کھلی عداوت
تھی تو معاصرین کے باہمی کلام میں توقف کرنا چاہیے اور میزان میں ابی الزناد بن عبد اللہ بن ذکوان
کے حال میں لکھا ہے کہ ربیعہ اُن کو ثقہ نہیں کہتے تھے اور نہ اُن سے خوش تھے اور ربیعہ کا قول
بھی اس بارہ میں قابل سماعت نہیں کیونکہ ان دونوں میں بھی کھلی کھلی عداوت تھی اور ابن منده
کے حال میں لکھا ہے کہ حافظ ابو نعیم نے اُن کی جرح میں بہت زیادتی کردی کیونکہ ان دونوں میں
باہم بہت مخالفت تھی اور اس سے بھی اُن کو زیادہ لکھا اور حافظ ابی نعیم کے حال میں لکھا ہے
کہ ابن منده کا کلام اُن کے بارہ میں سخت ہے اس کا نقل کرنا میں پسند نہیں کرتا اور نہ کسی ایک
کا قول دوسرے کے بارہ میں معتبر جانتا ہوں بلکہ میرے نزدیک دونوں مقبول ہیں میں اُنکے لیے
کوئی گناہ اس سے بڑھکر نہیں سمجھتا کہ وہ موضوعات کو نسبت روایت کردیتے تھے اور انھیں موضوع
نہیں کہتے تھے اور یوسف بن احمد شیرازی کی تحریر میں نظر پڑتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے
ابن طاہر مقدسی کے ہاتھ کی تحریر دیکھی ہے اُنھوں نے لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ ابن نعیم کی آنکھ سے
گرم گرم آنسو لائے کہ وہ عبد اللہ ابن منده کے متعلق کلام کرتے تھے حالانکہ اُن کی امامت پر
لوگوں کا اتفاق تھا تو ظاہر ہے کہ معاصر کا کلام آپس میں ایک دوسرے کے متعلق معتبر نہیں ہوتا
خصوصاً جب عداوت یا مذہب یا حسد کی وجہ سے ہو اور اس سے وہی شخص بچ جاتا ہے جسکو

سلہ یہ صاحب تاریخ اصفہان اور مشہور حافظ تھے اور ایسے ثقہ [illegible] خاندان سے [illegible] ایک [illegible]
جن کی ماں بُرہ بنت محمد بنی عبد یالیل سے تھیں اسی وجہ سے [illegible] کی [illegible]
تین سو ایک میں ہوئی [illegible] منده [illegible] کے [illegible]

اللہ بچا دے مین نے کوئی زمانہ ایسا نہین دیکھا جسمین لوگ اس سے نبچے ہون سواے انبیا علیہم السلام اور صدیقین کے اور اگر مین چاہون تو اس بیان سے کتابین بھر دون فتح المغیث مین ہے کہ شیخ عبد البر نے اپنے جامع مین ایک باب خاص معاصرین و اقران کے کلام پر منعقد کیا ہے جو بعضون نے بعض کے متعلق کیے ہین اور لکھا ہے کہ علما کے نزدیک بلا بیان واضح ان کے بارہ مین جرح قبول نہین کی جائے گی اور اگر اس مین عداوت بھی مل گئی ہو تو وہ قبول نہ کرنے کے لیے زائد بہتر ہوگی شیخ تاج الدین سبکی طبقات شافعیہ مین لکھتے ہین کہ ائمہ متقدمین کے ساتھ ادب رہنا چاہیے اور باہم ایک دوسرے کے کلام پر نظر نہ کرنا چاہیے جب تک کہ دلیل سے ثابت نہ ہو جائے پھر اگر اُن پر تاویل اور گمان نیک کی قدرت ہو تو کرنا چاہیے ورنہ باہم اُن مین جو امور ہو چکے ہین اُس سے اعراض کرنا بہتر ہے کیونکہ تم اس لیے نہین بنائے گئے ہو تم کو اُس چیز مین مشغول ہونا چاہیے جو تمہین فائدہ دے اور بے فائدہ بات چھوڑ دینا چاہیے اور طالب علم اُسوقت تک اچھا رہے گا جب تک کہ وہ مشاجرات علما مین غور نہ کرے اور اپنے آپ کو اُس سے بچاتا رہے جو ابی حنیفہ اور سفیان ثوری یا مالک اور ابن ابی ذئب یا احمد اور حارث محاسبی مین واقع ہوا ہے کیونکہ اگر اُس مین وہ پڑے گا تو اُسکو بھی ہلاک ہونے کا خوف ہے کیونکہ وہ لوگ ائمہ اعلام تھے اُن کے اقوال مین اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعضے قولون کو بعضے لوگ نہین سمجھتے ہین تو ہم کو انھین سے خوش رہنا چاہیے اور جو باہم اُن مین واقع ہوا ہے اسپر سکوت کرنا چاہیے جیسا کہ ہم مشاجرات صحابہ مین کرتے ہین اور اُس سے بہت ڈرنا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے کہ علما کا قاعدہ ہے کہ جرح کو تعدیل پر مطلقاً مقدم رکھتے ہین مگر صواب یہ ہے کہ جسکی امامت اور عدالت ثابت ہو اور اُسکی تعریف کرنے والے بہت ہون اور برا کہنے والے کم اور کوئی قرینہ بھی ایسا ہو جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ اس جرح کا سبب تعصب مذہبی وغیرہ ہے تو اُس جرح کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے گی اور جارح کی جرح گو مفسر بھی کیون نہو مگر اُس شخص کے حق مین مقبول نہو گی جسکے طاعات اُس کے معاصی پر یا اُس کے اچھا کہنے والے اُس کے برا کہنے والون پر غالب ہون اور وہان کوئی قرینہ ہو اور عقل شہادت دے کہ یہ کلام تعصب مذہبی یا دنیوی جھگڑے سے ہوا جیسے کہ باہم ہمسرون وغیرہ مین ہوا کرتا ہے اور اسی طرح ثوری کے کلام کی طرف جو امام ابی حنیفہ کے بارہ مین ہے توجہ نہ کی جائے گی اور نہ ابن ابی ذئب وغیرہ کے کلام کی طرف جو امام مالک کے بارہ مین ہے اور نہ ابن معین کے کلام کی طرف جو

امام شافعی کے بارہ مین ہے اور نہ نسائی کے کلام کی طرف جو احمد بن صالح کے بارہ مین ہے
اور اگر جرح کی تقدیم مطلقاً جائز رکھی جاتی تو کوئی شخص ائمہ مین سے سالم ہی نہین رہ سکتا تھا
کیونکہ کوئی امام ایسا ہوا ہی نہین جسپر طعنہ کرنے والون نے طعن نہ کیے ہون اور لوگ اسکی بدولت ہلاک نہوی ہون فقط

فائدہ علم جرح و تعدیل کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ علم جرح و تعدیل اس علم کو کہتے ہین جسمین راویون کے جرح و تعدیل سے
خاص لفظون کے ساتھ بحث کی جائے اور ان الفاظ کے مراتب سے بھی اور یہ علم، علم رجال
احادیث کے فروع سے ہے مگر اس کو اصحاب موضوعات مین سے کسی نے نہین لکھا حالانکہ
یہ ایک بڑی شاخ ہے اور راویون مین جرح و تعدیل کے ساتھ کلام کرنا جناب رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے پھر اکثر صحابہ و تابعین سے پھر انکے بعد تبع تابعین سے اور
اس کا جواز محض تورع اور تحفظ شریعت کے لیے ہوا ہے نہ محض لوگون پر طعن کرنے کے لیے
اور جسطرح گواہون سے جرح جائز ہے اسیطرح راویون کو بھی اور امر دینی مین ثابت رہنا
حقوق اور اموال مین ثابت رہنے سے بہتر ہے اور جرح و تعدیل کی وجہ سے حدیث صحیح اور
ضعیف مین تمیز ہو جاتی ہے پس جرح اور تعدیل کرنے مین متکلم پر تثبت واجب ہے کیونکہ بہت لوگون
نے اپنی جرحون مین غلطی سے ایسون کی جرح کر دی ہے جو جرح کے قابل نہ تھے اسی واسطے
ان لوگون نے اپنے اوپر اس امر مین گرفت کیے جانے کو فرض کر لیا ہے امام مسلم اپنی صحیح مین
لکھتے ہین کہ مین نے جو اہل علم کا کلام متہم راویان حدیث اور ان کے معائب بیان کرنے کے
بارہ مین لکھا وہ بہت تھا جسکے مفصل بیان سے کتاب بڑھتی جاتی تھی اور یہ جسقدر لکھا ہے سمجھدار
آدمی اور مذہب قوم سے واقفکار کے لیے اس امر مین جسکے متعلق انھون نے بیان کیا ہے کافی ہے
بیشک انھون نے اپنے اوپر رواۃ حدیث و ناقلین اخبار کے معائب لکھنا لازم کر لیا ہو اور جب ان کو ان
مین پوچھا گیا تو انھون نے یہ جواب دیا کہ اسمین بہت بڑا فائدہ ہے کیونکہ امور دینی کے متعلق خبر یہ حلال و حرام و امر و نہی و ترغیب و ترہیب کا
بتانا ہے اور جب اس کا راوی سچا اور امین نہوگا اور پھر اس سے کوئی ایسا شخص روایت کریگا
جو اسکے حالات جانتا ہے اور اس نے کسی دوسرے سے جو اسے نہین جانتا ہے اس کا
حال نہین بیان کیا تو اس فعل سے وہ گنہگار ہوگا اور عامۂ مسلمین کو فریب دینے والا کیونکہ ہمیشہ
اطمینان نہین ہو سکتا کہ جس نے اس سے سنا ہے وہ اس حدیث کو کسی کو نقل نہ کرنے والا بنے

استعمال کرے گا حالانکہ صحیح خبرین ثقہ اور اہل قناعت راویون سے اسقدر موجود ہین کہ غیر ثقہ اور غیر قانع سے نقل کرنے کی ضرورت نہین شیخ محی الدین نووی صحیح مسلم شریف کی شرح مین لکھتے ہین کہ راویون کی جرح باالاتفاق جائز بلکہ واجب ہے اسوجہ سے کہ اسکی ضرورت ہے اور وہ ضرورت شریعت کرمہ کی حفاظت ہے اور یہ جرح غیبت محرمہ کی قسم سے نہین ہے بلکہ یہ مسلمانون کی خیرخواہی محض اللہ و رسول کے لیے ہے اور فضلاء امت اور اخیار و علماے ملت ہمیشہ سے اسکو کرتے آئے ہین جیسا کہ مسلم نے اس باب مین ایک جماعت کو لکھا ہے اور مین نے بھی ایک عمدہ جزو ان کے کلامون کا جرح و تعدیل کے بارہ مین شرح صحیح بخاری کی ابتدا مین لکھدیا ہے اور جرح کرنے والے پر ضرور ہے کہ وہ جرح کرنے مین اللہ سے ڈرے اور ثابت قدم ہے اور تساہل سے پرہیز کرتا رہے اور اس امر سے بھی کہ ایسے پر جرح کر دے کہ جو جرح سے بچا ہوا ہو یا ایسے کو ناقص بتا دے کہ جسکا کوئی نقص کسی نے ظاہر نہ کیا ہو کیونکہ اس کا مفسدہ سخت ہے اور یہ تو غیبت مؤیدہ مبطلہ احادیث و مسقطہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام دینی کے حکم کی رد کرنیوالی ہے اور جرح کرنا اسیکا حق ہے جو اسکو جانتا ہو اور اس کا قول بھی اس بارہ مین مانا جاتا ہو اور اگر جارح اہل معرفت یا مقبول القول نہو تو اسکو کسی کے متعلق کلام نہین کرنا چاہیئے ورنہ اس کا کلام غیبت محرمہ ہو جائیگا ایسا ہی قاضی عیاض نے بھی لکھا ہے میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ مختصر طیبی مین لکھتے ہین کہ جرح و تعدیل کا جواز محض شرع شریف کی حفاظت کے لیے ہے تاکہ اس سے حدیث صحیح و ضعیف مین تمیز ہو جائے تو متکلم کو چاہیے کہ جرح و تعدیل مین ثابت قدم رہے اور حد سے نہ گذر جائے کیونکہ بہت لوگون نے خطا مین کی ہے اور جو لوگ قابل جرح نہ تھے ان پر جرح کر دی ہے اور مولانا عبد اللہ محدث کا قول ہے کہ جرح کا جواز محض شریعت کی حفاظت کے واسطے ہوا ہے ورنہ غیبت تو حرام ہے اور جرح کرنے والے کو ضروری ہے کہ جرح اور تعدیل کے علامات کی تلاش مین خوب تفتیش کرے کیونکہ بہت لوگ غلطیان کر گئے ہین اور ایسے لوگون کی جرحین کر ڈالی ہین جنہین کوئی اسباب نہین پائے جاتے تھے مانند ابن حجر عسقلانی کے استاد حافظ زین الدین عراقی شرح الفیہ مین لکھتے ہین کہ جارح اگرچہ امام اور معتمد ہو مگر کبھی وہ خطا بھی کرجاتا ہے جیسے نسائی نے حافظ احمد بن صالح مصری پر جرح کی کہ یہ نہ ثقہ ہے اور نہ مامون حالانکہ وہ ثقہ اور امام اور حافظ تھے ان سے خود بخاری اپنی صحاح مین روایت لاتے ہین اور لکھا ہے کہ ابو حاتم رازی اور عجلی وغیرہ اور لوگ اور ابو یعلی خلیلی کا قول ہے کہ

حافظ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بیمار کو اُن پر کلام کرنا محال ہے یعنی تکلیف مالا یطاق مولانا بحر العلوم شیخ عبد العلی انصاری فواتح الرحموت میں لکھتے ہیں کہ تزکیہ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عادل ہو اور جرح و تعدیل کے اسباب پہچانتا ہو اور منصف اور ناصح ہو نہ متعصب اور معجب کیونکہ متعصب کے قول کا کچھ اعتبار نہیں جیسا کہ دارقطنی نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں قدح کی ہے اور کہا ہے کہ آپ ضعیف الحدیث تھے اس سے بڑھ کر کیا بُرائی ہو سکتی ہے کیونکہ امام صاحب بڑے متورع اور متقی اور خائف من اللہ تھے اور آپ کی کرامات بھی بہت مشہور تھے تو ان میں ضعف کس طرح سے ہوگا اور یہ بھی اُن لوگوں کا مقولہ ہے کہ امام صاحب بوجہ مشغلہ فقہی کے حدیث کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے تو انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ اس میں کیا برائی تھی فقیہ تو اخذ حدیث کے لیے زیادہ بہتر ہوتا ہے اور اکثر لوگوں کا مقولہ ہے کہ امام صاحب ائمہ حدیث ہی سے نہیں ملے آپکو جو کچھ ملا وہ حماد سے ملا حالانکہ یہ بھی نہیں ہے آپ کو امام محمد باقر و اعمش وغیرہ سے بھی حدیث پہونچی اور حماد تو علم کے ظرف ہی تھے تو اُن سے حدیث حاصل کر کے دوسروں سے حاصل کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور یہ بھی آپکے ورع اور کمال علم اور تقوی کی علامت تھی کہ آپ نے اس لحاظ سے بہت سے استاد نہیں کیے کہ میں ہر ایک کے حقوق کہاں تک ادا کر سکوں گا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امام اصحاب رائے و قیاس میں تھے حدیث پر عمل ہی نہیں کرتے تھے حتی کہ ابو بکر بن شیبہ نے اپنی ایک کتاب میں ایک باب خاص اُن ہی کے متعلق باب الرد علی ابی حنیفہ کے نام سے لکھا ہے حالانکہ یہ بھی محض تعصب سے تھا کیونکہ ان کی حدیث کے تبع ہونے کا یہ حال تھا کہ حدیث مرسل تک کو مانتے تھے اور کہتے تھے کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت آئی وہ سر اور آنکھوں پر ہے اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہوئی اُسکو بھی نہیں چھوڑتا ہوں اور عام خبر واحد کی تخصیص قیاس سے نہیں کرتے تھے جیسا کہ عام کتاب سے اور مصابیح میں حدیث مرسل پر عمل نہیں کرتے تھے لہذا تعجب ہے اُن لوگوں سے کہ جو امام صاحب کی شان میں طعن کرتے ہیں مگر امام شافعی کو مانتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ امام شافعی نے صحابہ کے قول کے متعلق فرمایا ہے کہ میں کیونکر تمسک نہ کروں اُس شخص کے قول سے کہ اگر میں اس کے زمانہ میں ہوتا تو اس سے حجت لیتا اور امام شافعی نے حدیث مرسل کو رد ہی کی ہے اور عام کتاب کی تخصیص قیاس کے ساتھ اور خبر واحد پر عمل کیا ہے پس یہ ہوس ہے

[illegible]

کہ ان طاعنین کی سرکشی ہے اور کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اُن لوگون سے جو باتین امام ہمام مقتدائے انام کے حق مین صادر ہوئین یہ سب تعصب سے ہوئین ان کی طرف توجہ ہی نہین کرنا چاہیے اللہ کی روشنی کو یہ لوگ اپنے مُنھ سے کبھی بجھا نہین سکتے اور ان کے ان واہیات امور مین پڑنے کا سبب یہ تھا کہ یہ لوگ بالکل نافہم تھے صرف حدیث کے ظاہری الفاظ دیکھتے تھے اور باطنی معنون کے سمجھنے کا ارادہ بھی نہین کرتے تھے اور وہ وہ معانی دقیقہ تھے کہ جن سے متوسطین کے فہوم عاجز تھے اور حضرت امام مؤید بتائید الٰہی تھے اور دریاے معانی مین مستغرق ہوکر اُن دریاؤن سے جواہرات نکال لیتے تھے جنمین کسی کی مجال غوطہ لگانے کی نہ تھی سوا اُس شخص کے جسکا خدا مؤید ہو اور یہ طعنہ کرنے والے اپنی سمجھون کے قصور کے سبب سے اُن معانی کے ادراک سے عاجز تھے اور اُن معانی کے سمجھنے سے ایسا بھاگتے تھے جیسے وحشی جانور اور اُسکو عجیب چیز خیال کرتے اور کہتے کہ امام صاحب نے حدیث کی مخالفت کی تو اُن لوگون نے اپنے آپکو جہل مرکب مین ڈالدیا اور اس طعن کی مثال ایسی سمجھنا چاہیے جیسے کہ علامہ ابن جوزی نے طعن کی اُن قطب الاقطاب پر جنکا قدم کل اولیاء اللہ کی گردنون پر تھا یعنی حضرت محی الدین والملۃ سیدنا وسید ہذہ الامۃ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ پر اور وہ اس طعن کی وجہ سے سخت ہلکہ مین پڑ گئے بعضے کہتے ہین کہ قریب تھا کہ اُن کا ایمان سلب ہو جاتا مگر اللہ نے اُن کو آپ ہی کی دعا کی برکت سے بچا دیا جسکا مفصل واقعہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی ترجمہ فارسی مشکوۃ شریف مین موجود ہے اور حضرت کی کرامتین جسقدر متواتر ہین اُن کی انکار سواے معاند کے اور کوئی نہین کر سکتا لہٰذا انسان کو اہل اللہ کے حضور مین مؤدب اور ثابت قدم رہنا چاہیے اور امام المحدثین ابی عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری اپنی صحیح مین امام ہمام والا مقام حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو بعض الناس سے تعبیر کرتے ہین فیض الباری[1] شرح صحیح بخاری کے بائیسوین جزو مین باب اللعان[2] مین لکھا ہے کہ بعض الناس سے بخاری کی مراد حضرت امام اعظم امام الائمہ سراج الامۃ ہین جن کے بارہ مین علماء امت کا مقولہ ہے کہ ان کی مقدار علم آٹھ حصون مین سے سات حصے بھر ہے اب بقیہ ایک حصہ مین اختلاف ہے کہ وہ کیا ہوا سب کو تقسیم ہو گیا یا ایک ہی کو مل گیا اور اسیطرح کتاب الزکوۃ مین بھی لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ مصنف اور علماے حنفیہ مین اس بارہ مین عناد اس امر پر تھا کہ لوگون نے امام بخاری سے

---

[1] فیض الباری سید عبد الاول بن علاء نے لکھی متوفی ۹۶۸ھ کی ہے کذا فی اتحاف النبلاء ۱۲ منہ

[2] یعنی باب الرکاز مین ۱۲ منہ

استفتا کیا تھا کہ مثلاً ایک لڑکا اور ایک لڑکی نے ایک بکری کا دودھ پیا تو ان کا کیا حکم ہوگا انھوں نے ایک دوسرے کے بھائی بہن ہونے اور باہمی نکاح حرام ہونے کا فتوی دیا حنفیہ یہ سنکر فوراً اُن کے الزام کے لیے مستعد ہو گئے اور سب پر یہ بات کھل گئی یہاں تک کہ اُن لوگوں نے اُن کو بخارا سے نکلوا دیا یہ سمرقند کے قریب ایک مقام پر جا کر رہے جسکو خرتنگ[1] کہتے تھے جب امام بخاری نے دیکھا کہ لوگ مجھ سے نفرت کرتے اور بہت ستانے کے درپے ہیں تو یہ اپنی زندگی سے بیزار ہو کر آخرت کے مشتاق ہوئے ایک روز صبح کو دعا مانگی کہ اے پروردگار عالم مجھ پر یہ زمین باوسعت فراخی تنگ ہو گئی ہے لہذا تو مجھے اُٹھا لے اُن کی دعا قبول ہوئی اور اُسی موضع میں اُن کی وفات ہو گئی غرضکہ محدثین کے اکابر میں بھی ایک نوع کا حسد اور بغض بلحاظ البشریت رہا ہے چنانچہ وہ لوگ اپنے تصنیفات میں اپنے اقوال کی برابر تضعیف کرتے رہے اور امید ہے کہ اس میں اُن کی نیتیں نیک ہونگی اور اسی سبب سے محدثین امام ابی حنیفہ اور اُن کے اصحاب سے احادیث روایت نہیں کرتے اور انصاف بھی یہی ہے کہ منصف اہل علم و دیانت کو چاہیے کہ نہیں ستائیسویں جزو فیض الباری میں جہاں پر کہ صحیح بخاری میں بعض کا لفظ واقع ہوا ہے لکھا ہے کہ کرمانی نے جو اس طرح کے مباحث نقل کیے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کیے تو یہ اس کتاب کی وضع کے مناسب نہ تھا کیونکہ یہ امر خارج از بحث بلکہ ائمہ دین کی نسبت عارفین اہل یقین پر طعن و تشنیع کرنا حقد و بغض کا باعث ہے تو محدثین توابع بخاری تعصب کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ اعتراضات صحیح ہیں اور مخنین سے لوگ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے اصحاب کے مراتب گھٹانا چاہتے ہیں پھر اسی طرح فقہا حنفیہ ناقدین احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بے ادبی سے پیش آتے ہیں کذا فی روض الازہر فی آثار قلندر لموالی ذات ذی مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ الاطہر اور حافظ عینی شارح بخاری کا قول کہ بخاری سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاص کر حنفیہ پر تشنیع کرتے ہیں حالانکہ محض ان لوگوں کی رائے اس باب میں یہ نہیں ہے بلکہ اور لوگوں کی رائے بھی یہی ہے ممکن ہے کہ یہ تشنیع مخصوص اُن بیان اسباب سے ہو

---

[1] بفتح معجمہ وسکون راء و فتح فوقیہ وسکون نون و زنگ ہے سمرقند سے بخاری کی [illegible] جمعہ کی رات [illegible] تیرھویں یا سولھویں شوال ۱۹۴ھ میں بخارا میں ہوئی اور وفات شب شنبہ غرہ شوال ۲۵۶ھ ہجری میں [illegible]

ہوئی اُن کی تاریخ ولادت و حیات و حمت کسی نے یوں کہی ہے ولد فی صدق و عاش حمید و مات فی نور
مداق تیسیر القاری ترجمہ صحیح بخاری و شرح بخاری از شیخ [illegible]

کہ چوپاؤں کے اور اُن کے باہم گذرے ہیں وہ مراد ہوں واللہ اعلم اور وہ سبب وہی ہے
جو شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں لکھا ہے کہ محمد بن اسمٰعیل صاحب اخبار کہتے تھے کہ جانور کے دودھ
سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابو حفص کے زمانہ
میں بخارا جا کے فتوی دینا شروع کیا شیخ نے انھیں منع بھی کیا مگر اُنھوں نہ مانا یہانتک کہ ایکبار
بخاری سے کسی نے پوچھا کہ جب دو لڑکوں نے ایک بکری کا دودھ پیا تو کیا ہوا اُنھوں نے فتوی دیا
کہ حرمت ثابت ہوگئی تب سب لوگوں نے مجمع کرکے اُن کو وہاں سے اس فتوی دینے کی وجہ سے
نکال دیا چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ملفوظات میں اس عبارت سے اسی کی طرف
اشارہ ہے کہ گر بخاری کہ خود اجتہاد میفرمود اگرچہ بپایہ بزرگ بود لیکن خطا در اجتہادش اکثری بود
چنانکہ در مسئلہ رضاعت از شیر بز بہ اے ہمین از بخارا بیرون کردند بالجملہ یہ بات تو تو ہو کلام میں آگئی
اب دو تین فائدہ علم جرح وتعدیل کے متعلق اور بھی سن لینا چاہیے۔ **فائدہ اول** علامہ ذہبی
میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے علم جرح وتعدیل کے جمع کرنے والے یحیی ابن سعید
قطان تھے پھر اُن کے بعد اُن کے شاگرد یحیی ابن معین اور علی ابن المدینی اور احمد بن حنبل اور عمرو
بن علی فلاسی اور ابو خیثمہ زہیر اور اُن کے شاگرد ابو زرعہ اور ابی حاتم اور بخاری اور مسلم اور ابی
اسحق جوزجانی اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ترمذی اور دولابی اور عقیلی اور ابن عدی اور
ابو الفتح ازدی اور دارقطنی اور حاکم وغیرہ کشف الظنون میں ہے کہ اس فن کی کتابوں میں سے

سلہ یہ بھی امام وقت تھے اور بہت سے تبع تابعین سے اُنھوں نے حدیث سنی دبہتوں نے ان سے حدیث روایت کی
تمام علما ان کی امامت اور عدالت اور وفور حافظہ وعلم کے قائل اور متفق تھے امام احمد کہتے تھے کہ میرے نزدیک عراق میں تین
آدمی معتبر اور ثقہ تھے ایک یحیی بن سعید القطان دوسرے عبدالرحمن بن مہدی تیسرے وکیع بن الجراح اور بصرہ میں یحیی سے زیادہ
کوئی معتمد اور ثقہ نہ تھا اُنھوں نے وکیع و ابن مہدی اور ابی نعیم اور یزید بن ہارون سے بھی روایت کی ہے وجنھوں نے
اُن سے روایت کی ہے ان میں سے سفیان بھی تھے اور کہتے تھے کہ یحیی بن سعید کا مثل میں نے نہیں دیکھا اور نہ انکے
زمانہ میں کوئی ان کا مثل تھا ابراہیم بن محمد تیمی بن تیمی سے کہتے تھے کہ بخاری تمکین یحیی کا سا اور کسی کو نہ دیکھیں گے
وکیعی بن مین کہتے تھے کہ مجھ سے ابن مہدی کہتے تھے کہ تم اپنی آنکھوں سے یحیی کا مثل نہ دیکھو گے اور دیگر علما نے بھی انکی
بہت تعریف کی ہے سلہ سعین بفتح میم وعین کسرہ وسکون یا ابن عون بن زیاد بن بسطام بکسر با وسکون سین مری بضم
میم وتشدید را بغدادی حافظ مشہور عالم وفات تشتن یہ اصل میں نقیا کے رہنے والے تھے جو ایک گاؤں ہے
انبار کی طرف ان کے والد عبداللہ بن مالک کے کاتب اور شہری کے خراج وصول کرنے پر تھا کرتے تھے ان کے ترکہ سے
نتیجہ لکھ ہم اُنھوں نے پاسلے اور ان سب کو علم حدیث کی طلب میں خرچ کر ڈالا اُنھوں نے ہشیم اور ابن المبارک اور
ان کے جیسے لوگوں سے حدیث سنی لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنے ہاتھ سے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۷ پر دیکھیے)

ایک کتاب الجرح والتعدیل مصنفہ شیخ ابی الحسن احمد بن عبد اللہ عجلی کوفی نزیل طرابلس متوفی دو سو
اکسٹھ کی ہے اور دوسری کتاب الجرح والتعدیل حافظ ابی محمد عبد الرحمن بن حاتم محمد رازی متوفی سنہ تین سو ستائیس کی اور

(حاشیہ متعلق صفحہ ۱۶۷) ابو جعفر [illegible] ہیں کیونکہ یہ بنی مرہ کے غلام تھے اور ریشے تاریخ میں ہے کہ یحییٰ بن معین بن عون بن غیاث
بن زیاد بن عون بن بسطام مولی جنید بن عبد الرحمن غطفانی مری امیر خراسان منجانب ہشام بن عبد الملک اموی کے تھے
نزادوں مشہور [illegible] ہے یعنی نسبت میں اور یہ منسوب ہے مرہ غطفان کی طرف جو عرب میں بڑا مشہور قبیلہ تھا اور چند قبیلہ
اسکی طرف اور منسوب ہیں جن میں ہر ایک کو مری کہتے ہیں ابن سمعانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں کہ نقیا بفتح نون وکسر قاف
بغداد کے بازار [illegible] ایک گاؤں ہے مضافات انبار سے وہیں کے یحییٰ بن معین بھی تھے اور خطیب کا قول
ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ زیات بھی اسی گاؤں کا رہنے والا تھا حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بستان المحدثین میں
اس مقام پر فائدہ کے طور پر لکھتے ہیں کہ جاننا چاہیے اور نا سمجھ لوگوں نے متقدمین اہل حدیث کو عموماً اور یحییٰ بن معین کو خصوصاً مطعون
کیا ہے یہ کہکر کہ یہ شخص خلق اللہ پر زبان درازی کیا کرتا تھا اور کسی کو جھوٹا اور کسی کو خبیث اور مفتری کہا کرتا تھا اس غیبت کو علم
و عبادت کہتا تھا چنانچہ بکر بن حماد شاعر مغربی نے اسی بارہ میں ان کی ہجو کی بلکہ علم حدیث کا تعرض طعن سے کیا لیکن جاہل یہ
نہ سمجھے کہ ان کی یہ طعن و جرح دین کے بارہ میں محض دین کی حفاظت کے لیے تھی نہ اور کسی وجہ سے جو از قبیل جہاد کفار و
قرابت و اہل بدعت و سیاست و تعزیر [illegible] سمجھی جائیگی نہ کہ غیبت غرض ان اشعار کا جواب حمیدی صاحب الجمع
بین الصحیحین نے دیا ہے اور بہت بڑا قصیدہ [illegible] اس شاعر کو مخاطب کرکے بہت کچھ کہا ہے اور عبد السلام بن یزید بن عتاب اشبیلی کا
بھی ایک بڑا قصیدہ ان شعروں کے جواب میں ہے وہ سب شاہ بستان المحدثین میں ہیں بخیال طوالت نقل
نہیں کیے گئے ۱۲ منہ سکہ یعنی [illegible] ساکن منسوب بہ مدینہ طیبہ اور ایک نسخہ میں مدنی ہے اور یہ قیاس کے موافق معلوم
ہوتا ہے اور نسبت کی وجہ سے یا گر گئی ہے اور جس نے یا کو باقی رکھا ہے اس نے اصل پر رکھا جیسا کہ امام نووی کا قول
ہے اور [illegible] ہی ہے کہ طیبہ کی طرف نسبت کرکے مدنی بولتے ہیں اور جب مدینی کہتے ہیں تو وہ نسبت ہوتی ہے
مدینہ منصور یعنی بغداد کی طرف ایسا ہی قاموس میں بھی ہے وفیات الاعیان میں ہے کہ مدینہ نسبت ہے اصفہان کی طرف
اور سمعانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں کہ یہ نسبت ہے کئی شہروں کی طرف پہلے مدینہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے
مرو تیسرے نیشاپور چوتھے اصفہان پانچویں مدینۃ المبارک قزوین چھٹے بخارا ساتویں سمرقند آٹھویں نسف کی طرف ان
سب شہروں کی طرف جب منسوب کرینگے تو مدینی کہیں گے اور مدینہ کی لغۃ اصل میں تمدن سے نکلی ہے جسکے معنے جمع
ہونے کے ہیں چونکہ ہر طرف سے پیشہ ور اور لوگ شہر میں جمع ہوتے ہیں اسی واسطے شہر کو مدینہ کہتے ہیں یہ مقتضا ہے
[illegible] بلکہ شاہ صاحب صاحب تصانیف نفیسہ و استاذ امام بخاری کے تھے اور حدیث اور علل حدیث پہچاننے میں آیت
من آیات [illegible] ان کے استاد عبد الرحمن بن مہدی کہا کرتے تھے کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ اور لوگوں سے
زیادہ عالم ہیں اور خاصکر ابن عیینہ کی روایت حدیث کی اور ابن عیینہ کہتے تھے کہ لوگ مجھکو ان کی محبت کی وجہ سے برا کہتے
ہیں حالانکہ خدا کی قسم میں ان سے زیادہ وصل کرتا ہوں نہ کہ وہ مجھ سے اسیطرح یحییٰ بن سعید قطان کا بھی قول ان کے
بارہ میں ہے بخاری کہتے تھے کہ میں نے اپنے نفس کو کسی کے سامنے حقیر نہیں سمجھا سوائے ان کے اور ابو عبید قاسم
بن سلام کہتے تھے کہ علم حدیث چار آدمیوں پر ختم ہوگیا ایک ابی بکر بن ابی شیبہ جو بڑے صاحب حافظہ تھے اور دوسرے
ابن معین جو سب سے محدثین میں صحت حدیث [illegible] تھے اور ایک قول ہے کہ وہ بڑے کاتب تھے اور تیسرے ابن المدینی

پھر یہ الفاظ صالح الحدیث یکتب و ینظر فیہ اسیطرح جرح کے الفاظ کے بھی مراتب ہین اول
مرتبہ یہ ہے کہ لین الحدیث یکتب و ینظر اعتبارًا لکھین اور دوسرے یہ کہ لیس بقوی یا لیس
بذاک لکھین تیسرے یہ کہ ضعیف الحدیث یا رد حدیثہ لکھین چوتھے یہ کہ متروک الحدیث
و کذاب و وضاع و دجال و داہ و داہ بہرۃ بکسر با موحدہ و فتحہ میم و ہاشد یعنی یکبار، یا
لیس لا تردد فیہ یا ہولاء ساقطون لا یکتب عنہم میر سید شریف کہا کرتے تھے کہ اس زمانہ مین
علما نے ان مذکورہ شرائط سے اعراض کرکے راوی کی عدالت پر اکتفا کرلی ہے اسطرح پر کہ وہ ضبطا
اور سماع سے مستور اور اپنے خطوط سے شبت اور موثوق بہ ہو اور اسکی روایت اصل سے یعنی اسکے
شیخ کی اصل سے موافق ہو اور یہ اسوجہ سے کہ حدیث صحیح اور حسن لغیرہ سب ائمہ کی کتابون مین موجود
ہین کوئی کتاب خالی نہین ہے تفصیل کلام یہ ہے کہ حدیث کی روایت مین شرط یہ ہے کہ راوی مسلمان
عاقل بالغ اسباب فسق اور ظاہری برائیون سے سالم ہو اور بے تکلف و عادل و متقن ہو اور اُس کا اتقان
اتفاق ثقات ثابت ہو اور اگر نادرًا کوئی اسکا مخالف ہو تو وہ مخالفت اُسکو مضر نہو اور اگر اس کا سبب
احتمال ایسے امر مین ہو جسکے متعلق یہ خیال ہو کہ یہ جرح مین کھل جایگا تو جرح مان لی جائیگی بخلاف
تعدیل کے کہ اسمین یہ شرط نہین اور ضبط سے مراد یہ ہے کہ وہ آگاہی اور یاد داشت رکھتا ہو غافل
نہو جسکی نسبت [illegible] اور یاد ان دونون حالتون مین تو اگر اُس نے اپنی یاد سے بیان کی تو وہ حافظ کہا جائے گا
و اگر اپنی کتاب سے حدیث نقل کی تو ضابط کہا جائیگا اور اگر بالمعنی حدیث بیان کی ہے تو دان
یہ بات دیکھ لینے کے قابل ہے کہ وہ جس امر کے معنی بیان کرنا چاہتا ہے اُسکو جانتا بھی ہے اور مرد ہو
آزاد اور عالم اور فقیہہ اور غریب اور بینا ہونا اور متعدد ہونا یہ کچھ شرط نہین جب دو شخص عادل یہ
تصریح یا [illegible] کردین تو عدالت پہچان لی جائے گی اور ضبط اسطرح پہچانا جائیگا کہ ثقہ مشہورین با ضبط
کی روایات بھی دیکھے روایات کے متعلق ہو تو اگر وہ اُن کی روایتون کی موافقت زیادہ کرے اور مخالفت
کم تو یہی راوی کے ضابط اور ثابت ہونے کی علامت ہے میر سید شریف کا قول ہے کہ عادل
کی روایت اُس شخص سے جسکا اُس نے نام لیا ہو تعدیل ہوگی اور بعضے کہتے ہین کہ اگر اُسکی عادت
ہی یہ ہو کہ وہ سوا عادل کے دوسرے سے روایت ہی نہ کرتا ہو جیسے شیخین تو وہ بھی تعدیل ہوگی

[illegible] صفحہ ۱۷۱ [illegible] حضرت معروف کرخی کے مزار کے قریب تھے [illegible] دفن ہوئے رتلنی
[illegible] کے سامنے [illegible] اس کے [illegible] کی طرف نسبت ہے دارقطنی کی طرف

[illegible] بخط [illegible] فقط

ورنہ نہین اور مجہول العدالت اور مجہول العین جسکو علما نجانتے ہون مقبول نہوگا اور جب دو عالمون
نے اُس سے روایت کرلی ہو تو بھی وہ شخص مجہول نہ رہے گا قسطلانی کہتے تھے کہ اُس شخص کی روایت
مین جو حدیث پر اُجرت لیتا ہو تردد ہے اور جو اپنے سُننے اور سنوانے مین تساہل کرتا ہو لیکن سننے
مین پروا نہ کرتا ہو یا حدیث کو بیان کرتا ہو مگر کسی اصل صحیح سے نہ بیان کرتا ہو یا اپنی روایت مین
بھُول جاتا ہو تو وہ اگر غیر اہل یا شاذ یا منکر حدیث بیان کرے تو اُسکی حدیث مین بھی تردد ہے
اور جس نے حدیث مین غلطی کی اور باوجود تنبیہ اُس غلطی پر عناد سے اڑ رہا تو اُسکی روایت ساقط
سمجھی جاوے گی میر سید شریف کہتے تھے کہ ابن الصلاح کا قول ہے کہ جب یہ عناد کے طور پر ہو اور
اگر تقریر فی البحث کے طریقہ پر ہو تو نہین قسطلانی کہتے تھے کہ صحابہ سب عدول ہین اور ایک قوم نے
مستور کی روایت کو بھی قبول کر لیا ہے اور اُسی کو ابن الصلاح نے بھی مرجح کہا ہے اور حدیث مبہم
جب تک معلوم نہوے مقبول نہوگی کیونکہ خبر کے قبول کی شرط اُسکے ناقل کی عدالت ہے تو جسکا نام
مبہم ہوگا اُسکی ذات ہی معلوم نہوگی تو عدالت کیسے معلوم ہو سکے گی اور جسمین بدعت کفریہ ہو یا وہ
بدعتی ہو وہ بھی مقبول نہین کیونکہ امام بخاری وغیرہ نے بہت سے بدعتیون سے جو داعی الی البدعت
نتھے روایت کی ہے اور جو شخص بدعت سے توبہ کرلے وہ بھی مقبول الحدیث ہوگا اور جس شخص نے
اپنی آخر عمر بسبب فساد عقل حدیث مین کچھ ملا جلا دیا اور اُس کے شاگردون نے ظاہر کیا کہ یہ حالت کی حدیث
ہے اور جو اُس نے اس سے پہلے سنی تھی وہ درست تو اُس کی پہلی حدیث مقبول ہوگی اور آخری ردّ
اور جس ایسے کی روایت صحیح مین ہو وہ محمول سلامتی عقل پر کی جاوے گی اور اُن شرائط کے اعتبار سے
اُس زمانہ مین علما نے اعراض کیا ہے تا کہ سلسلہ اسناد باقی رہے تو عاقل بالغ ہونا اور ستر و اتقان
وغیرہ معتبر ہے **فائدۂ سوم** جاننا چاہیے کہ وضع حدیث کا بھی ایک علم ہے اور موضوع اور روایت
تو علم وضع حدیث سے مراد وہ علم ہے جس سے حدیث کے موضوع ہونے کی کیفیت حدیث بنانے
سے اور بنانے والے کی حالت سچے اور جھوٹے ہونے کی معلوم ہو اور اُس سے غرض امتیاز حاصل
کرنا سچ اور جھوٹ بات اور سچے اور جھوٹے شخص مین ہے اور روایت اسکی حدیث موضوع کی روایت
سے بچنا ہے جب کہ اُس روایت مین اُس کے موضوع ہونیکا بیان ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے کہ جو شخص مجھپر قصداً جھوٹ باندھے تو اُس کو دوزخ اپنا ٹھکانا مقرر کرلینا چاہیے اسکو
حضرات صحابہ مین سے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے بعضے کہتے ہین کہ وہ چالیس ستھے اور بعض
کہتے ہین کہ باسٹھ اور اُن مین عشرہ مبشرہ بھی ستھے اور بعد اُن کا شمار بڑھتا ہی گیا میر سید شریف

کہتے تھے کہ جو شخص حدیث کو موضوع جانتا ہو تو اسکو موضوع جان کر روایت کرنا نہین چاہیے
کسی معنی مین ہو مگر وضع کو بیان کردے اور کرامیہ اور ایک گروہ مبتدعہ کا مسلک یہ ہے کہ
ترغیب و ترہیب کے لیے حدیث بنانا جائز ہے اور ابن جوزی نے موضوعات کے بیان مین
کئی جلدین تصنیف کی ہین ابن الصلاح کہتے ہین کہ ابن جوزی نے اس مین بہت سی ضعیف حدیثین
بھی موضوعات مین لکھدی ہین حالانکہ اُن کے موضوع ہونے کی کوئی دلیل نہین ان کے لیے
بہتر یہی تھا کہ وہ ضعیف حدیثون مین لکھی جاتین اور شیخ حسن بن محمد صغانی نے ایک رسالہ لکھا ہے
در الملتقط فی تبیین الغلط اور حدیث کے موضوع ہونے اور اُسکی روایت کرنے والے کے جھوٹے ہونے کی
مختلف پہچانین ہین جن سے یہ سب معلوم ہو جاتا ہے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی عجالہ
نافعہ مین لکھتے ہین کہ حدیث موضوع کی پہلی پہچان یہ ہے کہ وہ روایت تاریخ کے خلاف ہو جیسے
کہین کہ عبداللہ بن مسعود نے صفین کی لڑائی مین یون کہا حالانکہ عبداللہ بن مسعود کی وفات حضرت
عثمان کے زمانہ خلافت مین ہو گئی تھی اور اسطرح کی بات تھوڑی غور و فکر کے بعد معلوم ہو جاتی ہے
دوسری یہ کہ روایت کرنے والا رافضی ہو اور صحابہ کے مطاعن مین حدیث روایت کرے یا ناصبی ہو
اور اہلبیت کے مطاعن مین روایت کرے و علی ہذا القیاس تو ایسی حالت مین دیکھا جائیگا اگر روایت
کرنیوالا اس حدیث کا تنہا راوی ہو تو اسکی حدیث نہین مانی جاے گی اور اگر اور لوگ بھی اُس روایت
کرنے مین شریک ہون تو مان لی جائے گی مگر اُس کی تاویل اور توجیہہ کی جالے گی تیسری یہ کہ کوئی
شخص کسی حدیث کو اپنے پہچان اور عمل کے موافق روایت کرے اور اُس روایت کا تمام مکلفین کو
محتاج بنائے اور اُس روایت مین خود ہی تنہا راوی ہو تو یہ قرینہ قوی اُسکے جھوٹ بنا لینے پر ہوگا
چوتھے یہ کہ جس حال و وقت کے راوی نے روایت کی ہو وہ وقت و حال اُسکے جھوٹے ہونے
پر قرینہ ہو جیسے کہ غیاث بن میمون کو خلیفہ مہدی عباسی کی مجلس مین جانیکا اتفاق پڑا اور خلیفہ
اُسوقت کبوتر اُڑا رہا تھا اُس نے جھٹ اس بارہ مین یہ حدیث روایت کی کہ لا سبق الا فی خف
او نصل او حافر او جناح یعنی جناح کی لفظ صرف اپنی طرف سے بڑھا دی مہدی کی خوش آمد
کے لیے اس قصہ کی تفصیل دُمیری نے حیوۃ الحیوان الکبری مین یون لکھی ہے کہ ہارون رشید
کبوتر پلنے کے شوقین تھے کہین سے انکو کبوتر تحفہ آئے تھے اور انکے پاس اُسوقت قاضی ابوالبختری[1]

[1] ابوالبختری یہ مدینہ کے قاضی بکار بن عبداللہ زبیری کے بعد تھے پھر بغداد کے قاضی امام ابی یوسف کے بعد
ہوے ان کی وفات مامون کے زمانہ خلافت سنہ دو سو مین ہوئی ۱۲ منہ

بھی موجود تھے اُنھون نے اپنی سند سے یہ حدیث ابی ہریرہ کی روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لا سبق الا فی خف او حافر او جناح اور جناح کی لفظ محض رشید کی خوشامد مین بڑھا دی رشید نے ان کو انعام دیا جب وہ وہان سے اُٹھے تو رشید نے کہا کہ خدا کی قسم مین سمجھ گیا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹھ باندھا اور کبوتر منگوا کر ذبح کر ڈالے لوگون نے پوچھا کہ کبوترون کا کیا قصور تھا کہا کہ اُنھین کی وجہ سے آنحضرت پر جھوٹ باندھا گیا جب سے علما نے ابو البختری کی حدیث لکھنا چھوڑ دی یحیٰی ابن ابی خثیمہ اور شیخ تقی الدین قشیری نے اقتراح مین لکھا ہے کہ اس حدیث حمام کا بنانے والا غیاث بن ابراہیم ہی تھا جس نے مہدی کے لیے حدیث بنائی تھی نہ رشید کے لیے پانچوین پہچان حدیث کا مخالف مقتضائے عقل و شرع کے ہونا ایسا کہ قواعد شرعی اُسکو جھٹلاتے ہون جیسے قضائے عمری وغیرہ یا یہ حدیث کہ خربوزہ کو نکھاؤ جب تک کہ ذبح نہ کر لو چھٹے یہ کہ حدیث مین ایسا قصہ ہو جو متعلق ایسے امور سے ہو کہ اگر اُس کا تحقق درحقیقت فرض کیا جائے تو ہزارون آدمی اُسکے ناقل ہوتے جیسے مثلاً روایت کی جائے کہ لوگون نے فلان خطیب کو جمعہ کے دن منبر پر مار ڈالا اور اُس کی کھال کھینچ ڈالی اور اُسکو سوا اُسی شخص کے کوئی دوسرا بیان نہ کرے ساتوین لفظا اور معنی کا رکیک ہونا یعنی ایسی لفظین روایت کرے جو عربی قاعدون کے موافق نہوتی ہون یا وہ معانی روایت کرتا ہو جو شان نبوت اور وقار رسالت کے مناسب نہون باایمہ کہ خود بھی اس غلطی پر واقف ہو یہ سید شریف کہتے تھے کہ جیسا کہ ثابت بن موسیٰ زاہد کو اس حدیث مین واقع ہوا کہ من کثرت صلوتہ باللیل حسن وجہہ بالنہار کہ وہ ایک بزرگ ایک جماعت مین بیٹھے ہوے حدیث بیان کر رہے تھے کہ ایک خوبصورت شخص آ گیا اُنھون نے حدیث کے درمیان مین یہ کہدیا ثابت سمجھے کہ یہی حدیث مین ہے اُنھون نے اُسکی روایت کر لی آٹھوین یہ کہ تھوڑے گناہ پر بہت سے عذاب کی سختی یا تھوڑے سے کام پر بہت سے ثواب کی امید دلانا جیسے کہین کہ جس نے دو رکعتین پڑھین اُسکو ستر ہزار شہر ملینگے ہر شہر مین ستر ہزار گھر ہونگے اور ہر گھر مین ستر ہزار تخت اور ہر تخت پر ستر ہزار لونڈیان تو اس طرح کی حدیثین موضوع شمار کی جائینگی خواہ وہ ثواب کے بارہ مین ہون یا عذاب کے نوین یہ کہ ثواب مین چنا و مرہ کا ذکر تھوڑے سے کام پر ہو دسوین یہ کہ کسی نیک ... راجیا

ا جو شخص رات میں نمازین زیادہ پڑھے اس کا چہرہ دن میں ... [illegible]

اور مرسلین کے ثواب کا وعدہ دلایا ہو جیسے کہین کہ فلان کام کرو تو تم ستر نبیون کا ثواب پاوٴگے
وغیرہ وغیرہ گیارھوین بنانے والا خود اسکے موضوع ہونے کا اقرار کرے جیسے نوح بن عصمہ نے
فضائل قرآن مین ہر سورہ کی فضیلت مین حدیثین بنائین اور اُن کو رواج دیدیا چنانچہ بیضاوی
مین وہ ہر سورہ کے آخر مین ہے اور جب علما نے اُسکو پکڑا اور اُن حدیثون کی صحت پوچھی اور
کہا کہ یہ کہان سے ہین تو اُن سے اُس نے اقرار کیا کہ مین نے ان کو بنایا ہے مین نے دیکھا کہ
لوگ قرآن سے بدشوقی کرتے ہین اور ابی حنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحٰق کے مغازی مین زیادہ
مشغول ہین تو مین نے اُن حدیثون کو نیک نیتی سے بنا دیا میر سید شریف لکھتے ہین کہ مفسرین
نے جو اُن کو اپنی تفسیرون مین رکھا تو اچھا نہین کیا مگر وہ جسکو اللہ نے محفوظ رکھا امام مسلم اپنی صحیح مین
لکھتے ہین کہ صحیح خبرین ثقات اور اہل قناعت کی روایت سے بہت سی ہین تو غیر ثقہ سے نقل کرنیکی
ضرورت کیا ہے اور مین بہت لوگون کو اُن مین سے جو اور لوگون پر فوقیت لے گئے ہین شمار
مین نہین لاتا کہ اُن کی ضعیف احادیث جو مجہول سندون مین ہین قابل اعتبار سمجھی جائین مگر یہ کہ
جس شخص کو اُن کی روایت اور اعتبار کا باعث یہ ہوا ہو کہ مین عوام کی نظر مین محدث کہلاوٴن
اور بڑا سمجھا جاوٴن اور میرے متعلق یہ کہا جاوے کہ یہ وہ ہین کہ جو ہزارون حدیثین جانتے ہین تو جو
اس مذہب اور اس طریقہ پر ہوگا اُسکو علم سے کوئی فائدہ نہوگا بلکہ اُسکو عالم کہنے سے جاہل کہنا
بہتر ہے پھر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہین کہ اسی طرح بہت سی حدیثین بنانے والون نے
حفظ اور رشتہ کو اور تقوٰی کے بارہ مین حدیثین بنائی ہین اور اُن کے موضوع ہونے کی شاہد اُن کے
الفاظ اور معانی کی رکاکت ہے اور حدیث کے بنانے والے بہت گذرے ہین جن کی
مختلف غرضین حدیثون کے بنانے مین ہوئین از انجملہ زندیق لوگ ہین جن کی غرض حدیثون کے
بنانے سے امور شرعیہ اور اُسکے احکام کو باطل کرنا ہے اور اسلام کے ساتھ تحکم و تمسخر بعضے
کہتے ہین کہ زندیقون کی بنائی ہوئی چودہ ہزار حدیثین مشہور ہوئین اور انھین مین سے وہ حدیث ہے
جسکے اسون راوی ہین حضرت کے ارشاد سے کہ جسوقت مجھ سے کوئی حدیث روایت کیجائے
تو اُسکو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اُس کے موافق ہو تو مانو ورنہ نہ مانو خطابی کہتے ہین کہ اُس کے
بنانے والے زندیق لوگ ہین مگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے رد ہوتا ہے کہ

مطلب ٥ ثقات ثقہ کی جمع ہے یعنی وہ لوگ جن کی حدیثون پر بوجہ اُن کے کمال حفظ اور اتقان اور عدالت کے
قناعت کیجاوے کذا فی شرح صحیح المسلم للنووی ۱۲ منہ

کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے کتاب دی گئی اور وہ چیز جو اسپر آمادہ کرے اور بعضی روایت مین
ہے کہ مجھے کتاب دی گئی اور اسکے ساتھ اس کا مثل پھر رافضی اور نواصب اور کرامیہ ہین جو
اسکے بنانے کے مرتکب محض اپنے مذہب باطل کی نصرت کے لیے ہوے اور اپنے مخالفین کے مذہب
کے طعن کے واسطے اُن کو اس امر مین تمام فرق ضالہ پر سبقت ہے بلکہ خوارج اور معتزلہ اس
امر مین اُن کو نہین پہنچتے اور ایک فرقہ ہے جسکو علم حدیث نہین تھا جب انھون نے دیکھا کہ
محدثین لوگون مین موقر ہین اور اُن کو یہ اچھا نہین معلوم ہوا تب اُنھون نے بھی اپنے آپ کو
اُن کے شمار مین داخل کر دیا اور یہی پیشہ کر لیا اس لالچ پر کہ اہل حدیث مین اُن کا بھی وقار
اور عزت ہو جیسے ابو البختری وہب بن وہب قاضی اور سلیمان بن عمرو نخعی اور حسین بن علوان
اور اسحق بن نجیح کہ اُن کا اکثر کام تذکیر اور وعظ تھا اور ایک فرقہ اور اہل زہد و عبادت و دیانت سے
ہے جنکو خواب یا معاملہ مین جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کرامات سے معلوم ہوا انھون نے
اپنے خواب پر یقین کر کے اور حدیث مانکر صحیح جان کے روایت کر دیا اور لوگون نے گمان کیا
کہ یہ حدیث اُن کو بطریقہ صحیح پہنچی ہے اور روات ثقہ و نفس امر مین بھی ثابت ہے چنانچہ
اسی علت کی تہمت شیخ ابو عبد الرحمن سلمی وغیرہ بعض حضرات متصوفین کی گئی جنکو حدیث کے مذاق
سے کوئی علاقہ نہ تھا اور اُن کی حدیث ہمیشہ غیر معتبر رہی اور ایک فرقہ ہے جس نے حدیثین بلا ارادہ
و قصد بنائین اس طرح پر کہ کسی بات کو کسی صاحب تجربہ یا صوفی یا حکما سابقین مین سے کسی حکیم سے
سُنا اور اُسکو بطور غفلت اور وہم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس گمان سے منسوب
کر دیا کہ ایسا کلام حکیمانہ سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کا نہین ہو سکتا تو اس گروہ کی
کوئی انتہا نہین اور اسمین اکثر عوام مبتلا ہین شوکانی نے فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ مین
تیسری بحث ان لوگون کے ذکر مین لکھی ہے جو حدیث بنانے مین مشہور تھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے بہت ہوتے ہین ابن جوزی کہتے ہین کہ ایسے لوگ
بہت ہوے اُن مین سب سے بڑے وہب بن وہب قاضی بختری و ابن رشید اور محمد بن
سائب کلبی اور محمد بن سعید شامی مصلوب اور ابو داؤد نخعی و اسحق بن نجیح ملطی و غیاث بن
ابراہیم اور مغیرہ بن سعید کوفی اور احمد بن عبد اللہ جویباری و مامون بن احمد ہروی و محمد بن عکاشہ
کرمانی اور محمد بن قاسم طالقانی اور محمد بن زیاد یشکری تھے نسائی کہتے ہین کہ وہ جھوٹے جو حدیث
بنانے مین مشہور ہوے ہین چار ہین ایک ابن ابی یحیی مدینہ مین دوسرے واقدی بغداد مین تیسرے

مقاتل بن سلیمان خراسان مین جو تھے محمد بن سعید مصلوب شام مین اور بعضے کہتے ہین کہ جویباری
اور ابن عکاشہ اور محمد بن تمیم فاریابی نے دس ہزار سے زیادہ حدیثین بنائین تب اللہ نے
علما کو اس طرف متوجہ کیا کہ اُنھون نے اُس کی جانچ کرنا شروع کی اور جو صحیح تھین اُن کو قائم
کیا اور ضعیف کو ساقط کیا اور وہی حافظ و سپہ سالار دین ہوے اللہ اُن کو قیامت تک بڑھائے
ابن جوزی کہتے تھے کہ جن کی حدیث مین موضوع اور جھوٹ اور اُلٹ پھیر واقع ہوا ہے اُنکی
چند قسمین ہین بعض وہ ہین جنپر زہد غالب تھا وہ یاد رکھنے سے غافل رہے اور بعضے وہ ہین جنکی کتابین ضایع
ہوگئین تب اُنھون نے اپنی یاد پر حدیث بیان کی جسمین غلطی ہوئی اور اُن مین سے ایک جماعت ثقات تھی جنکی
آخر عمر مین عقلین بگڑ گئین اور انھین مین سے وہ تھے جنھون نے بھول کر جھوٹی روایت کی پھر جب اُنکو صحیح بات معلوم
ہوئی تو اس کی طرف اس تعصب سے نہین گئے کہ مجھے کوئی غلط کار نہ کہے اور انھین مین سے
زنادقہ ہین جنھون نے شریعت مین فساد ڈالنے اور دین سے تمسخر کرنے اور شک مین ڈالنے
کے لیے جھوٹی حدیثین بنائین حماد بن زید کہتے تھے کہ زندیقون نے چار ہزار حدیثین بنائین
اور جب ابن ابی العوجا قتل کو پکڑا گیا تو کہنے لگا کہ مینے چار ہزار حدیثین بنائین جنمین حلال کو حرام کر دیا اور حرام کو حلال اور
انھین مین سے وہ ہے جو اپنے مذہب کی مدد کیلیے حدیث بناتا ہے ایک شخص نے بعد توبہ کے مجھ سے بیان کیا اور
کہنے لگا کہ دیکھو ان حدیثون کو کیونکہ ہم جب کوئی بات کرنا چاہتے ہین تو اُسکو حدیث کر لیتے ہین اور انھین مین سے
وہ ہین جو حدیث ترغیب و ترہیب کے لیے بناتے ہین اور اس مضمون کے دل مین جمانے
کے لیے کہ شریعت ناقص ہے اُسکے تتمہ کی ضرورت ہے اور انھین مین سے وہ ہین جنھون نے
سندون کا بنانا حسن کلام کے لیے تجویز کیا اور انھین مین سے وہ ہین جنکا مقصود بادشاہ کا
قرب ہوتا ہے یا قصہ گو لوگ جنکا مقصود مہربان کر لینا اور روپیہ حاصل کرنا ہوتا ہے ایسے لوگون کے
پاس جاہل لوگ بہت جاتے ہین وہ اکثر ایسی حدیثین یا قصے بیان کرتے ہین اور جب اُن کی زد
کی جاتی ہے تو وہی اُن کا باعث حسد ہوتا ہے اور اسباب وضع سے یہ بھی سبب ہے کہ غیر دیندار
شخص جب کسی مجمع مین مناظرہ کے وقت اپنے قول پر دلیل اپنی خواہش کے مطابق اپنی بات
کہتا ہے اور اپنی عادات کی تائید اور فریق مخالف پر غالب ہونے کے لیے لاتا ہے تو اُسکے
جواب دینے اور فضیحتی سے بچنے اور مناظرہ مین غلبہ پانے کے لیے حدیث بنا لیتا ہے اور
اسباب وضع سے وہی کے علم کی تنقیص بھی ہوتی ہے مناظرہ یا بحث مین جبکہ کسی حدیث
مین بحث واقع ہوتی ہے اور اُسکے ضعیف یا صحیح یا موضوع ہونے کے متعلق پوچھا جاتا ہے

تو جسکے دل مین سستی اور علم مین دخل ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ اِس حدیث کو فلانے
نے روایت کیا اور فلانے نے صحیح کہا اور اُن کتابون کی طرف نسبت کرتا ہے جو نادر و کمیاب
ہوتی ہین تاکہ لوگون کو یہ بات معلوم ہو کہ یہ شخص وہ کتاب اور وہ بات جانتا ہے جسکو کوئی
جانتا ہی نہین تو یہ بھی ایک قسم وضع کی ہے بلکہ کذب کے شعبون مین ایک شعبہ ہے اور ایسا
وہی شخص سُن لیتا ہے جو اُسکے حقیقت حال پر واقف نہین ہوتا اور اُسکے صحیح ہونے کا معتقد
ہو جاتا ہے اور اُس امر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے کہتا ہے کہ فلانے
روایت کیا اور فلان نے تصحیح کی میر سید شریف کہتے تھے کہ حدیث بنانے والون کی کئی
قسمین ہین سب سے بڑے وہ لوگ ہین جو زاہد کہے جاتے ہین وہ احتساباً حدیث بناتے
ہین اور زنادقہ بھی بناتے ہین امام مسلم اپنی صحیح مین لکھتے ہین کہ مجھ سے محمد بن ابی عتاب کہتے
تھے کہ ان سے عفان نے کہا اور اُن سے محمد بن یحیی بن سعید قطان نے کہ میرے والد کہتے
تھے کہ مین نے صالحین کو کسی چیز مین زیادہ جھوٹا نہین دیکھا جسقدر کہ حدیث مین ابن ابی عتاب
کہتے تھے کہ مین نے محمد بن یحیی بن سعید قطان سے خود مل کر یہ بات پوچھی تو انھون نے اپنے
والد سے نقل کر کے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ اہل خیر کو کسی چیز مین زیادہ جھوٹا نہ پاؤ گے جس قدر کہ
حدیث مین امام مسلم کہتے ہین کہ اُن کی غرض یہ تھی کہ جھوٹ اُن کی زبانون سے نکل جاتا ہے وہ قصداً
نہین جھوٹ بولتے امام نووی اسکی شرح مین لکھتے ہین کہ یحیی بن سعید کا یہ قول کہ لم نر الصالحین
فی شئی اکذب منھم فی الحدیث یہ دوسری روایت مین لم تر ہے تو پہلی روایت نون
سے ہے یعنی بصیغہ متکلم مع الغیر اور دوسرے مین تا فوقانی یعنی بصیغہ واحد حاضر اور اس کے
معنے خود امام مسلم نے بیان کر دیے کہ وہ حضرات بارادہ جھوٹ نہین بولتے بلکہ جھوٹ اُنکے
منھ سے نکل جاتا ہے اس واسطے کہ وہ لوگ صناعت اہل حدیث کا لحاظ نہین کرتے
اس وجہ سے اُن کی روایتون مین غلطی ہو جاتی ہے اور وہ اُن کو معلوم نہین ہوتی اور وہ
سمجھتے ہین کہ جھوٹ ہے اور سابقاً بیان ہو چکا ہے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ کذب کہتے ہین
خبر دینا کسی شے سے اُس کے خلاف کہ جس حالت پر وہ شے ہے عمداً ہو یا سہواً یا غلطی
سے۔ فقط

حال سید الاتقیاء العالمین و سند العرفاء الکاملین عارف اسرار سروری خواجہ ابو محمد حبیب بن عیسیٰ عجمی فارسی البصری رحمۃ اللہ علیہ

ابن حبان ثقات مین اور انھین کی متابعت سے مولانا جامی شواہد النبوۃ مین لکھتے ہین کہ حبیب بن عیسیٰ عجمی فارسی البصری ان کے متعلق مشہور ہے کہ انھون نے عشا کے وضو سے چالیس برس صبح کی نماز پڑھی اور یہ بھی بہت صحت کے ساتھ مروی ہے کہ ان کو ایک روز ترویہ کے دن لوگون نے بصرہ مین دیکھا پھر عرفہ کے دن صبح کو عرفات مین اور انسے بہت سے حفاظ حدیث نے روایت کیا ہے جنمین سے عبد الرحمن بن واقد بھی تھے انھون نے ضمرہ سے اُنھون نے سری بن یحییٰ سے کذا فی تہذیب التہذیب اور اس روایت کے راوی حضرت سری سقطی کے روایت سے مستغفری دلائل النبوۃ مین ہین پھر اُنھون نے اپنی سند سے ابن المبارک سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت حبیب عجمی خان تجمل رکھا کرتے تھے تھوڑی دیر کے بعد اسکو بیچ ڈالا کرتے تھے اور علامہ ذہبی کا اُن کو ضعفا مین لکھنا باین ہمہ کہ خود اُنھون نے اُن کے تذکرہ مین سکی تصریح کردی ہے کہ اُن پر کسی نے جرح نہین کی باطل ہے منجملہ اُن کے دلائل باطلہ کے اور شیخ علی ہجویری کتاب کشف المحجوب مین لکھتے ہین کہ شجاع طریقت و متمکن شریعت خواجہ حبیب عجمی بلند ہمت اور باحرمت شخص تھے اور اولیاء اللہ مین اُن کا مرتبہ بہت بلند ہوا ہے اُنھون نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کی ابتدائے زمانہ مین یہ سود کی معاملت کیا کرتے تھے اور بُری باتین بھی آخر خداوند تعالیٰ نے توبۂ نصوح کی توفیق دی کچھ علم و معاملت حضرت خواجہ حسن بصری سے سیکھا اُن کی عجمی زبان تھی عربی نہین چلتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو خاص کرامت سے مخصوص فرمایا ایک بار لوگون نے اُن سے پوچھا کہ اللہ کس دل سے راضی ہوتا ہے کہنے لگے کہ اُس دل سے جسمین نفاق کا غبار تک نہو کیونکہ نفاق وفاق کے خلاف ہے اور رضا عین وفاق ہے اور محبت کو نفاق سے تعلق ہی نہین ہے بلکہ اُس کی جگہ رضا ہے اسی وجہ سے رضا دوستون کی صفت ہے اور نفاق دشمنون کی تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ یہ ابتدا میں بہت مالدار تھے اور بصرہ مین سودی معاملت کیا کرتے تھے اور ہر روز تقاضے کو جایا کرتے اور اس جانے کی مزدوری بھی لے لیا کرتے تھے اور اُسی مین کھاتے پیتے ایک دن ایک قرضدار کے یہان

تقاضہ کو گئے وہ گھر مین موجود نہ تھا اُسکی عورت نے کہا کہ میرا شوہر گھر مین موجود نہین اور میرے
پاس بھی کچھ نہین ہے ایک بکری ذبح کی تھی اُسکی گردن صرف رکھی ہوئی ہے کہو تو لے آؤن
یہ کہنے لگے کہ اچھا لے آؤ چنانچہ وہ گردن لیکر اپنے گھر چلے آئے یہان پہونچکر بی بی سے کہا
کہ یہ سود کی ہے دیگچی چڑھاؤ اور اسے پکاؤ وہ بولین کہ لکڑی نہین ہے کیسے پکاؤن اور روٹی
بھی نہین ہے کہنے لگے کہ مین جاتا ہون اور سود ہی سے روٹی و لکڑی بھی لاتا ہون گئے اور
جاکے دونون چیزین لے آئے بی بی نے دیگچی چڑھا دی جب وہ پک چکی اور اسکو پیالون
مین نکالنا چاہا اُسیوقت ایک سائل نے آکر سوال کیا انھون نے کہا کہ تجھکو اس مین سے
کچھ نہ دونگا کیونکہ جتنا تجھے دیدونگا تو اس سے امیر نہو جاےگا مگر ہم تباہ ہوجائینگے
سائل ناامید پھر گیا بی بی نے جو کچھ دیگچی مین ڈالا تو دیکھا کہ وہ سب خون بنگیا فوراً شوہر سے
پکار کر کہا کہ آؤ دیکھو یہ کیا ہوگیا انھون نے جو آکر دیکھا تو ان کے دل مین ایک ایسی آگ لگی
جو کسی طرح سے بجھائے نہ بجھی بی بی سے کہنے لگے کہ اب مین ہر ایک بات سے توبہ کرتا ہون
پھر دوسرے روز قرضدارون کو ڈھونڈھنے لگے اس ارادہ پر کہ اپنا قرضہ بھی سب لے لین
اور پھر سود نہ دین جمعہ کا دن تھا چند لڑکے کھیل رہے تھے انھون نے جب انکو دیکھا
تو آپس مین کہنے لگے کہ الگ رہو حبیب سودخوار آتا ہے ایسا نہ ہو کہ ان کے پیر کی گرد ہم پر پڑجاے
کہ ہم بھی ویسے بدبخت ہوجائین انھون نے جو یہ سُنا تو دل ہی دل مین بہت شرمندہ ہوئے حضرت
حسن بصری کی مجلس مین گئے وہان اُنکی زبان مبارک سے ایک ایسی بات نکلی کہ انکا دل
بالکل ہاتھ ہی سے نکل گیا اُسیوقت توبہ کی اور وہان سے واپس آکر جب قرضدار نے
جو انھین دیکھکر بھاگا جاتا تھا انھون نے کہا کہ تم مجھ سے نہ بھاگو بلکہ مجھکو اب تم سے بھاگنا چاہیے
یہ کہکر پلٹے کہ گھر آئین راستہ مین پھر وہی لڑکے کھیلتے ہوئے آپس مین کہتے ہین کہ ہٹ جاؤ حبیب
تائب آتا ہے کہین ہماری گرد اس پر نہ پڑجاے جو ہم گنہگار رہین انھون نے اپنے دل مین کہا کہ
الٰہی اسی ایک دن مین مین نے تجھ سے توبہ کی اسکا اثر ہوا کہ [illegible] دوستون پر
پہونچادیا اور مجھے نیکنام کردیا بعد اسکے انھون نے منادی کرادی کہ جسکو حبیب سے کچھ لینا
ہو آکر لیجائے سب لوگ جمع ہوئے انھون نے اپنا مال تقسیم کیا [illegible] سب دیدیا [illegible] ایک
اور شخص نے آکر مانگا تو اُس کو اپنا کرتہ دیدیا اور ایک کو بی بی کی چادر دیدی دونون [illegible]
ذات سے کی [illegible] عبادت خانہ بناکر ہمیشہ عبادت کرنے لگے دن کو حضرت خواجہ حسن بصری سے

پڑھتے تھے اور رات کو عبادت مین مشغول رہتے ان کو عجمی اس لیے کہتے تھے کہ یہ قرآن ٹھیک
نہین پڑھ سکتے تھے چند دن جب یونہی گذرے تو ان کی بی بی محتاج ہو گئین اور ان سے
کھانا کپڑا مانگنے لگین یہ برابر ان سے کہدیتے کہ مزدوری کو جاتا ہون اور رات سے عبادت خانہ
مین جاکر عبادت کرتے رہتے ایک بار رات کو گھر آئے بی بی نے پوچھا کہ کچھ لائے کہنے لگے
کہ نہین مین جسکا کام کرتا ہون وہ شخص کریم ہے ملجاتا اُس کے کرم سے مجھے شرم آئی کہ اُس سے
کچھ مانگون جب وقت آئے گا وہ آپ ہی دیدے گا اور وہ خود کہا کرتا ہے کہ مین دسوین دن
مزدوری دیتا ہون غرضکہ یونہی ہر روز ٹکھ ٹالدیا کرتے جب نو روز گذر گئے تو دسوین روز انکو
اندیشہ ہوا کہ اب آج کی رات گھر مین کیا لیجاؤن یہ یہان اسی فکر مین تھے وہان اللہ تعالی نے
ایک اونٹ پر آٹا اور ایک اونٹ پر گوشت اور ایک اونٹ پر گھی اور شہد اور ایک غلام خوبصورت
ان اونٹون کے ساتھ تین سو درم کی تھیلی لیے گھر پر بھیجدیا وہ دروازہ کھلوا کر سب چیزین ان کی بی بی کو
دے گیا اور کہہ گیا کہ یہ مالک نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ حبیب سے کہدو کہ تم اپنا کام بڑھاؤ
مین مزدوری بڑھا دون گا وہ یہ کہکر چلا گیا جب رات ہوئی تو یہ بہت شرمندہ گھر آئے دروازہ پر
پہونچکر کھانے کی خوشبو معلوم ہوئی اندر گئے تو بی بی نے نہایت عاجزی سے کہا کہ تم جسکا کام
کرتے ہو وہ بہت ہی اچھا آدمی ہے آج اُس نے یہ بھیجا اور یہ کہلا بھیجا **نقل** ایک بزرگ نے
ان کو خواب مین ایک بڑے مرتبہ پر دیکھا تو پوچھا کہ یہ مرتبہ تم نے کہان سے پایا فوراً آواز آئی کہ
حبیب اگرچہ عجمی ہے لیکن حبیب ہے **نقل** ایک خونی کو سولی دی گئی اُسی رات کو اُس
خونی کو لوگون نے خواب مین دیکھا کہ بہشت مین حلہ پہنے ٹہل رہا ہے لوگون نے پوچھا تم خود
قتال تھے یہ مرتبہ کہان سے پایا کہنے لگا کہ جسوقت مجھے سولی دی گئی تو حبیب عجمی میری طرف
سے ہو کر گذرے تھے اور گوشہ چشم سے مجھے دیکھکر کچھ دعا دی تھی یہ اُنھین کی دعا کی برکت
کا اثر ہے سفینۃ الاولیا مین ہے کہ ان کی وفات سنہ ۱۵۶ ایکسو چھپن مین ہوئی اور مزار بصرہ مین ہے

حال شیخ الانام علم الاعلام مخزن الفضل والارشاد سیدنا کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ

ابن نہیک بن ہیثم بن سعد بن مالک بن حارث بن صہبان بن سعد بن مالک بن النخع الکوفی اور
بعضے کہتے ہین کمیل بن عبد اللہ اور بعضے کہتے ہین کمیل بن عبد الرحمن تابعی مخضرم جلیل شہید ظلم
حجاج ثقفی جن کے متعلق حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے خبر دی تھی اور اُس کے راوی بھی

ثقات میں یافعی مرآۃ الجنان میں حوادث ۸۳ھ میں لکھتے ہیں کہ اسی سنہ میں حجاج نے کمیل
بن زیاد نخعی کو قتل کیا اور یہ بڑے شریف و مطاع تھے پھر حوادث ۹۶ھ میں ابو عمران ابراہیم
بن یزید نخعی کے حال میں لکھتے ہیں کہ نخع بفتح نون و خائے معجمہ بعد اس کے عین مہملہ ایک قبیلہ
ہے مذحج کا یمن میں یہ نام اس گروہ کا ان کے جد کے نام سے منسوب کیا گیا ہے کیونکہ وہ
کسی وقت میں اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ جا پڑے تھے تہذیب میں ہے کہ انتخاع کے معنی
دور ہونا اپنی زمین سے انہوں نے صحبت اٹھائی اور خرقہ پایا سلسلہ ولایت حضرت
علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے علامہ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ کمیل بن زیاد نخعی حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کے اصحاب سے تھے ان سے عباس بن ذریح اور عبدالرحمن بن عابس روایت کرتے
ہیں اور ابن حبان کا قول ہے کہ ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بہت محبت تھی اور یہ
ان لوگوں میں سے تھے جو ان سے معضلات روایت کیا کرتے تھے اور یقیناً منکر روایت
تھے اور حجت لانے کے لائق نہ تھے اور ابن سعد و ابن معین ان کو ثقہ کہتے تھے اور [illegible]
بن عمار ایک جگہ لکھتے ہیں کہ یہ رافضی تھے گزشتہ [illegible]
دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ کمیل بن زیاد شیعہ سے تھے [illegible]
لسان المیزان کی ایک فصل میں لکھتے ہیں کہ کمیل بن زیاد [illegible]
تھے اور تقریب میں ہے کہ یہ ثقہ تھے لوگ ان کو تشیع کی طرف منسوب کرتے تھے [illegible]
لوگوں کا علم ویسا ہے جیسا کہ ابراہیم بن عبدالعزیز کے [illegible]
بن عبدالعزیز بن ضحاک ایک بار حدیث [illegible]
کہا کہ فضائل ابوبکر والصدیق [illegible] پھر کہنے لگے کہ اب حضرت عثمان
کے فضائل املا کروں یا حضرت علی کے اتنے کہنے پر لوگوں نے انہیں [illegible]
ان کی حدیث روایت کرنا بھی چھوڑ دی [illegible] معلوم ہے [illegible] اہل سنت کا مذہب
ہے یعنی حضرت عثمان کو حضرت [illegible] حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت [illegible]
ہیں اگرچہ اکثر حضرت عثمان کی تقدیم ہی کی طرف گئے ہیں بلکہ ایک گروہ [illegible]
حضرت علی کو حضرت عثمان پر مقدم کرتا ہے چنانچہ سفیان ثوری [illegible]
شیخ ابن حجر مکی منح مکیہ میں لکھتے ہیں کہ [illegible] سفیان ثوری [illegible]

سلہ [illegible] یہ بھی [illegible] ایک [illegible]

کیونکہ وہ قائل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت کے ہین اگرچہ حضرت عثمان خلافت کے اُن سے
زیادہ حقدار تھے کیونکہ اُن کی خلافت پر اہل شوریٰ اور صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا اور اُسی کے
ساتھ اُن کی خلافت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اشارہ تھا باقی یہ مقام مس
مسئلہ کی تفصیل کا نہین حضرت کمیل اس سے کہین بزرگ تر تھے کہ اُن کی طرف بدعقیدگی منسوب کیجائے
اگر ایسا ہوتا تو کبھی اُن کی تعظیم و تکریم پر لوگ اتفاق نہ کرتے اور نہ ائمہ ناقدین الفاظ تکریم کا اطلاق
ان پر کرتے اور نہ ان کے کلمات منقولہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کو اپنی کتابون مین نقل کرتے
آپ کو ابن سعد نے اہل کوفہ کے طبقہ اولیٰ مین لکھا ہے اور یہ بھی کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے
ساتھ صفین مین موجود تھے اور بہت شریف اور اپنی قوم کے رئیس تھے جب حجاج بن یوسف
کوفہ مین آیا تو اس نے ان کو بلاکر بے سبب قتل کیا یہ ثقہ قلیل الحدیث تھے اور ابن ابی حاتم کتاب الجرح
والتعدیل مین لکھتے ہین کہ میرے باپ نے اسحاق بن منصور سے اُنھون نے یحییٰ بن معین سے
ان کا ذکر کیا تو اُنھون نے کہا کہ وہ ثقہ تھے اور عجلی کا قول ہے کہ یہ کوفی تابعی ثقہ تھے اور ابن حبان
نے ان کو کتاب الثقات مین لکھا ہے حافظ ابوالحسن مدائنی کہتے تھے کہ عباد اہل کوفہ سے اویس
قرنی اور عمرو بن عتبہ بن فرقد اور یزید بن معاویہ نخعی اور ربیع بن خثیم اور ہمام بن الحارث اور
معضد شیبانی اور جندب بن عبد اللہ اور کمیل بن زیاد نخعی تھے اسی طرح اسکو حافظ ابی بکر بن خثیمہ
نے بھی لکھا ہے اور انھین اصحاب مذکورہ مین کمیل بھی تھے جو کاملین اولیاء اللہ اور ارباب کرامات
و تصرفات اور اصحاب خوارق عادات سے تھے ثقات محدثین نے ان سے روایت کی
ہے جیسا کہ تہذیب الکمال وغیرہ کتب اسماء الرجال سے معلوم ہوتا ہے اور اُن سے ابو راشد
اور ابو عمر سلیمان بن حبید [illegible] بن سلیمان کندی اور سلیمان اعمش اور عباس بن ذریح اور
عبد اللہ بن یزید اصبہانی اور عبد الرحمن بن جندب فزاری اور عبد الرحمن بن عابس اور
ابو اسحٰق سبیعی اور ایک جماعت ائمہ روایت حدیث کرتے ہین اور نسائی بھی عمل الیوم واللیلہ
[illegible] ان سے حجت لاتے ہین اور حاکم نے بھی مستدرک مین ان کی تصحیح کی ہے یہ بیان محدثین علما کے
[illegible] کا ہے اور علما معرفت باطن کے نزدیک آپ بہت بزرگ تھے آپکی ادنیٰ شان اللہ کے
[illegible] ایسی [illegible] کہ بڑے بڑے علما ظاہر کے عقول اس کا ادراک نہین کر پاتے تھے۔
تنبیہ [illegible] محدثین مین اکثرون نے فرط فی الاحتیاط اور تشدید فی الاشتراط کردی
اور [illegible] اور [illegible] استناد اور اپنی ہی عقلون پر بھروسا کیا ہے اسی وجہ اُن لوگون نے

اکثر باتون کا یقین صرف اسی سبب سے کر لیا کہ اسکو کسی فن یا سند مین وہم یقین کیکے کہدیا
کہ یہ صریح موضوع ہے حالانکہ وہ صحیح اور مرفوع تھا اس کی بہت سی مثالین موجود ہین جو ماہرین
فن پر پوشیدہ نہین اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی راوی کے متعلق اُس کے مرسل اور منقطع ہونے کا
حکم دیدیا اور مروی عنہ سے اتصال و اجتماع نہین معلوم کیا اور کبھی ایسا ہوا کہ محض وہم و گمان ہی سے
بلا بیان علماے ثقات کے اعتراضات کر دیے جیسے قطان کا قول حضرت امام جعفر بن محمد باقر
رضی اللہ عنہ کے بارہ مین حالانکہ وہ خود بھی اُن سے روایت کرتے تھے اور کبھی اُس وہم کو بیان بھی
کر دیتے تھے جیسے کسی کو کھڑے کھڑے پیشاب کرتے یا برذون[1] پر سوار دیکھتے خطیب کفایہ مین
لکھتے ہین کہ شعبہ سے کسی نے پوچھا کہ تم نے فلان شخص کی حدیث کیون ترک کر دی اُنھون نے
کہا کہ مین نے اسکو برذون پر سوار دیکھا لہذا اُسکی حدیث ترک کر دی یا اُسکو ایسا کچھ کرتا پاتے
کہ جسکی کراہت پر لوگ متفق نہوتے بلکہ اُس کا استحباب حدیث سے ثابت پاتے مثلاً گھر سے
تغنی بالقرآن کی آواز سنی گئی اور یہ تحقیق معلوم نہوسکا کہ کون گاتا تھا اسکو بھی ترک کر دیا جیسا کہ
منہال کے حال مین ہے تنزیہ الشریعت مین ہے کہ منہال بن عمرو کو شعبہ اور حماد بن عبد اللہ
اسدی نے ترک کر دیا ابن المدینی کہتے تھے کہ وہ ضعیف الحدیث تھا اور اسپر تعجب کیا گیا ہے
کہ منہال سے امام بخاری اور اور چارون محدثین نے روایت کی ہے اور ابن معین نے بھی
ان کو ثقہ کہا ہے اور مقدمہ فتح الباری مین بھی ہے کہ ابن معین اور نسائی اور عجلی وغیرہ کا
قول ہے کہ یہ ثقہ تھے ابن ابی حاتم کہتے تھے کہ مین نے عبد اللہ بن احمد سے سنا وہ کہتے تھے
کہ مین نے اپنے والد سے سُنا کہ شعبہ نے منہال کو قصداً ترک کر دیا تھا ابن ابی حاتم اسکی علت
یہ بیان کرتے تھے کہ ایکبار منہال کے گھر سے قراءۃ کی آواز بطور تطریب سنی گئی اس وجہ سے

---

[1] برذون بالکسر و تشدید ذال منقوطہ [illegible] ترکی گھوڑا [illegible] اور تحقیق یہ ہے کہ برذون وہ گھوڑا ہے جسکے ماں باپ
عربی نہون یا ایک اُن مین سے عربی ہو اور گدھے کے معنی مین استعمال کرتے ہین اور جسکی ماں [illegible] ہو اُسکو ہجین کہتے ہین اور
جسکا باپ عربی نہو اسکو مقرف کہتے ہین برذون محض [illegible] کو عتیق کہتے ہین غرضکہ مطلب [illegible] میں ہے
لیکن مطلق چارپایہ کے معنی مین جیساکہ صحاح مین [illegible] کے معنی مین لکھا ہے
جسکی ماں عربی نہو اُسکی تفسیر فارسی مین یابو آئی ہے شیخ ابو حنیفہ دینوری نے بھی [illegible]
اور منتہی الارب مین ہے کہ برذون ایک قسم کا گھوڑا ہے [illegible] عربی گھوڑے سے [illegible] حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اُسپر سوار ہوتے [illegible] حضرت [illegible] جب سوار ہوے [illegible]
منہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اللہ پناہ مین رکھے [illegible] پھر کبھی سوار نہین ہوا اور اس سے پہلے
آپ کبھی اس پر سوار نہین ہوئے تھے ورنہ اونکے بعد سوار ہوتے ۱۲ منہ

وہ ترک کر دیے گئے اور وہب بن جریر کی روایت شعبہ سے یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر میں
میں منہال کے گھر آیا وہاں میں نے طنبور کی آواز سنی میں فوراً بغیر پوچھے پلٹ آیا حالانکہ
دریافت کر لینا چاہیے تھا حافظ ابن حجر کہتے تھے کہ یہ اعتراض صحیح ہے کیونکہ یہ امر صرف منہال
میں قدح کا باعث نہیں ہو سکتا اور ابن ابی خیثمہ نے اپنی اس سند سے جو ان کو شعبہ اور
مغیرہ سے ہے روایت کی کہ اعمش منہال سے روایت کرنے کو منع کرتے تھے اور انھوں نے
یزید بن ابی زیاد سے کہا کہ میں تم سے بہ قسم پوچھتا ہوں کہ کیا منہال کی شہادت دو درہموں پر
بھی جائز ہے انھوں نے کہا نہیں ابن حجر کہتے تھے کہ یہ حکایت صحیح نہیں کیونکہ اسکے راوی
محمد بن عمر حنفی تھے جو کوئی مشہور شخص نہ تھے اور اگر صحیح بھی ہو تو مغیرہ کی کراہت کی وجہ وہی
شعبہ کی کراہت کی وجہ ہوگی یعنی اُن کا بتطریب پڑھنا کیونکہ جریر نے مغیرہ سے یہ بات نقل کی
ہے کہ منہال خوش آواز تھے اور اُن کو لوگ وزن سبعہ کہا کرتے تھے مگر اس سے ثقہ مجروح
نہیں ہو سکتا اور حاکم نے بیان کیا کہ یحییٰ بن قطان نے اُن کی برائیوں کو لکھا ہے مفضل غلابی
کا قول ہے کہ ابن معین اُن کو ایک حقیر شخص جانتے تھے اور عبداللہ بن احمد کہتے تھے کہ میں نے
اپنے والد کو کہتے سنا کہ ابو بشر مجھکو منہال سے زیادہ پسند و معتبر تھے اور جوزجانی کہتے تھے کہ یہ
بد مذہب تھے انکی حدیث لوگوں کی زبان پر زیادہ چلی ابن حجر کہتے تھے کہ نقل کی حکایت کے
متعلق ممکن ہے کہ ابن معین نے منہال کو ویسا ہی سمجھا ہوگا جیسا کہ امام احمد نے اور دلیل اسپر یہ ہے
کہ ابو حاتم نے ابن معین سے منہال کی توثیق کی حکایت بیان کی رہے جوزجانی تو اُن کے متعلق
میں نے کئی مرتبہ بیان کیا کہ اُن کی جرح کوفہ والوں کے لیے بوجہ اُن کی شدت انحراف اور ناصبی
ہونے کے مقبول نہیں ہے اور حاکم کی حکایت یحییٰ قطان سے غیر معتبر ہے اور تقریب التہذیب
میں ہے کہ منہال ابن عمرو اسدی کوفی مرد صادق تھے اور کبھی وہم کرتے ہیں کہ یہ طبقہ خامسہ سے
تھے اور تدریب الراوی میں سیوطی سے منقول ہے کہ منہال سے پہلے شعبہ روایت کیا کرتے تھے جب
ان سے کہا گیا کہ منہال کے گھر سے گانے کی آواز آتی تھی تو انھوں نے اُن سے روایت کرنا
ترک کر دیا مگر یہ باعث غمز نہیں ہو سکتا اور علامہ ذہبی نے بھی میزان الاعتدال میں لکھا ہے
کہ منہال سے روایت کی شعبہ اور مسعودی اور حجاج بن ارطاۃ نے پھر شعبہ نے آخر میں ان سے
روایت کرنا ترک کر دی اور ابن حبان ان کو ثقات میں لکھ کر کہتے ہیں کہ ان سے منصور و اعمش

لہ غمز یعنی چشم و ابرو اور پلکوں سے اشارہ کرنا اور کسی کی غمازی کرنا اور عیب ظاہر کرنا انتہی مختصراً من المنتخب ۱۲

اور کوفہ والون نے روایت کی ہے تو ابن حجر کی شابت جنہوت کئے والون کو تسلیم نہین
حل المقصود شرح سنن ابی داؤد مین ہے کہ ابن القیم نے تہذیب السنن اور ایضاح مشکلات
مین لکھا ہے کہ منہال کو یحییٰ بن معین وغیرہ نے بھی ثقہ کہا ہے اور ابن حزم نے ان کی طرف دو
باتین منسوب کی ہین ایک عبد اللہ بن احمد کا اپنے والد سے نقل کرنا کہ شعبہ نے عمداً ان کو ترک
کر دیا۔ دوسرے یہ کہ ان کے گھر سے طنبور کی آواز سنی گئی اگرچہ اس مین کوئی بات ایسی تھی
جو قدح کا باعث ہوتی ابن قطان کہتے تھے کہ اس قصہ کی مجھے کوئی علت نہین معلوم ہوتی حافظ
ابن حجر نے ہدی الساری مین بھی ان کا قول تفصیل سے لکھا ہے اور اگر کسی نے حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کو حضرت ذی النورین پر فضیلت دی یا کسی حدیث کی حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے مناقب مین
تصحیح کی تو اُن کو بھی اکثر لوگون نے ترک کر دیا اور اسی قسم سے اتہام ابی حیان مفسر و ذہبی کا اور
ابن جریر کے متعلق شیعہ ہونیکا ہے کیونکہ انھون نے حدیث غدیر خم کی تصحیح کی ہے یا کسی نے کوئی
مسئلہ ایسا بیان کیا جسکا مطلب اُن کی سمجھ مین نہ آیا جیسے بعضے لوگون نے حضرت خواجہ حسن بصری
کو قدری ہونیکی تہمت لگائی اور اُسکی ابوداؤد نے اپنی سنن مین بقول جماعت، مع تردید کردی
یا جیسے ہی حضرت عبد الواحد بن زید کو قتادہ اور ابن معین اور ابن المدینی وغیرہم نے لگائی اور
ابوداؤد نے اُسکی بھی تردید کر دی اور کہا کہ میرے نزدیک اُن کا قائل بالقدر ہونا ثابت نہین
اسی قسم کے اور بہت سے اتہامات ہین یا کسی نے کسی فرعی مسئلہ مین جسکے یہ لوگ مخالف ہوے
کوئی تالیف کی اُسکو بھی لوگون نے ترک کر دیا اور ایسا ہی ان لوگون کا کلام حافظ ابن وہب کے بارہ
مین مسئلہ سماع کے متعلق ہے چنانچہ حافظ ابن ناصر الدین کا قول ہے کہ گو یہ باحت سماع کے قائل
نہ ہوتے تو ان کے ثقہ پر اتفاق ہو جاتا یا اگر کسی شخص نے کوئی حدیث احادیث صفات متشابہات
سے روایت کی اور کسی نے اُسکی توثیق نہ کی یا وہ شخص منقطع عن الدنیا تھا یا عارف کا تشت ہوا
متعلق بھی اُن لوگون کی زبانین مختلف ہو گئین ابن مندہ کا قول ہے کہ جب تم کو کسی سند مین کوئی زاہد
ملے تو اُس حدیث سے اپنا ہاتھ دھو ڈالو ابو قطان کہتے تھے کہ مین نے صالحین کو جتنا حدیث
مین جھوٹا پایا اتنا کسی چیز مین نہین پایا بات یہ ہے کہ کثرت روایت اور حدیث کی روایت اور اسکا
تعاہد اور کثرت قیل وقال اس سب سے اہل اللہ نے اپنے آپ کو علیحدہ رکھا کیونکہ ابتدائی سیر
وسلوک بدون اس سب کے ترک اور ضروری چیزون کے اخذ کے باتفاق اہل معرفت حاصل نہین
ہو سکتا اسی واسطے عبد اللہ عمری نے امام مالک کو صرف علم والوں کو اپنے پاس جمع کرنے کے

ترک کو جب لکھا تو اُنھوں نے جواب مین لکھا کہ اللہ نے اعمال کی تقسیم بھی اسیطرح کی ہے جیسے رزقون
کی بہت لوگ ایسے ہوتے ہین جنکو نماز مین کشایش ہوتی ہے اور چیزون مین نہین ہوتی اور بہت
ایسے ہوتے ہین جنکو جہاد مین کشادگی ہوتی ہے نماز مین نہین ہوتی اور بہت لوگ ایسے ہوتے
ہین جنکو صدقہ مین کشادگی ہوتی ہے روزہ مین نہین ہوتی اور علم پھیلانا اور اس کا پڑھانا اور اعمال
صالحہ سے افضل ہے تو مین اسپر راضی ہون کہ جس چیز مین چاہے اللہ کشایش دے اور مین امید کرتا ہون
کہ سب لوگ خیر پر رہین گے اور ہم مین سے ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ اپنی اپنی قسمت پر راضی ہے

والسلام وانتہی یہ امام صاحب نے بہت سچ فرمایا فانّھم تری ان لکل شان رجالا ولکل مقام مقالا ولکل
ماء کیزانا ولکل میدان فرسانا قد علم کل اناس مشربھم وکل حزب بما لدیھم فرحون
پھر آخر مین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس خیال سے رجوع کرکے بعضے حضرات صوفیہ سے مستفید
بھی ہوئے قوت القلوب مین ہے کہ ابن وہب کہتے تھے کہ حضرت امام مالک کی خدمت مین
ایک بار طلب علم کا تذکرہ ہوا تو آپ نے کہا کہ بشرط صحت نیت طلب علم عمدہ چیز ہے لیکن طالب کو
دیکھنا چاہیے کہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک اُسکو کیا کرنا ضروری ہے وہی اختیار کرنا چاہیے
علما کی تجویز یہ ہے کہ سنقطع کی دونون قسمون مین کلام کرنا چاہیے اگرچہ ان مین سے کسی شخص نے
کسی چیز کو نہ روایت کیا ہو یا روایت کیا ہو اخبار رقائق و خوارق کو اسطرح پر جا سکے علاوہ اور
لوگون کے علم مین نہ ہو یا حقیقتاً ہون جیسے خواجہ عبد الواحد بن زید اور بکر بن خنیش اور جعفر خلدی
اور سلمی اور ابن جہضم وغیرہم یا وہ علم اُن سے بیان کرے جسکو وہ جانتے ہی نہ ہون جیسے حضرت
سری سقطی اور محاسبی اور ذوالنون مصری رضی اللہ عنہم چنانچہ ذہبی نے میزان مین حضرت
ذوالنون مصری کے حال مین لکھا ہے کہ یہ ان لوگون سے تھے جن کا امتحان لیا گیا اور بہت ستائے
گئے اس لیے کہ انھون نے لوگون سے وہ باتین بیان کین جسکو وہ پہلے سے نہین جانتے تھے
اور سب سے پہلے انھین نے مصر مین احوال کی ترتیب اور مقامات اولیا پر تقریر کی اور جاہلون
نے کہا کہ یہ زندیق ہین اور اُن کو عبد اللہ بن الحکم نے کہ جو امام مالک کے اجل اصحاب سے تھے
زندیق کہا اور یہ رد ذہبی کا خود اپنی ذات پر ہے کیونکہ انھون نے بھی عرفا کے حالات لکھے ہین
جیسے حسین بن منصور بغدادی اور ابی طالب مکی اور ابی عبد الرحمن سلمی نیشاپوری اور ابی سعید بن ابی الخیر

سلہ پس حق یہ ہے کہ ہر کام کے لیے مرد ہوتے ہین اور ہر مقام کے لیے قول اور ہر پانی کے لیے کوزہ اور ہر میدان کے لیے
سوار اور سب لوگ اپنے مشرب جانتے ہین اور ہر گروہ اپنے پاس والی چیز پر خوش ہین ۱۲ منہ

اور احمد غزالی اور عین القضاۃ ہمدانی اور ابن الفارض مصری اور ابن قسی اندلسی اور ابن عربی اندلسی
وغیرہم کے اگرچہ اس سب کو علما نے رد کیا ہے اور اُن بزرگون کی تائید مین کتابین تصنیف کی ہین
چنانچہ حضرت شیخ ابن العربی نے ایک کتاب لکھی جسکا نام الکوکب الدری فی مناقب الامام ذوالنون
مصری ہے اور سیوطی نے قمع المعارض فی نصرۃ ابن الفارض اور تنبیہ الغبی فی تبرئۃ ابن العربی اور
شیخ الاسلام سراج الدین مخزومی رفیق شیخ الاسلام حافظ سراج الدین بلقینی نے ایک کتاب
کشف الغطاء عن اسرار کلام الشیخ محی الدین امام اہل العطاء لکھی اور علامہ محدث علی بن ابراہیم [illegible] کی
رفیق حافظ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے ایک کتاب در الثمین فی مناقب الامام
محی الدین اور شیخ عبد الوہاب شعرانی کی ایک کتاب علیحدہ شیخ کے مناقب مین ہے سوا ان
مناقب کے جو اُنھون نے یواقیت والجواہر مین لکھے علاوہ اسکے اور بھی کتب و رسائل حضرات صوفیہ
کی تائید مین بہت سے ہین شیخ تاج الدین طبقات کبریٰ مین لکھتے ہین کہ ہمارے شیخ ذہبی غفر اللہ
کی تاریخ باوصف اپنی خوبی اور جامعیت کے سخت تعصب سے بھری ہوئی ہے اور وہ واللہ
اہل دین یعنی فقرا سے بھڑ پڑے ہین کہ جو برگزیدہ خلق تھے اور اُنھون نے شافعیہ وحنفیہ سے سخت
زبان درازی کی ہے فاضل مناوی شرح جامع صغیر مین اثناء تعقب کے لکھتے ہین نستغفر اللہ[۱]
ونسأل اللہ السلامۃ ونعوذ بہ من الخذلان شیخ سبکی کہتے تھے کہ ہمارے شیخ ذہبی سنت
پر بے اندازہ جوڑین کیا کرتے تھے اور جب کسی اشعری سے بھڑ پڑتے تھے تو اُس کا بھی کوئی دقیقہ
اُٹھا نہین رکھتے تھے لہذا اُن پر کسی اشعری کی بُرائی یا کسی حنبلی کی بھلائی کرنے مین اعتماد نہ کرنا
چاہیئے اور واقعی وہ ویسے ہی تھے جیسا کہ شیخ تاج الدین سبکی اور ان کے دوست شیخ [illegible]
وغیرہ نے لکھا ہے اور خود ذہبی کی کتابین بھی شاہد ہین کہ وہ حضرات صوفیہ کی مذمت مین سخت
بے ادب تھے اور اُن سے نہایت منکر اگرچہ اس کا نیز خاص حضرات صوفیہ کو بُرا کہنے کا وبال
سب اُنھین پر پلٹ آیا کہ باوجود اس حفظ وعلم کے اُن سے وہ فحش غلطیان ہوئین کہ اُنھون نے
ایک جماعت صحابہ کو ضعفا اور مجاہیل مین لکھ دیا صرف اُن توہمات سے جو ان کو ان کے صحابی
ہونے مین عارض ہوئے ہین اور اسی امر مین حافظ ابن ناصر الدین دمشقی نے اپنی کتاب اعلام
بما وقع فی مشتبہ الذہبی من الاوہام مین ان کا تتبع کیا ہے اور بہت سا اسکو حافظ ابن حجر نے
اصابہ مین اور تہذیب التہذیب اور لسان وغیرہ مین بیان کیا ہے اور سیوطی اور بہت سے

---

۱ بخشش چاہتا ہون اللہ سے اور سوال کرتا ہون اُس سے سلامتی کا اور ذلت اور رسوائی سے پناہ مانگتا ہون ۱۲ منہ

لوگون نے بھی اور خود ذہبی کی بھی مجاً اس امر خاص مین بہت اچھی تحریر واقع ہوئی ہے چنانچہ
علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ مین وہ سب انھین کے حال مین لکھدیا ہے جس کا
جی چاہے وہان دیکھ لے ۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان	گر ما نرسیدیم تو خود را برسان

محاکمہ ۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن العربی رسالہ الامر المحکم المربوط فیما یلزم اہل طریق اللہ من الشروط
مین لکھتے ہین کہ حضرات صوفیہ کے حالات سے سے ہے کہ اپنے عیوب کو دیکھتے اور اپنے ذاتون
مین مشغول ہوتے ہین اور لوگون کے عیوب کو نہین دیکھتے ہین ۔ اسی وجہ سے یہ حضرات کسی کے
ساتھ اچھائی کے سوا برائی کا اعتقاد ہی نہین رکھتے اور خلق کی اچھائی ظاہر کرتے اور برائی
چھپاتے ہین مگر محققون کی برائیان نہین چھپاتے کیونکہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان لوگون
کو جان لے اور خود بھی ان سے بچے اور اورون کو بھی بچائے اور یہ مسلمانون کے حق مین ایک
قسم کی رحمت ہے ۔ اور یہی وہ نجاست ہے جو دین کے راستہ مین پڑی ہوتی ہے جسکا
دور کردینا واجب ہے اور جو شخص جرح وتعدیل کے لائق ہوتا ہے اسکی جرح وتعدیل
مسلمانون کے لیے رحمت ہے اسی لیے شیخ کا قول ہے کہ شرائط صوفیہ سے راست گوئی بھی ہے
خصوصاً اس چیز مین جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہین اور اس مین محض اپنے
حسن ظن پر جو ان کو لوگون کے ساتھ ہے بھروسہ نہین کرلے بلکہ حدیث کے معانی ومطالب پر
بھروسہ کرے ۔ یہی اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ انسان کو جھوٹے ہونے
کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنی سب سنی ہوئی خبر بیان کردے ۔ اور چونکہ حضرت صوفیہ مین ان
اہل قلوب واحوال کا جو مرتبہ کمال کو نہین پہونچے ہین یہ حال ہے تو پھر جو لوگ اُن کے مقتدا اور
پیشوا ہین جیسے عبدالواحد بن زید اور بکر بن خنیس وغیرہما اُن کے متعلق کیا کہا جائے البتہ زاہدون
مین بعض ایسے بھی ہوئے ہین جو لوگون کے عیوب نہین دیکھتے ہین ان کو اپنی مشغولیون ہی سے
فرصت نہین ہوتی کہ وہ ادھر باتون مین مصروف ہون یعنی جرح وتعدیل اور نقد رجال کے اسباب
دیکھین جسطرح کہ اور اصحاب حدیث اُن چیزون مین مصروف رہتے ہین تو حضرات صوفیہ کی مروی
حدیث مین لوگون کو اس کا گمان ہوتا ہے کہ انھون نے اس حدیث کو بلا تحقیق اور تفتیش حال کے
راوی روایت کیا ہوگا اور وہ محض اس گمان سے جھوٹے سمجھ لیے جاتے ہین چنانچہ ابن سعدی کے
قول ولہٰذا اسناد صوفی سے اسی کی طرف اشارہ ہے لیکن اُن کا یہ قول جب ہی ٹھیک ہوسکتا ہے

مین نے کسی صالح کو حدیث کے برابر جھوٹ بولتے نہین دیکھا اور اس کے راوی خطیب بھی
کہا یہ مین این مگر یہ مطلقاً درست نہین حافظ ابو الفضل زین الدین عراقی نے الفیہ کی شرح مین اسکی
تاویل کر کے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہین جو صالح ہین مگر عالم نہین اور نہ جائز و ناجائز
مین فرق کر سکتے ہین اور اسی پر وہ خبر بھی دلالت کرتی ہے جسکو ابن عدی اور عقیلی نے اپنے
صحیح اسناد سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے کہ مین نے منتسبین الی الخیر کے برابر جھوٹا کسی مین
نہین دیکھا یا یہ مراد ہوگی کہ صالحین کو حسن ظن ہوا کرتا ہے اور ان کا سینہ صاف رہتا ہے تو وہ جو
سنتے ہین اسکو سچ جان کر اُسکے کذب و صدق مین تمیز ہی نہین کرتے صحیح مسلم شریف کے مقدمہ
مین بعد نقل قول قطان کے کہ جھوٹ صوفیہ کی زبانون پر جاری ہوجاتا ہے اگرچہ وہ قصداً جھوٹ
نہ بولتے ہون نووی کہتے ہین کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ وہ لوگ صناعت حدیث بغور نہین دیکھتے تھے
لہذا اُن کی روایتون مین خطا ہوجاتی ہے اور وہ اُسے نہین پہچان پاتے ہین شیخ ابو الحسن ابن
قطان نے اپنی کتاب الوہم و الایہام مین لکھا ہے کہ ہر شخص صالح حدیث مین ثقہ نہین ہوتا بلکہ
بعضون کا قول ہے کہ صالحین سے زیادہ جھوٹا کوئی اور ہوتا ہی نہین کیونکہ اُن کے قلوب صاف
ہوتے ہین اور جس سے حدیث وہ روایت کرتے ہین اس سے گمان نیک رکھتے ہین چونکہ
وہ اپنی مشغولیون مین زیادہ گرفتار ہوتے ہین لہذا ضبط اور حفظ حدیث کی اُن کو فرصت نہین ملتی
جیسا کہ زیلعی نے بھی اس کو نقل کیا ہے پھر قتاشی کا قول کہ جس امر پر حافظ عراقی کا قول دلالت
کرتا ہے اور اسی کی طرف ابن جوزی اور نووی بھی گئے ہین یہ ہے کہ ارباب صلاح کی دو قسمین
ہین ایک وہ جو حقیقت اور صورت دونون مین صالح ہین دوسرے وہ جو صورتاً ہی صالح ہین
حقیقتاً نہین پھر حضرت شیخ اکبر امام الحکم المربوط مین بعد بیان آیہ کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین[1]
کے لکھتے ہین کہ قرابت دو قسم کی ہوتی ہے ایک قرابت طینی یعنی قرابت نسبی دوسری قرابت دینی
اسیطرح مومنین بھی بہت سے مراتب پر منقسم ہین منجملہ اُن کے ایک مرتبہ تصوف ہے جسکو ایک
گروہ نے لیا ہے اُنھین کو صوفیہ کہتے ہین جنھون نے آخرت کو دنیا اور حق کو خلق پر اختیار
کرلیا ہے اور کوئی گروہ مرتبہ مین ایسا نہین ہے جو اس مرتبہ سے آگے ہو وہان سے خالی ہوجائے
یا وہ طالب صادق حقیقت ہوگا یا مدعی اور کسی گروہ کی قرابت اس گروہ کے ساتھ جو اس مرتبہ
مین ہو یا صرف صورتاً ہوگی تو اس قرابت کے وہی مدعی ہون گے جن کے پاس دعوے ہی

---

[1] اور ڈرا تو اپنے خاص عزیزون کو ۱۲ منہ

دعوی ہو گا حقیقت کا پتہ نہو گا یا صورتاً و معناً دونوں ہونگے یہی محققین ہونگے الغرض اگر یحیی
بن سعید کا مطلب کذب حدیث سے یہ ہے کہ صوفیہ نے اس حدیث کو شروع ہی سے بنا لیا ہے
تو معنی اول مقصود ہونگے اسواسطے کہ یہ امر انھیں صوفیہ سے ہو گا جو صرف صورتاً صوفی کہلاتے
ہیں صورتاً تمیز ان کو کچھ نہیں ہوتا کیونکہ جن میں امر حقیقی ہوتا ہے وہ برابر اسکی کوشش رکھتے
ہیں کہ ان سے کوئی خلاف بات یا مکروہ تنزیہی بھی واقع نہو چہ جائیکہ کبائر خرافات عمداً کیونکہ وہ جانتے
ہیں کہ جھوٹ بڑی چیز ہے اور اسکا نتیجہ بھی برا ہوتا ہے اور اگر جھوٹ سے مطلب جھوٹی حدیث
کی روایت ہے تو دوسرے معنی مراد ہونگے لیکن غالباً ان کا حسن ظن ہر شخص سے ہو اسی
مظنہ ترویج کذب کا باعث ہوا ہو گا جبکہ وہ غیر ثقہ سے روایت کریں اور جب ثقہ سے روایت
کریں تو کچھ نہیں اور درصورت غیر ثقہ سے بھی روایت کرنے کے اگر وہ مشہور ضعیف ہو تو زاہد
اس سے روایت کرنے میں غیر کے مثل ہو گا اس حیثیت سے کہ وہ حدیث اس ضعف کے
سبب سے اور بھی ضعیف ہو جائیگی گرچہ راوی اس سے معتبر ذہین و حافظہ والا ہو اور وہاں
کوئی اس نقصان کا جبر کنندہ نہو اگرچہ مجہول الحال ہو تو اسوقت میں فرق حافظ غیر زاہد و زاہد
غیر حافظ میں واضح ہو جائے گا کیونکہ حافظ راوی کا حال ظاہر کرنے کے درپے ہو گا ایسا کہ
جب وہ اس سے روایت کرے گا تو اس روایت میں تنقیح یا اس راوی میں جرح یا تعدیل
ضرور کریگا بخلاف زاہد کے کہ وہ بلا تفتیش روایت کر دیتا ہے حافظ ابونعیم جو بقول تاج الدین
سبکی جامع فقہ و حدیث و تصوف کے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ
آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ جو شخص دنیا میں زہد کرتا ہے اللہ اسکو بغیر استاد کے علم سکھاتا
اور بلا ہادی کے راہ دکھاتا ہے اور بینا کر کے اسکی نابینائی کھو دیتا ہے اور روایت یہ جامع
سیوطی میں بھی ہے اور اسکو دیلمی نے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں ضعف ہے نیز ابونعیم نے
ابراہیم اشعث سے جو ثقہ اور لین الحدیث تھے روایت کی ہے اور انھوں نے فضیل بن عیاض
سے انھوں نے عمران ابن حسان سے انھوں نے حضرت خواجہ حسن بصری سے مرفوعاً روایت کیا
کہ جس شخص نے دنیا میں زہد کیا اور اپنی امیدیں کم کیں تو اللہ اسکو بغیر تحصیل علم عزت کریگا
گویا یہ روایت حضرت حسن البصری کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے اور یہی سے قریب قریب
نے کتنی مجروح میں روایت کی ہے اور ابن ماجہ نے بسند ضعیف اور ابو داؤد نے اسکو بیہقی
نے زہد میں ابو داؤد کی طرف منسوب کیا ہے اور ابن سعد و طبرانی اور ابونعیم نے حلیہ میں ر

قشیری نے رسالہ مین اور بیہقی نے شعب الایمان مین اور ابن عساکر نے ابی خلاد سے اور طبرانی
اور بیہقی نے ابی ہریرہ سے مرفوعاً کہ جسوقت تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ دنیا مین زہد کرتا اور کم
بولتا ہے تو اُس کے قریب جاؤ وہ تم کو حکمت سکھلائیگا اور یہ حدیث بھی کہ جس نے پڑھا اور
عمل کیا اللہ تعالیٰ اُسکو وہ بات تعلیم فرمائے گا جو وہ نہین جانتا ہے اس کے راوی ابو الشیخ ہین
اور یہ حدیث کہ جس نے اپنے علم پر عمل کیا اُسکو اللہ وہ علم دیگا جو وہ نہین جانتا ہے اسکو ابو نعیم نے
حلیہ مین حضرت انس رضہ سے روایت کیا مگر ضعیف کہا ہے اور یہین سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ
علیہ کا قول کہ داؤد طائی نے پڑھا اور عمل کیا اللہ نے اُن کو اسکے عوض وہ علم دیا جو وہ نہین
جانتے تھے اسکے راوی ابن عقدہ اور ابو القاسم ہین اور اسی قبیل سے حدیث اتقوا[1] فراسة
المومن فانہ ینظر بنور اللہ ہے اسکو ایک گروہ ائمہ نے ایک جماعت صحابہ سے باسناد حسنہ
وضعیفہ تقویت یافتہ روایت کیا ہے اور وہ حدیث بھی جسکے متعلق دارمی کہتے تھے کہ مجھ سے
محمد بن مبارک نے ان سے یحییٰ بن حمزہ نے اُن سے ابو سلمیٰ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی بات ایسی پیدا ہوئی جو کتاب اور سنت مین نہو تو کیا کرنا چاہیے آپنے
فرمایا کہ اسوقت مسلمانان عبادت گذار غور کرین تو جو شخص زاہد حقیقی ہوگا وہی بمضمون ارشاد نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم اس قول کا مصداق ہوگا کہ وہ اپنی خواہش اور ارادہ سے نہین بولتا
اُسی سے پوچھا جائے یعنی اگر وہ حدیثین جنکو زاہد مجہول شخص سے روایت کرے اور وہ کسی اور
چیز کو بھی شامل ہین تو اُسکو اللہ تعالیٰ حسب مقتضاے وعدہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مصرح بتعبیر الٰہی
کردیگا تو اگر اُسکے نزدیک خدا کے دکھانے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ حدیث صحیح قبول کرلینے
کے قابل ہے تو وہ اُسکی تصدیق کردیگا اور اور لوگون کو بھی اُسکی روایت کی ترغیب کریگا اور اگر
اُسکے نزدیک اس کا حدیث موضوع ہونا ثابت ہوگا تو ویسا کہدیگا تو اب یہ بات معلوم ہوئی کہ حافظ
منذری اور یحییٰ بن سعید قطان کے اقوال مطلقاً غیر مقبول ہین نیز جب حدیث مذکور سے یہ بات
ثابت ہوگئی کہ زاہد حقیقی کو اللہ تعالیٰ بینا کردیتا ہے تو ابن مندہ کے کلام کے معنی زاہد حقیقی کے
بارہ مین یہ ہونگے کہ سندون مین سے جب کسی زاہد کے پاس کوئی حدیث پاؤ تو اپنا ہاتھ اُس
حدیث سے دھو ڈالو یعنی اُسکو متبرک اور مطہر سمجھو کیونکہ وہ باطنی پاک کرنے والی چیز ہے اس لیے
کہ زاہد امر خیر ہی روایت کریگا یا جو اُسکے نزدیک اللہ کے دکھانے سے صحیح اور مہمات دینی

---

[1] ڈرو فراست مومن سے کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے ۱۲ منہ

سے بھی کسی نہ کو حاصل ہوگی تو ایسے ہی حدیث اُس شخص کی ظاہر اور باطن کی بھی پاک کرنے والی
ہوگی اب جو شخص اُس حدیث پر عمل کیسے پا سکے کہ اسمیں طہارت معنوی ہے جیسے کہ زاہد معنوی نہ
حقیقی وغیرہ کے معنی تم بیان کئے گئے تو یہی ہو سکتا ہے کہ جو اُس نے ارادہ کیا ہو وہی ہو مگر ہمیں تنبیہ ہوا یہ
اور جس طرح کہ تصوف معنوی میں ایک فرقہ ترغیب و ترہیب کے لیے حدیث بنانے میں مبتلا ہے جیسے متصوفہ عشقیہ میں بھی
ایک گروہ ہے جو اپنے مذہب کی مدد اور ترویج میں مبتلا رہتا ہے جو اہل حقیقت کے نزدیک ان دونوں
میں کسی کا کوئی اعتبار نہیں حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ اس میں زاہدوں کے ساتھ فقیہ بھی
شریک ہیں جنہوں نے اس خبر کی نسبت جس پر قیاس دلالت کرتا ہے آنحضرت صلعم کی طرف
جائز کر دی ہے اور ابو العباس قرطبی صاحب مفہم کا قول ہے کہ بعض فقہائے اہل الرائے
نے اس حکم کو جس پر قیاس دلالت کرتا ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا
بصورت قولیہ کے جائز کر دیا ہے چنانچہ یہ لوگ کہدیتے ہیں کہ قال رسول اللہ اسی وجہ سے
اُن کی کتابوں میں بیشتر ایسی ہی حدیثیں ہیں جن کی خبریں ہیں جنکا موضوع ہونا ظاہر ہے کیونکہ اُن
لوگوں نے اُن کی سندیں لکھی ہی نہیں انکا تعلق آپ اجلتا ہمیں و حضرت جناب امیر کرم اللہ
وجہہ کے ہمنشیں مرشدین ستے تھے اور بڑے صاحب کرامات و خوارق عادت آپکے سلسلہ
میں بڑے بڑے بزرگوار دیکھے ہیں ایسا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ باوجود اتحاد
کل اور جامعیت ظاہری و باطنی کے طریقت میں آپ سے بھی انتساب رکھتے تھے حضرت شیخ
رکن الدین علاء الدولہ سمنانی چہل حدیث میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت جناب امیر کرم اللہ
وجہہ اونٹ پر سوار کہیں تشریف لیے جاتے تھے تو حضرت نے آپ کو بھی اپنی ہمراہی میں لے لیا
اور یہ معمول تھا کہ جب حضرت کو علوم و اسرار کا شغل معلوم ہوتے تھے تو آپ کو اپنے رو برو بٹھا کر
اُن کو بیان فرماتے تھے اور کبھی یہ بھی ہوتا تھا کہ آپ ہی پوچھنے لگتے تھے اور حضرت اُس سے
جو بات ارشاد فرمانا شروع کر دیتے تھے ایک بار آپنے پوچھا کہ حقیقت کیا چیز ہے فرمایا کہ تمکو حقیقت
سے کیا کام ہے آپ نے عرض کیا کہ چونکہ حضور مجھ سے ایسے امور اکثر ارشاد فرماتے ہیں اسوجہ سے
ایسی جرأت ہوئی حضرت نے فرمایا کہ بیشک جب میرے سینہ کی دیگ میں جوش آتا ہے تو میں
تم سے کہدیتا ہوں اُنھوں نے عرض کیا کہ حضور کی ذات ایسی ہے کہ یہاں سے سائل محروم نہیں
رہ سکتا حضرت مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا کہ حقیقت کہتے ہیں جلالت اور بزرگی حق کے
کشف و اظہار کو بلا اشارہ کیونکہ اشارہ جس الامر میں دوئی اور غیریت کو مقتضی ہے اور وہ واقعہ

باطل ہے آپ نے عرض کیا کہ اسکو واضح طور پر ارشاد فرمایئے تب حضرت نے فرمایا کہ امر موہوم
وخلاف واقع کو محو کر دینا کہ عالم کا وجود اضافی ہے اور حق کے علاوہ اور اد معلوم و محقق کا جاننا
کہ جس سے مراد حق کا وجود ہے آپ نے عرض کیا کہ اس کو اور واضح طور پر ارشاد فرمایئے تب حضرت
نے فرمایا کہ پوشیدہ بات سے پوشیدگی دور کرنا غلبہ سر کے وقت پھر اُنھوں نے عرض کیا کہ اور
وضاحت فرمایئے تب حضرت نے پھر ارشاد فرمایا کہ احدیت کا جاذبہ توحید کی صفت کے ساتھ پھر
اُنھوں نے عرض کیا کہ اور وضاحت فرمایئے پھر حضرت نے فرمایا کہ ایک نور ہے جو صبح ازل
سے چمکتا ہے اور توحید کی صورتوں کے ہیکلوں پر اس نور کے آثار ظاہر ہوتے ہیں پھر اُنھوں
نے عرض کیا کہ اور وضاحت فرمایئے تب حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اب چراغ بجھا دو کیونکہ اب
صبح ہو گئی اور چراغ کی ضرورت باقی نہیں رہی اس لیے کہ حقیقت اپنے ظہور میں بیان کی محتاج
نہیں ہے صاحب مراۃ الاسرار نے ان ارشادات کا ترجمہ بہت تفصیل سے لکھا ہے اور شیخ
عبدالرزاق کاشی نے بھی اس کی تشریح کافی طور سے کی ہے اور حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی
بھی چہل مجلس میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے آپ سے
مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ اے کمیل اور پھر اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس مقام
پر بہت سے علوم ہیں کہ جن کا اہل میں کسی کو نہیں پاتا کہ اس سے بیان کروں جن لوگوں میں عقل
و سمجھ معلوم ہوتی ہے اُن کی نسبت خیال ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس علم کو دنیا اور جاہ حاصل
کرنے کا ذریعہ بنائیں گے اور جن لوگوں میں دینی حمیت اور ترک جاہ کی کیفیت معلوم ہوتی ہے
اُن کی عقل اور سمجھ ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ وہ اُن علوم کو سمجھ سکیں اور کوئی شخص ایسا نہیں معلوم ہوتا
کہ جس میں یہ دونوں باتیں جمع ہوں مگر خداوند عالم سے امید ہے کہ وہ زمین کو ایسے لوگوں سے
خالی نہیں رکھے گا کہ جن کے دل اُن علوم سے روشن ہوں گے اور ایسے لوگ شمار میں کم ہوں گے
مگر درجہ میں سب سے زیادہ ہوں گے پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ واشوقاہ الی لقائھم آپ
تمام غزوات میں بلکہ ہر وقت حضرت کے حضور میں حاضر رہا کرتے تھے اور حضرت کی شہادت کے
بعد سے گوشہ نشین ہو گئے تھے اور جو کچھ تعلیم آپ نے حضرت سے پائی تھی اسی میں مشغول رہتے اور
مریدین صادقین کو تعلیم دیا کرتے تھے عبدالملک بن مروان کے زمانہ سلطنت تک آپ زندہ رہے
اور سنہ بیاسی ہجری میں حجاج بن یوسف ثقفی کے ہاتھ سے شہید ہوئے رحمۃ اللہ علیہ

حال حضرت قدوۂ علماء تابعین و صفوۂ فقہاء محدثین حامل امانات سروری خواجہ ابو سعید الحسن بن ابی الحسن یسار البصری رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو محمد اور ابو سعید تھی سفینۃ الاولیا میں ہے کہ آپ گوہر فروش تھے اسی لیے آپ کو حسن لولوی بھی کہتے تھے تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ آپ سادات تابعین اور بزرگان کاملین سے اور جامع علم و عمل و زہد و ورع و عبادۃ تھے آپ کے والد زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے غلام تھے حافظ مجدالدین ابوالسعادت مبارک بن محمد بن محمد عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری الموصلی مشہور با بن الاثیر نے جامع الاصول کے فن اسماء الرجال میں آپکے حال میں لکھا ہے کہ آپ کی کنیت ابو سعید اور نام حسن بن ابی الحسن ہے اور ابی الحسن کا نام یسار بفتح یا تحتیہ و تخفیف سین مہملہ تھا یہ قیدیان میسان سے تھے اور میسان بفتح میم و سکون یا و سین مفتوحہ ایک شہر کا نام ہے بصرہ کے حوالی میں کذا فی تاریخ ابن خلکان اور انسان العیون میں ہے کہ آپ کے والد ان قیدیوں سے تھے جنکو حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قید کر کے لائے تھے اور صحیح کاشف کی عبارت یہ ہے کہ حسن بن ابی الحسن امام ابو سعید زید بن ثابت کے غلام تھے اور بعضے کہتے ہیں کہ جمیل بن قطبہ کے اور یسار کو ربیع بنت النضر نے آزاد کیا تھا آپکی والدہ کا نام خیرہ تھا وہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لونڈی تھیں آپ جب پیدا ہوئے تو حضرت عمر کے زمانہ خلافت کے دو برس باقی تھے اور یہی ابن جوزی اور نووی و ذہبی و دمیاطی و ترمذی و دمیری و ابن خلکان و ابن حجر و یافعی وغیرہم نے بھی لکھا ہے نفحات الانس میں ہے کہ آپ کی ولادت سنہ اکیس میں ہوئی تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے گئے آپنے فرمایا کہ اس کا نام حسن رکھو یہ بچہ خوبصورت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کی پرورش اور نگہداشت کرتی تھیں اور اکثر یہ دعا کیا کرتی تھیں کہ الٰہا اسکو مقتدائے خلق کر اس دعا کی برکت ایسی ہوئی کہ انھوں نے ایکسو تیس صحابہ کو پایا جنمیں ستر بدری تھے اُن کو ارادت بھی حضرت امام حسن علیہ السلام سے تھی اور اور علوم میں بھی انھیں کی طرف استناد تھا تحفہ میں لکھا ہے کہ آپ کو ارادت حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے تھی اور آپنے خرقہ بھی انھیں سے پایا حضرت فضیل بن عیاض کہتے تھے کہ میں نے ہشام بن حسان سے پوچھا

کہ حضرت حسن بصری نے کتنے صحابیون کو دیکھا اُنھون نے کہا ایکسو تیس کو اور دمیاطی نے کشف المغطے
مین لکھا ہے کہ حضرت حسن نے ایکسو تیس صحابیون سے ملاقات کی اور ابن حبان ثقات مین
لکھتے ہین کہ اُنھون نے ایک سو بیس صحابیون کو دیکھا اسی کے تابع ابن ناصر الدین بھی تبیان
مین ہین اور مولانا جامی شواہد النبوۃ مین لکھتے ہین کہ بعضے کہتے ہین کہ ایک سو تیس کو دیکھا اور
ملا علی قاری شرح شمائل ترمذی مین حضرت فضیل بن عیاض سے روایت کر کے لکھتے ہین کہ حضرت
حسن بصری نے ایک سو تیس صحابہ کو پایا اور مستند اہل حدیث و صوفیہ شیخ ابو طالب مکی قوت القلوب
مین لکھتے ہین کہ آپ نے ستر صحابہ بدریین سے ملاقات کی اور تین سو صحابیون کو دیکھا اور حضرت عثمان و حضرت
علی رضی اللہ عنہما کو بھی دیکھا اور ان حضرات کو بھی جو عشرۂ مبشرہ مین سے اُن کے زمانہ مین باقی
رہے تھے آپ بصرہ مین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آئے بر قول علامہ ولی الدین
محمد بن عبد اللہ بن محمد خطیب تبریزی اور اُنھون نے یہ اسماء الرجال مشکوۃ مین لکھا ہے اور بخاری
نے بھی اپنی تینون تاریخون کبیر اور وسیط اور صغیر مین علامہ ابن خلکان لکھتے ہین کہ ایک بار
آپکی والدہ کسی کام کو گئین تھین اور آپ رو رہے تھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بہلانے
کی غرض سے اپنے پستان آپکے منھ مین دیدیے علماء کہتے ہین کہ یہ حکمت اور فصاحت سب
اُسی کی برکت سے تھی ابو عمرو بن العلاء کہتے تھے کہ مین نے آپ اور حجاج سے زیادہ فصیح
آدمی نہین دیکھے لوگون نے پوچھا کہ پھر ان دونون مین زیادہ کون فصیح تھا تب علاء نے آپ کا
نام لیا تاریخ ابن خلکان مین ہے کہ اُنھون نے وادی قری مین نشو و نما پایا اور یہ بصرہ کے
خوبصورتون مین سے تھے ایک بار اپنے گھوڑے پر سے گر پڑے تو ناک پر چوٹ لگی اور تہذیب التہذیب
مین بھی یہی ہے مگر علامہ ذہبی نے اپنے طبقات مین ان کے حال مین لکھا ہے کہ اُنھون نے
مدینہ مین نشو و نما پایا یہ غالباً کاتب کی لغزش معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ روایات صحیحہ کے مخالف
ہے ان کا وادی قری مین جانا بعد زمانہ جمل البتہ پایا جاتا ہے جیسا کہ شیخ علی بن المدینی وغیرہ
کے کلام سے معلوم ہوتا ہے علمائے محدثین کبار کے نزدیک یہ ثقہ اور مامون اور شیخ زمان و
امام ائمۂ دوران سے تھے شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی کواکب الدراری شرح صحیح بخاری
مین اُن کے حال مین محمد بن سعد سے نقل کر کے لکھتے ہین کہ یہ جامع علم و عمل الکمال ظاہر و باطن حسن
صورت و سیرت و فقیہ ثقہ عابد کثیر العلم فصیح اجمل تھے اہل بصرہ ان کی جلالت اور علم و زہد و فصاحت
مین فائق ہونے پر متفق تھے خطیب تبریزی کہتے تھے کہ اُنھون نے روایت حدیث حضرات

صحابہ مثل ابو موسیٰ اشعری و انس ابن مالک و ابن عباس وغیرہم سے بھی کی اور اکثر تابعین و تبع تابعین نے
اُن سے روایت کی یہ اپنے وقت میں علم اور زہد و ورع اور عبادت میں امام تھے۔ ابن اثیر کہتے
تھے کہ یہ صحابہ میں ابی بکرہ ثقفی اور انس اور سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے
تھے اور ان سے ایک جماعت کثیرہ تابعین و تبع تابعین کی روایت کرتی تھی اور یہ ہر علم و فن و زہد و ورع و
عبادت میں امام وقت تھے اور ترمذی اپنے جامع کے کتاب العلل میں کہتے ہیں کہ مجھ سے
حدیث بیان کی سوار بن عبد اللہ عنبری نے یحییٰ بن سعید قطان سے وہ کہتے تھے کہ حسن بصری
نے اپنی جس حدیث میں قال رسول اللہ کہا تو اس حدیث کی ہم نے اصل پائی سوا ایک یا
دو حدیثوں کے جن کی اصل البتہ معلوم نہیں ہوئی فائدہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ سوار کے متعلق جو
سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ یہ کوئی چیز نہ تھے تو شیخ تقی الدین کہتے تھے کہ یہ ان کا صریح وہم
ہے اس واسطے کہ یہ سوار جو ترمذی کے شیخ ہیں وہ سوار بن عبد اللہ بن قدامہ تھے جن کا انتقال
۲۴۵ھ میں ہوا حسب روایت ابو داؤد و نسائی اور ایک جماعت کے اور نسائی کا قول ہے
کہ یہ ثقہ تھے اور ابن حبان نے بھی ان کو ثقات میں لکھا ہے اور جس سوار کی جرح سفیان نے
کی ہے وہ سوار بن عبد اللہ بن قدامہ متقدم الطبقہ تھے اور صاحب تخریج نے بھی اس کلام کو
اپنی کتاب میں ابن جوزی پر تعقب کرنے کے لیے نقل کیا ہے۔ ذکر قائل کلام کے شیخ جمال الدین
مزی تہذیب الکمال میں کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کو زمانہ طفولیت میں حضرات صحابہ
کے حضور میں بھیجا کرتی تھیں اور وہ آپ کو دعا دیا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت عمر کی خدمت میں بھیجا
تو انھوں نے دعا دی کہ یا اللہ اسکو دین کا عالم کر اور لوگوں کا محبوب بنا علامہ سیوطی تحفۃ الفرق
میں لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کو عسکری نے بھی کتاب المواعظ میں اپنی سند سے روایت کیا ہے
جسکی عبارت یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ اُن کو صحابہ کے پاس بھیجتی تھیں اور وہ ان کے واسطے
دعائے برکت کرتے تھے اور حماد بن زید عقبہ بن ابی ثبیت سے نقل کرتے ہیں کہ میں ابو
ابی بردہ کے پاس بیٹھا تھا کہ کچھ ان کا تذکرہ چلا بولے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے سنا کہ میں نے
اصحاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ان کے مشابہ اس شیخ یعنی حضرت حسن بصری سے
زیادہ کسی کو نہیں پایا اور جریر بن حازم حمید بن ہلال سے نقل کرکے بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو قتادہ
نے کہا کہ الزموا [illegible] تہذیب التہذیب میں ہے کہ اگر [illegible]

---

[1] تذکرہ ان بزرگ یعنی حضرت حسن بصری کا [illegible]

ر أیا بعمر بن الخطاب منہ یعنی الحسن البصری اسکے راوی ابن ابی شیبہ ہین اور اسکی سند بھی صحیح ہے اور قرہ بن خالد جو ائمہ تبع تابعین سے تھے کہتے تھے کہ کسی کو حسن پر غالب ہونے کی خواہش نہین کرنا چاہیے کیونکہ ان کی رائے سنت وصواب ہے اسکے راوی ابو داؤد این قوت القلوب مین ہے کہ ابو قتادہ عدوی کہتے تھے کہ لازم کرو ان بزرگ کی محبت کو خدا کی قسم مین نے کسیکو صحابہ ؓ سے اشبہ ان سے زیادہ نہین پایا اور ابن ابی شیبہ کہتے تھے کہ مجھ سے حسن بن موسیٰ بیان کرتے تھے کہ مین نے زہیر ابن ابی خیثمہ کو کہتے سُنا کہ ان سے ابو اسحاق ہمدانی کہتے تھے کہ آپ اصحاب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے ابو ہلال راسبی خالد بن رباح ہذلی سے نقل کرتے تھے کہ حضرت انس بن مالک سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ مولانا حسن سے پوچھو لوگون نے کہا کہ یا ابو حمزہ ہم تو آپ سے پوچھتے ہین اور آپ کہتے ہین مولانا حسن سے پوچھو اُنھون نے پھر فرمایا کہ مولانا حسن سے پوچھو کیونکہ اُنھون نے بھی سُنا اور ہم نے بھی سنا مگر اُنھون نے یاد رکھا اور ہم بھول گئے تو حضرت انس ایسے صحابی جلیل انصاری خادم خاص حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم جو اس فخر سے مخصوص تھے اُن کا آپ کی نسبت مولانا فرمانا اس سے زیادہ اُن کے لیے اور کیا فخر ہو سکتا ہے اور یہان مولانا بمعنی سید ہے بقرینہ منقبت مدح اس قصہ کو ابن ابی شیبہ نے بھی اسی سند سے نقل کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے اور اسی سے صاحبان صحاح ستہ بھی حجت لائے ہین اور کل ائمہ نے اسکی توثیق کی ہے اگرچہ ابو ہلال کو بعض نے اپنے تشدد سے ضعیف لکھا ہے لیکن جماعت ائمہ نے اُن سے روایت کی جن مین ابن المبارک اور وکیع اور ابن مہدی بھی تھے اور ظاہر ہے کہ حدیث ثقہ ہی سے روایت کی جاتی ہے اور ابن معین کہتے تھے کہ وہ سچے تھے اور دوسری جگہ اُن کے متعلق کہا ولیس بہ بأس اور اُن کی توثیق ابو حاتم اور ابو داؤد نے بھی کی ہے اور بخاری نے اُن سے روایت تعلیقاً جزء القراۃ مین کی ہے اور سلمان[؟] اور خالد نے بھی اور ابن حبان نے کتاب الضعفا مین لکھا ہے کہ خالد قدری اور کثیر الغلط تھے اور لائق حجت نہ تھے پھر ثقات مین لکھا ہے کہ ان سے سعید بن زید روایت کرتے تھے اور قطان کہتے تھے کہ یہ ثقہ ثبت الروایت تھے اور ابن معین کا بھی قول ہے کہ یہ ثقہ تھے اور ابو حاتم کے نزدیک یہ صالح الحدیث تھے اور اُن کا مرتبہ صادقین کا سا تھا ابن عدی کہتے تھے کہ میرے نزدیک بھی ان مین کوئی مضائقہ نہین ہے اور ان سے ایک گروہ نے حدیث روایت کی ہے از انجملہ

سلہ اور مین کچھ مضائقہ نہین ۱۲ منہ

وکیع اور قطان تھے اب اگر کوئی کہے کہ یہ حضرت انس کا قول کیسے باوجود اُن کے حفظ وضبط و
اتقان کے صحیح ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ وہ بوڑھے ہوگئے تھے اور انسان
پر اکثر اس عمر میں نسیان طاری ہوجاتا ہے جیسا کہ ایک جماعت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے
جن میں سب کے اول امام احمد اور آخر خطیب تھے کہ اُنھوں نے کفایہ میں بسند صحیح عبدالرحمن
بن ابی لیلی سے اور اُنھوں نے زید بن ارقم سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے کہ ہم لوگ جب حضرت
انس کے پاس آتے اور کہتے کہ کوئی حدیث بیان کیجیے تو وہ کہتے تھے کہ ہم تو بوڑھے ہوے
بھول گئے اور حدیث رسول اللہ نقل کرنا بہت عظیم امر ہے یعنی اس میں احتیاط چاہیے آسان
بات نہیں ہے اور حازمی کتاب ناسخ ومنسوخ میں ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ ابن المسیب
نے حضرت انس سے حضرت ابن عمر کا قول قنوت فجر کے متعلق بیان کیا تو اُنھوں نے کہا کہ ابن عمر نے
اپنے والد کے ساتھ قنوت پڑھی لیکن وہ بھول گئے حازمی کا قول ہے کہ حضرت انس کہا کرتے تھے
کہ ہم تو بوڑھے ہوے بھول گئے اب سعید ابن المسیب کے پاس آیا جایا کرو اور اُن سے پوچھا کرو
اور حاکم اور بیہقی نے بسند صحیح یحیی بن سعید سے نقل کیا کہ حضرت ابن عمر سے جب کوئی مسئلہ پوچھا
جاتا تھا اور وہ اُن پر مشتبہ ہوجاتا تھا تو فرماتے تھے کہ سعید ابن المسیب کے پاس جاؤ کہ وہ صالحین
کے پاس بیٹھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ سے بھی حضرت انس کے بارہ میں یہی سنا گیا ہے باینہمہ کہ
صحیحین وغیرہ میں آپ کی روایت حدیث شفاعت کی حضرت انس سے شاہد جید ہے اور یہی
حال حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید اور بکر بن خنیس وغیرہما کا ہے جو کبار صوفیہ سے تھے اور اگر
اُن سے بہ حجت بینہ کوئی بات ایسی ثابت ہوجائے کہ جس سے اُن کا نسیان روایت ظاہر
ہوجائے تو محدثین ظاہر یہ پھر اُن لوگوں کو ایسے امور سے بالکل معاف و بری ہی سمجھیں معاذ اللہ
سنا قاسم ابن فضل حدانی عمر بن مرہ سے نقل کرکے کہتے تھے کہ میں بصرہ والوں پر ان دو بزرگوں
کی وجہ سے غبطہ کرتا ہوں ایک حضرت حسن بصری دوسرے ابن سیرین اور موسیٰ بن اسمعیل معتمر بن
سلیمان سے نقل کرتے تھے کہ اُن سے اُن کے باپ آپ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ یہ شیخ اہل بصرہ تھا
اور عبدالرزاق معمر[1] سے نقل کرکے کہتے تھے کہ مجھ سے عمرو ابن دینار کہتے تھے کہ ابو الشعثا تمہارے
نزدیک زیادہ عالم ہیں یا حسن میں نے کہا کہ آپ کی کیا رائے اس بارہ میں ہے اُنھوں نے

---

[1] جامع الاصول میں یہ لفظ رے کی تشدید سے ہے مگر قاعدہ دو نقطہ لکھنے والوں کے تصرف سے معلوم ہوتا ہے اس سے
اور بعض نسخوں میں نہیں دیکھا گیا اور صواب بتخفیف ہے ۱۲ منہ

کہا کہ ہمارے یہان تو بعضون کا مقولہ یہ ہے کہ حسن ابن عباس سے زیادہ عالم ہین حالانکہ حسن
ابن عباس کے لڑکون کے برابر تھے پھر مین نے کہا کہ ابو الشعثا بھی حسن کے لڑکون کے
مقابلہ مین تھے تب اُنھون نے کہا کہ ہان وہ میرے نزدیک تو اُن سے زیادہ عالم نہ تھے عبد الرزاق
کہتے تھے کہ مین نے معمر سے کہا کہ تم نے حد سے بڑھا دیا تو وہ کہنے لگے کہ سائل بھی تو حد سے
بڑھ گیا لہذا جیسا سوال تھا ویسا جواب ہوا محمد بن سعد کہتے تھے کہ علما کا قول ہے کہ آپ عالم جامع
و رفیع و فقیہ مامون عابد ناسک کثیر العلم فصیح جمیل وسیم تھے حافظ ابن کثیر نے کتاب البدایۃ والنہایۃ
مین ان چیزون مین سے بعض کو نقل کر کے لکھا ہے کہ قتادہ کہتے تھے کہ مین نے حسن بصری سے
زاہد فقیہ نہین دیکھا اور یونس بن عبید کہتے تھے کہ جو شخص حسن بصری کو دیکھتا تو چاہے اُنکی بات
نہ سنتا یا اُن کا عمل نہ دیکھتا لیکن اُن سے منتفع ضرور ہوتا محمد بن فضیل عاصم احول سے نقل کرتے
تھے کہ اُنھون نے شعبی سے کہا کہ تم کو کچھ ضرورت تو نہین ہے مین بصرہ جاتا ہون وہ کہنے لگے ہان
جب بصرہ جانا تو حسن بصری سے میرا سلام کہنا مین نے کہا مین اُن کو نہین پہچانتا کہنے لگے کہ جب
بصرہ جانا تو جو شخص خوبصورت اور باہیبت تمھین نظر آئے اُسکو میرا سلام کہنا چنانچہ جب مین
بصرہ مین آیا اور مسجد مین گیا تو آپ کو دیکھا کہ لوگ آپکے گرد بیٹھے تھے مین نے جا کر پہلے خود سلام کیا
پھر شعبی کا سلام عرض کیا قریش بن حیان عجلی عمرو بن دینار سے نقل کر کے کہتے تھے کہ مین نے قتادہ
کو کہتے سنا کہ علماء زمانہ مین حسن بصری سے کسی کو مین نے افضل نہین دیکھا سوا اس کے کہ جب اُنکو
کوئی امر مشکل پیش آتا تھا تو وہ سعید بن المسیب سے لکھ کر پوچھ لیا کرتے تھے یہ غالبا علم شرائع اور سنت
احکام مین ہوگا گر اس سے ابن المسیب کی تفضیل آپ پر کلیات باطنیہ اور کثرت خیرات ومبرات
عند اللہ مین لازم نہین آتی ممکن ہے کہ ان کی آخر عمر مین ابن المسیب اور ان کے اقران علماء آفاق
کو آپ پر فوقیت ہو گئی ہو کسی کا مقولہ ہے کہ فضیلت اُسی کو ہوتی ہے جو متاخر ہوتا ہے واللہ اعلم
قتادہ کا ایک بار کا قول یہ بھی ہے کہ ہم نے ابن المسیب سے زیادہ عالم نہین دیکھا پھر دوسرا
قول ہے کہ مین نے حسن سے زیادہ فقیہ نہین دیکھا غالب قطان بکر بن عبد اللہ مزنی سے نقل کرتے
تھے کہ جسکو ہمارے زمانہ کا اعلم علما دیکھنا منظور ہو وہ حسن بصری کو دیکھے اور حماد بن سلمہ
قتادہ سے نقل کر کے کہتے تھے کہ حسن بصری سے زیادہ کوئی کامل المروت نہ تھا اور تہذیب التہذیب
مین ہے کہ یونس کہتے تھے کہ مین نے کسی کو اقرب القول من الفعل حسن بصری سے زیادہ نہین دیکھا
اسحٰق بن سفیان رازی ابی جعفر رازی سے وہ ربیع بن انس سے نقل کرتے تھے کہ مین حضرت

حسن بصری کے پاس دس برس گیا اور ہر دن وہ باتین سنین جو اس سے قبل کبھی نہین سُنی
تھین اور ابو احمد بن عدی صاحب کامل کہتے تھے کہ مین نے حسن بن عثمان سے سُنا وہ ابو زرعہ سے
ابو زرعہ کہتے تھے کہ جو کچھ حسن بصری نے قال رسول اللہ کہکر کہا اسکی مین نے اصل ثابت پائی
سوائے چار حدیثون کے محمد بن سعد کہتے تھے کہ ایکبار آپ کہ مین آئے وہان بہت لوگ آپ کی
خدمت مین حاضر ہوے آپ نے حدیث بیان کی اور اُس مجمع مین مجاہد و عطا و طاؤس و عمرو بن
شعیب بھی تھے وہ کہنے لگے کہ ہم نے ان کا سا آدمی ہی نہین دیکھا تہذیب التہذیب و مجمع
او صفوۃ الصفوۃ مین ہے کہ جعفر بن سلیمان کہتے تھے کہ مجھ سے ابراہیم بن عیسی لشکری بیان کرتے
تھے کہ مین نے کسی کو حسن بصری سے زیادہ طویل الحزن نہین دیکھا اور جب مین نے ان کو دیکھا تو
معلوم ہوا کہ یہ کسی نئی مصیبت مین گرفتار ہین یزید بن عطا نے علقمہ بن مرثد سے نقل کیا کہ وہ کہا
کرتے تھے کہ زہد آٹھ آدمی پر ختم ہوگیا اُن مین سے حضرت اویس قرنی اور حسن بصری کو بھی بیان کیا
اور کہنے لگے کہ حسن بصری کا ایسا غمگین مین نے کسی کو نہین دیکھا و یونس کہتے تھے کہ آپ کہتے
تھے کہ مین کیونکر مغموم نہ ہون جبکہ اللہ نے مجھکو میرے بعض اعمال پر خبر دی ہے اور کہتے تھے کہ مین
تمھاری کوئی چیز قبول نہ کرونگا کیونکہ مجھے اسکی کیفیت و حالت معلوم ہوجاتی ہے و حکیم بن جعفر
کہتے تھے کہ مجھ سے مسمع کہتے تھے کہ اگر تم حسن بصری کو دیکھتے تو یہ کہتے کہ تمام خلق کا رنج انھین پر
ٹوٹ پڑا ہے علامہ محدث حلبی نے انسان العیون مین جہان اُن کا تذکرہ آگیا ہے وہان لکھا
ہے کہ یہ جب بیٹھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوئی قیدی ہے کہ جسکی گردن مارنیکا حکم ہوا ہے اور
جب دوزخ کا ذکر ہوتا تھا تو اُن کی حالت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ دوزخ ہی کے لیے
بنائے گئے ہین یوسف بن اسباط کہتے تھے کہ آپ تیس برس تک ہنسے ہی نہین و چالیس
برس تک مزاح نہین کی عبداللہ بن عمر قواریری ہیثم سے نقل کرکے کہتے تھے کہ اُن سے
اشعث بن سوار کہتے تھے کہ ایک بار میرا ارادہ آپ کی ملاقات کے واسطے بصرہ جانیکا ہوا مین شعبی
کے پاس آیا اور اپنا ارادہ بیان کیا، اور کہا کہ آپ اُن کی کچھ صفت بیان کیجئے انھون نے کہا کہ جب
تم بصرہ کی مسجد مین جانا اور وہان ایسے شخص کو دیکھنا جسکا مثل نہو اُس کا مثل تم نے دیکھا نہو تو سمجھنا
کہ یہی حسن ہین اشعث کہتے تھے کہ مین جب بصرہ کی مسجد مین گیا تو کسی سے آپ کو نہین پوچھا بلکہ جو
صفت شعبی نے بیان کی تھی اُسی کے موافق آپ کو پایا اور قریب جاکر بیٹھ گیا شعبی کا ست ....

سلہ عکرمہ کا نام و مقدمہ کا ن...... بغیر کاے جید ..... و رکھی ..... نی مصنف

استطرف تھا کہ آپ اُس زمانہ مین علم اور عمل اور فضل مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے مجاہد خود شعبی سے
روایت کرکے کہتے تھے کہ مین نے جن لوگون کو دیکھا اُن مین کوئی شخص بزرگ تر حسن سے نہین
دیکھا اور یہ ذہبی کا بھی قول ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ مین نے علما مین سے کسی کو حسن کے مثل
نہین دیکھا اور اسی کو حافظ ابن جوزی نے صفوۃ الصفوہ مین بھی روایت کیا ہے اور یہی قول مجاہد
اور عطا ابن ابی الرباح اور طاؤس اور بکر بن عبداللہ اور ابوایوب سختیانی اور حمید الطویل اور علی
بن زید اور عمر بن شعیب کا بھی ہے اور یہی کلام حضرت امام محمد باقر علی آبائہ الکرام و علیہ الصلوۃ والسلام
سے بھی ظاہر ہوتا ہے حافظ ابن ناصر الدین تبیان مین اُن کے متعلق لکھتے ہین کہ شیخ الاسلام و علامۂ
زمان و عدیم النظیر اور علامہ ردادا اپنی کتاب عروۃ المرشدین مین لکھتے ہین کہ سید التابعین الحسن
بن ابی الحسن البصری رضی اللہ عنہ اور انھین کی متابعت قشاشی نے سمط المجید اور کردی نے
مسالک الابرار مین کی ہے اور فخر شافعیہ شیخ الاسلام محدث فقیہ شیخ ابو عبداللہ محمد بن خفیف شیرازی
اپنی کتاب مین لکھتے ہین کہ علما کا اختلاف ہے کہ افضل تابعین کون ہے اہل مدینہ سعید بن المسیب
کو کہتے ہین اور کوفہ والے اویس قرنی کو اور بصرہ والے حسن بصری کو اور اسی ابن صلاح نے
علوم حدیث مین بھی نقل کیا ہے اور ملا علی قاری شیخ الازہر شرح فقہ الاکبر مین لکھتے ہین کہ بعضے
متاخرین یعنے حافظ زین الدین عراقی کہتے تھے کہ صحیح بلکہ صواب اہل کوفہ کا قول ہے کیونکہ مسلم نے
حضرت عمرؓ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
سُنا کہ خیر التابعین ایک مرد ہے جسکو اویس کہتے ہین اور یہی مذہب شیخ عراقی کا ہے اور یافعی نے
اپنی تاریخ مین انھین کے حال مین لکھا ہے کہ اُن کو بلاشک تمام تابعین پر بشہادت امام المرسلین
و سید النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فضیلت دی گئی ہے اور ایسا ہی تقریب مین بھی سید التابعین کے
حال مین لکھا ہے اور اُسی پر شارح عقیدہ مالکیہ اور شریف احمد بن محمد حنفی نے شرح ادعیہ بیقولی
مین اور علی قاری نے مرقاۃ مین حدیث خیر التابعین کے بیان مین لکھا ہے کہ اُن کو یہ فضیلت
اس حیثیت سے ہے کہ یہ مخضرمین سے تھے اور اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرنے
کے لیے مانع شرعی تھا امام نووی کہتے تھے کہ یہ حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہی خیر التابعین تھے
اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کا قول ہے کہ افضل التابعین سعید ابن المسیب تھے اس سب کا جواب یہ
ہے کہ مطلب سب لوگون کا یہ ہے کہ سعید علوم شرعیہ یعنی تفسیر و حدیث و فقہ وغیرہ مین افضل ہین نہ
کثرت ثواب مین عند اللہ مین اور شیخ حصن الحصین مین اُن کے حال مین لکھا ہے کہ اجلاء تابعین

سے تھے بلکہ بعضوں کا قول ہے افضل التابعین تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ خیر التابعین اویس قرنی
تھے جیسا کہ حدیث میں ہے اور افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے ورنہ کوئی شک نہیں کہ
حسن فضیلت میں اویس سے زائد تھے اور ایسا ہی ابن المسیب وغیرہ تابعین سے بھی منقول
ہے اور شرح شمائل ترمذی میں اُن کے حال میں لکھا ہے کہ یہ افضل تابعین بلکہ افضل
تابعین تھے ابو عوانہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں جتنے فقیہوں کے
پاس بیٹھا اُن سب سے بزرگ میں نے حسن ہی کو پایا عبید اللہ بن عمر قواریری حاتم بن وردان
سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز ہم سب ایوب کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ایک
حدیث حضرت حسن بصری کی مرویہ فلاں فلاں باب کے متعلق پوچھی پھر ہنسنے لگا ایوب اُس پر اسقدر
غصہ ہوئے کہ ایسا میں نے کبھی اُن کو غصہ ہوتے نہیں دیکھا اور اُسی حالت میں وہ پوچھنے
لگے کہ تو کیوں ہنسا اُس شخص نے کہا اے ابو بکر کسی وجہ سے نہیں بعد اسکے ایوب نے کہا
کہ بخدا میں نے حسن سے زیادہ فقیہ شخص نہیں دیکھا عبد الرحمن بن المبارک حماد بن زید سے
نقل کرتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے ایوب کو کہتے سنا کہ حضرت حسن بصری وہ باہیبت
شخص تھے جن کے پاس اگر کوئی تین برس بیٹھتا تو بھی ہیبت سے کچھ پوچھ نہ سکتا علامہ ذہبی
میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ حسن بن یسار بصری مولی الانصار اپنے وقت میں سید التابعین
بذاتہ ثقہ اور علم وعمل میں حجت اور عظیم القدر و منزلت تھے اُن سے ایک غلطی مسئلہ قدر میں ہو گئی
تھی اور وہ اُن کی مقصود بذاتہ نہ تھی اسی وجہ سے کچھ لوگوں نے اُن کے متعلق اعتراضات کیے ہیں
اور وہ قابل توجہ نہیں ہیں کیونکہ جب اُن سے مواخذہ کیا گیا تو اُنھوں نے اپنی برات ظاہر کی
پھر اُن سے پوچھا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت کے لیے بنائے گئے تھے یا زمین کے لیے
اُنھوں نے کہا زمین کے لیے پھر پوچھا گیا کہ اُن کو یہ قدرت تھی کہ جنتی ہو جاتے اور زمین پر نہ جاتے
اُنھوں نے کہا نہیں تو یہ اشارہ اس مسئلہ کے سر کی طرف ہے کہ انسان کو یہ قدرت نہیں کہ مستقیم
رہ سکے تا وقتیکہ اللہ اُسے مستقیم رکھنا نہ چاہے البتہ یہ کثیر التدلیس تھے جب کسی حدیث میں عن
فلان کہتے تھے تو وہ ضرور ضعیف ہوتی تھی اور خصوصاً اُس شخص سے جس سے اُنھوں نے
سنا ہی نہیں جیسے ابو ہریرہ وغیرہ اسی وجہ سے علما نے اُن کی روایت کو حضرت ابی ہریرہ سے
حدیث منقطع میں شمار کیا ہے واللہ اعلم اور علامہ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ حسن
بن ابی الحسن البصری ثقہ اور مشہور فاضل تھے وہ ارسال و تدلیس بہت کرتے تھے

کہ یہ اُس گروہ سے روایت کرتے تھے جن سے سُنا ہی نہ تھا اسی وجہ سے تجوز کر جاتے
تھے اور کہدیتے کہ حدثنا وخطبنا یعنی ضمیر انا سے مراد قوم بصریین کو لیتے تھے اور یہ لوگین
طبقۂ ثالثہ سے تھے کاتب الحروف کے نزدیک قدر کا اُن پر محض اتہام ہے ابوداؤد نے
اپنی سنن مین اسکی رد ایک گروہ اہلہ سے نقل کی ہے رہا رسال و تدلیس تو اُس کے متعلق
قناشی رحمۃ اللہ علیہ نے سمط المجید مین لکھا ہے کہ حضرت حسن بصری کو جو لوگ کہتے ہین کہ یہ تدلیس
کرتے تھے لیکن ثقہ تھے اور یہ بات مقرر ہے کہ ثقہ جب اپنی روایت مین اپنے شیخ سے کے
وہ لفظ بیان کرے جو صریحی سُننے پر دلالت کرتی ہو جیسے سمعت یا حدثنی تو اس کی روایت
مقبول ہوگی اور اسناد بھی متصل ہونگے کیونکہ وہ ثقہ ہے اور اُس نے سمعت کی لفظ کہی ہے
تو جب سماع صحیح ہوا تو خاد شین . کا خدشہ متعلقہ بہ وصل خبر منتفی ہوگیا اور یہ بات بیان ہو چکی ہے
کہ جب خدشہ کا سبب منتفی ہوا اور اُسکو کسی افضل شخص نے ملایا ہو جو ثقہ اور فقیہہ ہوا تو جس چیز کے
انقطاع کا حکم دیا جائیگا وہ مرفوع اور موصول ہوگی امام نووی تقریب مین لکھتے ہین کہ مدلس اور
صحیح کی روایت مین تفصیل ہے جبکی روایت لفظ محتمل سے ہو اور اُس مین سماع کا بیان نہو وہ
مرسل ہے اور جس نے سماع کو بھی بیان کردیا یعنی لفظ سمعت یا حدثنا واخبرنا وغیرہ
کہدے وہ مقبول ہے اور اس سے حجت بھی لائی جائیگی صحیحین وغیرہ مین اس قسم کی حدیثین بہت
آئی ہین جیسے قتادہ اور دونون سفیانون وغیرہم سے اور جو کچھ صحیحین وغیرہ مین مدلس عن آئی ہین
وہ ثبوت سماع اور دوسرت پر محمول سمجھی جائینگی ملا علی قاری شرح الشرح نخبہ مین حدیث مرسل کے
بیان مین لکھتے ہین کہ جمہور علما کا قول ہے کہ حدیث مرسل مطلقاً حجت ہے بر بنا ظاہر حال راوی
اور اسکے ساتھ اس امر کے حُسن ظن کے کہ وہ راوی اُس حدیث کو کسی صحابی سے روایت کرتا ہے
اور اس کا نام کسی وجہ سے حذف کرتا ہے جسطرح کہ وہ اُس حدیث کی روایت ایک جماعت
صحابہ سے کرے چنانچہ حضرت حسن بصری کہتے تھے کہ مین جسوقت کسی حدیث کو ستر صحابیون سے
سُنکر بیان کرتا ہون تو وہان مطلقاً اُسکو بیان کردیتا ہون کسی کا خاص نام نہین لیتا اور حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کا نام تو آپ خاصکر حجاج کے خوف سے حذف کردیا کرتے تھے مسلم الثبوت مین ہے
کہ آپ کہتے تھے کہ جب مین تم سے کہون حدثنی فلان تو وہ حدیث اُسی شخص کی ہوگی اور جب
کہون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ستر صحابیون سے ہوگی اب اگر کوئی کہے کہ حکم بالارسال
وغیرہ بھی ایک نوع کی تعدیل ہے اور جرح تعدیل پر مقدم رکھی جاتی ہے تو اُس کا جواب یہ ہے

کہ یہ وہان ہوتا ہے جہان جرح ثابت بےسبب ہو ورنہ جرح ہی مقبول نہوگی علما نے
اصول مین اسکی تحقیق کی ہے اور اس مین شک نہین کہ جو شخص جرح بہ اجمال کرتا ہے یا قدح
یا تعدیل تو وہ کوئی دلیل قاطع اُسکے سبب مین نہین لاتا بلکہ اُس کی بنیاد عدم اطلاع پر ہے تو
وہ مقبول نہوگی کیونکہ اعتبار مزید علم ہے اور زیادت علم باعث تقدیم جرح ہوتی ہے اور یہی وجہ ترجیح
ہوتا ہے فائدہ جب کوئی راوی راویان حدیث سے درمیان سے ساقط نہوا اور اُسکے اسناد
ملے رہین تو وہ حدیث حدیث متصل کہی جائیگی اور اُس عدم سقوط کو اتصال کہین گے اور اگر ایک
یا ایک سے زائد راوی ساقط ہو جاوے تو وہ حدیث حدیث منقطع کہی جائیگی اور اس سقوط کو
انقطاع کہین گے اور سقوط یا اول سند سے ہوتا ہے یا آخر سے اُس تابعی کے بعد سے جو
صحابی ہو یا علاوہ اُس کے اس کی دو قسمین ہین پہلی قسم کو معلق کہین گے اور اس اسقاط کو تعلیق
خواہ ساقط ایک ہو یا زیادہ اور کبھی سب راوی گرا دیتے ہین اور کہتے ہین مثلاً قال رسول اللہ تو یہ
تعلیق صحیح بخاری کے تراجم مین بہت آئی ہے اور تعلیق کے حکم مین تفصیل بھی ہے محدثین کہتے
ہین کہ اگر یہ اس کتاب مین ہو جسکی صحت کا التزام کیا گیا ہو جیسا کہ صحیح بخاری مین ہے تو جو لفظ بصیغہ
جزم اور معلوم ہو وے جیسے کہ قال فلان یا ذکر فلان کیونکہ یہ اُس شخص کے نزدیک ثبوت سند
پر دلالت کرتا ہے اور جو بصیغہ جزم نہو بلکہ بصیغہ تمریض یا مجہول کے آوے جیسے قیل یا یقال تو
اسکی صحت مین کلام ہے لیکن چونکہ وہ ایسی کتاب مین لایا ہے لہذا اُسکی کوئی اصل ضرور ہوگی ایسے
محدثین کا مقولہ ہے کہ بخاری کے تعلیقات یا صحیح ہین یا متصل اور یہ وہان ہے جہان اُنکو نسبت
اپنے شیخ کے علاوہ اور کسی کی طرف نسبت کی ہے اور اگر اپنے ہی شیخ کی طرف نسبت کی ہے
کہ جس سے سننا ثابت ہے تو وہ عنعنہ کا حکم رکھیگا نہ تعلیق کا ۔۔۔ دوسری قسم کہ جسمین راوی تابعی
کے بعد آخر سند سے گر گیا ہو اُسکو حدیث مرسل کہین گے اور اس گر جانے کو ارسال جیسے تابعی
کہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بعضے محدثین کے نزدیک مرسل اور منقطع مترادف
ہین مگر پہلی اصطلاح فقہا و محدثین کے نزدیک زیادہ مشہور ہے اور مرسل کا حکم جمہور کے
نزدیک توقف کا ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ جو گر گیا ہو وہ تابعی ہی ہو کیونکہ تابعی کی روایت
دوسرے تابعی سے بہت آئی ہے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً
مقبول ہے اور اسکی وجہ وہ یہ فرماتے ہین کہ ارسال بسبب کمال وثوق و اعتماد کے ہوتا ہے
اسواسطے کہ وہ ثقہ کے کلام مین واقع ہوا ہے اگر اُس کے نزدیک وہ صحیح نہو تو وہ ارسال

نہ کرتا اور نہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا اور امام شافعی کے نزدیک جب حدیث مرسل کسی اور دوسرے طریقہ سے قوت پا جاوے تو وہ اگرچہ مرسل ہو گی مگر مقبول ہو جاوے گی امام احمد کے اس مین دو قول ہین ایک مین مقبول ہونا پایا جاتا ہے اور دوسرے مین توقف مگر یہ سب اُس صورت مین ہے کہ جب معلوم ہو کہ وہ تابعی سوا ثقہ لوگون کے دوسرے سے ارسال نہین کرتا ہے اور اگر اُسکی عادت ثقہ اور غیر ثقہ سب سے ارسال کرنے کی ہو تو ایسے مرسل کا حکم بھی توقف ہی کا ہوگا اور تدلیس کے لغوی معنے بیچنے کے وقت کسی چیز کے عیب چھپانے کے ہین اور بعضے کہتے ہین ملجانا اندھیرون کا اور اُن کی شدت کہ جو سبب اشتباہ ہو اور تدلیس کی صورت یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا نام نہ لے اور اُس شیخ سے جو بالا تر ہو اُس سے روایت کرے اور ایسے الفاظ لاوے جس سے سننے کا وہم بھی ہو اور نہ سننے کا بھی جیسے کہے عن فلان و قال فلان اور ایسی روایت اپنے زمانہ والے اور ملاقاتیون سے بھی ہوتی ہے بلکہ ان سے بھی کہ جو اُن سے سنے لیکن اس حدیث کے متعلق سننا نہین کہا جائیگا اور اس قسم کی دریافت اُن خاص علما کا کام ہے جن کا علم وسیع ہو اور معرفت تام اور جمہور علما کے نزدیک تدلیس مذموم اور مکروہ ہے گر جب یہ معلوم ہو جاوے کہ مدلس تدلیس سوا ثقہ شخص کے دوسرے سے نہین کرتا چنانچہ اُسکا بعضے اکابر کو توثوق صحت حدیث اور استغنا شہرت حال کی وجہ سے ہوا ہے اگرچہ ان کے علاوہ لوگون کی اور غرض نہین جا ہے ہون جیسے اپنے شیخ سے سماع کا مخفی کرنا بوجہ کمسنی اور قدر و منزلت نہونے کے کہ جو باعث طعن کا ہو جاتا ہے اسیواسطے اس کا نام تدلیس رکھا گیا اور درحقیقت تدلیس کا حکم ماننے اور نہ ماننے مین حدیث مرسل کا سا ہے انتہی کذا فی صراط المستقیم

شرح سفر السعادت الشیخ عبد الحق محدث الدہلوی یہ کلام تو حضرات علما ظاہر کا آپ کے ظاہر حال کے متعلق تھا اب مرتبۂ باطنی کا حال سنا چاہئے تذکرۃ الاولیا مین آپ کی توبہ کا یہ قصہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ روم گئے اور وہان وزیر روم کی خدمت مین حاضر ہوے تھوڑی ہی دیر بیٹھے گذری تھی کہ وزیر نے کہا کہ مین ایک جگہ جاتا ہون تم چلو گے آپنے کہا اچھا وزیر نے حکم دیا گیا کہ انکے واسطے بھی ایک گھوڑا لاؤ چنانچہ یہ بھی سوار ہو کر جنگل گئے وہان دیکھا کہ ایک خیمہ دیبای رومی کا نصب ہے جسکی رسیان ابریشم کی اور میخین سونے کی ہین ایک مسلح فوج خیمہ کے گرد آئی اور کچھ کہکر واپس چلی گئی پھر چند بزرگ علمائے لوگ دیکھے جنھون نے بھی آکر خیمہ کے گرد پھر کر کچھ کہا اور چلے گئے پھر حکما اور منشی قریب چار سو کے آئے اُنھون نے بھی خیمہ کے گرد پھر کر کچھ کہا اور چلے گئے اُنکے بعد خوبصورت لونڈیان دو سو کے قریب آئین اور ہر ایک کے پاس

طبق زر و جواہر کا بھرا ہوا تھا وہ بھی خیمہ کے گرد پھر کر چلی گئیں اسکے بعد بادشاہ وہ وزیر دونوں
خیمہ میں گئے اور باہر نکل آئے آپ کہتے تھے کہ میں متحیر ہو گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے میں نے وزیر
سے پوچھا اُس نے کہا کہ قیصر کا ایک بیٹا تھا بڑا خوبصورت اور سب علوم میں کامل اور شجاع باپ
اُس پر ہزار جان سے عاشق تھا دفعتاً وہ ایسا بیمار ہو گیا کہ اطبا اُسکے علاج سے عاجز آ گئے آخر وہ
مر گیا وہ یہیں دفن ہے اور ہر سال ایک بار سب اُس کی زیارت کو آتے ہیں پہلے جو سپاہ
تم نے دیکھی وہ اُس خیمہ کے گرد پھر کر کہتی ہے کہ اے شاہزادہ اگر تیرا یہ حال جو تجھے پیش آیا
ہم لڑائی سے دفع کر سکتے تو ہم سب تجھپر جان نثار کر دیتے اور تجھے اُس سے چھڑا لیتے لیکن یہ کام
تو اُس کا ہے جس سے کوئی لڑ نہیں سکتا یعنی جناب باری تعالیٰ شانہٗ کا پھر حکما و فلسفی آکر کہتے ہیں
کہ اے شاہزادہ اگر عقل و حکمت اور باریک بینی سے تیرا یہ حال دفع ہو سکتا تو ہم حاضر تھے
دفع کر دیتے یہ کہکر وہ لوگ چلے جاتے ہیں پھر بزرگان دین آکر کہتے ہیں کہ اے شہزادہ اگر
سفارش اور دعا سے یہ حال ہم تجھ سے دفع کر سکتے تو دفع کر دیتے لیکن یہ تو ایسے کا
کیا ہوا ہے جہاں ایسے وقت کے لیے کتنا سفارش بیٹھے کچھ کام نہیں آتا یعنی موت کسی کے
ٹالے نہیں ٹلتی ہے پھر لونڈیاں طبق زر و جواہر لے کر آتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے شاہزادہ اگر
مال و جمال سے تم بچ سکتے تو ہم سب اپنے تئیں اور اس مال کو تجھپر قربان کر کے تمکو اس سے
بچا لیتے پھر بادشاہ اور وزیر خیمہ میں جاتے ہیں اور بادشاہ کہتے ہیں کہ اے جان یہ تیرے
باپ کے ہاتھ میں کیا ہے تیرے لیے میں بہت بڑا لشکر یا اور حکما و بزرگوں اور خوبصورتوں کو
بھیجا اور ہر طرح کے مال و نعمتیں دیا اگر ان تدبیروں سے اس حادثہ موت کا دفع ہونا ممکن
ہوتا تو یہ سب حاضر تھا ور اس سے زیادہ اور جہاں تک ممکن ہوتا اُس سے دریغ نہ ہوتا لیکن یہ
کام تو اُس کا ہے جسکے قبضۂ قدرت میں تیرا باپ ہے ہمارا تجھپر سلام ہو بس یہ کہکر سب پلٹ آتے
ہیں اور ہر سال یہی ہوا کرتا ہے اس بات کا اثر آپکے دل پر ایسا ہو کہ آپ بالکل از خود رفتہ ہو گئے
اور بصرہ واپس آکر قسم کھائی کہ اب دنیا میں نہ ہنسوں گا اور عبادت و مجاہدہ میں اپنے آپ کو ایسا
مصروف رکھوں گا کہ ویسا اور کوئی نہ ہوگا چنانچہ ستر برس تک آپکا وضو سوائے حاجت کے وقت کے
نہیں ٹوٹا اور گوشہ نشینی اختیار کی یہاں تک کہ سرآمد فقرائے زمانہ ہوئے ایک دن ایک شخص کہنے لگا
کہ حسن ہمارے سردار اور ہم سے بہتر کیوں ہو گئے تب ایک بزرگ نے فرمایا کہ اس وجہ سے کہ
تمام خلق کو اُن کے علم کی حاجت ہے اور اُن کو سوائے خدا کے کسی کی حاجت نہیں نقل ہے

ہفتہ مین ایک بار وعظ کہا کرتے تھے اور مجلس مین جب حضرت رابعہ بصری کو نہ دیکھتے تو وعظ کہنا
ترک کردیتے لوگ عرض کرتے کہ اتنے بزرگ اور بڑے بڑے لوگ تو آئے ہین اگر ایک بڑھیانہ
نہ آئی تو کیا ہوگا آپ وعظ کہیے آپ اُسکے جواب مین کہتے کہ بیشک مگر جو شربت کہ ہم ہاتھیون کے
حوصلہ کے موافق بناتے ہین وہ چیونٹیون کو کیسے پلادین اور جب وعظ مین جوش مین آجاتے
تو رابعہ کی طرف دیکھکر فرماتے کہ یہ گرمی تمہارے دل کی گرمی سے ہے ایکبار آپ سے لوگون نے
پوچھا کہ اس وعظ کے مجمع سے آپ بھی کچھ خوش ہوتے ہین کہنے لگے کہ مین کثرت اور مجمع سے
تو خوش نہین ہوتا البتہ اگر کوئی جلا بھنا آجاتا ہے تو اُس سے خوش ہوجاتا ہون لوگون نے
پوچھا کہ اسلام کیا ہے اور مسلمان کون آپ نے فرمایا کہ مسلمان ہونا تو کتاب مین لکھا ہے اور مسلمان
لوگ قبر مین گئے پھر لوگون نے پوچھا کہ اصل دین کیا ہے آپنے کہا ورع پھر لوگون نے پوچھا کہ
ورع کو کون چیز خراب کرتی ہے کہا لالچ پھر لوگون نے پوچھا کہ جنات عدن کیا ہے کہا ایک مکان
ہے سونے کا جسمین سوا پیغمبر یا صدیق یا شہید یا بادشاہ عادل کے اور کوئی داخل نہین ہوگا پھر
لوگون نے پوچھا کہ جو طبیب خود ہی بیمار ہو تو وہ دوسرون کی دوا کیا کرے گا کہا کہ پہلے وہ اپنی دوا
کرلے تب دوسرون کی دوا کرے پھر فرمایا کہ میری بات سنو میرا علم تم کو فائدہ دیگا اور میری بےعملی
تم کو نقصان نہ کرے گی تب لوگون نے کہا کہ ہمارے دل تو سوتے ہین آپ کی بات اُن مین اثر نہین
کرتی کیا کرین فرمایا کہ تمہارے دل سوتے نہین ہین بلکہ مرے ہوے ہین سوتا آدمی تو ہلانے سے
جاگ پڑتا ہے اور مردہ جگتا ہی نہین پھر لوگون نے کہا کہ ایک قوم وعظ کے ذریعہ سے ہم کو اتنا
ڈراتی ہے کہ ہمارے دل خوف سے ٹکڑے ہوے جاتے ہین کہنے لگے کہ ٹھیک ہے آج تو
ڈرانے والون کے ساتھ رہو اور کل خوف مین لوگون نے کہا کہ ایک قوم آپکی بات کو اس غرض
سے یاد رکھتی ہے کہ اُسپر اعتراض کرے اور عیب نکالے کہنے لگے کہ ہان مین نے اپنی آنکھ سے
دیکھا ہے مین فردوس اعلی اور مجاورت حق تعالی کی تمنا کرتا ہون مگر لوگون سے بچنے کی طمع نہین کرتا
کہ ان کا پیدا کرنیوالا ہی اُن کی زبان سے نہین بچا ہے تو مین کہان لوگون نے کہا بعضے کہتے ہین
کہ خلق کو دعوت نہ موقوف کرنا چاہیئے جب کہ اپنا نفس پاک ہو کہنے لگے کہ شیطان تو اس آرزو ہی
مین ہے کہ امر بالمعروف او رنہی عن المنکر کا دروازہ بند ہوجاے لوگون نے پوچھا کہ مومن حسد
کرتا ہے کہنے لگے کہ ہان یوسف علیہ السلام کے بھائیون کو کیا بھول گئے ہو لیکن جب رنج
دل سے نکال ڈالے تو پھر کوئی نقصان نہین نقل ایک بدوی نے آپ سے پوچھا کہ صبر کیا ہے

کہنے لگے کہ صبر دو طرح پر ہوتا ہے ایک بلا اور مصیبت پر دوسرے اُن چیزون پر جنکی اللہ نے
ہمکو ممانعت کی ہے اور جیسے کہ صبر کی تعریف بیان کرنا چاہیے تھی وہ بیان کی بدوی نے
کہا کہ مین نے آپ سے زیادہ زاہد اور صابر نہین دیکھا آپنے کہا کہ میرا زہد تو بالکل میل سے ہے
اور صبر جزع سے ہے تب بدوی نے کہا کہ اس بات کے معنی مین نہین سمجھا اور میرا اعتقاد
سُست ہو گیا تب آپنے کہا کہ میرا صبر بلا پر طاعت مین دوزخ کے خوف سے ہے اور یہی جزع
ہے اور دنیا مین زہد آخرت کی رغبت سے ہے اور یہی حسن طلبی ہے صبر اُس شخص کا قوی ہے
جو اپنا حق چھوڑ دے تاکہ اُس کا صبر اللہ ہی کے لیے ہو نہ جسم کے دوزخ سے بچانے کے لیے
اور نہ ہی خدا کے لیے ہو نہ بہشت مین جانے کے لیے یہی علامت اخلاص ہے اور انسان کو علم
نافع اور عمل کامل اور اخلاص اور قناعت شبع اور صبر طلا ہر جا چاہیے اور جسمین یہ باتین ہوں تو بھی
معلوم نہین کہ اُسکے ساتھ کیا واقع ہو اور فرماتے تھے کہ بکری آدمی سے زیادہ آگاہ ہے اسوجہ سے
کہ چرانے والیکی آواز اُسکو چرنے سے روک دیتی ہے اور آدمی کو اللہ کی بات اپنے مطلب سے
نہین روکتی اور فرماتے تھے کہ بُرون کے پاس بیٹھنے سے انسان نیکون سے بدگمان ہو جاتا
ہے اور کسی کو شراب پینے کے لیے بلاتا ہون اس سے اچھا جانتا ہون کہ اُسکو دنیا کے لیے
بلاؤن اور معرفت یہ ہے کہ اپنے مین ذرہ بھر خصومت کسی سے نہ پاوے اور بہشت جاودانی
جسکی انتہا نہین وہ اس چند روزہ عمل سے نہین ملتی بلکہ اچھی نیت سے ملتی ہے پہلے بہشتی جب
بہشت دیکھکر سات ہزار برس بیہوش رہینگے اور پھر حق تعالیٰ ان پر اپنی تجلی فرماوے گا اور اگر
اُسکے جلال کو دیکھینگے تو مست ہیبت ہو جاوینگے اور اگر جمال دیکھینگے تو وحدت مین ڈوب جاوینگے
اور نیک آئینہ ہے جو تمہاری نیکی و بدی کو دکھا دیتا ہے اور جو شخص بے حکمت سے بات کرے تو وہ
آفت ہے اور جسکا سکوت خیال و غور سے نہو وہ سب شہوت و غفلت ہے اور جو نگاہ عبرت سے
نہ پڑے وہ سب لہو و لعب ہے اور توریت مین ہے کہ جس نے قناعت کی وہ خلق سے بے نیاز
ہوا اور جس نے خلق سے گوشہ نشینی اختیار کی وہ بچا رہا اور جس نے شہوت کو زیر کیا وہ آزاد رہا اور
جس نے حسد سے ہاتھ اُٹھایا اُس سے مودت ظاہر ہوگی اور جس نے چند دنون صبر کیا اُس نے
ہمیشہ کے لیے نفع پایا اور عقلمند لوگ اسوقت تک چپ رہتے ہین جب تک کہ اُن کے دل نہین بولنے
لگتے پھر وہ بات دل سے زبان پر آتی ہے اور ورع کے تین مرتبے ہین ایک تو وہ کہ انسان کوئی
بات نہ کہے مگر حق خواہ غصہ سے یا رضامندی سے دوسرے یہ کہ اپنے اعضا کو اُن چیزون سے

بچائے رکھے جن مین خدا کی خفگی کا خیال ہو تیسرے یہ کہ اُس کا ارادہ ایسی چیز کا ہو جسکی اللہ نے
رضا دی ہو اور ذرہ برابر ورع ہزار سال کے نماز و روزہ سے بہتر ہے اور فاضلترین امور
تقویٰ اور ورع ہے اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ مجھ مین نفاق نہین ہے تو مین اپنے آپ کو تمام
سب سے زیادہ دوست رکھون اور ظاہر و باطن کا خلاف ہونا یہ بھی نفاق کی علامت ہے اور
کوئی مسلمان ایسا نہین ہوا ہے اور نہو گا کہ جو اپنے اوپر اس خیال سے خوف زدہ نہو کہ کہین
مین منافق نہون اور جو کہے کہ مین مومن ہون وہ یقیناً مومن نہین ہے بلکہ منافق ہے اور مومن وہ
ہے جسمین آہستگی ہو اور اُس شخص کا سا نہو کہ جو کچھ چاہے کر گذرے یا جو زبان پر آئے کہہ بیٹھے
اور تین آدمیون کی غیبت ناجائز نہین ایک صاحب ہوا دوسرے فاسق تیسرے امام ظالم اور
غیبت کے کفارہ مین استغفار کافی ہے اور غریب بنی آدم تو راضی ہو گیا ایسے گھر سے جسکے حلال
کا حساب اور حرام پر عذاب ہے اور آدمی کسی حال مین دنیا سے نہین جاتا بغیر ان تین حسرتون
کے ایک یہ کہ جمع کرنے سے آسودہ نہین ہوتا دوسرے یہ کہ امیدین پوری نہین ہوتین تیسرے
یہ کہ کوئی توشہ اس راہ کے لیے نہین لیا جو درپیش ہے ایک شخص نے آپ سے کہا کہ فلان شخص
کی جان نکلتی ہے آپنے کہا کہ ایسا نہ کہو وہ تو ستر برس سے جان کندنی مین ہے اب جان کندنی
سے چھوٹ جائیگا اور فرماتے تھے کہ سبکبارون نے نجات پائی اور گران بار ہلاک ہوے
اور اللہ بخشے ان لوگون کو جنکے پاس دنیا امانت تھی اور وہ انھون نے پھیر دی اور سبکبار چلے گئے
اور فرماتے تھے کہ میرے نزدیک عقلمند وہ ہے جو دنیا کو خراب کرکے آخرت بناے اور
آخرت کو بگاڑ کر دنیا نہ بناے اور جسنے اللہ کو پہچانا اُس نے اُسکو دوست بنا لیا اور جس نے
دنیا کو پہچانا اس نے اُن کو دشمن بنا لیا اور کوئی گھوڑا کڑی لگام کے لائق نفس سے زیادہ
دنیا مین نہین ہے اور اگر دنیا کو دیکھنا چاہتے ہو کہ تمھارے بعد کیسی ہوگی تو دیکھو کہ اورون کے
مرنے کے بعد کیسی ہے خدا کی قسم بت پرستون نے بتون کو دنیا کی محبت سے پوجا لہذا بت پرست
ہوے اور جو لوگ کہ تم سے پہلے تھے اُنھون نے اِس نامہ کی قدر جانی ہے جو اللہ نے اُن کو
دیا کہ رات کو وہ اُسے دیکھتے اور دن کو اُسپر عمل کرتے اور تم نے اُسکو درست تو کیا لیکن اُسپر عمل
نہین کیا بلکہ اُس کے زیر و زبر اور حروف سب درست کیے مگر اُسے دنیا کا پاتنامہ بنا دیا خدا
کی قسم چاندی سونے کو وہی عزیز رکھتا ہے جسکو اللہ ذلیل کرتا ہے اور جو احمق کہ کسی قوم کو دیکھے
کہ وہ اُسکے پیچھے چلتے ہین تو سمجھو کہ اُس کا دل ٹھکانے نہین رہا اور جو تم کچھ کسی سے کہو تو اول خود

اُسپر عمل کرلو اور جو شخص کہ اور لوگون کی باتین تمھارے سامنے کرے تو سمجھ لو کہ وہ تمھاری باتین
ضرور اورون سے جاکر کہے گا اور ہمارے اصحاب ہم کو جورو بچون سے زیادہ عزیز ہوتے
ہین کیونکہ وہ دین کے یار ہوتے ہین اور جورو بچہ دنیا کے یار اور دین کے دشمن اور جو کچھ آدمی
اپنے اور اپنے مان باپ پر خرچ کرتا ہے اس کا بھی حساب ہوتا ہے سوا اُس کھانے کے کہ جو
مہمانون اور دوستون کو کھلاوے اسکا حساب نہین ہوتا اور جب نماز مین قلب حاضر ہو وہ خوب بہت
زیادہ نزدیک ہوتا ہے لوگون نے پوچھا کہ خشوع کیا چیز ہے فرمایا کہ وہ دہشت جو دل مین ٹھہر جاے
پھر لوگون نے پوچھا کہ ایک شخص ہے جو بیس برس سے جماعت کی نماز نہین پڑھتا اور نہ کسی سے
ملتا ہے آپ اُس کے پاس گئے اور جاکر فرمایا کہ تم نماز کیون نہین آتے اور لوگون سے کیون
نہین ملتے وہ کہنے لگا کہ مجھے عذر ہے مین مشغول ہون پوچھا کس سے کہنے لگا کوئی میری سانس
ایسی نہین نکلتی ہے کہ جس سے نعمت مجھے نہ پہونچتی ہو اور گناہ مجھ سے نہ سرزد ہوتا ہو تو مین اس
نعمت کے شکر اور اس معصیت کے عذر مین مشغول ہون آپ نے فرمایا کہ ایسے ہی رہنا اور تم
ہم سے بہتر ہو لوگون نے پوچھا کہ آپ کبھی خوش بھی ہوے فرمایا کہ ایک دن مین کوٹھے پر تھا
مین نے سنا کہ پڑوس مین ایک عورت اپنے خاوند سے کہتی تھی کہ پچاس برس کے قریب ہوے
کہ مین تمھارے گھر مین ہون جو کچھ ہوا یا نہوا اُسپر مین نے صبر کیا اور سردی وہ بڑی تیز گرمی سے
زیادہ نہین مانگا اور تمھارے ناموس کی حفاظت کی اور کسی سے تمھارا شکوہ نہین کیا یہ سب کچھ
تابعداری کی لیکن یہ بات مجھ سے نہ اُٹھ سکے گی کہ تم میرے ہوتے ہوے کوئی اور عورت
لے آؤ مین نے یہ ساری خدمت اسواسطے کی ہے کہ تم مجھے دیکھو اور مین تمھین یہ نہین کہ تم اور
عورت کرلو اگر ایسا کروگے تو مین جاتی ہون اور امامین کا دامن پکڑتی ہون یہ سنکر مین بہت خوش
ہوگیا کہ میرے آنسو بہنے لگے مین نے ڈھونڈھا کہ اس کی مثال کہین قرآن شریف مین بھی ہے
تو یہ آیت ملی کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء یعنی حق تعالے
فرماتا ہے کہ مین سب گناہ بخش دونگا لیکن اگر کوئی شخص دل سے دوسرے کی طرف مائل ہوگا تو وہ
ہرگز نہ بخشونگا نقل کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیسے ہو آپ نے کہا کہ اُس شخص کا سا حال کیا ہوگا
جو دریا مین ہو اور کشتی ٹوٹ جاوے اور ہر شخص ایک ایک لکڑی پر رہجاوے وہ کہنے لگا یہ تو بہت
سخت حال ہے فرمایا کہ بس میرا بھی حال ایسا ہی ہے نقل حبیب کہتے ہین کہ آپ ایک جماعت پر
ہوکر گذرے دیکھا کہ وہ سب ہنس رہے ہین اور کھیل رہے ہین فرمایا کہ ان لوگون سے تعجب معلوم ہوتا ہے

کر یہ ہنستے ہین اور اُن کو اپنی حقیقت کی خبر نہین ہے **نقل** آپ نے ایک شخص کو قبرستان مین
روٹی کہاتے دیکھا فرمایا کہ یہ منافق ہے لوگون نے کہا کیون فرمایا کہ جسکو ان مردون کے سامنے یہ
خواہش ہوتی ہے تو سمجھو کہ اسکو موت اور آخرت کا ایمان نہین اور یہی منافقون کی علامت ہے
نقل آپ مین شکستگی اسقدر تھی کہ جسکو دیکھتے اُسکو اپنے سے بہتر جانتے ایک دن دریا کے کنارہ
چلے جاتے تھے ایک حبشی کو دیکھا کہ اُسکے پاس ایک عورت بیٹھی ہے اور ایک قرابہ رکھا ہوا ہے
اور اُس سے وہ پی رہا ہے ان کے دل مین خیال آیا کہ کیا یہ شخص مجھسے بہتر ہے پھر خیال آیا کہ
نہین یہ تو مجھسے اچھا نہوگا کہ ایک عورت کے سامنے قرابہ پی رہا ہے اسی خیال مین تھے
کہ ایک بہت بڑی کشتی بہوبخکر دریا مین بھری اور ڈوب گئی سات آدمی اُس مین تھے وہ حبشی
پانی مین گیا اور ان سب آدمیون کو نکال دیا اور ان کی طرف مُنھ پھیر کر کہنے لگا کہ اگر مجھسے بہتر ہو تو
اُنکو چھ کو مین نکال دیا ایک کو تم نکال لاؤ اے امام المسلمین یہ عورت میری ماں ہے اور اس قرابہ
مین پانی ہے جو مین پیتا تھا مین نے تمھارا امتحان کرنا چاہا تھا کہ اندھے ہو یا آنکھون والے
معلوم ہوا کہ تم اندھے ہو آپ اُس کے پیرون پر گر پڑے اور معذرت کی اور سمجھے کہ یہ خدا کیطرف
سے ہے اور فرمایا کہ اے شخص جیسے ان لوگون کو تو نے پانی سے نکالا دیسے مجھے بھی پندار کے
دریا سے نکال وہ کہنے لگا تیری آنکھ روشن ہو جائے اُسوقت سے پھر اپنے کو آپ کسی سے
اچھا نہین سمجھے ایک بار آپنے یک کتا دیکھا کہنے لگے کہ الٰہی مجھے اس کتے کی بدولت قبول کر لے
کسی نے پوچھا کہ آپ اچھے ہین یا یہ کتا فرمایا کہ اگر مین عذاب سے چھوٹ گیا تو مین اچھا ہون اور اگر
عذاب مین پھنس رہا تو خدا کی قسم یہ کتا مجھسے اچھا ہے **نقل** کسی نے آپ سے آکر کہا کہ فلان شخص
نے آپ کی غیبت کی آپنے ایک طبق تر حلوا اُسے اُسکو تحفہ بھیجے اور کہلا بھیجا کہ مجھے خبر ملی ہے
کہ تم نے اپنی نیکیان مجھکو دین مین نے چاہا کہ مین اس نیکی کا عوض کرون سو مجھسے پورا عوض نہو سکا
معاف کرو **نقل** آپ فرماتے تھے مجھکو چار آدمیون کی باتون سے تعجب ہوا ایک لڑکا دوسرے
مست تیسرے مخنث چوتھے عورت لوگون نے پوچھا کیونکر کہنے لگے کہ ایک روز مخنث کا مین نے
کپڑا کھینچ لیا کہنے لگا کہ اے خواجہ میرا حال ابتک ظاہر نہین ہوا ہے تم میرا کپڑا نہ کھینچو خدا جانے کہ اور
کام مجھ سے کیسے ہون پھر ایک مست کو دیکھا کہ کیچڑ مین گرتا پڑتا چلا جاتا تھا مین نے کہا سنبھلے رہو اُسنے
کہا کہ اگر مین گر پڑونگا تو کیچڑ مین لتھڑ جاؤنگا اُٹھ بیٹھونگا اور دھو ڈالونگا یہ کچھ مشکل نہین تم

البتہ اپنے گرنے سے ڈر دیہ بات بھی میرے دل مین بہت اثر کر گئی پھر ایک لڑکا ایک چراغ لیے جا رہا تھا مین نے کہا کہ یہ روشنی کہان سے لایا اُس نے اُسی وقت پھونک ماری چراغ گل ہو گیا کہنے لگا کہ تم کہو یہ روشنی کہان گئی پھر مین بتا دونگا کہ مین یہ روشنی کہان سے لایا تھا بعد اُس کے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا کہ سر اور مُنھ اور دونون ہاتھ ننگے غصہ مین بھری ہوئی اپنے شوہر کی شکایت مجھ سے کرنے لگی مین نے کہا کہ اپنا مُنھ بند کرو کہنے لگی کہ مین تو ایک مخلوق کی محبت مین ایسی ہو گئی کہ میری عقل جاتی رہی اگر تم مجھ سے نہ کہتے تو مین یونہی ننگی بازار چلی جاتی تم خدا کی محبت کا دعوے کرتے ہو اور پھر میری برہنگی دیکھتے ہو کاش تم بھی نہ دیکھتے **نقل** آپ کا قاعدہ تھا کہ جب آپ ممبر سے اُترتے تو کسی آدمیون کو پکڑ کر فرماتے کہ آؤ نور پھیلا مین ایک دن ایک شخص بیگانہ یعنی نادرخت اُنکے ساتھ چلا آپ نے اُسکو واپس کر دیا پھر ایک روز آپنے اپنے یارون سے فرمایا کہ تم تو صحابہ کے مثل ہو وہ سب بہت خوش ہوے آپنے کہا کہ مگر منھ اور داڑھی مین اور دوسری چیزون مین نہین اگر تمھاری نظر اُن لوگون پر پڑتی تو وہ سب تمھاری نگاہ مین دیوانہ معلوم ہوتے اور اگر وہ لوگ تمکو دیکھتے تو تم کو کسی کو مسلمان ہی نہ جانتے کیونکہ وہ لوگ مقدم تھے یا ہوا پر گھوڑون پر جیسے جانور ہوا مین اور ہم لوگ بیٹھ گئے گدھون پر سوار ہین **نقل** ایک رات کو آپ اپنے گھر مین رو رہے تھے لوگون نے پوچھا کہ آپ روتے کیون ہین آپ تو بڑے اچھے وقت مین ہین فرمایا کہ رونا اس سبب سے ہے کہ شاید سبب بے علم و قصد کوئی کام ہو گیا ہو یا کوئی قدم کہین سے بے ٹھکانے پڑ گیا ہو اور وہ اللہ کو پسند نہ ہوا ہو

ارشاد ہو کہ جا ہماری درگاہ مین تیری کچھ قدر نہین اور نہ ہم تیری کسی طاعت کو قبول کرینگے **نقل** ایک دن آپ ایک جماعت کے ساتھ قبرستان مین گئے اور فرمایا کہ اس قبرستان مین ایسے لوگ ہین جنکا سر آٹھون بہشتون پر بھی نہین جھکتا لیکن اُن کی خاک مین اتنی حسرتین ملی ہین کہ اُن حسرتون سے ذرہ بھر بھی آسمان والون پر گر پیش کرین تو سب دہشت سے جھک پڑین **نقل** ایک بار آپ ایک صومعہ کے کوٹھے پر اتنا روے کہ آنسو پرنالے سے بہے ایک شخص جا رہا تھا کہ آنسوؤن کا پانی اُسپر ٹپکا وہ کہنے لگا کہ معلوم نہین یہ پانی پاک ہے یا ناپاک آپ نے فرمایا دھو ڈالو یہ گنہگار کی آنکھ کا پانی ہے **نقل** آپ ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھنے کو گئے جب وہ دفن ہو گیا اور قبر برابر کر دی گئی تو آپ اُس قبر پر بیٹھ کر اسقدر روے کہ اُسکی خاک سب تر ہو گئی پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے لوگو اول و آخر قریب ہے یعنی آخر دنیا قبر ہے اور اول آخرت قبر تم لوگ سے

عالم پر کیا ناز کرتے ہو کہ جسکا آخر یہ ہے اور اُس عالم سے کیون نہین ڈرتے جسکا اول یہ ہو اے اہل غفلت
جب اول اور آخر تمھارا یہ ہے تو اُسی کا کام کرو جسقدر لوگ حاضر تھے وہ سب رونے لگے **نقل** بچپن مین
آپ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تھا اُسوقت سے آپ نے یہ عادت کر لی تھی کہ جب نیا کرتہ پہنتے تو اُس
بات کو اُس کرتہ کے گریبان پر لکھ لیتے اور اسقدر روتے کہ بیہوش ہو جاتے ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز
نے آپکو خط لکھکر اِس امر کی خواہش کی کہ مجھے کوئی نصیحت ایسی کیجیے جسکو مین یاد رکھون اور اُسی پر عمل
کرون آپنے جواب مین لکھا کہ جب خدا تمھارے ساتھ ہے تو تم کسی سے دہشت نہ کرو اور اگر وہ تمھارے
ساتھ نہین ہے تو پھر کسی سے امید رکھو پھر ایک بار اور اُنھون نے آپ کو خط مین لکھا کہ وہ دن
آیا سمجھو کہ جسدن کوئی آدمی زندہ نہ رہے گا تو آپنے اُس کے جواب مین لکھا کہ وہ دن بھی آیا ہی سمجھو
کہ جب نہ دنیا ہوگی نہ آخرت **نقل** ایک بار ثابت بنانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو خط لکھا کہ مین سنتا
ہون کہ آپ کا ارادہ حج کو جانیکا ہے تو میرا ارادہ ہوتا ہے کہ مین بھی آپکے ساتھ چلون آپ نے
اُسکے جواب مین لکھا کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ مین خداوند تعالی کے ستر مین زندگی بسر کرون کیونکہ دوسرے کے
ساتھ ہونے سے ایک شخص دوسرے کے عیب پر مطلع ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو برا سمجھنے لگتا ہے
نقل مالک دینار رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے کہ مین نے حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ عالم کے لیے
عقوبت کیا ہے فرمایا کہ دل کا مرجانا مین نے پوچھا کہ دل کے مرجانے سے کیا مطلب کہنے لگے کہ دنیا
کی محبت اُسمین ہونا عبداللہ کہتے تھے کہ ایک دن مین صبح کی نماز جماعت مین جانے کی غرض سے
آپکی مسجد کے دروازہ پر آیا دیکھا تو دروازہ بند تھا اور آپ دعا کر رہے تھے اور سب لوگ آمین کہتے
تھے مین سمجھا کہ یہان سب اُن کے یار لوگ ہون گے تھوڑی دیر ٹھہر رہا یہانتک کہ صبح ہو گئی پھر دروازہ
پر ہاتھ رکھا تو وہ کھل گیا مین اندر چلا گیا دیکھا تو آپ کو تنہا پایا دیکھ کے حیرت مین رہ گیا جب نماز پڑھ چکا
تو یہ سب قصہ آپ سے کہکر پوچھا آپنے کہا کسی سے کہنا نہین شب جمعہ کو یہان پریان آتی ہین
اور مین اُن کو پڑھاتا ہون جب دعا کرتا ہون تو وہ سب آمین کہتی ہین **نقل** آپ کے زمانہ مین
ایک شخص کا گھوڑا مر گیا اور وہ بہت ہی پریشان حال تھا اُس نے اپنا حال آپ سے کہا آپنے
اُس مردہ گھوڑے کو چار سو درم کا اُس سے مول لے کر اُس کی قیمت دیدی رات کو اُس شخص نے
ایک باغ بہشت کا خواب مین دیکھا اور ایک گھوڑا بھی اُس باغ مین اور چار سو گھوڑے اور پوچھا کہ
یہ گھوڑے کس کے ہین وہان والون نے کہا کہ یہ تمھارے تھے مگر اب حسن کے ہین جب وہ جاگا
تو آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا حضرت بیع واپس کیجیے مین پشیمان ہون آپنے کہا کہ جو خواب

فرصت دیکھا دہ مین تم سے پہلے دیکھ چکا ہون وہ شخص رنجیدہ واپس گیا دوسری رات کو آپ نے پھر
کوٹھریان اور بالاخانے دیکھے اور پوچھا کہ یہ کس کے ہین کہنے والون نے کہا کہ یہ اُس شخص کے ہین
جو بیچا واپس کر دے اپنے صبح کو اُس شخص کو بلا کر اُس کا گھوڑا واپس کر دیا **نقل** آپکے پڑوس مین ایک
شخص آتش پرست شمعون نام رہتا تھا اور اسکا کاروبار نہایت خراب ہو رہا تھا ایک شخص نے
آکر آپ سے کہا کہ چلیے اور اپنے پڑوسی کو دیکھ آئیے آپ اُس کے گھر پر گئے اور سرہانے کھڑے ہوکر
دیکھا کہ وہ آگ کے دھوئین سے سیاہ ہو گیا ہے کہنے لگے کہ تم خدا سے ڈرو کہ تمام عمر تم نے آگ اور
دھوئین مین بسر کی اب مسلمان ہو جاؤ تو خدا تم پر رحم کرے شمعون نے کہا کہ مجھکو تین چیزین اسلام سے
مانع ہین ایک یہ کہ سب لوگ دنیا کی مذمت کرتے ہین مگر رات دن اُسی کو ڈھونڈھتے رہتے ہین
دوسرے یہ لوگ زبان سے کہتے ہین کہ موت حق ہے مگر موت کا کچھ سامان نہین کرتے تیسرے یہ لوگ
کہتے ہین کہ حق تعالی کا دیدار ہوگا اور کام سب ایسے کرتے ہین جو اُسکے خلاف رضا ہین آپنے فرمایا کہ
یہ تو علامت آشنائی ہے اگر مسلمان لوگ ایسا کرتے ہین تو تم کیا کرتے ہو یہ لوگ تو ایک خدا کے ہونے کا
اقرار کرتے ہین اور تم نے تو عمر بھر آتش پرستی مین صرف کردی ستر برس تو تمہین پوجتے ہوے گذرے
اور مین نے پوجی نہین لیکن مین اور تم دونون اگر آگ مین ڈالدیے جائین تو آگ دونون کو جلادیگی
مجھکو بھی تمھارے پوجنے کا خیال نہ کریگی البتہ اگر خدا چاہے تو آگ کا کیا مقدور ہے جو میرا ایک رونگٹا
بھی جلا سکے تو آگ مین ہاتھ ڈالین اور آگ کے ضعف اور خدا کی قدرت کا مشاہدہ کرو یہ کہکر
آگ مین ہاتھ ڈال دیا اور رکھے رہے ایک ذرہ برابر بھی اُسمین تغیر نہو شمعون یہ دیکھکر متحیر ہو گیا
اور کہنے لگا کہ ستر برس تو مین آگ پوجتا رہا اب چند سانسین باقی رہگئی ہین کیا تدبیر کرون تب
آپ نے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ شمعون نے کہا کہ اگر ایک تحریر لکھ دیجیے کہ حق تعالی مجھپر عذاب نہ کریگا تو
مین مسلمان ہو جاؤن آپ نے نوشتہ دیدیا شمعون نے کہا کہ بصرہ کے نیک لوگون کی گواہی بھی اس پر
کرا دیجیے آپنے گواہیان کرا کے وہ تحریر اُسکو دیدی وہ دیکھکر بہت رویا اور مسلمان ہوگیا اور وصیت کی کہ
جب مرون اور مجھے نہلائین تو یہ خط میرے ہاتھ مین رکھکر مجھے دفن کردین تاکہ کل قیامت کو یہی
نوشتہ میرے لیے حجت ہو پھر اُس نے کلمہ پڑھا اور مر گیا آپنے اُسکی وصیت کے موافق وہ نوشتہ
ہاتھ مین رکھکر دفن کر دیا بہت سے لوگون نے اُسکے جنازہ کی نماز پڑھی آپ خوف سے اُس شب کو
نہ سوئے اور تمام رات نماز پڑھا کیے اور اپنے دل مین یہ کہتے تھے کہ یہ کیا کیا مین تو خود ڈوب رہا ہون
دوسرے ڈوبتے ہوے کا کیا ہاتھ پکڑونگا مجھے اپنی ہی خبر نہین [illegible]

کیسے مہر کردی اور کاغذ کیسے لکھدیا اسی اندیشہ مین سو گئے شمعون کو خواب مین دیکھا کہ ایک تاج سر پر رکھے اور حلہ پہنے نہایت شادان و فرحان بہشت مین ٹہل رہا ہے آپنے پوچھا کہ اے شمعون کیسا حال ہے اُس نے کہا کیا پوچھتے ہو ایسا ہون جیسا دیکھ رہے ہو خداوند عالم نے اپنے فضل سے مجھے اپنے گھر مین جگہ دی اور اپنے کرم سے اپنا دیدار نصیب کیا اور بہت عنایتین فرمائین جو خیال مین نہین آسکتی ہین اب آپ اپنا یہ خط لیجیے اس کی مجھے ضرورت نہین جب آپ خواب سے جاگے تو دیکھا کہ وہ خط ہاتھ مین موجود ہے کہنے لگے کہ حمد اللہ کو جانتا ہے کہ تیرا کام علت سے نہین ہوتا بلکہ محض فضل ہوتا ہے تیرے دروازہ پر آنے سے کسی کو گھاٹا نہین ہے تونے ستر برس کے کافر کو ایک کلمہ سے اپنا مقرب کر لیا تو ستر برس کے مسلمان کو کیون محروم چھوڑیگا **نقل** آپ مناجات مین کہا کرتے تھے کہ الٰہی تو نے مجھے نعمت دی مین نے اُس کا شکریہ نہین ادا کیا اور تو نے مجھے بلا دی مین نے اُسپہ صبر نہین کیا میری ناشکری کی وجہ سے تو نے وہ نعمت مجھ سے چھین نہین لی میری بے صبری سے تو نے وہ بلا ہمیشہ والی نہین کردی الٰہی تجھ سے سوا کرم کے اور کیا ہوگا **نقل** تاریخ یافعی مین ہے کہ ۱۰۳ھ زمانہ یزید بن عبد الملک مین جب عمر بن ہبیرہ فزاری والی عراق و خراسان ہوے تو انھون نے آپکو اور محمد بن سیرین اور شعبی کو بلایا سب لوگ گئے عمر بن ہبیرہ نے اُن سب سے کہا کہ یزید کو اللہ نے اپنے بندون پر نائب کیا اور اُس نے سب سے اطاعت کا عہد و پیمان لیا اور سب نے اطاعت کا عہد کیا اُسی نے مجھے بھی اسمین والی امر کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو تو اب بتاو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے ابن سیرین و شعبی نے تو تقیۃً ایک بات کہی ابن ہبیرہ نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کیا کہتے ہین آپنے فرمایا کہ اے ابن ہبیرہ یزید کے معاملہ مین اللہ سے ڈرو اور اللہ کے معاملہ مین یزید سے نہ ڈرو کیونکہ اللہ تم کو یزید سے روک سکتا ہے مگر یزید تم کو اللہ سے روک نہین سکتا۔ وہ عنقریب تمھاری طرف ایک فرشتہ بھیجیگا جو تم کو تخت سے اُتار دیگا اور اتنے بڑے مکان سے نکالکر قبر کے تنگ گڑھے مین ڈالدیگا پھر اُسوقت سوا تمھارے عمل کے اور کوئی تم کو نجات دینے والا نہوگا۔ اور اے ابن ہبیرہ جو آپ کو اللہ کی نافرمانی سے بچاؤ خدا نے اس بادشاہ کو اپنے دین اور بندون کا مددگار بنایا ہے تو اُس کے دین اور بندون کو اس بادشاہ کے سبب سے نہ چھوڑو کیونکہ اللہ کی نافرمانی کے سامنے مخلوق کی طاعت کچھ نہین ہے ابن ہبیرہ نے اُسی وقت سے

سلہ یہ بات حضرت حسن علیہ السلام نے کہی کچھ بڑھکر پڑھی تھی جس کا ذکر آئندہ اسی کتاب مین بیان ارشادات حضرت فوقیت آپ رضی اللہ عنہ کی تشریح مین آئیگا ۱۲

اُن صاحبوں کی تنخواہیں مقرر کردیں اور آپ کا مشاہرہ سب سے زیادہ کیا ابن سیرین اور شعبی کہنے لگے کہ جو کچھ ہنسی مذاق کی بات
تھی اسواسطے ہمارے ساتھ کمی رہی **نقل** حضرت عمر بن عبد العزیز نے آپکو لکھا کہ میں اس کام میں مبتلا ہوگیا ہوں
آپ غور کرکے کوئی امیر مددگار تجویز کردیجیے جو میری اعانت کرے آپ نے جواب میں لکھا کہ ابنائے دنیا کو تو تم اپنا نہیں
کروگے اور ابنائے آخرت تمہیں پسند نہ کرینگے لہذا اللہ سے اعانت مانگنا بہتر ہے والسلام **نقل** آپ نے ایک
خوبصورت شخص کو دیکھا پوچھا کہ یہ کون ہے لوگوں نے کہا کہ یہ بادشاہی شہزادوں میں سے ہے اور بادشاہ
اس کو بہت دوست رکھتے ہیں کہنے لگے کہ شاباش ہے اپنے باپ کو اور خدا اسکو بھی پیارا رکھے میں نے
سوا اس شخص کے کسی کو نہیں دیکھا کہ دنیا کو اُسکے مشابہ چیزوں سے طلب کرتا ہو اس کا مطلب یہ ہے
کہ دنیا بُری چیز ہے تو اس کا بُری ہی چیز کے ذریعہ سے حاصل کرنا زیادہ مناسب ہے بہ نسبت اچھی
چیز سے حاصل کرنے کے آپ کا کلام اکثر حکمت خیز اور باعث تیز ہوتا تھا اور جب آپ کی وفات
قریب ہوئی تو بیہوش ہوگئے جب افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کہ تم نے مجھے جنتوں اور چشموں اور محلات
عالیہ سے علیحدہ کرلیا **نقل** ایک بزرگ نے آپ کی وفات سے پہلے ابن سیرین سے بیان کیا کہ
میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چڑیا مسجد کی اچھی اچھی کنکریاں چنتی ہے اُنھوں نے کہا کہ اگر
تمہارا یہ خواب سچا ہے تو آپ کا نام لیا کہ اُن کا انتقال ہوجائیگا چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد آپکی
وفات ہوگئی ابن مسلمہ کہتے تھے کہ میں نے آپ کو بعد وفات کے خواب میں دیکھا کہ آپ موٹے
اور کمر میں کستیج[1] باندھے اور پیروں میں بیڑی پہنے اور [illegible] اور [illegible] میں کھڑے ہیں اور

---

[1] درمختار میں ہے کہ کستیج فارسی لفظ معرب ہے جسکے معنی [illegible] ہیں [illegible] کہ کستیج [illegible]
[illegible] کا ہوتا ہے جسکو ذمی اپنے سب کپڑوں کے اوپر باندھتا ہے [illegible]
[illegible] ہے کہ کستیج اُس موٹے دھاگے کو کہتے ہیں جو [illegible] ہوتا ہے اور اسکو ذمی [illegible]
[illegible] کے علاوہ ہوتا ہے [illegible] کہ کستیج [illegible]
[illegible] سے نیاز [illegible] کہ ذمی [illegible]
[illegible] ہے کہ کستیج [illegible]
ہیں ہے کہ کستیج [illegible] کہتے ہیں جو کافر ذمی [illegible] باندھتے ہیں [illegible]
ہوتی ہے اور اسکو [illegible] ہونا چاہیے [illegible]
[illegible]
کپڑے کی [illegible] کا ہوتا ہے جو موٹے تاگے سے [illegible]
جسکو [illegible] کے نیچے باندھتے ہیں [illegible]
[illegible] لکھے ہیں [illegible]
لکھا ہے کہ یہ ایک [illegible] اور [illegible] ایک قبیلہ کا نام ہے ۱۲ منہ

ہاتھ مین طنبورہ ہے جسکو بجا رہے ہین اور کعبہ کی طرف ٹیک دیے کھڑے ہین اُنھون نے
یہ خواب ابن سیرین سے بیان کیا اُنھون نے کہا کہ صوف کا پہننا تو اُن کا زہد ہے اور زنار اُن کی
دینی قوت ہے اور چادر اشارہ ہے اُن کی محبت کی طرف جو اُن کو قرآن سے ساتھ تھی اور قرآن کی
تفسیر بیان کرنا لوگون سے اور بیڑی پہننا اشارہ ہے اُن کی ثابت قدمی کا ورع مین اور گھورے
پر کھڑے ہونا یہ اُن کی دنیا ہے جسکو اللہ نے اُن کے قدمون کے نیچے کر دیا اور طنبورہ بجانا
اشارہ ہے لوگون مین حکمت پھیلانے کی طرف اور کعبہ سے ٹیک لگانا یہ التجا ہے اللہ کے حضور مین
پھر ایک مرتبہ اور خواب مین دیکھا کہ باشرم دکھاؤ لوگون کے سامنے برہنہ ہاتھ مین ایک خمدار
تلوار لیے ہوے ہین کہ اسکو جب پتھر پر مارتے تھے تو وہ کٹ جاتے تھے اُس نے ایک شخص کو ابن
سیرین کے پاس اسکی تعبیر پوچھنے بھیجا اُنھون نے کہلا بھیجا کہ اُن کا ننگا ہونا اُن کے گناہون کے
کم ہونے کی طرف اشارہ ہے نیز اُن کے اخلاص پر جو لوگون کے ساتھ تھا اور تلوار سے مراد اُن کی
زبان اور باتین ہین اور پتھر سے مراد لوگون کے قلوب ہین اور پتھرون کا کٹنا اُن کی حکمت اور
نصیحت کا اُن قلوب مین اثر کرنا ہے اور بصری منسوب ہے بصرہ کی طرف بصرہ اصل مین ب کے
ضمہ اور کسرہ دونون سے آیا ہے نرم پتھر کو کہتے ہین جو مائل بہ سفیدی ہو اسی وجہ سے بصرہ کا نام
بصرہ رکھا گیا جب ہا گرا دیتے ہین تو بالکسر کہتے ہین اور جب یا نسبت ملا دیتے ہین تو بصری کہتے
ہین غیاث اللغات مین ہے کہ بصرہ بالفتح ایک شہر کا نام ہے جو عراق عرب مین ہے اور بفتحتین
باصر کی جمع ہے اور بصری بالکسر منسوب شہر بصرہ کی طرف ہے اگرچہ قیاس فتحہ چاہتا تھا لیکن کسرہ
اسواسطے دیا گیا ہے کہ فرق ہو جائے بصری بالفتح منسوب بہ بصرہ سے جو ملک حجاز مین ہے کذا فی
شرح الکافیہ للشہاب الدین دولت آبادی اقتباس الانوار مین ہے کہ آپ کی وفات چوتھی محرم
سنہ ۱۱۰ھ مین ہوئی اور یہی مختار صاحب سیر الاقطاب کا ہے اور آپ کا روضہ بصرہ سے تین کوس
پر شام ہے اور صاحب مرآۃ الاسرار منتخب التواریخ سے نقل کرتے ہین کہ آپ نے زمانۂ
سلطنت ہشام بن عبد الملک بن مروان مین پہلی رجب سنہ ۱۱۰ھ مین بصرہ مین وفات پائی اور
آپ کی عمر نواسی برس کی ہوئی اور سفینۃ الاولیا مین بھی نواسی برس کی عمر لکھی ہے اور وفات
پانچوین رجب سنہ ۱۱۰ ہجری مین اور لکھا ہے کہ مزار شریف اُس بصرہ مین ہے جو پہلے کا آباد تھا اور
وہ اُسی بصرہ کے پاس ہو جو اب آباد ہے حافظ مزی نے ابن سیرین کے حال مین لکھا ہے کہ حماد بن زید
کہتے تھے کہ حضرت حسن بصری نے پہلی رجب سنہ ۱۱۰ھ مین وفات پائی اور بعض چوتھی محرم کو کہتے ہین

اور تاریخ ابن خلکان مین ہے کہ حضرت حسن بصری کی وفات سنہ ۱۱۰ھ رجب مین ہوئی اور حمید طویل کا
قول ہے کہ آپ کی وفات پہر دن چڑھتے جمعرات کو ہوئی اور جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ کے جنازہ اٹھایا
گیا اور دفن کیے گئے اور تمام سب لوگ جنازہ کے ساتھ گئے یہان تک کہ اُس روز جامع مسجد مین
عصر کی نماز نہین ہو سکی کیونکہ سب تو جنازہ کے ساتھ چلے گئے تھے ابن سیرین آپکے جنازہ پر نہین
گئے کیونکہ اُن کو کچھ آپ سے شکر رنجی تھی پھر اُن کا خود انتقال آپ کی وفات کے سو دن کے بعد
ہوا اور تاریخ یافعی مین ہے کہ اسی سنہ ۱۱۰ھ ہجری مین جمعہ کے دن شوال کے مہینہ مین امام المعبرین محمد بن
سیرین نے وفات پائی حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا مین بسند بیان کیا ہے کہ حکم بن حجل ابن
سیرین کے بڑے دوست تھے جب ابن سیرین کا انتقال ہوا تو اُن کو اتنا رنج و ملال ہوا کہ لوگ
اُن کو اسطرح دیکھنے جاتے تھے جیسے کوئی بیمار کو دیکھنے آتا ہے اسی زمانہ مین اُنھون نے
ابن سیرین کو خواب مین دیکھا کہ وہ ایک عمدہ مکان مین ہین اور بہت خوشحال ہین تب اُنھون نے
اُن سے کہا کہ بھائی اللہ نے مجھکو تمھین ایسی حالت مین دکھایا اس سے میرا دل بہت خوش
ہوا اب یہ تو بتاؤ کہ اللہ نے حسن بصری کے ساتھ کیا کیا وہ کہنے لگے کہ وہ مجھ سے ستر درجے
عالی رتبہ کیے گئے تب مینے کہا کیون اُنھون نے کہا کہ زیادہ غمگین رہنے کی بدولت نقل مبرد نے
اپنی کتاب کامل مین لکھا ہے کہ آپ اور فرزدق ایک جنازہ مین تھے فرزدق نے آپ سے
کہا کہ اے ابو سعید یہ لوگ کیا کہتے ہین کہ اس جنازہ مین خیر الناس و شر الناس جمع ہوے ہین
تب آپنے فرمایا کہ ہرگز یون نہین ہے نہ ہم ان کے خیر ہو نہ شر مگر تم نے اس دن کے لیے کیا تیار
کر رکھا ہے اور بعض بنی تمیم والون کا گمان ہے کہ فرزدق کو لوگون نے خواب مین دیکھا اور اُن سے
پوچھا کہ اللہ نے تمھارے ساتھ کیا کیا اُنھون نے کہا کہ مجھے بخش دیا پوچھا کس سبب سے کہا
اُس کلمہ کی بدولت کہ جسکا مین نے حسن سے جھگڑا کیا تھا

فرزدق کا حال

فرزدق بفتح فا و را و سکون زا و فتح دال مہملہ بعدہٗ قاف یہ اُن کا لقب ہے ابن قتیبہ کا قول اُس
لقب مین مختلف ہے ادب الکاتب مین اُنھون نے لکھا ہے کہ فرزدق خمیری روٹی کے
ٹکڑون کو کہتے ہین اور اُس کا واحد فرزدقہ ہے منتخب اللغات مین ہے کہ فرزدق بفتحتین نانک روٹی
کو کہتے ہین جو تنور کے اندر گر پڑے اور روٹی کے ٹکڑون کو بھی اور تھوڑے سے آٹے خمیر کیے
ہوئے کو بھی کہتے ہین اور یہ لقب اُن کا اسوجہ سے ہوا کہ چہرہ کے بڑے رُو تھے کذا فی وفیات الاعیان ابن خلکان

ان کی کنیت ابو فراس تھی اور نام ہمام یہ تمیمی تھے اور بڑے مشہور شاعر ان کے باپ کا نام غالب اور ماں کا نام لیلیٰ بنت حابس تھا یہ اقرع بنت حابس کی بہن تھین ان کے باپ کے مناقب اور محامد معروف و مشہور تھے ان مین سے بعض کو ابن خلکان نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے اور اُن کا حال بھی مفصل لکھا ہے اُنھون نے ایکبار سلیمان بن عبد الملک کو قصیدہ سمینہ سنایا جسکے بعض شعرون مین زنا کا اقرار تھا اسپر سلیمان نے کہا کہ تم نے میرے سامنے زنا کا اقرار کیا ہے اور مین امام ہون لہذا تم پر حد قائم کرنا ضروری سمجھتا ہون فرزدق نے کہا کہ یا امیر المومنین تم نے مجھپر کہان سے حد واجب فرمائی سلیمان نے کہا اللہ تعالی فرماتا ہے الزّانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ فرزدق نے کہا کہ اللہ کی کتاب کے اس قول نے مجھپر سے حد کو دفع کردیا ہے والشعراء یتبعہم الغاوون الم تر انہم فی کل واد یہیمون وانہم یقولون ما لا یفعلون یعنے شاعرون کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہین کیا تم نے نہین دیکھا کہ وہ ہر جنگل مین حیران و سرگردان رہتے ہین اور جو کہتے ہین وہ نہین کرتے تو مین نے وہ بات کہی ہے جو کی نہین سلیمان ہنس کر کہنے لگے کہ تم بڑے قابل ہو نقل محمد بن حبیب کہتے تھے کہ ایک بار ولید بن عبد الملک منبر پر چڑھے اور ناقوس کی آواز سنکر کہنے لگے کہ یہ کیا ہے لوگون نے کہا کہ بیعہ ہے ولید نے اُس کے گرا دینے کا حکم دیا اور خود بھی کچھ حصہ اپنے ہاتھ سے گرایا بعد اُسکے اور لوگ بھی گرانے لگے بالآخر شاہ روم نے ولید کو لکھا کہ اس بیعہ کو تم سے پہلے کے لوگون نے تو برقرار رکھا تھا اب اگر اُنھون نے اچھا کیا تو تم نے خطا کی اور اگر اُنھون نے بُرا کیا تو تم نے اچھا کیا ولید نے کہا اس کا جواب کون دیسکتا ہے لوگون نے کہا فرزدق دے سکتے ہین فرزدق نے یہ آیت جواب مین لکھی وداود وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمہم شاہدین ففہمناہا سلیمان وکلا آتینا حکما وعلما یعنے داؤد و سلیمانؑ کو ہدایت دی گئی جب کہ وہ دونون حکم کرتے تھے کھیتی کے بارہ مین جسوقت کہ اُس مین یک قوم کی بکریان چر گئی تھین اور تھے ہم اُن کے حکم کے گواہ پس سمجھا دیا ہم نے سلیمان کو اور ہر ایک ایک کو ہم نے حکم اور علم دیا قصہ یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بکریان کھیتی والون کو ان کے نقصان کے بدلہ مین دلوا دین اُن کے دین مین یہ تھا کہ چور کو غلام کرلیتے تھے اسی موافق آپ نے یہ حکم دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام لڑکے تھے اُنھون نے یہ معاملہ اپنے پاس منگوا کر کہا کہ بکریان رکھوا اور ان کا دودھ پیو اور کھیتی کو بکری والے پانی دیا کرین جب کھیتی جیسی تھی ویسی ہوجائے تب بکریان

سلہ بدکاری کرنیوالی عورت و مرد کو سو سو کوڑے مارو ۱۲ سلہ بیعہ بالکسر معبد ترسایان ۱۲

پھیر دین اور کھیتی سے لین اس مین دونون کا نقصان نہوا ان کا انتقال بصرہ مین سنہ ایکسو دس مین
ہوا جمعہ سے چالیس دن پہلے اور بعضون کا قول ہے کہ اسی دن پہلے اور ابن جوزی شذور العقود
مین لکھتے ہین کہ ان دونون کا انتقال سنہ مین ہوا عسکری کہتے تھے کہ فرزدق نے حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کو بھی پایا تھا اور سنہ ایکسو دس یا بارہ یا چودہ مین ان کا انتقال ہوا اقتباس الانوار مین ہے کہ
حضرت خواجہ حسن بصری کے پانچ خلیفہ تھے ایک حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید دوسرے
حضرت ابن زرین تیسرے حضرت خواجہ حبیب عجمی چوتھے حضرت شیخ عتبہ بن الغلام پانچوین حضرت
شیخ محمد واسع اور سوا ان کے حضرت رابعہ بصری کو بھی لوگ ان کے خلفا مین شمار کرتے ہین لیکن تحقیق یہ
ہے کہ عورت ہر چند کمالات ولایت کو پہونچ جائے لیکن خلافت اور ارشاد کے قابل نہین ہوتی ہے

اندرہ گذر خاک کسے کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

فصل در بیان وعظ و درس حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالی عنہ

شیخ ابو العباس خضر موصلی حسنی کہتے تھے کہ حضرت غوثیت مآب رض تمام علوم مین مہارت رکھتے تھے
آپ کے مدرسہ مین ایک درس تفسیر و حدیث کا اور ایک مذہب و دیگر خلافت کا ہوتا تھا اور ظہر کے
بعد درس قرآن مجید کا ساتون قراءت سے **نقل** حضرت فرماتے تھے کہ ابتدا مجھے بیداری و خواب
مین امر و نواہی ہوتے تھے اور مجھ پر منہ مین اس طرح سے غلبہ کرتے تھے کہ مین سب بے اختیار ہوتا
تھا اور چپ رہنے کی قدرت باقی نہین رہتی تھی اور پہلے میری مجلس مین صرف دو تین آدمی ایسے
ہوتے تھے جو وعظ سنتے تھے بالآخر وہ اژدحام ہونے لگا کہ مجلس مین جگہ نہین رہتی تھی تب مین
شہر کی عیدگاہ مین جانے لگا وہان بھی جگہ تنگ ہونے لگی تب منبر شہر کے باہر لے گئے وہان
بھی بیشمار لوگ پیادہ و سوار آتے تھے اور مجلس کے گرد و جگہ کو گھیر کر کھڑے ہو جاتے یہان تک
کہ ستر ہزار تک نوبت پہونچ گئی **نقل** بہجۃ الاسرار مین شیخ ابو زکریا یحیی بن ابی نصر بن عمر بغدادی المشہور
معروف بصحراوی سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ
مین نے جنون کو عزائم کے ذریعہ سے بلوایا ان کے آنے مین وقت معمول سے زیادہ دیر ہوئی جب
وہ آئے کہنے لگے کہ جسوقت حضرت غوثیت مآب وعظ فرماتے ہون اسوقت ہم کو نہ بلایا کرو مین نے
پوچھا کیون کہنے لگے کہ ہم سب وہان حاضر ہوتے ہین مین نے تعجب سے پوچھا کہ تم کیون جاتے
ہو کہنے لگے کہ ہم لوگون کا مجمع اس مجلس شریف مین آدمیون کے مجمع سے زیادہ ہوتا ہے اور ہم مین

بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی ہے اور مسلمان ہوئے ہیں نقل شیخ ابو حفص عمر بن حسین بن خلیل
جلیس کہتے تھے کہ ایک دن مجھ سے حضرت نے فرمایا کہ اے عمر تم اس مجلس کا آنا نہ چھوڑنا کیونکہ یہاں
نیکوں کی خلعتیں ملتی ہیں اور افسوس اس پر جو اس خلعت کو نہ لے شیخ ابو حفص فرماتے تھے کہ بہت عرصہ
گذرا میں ایک دن مجلس شریف میں حاضر تھا مجھ پر نیند غالب ہوئی اور آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ
سبز و سرخ خلعتیں آسمان سے اُتر اُتر کر حاضرین مجلس پر گرتی ہیں میں نے گھبرا کر آنکھ کھولدی اور چاہا
کہ لوگوں سے یہ حال کہوں کہ آپ نے زور سے فرمایا کہ اے لڑکے چپ رہ کہ خبر مثل معاینہ کے نہیں ہوتی
نقل نیز اُنہیں سے منقول ہے کہ ایک بار میں آپ کی مجلس میں آپ کے روبرو بیٹھ گیا تھوڑی دیر
کے بعد دیکھا کہ ایک چیز بلور کی قندیل کی ایسی آسمان سے اُتری اور آپکے مُنہ کے قریب جب کر پھر
آسمان پر لپٹ گئی اسیطرح تین بار ہوا مجھے ضبط کی طاقت نہ رہی میں نے چاہا کہ اور لوگوں سے
کہدوں آپنے لپک کر مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ مجلس کی بات امانت ہے کسی سے کہنا نہ چاہیئے میں چُپ
ہو رہا اور آپ کی زندگی بھر کسی سے نہیں کہا نقل یحییٰ بن نجاح الادیب کہتے تھے کہ ایک بار
میرے دل میں آیا کہ لاؤ شمار کروں کہ آپ وعظ کی مجلس میں کتنے شعر پڑھتے ہیں اسی خیال پر حاضر
ہوا میرے پاس ایک دھاگا تھا جب آپ کوئی شعر پڑھتے تو میں اُس میں گرہ دے دیتا اور میں
سب لوگوں کے پیچھے بیٹھا تھا اتنے میں آپ نے مجھ سے فرمایا کہ خوب میں تو کھولتا جاتا ہوں اور تم
گرہ دیتے جاتے ہو نقل شیخ ابو عبداللہ محمد بن خضر حسینی موصلی اپنے والد سے نقل کرکے بیان
کرتے تھے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ ابتدائے مجلس میں طرح طرح کے علوم بیان فرماتے
تھے اور جب منبر پر چڑھتے تو سب ایسے مودب اور مرعوب ہو جاتے تھے کہ نہ کوئی تھوکتا تھا نہ کھکارتا
نہ بولتا نہ اُٹھتا پھر تھوڑی دیر میں آپ فرماتے کہ قال تو ہو چکا اب ہم حال میں آتے ہیں لوگ اتنا
سنتے ہی سخت مضطرب ہو کر وجد و حال میں ہو جاتے تھے اور یہ امر آپ کی کرامت میں شمار کیا جاتا
تھا کہ آپ کی بات مجلس میں کوئی کیسا ہی دور کیوں نہ بیٹھا ہو وہ بھی ویسی ہی سنتا تھا جیسے قریب
بیٹھا ہوا سُنتا تھا اور جو جس کے دل میں ہوتا تھا وہ آپ فرماتے تھے اور جب منبر پہ کھڑے ہوتے
تو سب لوگ بوجہ آپ کی جلالت شان کے اُٹھ کھڑے ہوتے اور جب آپ لوگوں سے فرماتے
کہ چُپ رہو تو سب ایسا چُپ ہو جاتے تھے یہ اثر آپ کی ہیبت کا تھا اور جو لوگ اپنے ہاتھ رکھے
ہوتے تھے تو وہ ایسے لوگوں پر جا پڑتے تھے جو آنکھوں سے نہیں دکھ پڑتے تھے لیکن چھونے
سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ آدمی بیٹھے ہیں اور وہ رجال الغیب وغیرہ ہوتے تھے اور جب آپ

مسئلہ فنا و تدبیر بیان کرتے تو لوگ چیخین سنتے تھے اور بہت سے بیچ مجلس کے گرد گرتے ہوئے دیکھے
جاتے تھے نقل شیخ ابو الحسن سعد الخیر بن محمد بن سہل بن سعد انصاری کہتے تھے کہ سنہ پانسو انتیس
مین مین آپ کی مجلس مین حاضر ہوا اور سب کے پیچھے بیٹھ گیا آپ زہد مین کلام فرما رہے تھے مین نے
اپنے دل مین کہا کہ معرفت کے متعلق کچھ آپ بیان فرماتے تو خوب ہوتا اتنے مین آپنے زہد کے
بیان کو چھوڑکر معرفت کی بحث شروع کردی پھر میرے دل مین خیال آیا کہ آپ شوق کے متعلق
بیان فرماتے تو خوب ہوتا آپنے معرفت کا بیان چھوڑکر شوق کا بیان شروع کردیا پھر میرے دل مین
آیا کہ آپ فنا و بقا کا بیان کرتے تو خوب ہوتا آپ نے شوق کا ذکر ترک کرکے فنا و بقا کا ذکر شروع
کردیا پھر میرے دل مین آیا کہ آپ علم غیبت و حضور کو بیان فرماتے تو خوب ہوتا آپنے فنا و بقا کا ذکر چھوڑکر
علم غیبت و حضور کو چھیڑ دیا اور یہ سب بیانات ایسے تھے جو مین نے کبھی نہین سنے تھے پھر آپنے
فرمایا کہ اے ابو الحسن تمکو اسقدر کافی ہے یہ فرمانا تھا کہ مین نے بے اختیار ہوکر اپنے سب کپڑے پھاڑ
ڈالے نقل شیخ ابو محمد عفیف بن مبارک بن حسین بن نمو جیلی کہتے تھے کہ مین نے حضرت سے
سُنا کہ آپ منبر پر فرما رہے تھے کہ اے لڑکے توبہ کر میرے پاس نہ حاضر ہونے سے جبکہ
مین یہان بیٹھا ہون یہان ولایتین ہین اور یہان درجات ہین اور اے خریدار توبہ اللہ کا نام
لیکر آگے بڑھ اور اے خریدار عفو اللہ کا نام لیکر آگے بڑھ اور اے خریدار [illegible] اللہ کا نام لیکر
آگے بڑھ اور تجھکو ہر ہفتہ میرے پاس آنا چاہیے یا ہر مہینہ یا ہر سال یا عمر بھر مین ایک دفعہ آکر
مجھ سے ہزاروں چیزین لینا چاہیے خواہ تجھکو ہزار برس سفر مین گذر جائین گر یہان آکر مجھ سے ایک
بات سُن لینا چاہیے اور اپنے آپ سے اعمال اور زہد اور ورع اور اقوال کے پندار کو نکال ڈالنا
چاہیے پھر جو میرے پاس ہے وہ لے میری پاس [illegible] وہ مخصوص چیزین ہین اور اولیا اور
غائبین مجھ سے نوافع الٰہی سیکھتے ہین اور جتنے اولیا مخلوق ہوئے ہین وہ سب میری مجلس مین آتے ہین
زندہ ہون خواہ مردہ نقل شیخ ابو زرعہ طاہر بن محمد بن طاہر مقدسی دارانی کہتے تھے کہ مین بغداد
آپ کی مجلس مین سنہ پانسو ستاون مین حاضر ہوا تو مین نے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ میرا کلام ان
لوگون سے ہے جو میری مجلس مین حاضر ہوتے ہین جبل قاف کے دستے کہ ان کے پیر ہوا مین ہوتے
ہین اور قلوب حضرت قدس مین دونون کو اللہ سے اسقدر شوق ہے کہ قریب ہے کہ ان کی ٹوپیان
اور عمامے شدت شوق سے جل جائین اسوقت آپ کے صاحبزادہ حضرت سید عبد الرزاق بانب
منبر پر آپکے پیرون کے نیچے بیٹھے تھے انھون نے ایک بار آسمان کی طرف سر اٹھاکر دیکھا ...

تھوڑی دیر کے بعد بیہوش ہوگئے اور اُن کی ٹوپی جلنے لگی حضرت نے اتر کر اسکو بجھایا اور فرمایا کہ
اے عبدالرزاق کیا تو بھی انھیں لوگوں میں سے ہے ناقل کہتے ہیں،
کہ میں نے حضرت سید عبدالرزاق سے پوچھا کہ آپ
بیہوش کیوں ہوگئے انھوں نے فرمایا کہ جب میں نے ہوا کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ
سر جھکائے چپ چاپ کھڑے آپ کا وعظ سن رہے ہیں اور وہ اسقدر تھے کہ اُن سے افق بھرا
ہوا تھا اور ان کے کپڑوں میں آگ تھی بعضے اُن میں سے چیختے اور ہوا میں اڑ گئے تھے اور بعضے
زمین پر گر پڑتے تھے اور بعضے زمین کانپ کر رہ جاتے تھے۔ **نقل** شیخ ابوالفارج منجح ابن شیخ ابی نجم
کرم ابن شیخ ابی محمد مطر بادرانی کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ جب شیخ مطر کی وفات
ہونے لگی تو میں نے پوچھا کہ آپ کے بعد میں کس کی اقتدا کروں انھوں نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر
کی میں تھوڑی دیر چپ رہا پھر تھوڑی دیر کے بعد میں نے پوچھا تب انھوں نے کہا کہ اے بیٹے
ایک وقت آئے گا کہ سوا شیخ عبدالقادر کے کوئی متبوع نہ ہوگا جب شیخ مطر انتقال کر گئے
تو میں بغداد میں آکر حضرت کی مجلس میں حاضر ہوا وہاں شیخ بقا ابن بطو اور شیخ ابوسعید قیلوی اور
شیخ علی بن ہیتی وغیرہ اعیان مشائخ بھی موجود تھے اور آپ اُس وقت فرما رہے تھے کہ میں
تمہارے اور وعظوں کا سا نہیں ہوں بلکہ میں اللہ کے حکم سے وعظ کہتا ہوں اور میرا کلام اُن
لوگوں سے ہے جو ہوا میں ہیں یکدم آپ نے سر اٹھایا تو میں نے بھی ساتھ ہی سر اٹھایا دیکھا کہ آپکے
مقابل بہت سی صفیں نورانی لوگوں کی ہیں جو نور کے گھوڑوں پر ہوا میں اور وہ لوگ اتنے ہیں کہ
اُن کی وجہ سے آسمان نظر نہیں آتا تھا اور وہ سب سر جھکائے ہوئے تھے بعضے روتے تھے
اور بعضے ہنستے تھے اور بعض کے کپڑوں میں آگ تھی یہ دیکھکر میں بیہوش ہوگیا بعد افاقہ کے
اس ارادہ پر اٹھا کہ لوگوں سے نکل کر آپ کے قریب ہو جاؤنگا تو آپ نے منبر پر سے
میرے کان پکڑے اور فرمایا کہ کیا تم نے باپ کی وصیت سے پہلے ہی مرتبہ میں بھیجے جانے
ہو میں نے اُس کی ہیبت سے سر جھکا دیا۔ **نقل** سید عبدالوہاب آپکے صاحبزادہ فرماتے تھے کہ میرے
حضرت والد ہفتہ میں تین مرتبہ وعظ فرماتے تھے جمعہ کی صبح اور سہ شنبہ کی شام کو مدرسہ میں اور
اتوار کی صبح کو رباط میں اور تمام علما اور فقہا اور مشائخ وغیرہ سب موجود ہوتے تھے چالیس برس
آپ نے وعظ فرمایا اور ابتداء وعظ سنہ پانسو اکیس سے ہوئی اور اختتام سنہ پانسو اکسٹھ میں اور مدت
آپ کے درس اور فتوی لکھنے کی مدرسہ میں تینتیس برس تھی جسکی ابتدا سنہ پانسو اٹھائیس سے ہوئی

اور انتہا سنہ پانسو کسیٹھ تک اور دو شخص قاری کہ جو دونوں بھائی تھے آپکی مجلس میں قرآن بلا الحان
پڑھتے تھے مگر قراءۃ میں ترتیل اور تجوید ہوتی تھی اور آپ کی مجلس میں شیخ ابوالفتح مسعود بن
عمر ہاشمی قاری بھی پڑھتے تھے اور روزانہ وہاں دو تین آدمی مرتے تھے اور آپ کی مجلس
وعظ میں چار سو عالم وغیرہ لکھنے والے ہوتے تھے نقل شیخ ابوالفتح ہاشمی قاری کہتے تھے کہ مجھے
ایکبار حضرت نے پڑھنے کو فرمایا جب میں نے پڑھا تو آپ روئے اور فرمانے لگے کہ اسمیں مجھے
خدا سے مانگ لوں گا بعد اسکے آپکے دو برس ودیا اسمیں سے ایک شخص تذکرہ کرنے لگا کہ میں نے
آپ کو اس طرح خواب میں دیکھا کہ بہشت کے دروازہ کھولے گئے اور آپ کے لئے منبر رکھا گیا
اور آپ سے کہا گیا کہ کچھ بیان کرو آپنے کہا کہ جب شریف مقری آئیگا تب میں وعظ کہونگا اتنے میں
کسی نے کہا کہ وہ آگئے آپنے فرمایا اب میں بھی شروع کرتا ہوں نقل شیخ عمر کیمانی کہتے تھے کہ آپکی
کوئی مجلس ایسی نہوتی کہ جسمیں یہود اور نصاری مسلمان نہوں اور ڈاکو وغیرہ توبہ نکرتے ہوں اور فسق
وغیرہ آکر اپنے معتقدات سے بازنہ آتے کیا ایک راہب آپکے پاس آکر مسلمان ہوا اور
لوگوں سے کہنے لگا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں میرے دلمیں اسلام کا خیال آیا اور میرا ارادہ
اسپر مضبوط ہوا کہ یمن میں رہنا جو سب سے زیادہ بہتر آدمی ہو اُس کے ہاتھ پر مسلمان ہوں اسی سوچ
میں تھا حضرت عیسی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اے سنان بغداد جا اور
شیخ عبدالقادر کے ہاتھ پر مسلمان ہو کہ سب زمین بھر میں بہتر لوگوں میں یہی ایک ہیں اور تیرہ نصرانی
آکر آپکی مجلس وعظ میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نصارائے عرب میں ہیں تو مسلمان
ہونا منظور رہا ہم نے سوچا کہ کس کے ہاتھ پر مسلمان ہوں پھر ایک منادی کوئی شخص کہتا ہے کہ اے
ارباب فلاح بغداد جاؤ اور شیخ عبدالقادر کے ہاتھ پر مسلمان ہو کیونکہ اُنکے ہاتھ پر یہاں سے
جو برکت ایمانی تمہارے دلوں میں آویگی وہ دنیا بھر میں کسی کے ہاتھ سے نہ آئیگی نقل شیخ ابو محمد
مفرج بن نبہان بن برکات شیبانی بیانی کہتے تھے کہ جب حضرت کی شہرت ہوئی تو میں فقہا اور [illegible]
بغداد سے سو آدمیوں نے جمع ہو کر باہم مشورہ کیا کہ ہم میں سے ہر شخص ایک ایک مسئلہ ہر علم کا آپ
پوچھے دیکھیں کہ آپ بتاتے ہیں یا نہیں اس خیال سے سب آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور
میں بھی ان دنوں حاضر تھا جب وہ آکر بیٹھے تو حضرت نے سر جھکایا آپ کے سینہ مبارک
سے ایک ٹکڑا نور کا نکلا کہ جسکو ہر کسی نے نہیں دیکھا مگر اُس نے کہ جسکو اللہ نے دکھا دیا
اور وہ [illegible] گذرا ان سو شخصوں کے سینہ پر جا پڑا جس شخص پر پڑا وہ بیہوش ہو کر رونے لگا پھر کپڑے سب

چیخے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر کھولکر منبر پر چڑھ کر اپنے سر آپکے پیرون پر رکھدیے سب اہل
مجلس چلا اُٹھے مین سمجھا کہ بغداد آج تباہ ہو جائیگا آپنے ہر شخص کو فرداً فرداً اپنے سینے سے
لگایا اور ہر شخص سے فرمایا کہ تمہارا سوال یہ تھا اس کا جواب یہ ہے چنانچہ اُن سو شخصون کے
سوالات کے جوابات دیدیے جب سب وہان سے رخصت ہوے تو مین نے جا کر اُن لوگون سے
پوچھا کہ تمہارا یہ کیا حال ہو گیا اُنھون نے کہا کہ جب ہم بیٹھے جا کر تو جتنا ہمارا علم تھا وہ سب
محو ہو گیا ایسا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم نے کبھی کچھ پڑھا ہی نہ تھا جب آپ نے ہم کو اپنے سینہ سے
لگایا تو وہ سب علم ہمکو پھر یاد آ گئے پھر آپنے ہمارے سوالون کے جوابات دیے لیکن وہ جوابات
ایسے تھے جنکو ہم نہین جانتے تھے نقل شیخ ابو القاسم محمد بن احمد بن علی جہنی کہتے تھے کہ مین حضرت کے منبر
کے نیچے بیٹھتا تھا اور آپ کے کئی نقبا ہوتے تھے جو منبر کی سیڑھیون پر بیٹھتے تھے وہ وہ لوگ ولی یا صاحب حال
ہوتے تھے اور تیرکے منبر کے نیچے اور بہت سے لوگ با ہیبت بیٹھے ہوتے تھے نقل شیخ ابی عبد اللہ محمد بن
ابہری حسنی کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ حضرت کی مجلس مین اکابر مشائخ عراق و اعیان علماء و مفتی
وہان کے سب حاضر ہوتے تھے اور کوئی ایک بھی مشائخ اور علماے ایسا نہ تھا جو بغداد آتا
ہو اور آپ کی مجلس مین حاضر نہ ہوتا ہو اور شیخ عبد الرحمن طفسونجی کا بغداد آنا تو مجھے معلوم نہین
مگر مین نے طفسونج مین بہت مرتبہ دیکھا کہ وہ دیر تک چپ رہے اور فرمایا کہ مین اس واسطے
چپ تھا کہ حضرت شیخ عبد القادر کا وعظ سنتا تھا اور مین نے شیخ عدی بن مسافر کو بہت بار
دانش مین دیکھا کہ وہ اپنے حجرہ سے باہر آئے اور نیزہ سے دائرہ کھینچکر اُس کے اندر گئے اور
فرمایا کہ جسکو حضرت کا کلام سننا ہو وہ اس دائرہ مین آئے چنانچہ اُس دائرہ مین اُن کے اکابر اصحاب
آئے اور اُنھون نے حضرت کا کلام سنا بلکہ بعضون نے بعضی چیزین لکھ بھی لین اور وہ تاریخ لکھ لی
اور بغداد مین آکر اُس دن کا کلام آپ کا جو بغداد والون نے لکھا تھا اُس سے مقابلہ کیا تو وہ
دونون ٹھیک اُترے اور حضرت عدی جب وارد ہوتے تھے تو بغداد مین آپ اہل مجلس سے
فرماتے تھے کہ عدی ہم کو دیکھتے ہین نقل شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابو الفتح ہروی کہتے تھے کہ مین ایک دن
آپ کی مجلس مین حاضر تھا آپ بیان فرما رہے تھے یہانتک کہ مستغرق ہو گئے پھر فرمایا کہ اگر اللہ
چاہے تو سبز چڑیان میرا کلام سننے کو بھیجے ہنوز یہ بات پوری نہین کہہ چکے تھے کہ ایک چڑیا
سبز خوبصورت آکر آپ کی آستین مین گھس گئی وہ نہ نکلی پھر ایک روز آپ مجلس مین وعظ فرما رہے تھے
اُس روز بعض لوگون نے حاضری میں کچھ دیر کی آپنے پھر فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو سبز چڑیون کو

میرا کلام سننے کو بجسد سے اتنا کہنا تھا کہ تمام مجلس سبز چڑیوں سے بھر گئی پھر ایک دن آپ
قدرت الٰہی کا بیان کر رہے تھے لوگوں کو اس سے بڑی ہیبت معلوم ہوئی اور دلوں میں خشوع
پیدا ہوا یکایک مجلس میں ایک چڑیا عجیب الخلقت آئی اکثر لوگ اسکے دیکھنے میں مصروف ہوگئے
آپ نے اُن کی عدم توجہی دیکھکر فرمایا کہ قسم ہے عزت معبود کی کہ اگر میں اس چڑیا سے کہوں کہ
مرجا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر جاسے یہ ارشاد تمام نہیں ہوا تھا کہ وہ چڑیا وہیں ٹکڑے ٹکڑے
ہوکر گر گئی نقل ایک روز آپ کی مجلس میں نقیب النقبا حاضر ہوا اور وہ اس سے قبل کبھی
نہیں آیا تھا آپ نے اس کی طرف دیکھکر فرمایا کہ کاشکے تو پیدا نہ کیا جاتا اور اگر پیدا کیا گیا تھا
تو یہ جانتا کہ کیوں پیدا کیا گیا اے غافل جاگ اور آنکھیں کھول اور دیکھ کہ تیرے سامنے کیا ہے
تجھپر عذاب کے لشکر متوجہ ہیں اور اسے پیادہ اور سے زائل و منتقل ہونے والے تو برسوں
چاہے میرے پاس نہ آ مگر میری ایک بات سن لے کیا تجھے نہیں معلوم کہ دنیا نے تجھ ایسے
کتنوں کو جاہ اور کثرت مال کا زہر دے کر مار ڈالا ہے جانتا ہے یہ ری راہ دو قدم ہے بیشک
تو خدا کی طرف پہنچ جائیگا اور آگاہ رہ کہ خدا ہی کی طرف سب کام پھرتے ہیں بعد اسکے
جب آپ منبر سے اترے تو بعضے شاگردوں نے عرض کیا کہ آپنے اسوقت ارشاد میں بہت
مبالغہ کیا آپ نے فرمایا کہ یہ بات ایک نور تھی کہ جس سے اسکی ظلمت دور ہوگئی اسکے بعد سے
پھر نقیب النقبا برابر آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا رہا اور وقت مجلس کے علاوہ بھی آتا اور آپ کے
حضور میں نہایت ادب سے بیٹھتا تھا نقل جب آپ کا کوئی لڑکا یا لڑکی انتقال کرتا تو آپ
مجلس قطع نہ فرماتے بلکہ جب جنازہ لایا جاتا تو اترکر نماز پڑھا دیتے تھے اور ایسا بھی ہوا ہے کہ
جاڑے کی راتوں میں آپ ایک ہی پیراہن پہنے ہوئے ہوتے اور پسینا نکلتا تھا تو آپکے
ساتھ جو لوگ ہوتے تھے وہ پنکھا جھلتے تھے نقل ایک بار آپ کے حضور میں فقہا و رئیسا
حاضر تھے اور آپ اُن سے مسئلہ قضا و قدر بیان فرما رہے تھے اثنائے کلام میں ایک سانپ
چھت سے آپ کی گود میں گرا سب سانپ کی دہشت سے اٹھ بھاگے آپ تنہا بیٹھے رہے
وہ سانپ آپکے کرتہ میں گھس گیا اور آپ کے بدن پر پھرنے لگا پھر آپ کی جیب سے نکل کر
گردن میں لپٹ گیا مگر آپ کو کچھ تغیر نہوا جیسے پہلے وعظ فرما رہے تھے ویسے فرماتے رہے پھر سانپ
زمین پر اتر کر اپنی دم کے بل زمین پر کھڑا ہو گیا اور آپ کے سامنے بولنے لگا بعد اس کے
آپ نے اس سے باتیں کیں کہ جو کسی کے سمجھ میں نہیں آئیں بعد اسکے وہ سانپ غائب ہو گیا

تب لوگون نے آپ سے پوچھا کہ یہ سانپ کیا کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ یہ کہتا تھا کہ مین نے اس طرح بہت اولیاء کا مین کا امتحان کیا مگر تمھارا سا ثابت قدم کسی کو نہ پایا مین نے کہا تو مجھپر اُسوقت گرا جب مین قضا و قدر کے متعلق بیان کر رہا تھا حالانکہ تو بھی ایک کیڑا ہے کہ جسکو قضا و قدر ہلاتی ہے لہذا مین نے چاہا کہ میرا فعل میرے قول کے خلاف نہو کہ اپنی دروغ صداقت

نقل ایک جماعت مشائخ شیخ ابوسعید قیلوی سے روایت کرتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اور انبیا علیہم السلام کو آپکی مجلس مین بارہا دیکھا اور اللہ تعالی اپنے بندے کو ایسے امور سے مشرف کرتا ہے اور مین نے ارواح انبیا علیہم السلام کو آسمان و زمین مین جولان کرتے ہوے دیکھا جیسے کہ ہوا مین عالم مین جولان کرتی ہین اور فرشتون کو بھی دیکھا کہ جوق جوق حاضر ہوتے تھے اور رجال الغیب اور جنات بھی آپ کی مجلس مین حاضر ہوتے تھے اور ایک دوسرے سے سبقت کرکے بیٹھنا چاہتا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بھی بہت آتے تھے مین نے اُن سے وہان کی حاضری کا سبب پوچھا تو انھون نے کہا کہ جو اپنی فلاح چاہے وہ اس مجلس مین حاضر ہوا کرے

نقل شیخ ابوالعباس احمد بن شیخ عبداللہ ہری حسینی کہتے تھے کہ مین ایکبار آپ کی خدمت مین حاضر ہوا تو اُسوقت آپ کی مجلس مین دس ہزار آدمی تھے شیخ علی بن ہیتی آپ کے مقابل بیٹھے تھے آپ نے انکو اونگھ سی آگئی اور لوگون سے کہا کہ چپ رہو سب لوگ چپ ہوگئے یہانتک کہ راوی بیان کرتا تھا کہ اُن لوگون کی صرف سانسین چلتی معلوم ہوتی تھین پھر آپ منبر سے اُترکر شیخ علی کے سامنے باادب کھڑے ہوکر دیکھنے لگے بعد وہ ہوشیار ہوے تب شیخ علی سے آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اُنھون نے کہا ہان آپ نے فرمایا مین نے اسی سبب سے اُسوقت تمھارا ادب کیا اب بتاؤ کہ تم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بات کا حکم دیا اُنھون نے عرض کیا کہ آپ کے مجلس کی ملازمت کا بعد اس کے شیخ علی نے لوگون سے مخاطب ہوکے کہا کہ جو کچھ مین نے خواب مین دیکھا تھا وہ حضرت نے بیداری مین دیکھا اور اسی روایت کو شیخ عبدالحق محدث نے بہجۃ الاسرار سے شرح مشکوۃ شریف مین نقل کرکے یہ لکھا ہے کہا اور یہ بھی منقول ہے کہ اُس روز آپ کی مجلس مین سات آدمی مرے

نقل ایک دن آپ وعظ فرمارہے تھے کہ دفعتاً ہوا مین تھوڑا طیران کرکے فرمانے لگے کہ ٹھہرے اسرائیلی اور محمدی کا کلام سن یہ کہکر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے لوگون نے پوچھا کہ یہ کیا تھا فرمایا کہ

ابو العباس خضر میری مجلس سے جلد گذر رہے یا بیٹھے ہیں سنے اُن سے جا کر یہی کہا کہ جو
تم نے سنا اور دیکھا اسی طرح کی بہت حکایتیں ہیں **نقل** میری حیوۃ الحیوان میں بسند صحیح نقل
کرتے ہیں کہ آپ ایک روز وعظ فرما رہے تھے اور ہوا چل رہی تھی آپ کی مجلس پر ایک چیل
ہو کر گذرا اور چلانے لگا حاضرین میں اُسکے چلانے سے تشویش ہوئی آپ نے یہ دیکھکر فرمایا کہ
ہوا اسکے سر کو لے اُسی وقت اُس کا سر ایک طرف گرا اور دھڑ ایک طرف تب آپ منبر سے
اُتر پڑے اور اُس کا سر اٹھا کر دوسرا ہاتھ اُسپر پھیر کر فرمایا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم وہ جانور
زندہ اُڑ گیا اور سب لوگ یہ دیکھتے رہے **نقل** قاضی القضاۃ ابو صالح نصر بن حضرت سید
عبد الرزاق فرماتے تھے کہ مجھ سے میرے چچا شیخ عبد الوہاب فرماتے تھے کہ میں بلاد عجم میں
گیا اور تمام فنون و علوم حاصل کیے جب بغداد واپس آیا تو میں نے اپنے والد سے عرض کیا
کہ میری خواہش ہے کہ آپ کے سامنے لوگوں کو وعظ سناؤں آپ نے اجازت دی میں
منبر پر چڑھ کے مختلف علوم میں بیان کرنے لگا آپ سنتے رہے کسی پر کوئی اثر نہیں ہوا
نہ کسی کے آنکھ سے کوئی آنسو نکلا پھر اہل مجلس نے میرے والد سے وعظ کہنے کی درخواست
کی میں اُتر آیا آپ جا کر منبر پر بیٹھے اور فرمانے لگے کہ کل میں روزہ سے تھا اور میرے بیٹے
یحیی کی والدہ نے انڈے پکا کر ایک پیالہ میں رکھکر اُن کو طاق پر رکھدیا بلی نے آکر اُسکو
گرا دیا وہ پیالہ ٹوٹ گیا اتنا کہنا تھا کہ اہل مجلس نے نعرہ مارنا اور فریاد کرنا شروع کی آپ منبر
سے اُتر آئے میں نے عرض کیا کہ یہ کیا تھا فرمایا کہ اے بیٹے تو نازرتا ہے اپنے سفر پر تو نے
کبھی بیان کا سفر بھی کیا اور اسی سے اشارہ آسمان کی طرف فرمایا اس کے بعد سے جب کبھی
میں نے منبر پر بیٹھکر علوم و فنون میں وعظ کہا تو کوئی بھی متاثر نہوا اور میں اُتر آیا اور جب آپنے
کچھ بھی فرمایا تو لوگ متاثر ہوے ایکبار آپ نے فرمایا کہ شیخ عت ایک گھڑی کا صبر ہے تمام
لوگ چیخنے لگے میں نے پوچھا کہ یہ کیا تھا فرمایا کہ تم اپنی خودی سے رہتے ہو اور میں بیخودی سے

بیان ارشاد عالی قدمی ہذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ

آپ کے مناقب عظیمہ میں یہ کلمہ شریفہ بزرگان دین میں
مشہور و معروف ہے اور اسکی خبر ایک جماعت مشائخ متقدمین نے بھی دی ہے
اور جملہ بزرگان معاصرین نے اور تمام مشائخ نے شرقاً و غرباً اور حاضر و غائب اسکی متابعت

کی اور سب ارباب احوال نے اس ارشاد کی تصدیق کی صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہین کہ مجھکو
ایک گروہ مشائخ نے کہ جنمین سب سے آخر شیخ ابو محمد شبنکی لبطائحی تھے شیخ ابو بکر لبطائحی سے
نقل کر کے خبر دی کہ اُن کی مجلس مین ایک دن اولیاء اللہ کا ذکر ہونے لگا تو اُنھون نے فرمایا
کہ عراق مین ایک شخص عجمی پیدا ہوگا بہت عالی منزلت خدا اور خلق کے نزدیک اور اُسکا
مسکن بغداد ہوگا اور وہ کہیگا کہ یہ میرا قدم ہر ولی خدا کی گردن پر ہے تمام اولیاء عصر اُس کے
مطیع ہون گے اور وہ اپنے وقت مین یکتا ہوگا اور بعد کو یہ خبر ایک گروہ مشائخ نے دی ہے
کہ جنمین سب سے آخر شیخ ابو یعقوب یوسف ابن ایوب ہمدانی تھے۔ وہ کہتے تھے کہ شیخ ابو احمد
عبداللہ بن علی بن موسی الجنی سے مین نے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ زمین عجم مین ایک لڑکا پیدا ہوگا
جسکو قبولیت تامہ بزرگی تمام خلق مین اور وہ کہے گا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ اور تمام
اولیاء اُنکے زمانہ مین اُس کے قدم کے نیچے ہون گے اور وہی وہ بزرگ ہوگا کہ جس سے زمانہ مین
بزرگی آئے گی اور اُس سے وہ لوگ بھی منتفع ہونگے جو اُس کے ہمعصرون کے سوا ہون گے
نقل بہت سے مشائخ سے کہ جنمین سب سے آخر شیخ عبدالرحمن طفسونجی تھے روایت ہے
کہ وہ کہتے تھے کہ آپ اپنے زمانۂ شباب مین شیخ ابوالوفا کی زیارت کو جانے تھے تو شیخ جب
آپ کو دیکھتے تو اُٹھ بیٹھتے تھے اور اپنے ساتھیون سے فرماتے کہ اُٹھو خدا کے ولی کی تعظیم
کرو اور ایک دن اُنھون نے آپ سے فرمایا کہ جب تمھارا وقت آئے تو اس بڈھے کو بھی یاد
کر لینا اور یہ فرما کر اپنی داڑھی پکڑ کر کہا کہ اے عبدالقادر جو مرغ بولتا ہے وہ چپ بھی ہوجاتا ہے
مگر تمھارا مرغ قیامت تک بولا کریگا جب اُنھون نے یہ مکرر کہا تو اُن کے مریدون نے پوچھا
کہ اتنی تعظیم اور توقیر آپ اُن کی کیون کرتے ہین کہنے لگے کہ اس جوان کا ایک وقت ہوگا کہ سب
خاص و عام اسی کے محتاج ہون گے اور مین دیکھ رہا ہون کہ وہ سب کے سامنے کہیگا قدمی
ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ اور وہ اُس کہنے مین سچا ہوگا اور سب اولیاء اپنی گردنین جھکا دینگے
اور تم مین سے جو شخص اُس زمانہ مین ہو تو اُس پر لازمی ہے کہ اُسکی خدمت اختیار کرے **نقل** ا۔
ایک جماعت فقہاء و مشائخ شیخ ابو نجیب سہروردی سے نقل کرتے ہین کہ جب ایکبار آپکی مجلس مین
حاضر ہوے تو آپنے یہی قول ارشاد فرمایا شیخ ابو نجیب نے اُسی وقت اپنا سر جھکا دیا ایسا کہ
اُن کا سر زمین مین لگ گیا اور تین بار فرمایا کہ میرے سر پر **نقل** اور شیخ خلیفہ سے جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو اکثر خواب مین دیکھا کرتے تھے نقل ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے حضرت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ شیخ عبدالقادر ایسا کہتے ہین آپ نے فرمایا سچ کہتے ہین اور وہ قطب ہین اور مین ان کی رعایت کرتا ہون نقل اور بہت سے حضرات شیخ ابوسعید قیلوی سے نقل کرتے ہین کہ ان سے لوگون نے پوچھا کہ کیا شیخ نے یہ قول فرمایا ہے انھون نے کہا ہان اور یہ خدا کے حکم سے کہا ہے اور اسمین شک نہین ہے اور یہی علامت قطبیت کی ہے اور ہر زمانہ مین اقطاب کے بعضے مامور بسکوت ہوتے ہین اور بعضے کہنے پر مامور ہوتے ہین اور یہ شخص مقام قطبیت مین اکمل ہے اور یہی اس کے رتبہ شفاعت کی علامت ہے۔ نقل شیخ ابی البرکات بن صخر کہتے ہین کہ مین نے اپنے چچا شیخ عدی بن مسافر سے پوچھا کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی طرح کسی نے یہ کہ قدمی ہذہ کسی اور نے بھی کہا ہے انھون نے فرمایا نہین مین نے کہا کہ اس قول کے معنی کیا ہین انھون نے کہا کہ یہ قول انکے مقام فردیت سے شعر ہے مین نے کہا کہ کیا ہر وقت کے فرد کو اسکے کہنے کا حکم نہین دیا جاتا انھون نے کہا کہ کسی کو نہین دیا جاتا سواے شیخ عبدالقادر کے پھر مین نے کہا کہ کیا اسکے کہنے کا انکو حکم ہوا فرمایا ہان حکم ہوا اور کل اولیا اللہ نے امتثال امر کی وجہ سے اپنی گردنین جھکا دیں دیکھو ملائکہ نے جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اسی وجہ سے کہ انکو اس کا حکم دیا گیا تھا خاتمۃ المفسرین علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آفندی آلوسی نے اپنی کتاب طراز المذہب شرح قصیدہ بازاشہب مین شیخ عبدالباقی عمری کے اس قول کو نقل کیا ہے

	قد قال هذی قدمی		قد شرفت راس نبی	

سے لکھا ہے کہ اس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ چند سندون سے بلکہ بعضون کا قول ہے کہ یہ اخبار متواترہ سے ہے کہ جو مفید علم ضروری یا نظری کو ہوتا ہے حضرت غوثیت مآب قدس سرہ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ وعظ فرما رہے تھے کہ اسی اثنا مین آپنے قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا فوراً شیخ علی بن ہیتی اٹھے اور منبر پر جا کر آپکے قدم مبارک اپنی گردن پر رکھے اور سب حاضرین نے بھی اپنی گردنین جھکا دین اور ان سب پر علامات اطاعت ظاہر ہوئے اور کثیر بزرگان اہل کشف سے روایت ہے کہ اور مقامات کے مشائخ نے بھی ایسا ہی کیا جو اس وقت وہان حاضر نہ تھا اور اس نے اپنی گردن نہین جھکا دی اور نہ شانکا قول سے کہ جس وقت آپ نے یہ فرمایا تو جتنے دنیا مین قطب تھے سب نے دیکھا قطبیت کا جھنڈا آپکے

سامنے ۔۔۔ [illegible]

روبرو ہے اور غوثیت کا تاج آپکے سر پر اور آپ کو تصرف عام باذن اللہ ملا ہے کہ جو تمام وجود
کے ماموری اور معزولی مین نافذ ہے اور وہ تاج نقوش شریعت وحقیقت سے منقش تھا
شیخ ابوالقاسم عبداللہ بصری فرماتے تھے کہ جب آپ نے قدمی ھذہ فرمایا تھا تو مین نے
اولیاء مشرق ومغرب کو دیکھا کہ اُنھون نے اپنی گردنین جھکا دین سواے ایک شخص عجمی کے
کہ اُس نے البتہ سر نہین جھکایا اور اِسی شامت سے اُس کا حال سلب ہوگیا اور شیخ عیسی
صفار الدین آفندی بن یحیی نے اپنی کتاب جامع الانوار فی مناقب الابرار مین آپ کے حال مین
لکھا ہے کہ میرے والد نے اُس شخص کا نام شیخ صنعان بیان کیا اور اُن کے سلب حال کا قصہ
یہ بیان کیا کہ وہ صاحب احوال صادقہ وانفاس تامہ تھے اور اُن کے شاگرد اور خلفا ہزار یا ہزار
سے زائد تھے وہ اپنی مریدون کی ایک جماعت کے ساتھ قسطنطنیہ جارہے تھے اثناے راہ مین
اُنھون نے ایک نصرانی لڑکی کو دیکھا جو اپنے گھر کے جھروکے مین بیٹھی تھی جیسے اُن کی نگاہ
اُسپر پڑی یہ عاشق ہوگئے اور بیہوش ہوکر وہین گر پڑے رہ گئے آخر اِس عورت کو اُن کے حال
کی خبر ہوئی وہ سمجھ گئی کہ یہ میری محبت مین بیتاب ہین بعد اس کے ان سے اور اس سے بات چیت
کی نوبت آئی اُس نے کہا کہ مین اُسوقت تک تم سے نہین مل سکتی کہ جب تک تم میری سورین نہ چراؤ
کیا کرتے مجبور تھے اور انصاف بھی یہ ہے کہ دل پر کسی کا کبھی زور چلا ہی نہین مجبوراً سور چرانے
پر راضی ہوے پھر اُس عورت نے اُن سے زنار باندھنے کو کہا اُنھون نے وہ بھی باندھا حضرت
خسرو رحمۃ اللہ علیہ اسی حال سے خبر دیتے ہین کہ ؎

عشق را نازم کہ یوسف را بازار آورد	ہمچو صنعان زاہدے را زیر زنار آورد

یہ حال دیکھ کر جو شاگرد اُن کے ہمراہ تھے وہ اُن سے پھر گئے اور اُنھون نے اُن کے خلفا
کے پاس جاکر اُن کی اِس حالت کی خبر کی اُن سب نے رو کر جناب باری سے دعا کی کہ الٰہی ہمکو
اُن کے حقیقت حال سے مطلع کر کہ یہ کیا ہوا پھر اُن سب نے مدینہ منورہ جاکر حضرت رسول مقبول
صلے اللہ علیہ وسلم سے استمداد کی وہ تو وہان اِس حال مین تھے یہان شیخ اسی حالت مین ایکدن
سو گئے دیکھا کہ ایک سور اُن کی گردن پر چڑھتا ہوا اُن کا گلا اور سر اپنے پیرون سے روندرہا ہے
جب یہ بیدار ہوے تو منجانب اللہ اُن کے دل مین خیال پیدا ہوا کہ تم حضرت شیخ عبدالقادر
کے قدم اپنی گردن پر ہونے پر راضی نہین ہوے اسیوجہ سے تمھارا سر اور گردن ایک نجس العین
نے روندا اُسیوقت اُنھون نے متنبہ ہوکر استغفار کیا اور دل سے توبہ کر کے حضرت کی طرف رجوع

منافی محبوبیت محض کے سبب اس سے کہ زبان حال تحت عبودیت کا قول یہ ہے ؎

اریدُ وصالہٗ ویریدُ ھجری		فاترکُ ما ارید لما یرید	

اسی کا ترجمہ کسی شاعر نے کیا ہے ؎

میل من سوئے وصال و میل او سوئے فراق		ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست	

اب شعرانی کا یہ قول کہ مقام اول مقام عالی نہیں ہے اور حضرت غوثیت مآب نے نہیں انتقال فرمایا جب تک کہ اس سے عالی مقام پر ترقی نہیں کی اس نے جن لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ اول مقام محبوبیت ہے اور محبوبیت آخر محبیت ہے اور اس میں شک نہیں کہ محبوبیت اعلیٰ ہے محبیت سے اس سے فوقیت عبودیت نکلتی ہے اور انھوں نے عبودیت کے مراتب میں اعلیٰ رتبہ وہ کہا ہے جس کی جانب عبد مضاف ہے [illegible] معلوم ہوتا ہے اور اس کا مرجع حق تعالیٰ ہوتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ اور میدان عبودیت میں لوگ بہت سعدی سے آمادہ رہتے ہیں چنانچہ اسی جگہ سے کہا ہے [illegible] کا قول ہے ؎

یلومون علی اللوم فی حب حبہا		وقول الاعادی اللّٰہ خیبہا	

یعنی مجھ پر ملامت اس کی محبت میں آسان ہے اور دشمنوں کا یہ قول کہ [illegible] نافرمانی ہے ؎

اصم اذا نودیت باسمی واننی		اذا قیل لی یا عبدھا لسمیع	

یعنی جب مجھے میرے نام سے پکارتے ہیں تو بہرا ہوجاتا ہوں اور جب مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے فلاں معشوق کے غلام تو سننے لگتا ہوں اور [illegible] کا قول ہے ؎

لا تدعنی الا بیا عبدھا		فانہ اشرف اسمائی	

یعنی تو اپنا بندہ کہکر مجھکو پکار کہ یہی نام مجھے بہت معلوم ہوتا ہے ؎

باللّٰہ ان سألوک عنی قل لھم		عبدی وملک یدی وما اعتقتہ	

یعنی بخدا اگر وہ لوگ تجھکو پوچھیں کہ یہ کون ہے تو یہی کہیو کہ یہ غلام و مملوک ہے میرا اس کو آزاد نہیں کیا ہے [illegible] کہتے ہیں کہ اب غیر مقامات قرب نوافل و فرائض میں ہوتا تو [illegible] میں خواجہ [illegible] ہو جاتے ہیں تو رب کہاں سکتے ہیں [illegible] یہ بات معلوم ہے کہ آپ نے [illegible] فرمایا تو آپ کا فرمانا [illegible] کیسے ہوا بلکہ اس میں رعایت عبودیت کی ہوئی ہے یہ قول کہ اس [illegible] حکمت کیا تھی [illegible]

[illegible]

کہ اسمین اولیاء وقت کا امتحان اور اُنکو آپکی شرافت اور علو مقام پر مطلع کرنا تھا اور یہ بھی تحدیث بالنعمت ہے جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے انا سید ولد آدم ولا فخر للالی فتح المبین قلائد الجواہر مین ہے کہ شیخ الاسلام شہاب احمد ابن حجر عسقلانی سے آپکے ارشاد قدمی ھذہ کے معنی پوچھے گئے تو انھون نے کہا کہ ظہور کرامات تو بشرے واقع ہوتا ہے جسکی انکار معاند کے سوا کوئی نہین کر سکتا آپ ہمارے ائمہ نے ظہور خوارق کے بارہ مین یہ ایک قاعدہ لکھا ہے کہ جس سے مقبول اور مردود مین تمیز کر لیجاتی ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی شخص سے یا کسی شخص کے لیے طریقہ مستقیمہ پر خرق عادت واقع ہو تو وہ کرامت ہے جیسے حضرت غوثیت مآب سے اور شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کا قول ہو کہ مجھے کسی کی اسقدر کرامتین بطور تواتر نہین معلوم ہوئین جسقدر کہ حضرت سلطان الاولیاء شیخ عبدالقادر کیونکہ آپ جامع اکمل اور متمسک بقواعد شرعیہ تھے اور اُنھین کی طرف دعوت فرماتے اور اُنکی مخالفت سے ڈراتے تھے جیسے محبت اشارع و وفا وغیرہ تو جسکا یہ طریقہ ہو گا وہ ضرور اپنے غیر سے اکمل ہو گا اور یہی آنحضرت صلعم کا طریقہ تھا اور اسی جگہ یہ قول بھی مشعر ہے کہ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ اور یہ اس سے ارشاد ہوا کہ آپنے اپنے زمانہ مین کسی کو اپنا مساوی اور جامع کمالات نہین پایا اور اس سے غرض اظہار تعظیم اپنی شان کی تھی کیونکہ بلا شک مستحق تعظیم تھے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم شیخ عبدالحق محدث دہلوی زبدۃ الاسرار مین بعد نقل اور حوالہ اخبار و آثار اکابر اولیاء کبار لکھتے ہین کہ ان سب عبارات منقولہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ عبارات و اشارات اولیاء اللہ اور مشائخ کے آپکی علو شان و مکان مین مختلف ہین بعض سے آپکی تفضیل اولیاء زمانہ پر مطلقاً ظاہر ہوتی ہے اور نفوذ تصرف آپ کا عموماً اور ان سب کا حضرت کا مطیع ہونا اور آپکے انوار سے مقتبس اور آثار سے فیضیاب ہونا اچھی طور پر اور آپ کا سلطان الوقت اور قطب الآفاق اور غوث الزمان اور محافظ اسرار اولیاء اور جامع مراتب اصفیاء اور حاکم دوجہان اور مرجع انس و جان ہونا اور آپ کے زمانہ مین کسی کا صاحب تصرف نہونا اور آپ کا حکم عام اور تصرف تام ہونا اور آپ ہی کے اختیار مین عزل و نصب اور رد و قبول ہونا بلکہ بعض روایتون سے آپ کا مطلقاً سردار ولی و سند اصفیاء و سلطان مملکت ولایت ہونا ثابت ہوتا ہے بغیر تصریح متقدم و موخر و دور یا نزدیک اس امر کے کہ کس کے لیے یہ حکم پوشیدہ رہا اور کس کے لیے ظاہر ہوا اور بعض مثلاً شفقین اسرار و ولایت دونا تفقین احکام ہدایت و نہایت سے مثل حضرت خضر علیہ السلام وغیرہ کے بھی آپ کی بزرگی اور فوقیت سب مشائخ متقدمین اور متاخرین پر بالتصریح معلوم

سلسلے میں [illegible] اور جو کوئی نہین بیا ہی [illegible] اور ہدایت کرتا ہے جس شخص کو چاہتا ہو [illegible]

ہوئی ہے اور یہ مطابق آپکے ارشاد کے ہے جسمین آپ نے نعمات الہیہ کا اظہار اپنی ذات کے
لیے بیان فرمایا اور یہ خود ارشاد عادل اس مدعا پر ہین کیونکہ اپنے حال سے سوا اپنے
اور کوئی زیادہ واقف نہین ہوتا اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ نے اس ارشاد قدمی
ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ مین صادق تھے اور اس پر مامور تھے اور یہ ارشاد اولیاء اللہ
مین عام ہے اور اس مین کوئی دلالت تخصیص اہل زمان پر نہین ہے اور آپ کی فضیلت اپنے
زمانہ والون پر متفق علیہ فریقین سے گو بعضون نے زیادتی کردی ہے اور بہت زیادہ گواہین
مین سے راجح ہے اور اسمین کوئی تعارض نہین جیسا کہ قواعد اصول فقہ سے ثابت ہے اور مشائخ
متقدمین و متاخرین مین سے کسی کے ایسے مقامات و کرامات و تصرفات و کمالات و عنایات
اہل زمان نہین منقول ہوے جیسے کہ آپکے تو اولیاء اللہ کا مجموعہ ہونا آپ کی اطاعت و تعظیم پر
زیادہ اس سے کہ تصور مین آسکے ہاں ممکن ہو بھی منقول نہین اگرچہ کوئی زمانہ خالی نہین ہوتا کہ
جسمین قطب معتمد علیہ اور غوث مرجع الیہ نہوتے ہون لہذا وہ کاملین اقطاب ہوے تو آپ
قطب الاقطاب ہوے اور وہ افراد ہوے تو آپ سید الافراد اور وہ سلاطین ہوے تو
آپ سلطان السلاطین ہوے اسواسطے کہ آپکا فضل مراتب فاضلین و مقربین مین ثابت ہی ہے پس
اس بنا پر جو اخبار کہ دربارہ تفضیل حضرت غوثیت مآب اولیاء عصر و اہل زمان پر وارد ہوے
ہین اُن کے واسطے بہتر یہ ہے کہ اُس سے تخصیص اور حصر مراد نہو بلکہ تنہا اور اتفاقاً مقصود و مراد
ہو کیونکہ اکثر وہ باتین جو مدح کے موقع پر کہی جاتی ہین کہ فلان شخص افضل عصر یا اکمل دہر
یا وحید زمان و فرید آوان ہے تو وہ اُس شخص کے اُسی زمانہ مین موجود ہونے پر مبنی ہوتی
ہین اور اُس سے غرض متعلق ہونے کے ساتھ کیونکہ غرض اُس شخص کی تفضیل سے اکثر سامعین
و طالبین موجودین کا متوجہ کرانا ہوتا ہے اُس شخص کی متابعت کرنے کے لیے اسی وجہ سے
حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے عالی مرتبہ ہونے کی تصریح کی جہان کہ اُنھون نے مراتب
اولیاء اللہ مین فرق بتاے نیز لوگون کے پوچھتے وقت بھی آپ کا اعلیٰ ہونا بیان کیا ہے
اور وہ امر کہ جس سے ثبوت افضلیت اہل زمانہ پر پایا جاتا ہے وہ تخصیص اور حصر کے لیے
نہین ہے بلکہ وہ قید اتفاقی ہے جیسا کہ روایت خضر علیہ السلام سے شیخ ابو محمد قاسم مین مروی
ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اور حضرت غوث پاک کو کہا کہ وہ اس وقت مین فرد الاحباب و
قطب الاولیاء ہین پھر کہا کہ اللہ نے کسی کو اب تک ولی نہین بنایا نہ آئندہ قیامت تک بنائے گا

کہ جو اعد سے اپنے سر میں حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مودب نہو ورنہ دونون
کلام متناقض ہو جاوینگے اور یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ یہ من قبیل اضافت اسم تفضیل بوجہ تخصیص
ہو اور مراد مطلق زیادتی ہو جیسا کہ قواعد مقررہ نحویہ سے ہے کہ اضافت اسم تفضیل دونون معنون
کے لیے آتی ہے ایک مضاف الیہ پر خاص زیادتی کے لیے جیسا کہ مقولہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم افضل المخلوقات تھے اور دوسری اضافت کی غرض سے زیادتی مطلقا ہوتی ہے مگر وہ
اضافت تخصیصی ہوتی ہے جیسے کہ مقولہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل قریش تھے اور
یہ احتمال ہو سکتا ہے بلکہ اظہر و متیقن بھی ہے اور اقوال مشائخ کا اختلاف اس بارہ مین جو ہے
وہ بوجہ اُن کے تفاوت مراتب کے مراتب اولیاء اللہ سے ہے کیونکہ جسکو جسقدر
علم ہوا اُس نے اُتنے مقامات بیان کردیے یا جن اسرار ولایت پر اسکو اطلاع ہوئی وہ اُسنے
ظاہر کیے بعضے ایسے ہوتے ہین کہ جن سے صرف حالات اُسی شخص کے ظاہر ہوتے ہین کہ جسکی
صحبت اُنکو حاصل ہوئی ہوتی ہے یا اُسکو دیکھ چکے ہوتے ہین لہذا فاضلیت و مفضولیت کا حکم
نہین دے سکتے مگر کسی شخص خاص پر اسی وجہ سے بعض مشائخ زمانہ کا قول ہے کہ ہماری
آنکھون نے کسی کو شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے مثل نہین دیکھا اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ
جن کا علم کل اہل زمان کے حالات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے وہ حاضر ہون یا غائب مع کل اُنکے
مقامات کے بطریق کشف و عیان یا بدلیل و برہان اور وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہین اور
اُس حال سے کیونکہ وہ علم شعر ایک نوع کی نخاشی کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ شیخ جاگیر قدس سرہٗ
کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سید محی عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمکن سے احوال
قطبیت مین ترقی کی اور مقام قطبیت کے استغراق سے وہ مقام پایا جو اُن کے سوا اور مشائخ
نے نہین پایا اور مین اُسکو جانتا ہون اور یہ بات معلوم ہے کہ اولیاء اللہ فضول بات نہین کہتے
جب تک کہ کوئی دلیل قطعی کسی بارہ مین اُنکو نہین معلوم ہو لیتی اور بعضے مکاشفین ایسے ہوتے
ہین جنکا کشف معرفت اہل علم پر شرقا و غربا گذشتہ و آیندہ دونون مین محیط ہوتا ہے اور
وہی لوگ کاشفین سر ولایت و سالکین مراتب وجود و واصلین منازل شہود ہوتے ہین نقیب الاولیا
ابو العباس خضر علیہ السلام وغیرہ اور اُن لوگون کا کہ جنکو اللہ تعالی نے اولیاء اللہ کے مقامات
پر مطلع کیا ہے قول ہے کہ یہ بات صریح اور عام ہے کہ جناب غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو متقدمین
اور متاخرین سب پر شرف و فضیلت ہے اور یہی دلیل کے لیے کافی ہے اب اگر کوئی کہے کہ

اقوال مشائخ آپ کی تفضیل میں قدم پر کیوں محمول ہونگے اور ویسے ہی آپ کا ارشاد قدمی ہذہ وغیرہ
بھی سمجھا جائیگا تو اس سے تفضیل آپ کی صحابہ کرام پر لازم آئے گی اس کا جواب یہ دیا جائیگا
کہ صحابہ اس عموم میں داخل نہیں ہیں کیونکہ اتفاق امت واجماع اہل سنت اور وارد احادیث
نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر ہے کہ صحابہ کرام بہترین مومنین تھے اور ان کے واسطے اس
ثواب کی امید ہے جو ان کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ارشاد
ہے کہ بزرگ جانو میرے اصحاب کو کہ وہ تمہارے بہترین ہیں اور اگر تم میں سے کوئی احد کے پہاڑ کے
برابر سونا خرچ کرے تو بھی ان کے ایک مد کے برابر نہو سکے گا یعنی ان کا تھوڑا صرف اللہ کی
راہ میں تمھارے بہت صرف سے بڑھکر ہے بلکہ میں کہونگا کہ اس مقام پر تخصیص تابعین کی
بھی ضروری ہے کیونکہ یہی استثناء وجہ خیریت کی ہے جو مستفاد حدیث خصوصہ سے ہے اور وہ
متصل انہیں صحابہ کے زمانہ سے ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خیریت صحابہ اور تابعین کی بسبب شرف
صحبت اور قرب زمانہ حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھی نہ فضل کلی من جمیع الوجوہ کیونکہ حدیث
میں ہے کہ مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ یعنی مثال میری امت کی بارش
کی طرح ہے نہیں معلوم کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر باقی اس کلام میں تفصیل بہت ہے جسکو میں بیان
کرنے سے میں احتراز کرتا ہوں اسکو اور مقامات پر دیکھنا چاہیے اور قرینہ تخصیص کا یہ بھی ہے
کہ وہ حضرات بسبب خصوصیت صحابیت اور بوجہ اس نام سے ممتاز ہونے کے عرفاً اولیا اور
مشائخ اور صوفیہ وغیرہ کے زمرہ میں داخل نہیں ہیں ان سب سے بڑھکر ہیں اب اگر کہا جائے
کہ قول قدمی ہذہ وغیرہ حالت سکر اور غلبہ حال یا حالت صحو وتمکین میں صادر ہوئے تھے تو اس کا
جواب یہ ہے کہ حضرت غوثیت مآب پیشوا ہے ارباب تمکین اور افضل اصحاب صحو تھے جیسا کہ
نقل روایات سے ثابت ہے تو ان کا ارشاد کیسے حالت سکر پر محمول ہوگا کیونکہ اس سے تو
آپ کا بھی مثل اور حضرات اولیاء اللہ کے ہونا لازم آئے گا علاوہ اسکے باتفاق مشائخ متقدمین اہل صحو
کو ارباب سکر پر فضیلت ہے اس وجہ سے کہ ارباب سکر محکوم وقت ہیں اور حال ان پر حاکم ہے اور
اہل صحو حاکم حال و وقت ہیں تو ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہوا وہ فضیلت دینا حضرت غوثیت مآب
کا اپنی ذات کو غیر پر یہ خود دلالت کرتا ہے کہ آپ مقام صحو میں تھے کیونکہ ارباب سکر مقام مشاہدہ
احدیت الذات میں اپنے نفوس سے غائب ہوتے ہیں تو جب اپنی ذات کو نہیں دیکھتے تو غیر کو
کیا دیکھیں گے اور اولیاء اللہ کے کلمات حالت سکر میں ایسی ہوا کرتی ہیں جیسے سبحانی ما

ما اعظم شانی اور لیس فی الدارین غیری اور لیس لی حبیبٌ سوی اللہ اور انا الحق اور قول
حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کو مثل فرمان حضور حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے
کہ انا سید ولد آدم۔ آدم[1] ومن دونہ تحت لوائی سے سمجھنا چاہیے اب اگر کہا جائے کہ
کہ اس فرق مراتب مشائخ اور اولیا اہل صحو و ارباب تمکین میں حضرات صحابہ وغیرہم سے کیا تمیز
ہے کہ ان کے اقوال ایسے ظاہر ہوئے اور اوروں سے کیوں نہیں ہوئے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حضرات
بغیر حکم پروردگار نہیں بولتے اور نہ بلا اُسکے امر کے کوئی حرکت کرتے لہذا جسکو حکم نہیں ہوا انہوں نے
نہیں کہا جیسے کہ شیخ ابو سعید قیلوی سے منقول ہے کہ اُن سے پوچھا گیا کہ شیخ عبد القادر رضی اللہ
تعالیٰ نے قدمی ھذہ خدا کے حکم سے کہا تھا یا بلا حکم کے تو انہوں نے کہا کہ بلا شک آپنے
حکم سے کہا ورنہ زبان قطبیت کی اتنی اور اقطاب میں سے ہر زمانہ میں بعضے مامور بسکوت ہوتے
ہیں جو سوا سکوت کے کچھ نہیں کہتے اور بعضے مامور بہ تکلم ہوتے ہیں وہ چپ نہیں رہ سکتے
اور ایسا ہی شخص مقام قطبیت میں اکمل ہوتا ہے کیونکہ یہی زبان شفاعت ہے اور مفاخرت صحابہ
و دوسروں کے مباہات اور رجالات اور کمالات بھی متعدد مقامات پر وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت
سیدنا و مولانا امیر المومنین علی مرتضےٰ وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے باقی اُسکی
تحقیق بعضے محققین مشائخ نے بھی کی ہے اور کہا ہے کہ بعضے وہ ہیں جنپر فنا رہا مد غالب ہوتی ہے
اور اُن سے کرامتیں بھی ظاہر ہوتی ہیں اور بلا توقف دعوی بھی اُن سے سرزد ہوتے ہیں اور
وہ دعوی کرتے اور عین الحق اور بالحق کرتے ہیں جیسے حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر رضی اللہ
عنہ و دیگر اولیا و جماعہ متاخرین شاذلیہ اور بعضے وہ ہیں جنپر فقر الی اللہ غالب ہوتا ہے وہ
بالکل ناپوشیدہ ہو جاتے ہیں متوقف رہتے ہیں جیسے ابن ابی حمزہ وغیرہ اور بعضے وہ ہیں جن کا
حال اندنیا ملتبس رہتا ہے کبھی ساکت رہتا ہے اور کبھی کلام حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا
قول ہے کہ میں نے نہیں کہا یہاں تک کہ مجھ سے نہیں کہا گیا کہ تجھے قسم میرے اس حق کی کہ
جو تجھ پر ہے تو کہہ یہاں تک کہ میں نے کوئی بات نہیں کی جب تک کہ اسکے لیے مامور نہیں ہوئیا
اب اگر کوئی کہے کہ اولیا سے جو امر ہوتا ہے اُسکے کیا معنی ہیں آیا وہ صریح قول اُنکی ہوتا ہے
جیسا کہ انبیا علیہم السلام کو ہوتا ہے یا وہ کوئی اور چیز ہوتی ہے اور جو امر الٰہی انبیا کو واقع ہوتا ہے
اس سے مراد کیا ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ کلام حضرات صوفیہ سے تو مفہوم یہ ہوتا ہے کہ امر سے

---

[1] آدم اور ان کے سوا سب میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے ۱۲ منہ

معنی مرتبۂ علم کے ہین بنا آمیزشش ظن اور تخمین اور وہ اُس قلب کو حاصل ہوتا ہے جو
کدورات بشریت سے صاف اور نفسانیت سے فانی اور باقی بحق ہوتا ہے اور متصف ہوتا
ہے دونون مراتب قرب یعنی قرب نوافل اور قرب فرائض سے اور ممکن ہے کہ صریح قول
افضل ہی ہوتا ہو بواسطہ ملک یعنی روح الامین کے جس طرح سے کہ وحی آتی ہے اور خود علما اور
حضرت نے خود اپنے بعض ارشادات مین فرمایا ہے کہ نبوت اور ولایت مین فرق یہ ہے کہ نبوت
ایک کلام متصل ہوتا ہے جناب باری سے بطور وحی کے مع روح الہی کے کہ جو اس وحی کو
پہونچا دیتی ہے اور اللہ اُسکو اسی روح کے ساتھ ختم کر دیتا ہے کہ جسمین اُس کا قبول بھی ہوتا ہے
اسی وجہ سے اُس کی تصدیق ضروری ہوتی ہے اور جو اسکو نہین مانتا وہ کافر ہوتا ہے کیونکہ
وہ کلام الہی کا رد کرنے والا ہوتا ہے اور ولایت ولی پر حدیث نفس ہے بطریق الہام کہ جب
اللہ اُسکی طرف پہونچاتا ہے تو ولی کو اُسمین جو حدیث ہوتی ہے وہ اللہ کی طرف سے بغیر روح
منفصل ہوتی ہے اور اُس کے ساتھ سکینہ بھی ہوتا ہے کہ جو قلب مجذوب مین آتا ہے
اور وہ قلب اُسکے قبول کرنے سے ساکن ہو جاتا ہے تو انبیا کے لیے کلام ہے اور روح ہے اور ولی
کے لیے حدیث تو جو شخص اس کلام کو رد کرتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ کے کلام
اور وحی اور روح کی انکار کی اور جس نے حدیث کی انکار کی وہ کافر تو نہین ہوا مگر حق سے بہرہ
خاسر ضرور ہوا اور یہ انکار اس کی ذات پر وبال ہوگی نعوذ باللہ من ذلک یہ آپ کا کلام
اقدس تھا جاننا چاہیے کہ طور کشف ورای طور عقل ہے اسی وجہ سے عقل ادراک کشفیات سے
ویسے عاجز ہو جاتی ہے جیسے حس ادراک معقولات سے تو جو شخص مغلوب بحکم عقل اور محکوم تحت
قیاس ہوتا ہے وہ کسی پر مطلع نہین ہوتا تو اگر کوئی شخص اہل ذوق و وجدان سے نہو تو
کم سے کم ارباب تصدیق و ایقان سے ہونا چاہیے حضرت جنید کا قول ہے کہ ہمارے طریقہ پر
ایمان لانا یہ بھی ایک قسم کی ولایت ہے اور جن لوگون کا یہ قول ہے کہ اقوال مشائخ کرام کہ
جنمین نعمت الہیہ کا بیان ہو یا اُنھون نے اپنے حال اور مرتبہ سے خبر دی ہو وہ سب حسب
شکر و حال و استغراق نفس پر محمول کرنا چاہیے سو یہ ان کا کہنا بہ پابندی عقل اور قیاس کے سبب
اُنھون نے اس طرف غور نہین کیا کہ وہ اقوال کس سے اور کس حالت مین صادر ہوے ہین
لہذا میرے نزدیک ان کی فضیلت ہی انسب اور اولیٰ ہے واللہ اعلم فائدہ حدیث فضل علی
کے راوی ترمذی ہین اور ان کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے [illegible] نہین کو قوی ہے کہ

امام احمد نے بھی یہ حدیث عمار بن یاسر سے روایت کی ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح
میں سلمان سے اور شیخ کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اُس کے کئی طریقہ ہین جن سے
وہ درجۂ صحت پر پہونچ جاتی ہے اور اس حدیث کے معنی یہ ہین میری امت کا حال پانی
کی طرح ہے نہین معلوم کہ پہلا پانی بہتر اور نافع ہے یا پچھلا تو ظاہر حدیث سے یہ شک ہوتا ہے
اور تردد کہ اول امت بہتر اور افضل ہے یا آخر مگر یہان یہ معنی مقصود نہین ہین بلکہ یہ کنایہ تمام
امت کی اچھائی سے ہے جسطرح سے کہ پانی بالکل خیر و نافع ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ سب نفع
اور خیریت مین برابر ہے تو خیر بمعنی اسم تفضیل نہوگا اب اگلون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی صحبت اُٹھائی اور آپ کی پیروی کی اور آپ کی دعوت پہونچائی اور آپ کے دین کے قواعد کی
نیو جمائی اور آپ کی نصرت کی اور پچھلون نے اُن حدون کو محفوظ رکھا اور اُن کی بنیادون کو مضبوط کیا
اور اُن کے انوار شایع و ظاہر کیے اور اگر خیر بمعنی اسم تفضیل لین تو بھی باعتبار تعدد وجوہ
خیریت درست ہے بالجملہ یہ حدیث ناظر ہے مساوات یا تفاضل بوجوہ متعددہ مختلفہ اور جمہور کے
نزدیک مقرر یہ ہے کہ حضرات صحابہ کو فضیلت ثابت ہے اور یہ اورون کے فضل کے
منافی نہین جو بوجوہ جزئیہ ہو اور فضل کلی سے جمہور کا مقصود کثرت ثواب من عند اللہ ہے

صاحب مزارع الحسنات شرح قصیدہ حمیدہ مین متعلق معنی مصرع [1] تحکمی نافذ فی کل حالی
کے لکھتے ہین کہ اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کا قدم مبارک قیامت تک اولیا کی
گردنون پر ہے اور یہ مخصوص زمانہ حیات تک نہ تھا تو جو لوگ اسکو مخصوص کرتے ہین وہ آنحضرت
کے کودستے [illegible] معلوم ہوتا ہے اور مصرعہ شریفہ انا الحسنی و المخدع مقامی کے معنی مین لکھتے
ہین کہ مخدع سرا خانہ کو کہتے ہین اور یہ آپ کا خاص مقام تھا اور اولیا کو اس مقام سے کم
حصہ ہے سوا صحابہ کرام کے اسی جگہ سے پھر ارشاد ہے و اقدامی علی عنق الرجال
یعنی سب اپنے رتبہ مین اس نہانخانہ اسرار سے نیچے ہین اگرچہ سب مقام ناز مین یگانہ ہون
تاہم نہانخانہ اسرار سے بیگانہ ہین اور یہی معنی [2] قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ الا دلین
و الآخرین کے ہین محبوب المعانی مین ہے کہ جو ولایت نبوت کے ساتھ آمیزش رکھتی ہے

[1] اور میرا حکم ہر حال مین جاری ہے ۱۲ منہ [2] مین اور حضرت امام حسن علیہ السلام سے ہون اور مخدع میرا
مقام ہے ۱۲ منہ [3] اور میرے قدم سب مردون کے گردنون پر ہین ۱۲ منہ [4] میرا یہ قدم کل اگلے اور پچھلے
اولیاء اللہ کی گردنون پر ہے ۱۲ منہ

وہ ولایت خاص انبیا کی ہوتی ہے جنکے سردار حضرت خاتم الرسالت ہین اور جو ولایت کہ خلافت
اور محبت اور امارت اور امامت کے ساتھ مخلوط ہے وہ ولایت جناب میر کرم اللہ وجہہ و دیگر
صحابہ کرام اور دوازدہ امام کی ہے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اگرچہ ولایت مین یہ سب شریک
ہین مگر عرفاً انبیا کو اولیا نہین کہتے بلکہ انبیا اور رسل کہتے ہین ویسا ہی صحابہ کو بسبب شرف
صحبت حضرت خاتم الرسالت صحابہ کہتے ہین اسی طرح سے ائمہ کرام کو ائمہ اثنا عشر اور دوازدہ امام
کہتے ہین تو حضرت پیر دستگیر نے اسی وجہ سے بلحاظ حفظ مراتب اپنے ارشاد وقدمی ہذہ
علی رقبۃ کل ولی اللہ مین اولیا کو خاص فرمایا اور اصحاب کرام اور ائمہ عظام کا نام نہین لیا
اور بحث اولیا اور عام لوگون مین ہے نہ اصحاب کبار اور دوازدہ امام مین کیونکہ صحابہ عظام
اور اکابر امام مین حکم عام بر موافق محاورہ ہوتا ہے مثلاً اگر بادشاہ کسی سپاہی سے کہے کہ
مین نے تجھے تمام سپاہیون کا سردار کیا تو اس مین سب لشکری شامل ہونگے مگر وزرا اور
سردار نہین داخل ہونگے یا جیسے کوئی کہے کہ گیہون کی روٹی سب روٹیون سے بہتر ہوتی ہے
تو اس سے یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ گیہون کی روٹی بادام کی روٹی سے بھی بہتر ہوتی ہے
البتہ وہ اور غلہ کی روٹیون سے بہتر ہوگی نہ میوہ کی روٹی سے مولوی اسمعیل شہید دہلوی رسالہ
منصب امامت مین لکھتے ہین کہ جو کچھ حضرت سید الشہدا رضی اللہ عنہ سے معرکۂ کربلا مین مفاخرت
کے اشعار مروی ہین یا دیگر ائمہ اہلبیت اور سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی اور ائمہ ہدیٰ سے ان کلمات
کو من قبیل تحدیث بنعمۃ اللہ و تثبت برحمۃ اللہ جاننا چاہیئے نہ از قبیل مردہ سرائے و خودستائی ہے

کار پاکان را قیاس از خود مگیر		گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر	

فائدہ بہجۃ الاسرار ایک عظیم القدر کتاب ہے جسکے مصنف علماء قراۃ سے بہت مشہور و معروف
شخص تھے اور ان کا حال کتابون مین بھی مذکور ہے اور ان کی اس کتاب کی جماعت ائمہ دین نے
نے تعریف لکھی ہے ان مین سے ایک حافظ ذہبی بھی تھے کہ جنکو لوگ محک اسماء الرجال کہتے تھے
اور وہ خود اکابر علمائے حدیث سے تھے محک کسوٹی کو کہتے ہین یعنی جسطرح سونے کو کسوٹی
پر کھینچنے سے اسکی حقیقت پہچان لیتے ہین اسیطرح وہ رجال حدیث ان کے روبرو پہنچتے
تھے اور باوصف جرح مین شدت کے خصوصاً سادات صوفیہ کے بارہ مین انھون نے بھی
اس کتاب کی تعریف لکھی ہے صاحب طبقات القرا ان مصنف بہجۃ الاسرار کے حال مین لکھتے
ہین کہ علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی امام اوحد مقری نحوی ابوالحسن نورالدین شیخ قراء دیار مصر

اصلاً شامی تھے ولادت ان کی سنہ چھ سو چوالیس مین قاہرہ تختگاہ مصر مین ہوئی یہ جامع ازہر
مین مدرس تھے جو مصر مین مشہور جگہ ہے ذہبی کہتے تھے کہ مین اُن کی مجلس درس مین گیا
اور مجکو اُن کا طریقہ بہت پسند آیا اور یہ ایک جماعت ائمہ حدیث اور قرا مین سے تھے
اور اُن کو ایک خاص عشق اور خلوص حضرت غوثیت مآب کے حضور مین تھا اُنھون نے آپکے
اخبار اور مناقب ایک بڑی کتاب مین جو غالباً تین مجلد ہون گے جمع کیے ہین اور شیخ شمس الدین
محمد جزری صاحب حصن حصین نے اپنی کتاب نہایت الدرایات فی اسماء الرجال القراۃ مین لکھا
ہے کہ علی بن یوسف بن جریر بن فضل بن معضاد نور الدین ابو الحسن اللخمی الشطنوفی الشافعی یہ استاد
محقق شیخ دیار مصریہ تھے اور بلقا رشام کے رہنے والے قاہرہ مین سنہ ۶۴۴ھ مین پیدا ہوے اور
حدیث صالح بن ابراہیم اشعری وغیرہ شیوخ سے پڑھی اور اُن سے شیخ ابراہیم حکری وغیرہ نے
پڑھا اور جب یہ جامع ازہر قاہرہ مین پڑھانے کے واسطے بیٹھے تو اُن کے پاس بہت لوگ
فوائد حاصل کرنے کو اور تحقیقات سمجھنے کو گئے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شاطبیہ پر شرح لکھتے
تھے اگر وہ شائع ہو جاتی تو نہایت عمدہ شرح ہوتی علاوہ اس کے اُنھون نے اور بھی تعلیقات
مفیدہ لکھی ہین ذہبی کہتے تھے کہ ان کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے بڑی محبت تھی اور
اُن کے اخبار اور مناقب اُنھون نے بہت جمع کیے جو غالباً تین جلد وں مین ہون گے جزری
کہتے تھے کہ وہ کتاب میرے بعض اصحاب کے پاس قاہرہ کی خانقاہ صلاحیہ مین ہے اور
مجھ سے میرے اُستاد حافظ محی الدین عبدالقادر حنفی وغیرہ نے بیان کیا کہ لخمی کی وفات
شنبہ کے دن ظہر کے وقت ہوئی اور وہ یکشنبہ بیسوین ذیحجہ سنہ ۷۱۳ھ کو دفن ہوے حسن المحاضرہ
مین ان کے حال مین لکھا ہے کہ علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی نور الدین ابو الحسن شیخ قراء
دیار مصر یہ سنہ چھ سو چوالیس مین پیدا ہوے اور انھون نے شیخ علی فقی جبرانلدی اور شیخ صفی
خلیل سے پڑھا اور شیخ عبداللطیف سے حدیث سنی اور جامع ازہر مین پڑھانے کے لیے
بیٹھے طلب کا بہت ہجوم ہوا اور اُن کا انتقال ماہ ذیحجہ سنہ ۷۱۳ھ سات سو تیرہ مین ہوا شطنوف
بفتح شین وطا ونون مصر ایک گاؤن ہے کذا فی القاموس اور زبدۃ الآثار مین ہے کہ درمیان
صاحب بہجۃ الاسرار و حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ دو واسطہ تھے اور وہ حضرت کی بشارت

دعاتیہ ملحق صفحہ ۲۴۰ — لخمی بفتح لام و سکون خا معجمہ کے یہ نسبت قبیلہ لخم اور ان کا نام مالک بن عدی تھا کذا فی المغنی
اور جہان مطلق لخمی مذکور ہوتے ہین اس سے صاحب بہجۃ الاسرار ہی مراد ہوتے ہین

بھی اپنے فتاوی کے خاتمہ مین لکھا ہے اور مردے کا زندہ کرنا جائز اور اکثر اولیا اللہ سے
بطور کرامت کے واقع ہوا ہے جسکو اسکی تفصیل دیکھنا ہو اور کتابون کو دیکھے ازانجملہ فرقان
بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان ہے یا خاتمہ فتاوی شیخ ابن حجر اور کتاب بہجۃ الاسرار کے رُواۃ
عدول اور اہل ہدایت سے تھے کیونکہ اس کے مصنف نے اس مین جہان کوئی روایت کی ہے
وہ انھین لوگون سے جن سے خود ملاقات کی ہے اور اُن کی کنیت و لقب و نام اور تاریخ و نسب سب
لکھدیے ہین لہذا صاحب بہجۃ الاسرار اس اعتراض سے بالکل بری ہین ؎

از رہ گذر خاک سر کوے شما بود		ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	

وصل دربیان کلام معجز نظام حضرت غوث انام رضی اللہ تعالی عنہ

جاننا چاہیے کہ جس طرح آپ کے مناقب اور خوارق عادات وکرامات دائرہ حد و حصر سے
خارج ہین یونہین آپ کے نفائس کلام اور دقائق اقوال کے لیے بھی عبارتین وافی نہین
اور نہ اشارات کافی کیونکہ آپ کا کلام علوم نامتناہی کا ایک دریا بہتا تھا آپ نے کتب مفیدہ
تصنیف فرمائین اور فوائد بھی لکھے کبھی کبھی آپ فارسی مین بھی ارشادات فرماتے تھے اگرچہ
بیشتر کلام مجالس و وعظ مین عربی ہی مین ہوتا تھا چنانچہ بعضے مکتوبات آپکے جو فارسی عبارت مین حکمتون
اور نصیحتون پر مشتمل ہین یا جو ارشادات کہ اُن مین آیات کریمہ کے اقتباسات کو بیان فرمایا ہے وہ
اخبار الاخیار مین منقول ہین کاتب الحروف یہان وہی سوالات و جوابات جو بہجۃ الاسرار وغیرہ
مین ہین تبرکا داخل کتاب کرتا ہے تاکہ یہ کتاب بھی برکات سے خالی نہ رہے سوال آپ سے
پوچھا گیا کہ شہود ذات اور شہود صفات مین کیا فرق ہے جواب فرمایا کہ جب بصیرت قلبی ایسی
چیز دیکھے جو قائم بالغیر اور اُس کے خلاف سے محتجب اور اُسکے معنی مین مستتر اور اُس کے
شہود وجود کے ساتھ ماسوا ظاہر ہو تو یہ شہود شہود صفات کہلائیگا کیونکہ صفتین جب اپنے موصوف
مین قائم ہوتی ہین تو اُن کے شہود کے لیے اُن کے اطراف مین کسی طرف کا چھپ جانا شہود ذات
کے لیے ضروری ہے اس وصف جاذب کے ساتھ وجوب وجود غیر کی طرف اور اُسکے خلاف مین احتجاب
کے ساتھ کیونکہ جس شخص نے جمال کا مشاہدہ کیا اُسمین جلال کے ظہور کی طاقت نہ رہے گی اور
جسکو کمال اور بہا سے اُنس ہو لیگا وہ جلوہ عظمت اور کبریائی کے ظہور مین ثابت نہ رہے گا اور
وصف اپنی حقیقت مین حقیقۃ سے محتجب نہین ہوتا ظہور غیر کے وقت البتہ شہود شاہدی مین بوجہ

غلبہ وصف ظاہری قوت شہود وصف ثانی سے محتجب ہو جاتا ہے اور بہ نا مخفی بھی اسواسطے
کہ ہر وصف کے معنی اُسکے موصوف مین قائم ہوتے ہین تو جسوقت اُن معانی کے تواسطے افعالی
ظاہر ہونگے کہ جو اسنے موصوف کو عین ازل سے لازم ہین تو آثار ظاہری اُنکے اس معانی سے
افعال مین محتجب جائینگے کیونکہ وحدت باورت کثرت سے برتر ہے اور یہان اُن کے
اطراف مختلفہ دیکھنے مین آئینگے وصف فردیت اور معنی وتریت ہین اور اُس کے وجود کے ساتھ
اُس کا غیر کون ظاہر ہوگا اسواسطے کہ یہان پر مومن کامل کی بصیرت قلبی نے صفات کا مشاہدہ
بقاے رسوم بشریت کے ساتھ کیا ہے اور بخطہ ہستی اور لحمہ وجود اور جاذبات منازعات سے
اُن کا دریا کشتی مین مخفی ہوگیا ہے اور ان سب کی علامت تین چیزین ہین ایک شہود بصیرت اُس
قوت کے ساتھ جو اُسے اُس شہود سے پہلے حاصل تھی دوسرے استدلال متصل شہود اس کی
حقیقت پر لیعہ اُس شہود کے فقدان کے تیسرے شہود شہود مین تخلف ایک شہود سے ایک صفت
مین اور جسوقت بصیرت قلب موجود قائم بالذات کا مشاہدہ کرے تو اُسکو شہود ذات کہین گے اور
اس شہود مین ضروری ہے کہ دولی کا مشاہدہ ساقط ہو جائے اور عین وقت وا مین دیعنی
کون کب کیا) کے تعلق کا لحاظ جاتا رہے اور جُدائی و وصال و قرب و بعد کا ثبوت محو ہو جائے
کیونکہ وہان آنکھ نابود ہے اور مشاہدہ ناپید بلکہ وجود حق برطرف ہے وہان صرف یہی شہود ہے
بوصف شہود و ہر وہ اس کا عین ازل مین مقابلہ ازل کے لیے اُس قوت سے ہے جو لم یزلی
ہے کیونکہ جب شہود سے صفات حدوث سلب ہوچکے اور وہ معانی محدثات سے وصفاً اور حکماً اور
عیناً خالی ہوچکا تو وہان صرف صفات لم یزلی ہی رہ گئے تو یہان پر اول ہستی آخر کی راجع ہوگی
کیونکہ وصف قبلیت قدم مین نیست ہوچکا ہے او صفت بعدیت ابد مین محو ہوگئی ہے ہر جہ ہر
بوجہ اُسکی ہیبت سرمدی کے معدوم ہوگیا اور اس شہود ذات کی علامت یہ ہے کہ یہ وصف
وجود سے زائد نہین ہوتا نہ اُس کا حکم بوجہ خفاے عین کے باقی رہتا اور نہ اُسکے مشاہدے کی
کنہ مدرک ہو پاتی اور نہ اسکی حقیقت پر کوئی دلیل لائی جا سکتی ہے خصوصاً جبکہ وہ انفعال شہود اور
اور اُسکے صفات سے منزہ ہوچکا ہو اور یہ امر سوا ے حضرت انبیا علیہم السلام کے کسی کا مقام
نہین ہوتا البتہ صدیقین کی منزل ہو جاتی ہے اور اولیا اللہ کا حال اور یہ سب سے حاصل نہین
ہوتا بلکہ محض خدا کی بخشش سے ملتا ہے اور وہ وسائل سے نہین دیتا بلکہ محض اپنے فضل سے عطا
کرتا ہے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ صفات موارد الٰہی اور طوارق شیطانی کیا ہین جواب فرمایا

وارد الٰہی وہ ہے جو استدعا سے نہ حاصل ہو اور نہ سبب سے زائل ہو اور نہ ایک طور پر ظاہر
ہو اور نہ وقت مخصوص میں اور طوارق شیطانی اکثر اس کے خلاف ہوتے ہیں **سوال** آپ سے پوچھا
گیا کہ محبت کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ محبت کہتے ہیں قلوب کی تشویش کو جو محبوب کی طرف سے
واقع ہوتی ہے تو عاشق پر دنیا انگوٹھی کے حلقہ کی طرح تنگ یا ماتم زدوں کی جماعت کی طرح
ہو جاتی ہے اور حب وہ سکر ہے جسکے ساتھ صحو نہیں اور وہ ذکر ہے جسکے ساتھ محو نہیں اور وہ قلق
ہے جسکے ساتھ سکون نہیں ہوتا اور وہ مراد ہے خلوص محبت سے بظاہر و باطن باختیار اضطرار و
باختیار اختیار اور بارادہ اختفی نہ بارادہ تکلیفی اور حب سے مراد اندھا ہونا ہے غیر محبوب سے غیرت
کی وجہ سے اور محبوب سے ہیبت کی وجہ سے لہٰذا وہ بالکل اندھا ہوتا ہے اور عاشق وہ مست
ہوتے ہیں جو ہوش ہی میں نہیں آتے سوائے مشاہدہ معشوق کے اور وہ مریض ہوتے ہیں
جو بدل حظ مطلوب کے شفا نہیں پاتے اور وہ والہ و حیران ہوتے ہیں اور ان کو اپنے مالک کے
سوا کسی سے انس ہوتا ہی نہیں اور بجز ذکر محبوب اور کوئی بات ہی نہیں کرتے **سوال** آپ سے
کسی نے توحید کی حقیقت پوچھی **جواب** فرمایا کہ توحید سے مراد ہے سالک یعنی مخلوقات سے
چھپانا سر الاسرار یعنی مخفی ترین راز کا اسے دل پر مقام حضور میں پہونچنا اور سالک کے قلب کا انتہار
مقامات انکا تک منتقل ہونا اور سالک کا اعلیٰ درجہ وصال تک عروج کرنا اور منازل اسرار
تسلیم کے وصول کی حالت پر اس کا قدم تجرید سے پہونچنا اور یگانگی و یکتائی سے تفرید کی
کوشش کے ساتھ معہ خیال کونین کے گم کرنے اور اسکے غیر ضروری سمجھنے کے اعلیٰ مقامات
قرب پر چڑھنا اور تعلقات ناسوتی کو دفع کرتے ہوئے تجلیات کے وقت بلا ارادہ انوار کشفیہ
دونوں عالم کی فنا سے ملکوت اور لاہوت حاصل کرنا **سوال** آپ سے کسی نے پوچھا کہ تفرید کیا چیز ہے
جواب فرمایا کہ تفرید اشارہ ہے منفرد سے فرد کی طرف اس کے کونین سے منفرد ہونے اور ملکوت
سے خالی ہونے اور صفت وجودیت سے خلع ہونے اور حکم ذاتیت سے علیحدہ ہونے کے وقت
اس حالت میں کہ جب دونوں خطرات حق کو دیکھتا ہو کر جو اسکے طرف وارد ہوتے ہیں اور وہ ان
خطرات کی تسبیح بصفت تفرید چاہتا ہو کیونکہ صفت فردیت مقتضی ہے اشارہ منفرد کو تو اسکو اس حالت
میں جو حضور ہوتا ہے تو بہ تمسک اشارہ فردیت اپنی ہی ذات کی طرف ہوتا ہے لہٰذا جب آئینہ کوئی
سبب یا علت ظاہر ہوتی ہے تو اس کو کدورت عارض ہو جاتی ہے اور بندہ اپنے معتصم اور
متمسک سے منقطع ہو کر پھر بشریت کی طرف رجوع کر جاتا ہے اور مطالعہ حق سے محجوب ہو جاتا ہے

اور یہ حالت ہیجان شوق روحانیت کے وقت اکثر ہو جاتی ہے جبکہ شفقت کی بجلیاں حجابات
طور بشریت اور صفت فردانیت سے مفرد پر چمکنے لگتی ہیں اور اشارات لمعہ پہونچنے لگتے ہیں یا
معانی ازدواج اور وسعت اعداد افراد معلوم ہونے لگتے ہیں **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ تجرید
کیا ہے **جواب** فرمایا کہ تجرید سے مراد ہے خالی کرنا سر کا مطالب محبوب میں سکون والی چیز دنیا سے
یا قلب کا خالی کرنا لباس طمانینت سے مفارقت محدود پر اور خلق سے حق کی طرف ماسوے
اللہ چھوڑ کر رجوع کرنا **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ معرفت کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ معرفت
کہتے ہیں ان معانی پر مطلع ہونا جو نہاں خانۂ اسرار میں پوشیدہ ہیں اور شواہد حق کو تمام چیزوں
میں اس طرح دیکھنا کہ ہر شے میں معانی وحدانیت کے نور کو چمکتا پانا اور حکم حقیقت کو کل کے فانی
کر دینے میں پانا کیونکہ جب باقی کا اشارہ اسی طرف ہوگا تو اس سے ہیبت ربوبیت حضور ظاہر
ہوگی اور بقا سے اثر کی تاثیر بھی کہ جسکی طرف باقی کا اشارہ ہے جذب انوہیت ہوسے اور باین ہمہ
لحظ قلبی اسکی حق ہی کی طرف رہے گی **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ ہمت کیا چیز ہے **جواب**
فرمایا کہ نفس کا خالی کرنا حب دنیا سے اور روح کا تعلق عقبیٰ سے اور اپنے دل کا ارادہ سے
ارادہ حق کے ساتھ اور سر کا اشارہ سے وجود کی طرف اگرچہ ایک ہی گھڑی کیوں نہ **سوال**
آپ سے پوچھا گیا کہ حقیقت کیا ہے **جواب** فرمایا کہ حقیقت وہ چیز ہے جسکے مخالف اور منافی
کچھ نہو بلکہ اضداد کے اشارہ کے وقت وہ سب باقی ہوں اور محاذات کے وقت سب منافی
باطل ہو جائیں **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ اعلیٰ درجہ کا ذکر کون سا ہے **جواب** فرمایا کہ وہ جو قلب
میں اشارہ حق سے اختیار کرتے وقت اثر کرے مع عنایات سابقہ کے جو ذاکر کے حق میں
ہو چکی ہے اور یہی ذکر دائما اور ثابت اور غیر منقطع ہوتا ہے اور اسمیں کسی نسیان سے خلل
نہیں ہوتا اور نہ کوئی غفلت مکدر کرتی اور یہی وہ ذکر کبیر ہے جسکی خبر حق تعالی نے کلام مجید میں
دی ہے اور علاوہ ازیں وہ ذکر ہے جسکا باعث خطرہ وارد ہو جاوے اور ذاکر کو محل مراد میں حجب و
سوال آپ سے پوچھا گیا کہ شوق کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ بہترین شوق وہ ہے جو مشاہدہ
سے حاصل ہو کہ وہ پھر ملاقات سے زائل نہیں ہوتا اور نہ دیکھتے وقت موقوف ہوتا اور نہ نزدیک
قرب میں مندفع ہوتا اور نہ انس سے مرتفع ہوتا بلکہ جیسی ملاقات بڑھتی جاتی ہے ویسے ہی شوق
زیادہ ہوتا جاتا ہے اور شوق جب ہی صحیح ہوتا ہے جب علتوں سے خالی ہوتا ہے اور شوق
کہتے ہیں موافقت روح یا متابعت ہمت یا نفس کو کسی وجہ سے شوق احباب سے

خالی ہوتا ہے اور نہیں معلوم ہوتا کہ کون چیز باعث اس شوق کی ہوتی ہے کیونکہ اس وقت میں
شائق معشوق سے متحد ہو جاتا ہے اور اس کے مشاہدہ میں ڈوب جاتا ہے اور باوجود مشاہدہ
کے پھر مشاہدہ کا شائق ہوتا ہے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ توکل کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ
توکل مشغول کر دینا سر کا ہے خدا کے ساتھ غیر خدا سے ہٹا کر اس طرح پر کہ سبب و علت توکل
سب بھول جائے اور ماسوا سے مستغنی ہو جائے اور حشمت غنا اسکی نظر سے اُٹھ جائے اور توکل
کہتے ہیں مشرف ہونا سر کا ملاحظہ میں معرفت میں امور پوشیدہ غیب مقدورات کی طرف اور ان کا
اعتقاد یہی حقیقت یقین ہے معانی مذاہب معرفت کے ساتھ کہ وہ سب سربستہ ہیں اور ان میں مخالفات
کو کوئی دخل نہیں اور توکل کی حقیقت مثل اخلاص کی حقیقت کے ہے اور حقیقت اخلاص یہ ہے کہ
اعمال کے عوض چاہنے کی ہمت اُٹھ جائے اصطلاح توکل یہ ہے کہ بندہ کا حول اور قوت کچھ
نہ رہے اور وہ سب خدا ہی کو سونپ دے پھر فرمایا کہ اے مخاطب کب تک میں کہوں گا اور تو نہ سنے گا
اور کب تک تو سنے گا اور نہ سمجھے گا اور نہ عمل کریگا اور کب تک عمل کرے گا اور اسمیں اخلاص نہ ہوگا
کیوں نہیں تو اپنے وجود کو اخلاص میں غائب کر دیتا ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث شرح فارسی مشکوٰۃ
شریف میں کہتے ہیں کہ توکل اور وکول کے معنی لغت میں کسی کام کے کسی کو چھوڑ دینے اور بار رکھنے
کے ہیں اور وکالت بالفتح و کسرہ اس کا اسم ہے اور توکل کے معنی ظاہر کرنا اپنی عاجزی کا اور غیر پہ
بھروسہ کرنا اور تکلان بالضم اسم ہے توکل سے اور شرعاً توکل یہ ہے کہ بندہ اپنے کام کو خدا پہ چھوڑ دے
اور تدبیر نفس سے نکل جائے اور اپنی حول و قوۃ سے بری ہو جائے اور توکل سب امور میں ہوتا ہے
مگر اکثر اس کا استعمال رزق کے بارہ میں آتا ہے اور توکل کے حقیقی معنے خدا کے اپنے بندوں کے
رزق کا ضامن ہونے پر بھروسہ کرنے کے ہیں اور اسباب اور کسب کا چھوڑنا اسکی شرط نہیں ہے بلکہ
چاہیے کہ اس سے نظر ساقط کرے کیونکہ توکل دل کا کام ہے تو جب خدا کے ضامن ہونیکا یقین حاصل
ہو لیا تو توکل بھی ٹھیک ہو گیا اور بدن کا بیکار کرنا بھی شرط نہیں ہے اور نہ کسب اسکے مخالف ہے
اور جو فقرا ترک اسباب کرتے ہیں وہ تحقیق مقام توکل اور ریاضت نفس کے لیے کرتے ہیں تاکہ اس سے
نظر ساقط ہو جاوے اور اس امر کا یقین حاصل ہو جاوے کہ روزی کے ملنے میں اسباب کا ہونا شرط
نہیں ہے اور بعضوں نے توکل کے معنی یہ لکھے ہیں کہ بسبب وثاقت حق پر بھروسہ کرنے کے
کسب اور اسباب کی قید سے باہر ہو جانا اور یہ ابتدائے حال توکل کا ہوتا ہے یا باہر آنے سے
مطلب یہ ہو کہ دل اسباب سے متعلق نہ ہو اور منتہی کو اسباب سے تعلق توکل سے مانع نہیں ہے اُنکا

یقین اسباب سے تعلق کرنے اور نہ کرنے مین ایک ہی حال پر رہتا ہے مثلاً تخمی اگر خرمہ
کا درخت لگا دے اور بطور خرق عادت کے وہ اسی وقت پھل جائے تو اُس کا یقین نسبت
صورت اور اُس صورت مین کہ خرمہ کا درخت لگایا جاوے اور زمانہ کے بعد بطور عادت کے پھلے برابر رہےگا کیونکہ صانع
کی کمال قدرت کا مشاہدہ درصورت اسباب اور مسببات کے مرتب ہونے کے بہ زیادہ
ہوگا کہ بے سببی کی صورت مین وہی ایک فعل ہوگا درمیان بہت سے افعال یقینی اور احتمالی ظنی
اپنا جو وہان نہین ہین اور ترک اسباب مین تعطیل خلق الٰہی کی بھی لازم آتی ہے تفسیر عزیزی ترجمہ
صحیح بخاری مین باب من لم یرق مین لکھا ہے کہ حضرات صوفیہ نے توکل کے معنے یہ لگے ہین کہ صمدی
رزاقی پر بھروسہ کرکے کسب اور اسباب عادی کا چھوڑ دینا اور یہ مرتبہ خواص کو ہے اور توکل کا دوسرا
مرتبہ یہ ہے کہ متوکل کی نظر سے اسباب بالکل اُٹھ جاتے ہین اور اسکو ان کا ہونا اور نہ ہونا دونون برابر
معلوم ہو اور اسباب سے تعلق ان کا بوجہ عبودیت اور امتثال امر اور دے کے منصوبہ ہو یہ مرتبہ انہی لوگون
کا ہے حضرات انبیا اور اولیا سے کہ جو خودی سے فانی اور حق سے باقی ہین اس مقام کی تشریح یون ہے
کہ اسباب کی تین قسمین ہین یقینی ظنی وہمی یقینی جیسے لقمہ کا اٹھانا اور اسے منہ مین رکھنا یہ توکل جو
تو اس قسم کے اسباب منافی توکل نہین ہین بلکہ ان کا چھوڑنا جہالت اور سفاہت بلکہ باعث گناہ ہے اور وہ
بات دوسری ہے کہ حق تعالی کسی کو خرق عادت عطا کرے اور بطور معجزہ اور کرامت کے یہ اسباب
اس سے ساقط ہو جاوین اور ظنی وہ اسباب ہین جو حق تعالی نے عادتاً خلق کے لیے مقرر کیے
ہین جیسے کمانا اور کھانا اور اسکی فکر اور مداوا کرنا طبیبی دواؤن سے جنکا نفع اکثر معلوم ہوتا ہے اور
یہ اسباب اکثر متوکلین سے ساقط ہو جاتے ہین جب کہ وہ خدا کی قدرت کا مشاہدہ کرتے ہین اور یہ
دیکھتے ہین کہ کوئی چیز بغیر امر الٰہی جنبش نہین کر سکتی نہ اسکے فعل کے لیے کوئی علت ہے اور وہمی
اسباب وہ ہین کہ جنمین صرف وہم اسباب پر حکم ہے کہ اگر فلان کام نہین کرون گا تو مر جاؤن گا یا یہ
خیال کرے کہ اگر آج کل کے کھانے کے واسطے نہ رکھون گا تو کل کہان سے ہوگا اور کیسے بسر کرونگا یہ
صرف وہم ہی وہم ہے جس کا ترک واجب ہے اور اس کا کرنا توکل کے منافی ہے چنانچہ یہ دونون سبب
زمانہ جاہلیت اسی طرح سے تھے جن سے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا تفسیر فتح العزیز مین سورہ مزمل کی
آیت فاتخذہ وکیلا کی تفسیر مین لکھا ہے کہ متوکلین کے نزدیک توکل کے تین مرتبہ ہین اول مرتبہ
یہ ہے کہ بندہ کو خدا پر ایسا اعتماد ہو جاوے جیسے موکل کو وکیل پر ہوتا ہے کہ وہ اسکو اپنی ضروری

ک۱ پس اسکو وکیل بنا لے ۱۲ منہ

حاجتوں کا بخوبی واقف جانتا ہے دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ کو خدا پر ایسا اعتماد ہو جائے جیسے بچہ
کو اپنی ماں پہ ہوتا ہے اور یہ مرتبہ پہلے مرتبہ سے اعلےٰ ہے کیونکہ پہلے مرتبہ مین کچھ التفات اپنے
اعتماد پر بھی ہوتا ہے اور موکل کے دل مین بار بار ایسا آتا ہے کہ یہ کام جو مین نے فلان شخص کے
سپرد کیا ہے وہ اسے ضرور پورا کر دیگا کچھ اسکی ضرورت نہین کہ مین خود اس کام پر متوجہ ہون بخلاف
بچے کہ اسکو ماں پر ایسا بھروسہ بلکہ وہ اسمین ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اپنے اعتماد سے بالکل غافل
ہو جاتا ہے اسی وجہ سے موکل اُس کام کی تدبیر اپنے دل مین بھی سوچتا ہے اور بچہ کچھ تدبیر نہین کرتا
اور نہ کسی طرح اسباب سے سروکار رکھتا ہے تیسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے کہ کسی اعتماد اور استغراق کا بھی
حاجت نہو بلکہ اپنے کو مردہ بدست زندہ جانے وہ جسطرح چاہے اس طرح پھیرے اُسکو کچھ بھی دخل نہین
یہانتک کہ کچھ پوچھ بھی نہین سکتا بخلاف دوسرے مرتبہ کے کہ وہان پوچھ سکتا ہے جیسے کہ بچہ کی
عادت ماں سے مانگنے کی ہوتی ہے تو یہ تیسرا مرتبہ توکل کا جو سب سے اعلیٰ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو حاصل تھا یہی وجہ تھی کہ جسوقت کافرون نے آپکو آگ مین پھینکا تھا اور جبرئیل علیہ السلام نے
آکر آپ سے کہا کہ حق تعالیٰ سے جو کہنا ہو کہو تاکہ اس بلا سے نجات حاصل ہو آپنے فرمایا حسبی من
سوالی علمہ بحالی یعنی میرا حال اسپر سب روشن ہے کچھ کہنے کی ضرورت نہین سوال آپ سے
پوچھا گیا کہ انابت کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ انابت کہتے ہین مقامات کی ترقی مانگنا اور درجات پر ٹھہرنے
سے حذر کرنا اور اعلیٰ مکونات پر ترقی کرنا اور ہمتون سے سرداران مجلس حضرت الٰہیہ پر اعتماد کرنا پھر اس
حاضری کے مشاہدہ کے بعد سب سے حق کی طرف رجوع کرنا اور نیز انابت یہ ہے کہ حق سے
حق کی طرف بطور حذر کے رجوع کرے اور غیر حق سے حق کی طرف بطور رعب کے اور ہر تعلق سے
حق کی طرف بطور خوف کے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ توبہ کیا ہے جواب فرمایا کہ توبہ کہتے ہین
حق تعالیٰ کا بندہ پر اپنی عنایت سابقہ قدیمہ سے نظر کرنا اور اسی عنایت سے بندہ کے قلب پر
اشارہ کرنا اور اُس کے دل کو گناہون کے ارادون سے خالی کرنا اور اپنی طرف کھینچکر اپنے قبضہ مین
رکھنا تو جب ایسا ہوتا ہے تو بندہ کا دل اللہ ہی کی طرف کھینچ جاتا ہے اور کوئی ہمت اور ارادہ ماسوا کا
باقی نہین رہتا اور روح بھی اُسکے تابع ہو جاتی ہے اور عقل بھی اور اُسکی توبہ صحیح ہو جاتی ہے اور
تمام امور سکے خدا ہی کے لیے ہو جاتے ہین اور توبہ کے لغوی معنی گناہون سے رجوع کرنے کے
ہین اور یہی معنی توبہ کے بھی ہین حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ غافر الذنب وقابل التوب[1] اور بعضے

[1] بخشنے والا گناہ کا اور قبول کرنے والا توبہ کا ۱۲ منہ

کہتے ہیں کہ توب جمع ہے توبہ کی اور توبہ شریعت میں کہتے ہیں رجوع کرنا بُرے قولوں اور فعلوں
سے اچھے اقوال اور افعال کی طرف اور تمامہ علما کے نزدیک توبہ فی الفور واجب ہوتی ہے
اور وہ وجوب اس آیت سے لیتے ہیں کہ وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون[1] اور فی الفور ہونا اس دلیل
سے ہے کہ تاخیر توبہ میں امر ممنوع پر اصرار ہوگا اور انابت بھی لغۃً اور شرعاً قریب توبہ کے ہے
اور اہل حقیقت کے نزدیک گناہان گذشتہ پر نادم ہونے اور نیکیوں پر ثابت کرنے کو توبہ کہتے
ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ نادم ہونا اُس چیز پر جو فوت ہوئی اور اصلاح اس چیز کی جو آئندہ ہونیوالی
ہو اور بعضے کہتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ ہر چیز سے سوا خدا کے اعراض کرے اور تعلقات غیر حق
منقطع کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک
بعبادۃ ربہ احدا[2] اس آیت کریمہ کا شان نزول یوں مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں صدقہ دیتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ محض
اللہ ہی کے لیے ہو اور خیر میں شمار کیا جائے تب یہ آیت نازل ہوئی حضرت ذوالنون مصری
فرماتے تھے کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اعمال کی وجہ سے اُس پر زمین تنگی کرے اور
اس کا نفس بھی اور اسکو اس امر کا گمان ہو کہ کوئی جائے پناہ اللہ کے سوا نہیں ہے وہاں ظن
یقین کے معنے میں ہے جیسا کہ کلام مجید میں ہے وعلی الثلثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت
علیہم الارض بما رحبت وضاقت علیہم انفسہم وظنوا ان لا ملجأ من اللہ الا الیہ[3] حضرت
سری سقطی سے کسی نے پوچھا کہ توبہ کیا چیز ہے اُنھوں نے کہا کہ اپنے گناہوں کو بھول جانا اور
حضرت جنید فرماتے تھے کہ توبہ یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ کو نہ بھولے اور یہ دونوں ارشاد
صحیح ہیں اسواسطے کہ حضرت سری سقطی کا مطلب توبہ سے توبہ خواص ہے کہ اُن لوگوں کے قلوب
میں خدا کی عظمت اور یاد ایسی غالب ہوتی ہے کہ اُن کو اپنے گناہ یاد ہی نہیں رہتے اور حضرت جنید
کا مطلب توبہ عوام ہے ابتداء سلوک میں اور بعضے کہتے ہیں کہ توبہ کی تین قسمیں ہیں ایک توبہ عوام
کہ جو لغزشوں سے ہوتی ہے دوسری توبہ خواص کہ جو غفلتوں سے ہوتی ہے تیسری توبہ اخص خواص

---

[1] توبہ کرو اللہ کے سامنے سب مل کر اے ایمان والو۔ منہ [2] جو شخص امید رکھتا ہے اپنے رب سے ملنے کی تو چاہیے عمل نیک کرے
اور شریک نہ کرے اپنی رب کی عبادت میں کسی کو۔ منہ [3] اور اُن تین شخص پر کہ جنکو پیچھے رکھ لیا تھا یہاں تک کہ جب اُن پر زمین
تنگ ہوئی باوجود کشادگی کے اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہوئیں اور گمان کیا کہ کوئی پناہ اللہ سے نہیں مگر اُسی کی
طرف ۱۲ منہ

کرجو نیکیون کے پندار سے ہوتی ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جس نے عذاب کے خوف سے توبہ
کی وہ صاحب توبہ ہے اور جس نے ثواب کے لالچ سے توبہ کی وہ صاحب انابت ہے اور جسنے
توبہ خوف وطمع کی وجہ سے نہ کی بلکہ رعایت امر کے لحاظ سے توبہ کی وہ صاحب اوبہ ہے اور بعضے
کہتے ہین کہ توبہ مومنین کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون اور
انابت اولیا اور مقربین کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وجاء بقلب منیب اور اوبہ انبیا
اور مرسلین کی صفت ہے اللہ تعالی حضرت ایوب کے حق مین فرماتا ہے نعم العبد انہ اواب
اور مشہور قول یہ ہے کہ توبہ کی دو قسمین ہین ایک توبہ عوام دوسری توبہ خواص عوام کی توبہ گناہون سے
باز رہنا اور ثواب کے لالچ سے طاعت کرنا ہے اور خواص کی توبہ یہ ہے کہ بلا لحاظ ثواب وخوف عذاب
بخلوص اسکی عبادت کی جائے اسی واسطے توبہ عوام ایک گناہ سمجھی جاتی ہے منجملہ گناہان خواص کے
اور یہی معنی حسنات الابرار سیئات المقربین کے ہین اب خواص کی دو قسمین ہین ایک عارفین
دوسرے مقربین مقربین خواص الخواص ہین اور عارفین کی نسبت مقربین سے ویسی ہے جیسے سلوک
مین مبتدیون کی نسبت عارفین کے ساتھ اور توبہ کی دو قسمون مین سے پہلی قسم منازل سالکین
اور مقامات طالبین سے ہے اور توبہ پر اللہ تعالی نے خود رغبت دلائی ہے کہ ان اللہ
یحب التوابین یعنی بیشک اللہ توبہ کرنے والون کو دوست رکھتا ہے مروی ہے کہ ایک بار
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسوقت اللہ کسی بندہ کو دوست کرلیتا ہے تو پھر اسکو کوئی گناہ
نقصان نہین کرتا پھر یہ آیتہ مذکورہ پڑھی مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کسی بندہ کو پسند کرلیتا ہے تو اُسے
توبہ کی توفیق دیتا ہے کہ وہ توبہ کر ڈالتا ہے اور جو گناہ کہ اُس سے قبل توبہ صادر ہو چکا ہوتا ہے
وہ پھر اُسے ضرر نہین کرتا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی توبہ پر رغبت دلائی فرمایا کہ
گناہون سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے کوئی گناہ ہی نہین کیا اور فرمایا کہ کوئی اللہ کو
اتنا محبوب نہین جسقدر جوان تائب اور توبہ فرض عین ہے اور جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے اور
کوئی چیز خلق پر توبہ سے زیادہ واجب نہین نہ کوئی عقوبت اُن پر سخت توبہ کے بھولنے سے ہے
لہذا توبہ اور انابت ضروری ہے حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ تین باتون کی ہمت رکھنا چاہیئے توبہ
اور تقوی اور عذر اور تینون کی مضبوطی تین چیزون سے کرنا چاہیئے ذکر اور استغفار اور سکوت اور

[1] اور انابت کہ جسمین رجوع ہے ۱۲ [2] بہت اچھا بندہ وہ ہے رجوع رکھنے والا ۱۲ منہ [3] ابرار کی نیکیان
مقربین کے گناہ ہین ۱۲ منہ

اوران چھ چیزون کی مضبوطی کبھی چار چیزون سے ہے حب ورضا وزہد وتوکل اور حضرات صوفیہ
کا قول ہے کہ تقویٰ جب استقامت مین فوت ہو جائے تو توبہ وانابت مین نہ فوت ہونا چاہیے
حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے تھے کہ اپنے نفس کو رضا پر ڈال دینا چاہیے اور اپنے قصد و
ارادہ سے خامدگی اختیار کرنا چاہیے تاکہ توبہ کی توفیق سے اللہ جلشانہ فرماتا ہے ثم تاب علیہم
لیتوبوا اور کہتے تھے کہ مین نے ایک دن کہا کہ اے اللہ مین تجھ سے توبہ کرتا ہون تو میری مدد کر
اور مجھے قوت دے اور ثابت رکھ اور بچا اور خلق مین میرا عیب ڈھنکا رکھ اور اپنے رسول کی
خدمت مین رسوا نہ کر تو مجھ سے کہا گیا کہ تم مشرک ہو مین نے کہا کیسے ارشاد ہوا کہ خلق مین رسوائی
کا خوف کیسے ہوا اور ڈرتے ہو کہ اللہ تم کو خلق مین رسوا کرے گا حالانکہ دل کو اللہ سے متعلق رکھنا
چاہیے نہ خلق سے یہ سمجھ لو کہ کوئی تم کو نہ نفع پہونچا سکتا ہے نہ نقصان اور جب تک تمھارا دل
علم اور قدرت اور کوشش اور اجتہاد سے متعلق رہے گا اُس وقت تک تم صاحب رجا ہوسکے
لہذا سب سے ناامید ہو جاؤ اور خدا سے امید رکھنے مین ہر سانس کو مشغول کردو تاکہ اللہ سے
مدد پاؤ اور اگر تم یہ نہ اختیار کروگے تو تم کو اللہ اپنے غیر کی طرف متوجہ کردے گا اور سخت دقت
اور دشواری مین پڑجاؤ گے اور توبہ نصوح سے مراد مبالغہ توبہ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ توبہ
نصوح یہ ہے کہ جس گناہ سے توبہ کرچکا ہو وہ پھر کبھی نہ کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وتوبوا الی اللہ
توبۃ نصوحا سوال آپ سے پوچھا گیا کہ بکا کیا ہے جواب فرمایا کہ رونا خدا کے وصل کے
لیے اُسکے خوف اور اُسکی تمنا و قدرت سے جاننا چاہیے کہ بکا ایک حالت ہے کہ جو انسان کو عارض
ہوتی ہے اور بکا بمعنی آواز سے رونا اور بغیر معنی آنسو بہانا اور تباکی کے معنی ہین رونے
مین تکلف کرنا اور مجبور رونا اُن چیزون کے یاد کرنے اور جاننے سے جو رُلانے والی
ہون اور ابکاء کے معنی کسی کو رُلانا اور خوف کے معنی ڈرنا اور مخافت ورتخویف کے معنی
ڈروانا اور یہان مراد رونا اور ڈرانا آخرت کے عذاب اور خدا کے ڈر سے ہے اور رونا
عمدہ بات ہے اور چار دلیلون سے ثابت ہے ورعبادت محمودہ اور سعادت بڑی ورتخافت
عقلی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ویخرون للاذقان یبکون پھر فرمایا حتیٰ سبحانہ وبکیا ترمذی و
ابن ماجہ حضرت صدیقہؓ سے روایت کرتے ہین کہ آپ کہتی تھین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

[illegible]
[illegible]

وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے والذین یؤتون ما اتوا وقلوبھم وجلۃ یعنی اللہ تعالے اپنے خاص بندوں کی تعریف مین فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو کوئی چیز دیتے یعنی تصدق کرتے ہین فقرا پر تو اُن کے دل ڈرتے اور کانپتے رہتے ہین کہ وہ چیز پروردگار کی طرف پھر گئی تو حضرت صدیقہ نے پوچھا کہ کیا وہ لوگ وہ ہین جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہین کیونکہ عذاب سے ڈرنا گنا ہگاروں اور بدکاروں کا کام ہے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ یہ وہ لوگ نہین ہین بلکہ وہ لوگ ہین جو روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہین اور پھر ڈرتے ہین کہ شاید یہ کچھ بھی مقبول نہو اسکی دلیل ہے کہ جو آخر آیت مین ہے کہ اولئک یسارعون فی الخیرات وھم لھا سابقون یعنی وہ لوگ ہین جو نیکیوں مین جلدی کرتے ہین اور ابن ماجہ عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کوئی مسلمان ایسا نہین ہے کہ جسکی آنکھوں سے آنسو اللہ کے خوف سے نکلتے ہوں خواہ وہ مکھی کے سر ہی کے برابر کیوں نہوں اور وہ آنسو منھ پر گرتے ہوں مگر اُسپر دوزخ کو اللہ حرام کر دیتا ہے ایکبار ابو امامہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نجات کس چیز مین ہے فرمایا کہ اپنی زبان روکے رہو اور اپنا گھر وسیع رکھو اور اپنے گناہوں پر روؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ حرام ہے تین آنکھوں پر ایک وہ جو اللہ کی راہ مین جاگے دوسرے وہ جو اللہ کے خوف سے روئے تیسرے کو راوی نے بیان نہین کیا اور فرمایا کہ اے لوگو روؤ اگر رُلائی نہ آئے تو بہ زور روؤ کیونکہ دوزخی دوزخ مین رووینگے یہانتک کہ اُن کے آنسو اُن کے منھ پر آئینگے اور یہ معلوم ہوگا کہ گویا نہرین بہہ رہی ہین جب آنسو نہ رہینگے تو خون بہے گا اور اگر اُن کے آنسوؤں کے بہاؤ مین کشتیاں چھوڑی جائین تو وہ چل نکلین یعنی اسقدر کثرت سے اُن کے آنسو بہینگے کہتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس سات گدیاں صوف کی تھین جنمین راکھ بھری تھی تو جب وہ روتے تھے تو وہ آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھین اور حضرت نوح علیہ السلام کو نوح اسواسطے کہتے تھے کہ وہ دنیا مین اپنے نفس پر بہت رویا کرتے تھے اور خدا کے خوف سے رونا بڑی دلیل ہے آخرت کی طرف میلان پر اور یہ کا پیدا کرنیوالی دو چیزین ہین ایک خوف الٰہی دوسرے ندامت اپنے گذشتہ تفریط اور تقصیر پر اور سب سے بڑا سبب اُس کا محبت ہے رہا حزن سو وہ دل ٹوٹ جانے کو کہتے ہین اور اُسکے خشوع کو بھی اور اُسکی علامت جوارح ظاہرہ کا انکسار ہو بوجہ انکسار باطن کے اور حالت حزن تین باتوں سے پیدا ہوتی ہے ایک گناہان گذشتہ مین غور کرنے سے دوسرے

موت کے خیال کرنے سے تیسرے اپنے سے نا لم متقی شخص کو دیکھنے سے بعضے کہتے ہین کہ حزن
اللہ کے خوف کے آثار مین سے ہے اسیواسطے حزن اور خوف سے قلب کی آبادی ہوتی ہے
جیسے کہ فرح و غفلت سے ویرانی ہوتی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین[1]
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ خدا دوست رکھتا ہے ہر قلب حزین کو اور توریت
مین ہے کہ جب اللہ کسی شخص کو دوست کرلیتا ہے تو اُس کے دل مین نالہ نصب کردیتا ہے اور
جب دشمن کرلیتا ہے تو اُس کے دل مین مزمار نصب کردیتا ہے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بہت محزون و متفکر رہا کرتے تھے حضرت خواجہ حسن بصری کا یہ حال تھا کہ اُن کو جو کوئی
دیکھتا تھا تو سمجھتا تھا کہ یہ ابھی کسی مصیبت مین مبتلا ہوئے ہین حضرت داؤد طائی بھی مغلوب حزن
تھے حضرت فضیل بن عیاض کہتے تھے کہ سلف کا مقولہ ہے کہ عقل کی زکوۃ طول حزن ہے داؤد سلیمان
سے کسی نے حزن کو پوچھا اُنھون نے کہا کہ حزین اس امر کی فراغت ہی نہین پاتا کہ اُس سے
حُزن کا حال پوچھا جائے اور وہ اسکا جواب دے بعض سلف کہتے تھے کہ بہت زیادہ حزن
کہ جسکو مسلمان اپنے نامۂ اعمال مین نیکیون سے پائیگا وہ ہم اور حزن ہوگا اور اسی قول کا مقوی
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مسلمان کو جو کچھ رنج و حُزن ہوتا ہے
وہ سب اللہ تعالی اُسکے گناہون کا کفارہ کردیتا ہے اور آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ جب انسان کے
گناہ بہت ہوجاتے ہین تو اسپر رنج و غم ڈالتا ہے اور وہی اُن سب گناہون کا کفارہ ہوتا
ہے اور اس امر پر سب لوگ متفق ہین آخرت کی وجہ سے خوف محمود ہے اور دنیا کی وجہ سے مذموم
اور دنیا مومن کا قیدخانہ ہے اور جسکا قیدخانہ دُنیا ہوگی اُس کا حزن بھی زیادہ ہوگا کیونکہ قیدخانہ
حزن کا گھر ہے اسی واسطے آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا مومن کے لیے راحت نہین ہوتی
ہے کیونکہ وہ تو اُس کے لیے قیدخانہ اور بلا ہے حضرت رابعہ عدویہ سے منقول ہے کہ وہ کہتی
تھین کہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ واحزناہ تو مین نے اُس سے
کہا کہ یہ نہ کہہ بلکہ کہہ واقلۃ حزناہ کیونکہ اگر تو محزون ہے تو تجھے اتنی بھی فرصت کہ تو دم مارسکے
خلاصہ یہ کہ درجہ حزن اور اُسکے منافع بہت ہین اور اسکی سعادت عظیم اور درجہ بلند ہے سوال آپ سے
پوچھا گیا کہ دُنیا کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ دنیا یہ ہے کہ اسکو دل سے نکال کر پھینکو مخلوق مین
سے تو بعض نیک صرف مین لاؤ تاکہ وہ مدد گوشہ نشینی کے ہے بلکہ چاہیے کہ عبادت اور ریاضت مین

---

[1] مت خوش ہو اللہ تعالی خوش ہونے والون کو دوست نہین رکھتا ہے ۱۲ منہ

مجاہدہ وصول الی اللہ کا دروازہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان دنیا و مافیہا اور اسکی محبت کو چھوڑ دے کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک مبغوض ہے اور سالک کو محبت دنیا و مافیہا کے ساتھ اللہ تک وصول ممکن نہیں ہے اور نہ اسکی موجودگی میں اعمال ہی اللہ کی طرف اٹھائے جا سکیں گے اور وہ بغیر دُنیا کے چھوڑے حسن قبول اور فضل کی طرف ترقی ہو سکے گی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہنے میں غنی فقیر کے برابر نہ ہوگا چاہے غنی دس ہزار درہم خرچ کرے اسیطرح اور نیک کاموں میں بھی یا جیسا کہ قول ہے حب الدنیا راس کل خطیئۃ یعنی دنیا کی محبت ہر گناہ کا سرا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ دنیا کا چھوڑنا ہر فضیلت کا سرا اور ہر عبادت کا مبدا اور ہر سعادت کی کنجی ہے انتہیٰ کذا فی جامع الاصول اور مشکوٰۃ شریف کی تیسری فصل کتاب الرقاق میں حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ خطبہ میں فرماتے تھے کہ شراب پینا گناہوں کا جمع کرنا ہے اور عورتیں اسباب اور آلات شیطان کے شکار کی ہیں اور دنیا کی محبت ہر گناہ کا سرا ہے حذیفہ کہتے تھے کہ اور میں نے آنحضرتؐ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم لوگ بھی عورتوں کو موخر کرو جیسا کہ اللہ نے اُن کو شہادت اور جماعت اور فضیلت اور مرتبہ میں موخر کیا اس پوری حدیث کے راوی رزین ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس حدیث میں سے حضرت حسن بصری سے ارسال کے طور پر اسی قدر حدیث روایت کی ہے کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ شیخ جلال الدین سیوطی حرف الحا کتاب درر المنتشرہ فی احادیث المشتہرہ میں لکھتے ہیں کہ حدیث حب الدنیا راس کل خطیئۃ کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری کے مرسلات سے مرفوعاً لکھا ہے اور ابن ابی الدنیا نے مکائد الشیطان میں اسکو مالک ابن دینار کا مقولہ لکھا ہے اور بیہقی نے کتاب الزہد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد لکھا ہے اور ابن یونس نے تاریخ مصر میں سعد بن مسعود کا مقولہ بیان کیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث موضوعات میں لکھی ہے اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اسپر یوں تعقب کیا ہے کہ ابن المدینی نے حضرت حسن بصری کے مرسلات کی تعریف لکھ کر اسکو انھیں کی طرف نسبت کرنے کو بہتر لکھا ہے اور دیلمی اسکو حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ کا ارشاد بیان کرتے ہیں مگر اسکی سند نہیں لکھی حالانکہ ابن عساکر کی تاریخ میں سعد بن مسعود صدفی یا نمی سے یوں مروی ہے کہ حب الدنیا راس کل الخطاء اور باب الحا کتاب تمیز الطیب من الخبیث مما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث میں ہے کہ

اس حدیث کو بیہقی نے شعب مین باسناد حسن حضرت حسن بصری سے مرفوعاً مرسلاً روایت کیا
ہے اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء مین سفیان ثوری کے حال مین حضرت عیسی علیہ السلام کا ارشاد
بیان کیا ہے اور ابن ابی الدنیا کے نزدیک مالک بن دینار کا قول ہے جو انھون نے مکائد الشیطان
مین لکھا ہے اور ابن تیمیہ کے نزدیک یہ جندب بجلی کا قول ہے تو جب یہ حضرت حسن بصری کی
روایت قرار دی جاسے تو ابن تیمیہ اور اور جن لوگون نے اسکو موضوع کہا ہے اُن پر یہ اعتراض
وارد ہوگا کہ ابن المدینی کا یہ قول ہے کہ حضرت حسن بصری کے مرسلات سے جب ثقہ لوگ راوی
ہون تو وہ صحاح ہین حالانکہ دارقطنی نے مرسلات حسن کو ضعیف لکھا ہے اور یہ جو بعض لوگون
نے تذکرۃ الموضوعات فتنی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث بیہقی کے نزدیک متصل ہے ۔ حذیفہ ابن الیمان
کی حدیث سے جیسا کہ سیوطی نے جامع صغیر وغیرہ مین لکھا ہے تو مین نے سیوطی کی اس کتاب مین نہین
پایا اور نہ اور کہین دیکھا اور بیہقی کا قول خود اس کی تردید کرتا ہے ہان یہ کتاب طریقہ محمدیہ اور اسکی
شرح مین ابن ابی الدنیا اور بیہقی کی طرف منسوب کرکے حضرت خواجہ حسن بصری سے مرفوعاً منقول
مذکور ہے تو گمان یہ ہوتا ہے کہ غالباً یہ کاتبین کی غلطی ہے یا مصنف کی عدم تحقیق کا نتیجہ

اسی بارہ مین ایک رسالہ ہے جسکا نام الاجابات الوضیۃ فی الکلام علی حدیث حب الدنیا
راس کل خطیئۃ ہے اسمین بھی انھون نے اسکی عمدہ تحقیق نہ لکھی ہوگی اسکو بھی دیکھنا چاہیے
حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رسالہ ارشاد الطلبۃ المریدین مین لکھتے ہین کہ مرید کو اپنے آپ کو
مرید نہ سمجھنا چاہیے جبتک ان تین گھاٹیون سے نہ نکل گیا ہو ایک دنیا کی محبت سے دوسرے
عمل کرنے سے بغرض ثواب کے تیسرے بنات اور اولاد کے بچے نے سے جسوقت کہ وہ یتیم
اُسپر آپڑین اور اُن پر قلق نہ کرنے سے اسطرح پر کہ بلا سے گذر جاسے تو اگر وہ ان تینون گھاٹیون
سے نہین گذرا ہے تو گویا وہ طریقہ عرفا کا سالک ہی نہین کیونکہ رہ حق کی ابتدا اسی کے بعد
ہوتی ہے اور اسی جگہ مطلوب کے معرفت صادقہ حاصل ہوتی ہے یعنی اُس معرفت کے
طریقہ کی طلب جو اللہ کے حضور سے تعلق ہے اور دنیا کی خواہش نہونیکی کسوٹی یہ ہے کہ اس کے نزدیک
سونا اور غلیظ برابر ہو اور آخرت کی طلب صحیح ہونے کی کسوٹی یہ ہے کہ جو وعدے اللہ نے
اُس سے فرماسے ہین اُن پر وہ صابر اور راضی ہو اور یہ امر ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے جب
خلق کو پیدا کیا تو سب کے سب اللہ کی طرف دوڑے اور وہ موجود کھڑے ہوگئے اُسوقت
حضرت صمدیت نے باوصف علیم ہونے کے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو سب نے کہا کہ ہم تیرے

عاشق ہین تو ارشاد ہوا کہ دیکھو یہ کیا کہتے ہو عاشق تو وہ ہے جسکو کوئی برگشتہ نہ کر سکے چاہے
کتنے ہی رنج اُٹھائے مگر معشوق کی طرف سے مُنھ نہ پھیرے سب نے عرض کیا کہ اے پروردگار
ہم تیرے سامنے حاضر ہین جس بات مین تو چاہے ہمارا امتحان کرلے تب اُن کے لیے دنیا پیدا
کی گئی اور اُن کی آنکھون مین خوب آراستہ کر کے دکھائی گئی اُسی وقت ان مین سے نو حصہ لوگ اُسکی
طرف متوجہ ہو گئے صرف ایک حصہ رہ گیا تب پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کون ہو اُنھون نے عرض
کیا کہ ہم تیرے عاشق ہین تب اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے جنت بنائی اور اُسکو اُن کی آنکھون مین
خوب آراستہ کیا تب پھر اُن مین سے نو حصے اُسکی طرف متوجہ ہو گئے اور ایک حصہ رہ گیا پھر تیسری
مرتبہ حق تعالیٰ نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو تب پھر اُن لوگون نے کہا کہ ہم تیرے عاشق ہین تب
اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے اجسام اور اموال اور اولاد مین مبتلا کیا مگر وہ ثابت رہے اور وہی
لوگ تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ثابت رکھا اور فرمایا کہ تم میرے سچے بندہ ہو
تم نہ دنیا کی طرف جاؤ نہ آخرت کی طرف اور بلا سے مت بھاگو تم میرے خاص بندہ ہو میرے سوا
کسی طرف متوجہ نہو مین اپنی سب نعمت تمکو دونگا اور ابدالآباد تک اپنے پاس سے نہین
نکالونگا پھر اسی رسالہ مین دوسرے مقام پر ہے کہ مرید کو چاہیے کہ دنیا سے مجرد رہے اور ضرورت
سے زیادہ نہ رکھے کپڑا بھی ایسا پہنے جس سے بدن ڈھنک جائے اور روٹی بھی اسقدر کھائے کہ
جس سے بھوک رُک جائے اسی پر سب فقراء متقدمین متاخرین کا اتفاق رہا ہے پھر جب حال کامل
ہو جائے اور کمال کے مرتبہ کو پہونچ جائے تب اختیار ہے کہ چاہے دنیا جمع کر کے اُسکو بجا خرچ کرے
اور چاہے اُس سے تجرد اختیار کرے اور مقام فقر پر رہے اور مین نے اس بیان کو تفصیل سے اپنی
کتاب منن کبریٰ مین کئی مقام پر لکھا ہے اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ فقیر دنیا سے مجرد ہونے مین سچا
نہین ہوتا جب تک کہ سچائی کی حد کو نہین پہونچتا جسکی علامت یہ ہے کہ وہ تنگی کی حالت مین خوش
اور رضا پر رہے اور وسعت کی حالت مین منقبض ہو اور یہ بغیر جاذبہ الٰہی یا شیخ ناصح کے ذریعہ سے
سلوک کے حاصل نہین ہوتا حضرت امام غزالی کیمیاے سعادت مین لکھتے ہین کہ دنیا دین کی منزلون
مین سے ایک منزل ہے اور مسافران حضرت حق کے لیے ایک راہ گذر اور راستہ بنا ہے تاکہ لوگ
اُس سے اپنا توشہ لین اور دنیا و آخرت دو حالتون سے مراد ہے جو حالت موت سے پہلے اور
نزدیک ہے اُسے دنیا اور جو مرنے کے بعد ہے اُسے آخرت کہتے ہین اور دنیا سے مقصود آخرت کا
توشہ ہے کیونکہ انسان کی ابتدائی حالت سادگی اور نقص کی ہے لیکن اُسمین استعداد اس امر کی بھی

لگی ہے کہ کمال حاصل کرکے صورت ملکوت اپنے دل پر نقش کرے اور اپنے آپ کو حضرت الہیت کے
لائق بنائے اور جمال حضرت الہیہ کے ناظرین میں سے ہو کیونکہ اسکی سعادت کا منتہیٰ اور بہشت اور
باعث تخلیق ہے اور نظارۂ جمال نہیں ہو سکتا جبتک کہ اسکی آنکھ نہ کھلی ہو اور وہ اُس جمال کا ادراک
نہ کرے اور یہ معرفت ہی سے حاصل ہوتا ہے اور معرفت جمال حضرت الہی کی کنجی عجائب صنع الٰہی کی
شناخت ہے اور صنع الٰہی کی کنجی اولاً آدمی کے یہ حواس ہیں اور یہ حواس سوا اُس جسم کے جو
آب و خاک سے مرکب ہے اور سے حاصل ہونا ممکن نہیں اسی لیے انسان اس عالم خاک و
آب میں رکھا گیا کہ اِس عالم سے توشہ لیکر خدا کی معرفت حاصل کرے اور اپنی کلید معرفت نفس سے
تمام آفاق کی معرفت حاصل کرے جو مدرک بحواس ہے اور جب تک یہ حواس ساتھ رہتے اور
اُس کی جاسوسی کرتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں ہے اور جب یہ حواس جاتے رہتے ہیں تو
دنیا نہیں رہتی مگر اسکی صفات ذاتی رہ جاتے ہیں اسیواسطے کہتے ہیں کہ وہ مرگیا اور آخرت
میں گیا اب یہ جان لینا چاہیے کہ دنیا کیا چیز ہے اسمیں ہر شخص نے اپنے فہم و خیال کے مطابق
خیال ظاہر کیا ہے باقی حضرت مولانائے روم کا ارشاد نہایت عمدہ و بہتر ہے کہ دنیا کیا ہے
خدا سے غافل ہونا نہ اسباب اور مال اور لڑکے بالے وغیرہ جسکی تفصیل بہت طول طویل ہے
اُسکے جاننے کے لیے مطالعۂ کتب قوم عموماً اور حضرت امام غزالیؒ کی احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت
اور منہاج العابدین خصوصاً کافی ہے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ
صوفی وہ ہے جسکا مطلوب و مراد حق ہو اور وہ دنیا کو اسطرح ترک کرے کہ دنیا خود اُس کی خدمت کرنے لگے
تاکہ اُسکے مقاصد دنیا ہی میں آخرت سے پہلے تمام ہوجائیں جامع الاصول میں ہے کہ اصطلاح
اہل حقیقت میں تصوف سے مراد حضرت صوفیہ کے اخلاق سے متخلق ہونا اور ان کے اوصاف اختیار
کرنے کے ذریعہ سے اُن کے سلسلہ میں شامل ہونا اور صوفیہ جمع صوفی کی ہے قشیری کہتے تھے کہ عربی
میں اس اسم کے لیے نہ کوئی قیاس ہے نہ اشتقاق لہذا اسے بمنزلہ لقب سمجھنا چاہیے حضرت شبلی سے
کسی نے پوچھا کہ اس گروہ کو صوفیہ کیوں کہتے ہیں فرمایا کہ اس بقیہ چیز کے سبب سے جو ان کے نفوس سے
باقی رہ گئی ہے کیونکہ اگر یہ نہوتا تو اس تسمیہ کا اُن سے تعلق نہوتا نسفی کہتے ہیں کہ تصوف ماخوذ ہے
صوف سے جیسے کہتے ہیں تصوف الرجل جب کوئی صوف پہنے جیسے کہتے ہیں تقمص الرجل جب کوئی
شخص کرتہ پہنے ہوا اور صوفی منسوب ہے صوف کی طرف اور یہی ایک وجہ تسمیت کی حیثیت سے بھی
ہے مگر قوم صوفیہ نے صوف پہننے والوں کی اس نام کے ساتھ تخصیص نہیں کی دیکھئے تب

کہ صوفیہ کو صوفیہ اسوجہ سے کہتے ہین کہ وہ منسوب ہین صفہ کی طرف یا یہ کہ اُنھون نے اس طریقہ کو اصحاب
صفہ سے لیا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صوفی ماخوذ ہے صفا سے اور بعضے کہتے ہین صف سے کیونکہ
ان لوگون کا شمار اپنے قلوب سے اول صف مین ہے اور اُن کے قلوب اللہ کے محاضرہ مین رہتے
ہین اور یہ تینون قول معنی کے لحاظ سے تو قریب ہین مگر لفظ کی حیثیت سے بعید کیونکہ صفہ کی طرف
نسبت سے صفی ہو سکتا ہے اور صفا کی طرف نسبت سے صفائی اور صف کی طرف نسبت سے صفی
اور بعضی کتابون مین ہے کہ تصوف کے معانی مین اہل حقیقت کے اقوال مختلف ہین بعضے کہتے
ہین کہ تصوف سے مراد ہر بُری عادت سے نکلنا اور ہر اچھی عادت کو اختیار کرنا ہے اور بعضے کہتے
ہین کہ تصوف کہتے ہین مراقبۂ احوال کو معہ لزوم ادب کے اور بعضے کہتے ہین کہ تصوف سے مراد مشغول
کر دینا ہے سب وقت کا اُس چیز کے ساتھ جو اُس وقت مین اہم ہو حضرت جنید فرماتے تھے کہ تصوف
کہتے ہین جمعیت اللہ کے ساتھ رہنے کو اور تصوف وہ ذکر ہے جو اجتماع کے ساتھ ہو اور وہ وجد ہے
جو استماع کے ساتھ ہو اور وہ عمل ہے جو اتباع کے ساتھ ہو حضرت شبلی کہتے تھے کہ تصوف کہتے ہین
بیٹھنے کو اللہ کے پاس بلا غم کے اور بعضے کہتے ہین کہ تصوف سے مراد خلق ہے تو جس شخص مین خلق زیادہ
ہو گا وہ تصوف مین بھی زائد ہو گا اور بعضے کہتے ہین کہ تصوف کہتے ہین معشوق کے در پر بیٹھ رہنے کو
اگرچہ وہ دھکیلتا رہے اور بعضے کہتے ہین کہ تصوف سے مراد دست فارغ اور قلب پاکیزہ ہے اور بعضے
کہتے ہین کہ تصوف سے مراد ساقط کرنا جاہ کا ہے اور علحدگی دنیا و آخرت سے اور بعضے کہتے ہین تصوف
ایک حال ہوتا ہے جس سے علامات بشریت مضمحل ہو جاتے ہین اُستاد ابو علی فرماتے تھے کہ تصوف
کے معانی مین عمدہ معنی وہ ہین جو بعضون نے کہے ہین کہ تصوف وہ رستہ ہے جس کے چلنے والے وہ
لوگ ہوتے ہین کہ جنکے نفوس پاکیزہ ہوتے ہین یعنی اللہ تعالی اُن کے نفوس کو خس و خاشاک سے
پاک کر دیتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ صوفی وہ ہے جو اپنے خون کو معاف اور اپنی ملک کو مباح سمجھے
اور بعضے کہتے ہین کہ صوفی صادق کی علامت یہ ہے کہ جو تونگری کے بعد فقیر ہوا اور عزیز ہونے کے
بعد ذلیل اور شہرت کے بعد پوشیدہ اور صوفی کاذب وہ جو اس کے خلاف ہو حضرت جنید فرماتے
تھے کہ صوفی کی مثال زمین کی طرح ہے کہ اُسپر ہر بُری چیز پڑتی اور اچھی چیز نکلتی ہے اور یہ بھی
فرماتے تھے کہ صوفی کی مثال زمین کی ایسی ہے کہ اُسپر نیک کار اور بدکار سب چلتے ہین یا مثل ابر کے
ہے کہ ہر چیز پر سایہ کرتا ہے یا مثل پانی کے ہے کہ ہر چیز کو سیراب کرتا ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ
جب کوئی صوفی درستی ظاہر دکھلاوے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کا باطن خراب ہے حضرت شبلی فرماتے تھے کہ

صوفی وہ ہے جو خلق سے منقطع ہو اور حق سے متصل جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حق تعالے
نے فرمایا کہ واصطنعتك لنفسی اور اُن کو ہر غیر سے قطع کر لیا پھر فرمایا لن ترانی اور بعضے کہتے
ہیں کہ صوفی وہ ہے جسکو کوئی چیز مکدر نہ کرتی ہو بلکہ ہر چیز اُس سے صاف ہوتی ہو اور بعضے کہتے
ہیں کہ صوفی وہ ہے جسپر واردات ہوتے ہوں اور بعضے کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جسکی صفت یہ
ہو کہ نہو تو شکر کرے اور ہو تو دے ڈالے اور بعضے کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو وحدانی الذات
ہو نہ اُسکو کوئی قبول کرتا ہو اور نہ وہ کسی کو اور بعضے کہتے ہیں کہ صوفیہ کی صحبت اختیار کرنا چاہیے
کیونکہ اُنھوں نے اچھے کام کی عادت کر لی ہے اور وہ کام ان کا بمنزلہ طبیعت و خلقت کے ہو گیا
ہے جیسے آنکھ کان فہم وغیرہ کیونکہ انسان کے ایسے افعال پر تعریف نہیں کی جاتی ہے بلکہ تعریف
اُسپر ہوتی ہے جو افعال غریبہ اور قابل اعتبار اُس سے ہوتے ہیں عوارف میں ہے کہ صوفیہ
وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس طریقہ کو پسند کیا اور قلوب کو غل و غش سے صاف رکھنے کو ان سب
امور کی بنا قرار دی ہے اسی وجہ سے اُن کے جوہر فضیلت ظاہر ہوئے کہ اُنھوں نے دنیا میں
زہد اختیار کیا اور دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دیا اور اُسکو ہمیشہ کے لیے طلاق دیدی حضرت
رویم کہتے تھے کہ تصوف کی بنا تین خصلتوں پر ہے ایک فقر و افتقار اختیار کرنا دوسرے بذل و ایثار
کرنا تیسرے تعرض و اختیار چھوڑ دینا حضرت معروف کرخی کا قول ہے کہ تصوف کہتے ہیں حقائق
کا لینا اور جو خلق کے پاس ہے اُس سے اعراض کرنا حضرت شبلی کہتے تھے کہ فقر کی حقیقت
یہ ہے کہ حق کے سوا سب سے انسان مستغنی ہو جائے حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی فرماتے تھے
کہ تصوف کہتے ہیں نفس کا عبودیت پر مداومت کرنا اور اُسکو احکام ربوبیت کے تحت پھیرنا
اور صوفی کی چار خصلتیں ہونا چاہیے ایک تو اخلاق الٰہیہ سے متصف ہونا دوسرے اوامر الٰہی کا
اچھی طور سے پابند ہونا تیسرے کسی سے مدد لینے کو بوجہ اللہ سے شرم کرنے کے چھوڑ دینا چوتھے
اپنی جگہ پر رہنا بوجہ صدق فنا مع اللہ کے میر سید شریف کا قول ہے کہ تصوف کہتے ہیں آداب
شرعیہ باطنی و ظاہری پر قیام کرنا تاکہ اُن کا حکم ظاہر سے باطن میں اور باطن سے ظاہر میں آئے
تو جو ان دونوں طریقوں سے مؤدب ہوتا ہے وہی کامل ہوتا ہے اور تصوف کی حقیقت خدمت
اور ترک دنیا اور مالوفات چھوڑنا ہے اور اُسکی بنا آٹھ چیزوں پر ہے سخاوت رضا صبر اشارہ غربت
صوف پوشی سیاحت فقر تو سخا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تھی اور رضا حضرت اسحٰق
علیہ السلام کے لیے اور صبر حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے اور اشارہ حضرت یحییٰ علیہ السلام

کیلیے اور غربت حضرت یوسف علیہ السلام کیلیے اور صوف پوشی حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلیے اور سیاحت حضرت عیسیٰ ع
کیلیے اور فقر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اور تصوف کی تعریف بر قول حضرت امام غزالی یہ ہے کہ اللہ کے
لیے دل خالی کرنا اور ماسوا اللہ کو حقیر جاننا اور تصوف صفا سے متعلق ہے چونکہ اس سے قلوب کی صفائی ہوتی
ہے اس لیے اُسکو تصوف کہتے ہیں اور اول شرائط طریقہ صوفیہ سے ماسوی اللہ سے قلوب کا پاک رکھنا ہے اور کلید
جو قائم مقام تحریمہ نماز کے ہے دل کا ذکر الٰہی میں استغراق ہے اور آخر طریقہ اس کا فنافی اللہ ہے اور اُسی طرف ارشاد کرکے
حضرت مرشد العالم شاہ مجاز قلندر قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے
جو خود ہوا اور صوفی کے مقام کو قربت فقیر کے مقام سے اس لیے ہے کہ فقیر ارادۂ فقر اور ارادہ
حظ نفس سے محجوب ہوتا ہے اور صوفی کے لیے یہ کچھ مخصوص نہیں کیونکہ درصورت فقر و غنا اس کا
ارادہ عین ارادۂ حق ہوجاتا ہے اسواسطے اگر کوئی فقیر یا مراسم فقر اپنے ارادہ و اختیار سے اختیار کرے
محجوب نہوگا کیونکہ اس کا ارادہ ارادۂ حق ہوگیا کذا فی النفحات **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ تعزز اور تکبر
میں کیا فرق ہے **جواب** فرمایا کہ تعزز وہ ہے جو خدا کے لیے ہو اور خدا کے دین میں اور اس کا
نتیجہ یہ ہے کہ نفس میں عاجزی پیدا ہو اور اسکی ہمت خدا کی طرف بلند ہو اور تکبر وہ ہے جو خواہشات
نفسانی کے لیے ہو اور اُس کا نتیجہ ہیجان طبیعت اور ارادۂ حق کا مغلوب کرنا ہو اسی وجہ سے کبر
تمیز بہت آسان ہے کبر کسی سے **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ شکر کی حقیقت کیا ہے **جواب**
فرمایا کہ حقیقت شکر یہ ہے کہ منعم کی نعمت کا اقرار بروجہ خضوع و مشاہدہ احسان و حفظ حرمت با قرار
عجز کرے اور شکر کی تین قسمیں ہیں ایک شکر زبانی جس سے مراد اقرار نعمت بصفت خضوع و عجز ہے
دوسرے شکر جوارح جس سے مراد خدمت کرنا ہے بوقار و خادمیت تیسرے شکر قلب جس سے
مراد بساط شہود پر بدوام حفظ حرمت ٹھہرنا ہے پھر اس مشاہدہ کے بعد رویت منعم میں ایسی ترقی کرے
کہ رویت نعمت غائب ہوجائے اور شاکر وہ ہے جو وجود پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو مفقود
پر شکر کرے اور حامد وہ شخص ہے جسکو عطا و منع اور ضرر میں نفع معلوم ہو اور وہ دونوں اُس کے
نزدیک برابر ہوں اور حمد سے مراد وہ ذات ہے جو محامد کا استفادہ بچشم معرفت مقام قرب پر کرے
اور محققین کے نزدیک شکر کہتے ہیں منعم کی نعمت کا اقرار بعوض خضوع کرنے کو گو اس بیان پر اسکی صفت
جو شکور آئی ہے وہ توسیع کے طور پر آئی ہے اور اُسکے معنی ہیں بندوں کو بدلا دینے کے شکر کا تو
شکر کی جزا بھی شکر مجازاً ہوئی جیسے گناہ کی جزا مجازاً گناہ کہی گئی اور اعتدا کی جزا اعتدا اور بعض کہتے ہیں

لہ مدت تعبد اور علم کرنا ۱۲ منتخب

کہ خدا کا شکر اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ عمل قلیل پر بھی ثواب کثیر دیتا ہے اور یہ ماخوذ ہے محاورہ
سے کہ جو حیوان شکور ہے جبکہ کسی جانور میں فربہی کھانے پینے کی فربہی سے زیادہ ہو اور بعض کہتے
ہیں کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ محسن کا احسان بیان کر کے اسکی تعریف کی جائے اور اللہ تعالیٰ شکور
اس لیے ہے کہ اس نے اپنے مطیع بندوں کی اطاعت کی تعریف کی ہے اور بندہ کو شکور اس وجہ سے
کہتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی نعمتوں پر اسکی تعریف کرتا ہے شیخ ابو عثمان مغربی کہتے تھے کہ شکر سے
مراد اپنے عجز کی شناخت ہے اور بعض کا قول ہے کہ شکر کہتے ہیں اس امر کو جان لینا کہ نعمت محض اللہ
کی طرف سے ہوتی ہے اور اسکی موید حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روایت ہے کہ انھوں نے اپنی
مناجات میں عرض کیا کہ الٰہی آدم کو تو نے اپنے ہاتھ سے بنایا پھر ان کے ساتھ جو کچھ کیا وہ کیا انھوں نے
تیرا شکر کیسے ادا کیا حکم ہوا کہ آدم نے جب جان لیا کہ یہ سب میری ہی طرف سے ہے تو یہی ان کا شکر
ہوا حضرت جنید فرماتے تھے کہ شکر یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو نعمت کے لائق نہ دیکھے پھر فرمایا کہ
شکر یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں سے اسکے معاصی پر مدد نہ مانگے حضرت شبلی فرماتے تھے کہ شکر یہ ہے
کہ منعم کو دیکھے نہ نعمت کو جیسے حضرت ایوب علیہ السلام نے بلا پر صبر کیا تو ان سے خطاب نعم العبد
یعنی کیا اچھا بندہ ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی نعمت پر شکر کیا ان سے بھی یہی خطاب
ہوا اس وجہ سے کہ وہ دونوں مقام عشق سے تھے نعمت و نقمت کچھ نہیں دیکھتے تھے اور نہ ان کو کوئی
دکھ تھا نہ لذت تھی اسقدر حق میں محویت اور صفات بشریت سے علیحدگی تھی کہ صبر مبدل بہ شکر
اور شکر مبدل بہ صبر ہو گیا اور دونوں میں کوئی تمیز باقی نہ رہی اور شاکر اور شکور میں فرق یہ ہے
کہ شاکر وہ ہے جو ملنے پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو نہ ملنے پر شکر کرے اور بعضے کہتے ہیں کہ شاکر
وہ ہے جو نعمتوں پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو بلا پر شکر کرے اور شکر کی دو قسمیں ہیں ایک شکر زبانی دوسرا
شکر قلبی جو مراد ہے شہود منعم سے بجاوست حفظ حرمت اور بعضے کہتے ہیں کہ شکر کی تین قسمیں ہیں
ایک شکر زبانی دوسرے شکر قلبی تیسرے شکر جوارح ہر عضو سے جو مناسب ہو وہ کرے آنکھ کا
شکر محارم الٰہی اور عیوب خلق سے چشم پوشی ہے اور کانوں کا شکر ان لوگوں کے عیوب
اور ناجائز باتوں کے سننے سے بہرا ہو جانا ہے اور ہاتھوں کا شکر یہ ہے کہ ان کو برے مال
لینے سے روکے اور پیروں کا شکر یہ ہے کہ ان سے بری جگہ نہ جائے اسیطرح اور باقی اعضا
ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ عابد کا شکر قول سے ہوتا ہے اور زاہد کا فعل یعنی طاعت و عبادت
سے اور عارف کا استقامت سے اور عوام کا شکر کھانے پینے وغیرہ پر ہوتا ہے اور خواص کا

شکر قلوب پر معانی ربانیہ وارد ہونے سے ہوتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ شکر پر شکر کرنا شکر سے
اتم ہے جسکے معنی یہ ہین کہ اپنے شکر کرنے کو بھی اللہ ہی کی توفیق سے سمجھے کہ اگر وہ توفیق نہ دیتا تو
مین یہ شکر کیسے کرتا اور یہ بھی اعتقاد کرے کہ توفیق شکر بھی بہترین نعمت ہے تو پہلے اس
توفیق پر پھر دوسرے شکر پر شکر کرے مروی ہے کہ ایکبار حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ
الٰہی مین تیرا کیسے شکر کرون کیونکہ میرا شکر گذار ہونا یہ بھی تیری نعمت ہے تب اللہ تعالیٰ نے
وحی بھیجی کہ جب تم یہ سمجھ گئے تو میرا شکر ادا ہوگیا ایک بار حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے
رکن کعبہ پکڑ کر فرمایا کہ الٰہی تو نے مجھے نعمت دی مین نے اس کا شکر نہین ادا کیا اور تو نے مجھپر
بلا بھیجی مین نے صبر نہین کیا تو نے میرے ترک شکر کے سبب اپنی نعمت مجھ سے نہین اٹھائی اور نہ میرے
ترک صبر پر اُس بلا کو مجھپر رہنے دیا الٰہی تو کریم ہے اور کریم سے کرم ہی ہوتا ہے **نقل** بعضے انبیا
علیہم السلام ایک چھوٹے پتھر پر ہو کر گذرے دیکھا تو اُس سے پانی بہہ رہا تھا یہ دیکھکر اُن کو تعجب
ہوا اللہ تعالیٰ نے اُس پتھر کو گویائی دی اُس نے کہا یا نبی اللہ جب سے مین نے یہ آیت سنی
کہ وقودھا الناس والحجارۃ یعنی دوزخ کی چپٹیان آدمی اور پتھر ہونگے تو مین اس خوف
سے روتا ہون کہ کہین مین وہی پتھر نہون تب اُنھون نے دعا کی کہ الٰہی اسے دوزخ سے بچا
اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا کی برکت سے اُسے دوزخ سے بچادیا پھر وہی نبی ایک مدت کے بعد
اُدھر ہو کر گذرے دیکھا تو پھر اُس سے ویسا ہی پانی بہہ رہا تھا اُن کو تعجب ہوا پھر خدا نے اُس پتھر کو
گویائی دی اُس نے کہا کہ یا نبی اللہ وہ خوف اور رنج کا رونا تھا اور یہ مسرت اور شکر کا ہے
نقل حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایکبار وحی آئی کہ میرے بندون مین جو مبتلا اور معافی ہون اُنپر
رحم کرو آپ نے پوچھا کہ معافی کون لوگ ہین حکم ہوا کہ وہ لوگ ہین جو عافیت پر کم شکر کرتے ہین
حضرت جنید فرماتے تھے کہ شکر نعمت مین بھی ایک علت ہے یعنی زیادتی نعمت کی طلب کرنا بھی
ایک حظ نفس ہے بعضے صوفیہ کا قول ہے کہ مین نے بعضے سفرون مین ایک بوڑھے کو دیکھا اس سے
اس کا حال پوچھا کہنے لگا کہ جوانی مین مجھے اپنے چچا کی بیٹی سے بہت محبت تھی اور اُسے بھی مجھسے
محبت تھی مین نے اُس سے نکاح کر لیا جب شب کو اُس کے پاس گیا تو مین نے اُس سے
کہا کہ اس رات بھر اس شکر یہ مین جاگنا چاہیے کہ خدا نے ہم کو تم کو ملا دیا چنانچہ ایسا ہی کیا جب دوسری
رات ہوئی تو پھر ایسا ہی ہوا یہانتک کہ ستر برس ہو چکے ہین کہ ہر رات کو ایسا ہی ہوتا ہے اور حمد کا
حق شکر سے زیادہ ہے اور حمد شکر سے اعم ہے کیونکہ شکر بوجہ نعمت دینے کے منعم کی تعریف

کرنیکو کہتے ہین اور حمد کہتے ہین ذات کی بوجہ اُسکے محامد صفات کے تعریف کرنا اور حدیث صحیح
مین آیا ہے کہ پہلے جنت مین وہ لوگ جائینگے جو اللہ کی ہر حال مین حمد کرتے ہین اور دوسری
روایت مین ہے کہ جو اللہ کی تعریف فرخی اور تنگی دونون حالون مین کرتے ہین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ الحمد کہنا ہر نعمت کا شکر ہے **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ
نے بندون کی یاد کو اپنی یاد پر کیون مقدم فرمایا کہ فاذکرونی اذکرکم[1] اور بخلاف اسکے اپنی محبت کو
بندون کی محبت پر کہ یحبہم ویحبونہ[2] **جواب** فرمایا کہ ذکر مقام قصد و طلب ہے اور طلب مقدمہ
عطا ہے اسوجہ سے ہمارے ذکر کو مقدم فرمایا اور محبت تو تحفہ الیہ ہے محض قدرت اسمین بندہ کے
کسب کو کوئی دخل نہین نہ کوئی اسباب ہے اس لیے فرمایا یحبہم ویحبونہ **سوال** پھر پوچھا گیا کہ پھر
اللہ تعالیٰ نے اپنی توبہ کو ہم پر اور ہماری توبہ پر کیون مقدم فرمایا کہ ثم تاب علیہم لیتوبوا[3] تو
یہ بھی تو ذکر کی طرح کسب ہوا **جواب** آپنے فرمایا کہ یہ اس لیے کہ توبہ اول مقامات طلب سے اور
ابتدائے منازل سیر سے ہے لہذا اللہ نے اُن مقامات پر اپنے فضل کو ہمارے فعل پر مقدم فرمایا
کیونکہ اُسکو سوائے اُسکے دوسرا کوئی نہین کھول سکتا اور نہ اُسپر کوئی چل سکتا ہے جبتک کہ
اللہ ہی آسان نہ فرمادے اور ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل ہی غافلین اور راقدین کے بیدار کرنے
اور مسافرین کو راہ بتانے اور محبوب کے یاد پر قلوب مین کشش پیدا کرنے مین یکتا ہے **سوال** آپسے
پوچھا گیا کہ صبر کیا ہے **جواب** فرمایا کہ صبر کہتے ہین آزمایش و بلا پر حسن ادب و ثبات مع اللہ کو اور
تلخی قضائے حق جو موافق احکام کتاب و سنت چکھنا اور صبر کی کئی قسمین ہین ایک صبر اللہ اور وہ
مراد ہے اوامر الٰہی پر ثابت رہنے اور نواہی سے باز رہنے سے دوسرے صبر مع اللہ اور وہ مراد
ہے سکون و اطمینان سے قضا و قدر اور فعل حق کے مقابلہ مین یعنی جو اللہ کرے اُسپر راضی رہے
اور حالت فقر مین غنا ظاہر کرے تیسرے صبر علی اللہ اور وہ مراد ہے بندہ کے ثابت رہنے سے اللہ
کے وعدہ و وعید پر ہر چیز مین اور دنیا سے آخرت کی طرف میلان مسلمان کو آسان ہے گو نفس کا
چھوڑ دینا حق کے مقابلہ مین سخت ہے اور نفس کو چھوڑ کر اللہ کی طرف میلان کرنا یہ اس سے بھی زیادہ
سخت ہے اور صبر مع اللہ سب قسمون سے اشد ہے اور فقیر صابر غنی شاکر سے اور فقیر شاکر ان
دونون سے افضل ہے اور فقیر صابر و شاکر ان سب سے افضل ہے اور حق تعالیٰ اسی کا مستحق ہے

---

[1] پس تم یاد رکھو مجکو مین یاد رکھون تمکو۔ منہ [2] ایک قوم کہ اُنکو محبت ہے اور وہ اُسکو محبت ہے۔ منہ
[3] پھر مہربان ہوا اُن پر کہ وہ پھر آئیں۔ منہ

لیتا ہے جسکو اپنا جانتا ہے **فائدہ** حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح فارسی مشکوۃ شریف مین کہتے
ہین کہ صبر کے لغوی معنی نفس کا روکنا اور منع کرنا اور باز رکھنا کسی چیز سے ہے اور اُسی کو فارسی مین
شکیبائی کہتے ہین اور شرعاً خواہش حق کو خواہش نفس پر غلبہ دینا مقابلہ کے وقت حضرت شیخ
نجم الدین کبری کا قول ہے کہ صبر کے معنی ہین حظوظ نفسانی سے بوجہ مجاہدہ کے نکل جانا اور نفس
کو اُسکے مالوفات اور محبوبات سے روکنے پر ثابت قدم رہنا عوارف مین ہے کہ صبر کے افضل
اقسام مین سے ہے کہ اللہ پاک کی توجہ اور دوام مراقبہ اور قطع خواہشات وخطرات کے ساتھ صبر کرے
اور صبر کی دو قسمین ہین ایک صبر فرض دوسرے صبر نفل صبر فرض جیسے اداے فرائض اور ترک
محرمات پر صبر کرنا اور صبر نفل جیسے شداید فقر پر یا پہلے بار صدمہ کے وقت صبر کرنا مصائب کا چھپانا
اور ترک شکایت اور اخفاے احوال وکرامات اور صبر فرض ونفل کے اقسام بہت ہین اور بعض لوگ
ایسے ہین کہ جو صبر کے کل اقسام پر ٹھہر ہی نہین سکتے کیونکہ اُن پر واقع صبر کی رعایت یعنی لزوم مراقبہ
ورعایت توجہ ونفی خواطر کرنا مشکل ہوتی ہے اور صبر باوجود اپنے کثرت اقسام کے استعمال مین
بلاؤن اور مکروہات اور مصائب پر مخصوص ہوتا ہے جیسا کہ شکر رزق مین مخصوص ہے اور میرے رسائل
مین ایک رسالہ اسی صبر اور اقسام کے صبر کے ذکر مین ہے جسکا نام تو صیۃ الاصحاب بالصبر سے
جمیع ابواب ہے اسمین مین نے صبر کے معنی اور اُسکے متعلقات بالتفصیل لکھدیے ہین حضرت جنید
کہتے تھے کہ صبر کے معنی ہین تلخی بلا کو بغیر ناگواری کے ضبط کر لینا بعضون کا قول ہے کہ صبر کے معنی ہین
بلا کی تکلیف سے شکایت نہ کرنا اور بعضے کہتے ہین کہ صبر سے مراد رضا اور ثبات سے مراد بلا کی
پیشوائی کرنا ہے اور اُسکی علامت یہ ہے کہ وہ شخص باوصف مبتلاے بلا ہونے کے اپنے ساتھیون
مین ایسا ہو کہ کوئی دوسرا شخص اُن مین اور اُس مین فرق نہ کر سکے یہی تفسیر اس آیہ کریمہ فاصبر صبراً
جمیلاً کی ہے یعنی صبر کر اچھی طرح جسمین جلدی اور رنجیدگی اور دل کی گھبراہٹ نہو اور بعضے کہتے
ہین کہ صبر کی علامت یہ ہے کہ صابر کے خیال مین نعمت اور نقمت دونون برابر ہون حضرت ابراہیم
خواص فرماتے تھے کہ صبر کے معنی ہین ثابت رہنا احکام قرآن وحدیث پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
صبر کا حکم دیا ہے اور صابرین کی تعریف فرمائی ہے چنانچہ فرماتا ہے ولمن صبر وغفر ان ذالک
لمن عزم الامور پھر فرماتا ہے والصابرین فی البأساء والضراء پھر فرماتا ہے

سلہ یعنی صبر کر اچھی طرح سے ۱۲ منہ سلہ اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو بیشک یہ کام ہمت کا کیا ۱۲ منہ
سلہ یعنی صبر کرنے والے سختی اور تکلیف مین ۱۲ منہ

انّ اللہ مع الصابرین[1] اور انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب[2] اور یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون[3] اور فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل[4] اور وما یلقاہا الا الذین صبروا[5] اور فاصبر ان وعد اللہ حق[6] اور والصابرین والصابرات اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ انسان کو کوئی چیز صبر سے بہتر نہین ملی پھر فرماتے کہ صبر وہ ہے جو پہلے صدمہ کے وقت ہو اور فرماتے تھے کہ صبر بمنزلہ نصف ایمان کے ہے اور یقین بمنزلہ کل ایمان کے ہے اور فرماتے تھے کہ صبر رضا ہے اور صبر و حساب غلامون کے آزاد کرنے سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالی صابرین و محتسبین کو جنت مین بغیر حساب کے داخل کریگا اور فرماتے تھے کہ صبر کی تین قسمین ہین ایک صبر مصیبت پر دوسرے طاعت پر تیسرے معصیت پر اور فرماتے تھے کہ بہتر عجیب مومن کا صبر اور دعا ہے اور فرماتے تھے کہ نصر صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی کرب کے ساتھ اور ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے اسکو خطیب نے انس سے روایت کیا اور یہ سب جامع صغیر مین موجود ہے اور فرماتے تھے کہ ایمان سے مراد صبر اور سماحت ہے اور انتظار کشایش صبر سے عبادت ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ صبر دین کیلیے ایسا ہے جیسے سر بدن کے لیے اور صبر ایک سواری ہے جو کبھی نہین گرتی اور بعضے کہتے ہین کہ صبر شکر سے افضل ہے اسواسطے کہ شکر کرنیوالے کو نعمت کی زیادتی ہوتی رہتی ہے اور صبر کرنیوالے کو معیت حق نصیب ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے اِنّ اللہ مع الصابرین یعنی اللہ صبر کرنے والون کے ساتھ ہے اور صبر کی پانچ قسمین ہین صبر فی اللہ صبر مع اللہ صبر باللہ صبر عن اللہ صبر للہ عنا اور صبر فی اللہ بلا اور صبر باللہ بقا اور صبر مع اللہ وفا اور صبر عن اللہ جفا اور صبر اور مصابرہ اور مرابطہ مین فرق ہے تو بس آیہ کریمہ یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا کے معنے یہ ہوے کہ اے ایمان والو صبر کرو اپنے نفوس سے اللہ کی عبادت پر اور صبر کرو اپنے قلوب سے بلیات پر اللہ کی راہ مین اور مرابطہ کرو اپنے اسرار سے شوق الہی پر اور بعضے کہتے ہین کہ اسکے معنی یہ ہین کہ صبر کرو اللہ مین اور مصابرت کرو اللہ کے ساتھ اور مرابطہ کرو اللہ کے ساتھ

[1] بیشک اللہ صبر کرنے والون کے ساتھ ہے [2] بیشک دیا جائیگا صبر کرنے والون کو ان کا اجر بے حساب [3] اے ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ مین مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہونچو [4] سو تو صبر کر جیسا کہ صبر کیا ہمت والے رسولون نے [5] اور یہ بات ملتی ہے انہین کو جو صبر کرتے ہین [6] سو صبر کر بیشک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے [7] اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتین

بعضے کہتے ہین کہ انما یوفی الصابرون اسی مرابطہ مع اللہ کے بارہ مین ہے اور بعضے کہتے ہین
کہ حق تعالیٰ نے حضرت ایوب کے حق مین فرمایا انا وجدناہ صابرا یعنی ہم نے اسکو صابر پایا
تو اُن کو صابر بتلایا صبور نہین فرمایا حالانکہ صبر کے معنی مین صبور کی لفظ صابر سے زیادہ بلیغ ہے
اسوجہ سے کہ حضرت ایوب علیہ السلام ہر حال مین صابر نہ تھے بلکہ بعضے حالات مین بلا سے لذت
بھی پاتے تھے اور خوشگوار سمجھتے اور وہ اُس حال مین صابر نہین ہوتے تھے اس واسطے کہ صبر
با مشقت اور کراہیت کے نہین ہوتا ہے اب اگر کوئی کہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے شکایت
کی اور فرمایا مسنی الضر یعنی مجکو نقصان چھو گیا اور صبر کے معنی ہین بلا کی تکلیف سے شکایت نہ کرنا
تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ بیماری کے زمانہ مین حضرت ایوب علیہ السلام
کی عیادت خود بلا واسطہ و قطع مسافت کرتا تھا اور اُن سے ارشاد فرماتا تھا کہ میرے حبیب ایوب
کیا حال ہے اور تم میری بلا مین کیسے ہو تو جب حضرت ایوب علیہ السلام کو ذرا بھی صحت معلوم ہوتی
تو وہ اُس عیادت کے اُنس کی مفارقت کی حسرت مین آہ آہ کرتے تو حش ہوتے اور شکایت
کرتے اور بعضے کہتے ہین کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے شکوہ ہی مین فرمایا کہ وانت
ارحم الراحمین اور ارحمنی نہین کہا محض حفظ ادب کیوجہ سے اور کنایۃً رحمت طلب کی نہ تصریحاً
بعضے کہتے ہین کہ عابد کے لیے صبر اچھا ہے اور محب کے لیے ترک صبر اسیواسطے حضرت یعقوب علیہ السلام
نے صبر کا وعدہ کیا کہ فصبر جمیل پھر تھوڑی دیر بھی نہین ٹھہرے اور کہا یا اسفا یعنی ہائے افسوس
یوسف پر ابو سلیمان سے کسی نے صبر کے بارہ مین پوچھا اُنھون نے کہا کہ خدا کی قسم ہم اپنی پسندیدہ
بات پر بھی صبر نہین کرسکتے تو ناپسند پر کیسے صبر کرسکین گے حضرت سری سقطی سے کسی نے پوچھا
کہ صبر کیا چیز ہے آپ اُس کے معنی بیان کرنے لگے اتنے مین آپکے پیر مین ایک بچھو کاٹنے لگا مگر
آپ سکون سے بیٹھے رہے جب لوگون کو معلوم ہوا اُنھون نے کہا کہ آپنے اسکو پھینک کیون نہ دیا
آپ نے کہا کہ مجھے خدا سے شرم معلوم ہوئی کہ صبر کی کیفیت بیان کرون اور خود صابر نہون ایک
شخص حضرت شبلی کے روبرو کھڑا ہوکر پوچھنے لگا کہ کون صبر زیادہ سخت ہے صابرین پر آپ نے کہا
کہ صبر فی اللہ وہ کہنے لگا نہین پھر فرمایا صبر للہ اُس نے کہا نہین پھر فرمایا صبر مع اللہ کہنے لگا نہین
اُسیوقت حضرت شبلی نے ایک چیخ ماری اور قریب تھا کہ اُن کی روح پرواز کرجائے بعضے صوفیہ
کا قول ہے کہ صبر کی سختی برداشت کرنا چاہیے کہ اگر اس سے موت آجاوے گی تو شہادت کا مرتبہ
ملے گا اور اگر حیات رہی تو باعزت اور بعضون کا قول ہے کہ مین نے ہندوستان کے شہرون مین

ایک بزرگ کو دیکھا جو یک چشم تھے اور لوگ اُن کو صبور کہتے تھے اُن کا حال مین نے پوچھا تو کسی
نے کہا کہ اُن کے ایک دوست شروع جوانی مین سفر کو جانے لگے یہ اُنھین رخصت کرنے
گئے تو اُن کے حسرت ایک آنکھ سے آنسو نکلا تو اُنھون نے اُس آنکھ سے کہ جس سے آنسو نہین
نکلے تھے کہا کہ تو میرے دوست کی رخصتی کے وقت کیون نہ روئی اب تجھے دنیا کا دیکھنا حرام
ہے یہ کہکر اُسکو بند کر لیا اب تک کہ ساٹھ برس ہو گئے ہین کھولی ہی نہین اب اختلافات مین ہے
کہ فقیر صابر بہتر ہے یا غنی شاکر تو دونون کے دلائل اپنے مقامات پر مذکور ہین اور ہمارے واسطے
کمال فقر حضرت سید المرسلین امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم افضلیت فقر پر حجت ہونے کے لیے کافی
ہے اگرچہ علما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق فقر کرنے سے تحاشی کرتے ہین کیونکہ اس سے عرفا
ایک ضعیف بات کی نسبت پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سردار اغنیا تھے حضرت
شیخ محی الدین غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ان دونون مین کون افضل ہے فرمایا کہ فقیر شاکر
افضل ہے کیونکہ فقر ایک فضیلت عطیۂ الٰہی ہے اور یہ جو بعض فقرا و صوفیہ کا قول مشہور ہے کہ فقر
اضطراری غنا سے افضل ہے تو شاید فقر اضطراری سے مراد یہ ہو کہ حق تعالیٰ جس لیاقت سے
اُس شخص کی صلاحیت حال کے لیے اُسے فقیر کر کے صبر و رضا عطا کرے اگرچہ وہ دولت چاہتا
ورنہ صاف وارد ہے کہ کاد الفقر ان یکون کفرا[1] اور فقر اختیاری یہ ہے کہ کوئی شخص تونگری چھوڑ کر
فقیری اختیار کرے اور اسی مین اپنے حال کی صلاحیت دیکھے تو [illegible] فقر اضطراری کو فقر اختیاری پر ترجیح
دی جاسے بوجہ مقام محبوبیت کے کہ جو اللہ نے اپنے بندے کو عطا کی ہے تو یہ بعید نہین اور
حق یہ ہے کہ ماہیت فقر و غنا مین مطلقاً اختلاف نہ ہو اس مین وجود بھی مختلف ہین کسی
کے حق مین صلاح کار غنا ہوتی ہے اور کسی مین فقر جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ جب اللہ کو کسی بندے
پر مہربانی ہوتی ہے تو جو کچھ اُسکے حال کے موافق ہوتا ہے وہ اُسے دیتا ہے خواہ فقر ہو یا غنا
مرض ہو یا صحت اسی طرح کل صفات متضادہ ہین علامۂ عقل شیخ عبدالوہاب متقی اپنے شیخ سے نقل
کر کے کہتے تھے کہ جب تک اُنھون نے ہم سے بیان افضلیت فقر کا نہین کیا تب تک
صحبت نہین لی [illegible] بستان فقیہ ابی اللیث مین ہے کہ دلیل غنا کی فضیلت پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے کہ ووجدک عائلا فاغنی یعنی تم کو اللہ نے محتاج پایا تب امیر کر دیا تو غنی فقیر ہونے سے
افضل ہوگا نیز وارد ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح اور بعض لوگون کا قول ہے کہ [illegible]

[1] قریب ہے کہ فقر کفر ہو جائے [illegible]

افضل ہے ان کی حجت بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان الانسان لیطغی ان رّاٰہ استغنی یعنے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تونگری انسان کی سرکشی کا باعث ہوئی ہے حضرت انس سے مروی ہے [1]
کہ آنحضرت دعا میں فرماتے تھے کہ اللّٰھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین
یعنے اے اللہ جلا مجھکو مسکین اور مار مجھکو مسکین اور مجھکو مسکینوں کے گروہ میں اٹھا مصباح، اہدایت میں ہے کہ مذہب
صحیح یہ ہے کہ مبتدیوں اور متوسطوں کے لیے فقر غنا سے افضل ہے، اور منتہیوں کے لیے دونوں
برابر ہیں امام قشیری فرماتے تھے کہ میرے نزدیک افضل یہ ہے کہ انسان کو حسب ضرورت ملے
اور وہ اسمیں اس کے حقوق کرتا رہے اور ناحق سے بچے اور اصل یہ ہے کہ دونوں کی فضیلت
آئی ہے اور بتفاوت احوال واشخاص وزمان مختلف ہے جس چیز میں انسان اللہ کی رضا کے موافق چلا وہی
اُسکے حق میں زیادہ باعث فضیلت ہوگی ایک گروہ نے فقر میں شاہانہ ہمت رکھی اور ایک گروہ
نے لباس شاہی میں مفلسی کا کام کیا اور دونوں اچھے ہوے ؎

گدایانے از پادشاہی نفور	بامیدش اندر گدائی صبور

اسی کے ساتھ اگر دارومدار ترجیح پر ہے تو بلا شبہ فقر غنا سے افضل و ارجح ہے اگر اسمیں صبر
رضا بھی ہو امام قشیری نے بہت سے اقوال اس بارہ میں نقل کئے ہیں اور عمدہ عمدہ حکایتیں
حضرات مشائخ کی لکھی ہیں ابو بکر وراق فرماتے تھے کہ فقیر دنیا اور آخرت دونوں میں اچھا ہے
لوگوں نے پوچھا کہ اسکے کیا معنی فرمایا کہ نہ دنیا میں بادشاہ اُس سے محصول لیگا نہ آخرت میں حق تعالے
اس سے حساب ؎

بروز حشر غنائی ز بازپرس بترس	تو بیکسی و غریبی ترا کہ می پرسد
خوشا جہان تہی دستی و غریبانش	زوال نیست در اقبال بے نصیبانش

اور فقرا محقق چند گروہ ہیں ایک تو وہ جو دنیا اور اسباب دنیا کو کچھ نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ان کے تصرف
میں ہوں اور جو کچھ ان کے ہاتھ میں آتا ہے وہ دیڈالتے ہیں اور اُسکے عوض کی امید دنیا و دین میں کچھ
نہیں رکھتے دوسرے وہ ہیں جو اس طرح کے اعمال کے پابند نہیں ہیں کبھی کرتے اور کبھی نہیں اور اُسکو
اپنی طرف سے نہیں دیکھتے نہ اپنی ملک جانتے اور نہ اُسپر کسی عوض کی امید رکھتے تیسرے وہ ہیں جو ان
دونوں صنفوں کے ساتھ کسی حال و مقام کو اپنی ملک نہیں جانتے بلکہ سب کو خدا کی عنایت سمجھتے

[1] اسکو ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا اور ابن ماجہ نے ابی سعید سے اور طبرانی نے عبادہ بن صامت سے اور ابن جوزی
وابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ یہ موضوع ہے بے جا ہے انتہی کذا فی درر المنتشرۃ فی احادیث المشتہرۃ للشیخ جلال الدین السیوطی ۱۲ منہ

جو سمجھے وہ کہ جو ان اوصاف کے ساتھ اپنی ہستی کو محو کر دے اور ذات کو بھی اپنی نہین جانتے تو نہ اُنکی
کوئی ذات ہوتی ہے نہ صفت نہ حال نہ مقام نہ محل نہ اثر اور وہ دونون عالم مین کچھ رکھتے ہی نہین
اور یہ صفت کچھ نہ رکھنے کی محو در محو اور محق در محق ہو جاتی ہے اصول مین ہے کہ فقیر ائمہ لغت کے نزدیک
اُسکو کہتے ہین جسکے پاس کچھ ہو اور مسکین وہ ہے جسکے پاس کچھ نہو اور بعضون کے نزدیک بالعکس
ہے اور اصطلاح اہل حقیقت مین فقیر وہ شخص ہے جسکے پاس اللہ کے سوا کچھ نہو اور سوا اللہ کے اسکو
کوئی چیز مستغنی نہ کر سکے اور نہ سوائے حضور الٰہی کے کسی چیز سے راحت پائے اور اُسکی عادت ہے
کہ کوئی اسباب اُسکے پاس نہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ و اللہ
ہو الغنی الحمید۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسکین سے مراد وہ گشت کرنے والا نہین
ہے جو ایک لقمہ یا دو لقمہ یا ایک چھوہارا یا دو چھوہارے لیکر چلا جائے بلکہ مسکین وہ ہے کہ جو اُس
چیز کو نہ پائے جو اُسے غنی کر دے اُسکو لوگون سے مانگنے مین شرم معلوم ہو کیونکہ یہ مانگنا غیر رب سے
ہے اور فقر شعار اولیا اور حلیہ اصفیا اور عنایت خدا ہے اپنے خاص بندون پر جو انبیا علیہم السلام
ہین اور فقر تین طرح پر ہے ایک فقر خلق الی الحق جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ مین ہے انتم الفقراء
الی اللہ اور یہ فقر عام ہے درحقیقت کل مخلوق کو شامل ہے دوسرے فقر عوام جو مراد ہے مال اور اسباب
دنیاوی کے نہونے سے کہ جب وہ ملجائے غنی ہو جائے ورنہ فقیر کہا جائے تیسرے فقر نفس
اور اس فقر والے کو کوئی چیز غنی ہی نہین کر سکتی اسی فقر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی
ہے اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر انسان کو دو جنگل سونے کے ملین تو بھی وہ تیسرے کا
طالب رہے گا اور غنا بھی تین طرح پر ہے ایک غنا باللہ جو دنیوی و اُخروی ہے جو فقر
حق کا نتیجہ ہے دوسرے غنا بالدین یعنی نہ دنیا سے بلکہ دنیا کا ہونا و نہ ہونا اسکو برابر معلوم
ہو ایسا شخص غنا مین خدا کا محتاج ہوگا اور فقر مین حق کے ساتھ مستغنی ہوگا تیسرے غنا بالمال
یہ غنا مجازی ہے کیونکہ فقر نفس اسکے لیے لازم ہے اسی لیے آنحضرت نے فرمایا الغنی غنی النفس
تو جب اللہ اپنے بندے سے نیکی کرنا چاہتا ہے تو اُسکے نفس کو غنی کر دیتا ہے اور جب بُرائی چاہتا ہے
تو فقر اُسکے سامنے کر دیتا ہے اور انسان جب فقر پر صابر ہوگا اور نعمتون پر شاکر نیز دنیا سے
اور اپنے دین کو بچانے والا تو وہ حالت فقر مین حق کے ساتھ مستغنی ہوگا نہ کوئی چیز سوائے حق کے

۱؎ اللہ فرماتا ہے اے لوگو تم محتاج ہو اللہ کی طرف اور اللہ بے نیاز تعریف والا ہے ۱۲ منہ ۲؎ [illegible]
غنی ہوتا ہے ۱۲ منہ

اُسے غنی نہ کر سکے گی اور وہ خائف رہے گا زوال نعمت فقر سے جیسے کہ غنی خائف ہوتا ہے
زوال نعمت غناسے اور وہی شخص سچا فقیر ہوگا اور یہی مراد ہے آنحضرت کے اس ارشاد سے کہ:
یَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِیَاءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ اور یہی وہ فقر ہے جسپر آنحضرت نے فخر فرمایا ہے
اور ترمذی شریف میں ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ فقرا جنت
مین داخل ہونگے اغنیا کے پانسو برس قبل کہ جو نصف اس دن کا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور
جابر بن عبداللہ کی روایت میں ہے کہ آپنے فرمایا کہ فقرا مسلمین جنت مین اغنیا سے چالیس برس قبل
جائینگے یہ بھی حدیث حسن ہے طیبی کہتے ہین کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ ان دونون حدیثون مین موافقت
کیسے ہوگی تو اُس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس حدیث مین اغنیا سے مراد اغنیا مہاجرین ہون
یعنی فقرا مہاجرین جنت مین چالیس برس قبل اغنیا سے جائینگے اور پہلی حدیث مین وہ اغنیا
مراد ہون جو مہاجرین نہون جامع الاصول مین ہے کہ وجہ جمع ان دونون مین یون ہے کہ چالیس
سے مراد یہ رکھی گئی ہو کہ فقیر حریص غنی حریص پر مقدم ہوگا اور پانسو سے مراد فقیر زاہد کا غنی راغب
پر مقدم ہونا رکھا گیا ہو یعنی فقیر حریص دو درجون پر ہوگا فقیر زاہد کے پچیس درجہ سے اور یہ نسبت چالیس
سے پانسو تک ہے اور یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ تقدیر اور اُسکے مثل آنحضرت کی زبان مبارک سے
یون ہی صادر ہوئی بلکہ یہ اُس نسبت کے ادراک کی وجہ سے ہے جسکو آپ ہی کا علم محیط تھا کیونکہ آپ
ہی خواہش سے کچھ نہین فرماتے تھے بلکہ علم حق ہو فرماتے تھے نقل ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہم کے پاس دس ہزار
درہم لیکر آیا کہ آپ ان کو لے لیجیے آپنے وہ پھیر دیے اور فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ بمقدار دس ہزار درہم کے
میرا نام تو دیوان فقرا سے مٹا دے نقل مکہ معظمہ مین ایک فقیر تھا میلے کپڑے پہنے نہ فقرا کے پاس
بیٹھتا تھا نہ ان سے ملتا تھا مگر ظاہر حال اُس کا اہل معرفت کا سا تھا ایک شخص نے بیان کیا کہ مجھکو
اُس سے محبت ہوگئی مین اُسکے پاس سو درہم لیکر گیا اور کہا کہ یہ حلال کمائی کے ہین اسکو آپ اپنی
ضرورت مین خرچ کیجیے اُسنے میری طرف منھ سے دیکھکر کہا کہ مین نے یہ جلسہ اللہ سے ستر ہزار
دینار زر علاوہ اپنی زمین واملاک کے مول لیا ہے تو اُسکو مین سو درہم پر کیسے بیچ ڈالون تم واپس لیجاؤ
بعضے کہتے ہین کہ فقیر کے لیے تین چیزین ہونا چاہیئے حفظ سر اداے فرض صیانت فقر حضرت ذوالنون
مصری فرماتے تھے کہ جسکو فقر سے خوف ہو تو یہ علامت اُس سے صدر کی تنگی کی ہے حضرت شبلی علیہ الرحمۃ
فرماتے تھے کہ اگر فقیر کے پاس ساری دنیا ہو اور وہ ایک ہی دن مین اُسے خرچ کر ڈالے اور پھر اُسکو

ؔ فقرا جنت مین غنیوں سے پانسو برس قبل داخل ہونگے ۱۲ منہ

خیال آوے کہ مین نے ایک دن سے کھانا تمکو کیون نہ رکھ لیا تو وہ فقر مین جھوٹا ہے حضرت ابو علی
دقاق فرماتے تھے کہ لوگ فقر اور غنا مین بحث کرتے ہین کہ کون افضل ہے مگر میرے نزدیک افضل
یہ ہے کہ کفاف بھر نجاوے اور باقی سے خدا بچاوے بعضے کہتے ہین کہ جو شخص نہ چاہے بوجہ سختی زندگی
کے تو وہ فقیر مریگا اور جو اس لیے چاہتا ہو کہ غنا اسکو اللہ سے مانع ہو تو وہ غنی مریگا شیخ ابی بکر بن شیخ [illegible]
قرۃ العیون لتبصرہ تجنیس کتاب متبرہ مین لکھتے ہین کہ فقرا کے حالات مختلف ہے بعض ایسے ہوئے ہین جو مال کو موجود
مکروہ جانتے تھے اور اس سے دور بھاگتے تھے بعض ایسے ہوئے ہین جو مال کا ہونا اور نہونا برابر سمجھتے تھے
اگر ملا دے ڈالا اور نہ ملا تو ڈھونڈھنے نہ گئے نقل ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس بہت سا مال آیا آپنے وہ
سب بانٹ دیا آپ کی لونڈی نے کہا کہ اگر اتین سے ایک درہم آپ بچا دیتین تو اس کا گوشت لاتی اور
اس سے آپ روزہ افطار کرتین آپنے فرمایا کہ اگر تو یاد دلا دیتی تو ایسا ہی ہو سکتا تھا اب تو جو ہونا تھا ہو گیا اور ہمارے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ آسودہ کم ہوتے تھے اور بھوکے زیادہ رہتے تھے اور
شکم مبارک پر پتھر باندھ لیتے تھے جب آپکی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ رہن تھی حضرت حذیفہ کہتے
تھے کہ میرا وہ دن خوشی کا ہوتا ہے جسدن مین اپنے لڑکے بالون مین آتا ہوں اور ان کے پاس کچھ
کھانے کو نہین پاتا کیونکہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ خدا
مسلمانون کے لیے سخت غیور ہے اور یہ غیرت اس غیرت سے بھی زیادہ ہے کہ تم گھر والون کو چیز
کے کھانے کے لیے ہوتی ہے اور یہ بھی ہے کہ فقرا سے حساب نہین ہوگا جیسا کہ حضرت انس سے
مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دو مسلمان جنت کے دروازہ پر ملینگے
ان مین ایک غنی ہوگا دوسرا فقیر اور وہ دونون دنیا مین ساتھ رہے ہونگے تو فقیر تو جنت مین
چلا جائیگا مگر غنی رکا رہیگا جب تک اللہ چاہے پھر جب اسکو بھی جنت مین جانے کا حکم ہوگا
اس فقیر اور اس امیر سے باہم ملاقات ہوگی تو فقیر امیر سے پوچھیگا کہ تم کو کیون اتنی دیر لگی مجھکو تو تمہاری
اس دیر سے اندیشہ ہوا تھا کہ شاید تم یہان نہ آؤ تب غنی کہیگا کہ مین تمہارے پیچھے آنے سے بڑی
ایسی کراہت اور دشواری سے روکا گیا کہ کیا کہون اور میرے یہان تک پسینہ بہا کہ اگر اس مین ہزار اونٹ
آجاتے اور سب کے سب کڑوی گھاس کھائے ہوئے ہوتے تو بھی اس سے نہ نکل سکتے فقیر
صادق کے عادات مین سے ہے کہ جس حال مین وہ مبتلا ہو اسے خوش رہے اور [illegible]
سے سہے اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ اس فقر سے خوش ہو اور باتین [illegible]
فقر سے خفیف ہونا بھی ہے اور جب مال ملے تو تین باتین دیکھے ایک اس کا حلال ہونا دوسرے [illegible]

پاک ہونا دوسرے دینے والے کی غرض کہ اگر اُسکی غرض دینے سے ریا اور احسان نہو تو قبول
کرلے ورنہ واپس کردے تیسرے اپنے آپکو دیکھے کہ مین مستحق صدقہ اور زکوٰۃ کا ہون یا نہین
حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ تم کو جو اس مال سے
ملا کرے اور تم مسرف اور اُسکے سائل نہو تو لیلو ورنہ اپنے آپکو سختی مین نہ ڈالو یعنی نہ لو یا بخل سے

	سخن در دست گران بود فراوان کردم		جان بہ بجانہ بہا رید گرا رزان کردم	

تحقیق صغانی اور ابن حجر اور سخاوی کا قول ہے کہ حدیث الفقر فخری اور بعضون نے اتنا
اور بڑھا دیا ہے کہ وبہ افتخر باطل اور موضوع ہے مگر اُسکے موضوع ہونے کا حکم قطعی دیدینا
خالی از کلام نہین کیونکہ اُسکے شواہد معنوی ہے وہ حدیث ہے جو امام محمد بن خفیف شیرازی شافعی
صوفی نے شرف الفقرا مین اور دیلمی نے مسند الفردوس مین حضرت معاذ سے مرفوعاً روایت
کی ہے کہ تحفۃ المومنین فی الدنیا الفقر سخاوی مقاصد حسنہ مین بعد اس بیان کے لکھتے ہین کہ
اسکی سند مین کوئی نقص نہین کیونکہ یہ دیلمی کے نزدیک بھی حضرت ابن عمر سے بسند ضعیف آئی ہے
اور اسیطرح تذکرہ مین ذیل سیوطی سے بھی خبر معاذ کی تحسین لکھی ہے اور شیخ عبدالرؤف مناوی
شرح جامع صغیر مین بعد اس نسبت دیلمی کے لکھتے ہین کہ اسکے راویون مین یعقوب بن ولید
مدنی بھی ہے اسکو امام احمد اور اور لوگون نے جھوٹا کہا ہے سخاوی کہتے تھے کہ اسکے نام مین تحریف
ہوئی سب بعضون نے اسکو ابراہیم لکھا ہے اور یہ حدیث بہت طریقون سے مروی ہوئی ہے مگر
سب طریقے غیر معتبر ہین اور نیز مناوی نے کلام متقدم سخاوی کو عراقی کی طرف حدیث تحفۃ المومنین
الموت مین منسوب کیا ہے واللہ اعلم شیخ ابراہیم کردی کا قول ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن
ابی بکر رداد صدیقی زبیدی اپنی کتاب عدۃ المرشدین وعمدۃ المسترشدین مین لکھتے ہین کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الفقر فخری وبہ افتخر اور اُسکو بصیغہ جزم بانسبت اور سند کے
بیان کیا ہے غالباً یہ بعض کتب حفاظ حدیث سے روایت کی گئی ہو اور ہم تک پہونچی ہو جیسا کہ سیوطی
نے جامع صغیر مین بعد نسبت حدیث اختلاف امتی رحمۃ کی جماعت علما کی طرف لکھا ہے
کہ امید یہ ہے کہ یہ روایت بھی اُن بعضے کتب حافظین حدیث سے ہو جو ہم تک نہین پہونچی ہین باقی

سلہ صغانیان ایک شہر ہے ماوراءالنہر مین حصار شادمان کے قریب ہے معرب چغانیان کا وراسی کی طرف نسبت کرکے
صغانی و صاغانی کہتے ہین اور یہین کے رہنے والے امام حسن بن محمد صاحب مشارق تھے کذا فی المنتخب صفات ۱۲ منہ سلہ
مومنین کے لیے دنیا مین تحفہ فقر ہے ۱۲ منہ سلہ مومنین کے لیے تحفہ موت ہے ۱۲ منہ سلہ میری امت میں اختلاف رحمت ہے ۱۲

یہ حدیث کتب تصوف میں مشہور ہے شیخ عبدالرزاق کاشانی شرح منازل السائرین میں لکھتے ہیں کہ
طلب اور ترک میں دنیا سے سلامتی ہی کا نام فلاح ہے اور یہ کہ دنیا کی مدد فقر کے نزدیک ہو کر وہ
اُسے ڈھونڈھے یا ترک کرے اور یہی وہ فقر ہے جسکی شرافت صوفیہ نے بیان کی یہانتک کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ الفقر فخری اور دوسری جگہ پر لکھا ہے کہ فقر
عبارت ہے غیر کے حصول ہونے سے اور ماسوا اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے اور یہ نہیں حاصل
ہوتا جب تک کہ غنا بالحق کامل نہو اور جب وہ کامل ہوگی تو اللہ مخالفت سے بچائیگا لطائف الاعلام
میں ہے کہ فقر کہتے ہیں خالی ہونا تمام آثار کثرت اور احکام عادات و مرادات خلقیہ و حقیہ سے اسطرح
پر کہ قلب تمام آثار کونیہ سے خالی ہوجائے اور احکام قیود ظاہری و باطنی سے نجات اور ستھرا ہوکر
کل احکام غیریت سے پاک ہوجائے، اسی جگہ سے شیخ صدرالدین قونوی کا قول تفسیر سورۂ فاتحہ
مسمی باعجاز البیان میں ہے کہ فقر جامع جو مقابل غنا جامع ہے وہ سوا انسان کامل کے اور
کسی کے واسطے صحیح نہیں، اور اُسکی تصریح بزبان تصوف یہ ہے کہ اللہ سبحانہ ہے اور اُسکے ساتھ کوئی
نہیں تو اللہ نام ہے اُس مرتبہ احدیت کا جو مطلق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے مظہر ہیں کیونکہ
آپ صاحب مقام او ادنیٰ ہیں تو آپکو اطلاق سے ایک اختصاص ہے اسواسطے کہ آپ کا مظہر اتم
جامع ہونا نہیں صحیح ہے بغیر فقر تام کے اور یہ آپ ہی ہیں کیونکہ آپ برزخ البرازخ اور صاحب
اُس مقام کے باختصاص الٰہی ہیں اور آپ کے بعد آپکے وارث لوگ آپکے قدم پر ہوئے ہیں اور ظہور
بصورت احدیت الجمع سے بڑھکر کوئی مرتبہ نہیں اس لحاظ سے بالشان فقر فخر ہوسکتا ہے اور یہ بھی
شیخ ابراہیم کردی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ حدیث الفقر سواد الوجہ فی الدارین مجھے کتب
حدیث میں سے کسی کتاب میں نہیں ملی لیکن کتب تصوف میں ضرور مشہور ہے جیسا کہ شیخ عبدالرزاق
کاشانی شرح منازل السائرین میں لکھتے ہیں کہ صوفیہ کا فقر مقام احدیت جمع ذات میں فنا ہونا ہے اور یہ
مستفاد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ الفقر سواد الوجہ فی الدارین یعنی فنا
صرف اور عدم محض دنیا و آخرت میں عین ذات میں استہلاک سے مراد ہے اسواسطے کہ عدم سواد اور
ظلمت ہی اور وجود بیاض اور نور اور کوئی مقام اُس سے اعلیٰ نہیں اور لطائف اعلام میں ہے کہ
بعضے فقرا سے لوگوں نے پوچھا کہ فقر کیا چیز ہے تو اُنھوں نے کہا کہ ہو سواد الوجہ فی الدارین اسی
سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرت صوفیہ کے ارشادات سے ہے حدیث نہیں ہے واللہ اعلم
پھر اسی کتاب میں ہے کہ بعضوں کا قول ہے کہ سواد الوجہ فی الدارین کے معنی یہ ہیں [illegible]

قدرت و وقعت کو ساقط نہ سمجھے اور اپنا مرتبہ دنیا و آخرت مین حقیر جانے تو فقیر نہ آخرت مین اپنا کوئی
عمل نجات دینے والا دیکھتا ہے اور نہ اپنے مین کوئی فضیلت اور دنیا والون سے پاتا ہے کیونکہ وہ
تو فقر صوفیہ سے متحقق ہے اور وہ وہ مقام ہے جسمین کل ماسوا اللہ منعدم ہے تو اس حالت مین وہ
متحقق بہ فقر حقیقی ہوگا جس سے مراد فقدان انانیت ہے وجود حقیقت الحقائق مین اور جب ایسا ہوا
تو فقیر اپنے وجہ کے سواد کو یعنی اپنی ظلمت عدمیت کو دنیا و آخرت مین دیکھے گا حضرت شیخ اکبر محی الدین
بن عربی کا قول ہے کہ وجہ سے مراد بندہ کی حقیقت ہے اور اُسکی ذات اور اُس سے اُسکی بقا بھی
مراد ہے رویت عبودیت کے ساتھ ہو اُس کیفیت کے ساتھ حال کے اسطرح پر کہ نہ
اس کے لیے ربوبیت کسی وجہ سے ہے نہ کوئی نسبت سوال آپ سے پوچھا گیا کہ حسن خلق کیا
ہے جواب فرمایا کہ حسن خلق یہ ہے کہ جفائے خلق تجھ مین بوجہ تیرے حق کو ہر چیز مین دیکھ لینے کے اثر
نہ کرے کیونکہ اس سے تو یہ معلوم ہی ہوگیا کہ جفائے دشمن اور وفائے دوست سب اُسی کی طرف
سے ہے اور اپنے نفس کو اور جو اُس سے صادر ہوا ُسے حقیر جانے اور خلق کو اور ان کے افعال کو
بڑا جانے اس نظر سے کہ اللہ نے اُن مین ایمان اور حکمت ودیعت رکھی ہے اور حُسن خلق بہترین مناقب
انسانی ہے اور اُسی سے مردون کے جوہر ظاہر ہوتے ہین حضرت ابی الدردا سے مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کوئی چیز گران تر میزان اعمال مین خوے نیک سے
نہین ہے حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے تھے کہ حُسن خلق کہتے ہین کشادہ روئی اور عطا اور خلق کو
ایذا دینے سے باز رہنے کو اور واسطی کہتے تھے کہ حُسن خلق یہ ہے کہ خلق سے نہ جھگڑے اور اُن کو
محنت اور راحت مین راضی رکھے سہل تستری کا قول ہے کہ ادنیٰ مرتبہ حسن خلق کا یہ ہے کہ لوگون کے
تلون کا تحمل کرے اور اُن سے بدلا نہ لے اور ظالم پر رحمت اور شفقت کرے اور اُسکی مغفرت چاہے
اس حدیث کے راوی ابو داؤد ہین اور ترمذی نے بھی اُسکو صحیح لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ المومن مرآۃ اخیہ المومن یعنی مسلمان
اپنے بھائی مسلمان کا آئینہ ہے کہ اُسکو اُسکے عیب دکھا دیتا اور بتا دیتا ہے اور اُن پر اُن کو متنبہ کرتا ہے
جسطرح کہ آئینہ دیکھنے سے صورت کا حُسن و قبح معلوم ہو جاتا ہے مطلب یہ ہوا کہ مسلمان خبردار ہو جاتا
ہے اپنے عیوب پر دوسرے مسلمان کے خبر کر دینے سے جیسا کہ اپنی بدصورتی پر خبردار ہو جاتا ہے
آئینہ دیکھ کر اور یہ بھی نصیحت مین داخل ہے حضرت رویم کا قول ہے کہ صوفیہ ہمیشہ بخیر ہین جب تک
کہ ایک دوسرے کے حالون کی تفتیش کرتے رہین اور اس حدیث کو ابو داؤد نے باسناد حسن روایت

کیا ہے اور ترمذی کی روایت میں یہ ہے کہ ہر ایک تم میں سے اپنے بھائی کا آئینہ ہے تو اگر کوئی
تم میں سے اپنے بھائی میں کوئی عیب یا بُری بات دیکھے تو چاہیئے کہ اسکو اس سے دور کردے
مگر اسکی سند ضعیف ہے **سوال** آپ سے کسی چیز کے لینے اور پھیر دینے کے بارہ میں پوچھا گیا
جواب فرمایا کہ اگر خواہش نفس نہو اور لیکر کسی کو دیدے تو یہ مرد کے حکم کے موافق ہے اور اگر ریا
سے ترک کردے اور پھیر دے تو وہ یقیناً نفاق ہے **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ صدق کیا چیز ہے
جواب فرمایا کہ اقوال میں صدق تو یہ ہے کہ دل زبان کے موافق ہو اور افعال میں صدق یہ ہے
کہ جو عمل کرے اسمیں حق کو دیکھے یعنی یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اپنے عمل کو نہ دیکھے اور احوال
میں صدق یہ ہے کہ سالک خواطر حق کو جاری کرے لہذا کسی رقیب دیکھنے یا کسی منازع کی منازعت
سے وہ مکدر نہوگا جامع الاصول میں ہے کہ صدق لغت میں کذب کے مقابل ہے اور اصطلاح اہل
حقیقت میں حق بات کہنا موافق حالت میں اور بعضے کہتے ہیں صدق ہے ظاہر اور باطن کے یکساں
ہونے سے اور بعضے کہتے ہیں کہ ساقط کرنا ما سوائے حق کا اور بعضے کہتے ہیں کہ صدق ہے مرد دانا
اور صفا ہے حضرت جنید فرماتے تھے کہ صدق یہ ہے کہ ایسی جگہ پر سچ بولے کہ جہاں بغیر جھوٹ بولے
نجات نہ پا سکتا ہو حضرت ابو علی دقاق کا قول ہے کہ صدق یہ ہے کہ انسان ایسا ہو جیسا کہ اپنے کو دکھاتا
ہے اپنی سانسوں سے اور بعضے کہتے ہیں کہ صادق وہ ہے جو اپنے عمل پر لوگوں کے واقف ہونے کو
نہ پسند کرتا ہو اور نہ بُرا جانتا ہو اور بعضے کہتے ہیں کہ صادق وہ ہے کہ جسمیں موت کی آمادگی ہو اور
اس امر سے شرم نہو کہ میرا کوئی راز کھل جائیگا اور خود اللہ تعالیٰ نے صدق کی تعریف نازل کی ہے کہ
یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین صحیحین میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ سچ بولا کرو کیونکہ سچ بولنا نیک کاری کی راہ بتاتا
ہے یعنی سچائی کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے نیکی کرنے کی توفیق ملتی ہے اور وہی بہشت کا رستہ
بتاتی ہے اور جب تک انسان سچ بولتا ہے یا سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ کے یہاں اسپر
صدیقیت کا حکم کیا جاتا ہے اور مقام صدیقیت دیا جاتا ہے یا اُس کا نام دیوان اعمال میں اللہ کے
پاس لکھا جاتا ہے یا لوگ اپنی کتابوں میں اُس کا نام صدیق لکھتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ وہ حقیقت میں اس
صفت اور نام کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اور زبانوں پر اُس کا ذکر جاری
کیا جاتا ہے ترقیمہ بس قول حق تعالیٰ شانہ کرتے [illegible] سبحنک [illegible]
[illegible]

ابن بطال کہتے تھے کہ مطلب یہ ہے کہ سچائی اُس سے مکرر ہوتی ہے یہانتک کہ وہ مستحق مبالغہ کے
نام کا یعنی صدیقیت کا ہوجاتا ہے اور اپنے آپ کو جھوٹ بولنے سے دور رکھو کیونکہ جھوٹ بولنا دوزخ کیطرف
پہونچاتا ہے اور جبتک انسان جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے وہ خدا کے یہان جھوٹا لکھا جاتا ہے انتہی
کذا فی بلوغ المرام جامع الاصول مین ہے کہ صدق سالک کے تمام امور کی بنا اور باعث انتظام ہے
اور یہ درجہ نبوت کے نیچے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فاولئک مع الذین انعم اللہ
علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین[1] صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے مشتق ہے صادق
سے جیسے سکیت ساکت سے تو صادق وہ شخص ہے جو اپنے اقوال مین سچا ہو اور صدیق وہ ہے جو اقوال
اور افعال اور احوال سب مین سچا ہو اور صدق بمنزلہ چشمے پانی کے ہے کہ جسکا چشمہ استقامت قلب
ہے اور اغراض دنیویہ سے بری ہونا اور صدق وہ مرتبہ ہے جو قریب حریت اور فتوۃ کے ہے اگرچہ
مرتبہ مین دونون سے کمتر ہے اور صدق کی تین قسمین ہین صدق نیت صدق لسان صدق عمل تو صدق
نیت یہ ہے کہ اپنے تمام اقوال اور افعال اور احوال مین اللہ ہی کو مقصود رکھے اور صدق لسان مشہور
چیز ہے اور صدق عمل یہ ہے کہ عمل پر حریص ہو اور اُسکو موقوف نہ کرے سواے قہر و اضطرار کی حالت
کے حضرت ذوالنون مصری کہتے تھے کہ صدق اللہ کی تلوار ہے جسپر پڑتی ہے اسکو کاٹ دیتی ہے اور
بعضے کہتے ہین کہ جب اللہ کی طلب صدق سے ہوگی تو اللہ اسکو ایک آئینہ دیگا کہ جسمین دنیا اور آخرت کے
عجائبات دیکھ پڑینگے اور بعضون کا قول ہے کہ جہان سچ بولنے مین مضرت معلوم ہو وہین سچ بولنا
چاہیے کہ وہی نافع ہے اور جہان جھوٹ بولنا نافع معلوم ہو وہان بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیے کہ باعث
نقصان ہوگا **نقل** شیخ ابوالعباس دینوری ایک مقام پر باتین کر رہے تھے کہ اتنے مین ایک بڑھیا
اُنکی مجلس مین چلا اُٹھی آپنے فرمایا کہ اگر تو سچی ہے تو مرجا وہ فوراً مرگر پڑی **نقل** شیخ ابوالفتح موصلی سے
کسی نے پوچھا کہ صدق کیا ہے آپ نے اپنا ہاتھ لوہار کی بھٹی مین ڈالدیا اور اُس سے لال لال لوہا نکالکر
اپنے ہاتھ پر رکھ لیا اور فرمایا کہ یہ صدق ہے **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ فنا کیا چیز ہے **جواب** فرمایا
کہ فنا یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ولی کے سِر کو بادنیٰ تجلی ملاحظہ فرماے اور اُس سے اُسکی ہستی متلاشی
ہوجاے اور وہ ولی اس اشارہ سے فانی ہوجاے اور اُسکی فنا ہی اسوقت عین بقا ہو کیونکہ وہ باقی
کے اشارہ سے فانی ہو تو اگر اشارہ حق نے اُسے فانی کیا تو پھر اسی کی تجلی نے اُسے بقا بخشی اور وہ
اپنے سے اگر فانی ہوگیا تو حق مین باقی رہا۔ **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ بقا کیا ہے **جواب** فرمایا کہ بقا

[1] یعنی وہ اُن لوگون کے ساتھ مین جنکو اللہ تعالیٰ نے سرفراز کیا انبیا و صدیقون اور شہیدون اور نیکون سے ۱۲ منہ

بغیر لقا کے نہیں ہوتی کیونکہ وہ بقا کہ جسکے ساتھ فنا نہو وہ بغیر اس لقا کے نہیں ہوتی جسکے ساتھ
انقطاع نہو اور یہ حالت یک بارگی بجز ہوتی ہے یا اُس کے قریب اور اہل بقا کی علامت یہ
ہے کہ اُن کے ہمراہ اُس وقت بقا میں کوئی چیز فانی موجود نہیں ہوتی بوجہ ان دونوں کے ایک
دوسرے کے ضد ہونے کے **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ وفا کیا ہے **جواب** فرمایا کہ رعایت
کرنا حقوق الٰہی کا حیات میں اس طرح پر کہ دیدہ و دل سے اسکی حرمت نہ دیکھے اور اپنے قول
اور فعل میں حدود الٰہی پر محافظت کرے اور ظاہر و باطن میں بالکل خدا کی مرضی کے تابع رہے۔
سوال آپ سے پوچھا گیا کہ رضا کیا ہے **جواب** فرمایا کہ رضا یہ ہے کہ سب کے دل سے
تردد اُٹھ جائے اور جو کچھ خدا کی مشیت اُسکے بارہ میں ہو چکی ہو اُس پر خوش رہے یہانتک کہ اگر بلا
بھی نازل ہو تو بھی اُسکے دفعیہ کا خیال اپنے دل میں نہ لائے جامع الاصول میں ہے کہ رضا
کہتے ہیں دل کا خوش ہونا حکم قضا سے اور بعضے کہتے ہیں کہ رضا یہ ہے کہ بندہ ٹھیک اس
خیال پر رہے کہ اللہ اپنی قضا میں عادل ہے اُسکے حکم میں کوئی تہمت نہیں ہے بوسلیمان کا
قول ہے کہ رضا یہ ہے کہ اللہ سے نہ جنت مانگے اور نہ دوزخ سے پناہ ڈھونڈھے **نقل** ہے ایک بار
حضرت شبلی نے حضرت جنید کے روبرو لاحول پڑھا حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ تو دل کی تنگی ہے
اور دل کی تنگی جب ہی ہوتی ہے جب رضا بالقضا نہو بعضے کہتے ہیں کہ راضی بالقضا وہ ہے جو اللہ
کی آفت پر بمنزلہ خوشخبری کے سمجھے کہ انسان پر واجب تب ہے کہ اُسکے لیے جس بات کا حکم ہوچکا
ہو اُس پر چنداں راضی رہے نہ کلا کیونکہ قضا بالمعاصی اور اور طرح طرح کی محنتیں مسلمانوں پر ایسی ہیں
جنپر راضی ہونا ضروری نہیں ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ رضا کی علامت یہ ہے کہ اگر بیمار ہو تو صحت
کی آرزو نہ کرے اور فقیر ہو تو تونگری کی توقع نہ کرے کسی نے حضرت رابعہ سے پوچھا کہ بندہ راضی
کب کہا جا سکتا ہے فرمایا جب اُسکو مصیبت ویسے ہی اچھی معلوم ہو جیسے کہ نعمت اچھی معلوم ہوتی ہے
اور اللہ تعالیٰ انھیں لوگوں کی تعریف میں فرماتا ہے رضی اللہ [illegible]
عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible]
فرمایا کہ تو کسی خیر کی وجہ سے مجھ سے قریب نہیں ہو سکتا سوا رضا بالقضا کے [illegible]
سے راضی ہوتا ہے اللہ اُس سے راضی ہوتا ہے تیرہ کی کہتے ہیں کہ بندہ رب سے راضی نہیں ہوتا
جب تک کہ اللہ اُس سے راضی نہو کیونکہ اُس کا خود ارشاد ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ [illegible]

لہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اللہ اُن سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں

و خراسان کا رضا میں اختلاف ہے کہ وہ حالات میں سے ہے یا مقامات سے خراسان والے کہتے
ہیں کہ مقامات سے ہے اور وہی نہایت توکل ہے اور مثل اور مقامات کے مکتسب ہے اور عراق
والے کہتے ہیں کہ رضا حالات سے ہے اور مکتسب نہیں ہے بلکہ وہ بھی مثل اور حالات کے ہے
اب وجہ توفیق ان دونوں قولوں میں یہ ہے کہ اول رضا مقام ہے جو مکتسب ہے اور آخر اُس کا حال
ہے جو مکتسب نہیں حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام سے لوگوں نے عرض کیا کہ ابو ذر کہتے ہیں کہ
فقر مجھے تونگری سے زیادہ پسند ہے اور بیماری صحت سے آپنے فرمایا کہ اللہ ابو ذر پر رحم کرے لیکن
میں کہتا ہوں کہ جس نے اللہ کے حسن اختیار پر بھروسہ کیا تو وہ سوا اللہ کی اختیار کی ہوئی چیز کے کسی کو
پسند نہ کرے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حدیث اللّٰھم[۱] انی اسئلک الرضاء
بعد القضاء کے کیا معنی ہیں آپنے فرمایا کہ حضرت کا یہ ارشاد اس لیے ہے کہ رضا قبل القضاء عزم رضا
ہے اور رضا بعد القضا حقیقت رضا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی موسی اشعری کو لکھا کہ جو کچھ نیکی ہے
وہ رضا میں ہے اگر تم استطاعت راضی رہنے کی رکھتے ہو تو بہت بہتر ہے ورنہ صبر کرو بعضے کہتے
ہیں کہ ایک شخص اپنے غلام پر خفا ہوا دوسرے شخص نے اسکی سفارش کی اُس نے معاف کر دیا۔
غلام اُسی وقت رونے لگا شفیع نے کہا کہ تیرے مالک نے تو تیرا قصور معاف کر دیا اب تو کیوں روتا
ہے اُس نے کہا مجھے معافی تو حاصل ہو گئی مگر رضا باقی رہ گئی اور اس میں سفارش کرنے والے کا کچھ اختیار نہیں
سوال آپ سے پوچھا گیا کہ ارادہ کیا ہے جواب فرمایا کہ انکی گرہ دل میں بوجہ مادہ حرص کے
کرنا اور جو چیز ذکر سے جاری ہے اُسمیں خلل پڑنا۔ سوال آپ سے پوچھا گیا کہ عنایت کیا ہے جواب
فرمایا کہ عنایت ازلی صفات الٰہی سے ہے جو ہر شخص کو معلوم نہیں ہوتی نہ کسی وسیلہ سے اُس تک
پہونچنا ہوتا ہے اور نہ کوئی سبب اُس میں نقصان کرتا اور نہ کوئی علت اُسکو فاسد کرتی ہے نہ کوئی
چیز اسکو ادراک کرتی اور وہ دست حق ہے حق کے ساتھ جس پر کوئی مطلع نہیں اور عنایت سابقہ ہے
جو کسی وقت پر موقوف نہیں جسکو اللہ چاہے اُسکو اسکی اہلیت اور معرفت عنایت کرے اور اُس
شخص کی علامت جسکو عنایت ہو وہی شامل حال ہوتی ہے ایمان ہے پھر اسلام پھر احسان بغیر تقید
احکام شریعت پھر خلق سے انقطاع اور حضرت قدس میں تقید اور ہمیشہ اسی قید میں رہنا سوال
آپ سے پوچھا گیا کہ وجد کیا ہے جواب فرمایا کہ وجد یہ ہے کہ روح سالک حلاوت ذکر میں مصروف
ہو اور نفس لذت طرب میں اور سِر سواے محبوب سے فارغ اور غم رقیب سے خالی ہو اور وہ بمنزلہ

[۱] اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں رضا بالقضا کا ۱۲ منہ

ایک شراب سے کہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے محب اوروں کو منبر کرامت پر پلاتا ہے کہ جسکے پینے سے
وہ سبک ہو جاتا ہے اور اُس کا مرغ دل اُنس کے پروں سے ریاض قدس میں اڑنے لگتا ہے
اور دریائے ہیبت میں گر جاتا ہے اسی وجہ سے وہ مضطرب ہو کر بیہوش ہو جاتا ہے اور تواجد کے
معنی ہیں وجد کا چاہنا بطور تکلف کے ایک نوع کے اختیار سے اور تواجد والے کو کمال وجد نہیں ہوا
اس لیے کہ باب تفاعل اکثر ایسی صفت کے اظہار کے لیے آتا ہے جو موجود نہیں ہوتی جیسے تغافل
اور تجاہل وغیرہ ایک جماعت اسکی منکر ہے اس وجہ سے کہ اس میں تکلف اور بناوٹ اور حقیقۃ امر سے بعد
رہتا ہے اور ایک گروہ نے مرید کے لیے اجازت دی ہے جبکہ وہ بوجہ اپنی حرقت اور رقت و
حزن کے اسپر مستعد ہو اور اسکی اصل اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ اگر نہ رو دو تو برو
رُلائی لاؤ یہ اُسکے لیے ہے جو رونے کے واسطے مستعد ہو نہ وہ جو رونے کو بخیل سمجھتا ہو اور وجد وہ
ہے جو دل کو پھیر دیتا ہے اور اُسپر بلا تکلف اور تصنع وارد ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سماع اُس
کے لیے ہے جو حالت بشریت سے فانی ہو اور بعض کہتے ہیں کہ وجد سے مراد وہ بجلیاں ہیں جو
چمکتی اور بجھ جاتی اور ظاہر ہوتی اور چھپ جاتی ہیں اور اگر صاحب حال پر لحظہ بھر بھی وہ رہتا ہیں تو بہت
لذت دیں اور وجود سے مراد سالک کا گم ہو جاتا ہے اور حالت بشریت سے فنا حق میں موجود ہونا کیونکہ
جب سلطان حقیقۃ کا ظہور ہوتا ہے تو بشریت باقی نہیں رہتی چنانچہ یہی معنی شیخ ابی الحسن نوری کے اس
ارشاد کے ہیں کہ میں بیس برس وجد اور فقد میں رہا جب خدا کو پاتا تھا تو دل کو نہیں پاتا تھا اور جب
دل کو پاتا تھا تو خدا کو کھو دیتا تھا اور اُسی کے متعلق حضرت جنید کا قول بھی ہے کہ موحد کا علم اُسکے
وجود کے مباین ہے اور وجود موحد مباین اسکے علم کی ہے لہذا تواجد حالت ابتدائی ہے اور وجود
انتہائی اور وجدان دونوں میں واسطہ ہے ابو علی دقاق کہتے تھے کہ تواجد مرید کو سنے میں لے لینے کا
سبب ہے اور وجد استغراق کا اور وجود استہلاک کا سبب ہے تو مرید کی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی شخص دریا پر آئے اور کشتی میں سوار ہو پھر دریا میں ڈوب کر رہ جائے اور اس امر کی
ترتیب اول قصود ہے پھر ورود پھر شہود پھر وجود پھر خمود اور بمقدار وجود خمود ہوتا ہے اور صاحب
وجود ہی کے لیے صحو اور محو بھی ہوتا ہے تو صحو اسکی بقا با لحق کی حالت ہے وہ محو فنا با لحق کی
اور یہ حالتیں ہمیشہ یکے بعد دیگرے اُسپر وارد ہوا کرتی ہیں جب صحو با لحق غالب ہوتا ہے تو وہ اسی
کے موافق کہتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے بی یسمع وبی یبصر ۱؎ نقل ایک شخص نے حضرت شبلی

۱؎ پس مجھی سے سنتا ہے اور مجھی سے دیکھتا ہے ۱۲ منہ

سے پوچھا کہ کیا وجد صحیح کے آثار اہل وجد پر ظاہر ہوتے ہین اُنھون نے کہا کہ ہان ایک نور چمکتا ہی
جو قریب غلبۂ اشتیاق کے ہوتا ہے اور اُسکی نشانیان صورتون مین چمکتی ہین اور جب حالت محو
غالب ہوتی ہے تو نہ علم رہتا ہے نہ عقل نہ فہم نہ حس جیسا کہ منقول ہے کہ ابو عقال مغربی کہ مین چار برس
سے ہے مگر اُنھون نے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور اُسی حالت مین مر گئے اُن کے خاص مریدان کو سلام
کرتے تھے مگر وہ پہچانتے ہی نہ تھے تب وہ لوگ خود اپنی شناخت کرانے تھے پھر جب وہ لوگ دوبارہ
بات کرتے تو پھر وہ اُن کو نہ پہچانتے اور بعضے ایسے ہوتے ہین جو صرف اوقات فرائض کے وقت
بشریت مین آجاتے ہین اور اسی حالت کو فرق ثانی کہتے ہین انتہی کذا فی جامع الاصول اس سے
زیادہ تحقیق کاتب الحروف نے اپنے رسالہ تحفۃ السورۃ فی شرح خطبۃ العوارف مین لکھی ہے وہان
دیکھ لینا چاہیے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ خوف کیا ہے جواب فرمایا کہ خوف کی کئی قسمین ہین ایک
خوف مذنبین دوسرے رہبت عابدین تیسرے خشیت عالمین چوتھے وجل محبین پانچوین ہیبت
عارفین تو گنہگارون کو خوف تو عقوبات الٰہی سے ہوتا ہے اور عابدون کو خوف فوت ثواب عبادت
سے اور عالمون کو خوف عبادت مین شرک خفی سے اور محبون کو خوف فوت لقاء حق سے اور عارفین
کو خوف ہیبت اور تعظیم حق سے اور یہ بہت سخت ہے کیونکہ یہ کبھی زائل نہین ہوتا بخلاف اور قسمون کے
کہ وہ ظہور رحمت اور لطف الٰہی کے وقت جاتے رہتے ہین بعضے کہتے ہین کہ خوف کسی مکروہ کے
پیش آنے یا کسی محبوب کے فوت ہوجانے کو کہتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ مشغولی نفس ایسی چیز سے
جو اسکے آئندہ حال کو کدر کر دے اور بعضے کہتے ہین کہ خوف سے مراد جلال رب سے قلب کا متحرک
ہونا ہے حضرت جنید سے پوچھا گیا کہ خوف کیا چیز ہے فرمایا کہ خوف کہتے ہین عقوبت کی امید رکھنے کو
ہر ہر سانس کے ساتھ اور اللہ سے خوف واجب ہے جیسے قرآن پاک مین ہے کہ وخافون ان کنتم مؤمنین[1]
اور وایای فارہبون[2] اور اللہ تعالی نے اپنے انبیا و اولیا کے متعلق خوف کی تعریف فرمائی
جیسا کہ فرمایا تتجافی ... یدعوننا رغبا ورہبا[3] اور یخافون ربہم من فوقہم[4] اور یدعون ربہم خوفا
وطمعا[5] اور یخشون ربہم ویخافون سوء الحساب[6] اور انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء[7]

[1] اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان ہو ۱۲ [2] اور مجھ ہی سے ڈرو ۱۲ منہ [3] وہ پکارتے ہین ہمکو رغبت سے اور
خوف سے ۱۲ منہ [4] وہ لوگ ڈرتے ہین اپنے رب سے جو اُن کے اوپر ہے ۱۲ منہ [5] وہ لوگ پکارتے ہین اپنے
رب کو خوف سے اور لالچ سے ۱۲ منہ [6] وہ لوگ ڈرتے ہین اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہین حساب کی خرابی کا ۱۲ منہ
[7] اللہ سے ڈرتے ہین اُسکے بندے جنکو سمجھ ہے ۱۲ منہ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے رو لے وہ دوزخ
میں نہ جائیگا تاوقتیکہ دودھ پستان میں واپس آجائے اور ارشاد ہے کہ جب اللہ کے خوف سے
انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ درخت کے سوکھے پتے کی طرح جھڑ جاتے
ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیہ کریمہ والذین یؤتون ما اتوا وقلوبہم وجلۃ کی تفسیر میں
فرماتے ہیں کہ قلوب ڈرنے والے ہوں اس سے کہ اُن کے اعمال نیک مقبول نہ ہونگے اور
فرماتے تھے کہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کی عیادت کو آتے تھے اس گمان پر کہ وہ بیمار ہیں حالانکہ
وہ بیمار نہیں ہوتے تھے بلکہ کثرت خوف حق تعالی سے اُن کا بیمار کا ایسا حال ہوتا تھا اور فرماتے
تھے کہ اصل حکمت خوف الٰہی ہے اور جو اللہ سے ڈریگا اُس سے ہر چیز ڈرے گی اور فرماتے تھے
کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں کسی شخص میں دو خوف نہیں جمع کرتا ہوں نہ دو امن اگر وہ مجھ سے
دنیا میں خوف کرے گا تو آخرت میں نہ ڈریگا اور اگر دنیا میں بے خوف رہیگا تو آخرت میں بیخوف
نہ رہے گا شیخ ابو علی دقاق کا قول ہے کہ خوف کے کئی مرتبے ہیں خوف اور خشیت و ہیبت
تو خوف تو مقتضاء ایمان سے ہے اور خشیت مقتضاء علم سے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے انما یخشی اللہ
من عبادہ العلماء اور ہیبت مقتضاء معرفت سے بعض کہتے ہیں کہ اول خوف شرمندگی ہے پھر یہ
شرمندگی قوی ہو کر خوف ہو جاتی ہے اور خوف وہ غم ہے جسکا اثر تمام اعضاء پر پڑتا ہے جس وقت
اعضا خائف ہوتے ہیں تو وہ ہیبت ہو جاتی ہے پھر جس وقت اسکو علم ہوتا ہے تو وہ علم جبر کا راستہ
بتاتا ہے اور وہ حالت خشیت ہو جاتی ہے اور عارفین کے لیے بھی ہیبت ہے کیونکہ نہ خوف ہوتا
ہے نہ دکھ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ
الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون تو عارفوں کو تمام رجعت [illegible] حضرت
میں ہیبت اور دہشت ہوتی ہے کیونکہ جب اللہ تعالی عارف کے آئینہ سر پر تجلی فرماتا ہے تو نہ
نہ خوف باقی رہتا ہے نہ رجا اس لیے کہ خوف و رجا احساس بشری سے ہیں [illegible]
واسطی کا قول ہے کہ خوف بندہ اور خدا کے درمیان میں حجاب ہے، امام قشیری کہتے تھے کہ اسکے
معنی یہ ہیں کہ خائف آئندہ وقت پر مطلع ہوتا ہے اور صوفی چونکہ ابن الوقت ہوتا ہے اس لیے
اسکو کوئی مستقبل کی اطلاع نہیں ہوتی کیونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین ابو عثمان کا قول ہے

لہ بیشک جن لوگوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر جمے رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم
کھاؤ اور خوشی سنو اس جنت کی جسکا تم سے وعدہ تھا ۔

کہ عموماً سچا خوف یہ ہے کہ ظاہری و باطنی گناہوں سے بچے تو مسلمان کو چاہیئے کہ ہمیشہ ڈرتا رہے
اور اپنی حالت کی اچھائی اور کثرت اعمال پر فریفتہ نہو **نقل** حضرت سفیان ثوری بیمار ہوئے طبیب
کو دکھلایا اُس نے کہا کہ خوف نے تمہارا جگر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا **نقل** شیخ ابوالحسن شاذلی فرماتے
تھے کہ مجھے ابتداے حال مین کیمیا کا شوق تھا اور خدا طلبی بھی کرتا تھا تو مجھ سے کہا گیا کہ کیمیا تو تمہارے
پیشاب مین ہے اس مین جو چاہے ڈالدو جیسا چاہتے ہو ویسا ہو جائیگا چنانچہ مین نے ایکبار
تانبہ جمع کرکے اپنے پیشاب مین بھگویا وہ سونا ہو گیا تب مین نے عرض کیا کہ یا اللہ مین نے تجھ سے
ایسی چیز مانگی جو ناپاک چیز سے ملی جواب آیا کہ اے علی دنیا ناپاک ہے تو اگر تم ناپاک چیز مانگتے ہو تو
اُسکو ناپاک ہی چیز سے پاؤ گے تب مین نے عرض کیا کہ اے پروردگار میرا دل اس طرف سے
پھیر دے تب ارشاد ہوا کہ پھر اسکو دیکھو دیکھا تو وہ لوہا ہو گیا تھا۔ **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ رجا کیا ہے
جواب فرمایا کہ رجاء اولیاء اللہ یہ ہے کہ اُن کو صرف حسن ظن خدا کے ساتھ بلا طمع کے ہو
کیونکہ رجا بھی ایک طمع اور اللہ پر اُس چیز کا تقاضا ہے جو اُس نے حصول مقصود کیلیے
انسان پر مقدر اور فرض کر دی ہے اور اہل صفوت کو تقاضا کرنا اچھا نہین اور ولی کے حال کے
لائق نہین کہ وہ بغیر رجا کے رہے مگر وہ اللہ پر بطور تقاضے کے نہو اور بہتر یہ ہے کہ ولی کی رجا
اُس کا حسن ظن ہی ہو نہ کسی طمع سے کسی نفع کے واسطے یا دفع نقصان کے لیے کیونکہ اولیاء اللہ
اس امر کو جانتے ہین کہ اللہ تعالی نے اُن کو اُن کے کل ضروریات سے فارغ کر دیا ہے اور وہ اس
علم کی وجہ سے اللہ تعالی سے تقاضا کرنے کی تکلیف سے فارغ ہین تو اُن کے حق مین اسوقت
حسن ظن کو بہترین رجا کہنا چاہیئے اور رجا بغیر خوف کے نہین ہوتی کیونکہ جو شخص کسی چیز کے ملنے کی
امید کرتا ہے تو اُس کے نہ ملنے سے اسکو خوف بھی معلوم ہوتا ہے اور حسن ظن خدا کے ساتھ جو ہوتا ہے
اُس سے مراد اُسکی شناخت ہے سب صفتون کے ساتھ کہ جو اسکو حق سے ملتی رہتی ہین اور اسکو
اُن کی وجہ سے امید ہوتی ہے کیونکہ یہ تو وہ جانتا ہی ہے کہ حق تعالی محسن کریم رحیم لطیف رؤف ہے
اور خدا کے ساتھ حسن ظن سے مطلب اپنے مقاصد کا حوالہ کرنا امر الٰہی پر ہے اور قلب سے حق کیطرف
بلا طمع و آرزو متوجہ رہنا اور عام لوگون کی رجا یہ ہے کہ جب ظاہرا اسباب مقصود مہیا ہو جائین تب
اُسکو رجا سمجھین اور جب اکثر اسباب فوت ہو جائین تو پھر اُس کا نام طمع قرار دینا اولی ہے تو ہم
طمع نہین رجا اولی ہے ورجا با خوف کے معنی مین بھی آتی ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ
ما لکم لا ترجون یعنی کیا ہے تمکو کہ رجا نہین کرتے یعنی اللہ کی عظمت سے نہین ڈرتے اور

اور اہل حقیقت کی اصطلاح میں رجا سے مراد ہے دل کا تعلق محبوب کے آیندہ حاصل ہونے پر اور بعضے
کہتے ہیں کہ اعتماد کرنا کریم کی بخشش پر اور بعضے کہتے ہیں قریب ہونا دل کا لطف پروردگار سے
اور بعضے کہتے ہیں خوش ہونا فواد کا اپنی انجام کی خوبی پر اور بعضے کہتے ہیں کہ زندہ ہونا دل کا
امید سے اور بعضے کہتے ہیں کہ دیکھنا خدا کی وسعت رحمت کا اور رجا بغیر خوف کے ثابت نہیں جیسی
جسطرح کہ خوف بغیر رجا کے ثابت نہیں ہوتا اور ان میں باہم تلازم ہے کیونکہ رجا بغیر خوف حقیقتاً
امن ہے اور خوف بے رجا حقیقتاً رحمت حق سے ناامیدی ہے اسیواسطے مشائخ اہل حق کا قول
ہے کہ خوف و رجا ایسے ہیں جیسے قینچی کے دو پھل کہ ایک بغیر دوسرے کے بیکار ہے اور اکثر عرفا کا قول
ہے کہ خوف و رجا ایسے ہیں جیسے چڑیا کے دو بازو کہ جب دونوں برابر ہونگے تب چڑیا خوب
اُڑے گی اور جب ایک بڑھا اور گھٹا ہوگا تو کم اُڑے گی اور جب دونوں نہونگے تو مردہ کی طرح
گر پڑے گی، اسیواسطے بعضوں کا قول ہے کہ جس چیز سے تم کو ناامیدی ہو اُسی سے زیادہ امید
رکھو اسکی مثال حضرت موسی علیہ السلام کا قصہ ہے کہ وہ آگ لینے گئے اور پیغمبری مل گئی اور جس چیز
سے کہ خوف نہ معلوم ہوتا ہو اُس سے زیادہ خائف رہنا چاہیے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے
والذین ما اتوا وقلوبہم وجلۃ یعنی اللہ تعالی اُن کے خوف کی تعریف فرماتا ہے کہ جو امن میں
تھے اور یہی مطلب ہمارے اُس قول کا ہے کہ جو سابقاً بیان کیا گیا حضرت لقمان علیہ السلام نے
اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے اللہ سے امید رکھ اس طرح کہ جو تجھکو بے خوف نہ کر سکے اور اللہ سے
خوف کر اس طرح کہ جو تجھکو اسکی رحمت سے ناامید نہ کر سکے کیونکہ مومن دو دل والا ہوتا ہے ایک
لئے امید رکھتا ہے اور دوسرے سے خوف اور حق تعالی فرماتا ہے فلا یامن[1] مکر اللہ الا
القوم الخاسرون اور رجا کی تقویت کی قوی تر دلیل یہ آیات ہیں قل[2] یا عبادی الذین اسرفوا
علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم اور
ان[3] اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور ولا تیأسوا[4] من روح اللہ انہ
لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون اور حضرت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

ف۱ پس نہیں بے خوف ہوتے اللہ کے مکر سے مگر وہ لوگ جو خراب ہیں ۱۲ منہ ف۲ کہہ اے میرے بندو جنہوں نے کی ہے
زیادتی اپنی جان پر مت ناامید ہو رحمت سے اللہ کی بیشک اللہ سب گناہ بخشدیتا ہے اور وہی معاف کرنیوالا مہربان ہے ۱۲ منہ
ف۳ بیشک اللہ نہیں بخشتا ہے کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے کم کو بخشتا ہے جسکو چاہتا ہے ۱۲ منہ ف۴ مت
ناامید ہو اللہ کے فیض سے کیونکہ اس سے سوا کافروں کے اور کوئی ناامید نہیں ہوتا ۱۲ منہ

کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیگا کہ جس شخص کے دل مین جو برابر ایمان ہو اُسکو آگ سے نکالو اور ایک روایت مین رائی برابر بھی آیا ہے پھر فرمائیگا کہ مجھے قسم ہے اپنے عزت وجلال کی کہ جو مجھپر ایمان لایا ایک گھڑی رات یا دن سے وہ نہین قرار دیا جائیگا مثل اُسکے جو مجھپر ایمان ہی نہین لایا اور آنحضرت نے فرمایا ہے کہ قسم اُسکی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اگر تم اتنے گناہ کرو کہ تمھارے گناہ آسمان و زمین مین بھر جائین اور پھر تم خدا سے مغفرت مانگو تو اللہ تمکو بخش دے گا اور اگر تم گناہ ہی نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم پیدا کرے گا جو گناہ کرکے مغفرت چاہینگی اور اُنکی مغفرت کی جائے گی اور فرمایا کہ جنت مین وہ جائیگا جو اُسکی امید رکھے گا اور دوزخ سے وہ بچے گا جو اُس سے ڈریگا لہذا انسان کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ خدا کے ساتھ گمان نیک رکھے کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہون اگر وہ نیک گمان کرے گا تو اُس کا بدلہ اچھا پائیگا اور اگر برا گمان کریگا تو اُس کا وبال ہوگا اور دوسری حدیث قدسی مین آیا ہے کہ جناب باری فرماتا ہے کہ مین اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہون جب وہ مجھکو یاد کرتا ہے تو مین اُسکے ساتھ ہوتا ہون اگر وہ مجھکو اپنے دل مین یاد کرتا ہو تو مین بھی اُسکو اپنے دل مین یاد کرتا ہون اور اگر وہ مجھکو جماعت مین یاد کرتا ہے تو مین اُسکو ایسی جماعت مین یاد کرتا ہون کہ جو اُس کی جماعت سے کہین بہتر ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم مین سے جو کوئی مرے تو اُسکو اللہ کے ساتھ گمان نیک رکھنا چاہیئے کیونکہ ایک قوم اپنی بدگمانیون کی وجہ سے ہلاک ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے حق مین فرماتا ہے وَذٰلِکُمْ ظَنُّکُمُ الَّذِی ظَنَنْتُمْ بِرَبِّکُمْ اَرْدٰکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ[1] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نہایت سخت گناہ اللہ سے بدگمانی رکھنا ہے **نقل** ایک بار حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی آئی کہ میرے بندون سے کہدو کہ مین نے اُن کو اس لیے نہین پیدا کیا کہ اُن سے نفع اُٹھاؤن بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھ سے نفع اُٹھائین **نقل** یحییٰ معاذ رازی اکبار یہ آیت پڑھکر فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا[2] کہنے لگے کہ فرعون جو دعوی ربوبیت کرتا تھا اسکے ساتھ جب جناب باری کی نرمی ہے تو جو اُسکی بندگی کا اقرار کرتے ہین اُن کے ساتھ کیا کچھ نرمی نہوگی **نقل** مالک بن انس سے وقت انتقال لوگون نے پوچھا کہ کیا حال ہے کہنے لگے کہ مین کچھ نہین سمجھتا کہ مین تم سے کیا

[1] اور یہ وہی تمہارا خیال ہے جو رکھتے تھے اپنے رب کے حق مین اُس نے تم کو کھپایا پھر آج رہ گئے ٹوٹے مین ۱۲ منہ

[2] جیس کہو اس سے بات نرم ۱۲ منہ

کہتا ہوں لیکن تم لوگ عنقریب اللہ کی معافی کو اسقدر دیکھو گے جسکا حساب نہ کرسکو گے کسی نے ابو سہل زجاجی کو خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے کہنے لگے کہ ہم نے جو کچھ دنیا میں گمان کیا تھا اُس سے کہیں زیادہ آسانی یہاں پائی تم لوگوں کو چاہیے کہ اللہ کے ساتھ گمان نیک رکھو اور اپنے اخلاق کو پاکیزہ اعمال سے درست کرو **نقل** ابو سہل صعلوکی کو کسی نے بہت عمدہ حالت میں خواب میں دیکھا اُن سے پوچھا کہ تم نے یہ مرتبہ کس عمل کے بدولت پایا کہنے لگے کہ خدا سے نیک گمان کی بدولت اور اسکو دوبار کہا **نقل** ایک مجوسی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمان ہونا چاہا آپنے فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں تیری دعوت کروں وحی آئی کہ اے ابراہیم ایک لقمہ کھلانے پر یہ کنجوسی کیا اس کا دین لینا چاہتے ہو ہم ستر برس سے اُسکو باوجود اس کے کافر ہونے کے روزی دیتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً اُس مجوسی کے پیچھے دوڑے اور جلد پہونچے اور سارا قصہ بیان کیا وہ کہنے لگا ہاں میرا خدا ایسا ہی معاملہ کرتا ہے یہ کہکر مسلمان ہو گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گنا ہگاروں کی آہ مجھکو تسبیح کرنیوالوں کی آواز سے زیادہ پسند ہے لہذا بندہ کو چاہیے کہ باوجود امید رحمت الہی کے عمل میں کوشش کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا[۱] ولا یشرک بعبادة ربہ احدا یہاں پر اللہ تعالیٰ نے لفظ عمل کو توحید پر مقدم کیا اگرچہ عمل توحید سے رتبہ میں نیچے ہے تو امیدوار کی نظر اپنے عمل پر نہ پڑنا چاہیے بلکہ اللہ کے فضل اور رحم پر رہنا چاہیے تاکہ اُسکی جزا اور رجا اُس سے متعلق ہو نہ عمل سے کیونکہ مطیع بندہ سے قریب ہے اللہ تعالیٰ کی زیارت اُسکے احسان اور رحمت کی بدولت ہے کہ اُس نے بندہ کو اپنے قرب اور اطاعت کی توفیق دی اسی جگہ سے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا ولکن اللہ یزکی من یشاء جو اپنے عمل پر اعتماد کریگا وہ ایسی لغزش عظیم میں مبتلا ہوگا جسکی کوئی تدارک نہیں اللھم احفظنا من ذلک کذا فی جامع الاصول شیخ ابن عباد شاذلی شرح حکم میں لکھتے ہیں کہ علمائے ربانی کا قول ہے کہ جھوٹی رجا جسکے فریب میں خود بہت مبتلا ہو رہے ہیں کے سبب عمل سے باز رہنے یعنی گناہوں پر دلیر ہو جانے والی رجا درحقیقت [illegible] کا فریب

[۱] پھر جسکو امید ملنے کی ہو اپنے رب سے وہ کچھ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے [۲]

[۲] [illegible] ہو تم پاد ماکی [illegible] سے کوئی کبھی لیکن [illegible] سے [۳]

[۳] اے اللہ ہمکو اس سے محفوظ رکھ ایسا ہی جامع الاصول میں ہے [illegible]

اور دعوکا ہے حضرت معروف کرخی فرماتے تھے کہ بہشت کی طلب بغیر عمل کے گناہ ہے اور
شفاعت کی امید بلا سبب اور علاقہ بھی ایک قسم کا فریب ہے اور رحمت کی امید رکھنا اُس
شخص کو جو اطاعت نہ کرتا ہو یہ بھی حماقت اور جہل مرکب ہے حضرت خواجہ حسن بصری کہتے تھے کہ
ایک جماعت کو مغفرت کی آرزو نے باز رکھا یہانتک کہ وہ دنیا سے اُٹھ گئے اور اُن کی کوئی
نیکی نہ تھی اُن میں سے اگر کوئی کہے کہ میں اپنے پروردگار سے نیک گمان رکھتا ہوں اور وہی بخشنے
والا ہے تو یہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ اگر اس کا گمان نیک ہوتا تو عمل کرتا اور آپ کہا کرتے کہ اے اللہ کے
بندو تم ان واہیات آرزوؤں سے باز رہو اور احمقوں کے جنگل میں جسمیں وہ گر پڑتے ہیں نہ گرو
خدا کی قسم اللہ نے کسی بندہ کو اُسکی آرزوؤں کی خیر ہی نہ دی نہ دنیا میں نہ آخرت میں عمر بن مسعود
نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ کیا تو امید رکھتا ہے اپنی عمر کی درازی کی اور خدا سے خواہش
کرتا ہے بڑے کاموں میں مشغول ہونے کی ہوس رکھکر تو بالکل فضولیات میں مبتلا ہے اعاذنا اللہ منہ
کذا فی اشعۃ اللمعات سوال آپ سے پوچھا گیا کہ علم الیقین کیا ہے جواب فرمایا کہ اس سے
مراد ہے خبر اور معرفت میں جمع کرنا بطور نظر کے تو جب کسی چیز کا علم حاصل ہو اور قلب اُسکو معرفت
اور کشف سے قبول کرلے تو وہ علم یقینی ہے جامع الاصول میں ہے کہ یقین لغت میں اس علم
کو کہتے ہیں جسکے ساتھ شک نہو اور اصطلاح میں کسی شے کا اعتقاد کرنا کہ وہ ایسی ہے اور اس شے
کا سوا اس طرح کے دوسری طرح پر ہونا ناممکن ہے اور یہ اعتقاد مطابق واقع اور غیر ممکن الزوال ہو تو
پہلی قید جنس کے طور پر ہے کہ ظن کو بھی شامل ہے اور دوسری قید سے ظن نکل گیا اور تیسری قید
سے جہل مرکب نکل گیا اور چوتھی قید سے اعتقاد مقلد مصیب نکل گیا اور اہل حقیقت کی اصطلاح میں
یقین کے معنی ہیں غائب چیزوں کو اپنی صفائی دل سے دیکھنا نہ کسی حجت و دلیل سے اور بعضے
کہتے ہیں کہ اسرار کا ملاحظہ کرنا محافظت افکار کے ساتھ اور بعضے کہتے ہیں کہ یقین سے مراد ہے
اطمینان قلب کا حقیقت شے پر جیسے کہ جب حوض میں پانی ٹھہر جاتا ہے تو کہتے ہیں یقن الماء فی الحوض
اور اصول مقامات یقین کہ جن سے اور فروع پیدا ہوتے ہیں نو ہیں توبہ صبر شکر رجا خوف زہد
توکل محبت رضا علامہ فاسی کا قول ہے کہ حسب فی اللہ یہی ہے کہ جو اہل علم و صلاح و دین و زہد
کے ہے وہ بغض فی اللہ ظالمین مبتدعین فاسقین کے لیے اور باقی مقامات یقین خوف
و رجا و شکر و حیا و تسلیم و توکل و شوق و محبت ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
کسی امت کو یقین ایسا نہیں دیا گیا جیسا کہ میری امت کو اس حدیث کو حاکم نے حضرت ابن مسعود سے

روایت کیا ہے اور حق الیقین کہتے ہیں بندہ کا حق میں فنا ہونا علماً اور شہوداً
اور حالاً نہ فقط علماً مثلاً ہر عاقل موت کو علم یقین سے جانتا ہے تو جب ملائکہ موت کو دیکھے گا تو وہ عین الیقین
ہوگا اور جب موت کا ذائقہ چکھے گا وہ حق الیقین ہوگا اور بعضے کہتے ہیں علم الیقین ظاہر شریعت ہے
اور عین الیقین اخلاص شریعت اور حق الیقین مشاہدہ شریعت حضرت جنید فرماتے تھے کہ حق الیقین وہ
علم ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوتی اور بعضے کہتے ہیں کہ یقین شبہات اور معارضات زائل ہونے کو
کہتے ہیں بعض کے نزدیک یقین سے مراد مکاشفات ہیں شیخ ابو القاسم قشیری کا قول ہے کہ مکاشفات
حضرات صوفیہ کے نزدیک یہ ہیں کہ قلب پر کسی چیز کی یاد بلا شک و تردد غالب ہو جائے اور بعض
کے نزدیک مکاشفات وہ ہیں جسکو قریب قریب دیکھنے والا سونے اور جاگنے میں دیکھتا ہے اور
اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یقین کو تین طریقہ سے ذکر فرمایا ہے علم الیقین اور عین الیقین اور
حق الیقین اہل حقیقت کہتے ہیں کہ علم الیقین وہ ہے جو فکر و نظر سے حاصل ہو اور عین الیقین وہ ہے
جو عیاناً حاصل ہو اور حق الیقین وہ جو ان دونوں کے مجموعہ سے حاصل ہو اور بعضے کہتے ہیں کہ یقین کی
چھ قسمیں ہیں اسم و رسم و علم و یقین و حق و حقیقت تو اسم و رسم تو عوام مومنین کیلئے ہوتا ہے اور علم الیقین اولیا کیلئے
اور عین الیقین اولیاء کے لیے اور حق الیقین انبیاء علیہم السلام کے لیے اور حقیقۃ الیقین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے اور بعضے مشائخ نے یقین کو حالات سے قرار دیا ہے نہ مقامات سے اور یہ غیر کسبی کہا
ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ مقامات سے ہے جسکی ابتدا معرفت ہے پھر یقین پھر تصدیق پھر اخلاص پھر
شہادت پھر طاعت تو ان کے نزدیک مواجب میں سے اول معرفت ہے اور یقین کی نسبت
اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے وفی الارض آیات للموقنین[1] اور وبالآخرۃ ہم یوقنون[2]
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کفی بالموت واعظا وکفی بالیقین غنی وکفے
بالعبادۃ شغلاً[3] حضرت ذوالنون مصری فرماتے تھے کہ یقین کی تین علامتیں ہیں ایک میل جول لوگوں
سے کم رکھنا دوسرے لوگوں کی عطا پر تعریف نہ کرنا تیسرے اُن کی منع پر برائی نہ کرنا حضرت ابراہیم
خواص فرماتے تھے کہ میں ایکبار طلب اکل حلال میں مچھلی کا شکار کیا کرتا تھا میں نے آواز سنی
کہ اے ابراہیم کیا تجھے روزی اسی میں ملتی ہے کہ تو انھیں قتل کرتا ہے جو ہماری تسبیح کرتے ہیں
میں نے اُسی وقت شکار سے توبہ کی اور یہ بھی یقین کا بیان ہے کہ میں نے زمین میں ایک

---

[1] اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کیلئے ۔ منہ
[2] اور آخرت پر وہ لوگ یقین کرتے ہیں ۔ منہ
[3] کافی ہے موت نصیحت کرنے کو اور کافی ہے یقین مستغنی کرنے کو اور کافی ہے عبادت مشغول کرنے کو ۔ منہ

لڑکے کو دیکھا جو گورا چٹا تھا اس سے پوچھا کہ کہاں جاتا ہے اُس نے کہا کہ مکہ میں نے کہا بلا زاد راحلہ
اُس نے جواب دیا کہ ہاں اے ضعیف الیقین جو آسمان اور زمین کی حفاظت پر قادر ہے وہ کیا
اس پر قادر نہیں کہ بغیر زاد راہ مکہ پہونچا دے میں نے اُسے وہیں چھوڑا اور خود مکہ کی طرف چلا جب
وہاں پہونچا تو اُس سے ملاقات ہوئی اُس نے مجھ سے کہا کہ اے شیخ کیا تم ابھی اسی ضعیف یقین
پر ہو میں نے کہا نہیں اور علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین یہ سب علوم صوفیہ سے مراد ہیں تو
نہیں وہ علم ہے جس میں شک . نہوا اور یہ خداوند تعالیٰ کی صفت نہیں بڑی امام قشیری کا قول ہے کہ
علم الیقین وہ ہے جو بذریعہ دلیل کے معلوم ہو اور عین الیقین وہ جو بیان کرنے سے معلوم ہو اور حق الیقین
وہ جو صاف صاف ظاہر ہو اور علم الیقین عقلا کے لیے ہے اور عین الیقین علما کے لیے اور حق الیقین
عرفا کے لیے اور دراصل یہ کہ محاورات صوفیہ میں بعضا علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کا
استعمال مختلف معنوں میں آیا ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب دو سو ستر میں مکتوبات
کی جلد اول سے لکھتے ہیں کہ علم الیقین ذات حق سبحانہٗ تعالیٰ میں اُن آیات کے شہود سے مراد ہے
جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور اُن آیات کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں اور شہود
اور حضور ذاتی سوا سیر انفسی کے اور کسی میں متصور نہیں جو سالک کے نفس کے سوا اور کہیں ہیں
ہوتا اور جو کچھ فی الخارج مشاہدہ ہوتا ہے وہ سب از قبیل مشاہدہ آثار و دلائل ذات حق ہے نہ
مشاہدہ ذات حق حضرت خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے تھے کہ سیر دو طرح پر ہے ایک سیر مستطیل دوسری
سیر مستدیر سیر مستطیل کو بُعد در بُعد ہے اور سیر مستدیر قرب در قرب سیر مستطیل سے مراد سیر آفاقی ہے
اور سیر مستدیر سے مراد سیر انفسی ہے لہٰذا جو تجلیات صورتی اور مثالی با پردۂ انوار میں ہوتی ہیں
وہ علم الیقین میں داخل ہیں وہ کسی صورت میں ہوں یا کسی نور میں ظاہر ہوتی ہوں اور وہ نور رنگین ہو
یا بے رنگ متناہی ہو یا غیر متناہی اور محیط کائنات ہو یا نہو مولانا عبدالرحمٰن جامی شرح لمعات میں
اس شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں ؎

	اے دوست ترا بہر مکان می جستم		ہر دم خبرت از ین و آن می جستم	

کہ یہ شہود آفاقی ہے جو مفید علم الیقین ہے اور اس شہود سے مقصود کا پتہ نہیں ملتا نہ اس کا حضور
حاصل ہوتا ہے جو علامات نا استدلالات کے لا محالہ رنگ شہود میں دُھواں دیکھ حرارت ہی ہوگی
جو آگ کے وجود پر دلالت کرے گی تو یہ شہود دائرۂ علم سے نہیں نکلتا نہ سوائے علم الیقین کے

سلہ کیونکہ وہ بہت قریب ہے سے بعد قف ہے ۱۲ منہ

اور کوئی فائدہ دیتا اور نہ وجود سالک کا فنا کرنیوالا ہوتا ہے اور عین الیقین شہود حق سے مراد ہے
بعد اس کے کہ وہ معلوم علم یقینی تھا اور یہ شہود مستلزم فنا سالک ہے اور اس شہود کے غلبہ میں
اس کا تعین بالکلیہ گم ہوتا ہے جسکا اثر اُسکے شہود میں باقی نہیں رہتا بلکہ وہ اپنے شہود میں فانی اور
مستہلک ہوجاتا ہے اور اسی شہود کو حضرات صوفیہ ادراک بسیط اور معرفت سے تعبیر کرتے ہیں
اور یہی ادراک میں عوام و خواص شریک ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ خواص کو نفس شہود حق کا وہم
نہیں ہوتا بلکہ اُن کے شہود میں سواے خدا کے کوئی مشہود ہی نہیں رہتا اور عوام کو زعم ہوتا ہے
اسیواسطے وہ اس شہود کو غفلت کہتے ہیں اور ادراک ادراک کی خبر نہیں رکھتے اور عین الیقین علم الیقین
کا حجاب ہوتا ہے جیسے علم الیقین اُس کا حجاب ہے اور اس شہود کے وقت بالکل بہت از ذاتی
ہوتی ہے علم کی گنجائش وہاں نہیں ہوتی بعض بزرگوں کا قول ہے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب
ہے اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب اور اُس شخص کی علامت کہ جس نے حق معرفت پہچانا ہے
کہ وہ سر الٰہی پر مطلع ہو مگر اس کا علم نہ پاسکے وہی کامل المعرفت ہوگا یعنی اُس معرفت میں کہ جس کے
فوق کوئی معرفت نہیں اور بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ اللہ کا زیادہ پہچاننے والا وہ ہے جو سخت
متحیر ہو اور حق الیقین کہتے ہیں شہود حق سبحانہ تعالی کو بعد رفع حجاب اور منتہی الا متعین کے لیکن یہ
شہود حق بحق ہے ولا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ[1] اور یہ حالت بقا باللہ میں جو مقام بی یسمع و
بی یبصر کا ہے حاصل ہوتی ہے کیونکہ سالک کو بعد فنا مطلق کے جو فنا ذات و صفات سے مراد ہے
حق سبحانہ تعالی محض اپنی عنایت سے وجود عنایت کرتا ہے اور ساحت سکر اور بیخودی سے صحو
اور افاقت میں لاتا ہے ایسے ہی وجود کو وجود موہوب حقانی کہتے ہیں اس مقام میں علم اور عین
ایک دوسرے کے حجاب نہیں ہوتے عین شہود میں علم ہوتا ہے اور عین علم میں مشاہدہ اور یہی وہ
نہیں ہے کہ جسکو اس مقام پر عین حق پاتا ہے کیونکہ کوئی اثر اس کا اُسکے شہود میں نہیں رہتا اور
تجلیات صوریہ جو اپنی صورتوں کی تعینات کو حق پاتی ہیں وہ تعینات کونیہ ہیں جو فنا نہیں ہوتیں
فاین احدہما عن الآخر وما للتراب ورب الارباب[2] اگرچہ بظاہر عبارت سے عوام کو تجلی صوری
میں جس سے مراد خود کو حق پانا ہے حق الیقین میں اور حق الیقین میں خود کو حق پانا سے فرق نہیں معلوم ہوتا
لیکن فرق اتنا ہے کہ تجلی صوری میں حق کو اپنے میں دیکھتے ہیں اور اس مقام پر حق کو حق میں دیکھتے ہیں

[1] نہیں اُٹھا سکتے ہیں بادشاہ کی بخششوں کو مگر اسکی سواریاں ۲ منہ [2] کہاں ایک کو دوسری سے علیحدہ
ہوا اور خاک کو رب الارباب سے کیا نسبت ہے ۲ منہ

اور حق کو اپنے مین نہین دیکھ سکتے کہ خودی اور خدا دونون ایک دوسرے کے مغایر ہین جیسے حبِ دنیا
اور محبِ آخرت کہ ایک دوسرے کے خلاف ہین قال اللہ تعالیٰ کلا بل تحبون العاجلة وتذرون
الآخرة تو شہود کا اطلاق تجلی صوری مین مجازاً ہے کیونکہ حق کو سوا حق کے نہین دیکھ سکتے اور وہ مرتبہ
حق الیقین مین ہوتا ہے جسمین حقیقت شہود متحقق ہے اور بعضے شیوخ زمانہ چونکہ اس فرق کو نہین سمجھے
اور اُنھون نے تعین سے مراد تعین کونی ہی جانا اسوجہ سے اُنھون نے بزرگون پر اُن کے
حق الیقین کے معنی بیان کرنے مین اعتراض کیا اور یہ گمان کیا کہ حق الیقین تجلی صوری مین حاصل
ہوتا ہے جو اول قدم سلوک مین ہے اور ان بزرگون نے اس حق الیقین کی تفسیر اُس حق الیقین سے کی
جو انتہائی ہے تو یہ کیسے درست ہوگا بلکہ مطلب اُن کا یہ تھا کہ جو حق الیقین ہم کو انتہا مین حاصل ہونا چاہیے
تھا وہ تجلی صوری مین کہ جو ابتدائی ہے اسیوقت حاصل ہوگیا واللہ یھدی من یشاء الی صراط
مستقیم اور عین الیقین کی معرفت سے مراد وہ معرفت ہے جو آیات آفاقی مین نظر کرنے سے حاصل
ہوتی ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قل انظروا ماذا فی السموٰت والارض یعنی غور کرو غرائب
مصنوعات و عجائب مخلوقات مین جیسے آسمانون کی رفعت یا زمین کی بساطت اور اوپر پہاڑون کی
موجودگی اور دوران آفتاب و ماہتاب اور تعاقب شب و روز اور پیدایش دواب و اشجار یہ
معرفت استدلالی ہے بہ پردہ محسوسات تو یہ شہود و مغیبات کو مفید نہوگا اور حق الیقین کی معرفت
نفس سے ہوتی ہے اور نفس کی معرفت اُس اشراق نورانی سے جو کاشف شہود ہوتا ہے اور وہ
اشراق تصفیہ روح اور تزکیہ نفس سے مجاہدات کے ذریعہ سے ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اور یہی تلطیف سر سے بذریعہ اذکار کے
ہوتا ہے جو موصل حق کی طرف ہوتے ہین تاکہ روح اُن مجاہدات و اذکار سے نزول ارتقات
الٰہیہ و نفحات و نظرات نوازش کے لیے مستعد ہوجائے اور اُنھین کے سبب سے دلون سے شکوک
دفع ہوجاتا اور سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب
تو معرفت سیاست نفس موصل ہے معرفت رب کی طرف حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے
کہ ورع اور ذکر اختیار کرو اگر مقامات طریقت جلد طے کرنا چاہتے ہو اور تو رضع اختیار کرو اگر عالی مرتبہ

سلہ اللہ فرماتا ہے کہ ہرگز نہین بلکہ تم لوگ پسند کرتے ہو جلد کی چیز کو اور چھوڑ دیتے ہو آخرت کو ۱۲ منہ سلہ اور اللہ ہدایت
کرتا ہے جسکو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ۱۲ منہ سلہ اور جن لوگون نے محنت کی ہمارے واسطے ہم دکھا دینگے اُن کو
اپنی راہین ۱۲ منہ سلہ خبردار ہو کہ اللہ کی یاد سے دلون مین اطمینان آتا ہے ۱۲ منہ

ہونا چاہتے ہو سوال آپ سے پوچھا گیا کہ موافقت کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ موافقت کہتے
ہیں دل کا خدا کے حکم کے موافق ہونا بلا عجز بشریت کے تو اس صورت میں بندہ کا ارادہ اٹھ جاتا
ہے اور صرف ارادہ حق رہ جاتا ہے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ دعا کیا چیز ہے جواب فرمایا
کہ دعا کے تین درجہ ہیں تصریح اور تعریض اور اشارہ تصریح وہ ہے جو بولنے میں آئے اور تعریض
وہ ہے جو دعا کے اندر مضمر ہو اور اشارہ وہ ہے جو قول میں مخفی ہو اور اسی تعریض کی طرف اشارہ
ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ لا تکلنا الی انفسنا طرفۃ عین یعنی اے
اللہ مجھ کو میرے نفس کے ایک لحظہ سپرد نہ کر اور اشارہ کی طرف اشارہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے اس ارشاد سے کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی یعنی اے رب مجھکو دکھا دے کہ تو مردوں کو کیسے
جلاتا ہے اس قول سے اشارہ ہے رویت کی طرف اور تصریح کی طرف اشارہ ہے حضرت موسی علیہ السلام کے ارشاد سے کہ
ارنی انظر الیک یعنی اے رب مجھے دکھلا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں دعا کے معنی لغت میں ندا اور
حاجت چاہنے ہیں مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے کہ کسی چیز کو آواز کرنے کو بھی دعا کہتے ہیں
جیسے کہتے ہیں دعوت فلانا استعنتہ یعنی فلاں کو میں نے مدد لینے کے لیے بلایا کہتے ہیں
دعوت فلانا سألتہ یعنی فلانے کو میں نے بلایا تاکہ اس سے کچھ مانگوں سبل السلام میں ہے کہ
دعا کے معنی ہیں اللہ کا یاد کرنا اور حق تعالیٰ ہی نے اپنے بندوں کو دعا مانگنے کا حکم دیا ہے ادعونی
استجب لکم یعنی تم مجھ سے حاجت مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا اور خود حق تعالیٰ نے ارشاد
فرمایا کہ میں قریب ہوں اپنے بندوں سے اور دعا کا قبول کرنے والا کہ واذا سألک عبادی عنی فانی
قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان دعا سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کے نزدیک مکرم نہیں جیسے کہ
امام بخاری نے ادب المفرد کے باب فضل الدعا میں ابی ہریرہ سے روایت کی اور ترمذی نے
بھی اسکو ابی ہریرہ سے مرفوعا روایت کیا اور ابن حبان اور حاکم نے اسکی تصحیح کی اور دعا عبادت
ہے جیسا کہ اسی باب ادب المفرد میں ابی ہریرہ سے مروی ہے ابوداؤد و ترمذی نے بھی بہ تصحیح و
نسائی اور ابن ماجہ اور احمد نے نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے تھے کہ بیشک دعا عبادت ہے اس واسطے کہ بندہ دعا میں حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور
غیر حق سے اعراض کرتا ہے اور سوائے خدا کے کسی سے ناامید رکھتا ہے ڈرتا ہے اور دعا میں
اخلاص اور حمد و شکر ہوتا ہے اور سوال اور توحید اور رغبت و مناجات اور تضرع و تذلل و استغاثہ

سلسلہ اور جب کہ مت میرے شنوں کو چھینچ ہوں ایک مرتبہ قبول کرتے ہو تو مگر تو نہیں کی اور ... کردو ...

واستغناء پھر حضرت نے دعا کے عبادت ہونے کی دلیل میں یہ آیت پڑھی قال ربکم ادعونی
استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین تو عبادت سے
مراد یہاں دعا ہے اور چونکہ دعا نہ کرنے کی یہ وعید ارشاد ہوئی ہے کہ سیدخلون جہنم داخرین
تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا واجب ہے حالانکہ دعا واجب نہیں بلکہ مباح ہے یا مستحب اور
وعید بوجہ استکبار کے ہے اور ترمذی کی روایت حضرت انس سے ہے اور ابوداؤد نے
بھی اسکو اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ الدعاء مخ العبادۃ یعنی دعا مغز اور خلاصہ عبادت ہے
اس لیے کہ حقیقت اور خلاصہ عبادت خضوع اور تذلل ہے اور وہ دعا میں بالکل واتم وجہ حاصل
ہے سبل السلام میں ہے کہ دعا دو وجہ سے مغز ہے ایک تو اس وجہ سے کہ خدا کے حکم کی تعمیل ہے دوسرے
اس وجہ سے کہ دعا کرنیوالا سمجھتا ہے کہ کل حاجتوں کی روائی خدا ہی کی طرف سے ہے تو ماسوا اللہ
سے منقطع ہو کر تنہا اللہ ہی سے حاجتوں کو مانگنا چاہیے اور عبادت سے خداوند عالم کی مراد بھی یہی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ اُس شخص پر غصہ ہوتا ہے جو دعا نہیں کرتا اسکو امام
بخاری نے ادب المفرد میں ابوہریرہ کی حدیث سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اُس سے سوال کیا جائے اسکو ترمذی نے حضرت
ابن مسعود کی حدیث سے مرفوعاً روایت کیا اور احادیث دعا پر ترغیب کے بارہ میں بہت سی آئی
ہیں اور چونکہ دعا حقیقت عبودیت اور غنا پروردگار کے اقرار اور بندہ کی احتیاج اور خدا کی قدرت
اور بندہ کی عاجزی اور اللہ کے علم کے احاطہ پر شامل ہے اور دعا سے بندہ کا قرب بھی خدا کے ساتھ
بڑھتا ہے اور خدا کے حق کا اقرار بھی ہے ان سب وجوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر
رغبت دلائی علاوہ اسکے خداوند عالم نے اپنے بندوں کو خود دعا کی تعلیم فرمائی ہے کہ ربنا لا
تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا
ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین
اور اپنے رسولوں کی دعاؤں کی ہم کو خبر دی جیسے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ رب انی

ف۱ اور کہتا ہے تمہارا رب مجھکو پکارو کہ میں تمہاری دعا قبول کروں بیشک جو لوگ بڑائی کرتے ہیں میری بندگی سے اب وہ دوزخ میں
ذلیل ہو کر پیٹھیں گے ۱۲ منہ ف۲ اے رب ہمارے نہ مواخذہ کر ہم سے اگر ہم بھولیں یا خطا کریں اور اے رب ہمارے ہم پر نہ رکھ بھاری
بوجھ جیسا کہ تو نے ہم سے پہلے والوں پر رکھا تھا اور اے رب ہمارے نہ اٹھوا ہم سے جسکی طاقت نہیں اور ہم سے درگزر کر اور ہمکو بخش
اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مالک ہے تو مدد کر ہماری قوم کافرین پر ۱۲ منہ ف۳ اے رب مجھکو پڑی ہے تکلیف اور تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے ۱۲ منہ

مسنی الضر وانت ارحم الراحمین یا حضرت ذکریا علیہ السلام نے فرمایا ربّ لا تذرنی فردا
وانت خیر الوارثین یا ھب لی من لدنک ولیا یا حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام نے فرمایا
ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین یا حضرت یوسف علیہ السلام نے
فرمایا ربّ قد اتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث فاطر السموات والارض
انت ولی فی الدنیا والاخرہ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین یا حضرت یونس علیہ السلام نے
فرمایا لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں متعدد
مختلفہ میں دشمنوں وغیرہ کی ملاقات کے وقت اور صبح اور شام اور نمازوں وغیرہ میں مشہور ہیں اور سب
اپنے مقامات پر مرقوم ہیں اب اس میں اختلاف ہے کہ دعا افضل ہے یا سکوت و رضا بعضوں کا قول
ہے کہ دعا افضل ہے اس لیے کہ دعا فی نفسہ خود عبادت ہے اور عبادت کا کرنا نہ کرنے سے اولی
ہے کیونکہ دعا خدا کا حق ہے اگر قبول نہ ہوئی اور بندہ اپنے حظ نفس پر نہ پہونچا تو پروردگار کے حق پر
تو اُس نے قیام کیا کیونکہ فاقہ عبودیت اس نے ظاہر کر دیا اور دعا میں بھی یہی اظہار ہوتا ہے اسواسطے
اللہ تعالی نے اُن لوگوں کی مذمت فرمائی ہے کہ جو دعا نہیں کرتے اور فرمایا کہ ویقبضون ایدیھم
اور بعضے کہتے ہیں کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ ہماری طرف اپنے ہاتھوں کو نہیں پھیلاتے مانگنے کے لیے
ابو حازم کہتے تھے کہ دعا سے محرومی مجھ پر اُسکی قبولیت کی محرومی سے زیادہ سخت ہے اور ایک گروہ کے
نزدیک سکوت اور خمود جریان حکم میں تمام اور اکمل ہے اور جو کچھ اختیار باری نے دیا اس پر رضا اولی اور افضل
واسطی کا قول ہے کہ اُس چیز کا اختیار کرنا جو ازل میں ہو چکی بہتر ہے وقتی معارضہ سے اور حدیث
میں ہے کہ جس شخص کو میری یاد دعا سے منع کرے تو میں اُسکو اس سے بہتر دوں کا جو مانگنے والوں کو دیتا
ہوں اور ایک جماعت کا قول ہے کہ بندہ وہ ہے جسکی زبان داعی اور دل راضی ہو تاکہ دونوں
حال کا جامع ہو ابو القاسم قشیری کا قول ہے کہ اوقات و حالات مختلف ہیں بعض وقتوں میں
دعا سکوت سے بہتر ہے اور وہی ادب ہے اور بعضے اوقات میں سکوت دعا سے افضل ہے اور وہ
بھی ادب ہے اور ان دونوں میں اشارہ فاصل یہ ہے کہ جس وقت سالک اپنے دل میں دعا کی طرف

سلہ اے رب مجھ کو اکیلا مت چھوڑ اور تو ہی سب سے بہتر وارث ہے ۔ سلہ مجھ کو اپنے پاس سے ایک مددگار دے ۔ سلہ
اے رب ہمارے ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور رحم نہ کریگا تو ہم ہو جاویں گے ٹوٹے والوں میں ۔ سلہ اے رب تو نے مجھ کو
حکومت دی اور سکھائی مجھ کو باتوں کی تاویل اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے تو میرا کارساز ہے دنیا و آخرت میں مجھ کو وفات دے مسلمان
اور ملا مجھ کو نیک بختوں سے ۔ سلہ کوئی حاکم نہیں سوا تیرے تو پاک ہے میں تھا ظالموں سے

اشارہ پائے تو وہ دعا کا وقت سمجھے اور جب نہ دعا کرنے کا اشارہ پائے تو وہ دعا نہ کرنے کا وقت
سمجھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب اپنے دل مین قبض وبسط کی کیفیت پائے تو اگر دعا کو بسط کا موجب
پائے تو دعا کرے اور اگر قبض کا باعث پائے تو سکوت کرے اور اگر قبض وبسط کچھ بھی نہو تو غور
کرے اگر علم ومعرفت اُسوقت برابر معلوم ہو تو سکوت بہتر ہے اور اگر علم غالب پاے تو دعا
کرے اور اگر معرفت غالب دیکھے تو سکوت اور سکون کو ترجیح دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس چیز
مین بندون کا حصہ ہو یا خدا کا حق تو دعا کرنا اسمین اولی ہے اور جسمین دعا مانگنے والیکا حظ نفس ہو
تو اس سے سکوت بہتر ہے اور حدیث مین ہے کہ بندہ اللہ سے جب دعا مانگتا ہے اور اللہ تعالی
اُسکے مانگنے کو پسند کرتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے جبرئیل اسکی حاجت روائی مین تاخیر کرو کہ مین اُس
شخص کی آواز سننا پسند کرتا ہون اور اگر دعا کرنے والے کی آواز کو ناپسند کرتا ہے تو فرماتا ہے کہ
اے جبرئیل اسکی حاجت روا کرو مین اس کی آواز سننا پسند نہین کرتا **نقل** لیث سے مروی ہے
کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے عقبہ بن نافع کو ایکبار اندھا دیکھا پھر بینا مین نے پوچھا کہ یہ تمھاری بینائی
کیسے پلٹ آئی کہنے لگے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ کہو یا قریب یا مجیب
یا سمیع الدعا یا لطیفا لما یشاء رد علی بصری چنانچہ مین نے اس دعا کو پڑھا بینائی واپس ہو گئی محمد
بن خزیمہ کہتے تھے کہ جب امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مین اسکندریہ مین تھا مجھکو اُن کے
انتقال کا بہت صدمہ ہوا مین نے اُن کو خواب مین دیکھا تو پوچھا کہ اللہ نے آپکے ساتھ کیا معاملہ کیا
اُنھون نے کہا کہ میری مغفرت ہو گئی اور مجھے تاج عطا ہوا اور سونے کے دو جوتے پہنائے
گئے اور فرمایا کہ اے احمد یہ تمھارے اُس قول کی بدولت ہے کہ جو تم نے کہا تھا کہ قرآن میرا کلام ہے
پھر فرمایا کہ مجھے دعا مانگو اس طریقہ سے جو تم کو سفیان ثوری سے پہنچی ہے اور تم وہ دعا دنیا مین
بھی پڑھا کرتے تھے تب مین نے کہا کہ اے خداوند عالم ہر چیز تیری قدرت سے ہے تو مجھکو ہر چیز
بخشدے اور کسی چیز سے نہ پوچھ اُسکے بعد ارشاد ہوا کہ اے احمد یہ جنت ہے اسمین جاؤ **لطیفہ**
کہتے ہین کہ یہ دعا گم شدہ کے واسطے مجرب ہے یا جامع الناس لیوم لا ریب فیہ اجمع علی
ضالتی حضرت خضر علیہ السلام نے ایک شخص کو ہر درد کے دفعیہ کے لیے یہ دعا اسطرح تعلیم فرمائی
کہ اپنا ہاتھ موضع درد پر رکھ کر کہے و بالحق انزلناہ و بالحق نزل چنانچہ اُس شخص نے ایسا ہی کیا

ف وہ قریب اور مجیب اور دعا کے سننے والے دعا کے اور اوس پر اس چیز کے جسکو چاہتا ہے مجھکو میری بینائی پھیر دے ۱۲ منہ **ف** اے جمع کرنیوالے
لوگون کے اس دن کیلیے جسمین کوئی شک نہین جمع کر دے مجھ پر میری کھوئی ہوئی چیز کو ۱۲ منہ **ف** اور سچ کے ساتھ ہمنے اسکو اتارا اور سچ کیساتھ اترا ۱۲ منہ

فی الفور اچھا ہوگیا اور مجرب دعاؤں میں سے یہ دعا بھی ہے یا مُسَبِّب کل سبب و مامول من
طلب یا دلیل ما ذہب چنانچہ ایک بدوی کا اونٹ مرگیا تھا اس نے یہ دعا پڑھی اللہ تعالیٰ
نے اُسکو زندہ کرکے واپس دیا کتانی کہتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین
دیکھا تو عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائین کہ میرا دل نہ مرے آپنے فرمایا کہ ہر روز چالیس بار یہ دعا
پڑھ لیا کرو یا حی یا قیوم لا الہ الا انت نقل ایک جوان کعبہ کے پردون سے لگا کہہ رہا تھا کہ
الٰہی لا شریک لک فیوتی ولا وزیر لک فیرشی ان اطعتک فبفضلک ولک الحمد وان
عصیتک فبجھلی ولک الحجۃ علی فباثبات حجتک علی وانقطاع حجتی لدیک الا غفرت لی اس نے
سُنا کہ ہاتف کہتا ہے کہ یہ شخص دوزخ سے آزاد ہے اور اوعیہ مہمہ او رمناجات عظیمہ سے ہے کہ
یا ودود یا ودود یا ذا العرش المجید یا مبدئ یا معید یا فعال لما یرید اسئلک بنور وجہک
الذی ملأ ارکان عرشک واسئلک بقدرتک التی قدرت بہا علی خلقک وبرحمتک
التی وسعت کل شئ لا الہ الا انت یا مغیث اغثنی یا مغیث اغثنی تو جو شخص کسی
شدت یا مصیبت مین یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ اُسکی حاجت روا کرے گا اور اسکی اعانت فرمائے گا
بعضے کہتے ہین کہ دعا گنہگارون کے لیے سیڑھی ہے اور بعضون کا قول ہے کہ گنہگارون کی
آنسو ہین اور بعضے کہتے ہین کہ دعا اشتیاق حبیب کے لیے زبان ہے اور بعضے کہتے ہین
کہ دعا باعث حضور ہوتی ہے اور عطا باعث سرت اور دروازے پر کھڑے رہنا زیادہ اچھا ہے
اس سے کہ ثواب لیکر واپس آئے صالح مری کہتے تھے کہ جو ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو دروازہ
اُسکے لیے کھلتا ضرور ہے حضرت رابعہ نے ان سے فرمایا کہ دروازہ بند کب کیا گیا تھا جو کھولا جائیگا
انھون نے کہا سچ کہتی ہو بوڑھا جاہل ہوگیا ہے اور عورت عالمہ ہے بعض لوگون نے ایک شخص

سلہ اے سبب ہر سبب کے اور مقصود ہر طلب کے چھوڑ کے مجھ وہ چیز جو کھوئی ہے ۱۲ منہ سلہ [illegible]
نہین سوا تیرے ۱۲ منہ سلہ اے معبود تیرا کوئی شریک نہین جو ساتھ آئے [illegible] پس اگر تیری اطاعت کی تو تیرے فضل سے کی اور تیرا شکر ہے اور اگر تیری نافرمانی کی تو اپنے جہل سے کی [illegible]
مجھ پر حجت ہے تو بوجہ تیری دلیل کے مجھ پر ثبوت کے اور میری دلیل کے منقطع ہونے کے تو میری مغفرت کر سلہ اے
دوست رکھنے والے [illegible] اے عرش بزرگ کے [illegible]
موافق کرنے والے مین تجھ سے سوال کرتا ہون بوجہ [illegible]
کرتا ہون تیری اس قدرت سے کہ جس سے تو مخلوق پر قادر ہے [illegible]
کوئی معبود سوا تیرے نہین ہے [illegible]

کہا کہ میرے لیے دعا کرو اُس نے کہا کہ یہ بڑی اجنبیت ہے کہ تجھ مین اور اُس مین کوئی واسطہ
ہو اور دعا کے شرائط سے یہ ہے کہ دعا کے پہلے توبہ کرے اور ظلم کرنا چھوڑ دے اور اکل
حلال و صدق مقال اختیار کرے اور ہمت سے حق کی طرف متوجہ ہو اور آداب دعا اور مواقع
اجابت دعا یہ سب اور کتابون مین لکھے ہین ان سب کے ذکر کی یہان ضرورت نہین امام بخاری نے
ادب المفرد مین باب رفع الایدی فی الدعا مین حضرت صدیقہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھین کہ مین نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھاے اور دعا مانگتے دیکھا اور یہ فرماتے کہ مین بشر ہون مجھپر عذاب
نہ کیجیو اگر مین نے مسلمانون مین سے کسی مسلمان کو ستایا یا گالی دی ہو مجھپر عذاب نہ کیجیو اور ابی ہریرہ سے
روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ طفیل بن عمر دوسی حضرت کے حضور مین آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
قبیلہ دوس نے نافرمانی اور انکار کی تو آپ اللہ سے اُن کے لیے دعا کیجیے آپ قبلہ رو ہو بیٹھے
اور ہاتھ اٹھاے لوگون کو خیال ہوا کہ آپ اُس قبیلہ کے لیے بد دعا فرماتے ہین پھر آپنے فرمایا کہ اے اللہ
دوس کو ہدایت فرما اور اُسکی قوم کو بھی اُسکے ساتھ حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک سال پانی
نہین برسا جمعہ کے دن بعضے مسلمانون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑے ہو کر عرض
کیا کہ یا رسول اللہ پانی نہین برسا زمین سوکھ گئی سب مال ہلاک ہو گیا آپ نے دعا کے لیے ہاتھ
اُٹھاے اُسوقت کہین آسمان پر ابر کا نام بھی نہین تھا آپ نے دونون ہاتھ اسقدر پھیلائے کہ
آپ کی بغلون کی سفیدی دکھائی دینے لگی اور اسی ہیئت سے پانی کے لیے دعا مانگنے لگے لوگ
نماز پڑھ رہے تھے کہ پانی اس شدت سے برسنا شروع ہوا کہ ایک جوان آدمی کو کہ جسکا مسجد نبوی
کے قریب گھر تھا اپنے گھر جانا دشوار ہو گیا اور ویسی بارش آٹھ دن تک رہی پھر دوسرے جمعہ کو
اُس شخص نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے گھر گرے پڑتے ہین اور آنے جانے سے سواریان
رُک گئی ہین لوگون کی یہ بےصبری دیکھکر آپ کو ہنسی آگئی تب پھر آپنے دعا کی کہ اللہم حوالینا ولا علینا
یعنے اے اللہ ہمارے گردو پیش برسے ہمپر نہ برسے اُسیوقت مدینہ طیبہ سے پانی کھل گیا اور اردگرد برستا
رہا بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ اور بیہقی نے دعوات کبیر مین حضرت
سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے
کہ بیشک تمہارا پروردگار سخی اور شرمیلا ہے اپنے بندے سے شرم رکھتا ہے کہ وہ اُسکی طرف
ہاتھ اٹھاے اور وہ اُن ہاتھون کو خالی پھیر دے اس حدیث مین دلیل ہے دعا مین ہاتھون کے
اٹھانے کی مستحب ہونے کی اور اور حدیثین بھی اس بارہ مین بہت سی آئی ہین علامہ سیوطی نے

ایک مستقل رسالہ چالیس حدیثون سے زائد کا اس باب مین جمع کیا ہے اور یہ جو حضرت انس کی حدیث
مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعا مین ہاتھ نہین اُٹھاتے تھے سوا استسقا کے تو
اس سے مراد اُٹھانے مین مبالغہ ہے کہ اسقدر ہاتھون کو پھیلانا چاہیے کہ بغل کی سفیدی
دکھائی دے یہ سوا ے استسقا کے آپ نے اور مقامات مین نہین کیا اور دعا مین ہاتھون کے
اُٹھانے کے بارہ مین حافظ منذری نے ایک خاص رسالہ تالیف کیا ہے اور ابوداؤد وغیرہ نے
حضرت عباس کی حدیث سے نقل کیا کہ مسئلہ یہ ہے کہ دونون ہاتھ کندھے تک اُٹھانا چاہیئے اور
استغفار یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرے اور ابتہال یہ ہے کہ پورا ہاتھ بڑھاے مگر یہ سو نت
ہے دونون ہاتھون کے مسح کے بارہ مین آنحضرت کی یہ حدیث کافی ہے کہ جو حضرت عمر رضی
عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسوقت دونون ہاتھ دعا مین اُٹھاتے
تھے تو اُن کو واپس نہین لاتے تھے تاوقتیکہ روے مبارک پر نہین پھیر لیتے تھے اور یہ آداب
دعا سے ہے کہ دعا کے بعد ہاتھون کو مُنھ پر پھیرے گویا یہ تفاول حصول مدعا کے لیے ہے
سبل السلام مین اسکی توجیہ یہ لکھی ہے کہ مسح کی مناسبت دعا کے ساتھ یہ ہے کہ چونکہ حق تعالے
ہاتھون کو خالی نہین پھیرتا ہے تو گویا اللہ کی رحمت ہاتھون مین پہونچ جاتی ہے لہذا ان کا مُنھ پر
پھیر لینا مناسب ہے کیونکہ مُنھ اشرف اعضا اور تکریم کے لائق ہے اور نیز اس حدیث مین دعا
سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھون سے مُنھ پر مسح کر لینے کی مشروعیت پر دلیل ہے اور اس حدیث
کو ترمذی نے باب رفع الایدی عند الدعا مین بھی روایت کیا ہے اور ملا علی قاری مرقاۃ مین لکھتے
ہین کہ ابن الملک کہتے تھے کہ ہاتھون کا دعا کے بعد مُنھ پر پھیر لینا فال لینے کے طور پر ہے کہ گویا
دونون ہاتھ آسمانی برکتون اور خداوندی روشنیون سے بھرے تھے لہذا وہ برکتین اور روشنیان
مُنھ پر پہونچالی جائین اور اس حدیث کے شواہد ہین از انجملہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث
ہے ابوداؤد کی روایت مین اس لفظ سے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ جب دعا سے فارغ ہو تو
اپنے ہاتھون کی ہتھیلیون کو اپنے مُنھ پر مل لو انوار اجابت سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے
اور ہاتھون کا مُنھ پر پہونچانا اولی ہے کہ مُنھ اشرف اعضا اور اقرب ہے اور اسی قبیل سے سائب
بن یزید کی حدیث اپنے والد کی روایت سے ہے بیہقی کے دعوات کبیر مین ان الفاظ سے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تھے تو دونون ہاتھون کو اٹھاتے تھے اور اُن سے
روے مبارک کو مسح کرتے تھے شیخ عبدالحق محدث ترجمہ مشکوۃ مین لکھتے ہین کہ مسح دونون ہاتھون سے

اُس صورت مین تھا کہ جب آپ ہاتھ اُٹھاتے تھے اور جب نہین اُٹھاتے تھے تو مسح نہین فرماتے تھے اور ہاتھون کا اُٹھانا آداب دعا سے ہے اور مجموعہ ان شواہد کا مقتضی اسکو ہے کہ یہ حدیث حسن ہو کیونکہ حدیث حسن حجت ہے انتہی عن بلوغ المرام و شرح اب رہا یہ امر کہ بہت سے عابد اور نیک بندے گڑگڑا کر دعا مانگتے ہین اور وہ قبول نہین ہوتی اسکی کیا وجہ ہے اس کا جواب حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ من اصداالحی القیوم سے نے خوب ارشاد فرمایا ہے کہ ؎

پس دعاہا کان زیانست و ہلاک	وز کرم می نشنود یزدان پاک
مصلح است و مصلحت را داند او	کان دعا را باز میگرداند او
وان دعا گو بندہ شاکی می شود	می برد ظن بد و بد می برد
می نداند کو بلاے خویش خواست	وز کرم آن حق بود نادرد راست

یعنی بہت دعائین باعث نقصان و بلاکی انسان ہوتی ہین اور وہ اُنکی مضرت سے واقف نہین ہوتا تو حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ایسی دعاؤن کو قبول ہی نہین کرتا کیونکہ وہ عالم کا مصلح ہے اور ہر ایک مصلحت کو خوب جانتا ہے لہذا بوجہ مصلحت انسان کے ایسی دعائین جو اس کے حق مین مضر ہین قبول نہین فرماتا اگرچہ انسان اپنی نادانی سے اسکی شکایت کرتا ہے اور اللہ کی طرف بدگمانی اور بے انصافی اور بے التفاتی منسوب کرتا ہے تو یہ بندہ کے حق مین بُرا ہے کہ کفران نعمت سے اور بدلالت داب عبودیت وہ یہ نہین سمجھتا کہ وہ اپنے لیے ایک بلا مانگ رہا ہے اور اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم سے اُسکی دعا قبول نہ فرماکے اُسے بلا سے بچاتا ہے واقعی ظاہر ہی کہ ہر شخص اپنے فائدے کے واسطے دعا مانگتا ہے نہ نقصان کے لیے تو جس دعا کے قبول کرنے مین بندہ کا فائدہ ہوتا ہے اُسکو اللہ تعالیٰ قبول کرلیتا ہے اور جسمین نقصان ہوتا ہے اُسے قبول نہین فرماتا تو گویا قبول نہ کرنا عین قبول کرنا ہے کیونکہ جو دعا کی علت غائی ہے یعنی فائدہ دعا کے نہ قبول ہونے مین ہے مگر اس جواب سے یہ خدشہ بھی دل مین گذرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر و توانا ہے یہ امر اسکے امکان سے باہر نہین ہے کہ دعا بھی قبول ہو اور اُس کا کوئی نقصان بھی ہم پر عاید نہو اس کو یون دفع کردینا چاہیے کہ سب دعائین قبول ہوتی ہین مگر اُن کی بُرائی دفع کرکے بھلائی قائم رکھی جاتی ہے اسیوجہ سے حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو شخص دُعا کرتا ہے وہ تین حال سے خالی نہین رہتا یا فوراً اسکو کچھ ملجاتا ہے یا آئندہ کچھ ملتا ہے یا اس کا کوئی گناہ معاف کردیا جاتا ہے اور دعا کا نتیجہ سائل کے حسب دلخواہ ہوتا ہے کیونکہ اُسکا دل نفع کا خواہان

ہوتا ہے نہ نقصان کا اُسکے بعد یہ خدشہ ہوتا ہے کہ دعا کے مضر ہونے کا علم ہمکو کیون نہین ہوتا ہے
کہ رفع اضطراب اور تسکین خاطر ہو اس خدشہ کے دفع کے واسطے حضرت مولانا قدس سرہ نے
اُس سونے والی کی حکایت بیان فرمائی ہے جسکے منہ مین سانپ گھس گیا تھا اور ایک عقلمند نے
اُسکو بچایا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر کرنا بھی سائل کے حق مین مضر ہوتا ہے لہذا ظاہر نہین کیا جاتا

والحمد للہ علی کل حال سوال آپ سے پوچھا گیا کہ حیا کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ حیا سے مراد
ہے شرم کرنا بندہ کا اس امر سے کہ وہ خدا کا نام زبان پر لاوے اور اُس کا حق ادا نہ کرے اور یہ کہ حق
کی طرف متوجہ ہو اس چیز سے کہ جسکو نہین جانتا کہ یہ چیز اُسکے لائق ہے یا نہین اور یہ کہ گناہونکو
حیا چھوڑ دے نہ خوف اور عبادت کرے قصور کے اقرار کے ساتھ اور یہ یقین رکھے کہ حق تعالی
اُسکے دلی خطرات پر اور دل پر ناظر ہے اور اس سے شرم کرے اور کبھی حیا اُن حجابات کے
اُٹھ جانے سے پیدا ہوتی ہے جو قلب اور رب کے درمیان ہوتے ہین لفظ حیا کے معنی
لغت مین شرم رکھنے کے ہین اور اس سے مراد وہ تغیر اور شکستگی ہے کہ جو انسان کو اس چیز کے
خوف سے لاحق ہوتی ہے کہ جسکے تعلق وہ سمجھتا ہے کہ میرے لوگ سنتے مذمت کرینگے اور شریعت
مین حیا ایک خلق ہے جو انسان کے گناہ سے بچنے کی باعث اور اُسکو ہر ذی حق کے حق مین
قصور کرنے سے مانع ہوتی ہے اور حیا اگرچہ طبعی چیز ہے لیکن استعمال شرعی مین کتاب اور علم اور
نیت کی محتاج ہے اسی واسطے حدیث مین آیا ہے کہ الحیاء شعبة من الایمان یعنی حیا ایک
شعبہ ایمانی ہے یعنے جتنی زیادہ حیا ہو وہ بہتر ہے اور حیا کے ایمان سے ہونیکا مطلب یہ ہے
کہ حیادار اپنی حیا کی وجہ سے گناہون سے منقطع ہو جاتا ہے تو گویا حیا اس شخص اور اس کے
گناہون کے مابین مثل ایمان کے ہوئی اور قتیبی کا قول ہے کہ حیا گناہ کرنے سے مانع ہوتی ہے
جیسے ایمان گناہون سے مانع ہوتا ہے اسیواسطے حیا ایمان کہلائی اور حیا ادب سے ہے نیز حضرت

سے عمران بن حصین کی مروی حدیث مین آیا ہے کہ الحیاء خیر کلہ او قال الحیاء کلہ خیر متفق علیہ
یعنی حیا بالکل نیکی ہے اور اس سے نیکی ہی ہوتی ہے اب اگر کوئی کہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ
حیا صاحب حیا کو انکار منکر سے مانع اور بعض اوقات مین خلل حقوق کا باعث ہوتی ہے تو
عموما یہ قول صادق نہوا کہ حیا نیکی ہی بات لاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث مین یہ
سے مراد حیاء شرعی ہے اور جو حیا کہ منشا ترک حقوق کا باعث ہوتی ہے وہ حیاے شرعی
نہین ہے بلکہ عجز اور خوف ہے اُسپر حیا کا اطلاق حیاے شرعی کی مشابہت کی وجہ سے

دوسرا جواب یہ ہے کہ جسکی عادت حیا کی ہوتی ہے اسپر خیر غالب ہوتی ہے یا یہ کہ جنمین حیا جبلی ہوتی ہے انمین
خیر بھی ذاتی ہوتی ہے اور بعض حالات مین آئین کی چونا یہ اُسکے منافی نہین حضرت ذوالنون مصری فرماتے تھے
کہ محب بولتا رہتا ہے اور صاحب حیا ساکت رہتا ہے حضرت جنید سے کسی نے پوچھا کہ حیا کیا چیز ہے فرمایا
کہ وہ ایک حالت ہے جو نعمتون کے دیکھنے اور اُن کے شکریہ ادا کرنے مین قاصر رہنے سے پیدا ہوتی
ہے ابن عطا کہتے تھے کہ علم اکبر سے مراد ہیبت اور حیا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اس آیت مین کہ ولقد
ہمت بہ وہم بہا لولا ان رای برہان ربہ[١] برہان جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے
دیکھا یہ تھا کہ زلیخا نے اُس بت کے مُنھ پر پردہ ڈالدیا تھا کہ جو اُس گھر مین تھا تو حضرت یوسف
علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے یہ کیون کیا وہ کہنے لگی کہ مجھکو اُس سے حیا معلوم ہوتی ہے آپ نے
فرمایا کہ اُس سے اعلی مدد ہے مجھے اس سے حیا کرنا چاہیے بعضے کہتے ہین کہ اس ارشاد حق تعالی مین
فجاءتہ احداہما تمشی علی استحیاء[٢] سے مراد یہ ہے کہ وہ آئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس
دعوت کے لیے بلانے کو تو اُسکو حیا معلوم ہوئی کہ کہین ایسا نہو کہ یہ دعوت کو نمانین تو خفت اٹھانا
پڑے کیونکہ مہمان سے شرمندہ ہونا اہل کرم کے صفات سے ہے **نقل** ایک شخص مسجد کے باہر
نماز پڑھتا تھا لوگون نے پوچھا کہ اندر مسجد کے کیون نماز نہین پڑھتے وہ کہنے لگا کہ مجھے شرم آتی ہے
کہ مین اسکے گھر مین گنہگار رہا ہون یعنی گناہ کی شرم سے میرا مسجد کے اندر جانیکو منھ نہین پڑتا
نقل ایک شخص مسجد مین سوتا تھا اُس سے لوگون نے کہا کہ تم یہان سوتے ڈرتے نہین
اُس نے کہا مجھے شرم آتی ہے کہ مین اللہ کے ہوتے ہوئے غیر سے ڈرون ایکبار اللہ تعالی نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تم پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرو اگر وہ نصیحت مان لے تو خیر ورنہ مجھے
شرماؤ بعضے کہتے ہین کہ جب کوئی شخص کسی کو نصیحت کرنے بیٹھتا ہے تو فرشتہ اس سے پکار کر
کہتا ہے کہ جس چیز کو تو لوگون کو نصیحت کرنا چاہتا ہے اُسکی نصیحت پہلے اپنے نفس کو کرلے تب اورونکو
نصیحت کر ورنہ اپنے مالک سے شرم کر کہ وہ تجھے دیکھتا ہے حضرت فضیل بن عیاض فرماتے تھے کہ
بدبختی کی علامت دل کا سخت ہونا ہے اور آنکھون کا بند ہونا اور حیا و رغبت کا کم ہونا اور آرزوؤن
کی زیادتی کمانی جاہیے۔ **صول سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ مشاہدہ کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ مشاہدہ
کہتے ہین نابینائی دونون جہان سے دل کی آنکھ سے اور حق کا مطالعہ معرفت کی آنکھون سے بغیر

---

[١] اور بیشک ارادہ کیا عورت نے اُن کا اور اُنھون نے ارادہ کیا اُس کا اگر نہوتے یہ کہ دیکھتے قدرت اپنے رب کی ١٢ منہ

[٢] پھر آئی اُس کے پاس اُن دونون مین سے ایک چلتی ہوئی شرم سے ١٢ منہ

توہم استدراک اور طمع تصویری کے اور بغیر تکیف سے اور قلوب پر اطلاع تفارقین کے ساتھ یعنی اُن امور غیبیہ
پر آگاہی کہ جنپر حق تعالیٰ نے علم دیا ہو حضرت جنید فرماتے تھے کہ مشاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان خود مفقود
ہو جاوے اور حق موجود رہے اور بعضے کہتے ہین کہ مشاہدہ سے مراد غیبی باتون کا دریافت کرنا ہے اسرار کی
روشنیون سے جبکہ دل ناپاکیون سے نہانت و ماخذ دو غیر سے مراقبہ حق مین پاک ہو تو وہ مشاہدہ ایسا ہونا
چاہیے کہ گویا صاحب مشاہدہ غیب کو پشت سر اور صفاے معرفت اور قوت یقین سے دیکھتا ہو اسیواسطے حضرت جنید
کا قول ہے کہ مشاہدہ مراقبہ سے پیدا ہوتا ہے اور مشاہدہ کی حقیقت مین کسی نے اس سے زیادہ نہین کہا کہ جو
مقولہ عمر بن عثمان مکی کا ہے کہ مشاہدہ سے مراد تجلی کی روشنیون کا عارف کے دل پر پے درپے
آنا اور اُن روشنیون مین پردہ یا انقطاع حیا کا خلل انداز نہونا جیسے کہ اگر ہم اتصال برق کو اندازہ
کرین تو حضرت سے اندھیری رات مین بجلیان پے درپے چمکتی رہین اور وہ متصل ہوتی رہین اسیطرح
جب قلب پر تجلی کی کیفیت دائمی ہوتی ہے تو وہ اُس کیفیت سے منع کرتی ہے اور وہان نہ رات
ہوتی ہے نہ دن اور ایک جماعت کا وہم یہ ہے کہ مشاہدہ مین تفرقہ ہوتا ہے کیونکہ مشاہدہ مصدر ہے
باب مفاعلہ سے مگر یہ وہم ہے اسواسطے کہ کل ابواب مفاعلہ کا اقتضا یہ نہین ہے جیسے مسافرت دوسرا
ممارست اور رابطہ اور مداومت اور مفارقت اور طلب وغیرہ وغیرہ اور محاضرہ کہتے ہین حضور قلب کو اور کثرت
وہ جو اثر برہان ہوتا ہے پھر مکاشفہ ہے اور اُس سے مراد دل کا حاضر ہونا بعنایت ظاہر بغیر تدبر دلیل
لہذا صاحب محاضرہ کو تو اُس کا قلب رہنمائی کرتا ہے اور صاحب مکاشفہ کو علم متقی کرتا ہے اور صاحب
مشاہدہ کو فانی کردیتا ہے سوال آپ سے پوچھا گیا کہ قرب کیا چیز ہے جواب فرمایا کہ قرب کہتے ہین
مسافات کے طے کرنے کو بلحقت بدانات اور قرب کے معنی لغت مین نزدیکی اور نزدیک ہونے کے
ہین اور منتمات جامع الاصول مین ہے کہ قرب کہتے ہین فنا ہونا اُس چیز مین کہ جو ذرا بھی سبق ہو چکی
ہے اور وہ وہ عہد ہے کہ جو اللہ اور بندہ کے درمیان مین ہے اور وہ یہ قول جناب باری ہے کہ الست
بربکم قالوا بلی یعنی کیا نہین ہون مین تمھارا پروردگار اُن لوگون نے کہا ہان بیشک تو ہمارا پروردگار
ہے اور بعضے مخصوص مقام قاب قوسین کو قرب کہتے ہین اور قرب کے مراتب مین پہلا مرتبہ اللہ کی
عبادت سے قرب ہے اور کل اوقات مین اُسی کی مداومت ہوجانا اسیطرح بعد کا اول مرتبہ
اللہ کی مخالفت مین آلودگی اور اسکی اطاعت سے اعراض ہے تو بندہ کا قرب اللہ سے ایمان اور
احسان کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور اللہ کا قرب بندہ سے اسطرح ہوتا ہے کہ وہ اسکو دنیا مین اپنے
عرفان سے مخصوص کرتا ہے اور آخرت مین شہود و عیان سے اور بندہ قرب نکیا جائیگا جبتک

کہ اُسکو خلق سے بُعد نہو گا حضرت عارف باللہ صاحب سرِ مرشد مرشدنا مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس
سرہ الاطہر اپنے بھائی حضرت شاہ میر محمد قلندر قدس سرہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ترقی یہ
ہے کہ ایسے مقام پر پہونچو کہ جتنی مرتبہ اپنے آپ کو دیکھو اور جانو اتنی مرتبہ خدا کو دیکھو اور جانو اور یہ دید و دانست
بیانشک ہو جاسے کہ تمام رات دن یہی منظور دیدہ جان رہے اور سوا اسکے کچھ مقصود نہو کیونکہ سے

قرب نے بالا و پستی رفتن است	قرب حق از قید ہستی رستن است

تو چھوٹنا کہاں اپنے آپ کو وہ دیکھنا یعنی جس چیز کو جانتے ہو کہ "میں ہوں" اُسی کو محبوب جانو خداوند تعالیٰ
نہ کہیں سے ہٹے گا اور نہ تم کہیں جاؤ گے کہ جو ترقی معلوم ہو بلکہ ترقی یہی ہے کہ وہم غیریت کا اُٹھا دو قصہ
تمام ہوا اور قرب و حضور میں فرق یہ ہے کہ قرب سے مراد طاعت اور عبادت دائمی ہے اور حضور سے
مراد حضور مع اللہ ہے اصطلاح پر کہ اپنے کو بالکلیہ اُسکی یاد میں مصروف رکھے اور قرب صفات تقرب سے ہے
اجسام سے نہیں ہے اور قرب حق بعلم و قدرت عام ہے سب کے لیے اور بلطف و نصرت مخصوص مومنین کے
لیے اور قرب بانس خاص اولیاء کے لیے ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید[1]
ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون[2] و اذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع
اذا دعان[3] حضرت شیخ علی مہائمی جو اکابر علماء صوفیہ سے تھے اپنی تفسیر موسومہ بتفسیر رحمانی میں اس آیۃ کی تفسیر
یوں لکھتے ہیں کہ نحن اقرب الیہ یعنی ہم قریب تر ہیں انسان سے نہ بالمکان نہ بالزمان نہ بالرتبہ بلکہ بالذات بلا اختلاط
اور بلا حلول و اتحاد کے من حبل الورید یعنی اُس رگ سے کہ جو سر سے اُتری ہے گردن کے اوپر تک
حضرت استادی و ملاذی مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ الاطہر ارشاد فرماتے تھے کہ اس قرب کا کشف و
انکشاف ایک مقدمہ پر موقوف ہے جسکی تحقیق اور تدقیق علماء حقانی علیہ صوفیہ نے کی ہے اور وہ یہ ہے کہ
کل موجودات من حیث الوجود عین حق سبحانہ ہیں اور من حیث التعین غیر حق اور غیریت اعتباری ہے اور
من حیث الحقیقت کل حق ہے تو صوفی کا قول ہمہ اوست اور متکلم کا قول ہمہ از اوست سب ٹھیک ہے جسکی مثال
حباب اور موج و کوزہ و برف کی ہے کہ یہ سب من حیث الحقیقت ہو کے عین ہیں اور من حیث التعین غیر
اسی طرح من حیث الحقیقت پانی کے عین ہیں اور من حیث التعین غیر حضرت عارف باللہ صاحب سرِ مرشدنا شاہ
محمد کاظم قلندر قدس سرہ فرماتے ہیں سے

[1] اور ہم اُس سے زیادہ نزدیک ہیں گردن کی رگ سے ۱۲ منہ [2] اور ہم اُس کے پاس ہیں تم سے زیادہ لیکن تم
نہیں دیکھتے ۱۲ منہ [3] اور جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجھکو تو میں نزدیک ہوں پہونچتا ہوں پکارنے والے کی
آواز پر جس وقت کہ مجھ کو پکارتا ہے ۱۲ منہ

جبھی دل پہ اس کا کرم دیکھتے ہیں — تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں
تھی اُس جام میں صرف عالم کی صورت — دل اپنے میں حق دمبدم دیکھتے ہیں
ہے علما پہ مشکل سخن یہ کہ کیونکر — حوادث میں نورِ قدم دیکھتے ہیں
یہ تفصیل خاطر میں اُن کے نہ آئی — ہم جسطرح موج و یم دیکھتے ہیں

اور حضرت پیر و مرشد برحق ارشاد فرماتے ہیں کہ ؎

حباب کا تو ظہور دیکھوں دریا ہے — اُسی سے نکلا اُسی میں حباب ڈوب گیا

لفظ اقرب افعل التفضیل کا صیغہ ہے قرب سے اس میں غور کرنا چاہیے کیونکہ قرب حبل الورید مفضل علیہ ہے مخاطب کی جزویت کا کلیت کے ساتھ تو حق کا قرب بندے کے ساتھ جو مفضل ہے یہ ہویت کا قرب ہے ماہیت کے ساتھ جیسے آفتاب کا قرب برف کے ساتھ اور زیادہ اسکی وضاحت یوں ہے کہ قرب مطلق علاق کی قید سے بھی مُعرّا ہے ؎

اتصال بے تکیف بے قیاس — ہست رب الناس را با جان ناس

ہذا عینیت و غیریت و وحدت و اثنینیت دونوں ٹھیک ہیں پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وھو معکم اینما کنتم اور یہی قرب ہے جسمیں یاد قرب بھی حجاب ہے اسنا پہ پردہ بھی نہ رہنا چاہیے اسی واسطے حضرات صوفیہ کا ارشاد ہے کہ اوحشک اللہ عن قربہ یعنی اللہ تجھے اپنے قرب سے وحشت دلاوے یعنی تجھ کو تیرے علم قرب سے بچاوے ؎

اے زاہد ظاہر بین از قرب چہ می پرسی — او در من و من در وے چون بو بگلاب اندر

قرب کے پانچ مرتبے ہیں قرب زمانی جیسے حضرت سرور دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا قرب حضرت عیسیٰ کے زمانے بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے دوسرا قرب مکانی جیسے ماہتاب کا قرب انسان سے بہ نسبت مشتری کے کیونکہ ماہتاب پہلے آسمان میں ہے اور مشتری چھٹے آسمان میں تیسرے قرب عقلی جیسے حضرت بایزید بسطامی اور شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہما کا قرب جناب سرور عالم صلعم سے بہ نسبت عتبہ و شیبہ کے اور یہاں قرب اور بعد اور مسافت کوتی و شیطانی سے ہے نہ زمانی اور مکانی سے کیونکہ عتبہ و شیبہ زمانی و مکانی زیادہ قریب تھے اور عقل ان تینوں مرتبوں سے زیادہ کا ادراک نہیں رکھتی چوتھے قرب حق ہر موجود کے ساتھ جسکو قرب من حیث الوجود و لا حاطہ کہتے ہیں خداوند تعالیٰ کے قرب کی مثال کل کائنات کے ساتھ ایسی ہے جیسے قرب روح جسم سے کیونکہ روح قالب کے اندر ہے نہ باہر نہ متصل بقالب نہ منفصل بلکہ روح درمیے

سلہ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں رہو ۱۲ منہ

ہی عالم سے بے دخول وخروج واتصال وانفصال وغیرہ لوازم جسمانیت سے کوئی نسبت نہیں رکھتی
باایں ہمہ کوئی ذرہ ذرات جسم سے ایسا نہیں ہے کہ جسکے ساتھ روح بحقیقت و بالذات موجود نہو اسی طرح
حق سبحانہ کی معیت عالم سے ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ سے اسی طرف اشارہ ہے اور وھو معکم
اینما کنتم کا سر سوا سے عارف صاحب بصیرت کے کوئی نہیں جانتا لہٰذا جب اس قرب کی حالت عارف کے
دل پر ظاہر ہوتی ہے تو اس کی نگاہ میں قرب حضرت سرور عالم صلعم کا اور جبرئیل علیہ السلام کا اور عرش و سدرہ
و موس و کافر وغیرہ کا قیوم وجود کے ساتھ یکساں معلوم ہوتا ہے ما تری فی خلق الرحمٰن من تفاوت سے
اسی طرف اشارہ ہے اور آیۂ کریمہ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ان اللہ واسع علیم
بھی اسی کی مخبر ہے کذا فی التبصرۃ للشیخ صدر الدین القونوی اور مطلع قرب چہارم میں حضرت مجدد الف ثانی
مکتوب اول جلد ثالث میں ایک ارشاد نفیس تحریر فرماتے ہیں وہ یہ کہ ہر شے اپنی ماہیت میں شے ہے اور
ثبوت ماہیت شے کے لیے کوئی جعل جاعل درکار نہیں کیونکہ ثبوت شے کا اپنی ذات کے لیے ضروری ہے
اس لیے کہ جعل نفس ماہیات میں ثابت نہیں ہے اور نہ ماہیات مجعول ہیں بلکہ جعل جاعل ماہیتوں کے
اتصاف بوجود کے لیے درکار ہے رنگ ریز کا فعل کپڑا رنگ دینا ہے نہ کپڑے کو کپڑا بنانا اور رنگ کو
رنگ کرنا کہ وہ محال ہے تو جعل نفس شے میں نہوا بلکہ شے کے متصف بوجود ہونے میں ہو لہٰذا یہ بات ثابت
ہوگئی کہ شے اپنی ماہیت میں شے ہے اور یہ امر منکشف ہوگیا کہ ظل شے اور عکس شے میں مفقود ہے کیونکہ عکس در
ظل شے اپنی ماہیت ظلی اور عکسی کے ساتھ ظل اور عکس نہیں ہیں بلکہ بسبب اپنی اصلی ماہیت کے ظل اور
عکس ہوئے ہیں کیونکہ ظل کی کوئی ماہیت نہیں ہے وہی ماہیت اصل کی ہے کہ جس نے اپنے ظل میں ظہور فرمایا
لہٰذا ظل کے لیے اصل زیادہ قریب ہے اُس ظل کی ذات سے کیونکہ ظل اپنے اصل کی وجہ سے ظل ہے نہ اپنی
ذات کی وجہ سے اسیطرح عالم ظلال اور عکوس حضرت واجبیہ کا نام ہے۔ محالہ افعال کہ جو اس کے اصول ہیں
عالم سے عالم کے ساتھ اقرب ہوں گی اور اسیطرح چونکہ افعال صفات واجبی کے ظلال ہیں لامحالہ
صفات عالم کے ساتھ عالم اور عالم کے اصول سے کہ جو افعال ہیں زیادہ قریب ہونگے کہ اصل الاصل ہیں اور چونکہ
صفات بھی ظلال حضرت ذات ہیں اور حضرت ذات جل سلطانہ اصل تمام اصولوں کی ہے لامحالہ حضرت ذات
عالم کے ساتھ عالم اور افعال وصفات واجبی سے زیادہ قریب ہوگی پانچواں قرب من حیث السلوک والاستعداد
ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک قرب نوافل دوسرے قرب فرائض قرب نوافل یہ ہے کہ سالک اپنے کو فاعل اور حق کو

سلے جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا ۔ سنہ ٢ اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں تم ہو ۔ سنہ ٣ کیا تو
دیکھتا ہے رحمٰن کے بنانے میں کوئی فرق ۔ سنہ ٤ اور اللہ کے لیے مشرق و مغرب ہے تو جس طرف تم منہ کرو وہاں اللہ کا منہ ہے

آلہ دیکھے جیساکہ بی یسمع وبی یبصر سے معلوم ہوتا ہے اور قرب فرائض یہ ہے کہ سالک اپنے آپ کو
آلہ پاوے اور حق کو فاعل چنانچہ الحق ینطق علی لسان عمر سے اسی طرف اشارہ ہے اور یہ قرب فرائض
بعد فناء وجود سالک کے حاصل ہوتا ہے بخلاف قرب نوافل کے اور اس قرب نوافل میں سالک کے
صفات بشری دور ہو جاتے ہیں اور صفات حق یک بندہ کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اسی وجہ سے
انسان مردہ جلا دیتا ہے اور زندہ کو مار ڈالتا ہے حکم خدا سے وہ دیکھتا اور سنتا ہے اپنے سب بدن سے
نہ صرف کان اور آنکھ سے، ویسی ہی دور کی چیزوں کو سنتا اور دیکھتا ہے اسی قیاس پر اور صفات ہیں
کما فی التحفۃ المرسلہ اور مقربین چار باتوں سے باہر نہیں یا صرف متحقق بقرب نوافل ہیں یا صرف متصف بقرب
فرائض یا جامع بین القربین بلا اس قید کے کہ کبھی یک ہو اور کبھی دوسرا بلکہ ساتھ ساتھ دونوں قسموں کے
قرب اور ان کے احکام متحقق ہوتے ہیں تو اس مرتبہ کو جمع الجمع اور مقام قاب قوسین اور مقام کمال کہیں گے اور
آیۂ کریمہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم اور حدیث ہذہ ید اللہ وہذہ
ید عثمان سے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے یا ان تینوں حالتوں میں سے کسی سے مقید نہوں بلکہ ان کو
اختیار ہو کہ ان دو میں سے ہر ایک کے ساتھ ظاہر ہوں یا ان دونوں میں جمع کرنے کے ساتھ بھی تو اس کو
مقام احدیت جمع اور مقام او ادنی کہیں گے اور اسی طرف اشارہ ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ
رمیٰ سے اور یہ مقام بالاصالہ حضرت خاتم النبیین کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کی وراثت اور کمال متابعت
سے کاملین اولیاء کو بھی اس مقام سے حصہ ہوتا ہے کذا فی اشعۃ اللمعات شرح اللمعات بلجی میں ہے پس
قرب الٰہی سے مراد حسین ہر موجود بلا ریب ہے جو چوتھی قسم ہے نہ پانچویں کیونکہ پانچویں قسم کو ایک جماعت نے
مساوات عوام وخواص کا حکم دیا ہے چنانچہ مولانا عبدالرحمن جامی نے تعلیقات نص جو دیۂ نقد النصوص میں
اس کا رد لکھا ہے **فائدہ** حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انتباہ میں شیخ عبد الاحد بن شیخ محمد سعید بن
شیخ احمد سرہندی کا مکتوب تحریر کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ جمع بین القربین یہ ہے کہ سالک اپنے آپ کو درمیان میں
کچھ نہ سمجھے نہ فاعل نہ آلہ فقط ہو یہ جمع بین القربین حضرت سرہندی کی تحقیق تھی تقربین کے منافی معلوم ہوتا ہے
نیز لفظ جمع بین القربین اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دونوں قرب متحقق تھے بنا بر مجتمع ہیں منتفی نہیں ہیں واللہ
اعلم اب معیت حق تعالیٰ کا مضمون بھی مختصر طور پر اس قرب کے ضمن میں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شئ میں

۱؎ حق بولتا ہے عمر کی زبان پر ۱۲ منہ ۲؎ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت بیعت کرتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ان کے
ہاتھوں پر ہے ۱۲ منہ ۳؎ یہ اللہ کا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کا ۱۲ منہ ۴؎ اور نہیں پھینکا تو نے جس وقت پھینکا تم نے
لیکن اللہ نے پھینکا ۱۲ منہ

زب کے ساتھ معیت کا لفظ بھی بولا جاتا ہے حضرت شیخ حسین بن معز بلخی اپنے ایک مکتوب مین آیہ کریمہ
وھو معکم اینما کنتم کے معنی یون تحریر فرماتے ہین کہ بظاہر اُس کے معنے یہ ہین کہ خداوند تعالی تمھارے
ساتھ ہے جہان تم رہو اور کسی چیز کے کسی چیز کے ساتھ ہونے کو معیت کہتے ہین تو یہ ہونا یا مجازاً ہے
یا حقیقتاً علماء ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ یہ ہونا مجازاً ہے حقیقتاً نہین اور کہتے ہین کہ خداوند عالم تمام ذرات عالم
کے ساتھ بعلم ہے نہ بذات اور سب پر قادر ہے اور عام متکلمین کا بھی یہی مذہب ہے لیکن صوفیہ ظاہر معنی پر
قناعت نہین کرتے اور وہ شے کو حقیقت سے ڈھونڈھتے ہین اُن کا مذہب یہ ہے کہ خدا کی معیت تمام
ذرات کے ساتھ حقیقی ہے مجازی نہین یعنی وہ بالذات کل اشیاء کے ساتھ ہے حقیقتاً نہ مجازاً لیکن
اُسکی معیت جسم کی طرح نہین ہے جیسے ایک جسم کی دوسرے جسم کے ساتھ ہوتی ہے اور نہ ویسی معیت کہ جیسے
جواہر کی اجسام کے ساتھ ہوتی ہے کہ جو جوہر نہین ہوتی اور نہ مثل اعراض کے جو اجسام
واجسام کے ساتھ جو عرض نہین ہوتی تو جو معیت کہ متکلمین کے علم و فہم
مین ہے وہ یہی تین معیتین ہین لیکن صوفیہ اس معیت کو جسے چوتھی معیت کہتے ہین علاوہ اُن معیتون کے
جو متکلمین کی مشہور ہین کہتے ہین جسکی مثال یہ ہے کہ حق تعالے تمام کائنات کے ساتھ ویسا ہے
جیسے روح بدن کے ساتھ کیونکہ روح نہ قالب کے اندر ہے نہ باہر نہ متصل نہ منفصل بلکہ روح اور عالم
سے ہے اور جسم اور عالم سے اور روح کو عوالم اجسام سے مثل دخول وخروج و اتصال و انفصال وغیرہ کے
کوئی نسبت نہین مگر پھر بھی کوئی ذرہ ذرات جسم سے ایسا نہین جسمین روح موجود نہو لہذا حق تعالی کی معیت ذرات
عالم سے ایسی ہی ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ سے اسی طرف اشارہ ہے یہان صوفیہ پر
اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حق تعالی بذاتہ تمام مقامات نجس مین بھی ہو اور یہ ممنوع
او مستنکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ جملہ اقسام نجاسات وہی پیدا کرتا اور
اُسکی محافظت کرتا ہے کیونکہ بغیر اُس کے حفظ کے بقا محال ہے اور اس مین کوئی عیب و نقص لازم
نہین آتا ویسے اس معیت سے بھی کوئی نقصان لازم نہ آئے گا کیونکہ معلوم ہے کہ فعل بغیر فاعل اور صفت
بغیر موصوف کے ہرگز نہین ہوتی دوسرے لوگ کہتے ہین کہ روح تمام اجزاے جسم مین متصرف اور تمام ذرات
قالب مین موجود ہے اور سب کی زندگی اُسی کے سبب سے ہے مگر باینہمہ اُن چیزون سے کہ جو جسم مین
ہین مثلاً خون وغیرہ اُس سے اُسکی طہارت مین کوئی اخلل و نقص نہین اور متکلم معیت ذات حق کو تمام
ذرات نامتناہی مین باتقدیر تجزی و تقسیم و خلوت کی مختلف جگھون مین سمجھ نہین سکتا اس لیے تاویل کی
ضرورت پڑی ہے

گفت تو کے دیدی آن رخسار را ۔ چشم مجنون باید آن دیدار را
تا نیاید عشق مجنونے پدید ۔ کے بود لیلے بجا تو نے پدید
گر بچشم من بہ بینی روے او ۔ توتیا سازی ز خاک کوے او

چونکہ مریدون کی ہمتین بڑے کامون کی طلب مین کوتاہ ہوتی ہین لہذا مین نے اُن کی ترغیب کو یہ لکھدیا تاکہ جو نعمتِ تصفیہ قلب سے محروم پڑے ہین وہ خیال مراقبہ معیّت سے محروم نرہین اور اپنے آپ کو اُسکے ساتھہ اور اُسکو اپنے ساتھہ سمجھین دُور نہ سمجھین کیونکہ اکثر لوگون کو جو حرمان ہوتا ہے وہ اُسی سے کہ وہ اپنے کو شرف معیت حق سے دُور سمجھتے اور بے ادبون کی طرح خلاف رضا قدم رکھتے ہین۔ اور اس اعتراض کا دفعیہ اس مثال سے بھی ممکن ہے کہ ممکنات مین آفتاب گوبرون پر بھی چمکتا ہے اور صاف ستھری چیزون پر بھی مگر نہ نجاست سے آلودہ ہوتا ہے اور نہ طہارت سے طاہر بلکہ وہ اپنی ذات مین دونون سے منزہ ہے حضرت مولائی روحی مثنوی شریف مین فرماتے ہین سہ

گر بجہل آئیم آن زندان اوست ۔ ور بعلم آئیم آن ایوان اوست
گر بخواب آئیم مستانِ وئیم ۔ ور بہ بیداری بدستان وئیم
ور بگرییم ابر پر رزق وئیم ۔ ور بخندیم آن زمان برق وئیم
ور بخشم و جنگ عکس قہر اوست ۔ ور بصلح و عذر عکس مہر اوست
ما کہ ایم اندر جہان پیچ پیچ ۔ چون الف او خود چہ دارد ہیچ ہیچ
چون الف گر تو مجرد می شوی ۔ اندرین رہ ہمچو مفرد می شوی
جہد کن تا ترک غیر حق کنی ۔ دل ز دین دنیاے فانی بر کنی

مولانا جامی شرح لمعات عراقی مین لکھتے ہین کہ ہر موجود کو حق تعالے کیساتھہ دو جہتون سے نسبت ہے ایک جہت معیت حق کی جیسے معیت روح جسم اور احاطہ و سریان حق مین بالذات بلا توسط کسی دوسرے امر کے ہے اسی جہت کو طریق وجہ خاص کہتے ہین اور جو فیض اس طریق سے پہونچتا ہے وہ بے واسطہ ہوتا ہے اور بندہ کی توجہ کو اس جہت کے ساتھہ توجہ بوجہ خاص کہتے ہین اور اسپر اُس جہت کا غلبہ اور اس کا اس مین استہلاک و اضمحلال اسی کو جذبہ کہتے ہین تو احاطہ و سریان کی مثال ایسے ہے جیسے روح کا جسم کو احاطہ کرنا یا جسم مین سرایت کرنا یا شخص کا اپنے عکس کو احاطہ کرنا اور دوسری نسبت سلسلہ ترتیب کی ہے کہ جو فیض بندہ کو پہونچتا ہے وہ ان امور کے مرتب

پراگندہ ہونے اور اُن کے احکام سے رنگین ہونے پر بطور نزول کے اُس تک پہونچتا ہے اور جو شخص
اسطرح سے عروج کے طور پر حق کی طرف پھرتا ہے وہ برابر اُسکے مراتب کے احکام کو چھوڑتا جاتا ہے
اور اُسکے مرتبہ فوق پر ترقی کرتا جاتا ہے یہان تک کہ اُس اسم تک جو مبدا تعین ہے پہونچ جاتا ہے
اور اُسمین نیست و مضمحل ہوجاتا ہے تو وہی اس بندہ کی نسبت اُسکی تجلی ذاتی کی ہوجاتی ہے۔ اور
اسی طریق کو سلسلہ ترتیب کہتے ہین اور بندہ کے اس طریقہ پر چلنے کو سلوک کہین گے اور اس
سلسلہ ترتیب سے پہونچنے والے کو اگرچہ وہ کمتر ہون سالک اور اول کو واصل بالطریق وجہ خاص کہینگے
اور سلسلہ ترتیب والے کو احوال مراتب پر بھی احاطہ ہوتا ہے ایسا کہ طریق وجہ خاص والے کو نہین
ہوتا اور واصل بطریق وجہ خاص کو جو رجوع ہوتی ہے اور سلسلہ ترتیب کے طریق پر مطلوب تک
وصول ہوتا ہے اُسکو مجذوب سالک کہتے ہین اور سالک طریق سلسلہ ترتیب کا جو سلوک بوجہ خاص
ختم ہوگا اور اسمین استہلاک ہوگا اُسکو سالک مجذوب کہین گے اور ان دونون مین سے ہر ایک
دولت اقتدار و تربیت مریدین کے لائق سمجھا جائیگا۔ باقی تفصیل سالک و مجذوب اور سالک متدارک
بالجذبہ اور مجذوب متدارک بالسلوک اور اُسکے اقسام و تعریف یہ سب شیخ الشیوخ شہاب الدین
سہروردی قدس سرہ نے باب دہم عوارف مین تحریر کئے ہین جسکو تفصیل دیکھنا ہو اسی مین دیکھے فقط

سوال آپ سے پوچھا گیا کہ سکر کیا چیز ہے **جواب** فرمایا کہ سکر کہتے ہین ذکر محبوب کے مقابلہ کے
وقت دل مین جوش پیدا ہونے کو اور خوف کہتے ہین قلوب مین اضطراب پیدا ہونے کو اور معلوم
سے سطوت محبوب کی وجہ سے اور یقین کہتے ہین تحقیق اسرار کو احکام امور غیبیہ کیساتھ اور وصل
کہتے ہین محبوب سے اتصال اور اُسکے ماسواے منقطع ہونے کو اور انبساط کہتے ہین سوال کے وقت
احتشام ساقط ہوجانے اور حال درست ہوجانے اور وحشت سے انس پیدا ہونے کو اور ذکر مین
غیبت اُسکو کہتے ہین کہ حالت ذکر مین اپنے نفس کو دیکھے اور حق سے غائب ہو اور یہ غیبت حرام
ہے اور مقام مشاہدہ مین ترک حرمت اسکو کہتے ہین کہ شہود کے حال مین بتکلف وجد پیدا کرے
کیونکہ تواجد بساط لقا پر ہوتا ہے اور مشاہدہ بساط قرب پر اور اس مقام مین ترک حرمت حرام ہے۔
اور جو سکر مشاہدہ کے وقت حاصل ہوتا ہے وہ وہم و فہم مین نہین سماتا اسلئے محبت مین غیبت
کا خیال نہین رہتا اور جب ارادہ قوی ہوجاتا ہے اور اسکے ساتھ ذکر بھی ہوتا ہے اور مقصد
کامیابی سے رہ جاتا ہے اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور جب مقصود دل پر چھا جاتا ہے تو وہ
ارتکاب کا مالک ہوجاتا ہے اور جب مالک ہوجاتا ہے تو اس سے ارادہ غیر ساقط ہوجاتا ہے

اور ملک مملوک اس سے حقیقتاً ساقط ہو جاتی ہے۔ اور یہی دلالت محبت خالصہ ہے اور جب تم اسکا ذکر کروگے تو تم محب ہوا اور جب وہ تمہارا ذکر کریگا تو تم محبوب ہوا اور خلق نفس کا حجاب ہے اور نفس حق کا حجاب جب تک انسان خلق کو دیکھتا ہے نفس کو نہیں دیکھتا اور جب تک نفس کو دیکھتا ہے تب تک حق نظر نہیں آتا لہذا فقر ایک موت ہے اور لوگ فقر میں عیش کرنا چاہتے ہیں اور قال کی عوام اقتدا کرتے ہیں اور حال کی خواص اور جب اللہ تعالیٰ انبساط عطا کرتا ہے تو سائک منبسط ہوتا ہے اور رخصت عزیمت ہو جاتی ہے اور عزیمت سے دلالت ہوتی ہے تو رخصت ناقص الایمان کے لئے ہوتی ہے اور عزیمت کامل الایمان کے لئے اور ملک نہیں کسی کے لئے اسی وقت ایک قاری نے آپ کے روبرو لمن الملک الیوم پڑھا آپ فوراً کھڑے ہوگئے اور اور لوگ بھی آپ کی تعظیم کو کھڑے ہوئے آپ نے ان لوگوں سے فرمایا ٹھہرو اور فرمایا کہ کون کہتا ہے ملک میرے لئے ہے اور اسکو کئی مرتبہ فرمایا اتنے میں ایک بزرگ ایک طرف سے اُٹھے جنکو شیخ احمد والان بابا دار کہتے تھے اور وہ بڑے زاہد و عابد و وافر مجاہدہ تھے اُنھوں نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ ملک میرے لئے ہے کیونکہ خدا میرے لئے ہے اور اُسکے سوا میرا شریک کوئی نہیں آپ نے زور سے ایک چیخ ماری اور فرمایا اے حمق تو اسکا کب ہوا جو وہ تیرا ہوتا تو بالکل اپنے ننگ و ناموس کے گرد آتے دیکھا کب آپ نے فرمایا پھر انھوں نے چیخ ماری اور جو سیاہ کملی اوڑھے تھے وہ اتار کر پھینکدی اور جنگل کی طرف نکل گئے نقل ایک دن قاری مسعود بن عمر ہاشمی مقری نے آپ کے سامنے آیہ کریمہ ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک پڑھی فرمایا اے لڑکے چپ رہو پھر چیخ مار کر فرمایا کہ کب تک یہ کہوگے اور کب تک وانا لنحن المسبحون کہوگے تم نے اپنے بھید کو ظاہر کردئیے اور ہم نے چھپائے تب قرب سے ہم کو فانی کردیا اور رویت نے مار ڈالا اور اب کون ہمارا حال بیان کرسکتا ہے پھر سر مبارک اُٹھا کر فرمایا اے ملائکہ حاضر ہو کیونکہ یہ جماعت تمہاری جماعت سے کامل ہوتی ہے اور سُکر حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں کہتے ہیں ظاہر و باطن کے احکام میں تمیز اُٹھ جانے کو نور عقل کے اشعہ و ذوق میں خیرگی کرنے کی وجہ سے جسکی تفصیل یہ ہے کہ اہل وجد کے دو گروہ ہیں ایک محبان ذات جن کے وجد کا منشا ذات ہوتی ہے دوسرے محبان صفات جن کے وجد کا منشا عالم صفات ہوتا ہے محبان صفات کے وجد میں وشغف ظفر سے بہت بڑھتے ہیں بخلاف محبان ذات کے وجد کے کہ اس میں بوجہ عموم ذات خصوص

ل اور ہم پڑھتے ہیں تیرے خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات [illegible] اور بیشک ہم ہی [illegible] تسبیح کرنے والے ہیں ۱۲ منہ

صفات کے یہ امور نہیں ہوتے اور جو وجد کہ عالم صفات سے ہوتا ہے اگرچہ اس قدر قوت نہیں ہوتی
جسقدر اُس وجد کو ہوتی ہے جو آثار انوار ذات سے ہوتا ہے تو واجد ذات وجد کے ابتدائی حال میں
قوت و غلبہ کی وجہ سے حال کا مغلوب ہو جاتا ہے اور اُسکی عقل جو تمیز و بصیرت تنبیہی کا رابطہ ہوتی ہے
بوجہ تواتر اشعہ نور ذات اور اُسکے غلبہ کے پراگندہ بلکہ خیرہ ہو جاتی ہے اور سر رشتہ تمیز اُسکے تصرف
اختیار سے جاتا رہتا ہے جیسا کہ محل حکم ظاہر جو باعث تفرقہ ہے محل حکم باطن یعنی جمع سے علیحدہ
نہیں سمجھا جاتا اور ربوبیت کے اسرار جو خزانہ غیرت میں مکنون ہیں ظاہر ہونے لگتے ہیں اسی وجہ سے
سبحانی اور انا الحق کلمات بحالت انبساط زبان سے نکل جاتے ہیں اور حضرات صوفیہ اس وجد
کو باعتبار قوت کے غلبہ حال کہتے ہیں اور باعتبار رفع تمیز کے سکر اور صحو کہتے ہیں قوت تمیز کا عود
کرنا اور احکام جمع و تفرقہ کا اپنے محل مستقر پر رجوع کرنا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب سالک کی
ہستی نہایت حال میں غلبہ انوار ذات کی وجہ سے فانی و مستہلک ہو جاتی ہے تو حق تعالے انشاء ثانیہ
میں اُسکو ایک ہستی باقی عطا کرتا ہے تاکہ وہ انوار ذات کی تجلیات کے متلاشی و مضمحل نہو اور جس صفت سے
کہ وہ فانی ہوا ہے وہ اعادہ کر آسکے لہذا عقل بھی جو رابطہ تمیز ہے پلٹ آتی ہے اور لوث حدوث
سے پاک ہوتی ہے اور بہ بقائے حق باقی ہوتی ہے بلکہ ایک برزخ ہو جاتی ہے روح و نفس کے
درمیان میں کہ جو کسی عروج میں اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتی نہ ایک دوسرے کی نفی کرتی وہ حکم جمع کو
اپنی مستقر کی طرف جو عالم برزخ ہے راجع کر دیتی ہے اور حکم تفرقہ کو بھی اپنے محل کی طرف جو عالم
نفس ہے رد کر دیتی ہے اور ترتیب افعال و تہذیب اقوال و حفظ آداب و کتم اسرار میں ہر ایک کو
دوبارہ قائم کر دیتی ہے اسطرح پر کہ آفت زوال سے مامون رہے اور جسطرح تواجد مقدمہ وجد ہے
ویسے ہی تساکر بھی مقدمہ سکر ہے اور متساکر تجا واجد ہوتا ہے جو مقام سکر تک پہونچا ہوا نہیں
ہوتا اور مشتاق و متطلع وہ ہے جسکو تصرف غلبہ حال نے ایک جھپک میں تفرقہ سے علیحدہ کر لیا ہو تو
قسم اہل وجد ہوتا ہے اور سکران اہل غلبہ وجد اور صاحی اہل وجود اور بعضوں کے نزدیک متساکر
کو اہل ذوق کہیں گے اور سکران کو اہل مشرب اور صاحی کو اہل ری اور ذائق سے مراد وہ واجد
ہے کہ جس کے وجد کی چنگاری جلد بجھ جائے مثل اس شخص کے کہ شراب تھوڑی سی چکھ لے اور
شارب واجد سے مراد وہ ہے جس کا وجد متواتر و متلاحق ہو اور اسکی عقلی قوت اسکے غلبات سے
مغلوب ہو اس شخص کی طرح کہ جو شراب کے پیالہ پیا پے پیئے اور اُسکی قوت تمیز جاتی رہی اور ریان
سے مراد وہ واجد ہے جو نہایت تمکن و قوت حال کی وجہ سے تواتر وجد سے متغیر و متاثر نہو اُسکی

نشان دائم الخمر کی طرح ہے جسکی جز و طبیعت شراب ہوگئی ہو جس قدر چاہے پئے مگر مست نہو ہوش نہ منزل حد سے باہر جائے واللہ اعلم **سوال** آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت منصور حلاج کے انا الحق اور حضرت بایزید بسطامی کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کی کیا وجہ تھی **جواب** آپ نے فرمایا کہ منصور نے چونکہ راہ عشق قطع کی اور اُس سے جوہر سِر محبت کو یکبارگی از قلب سے زائد پوشیدہ جگہ مین رکھی اور اپنا حال لوگون سے اشارتاً بیان کیا تو جب بصیرت اُنکی نور جمال محبت کے مقابل ہوئی تو موجودات کے دیکھنے سے اُنکی نظر بیکار رہ گئی تب اُنکو گمان ہوا کہ مکان اغیار سے خالی ہے لہذا اُنھون نے اُس جوہر سِر محبت لینے کا انکار کر دیا اسوجہ سے قتل و قتل دونون کے مستحق ہوگئے اور بایزید انسانی ہی اس سِر محبت کی مالک ہے جیسے انتہائی درجہ محبت کے سوا کہین قناعت ہی نہین لہذا وہی درجہ فنا ہے۔ اور بایزید نے اپنی محبت ظاہر نہ کی اور اپنے عشق سے کسی کو خبر نہ دی تو جب وہ منتہائے درجات نہایات پر پہونچے تو تعب راہ سے ایک غبار اُنکے مونھ پر پڑا لہذا شکر کیلئے بمصداق وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کلمہ سبحانی کہہ ڈالا چنانچہ جب حلاج معشوق کے دروازہ پر پہونچے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آواز آئی کہ اے حلاج یہان کوئی نہین پہونچ سکتا جب تک صفات بشریت سے خالی نہو جائے اور آدمیت سے گذر نہ جائے لہذا وہ زندگی ہی مین عشق کی آگ مین جل گئے اور دروازہ پاس ہی روح کو سپرد کر دیا اور حجاب کے پاس جان گنوا دی اور مقام دہشت مین حیرت کے بیرون سے کھڑے رہ گئے پھر جب مقام فنا نے اُن کو گونگا کر دیا تو سکر نے بلوایا تب وہ انا الحق کہہ اُٹھے اُسی وقت دربان ہیبت نے جواب دیا کہ آج کے دن تو تم قطع اور قتل کئے گئے اور کلمہ قریب اور وصل ہوگئے پھر زبان حال بول اُٹھی کہ جان دیکر محبوب کا دیکھنا کچھ گران نہین بلکہ ارزان ہے اور بایزید اندر دروازہ سے نہایت خوش نکلے اور جگہ بھی اچھی پائی اور باغ بھی سرسبز و شاداب دیکھا اور دست قدرت نے اُنکی نوبت قرب کو بھی اُسی میدان مین بجایا اور سابقہ عنایت یزدی نے مشاہدہ کے خیمے اُس مرغزار مین نصب کر دیے تب اُن کی دو زبانین ناطق ہوئین اور دو نور چمکنے لگے ایک زبان سے ترانہ تمجید پیدا ہوا اور دوسری زبان سے حقائق توحید اُسی وقت زبان طرب تمجید نے فرمایا کہ مین نے کسی چیز کو نہین دیکھا مگر یہ کہ اللہ کو اس سے پہلے دیکھ لیا اور زبان حقائق توحید نے جواب دیا کہ پاکی اور تنزیہ مجھکو ثابت ہے تب نور وجدان نے پکارا کہ پہلے قرب نے مجھے فانی کیا پھر زندہ کیا اور نور وصل نے آواز دی کہ مین

ملہ اور جو احسان تیرے رب کا ہے وہ بیان کر ۱۲ منہ

حق ہوں حق نے مجھ کو رہائی کیا پھر مدارج معرفت پر پہونچایا لہذا تقدیس و تنزیہ رحمٰن کیلئے ثابت ہے

با معشوق بحضرت اگچہ بود نیز دلیم
نیک در ضمن وصال است بلاہا بسیارم

نیز جب حلاج کے شوق میں زیادتی ہوئی اور انکی آتش عشق شعلہ زن ہو کر طلب وصال ہوئی تو دو بارہ امتحان پر بٹھائے گئے اور ان سے کہا گیا کہ اے بن منصور اگر تم عاشق صادق ہو تو اپنے جان کو خرچ کرو تاکہ ہمارے وصال باقی کی منزل میں پہونچو تب انھوں نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اور انا الحق کہہ اٹھے اور اسی ساعت مار ڈالے گئے اور مصداق آیہ کریمہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ہوئے اسی طرح جب شیطان نے خدا کی نافرمانی کی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور انا خیر منہ بول اٹھا اسیوقت سے وہ للکار اور پھٹکار کا مستحق ہوا کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ اسکو کس نے پیدا کیا اور حضرت ابن منصور کے سویدائے دل پر جب سکر محبت غالب ہوا اور انکے سر پر سلطان عشق کا غلبہ ہوا تو وہ حیرت طلب کیوجہ سے لفظ انا کہہ اٹھے اور شیطان کے سرشت میں چونکہ نخوت کبر آ گئی لہذا تجبر اور شرارت اس میں پیدا ہو گئی اس لیئے انا خیر منہ کہا تو جبکہ سکر حب مولیٰ غالب ہوا وہ تو دولت قرب و وصل محبوب پر فائز ہوا اور جس نے اپنی طرف عجب اور غرور سے دیکھا اسکی سزا ہوئی کہ وہ غرور اور لعنت کی تہ در تہ میں گر گیا اور حلاج کے بارہ میں آپ نے اور بھی بہت کچھ فرمایا ہے جس سب کو حافظ ابو الفرج بن جوزی نے اپنی کتاب در الجواہر من کلام الشیخ عبد القادر میں لکھا ہے اور حافظ محمد بن النجار اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن سعد بن محمد بن غانم بن عبد اللہ تغلبی رحمۃ اللہ علیہ سے انکے گھر ماہ ذیقعدہ ٦٢٣ھ میں دار الحدیث قاہرہ میں سنا کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت سے کسی نے حلاج کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایک باز و تھے جنکا دعوے بہت کچھ ہو گیا تھا لہذا انپر شریعت کی قینچی چلی جس نے اس بازو کو کتر ڈالا سوال پھر آپ سے پوچھا گیا کہ منصور نے جو انا الحق کہا اور بایزید بسطامی نے سبحانی کہا اس میں کیا سر تھا اگر منصور سبحانی اور بایزید انا الحق کہتے تو کیسا تھا جواب فرمایا کہ میں کوئی بات ایسا نہیں دیکھتا جس سے یہ اسرار بیان کروں علامہ ابن حجر مکی فتاوے حدیثیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرات عارفین کے بعض اوقات حالات ایسے ہوتے ہیں جن میں انکو بدیدۂ علم و بصیرت حق کا شہود ہوتا ہے تو جب یہ شہود پورا ہو جاتا ہے تو وہ بالکل اپنی خودی اور سب چیزوں سے غافل ہو جاتے ہیں اور غیر حق کا انھیں شعور ہی نہیں رہتا اور اس حالت میں وہ

سلہ اور تو نہ گمان کر کہ جو لوگ مارے گئے اللہ کے راہ میں وہ مردہ ہیں ١٢ منہ

قرب قدس کے زبان سے متکلم ہوتے ہیں اور وہ قرب وہ ہے جسکی طرف حدیث شریف فاذا
احببتہ کنت سمعہ وبصرہ الخ میں اشارہ ہے اور وہ اپنے نفوس کے لئے مجازاً نہ حقیقتاً
وہ بات کرتے ہیں جو حق تعالے اپنے نفس مقدس کے متعلق کہہ چکا ہے اور یہ اُس
اتحاد کے لحاظ سے نہیں جو عین کفر و الحاد ہے بلکہ بوجہ اتحاد اُس شہود کے جس نے اُس حکم کو
ذات حق ہی کے لئے قرار دیا ہے تو انا الحق اور سبحانی کے معنی یہ ہوئے کہ مجھ پر حق تعالے نے
عینی شہود سے تجلی فرمائی یہاں تک کہ گویا میں حق ہو گیا یہ سب اُسوقت ہے کہ اُنسے یہ کلمات
حالت صحو میں صادر ہوئے ہوں اور اگر حالت غیبت میں صادر ہوئے ہوں تو یہ کلمات ان شطحیات
سے ہونگے جنپر کوئی حکم نہیں کیونکہ حکم اُنھیں الفاظ پر ہوتا ہے جو حالت صحو و اختیار میں بولے
جاتے ہیں اور جو غیبت کے حال میں زبان سے نکلیں اُنپر کوئی حکم نہیں اسی قسم سے حضرت بایزید
کا یہ ارشاد بھی ہے کہ لیس فی جبتی سوی اللہ تو اگر یہ مقولہ صحو کی حالت کا ہو تو اسکے بھی
وہی معنی ہونگے جو اوپر بیان کئے گئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اُس کے کوئی معنی نہیں اور
نہ اُسپر کوئی حکم ہو سکتا ہے **سوال** پھر آپ سے پوچھا گیا کہ شیطان انا کہنے سے کیوں مردود ہوا
اور حلاج انا کہنے سے کیوں مقرب ہوئے یہ کیا بات تھی **جواب** فرمایا کہ حلاج نے انا کہکر نفس
چاہی تاکہ حق بلا غیر باقی رہے اسوجہ سے وہ مجلس وصال میں پہنچائے گئے اور اُن کو خلعت بقا
دی گئی اور شیطان نے انا سے صرف اپنی بقا چاہی لہذا اسکی ولایت مٹ گئی اور نعمت چھین لیگئی
اور درجہ توڑ دیا گیا اور باعلان اُسپر لعنت ہوئی ع

ذرہ گذر خاک سر کوی شما بود	هر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

فائدہ حضرت حسین ابن منصور حلاج کا حال

یہ بزرگان طبقہ ثالثہ سے تھے اور بیضا کے رہنے والے کہ جو ایک شہر ہے فارس میں
کنیت ابو المغیث تھی انھوں نے عراق میں نشو و نما پائی اور یہ خود تو حلاج نہ تھے لیکن ان کا ایک
دوست حلاج تھا جسکی دوکان پر یہ ایک روز گئے اور کہا کہ تم میرا ایک کام کر دو اُس نے اپنے
کام کا عذر کیا آپ نے کہا کہ تم جاؤ میں تمہارا کام کر دونگا چنانچہ جب وہ چلا گیا تو
انھوں نے اپنی انگلیوں سے روئی کی طرف اشارہ کیا ایک دم میں بہت سی روئی بنولے
تخم سے علیحدہ ہو گئی جب سے لوگ ان کو حلاج کہنے لگے اور جس حلاج نے پلٹ آکر جو دیکھا

نوبت یہان تک پہونچی کہ دمیری حیوۃ الحیوان مین بعد نقل اس حکایت کے لکھتے ہین کہ بعضے وجہ قتل منصور حلاج کے جادوگری کہتے ہین کہ وہ اسرار بہت بیان کیا کرتے تھے اسوجہ سے انکو لوگ حلاج اسرار کہنے لگے نفحات الانس مین ہے کہ وہ اصل مین فارس کے تھے اور عراق مین رہے اور حضرت جنید اور شیخ ابوالحسن نوریؒ کی صحبت اٹھائی اور شیخ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد تھے حیوۃ الحیوان مین ہے کہ انسے اور حضرت شبلی وغیرہ مشائخ صوفیہ سے ملاقات تھی مشائخ انکے بارہ مین مختلف تھے بعضے انکی بہت تعظیم کرتے تھے اور بعضے لوگ کافر کہتے تھے اور بعضے متوقف تھے چنانچہ یہ قول امام یافعی کا ہے نفحات مین ہے کہ بہت لوگ انکے منکر تھے سوا ان چند صاحبون کے یعنی حضرت ابوالعباس عطا اور حضرت شبلی اور شیخ ابوعبداللہ خفیفؒ[3] اور شیخ ابوالقاسم نصر آبادی اور شیخ ابوالعباس بن سریج کہ انھون نے انکے قتل کی اجازت نہین دی اور نہ فتوے پر دستخط کیے اور یہ کہا کہ ہم نہین جانتے کہ وہ کیا کہتے ہین کشف المحجوب مین ہے کہ تمام متاخرین نے ان کو مانا ہے اور بعضے مشائخ متقدمین نے جو انکار کیا ہے وہ بھی اسوجہ سے نہین کیا کہ وہ انکی دینی حالت کے متعلق منکر تھے بلکہ اور وجوہ سے تھے کیونکہ مہجور المعاملت مہجور الاصل نہین ہوتا اور متاخرین مین سلطان طریقت شیخ ابوسعید ابوالخیر کا قول انکے بارہ مین ہے کہ یہ بڑے عالی حال شخص تھے اور انکے زمانہ مین انکا مثل کوئی مشرق و مغرب مین نہ تھا شیخ عبداللہ انصاری فرماتے تھے کہ مین بموافقت مشائخ و رعایت شریعت و علم انکو نہین مانتا اور نہ رد کرتا ہون سب کو ایسا ہی کرنا چاہیے اور اس بارہ مین توقف کرنا چاہیے اور جو شخص انکو مانتا ہے اسکو مین زیادہ دوست رکھتا ہون نہ ماننے والے سے شیخ ابوعبداللہ بن خفیف فرماتے تھے کہ حسین بن منصور امام ربانی تھے اور شیخ الاسلام

---

[1] حضرت شیخ ابوالحسن نوری کی وفات حضرت جنید سے قبل ۲۹۵ھ مین ہوئی اور یافعی نے ۲۸۶ھ لکھا ہے ۱۲ منہ

[2] ان کی کنیت ابوعبداللہ مکی ہے مرید سید الطائفہ اور استاذ حسین بن منصور کے تھے اور ابوسعید خراز کے ہم صحبت تھے اور عبداللہ نباجی کو بھی دیکھا تھا اور خود کہتے تھے کہ مین نے عبداللہ نباجی کی صحبت سے زیادہ کسی کی صحبت نفع تر نہین پائی عارف حقانی سخی بے عام تھے جب انکا وعظ دقیق ہونے لگا تو لوگون نے ان کو کافر کی طرف منسوب کر کے چھوڑ دیا اور گھر سے نکال دیا جب یہ جدہ مین آئے تو وہان والون نے انکی بہت تعظیم کی اور وہان کا قاضی مقرر کیا جس مین یہ بیکے پرہیز والے تھے اور سادات و بزرگان قوم سے تھے ابن جوزی نے صفوۃ الصفوۃ مین لکھا ہے کہ ان کی وفات بغداد مین ۲۹۷ھ مین اور ایک قول مین ۲۹۱ھ اور ایک مین ۲۹۶ھ مین ہوئی اور بعضے کہتے ہین کہ مکہ مین وفات پائی مگر قول اول صحیح ہے کذا فی نفحات الانس ۱۲ منہ [3] شیخ ابوعبداللہ بن خفیف شیرازی طبقہ خامسہ سے تھے ان کی وفات ۳۳۱ھ مین ہوئی کذا فی نفحات ۱۲ منہ

کا بھی یہی قول ہے لیکن انکا ارشاد اسقدر زیادہ ہے کہ وہ ہر شخص سے ایسی بات کہنے لگے کہ جو کہنا
نہیں چاہیے تھا یعنی اُنھوں نے شریعت کی رعایت نہیں کی اسوجہ سے اُنکے ساتھ یہ واقعہ
ہوا باایں‌ہمہ وہ ہزار رکعت نماز رات دن میں پڑھتے تھے اور جس رات کی صبح کو وہ مارے
گئے پانسو رکعتیں پڑھ چکے تھے شیخ الاسلام کہتے تھے کہ ان کو لوگوں نے ایک مسئلہ ابہامی
کی بدولت مار ڈالا حالانکہ وہ محض فقیر تھے اور وہ یہ تھا کہ لوگوں نے غلط کہدیا کہ یہ پیغمبری کا دعویٰ
کرتے ہیں شیخ ابو العباس سریج کہ نام احمد بن عمران بن سریج تھا انکی وفات [illegible] میں ہوئی
انکی بزرگی کیوجہ سے لوگ ان کو چھوٹے شافعی کہتے تھے ۔ شیخ ابو العباس بن عطا کا نام احمد
بن محمد بن سہل بن عطا بن الآدمی تھا وہ بغداد کے رہنے والے تھے اور حلاج کی وجہ سے
ماہ ذی القعدہ [illegible] اور ایک قول میں [illegible] میں مارے گئے ظاہر یہ ہے کہ زمانہ خلافت
میں جس وزیر نے کہ حلاج کو مارا تھا اُس نے ان سے پوچھا کہ حلاج کے بارہ میں کیا کہتے
ہو انھوں نے کہا کہ تم خود اتنا مال رکھتے ہو کہ اس سے زیادہ نہیں رکھ سکتے لوگوں کا
مال پھیر دو وزیر نے کہا کہ تم مقابلہ کرتے ہو اور حکم دیا کہ انکے ایک ایک دانت نکال
ڈالے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ ایک ایک دانت نکلتے انکی زبان پر ملتے تھے اور
وہی سر پر چونکے جاتے تھے اسی میں انکا انتقال ہو گیا انتہی کذا فی النفحات ۔
تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ حسین بن منصور حلاج کے واقعات عجیب و غریب ہیں اور طریقہ تصوف
اور نہایت سوز و اشتیاق اور شدت سوز فراق میں مست و بیقرار اور شوریدہ روزگار
صاحب وجد و جہد و عالی ہمت اور رفیع القدر اور صاحب سخن زیبا تھے انکی بہت سی
تصانیف مشکل عبارات اور مغلق کلمات میں تھیں اور حقائق و اسرار و معانی و معارف
میں کامل تھے اور کلام نہایت فصیح و بلیغ تھا ایسا کہ اس زمانہ میں کسی اور کا نہ تھا انکے اول
و آخر سب اوقات کی بنا بلا پر تھی اکثر مشائخ انکے منکر تھے اور کہتے تھے کہ یہ تصوف جانتے
ہی نہیں ہیں البتہ ابن عطا اور عبداللہ بن خفیف اور ابو بکر شبلی اور ابو القاسم نصرآبادی اور
اور متاخرین الا ماشاءاللہ انکو مانتے تھے اور شیخ ابو سعید ابوالخیر اور شیخ ابو القاسم گرگانی شیخ ابو علی

ملہ انکی وفات شب جمعہ چوتھی شعبان ۳۷۲ھ میں ہوئی کذا فی سفینۃ الاولیا ۔ ملہ انکی وفات [illegible] میں ہوئی کذا فی سفینۃ الاولیا
سنہ ملہ انکی وفات [illegible] میں ہوئی اور مزار [illegible] میں ہے [illegible] کذا فی سفینۃ الاولیا [illegible]
فارسی [illegible] واللہ اعلم [illegible]

فارمدی اور خواجہ یوسف ہمدانی[1] بھی انکے معتقد تھے اور بعضے متوقف تھے شیخ ابو القاسم
قشیری[2] کا قول ہے کہ اگر وہ مقبول تھے تو خلق کے مردود کرنے سے مردود نہ ہو جائیں گے اور اگر
مردود تھے تو خلق کے قبول کرنے سے مقبول نہ ہو جائیں گے اور بعضے انکو ساحر کہتے تھے اور بعضے
اصحاب ظاہر کافر بتاتے تھے اور بعضے کہتے تھے کہ انکا میلان اتحاد کی طرف تھا اور بعضے حلولی
کہتے تھے مگر جس نے بوئے توحید سونگھی ہوگی وہ ہرگز حلول واتحاد کے خیال میں نہ پڑیگا
اور جو ایسا سمجھے گا اسکے متعلق خیال کر لینا چاہیے کہ توحید ہی نہیں جانتا ہے اس بیان کی
تفصیل طول طویل ہے یہاں اسکے بیان کی گنجائش نہیں اور بغداد میں ایک گروہ بے دینوں کا
پیدا ہو گیا ہے کہ جو حلول یا اتحاد کی غلطی میں پڑکر اپنے آپ کو انکی طرف منسوب کرکے حلاجی
مشہور کرتے تھے اور ان کی بات بے سمجھے ہوئے اُن کے مارے جانے اور جلائے جانے
پر بھی تقلیداً فخر کرتے تھے چنانچہ دو شخصوں کو بلخ میں یہی واقعہ پیش آیا کہ جو انکو پیش آیا تھا
حالانکہ اس واقعہ میں تقلید شرط نہیں ہے مگر تعجب معلوم ہوتا ہے کہ درخت سے انی انا اللہ
کی آواز نکلنا جائز سمجھا جائے اور منصور کا انا الحق کہنا ناجائز کہا جائے ممکن ہے کہ جیسے حق تعالیٰ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ناطق ہوا ویسے ہی حسین منصور کی زبان سے بھی ہوا ہو اور
یہ نہ حلول ہے نہ اتحاد بعضے کہتے ہیں کہ حسین بن منصور حلاج اور تھے اور حسین منصور ملحد بغدادی
اور تھے جو محمد زکریا کے اُستاد تھے اور ابو سعید قرمطی کے رفیق وہ البتہ ساحر تھے انھوں نے شہر
رست میں پرورش پائی تھی حضرت شبلی کا قول ہے کہ میں اور حلاج ایک چیز ہوں مجھکو لوگوں
نے چونکہ دیوانہ کہا میں چھوٹ گیا اور ان کو ان کی عقل نے ہلاک کرا دیا عبداللہ بن خفیف
کہتے تھے کہ حسین بن منصور عالم ربانی تھے لہٰذا اگر وہ واقعی مطعون ہوتے تو یہ دونوں بزرگ
اُن کے حق میں ایسا کچھ نہ فرماتے اور ان کے ساتھ گمان نیک رکھنے کے لئے یہ دو گواہ کافی
ہیں بقیہ زندگی بھر عبادت و ریاضت میں مشغول اور بیابان معرفت و توحید میں سرگردان رہے
اور اہل صلاح و مشیخ کے لباس میں اور شرع و سنت پر قائم رہے اگر ان سے ایک ایسی
بات ظاہر ہوگئی کہ جس کی کہنے والی خود حقیقت تھی تو وہ بدعت کیسے ہوگی اور بعضے

---

[1] خواجہ یوسف ہمدانی کی وفات ہرات سے مرو جاتے وقت راستہ میں ۵۳۵ھ میں ہوئی جہاں انتقال ہوا تھا وہیں دفن کئے گئے
بعد چندے انکی میت مرو منتقل کی گئی تھی وہیں آپکا مزار مشہور ہے نفحات [2] انکا نام عبدالکریم ابن ہوازن قشیری تھا یہ
مرید ابو علی دقاق اور استاد ابو علی فارمدی کے تھے انکی وفات ۴۶۵ھ میں ہوئی نفحات

مشائخ جو انکے منکر تھے وہ کچھ انکے مذہب و دین کی وجہ سے نہین منکر تھے بلکہ اور مشائخ کی
ناخوشی اور فروتنی کیوجہ سے کہ جس کا یہ ثمرہ ہو۔ پہلے یہ تستر مین آئے اور دو برس تک
حضرت سہل بن عبد اللہ تستری کی صحبت مین رہے پھر بغداد گئے پہلے سفر مین اُن کی عمر
اٹھارہ برس کی تھی پھر وہان سے بصرہ گئے اور بصرہ سے دو مقامات پر اور حضرت عمرو بن
عثمان مکی سے منتسب ہوا اور اٹھارہ مہینہ تک ان کی صحبت مین رہے اُسی زمانہ مین ابو یعقوب
اقطع نے اپنی لڑکی کا نکاح ان سے کر دیا بعد اسکے عمرو ان سے خفا ہو گئے تب انھون نے وہ
گنج نامہ اُٹھا لیا اور بغداد مین حضرت جنید کے پاس آئے آپ نے ان کو خلوت کا حکم دیا چند
دنون یہ اُن کی صحبت مین رہ کے پھر حجاز گئے ایک برس تک وہان رہے پھر بغداد مین آئے
اور ایک جماعت صوفیہ کے ساتھ پھر حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوئے اور ان سے
ایک مسئلہ پوچھا اُنھون نے کچھ جواب نہ دیا اور فرمایا کہ عنقریب تم لکڑی کے ٹکڑے کا سر سرخ
کروگے یعنی سولی پر چڑھائے جاؤگے انھون نے کہا مین اس دن سولی کا سر سرخ کرون گا
جس دن تم اہل ظاہر کے لباس مین ہوگے پھر بے اجازت حضرت جنید کے اپنی بی بی کو لے کر
تستر چلے آئے اور ایک برس کے قریب وہان رہے وہان اُنکو قبولیت عامہ حاصل ہوئی یہ
کسی بات مین اپنے زمانہ والون کو کچھ سمجھتے نہ تھے اسی وجہ سے لوگون کو ان سے حسد شروع
ہوا اور عمرو بن عثمان نے ان کے بارہ مین خوزستان مین خطوط لکھ کر وہان والون کو ان سے برگشتہ
کر دیا ان اُمور سے خود دل برداشتہ ہو گئے تب صوفیہ کا خرقہ اُتار ڈالا اور عبا پہن کے اہل دنیا
کی صحبت اختیار کی اصل یہ ہے کہ ان کو یہ سب برابر تھا چاہے جیسا اور جس کا لباس پہنتے
پھر پانچ برس تک غائب رہے اور اُسی زمانہ مین کچھ دنون خراسان اور ما وراء النہر اور

له یہ طبقۂ ثانیہ سے تھے روایت کرتے ہین محمد بن ابراہیم وغیرہ علماء گروہ صوفیہ [illegible] سے تھے لیکن کلام مین ضعیف تھے اور
حضرت ذوالنون مصری کے شاگرد تھے پہلے امین محمد بن سوار کے مصاحب تھے اور حضرت جنید کے قرین کو حضرت جنید کے قبل ۲۸۳ھ مین ان کی
وفات ہوئی ۸۰ برس کی عمر پائی تھی [illegible] وطبقات الکبری شعرانی مین ہے کہ وہ محمد سہل بن عبد اللہ تستری بن یونس بن
عیسیٰ بن عبد اللہ بن رفیع تستری [illegible] اکابر علماء متکلمین سے تھے [illegible] ریاضات [illegible] محمد بن سوار کے
مصاحبین سے [illegible] حضرت ذوالنون مصری [illegible] وفات کی [illegible] ۲۸۳ھ مین [illegible] اور
بصرہ اول وقت [illegible] ۳ھ [illegible] حضرت جنید کے [illegible] مکہ مین رہتے
تھے ۱۲ نفحات

نیمروز اور سیستان اور کرمان میں رہے پھر فارس گئے اور وہاں کے لوگوں کے لئے کتابیں
تصنیف کیں اور خاص وعام میں مقبول ہوئے اور اسرار علانیہ کہنے لگے لوگوں نے انکا نام
حلاج الاسرار رکھ لیا پھر بصرہ گئے اور دوبارہ مرقعہ صوفیہ پہنکر حرم کا قصد کیا اس سفر میں انکے
ساتھ مرقعہ پوش کثرت سے گئے جب مکہ پہنچے تو ابویعقوب[1] نہرجوری نے ان کو ساحر مشہور
کیا وہاں سے پھر بصرہ آئے اور ایک برس رہکر اہواز آئے اور کہنے لگے کہ مشرکوں کے
شہروں میں میں اس غرض سے جاتا ہوں کہ خلق خدا کو خدا کی طرف بلاؤں اسکے بعد ہندوستان
پھر خراسان گئے وہاں سے ماوراءالنہر گئے پھر ماچین گئے اور سب مقامات پر ارشاد وہدایت
کرتے رہے اور کتابیں تصنیف کیں جب سب کہیں سے پلٹ آئے تو تمام اطراف سے
لوگوں نے ان کے نام خطوط لکھے ہندوستان کے خطوط میں انکا نام ابوالمغیث لکھا گیا اور چین
کے خطوط میں ابوالمعین اور خراسان کے خطوط میں ابوالمغیر اور فارس کے خطوط میں ابوعبداللہ
زاہد اور خوزستان کے خطوط میں حلاج الاسرار اور بغداد کے خطوط میں مصطلم اور بصرہ کے خطوط
میں مخبر غرضکہ آپ کے بارہ میں مختلف رائیں ہوگئیں۔ اسکے بعد مکہ گئے وہاں دو برس رہے
جب واپس ہوئے وحالت متغیر ہوکر دوسری حالت پر ہوگئے اور خلق خدا کو معانی کی طرف
دعوت کرنے لگے کہ جس کو کوئی سمجھتا ہی نہ تھا چنانچہ نقل ہے کہ ان کو پچاس شہروں سے لوگوں
نے نکالا اور ان پر زمانہ عجیب ہی زمانہ گذرا انتہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال امام یافعی اپنی تاریخ
روض الجنان میں لکھتے ہیں کہ محققین انکی طرف سے عذر کرتے ہیں اور جو کلمات کہ ان سے
صادر ہوئے ان کے جوابات عمدہ دلائل سے دیتے ہیں ازانجملہ حضرت قطب العارفین
استاذ العارفین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور امام الطریقت ولسان الحقیقت
شیخ شہاب الدین سہروردی اور امام رفیع المقام حجۃ الاسلام ابو محمد غزالی رضی اللہ عنہم ہیں اور جو
اکثر کہ انکو جانتے اور انکے حال کو صحیح جانتے ہیں وہ ان کو محققین اور ائمہ صوفیہ عارفین
سالکین مرشدین میں سے شمار کرتے ہیں ان میں سے شیخ ابوالعباس بن عطا اور شیخ ابوالقاسم[2]

---

[1] یہ طبقہ رابعہ سے ہیں ان کا نام اسحاق بن محمد تھا حضرت جنید اور عمرو بن عثمان مکی کے صحبت یافتہ تھے اور ابو یعقوب سوسی
کے شاگرد ہیں مکہ شریف میں رہے اور وہیں وفات پائی ۳۳۰ھ میں ۱۲ نفحات [2] یہ طبقہ خامسہ سے تھے انکا نام ابراہیم بن
محمد بن محمود نیشاپوری ہے اور ابراہیم بن شیبان کے شاگرد تھے اور شبلی اور سہل کو بھی دیکھا تھا اور ابوعلی رودباری اور ابو محمد مرتعش اور
ابو بکر طاہر ابہری وغیرہ کے صحبت یافتہ ہیں نیشاپور میں ۳۶۷ھ میں انھوں نے وفات پائی انتہی ملخصاً عن نفحات ۱۲ منہ

نصرآبادی اور شیخ ابو عبد اللہ بن خفیف میں اور حضرت غوث ثقلین کا ارشاد تو انکے باب میں وہی ہے
جو اوپر بیان کیا گیا اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف میں لکھتے ہیں حضرت
بایزید سے جو منقول ہے کہ اُنھوں نے سُبحانی ما اعظم شانی کہا تو ان شاء اللہ اُنکا اعتقاد
اپنے ساتھ ایسا نہ تھا بلکہ اُنھوں نے یہ جناب باری سے روایت کیا تھا اور یہی حلاج کے
انا الحق کے متعلق بھی اعتقاد کرنا چاہیے امام غزالی بھی مشکوٰۃ الانوار میں لکھتے ہیں
تمام حضرت عارفین کا اتفاق اس امر پر ہے کہ جب وہ معراج حقیقت پر عروج کرتے ہیں تو
سوائے خدای واحد کے کسی کو موجود نہیں دیکھتے اب ان میں بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو
یہ حال بطور عرفان علمی کے ہوتا ہے اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو یہ حالت ذوقیہ
میں ہو جاتی ہے اور ان کی دید سے کثرت بالکل اُٹھ جاتی ہے اور فردانیت محضہ میں مستغرق
ہو جاتے ہیں اور یہ حالت ان میں باقی نہیں رہتی نہ غیر کی یاد کی نہ اپنے یاد کی اور ان کے
نزدیک سوا اللہ کے کچھ باقی ہی نہیں رہتا اور اپنے سے ایسے مست و بیخبر ہو جاتے ہیں کہ عقل
ثقلین ایسے وقت میں کام نہیں دیتیں انھیں میں سے کوئی انا الحق بول اُٹھتا ہے اور کوئی
ما فی جبتی الا اللہ اور ظاہر ہے کہ عشاق کی باتیں ایسی حالت سکر کی چھپانے کے قابل
ہیں نہ کہ بیان کرنے کے پھر جب وہ دلو سکی حالت دور ہوتی ہے اور ہوش آتے ہیں
تو سمجھتے ہیں کہ یہ حقیقت اتحادی نہ تھی بلکہ مشابہ اتحاد تھی جیسے کہ کوئی عاشق اپنی حالت
ذوق عشق میں کہے کہ میں وہ شخص ہوں کہ اُسکو دوست رکھتا ہوں اور جسکو میں دوست رکھتا
ہوں وہی میں ہوں یا جیسے انسان ایک آئینہ دیکھے پھر اس آئینہ کا خیال اُٹھا
اور گمان کرے کہ جو صورت میری دیدمیں آئینہ سے آئی ہے وہ اور آئینہ کی صورت ایک
ہے یا شراب کو سرخ شیشہ میں دیکھے اور خیال کرے کہ شیشہ کی سرخی وہی شراب سے جو ہے
اُسکو معلوم ہو جاوے گا اور وہ اس ذہن تمام ہو جاوے گا تو اس میں مستغرق ہو جاوے گا اور
کہنے لگے گا کہ

رق الزجاج ورقت الخمر	فتشابہا فتشاکل الامر

یعنی شیشہ ہوا شیشہ اور شفاف ہوئی شراب تو جب دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہوئے تو امر
بھی مشابہ ہوا

فکانما خمر ولا قدح	وکانما قدح ولا خمر

یعنی گویا وہ شیشہ ہی شراب ہے نہ پیالہ اور گویا وہی شیشہ پیالہ ہے نہ کہ شراب تو اس کہنے
میں کہ شراب پیالہ ہے اور اس کہنے میں کہ گویا پیالہ شراب ہے فرق ہے تو جب یہ حالت غالب
ہوگی تو اس حالت والے کو صاحب فنا بلکہ فناء الفنا کہیں گے کیونکہ وہ اپنی ذات سے فانی
ہوا ہے اور علم فنا کو بھی اس نے فانی کر دیا ہے تو وہ ایسی حالت میں نہ اپنی ذات کو جانتا ہے
اور نہ اس نہ جاننے کو اور اگر اپنے نہ جاننے کو جاننے لگا تو پھر اپنی ذات کو بھی جان لے گا لہذا
اس حالت کو بہ نسبت اس شخص کے کہ جس میں وہ مستغرق ہے مجازاً اتحاد کہیں گے اور حقیقتاً
توحید اور اس کے علاوہ اور بہت سے اسرار ہیں کہ جن میں خوض کرنا بہت امر دراز ہے علامہ
ابن خلکان کا قول ہے کہ ان کلمات کو نیک محامل پر حمل کرنا بہتر ہے اور انکا منشا فرط محبت
اور شدت وجد ہے اور یہ ویسے ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ ہم اور معشوق دونوں دو روحیں
ہیں جو ایک بدن میں آگئیں تو جب تم مجھے دیکھو گے تو اسے دیکھو گے اور جب اسے دیکھو گے
تو مجھے دیکھو گے اسی طرح حلاج کی طرف سے کچھ اور سارے الفاظ موہم حلول و اتحاد کے
کہ جو اور حضرات صوفیہ سے صادر ہوئے ہیں حضرت امام غزالی نے اپنی کتاب منقذ من الضلال
میں عذر کر دیا ہے اور اکثر محققین کا قول ہے کہ جو باتیں ظاہر شریعت کے مخالف حضرات صوفیہ
سے سکر کی حالت میں صادر ہوئی ہیں وہ واردات احوال کی وجہ سے ہوئی ہیں باقی رکھتے
ہیں کہ میں نے بھی اسی کی طرف ایک قصیدہ میں اشارہ کیا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ حلاج
سے اور جو باتیں کہ ظاہر شرع کے خلاف صادر ہوئی ہیں تو وہ اور مشائخ کے نزدیک ان میں
معذور تھے کیونکہ جو کسی حال میں اپنی خودی سے فانی ہو گیا اس پر کوئی گناہ نہیں اور بعضے
کہتے ہیں کہ حلاج حقیقت کے دریا سے نکل کر کنارہ پر آ گئے لہذا پکڑ لئے گئے اور ان پر حد
شریعت جاری ہو گئی اور حضرت ابو یزید دریائے حقیقت و تحقیق میں مستغرق رہے ان کو
کوئی پکڑ نہ سکا شیخ عزالدین ابن عبد السلام مقدسی مفاتیح الکنوز میں حضرت منصور کے حال
میں کہتے ہیں کہ ان کے متعلق لوگ مضطرب ہیں بعضے انکی تعظیم کرتے ہیں اور بعضے تکفیر ابن
شریح سے جب انکا حال پوچھا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ یہ وہ شخص تھے کہ جن پر انکا حال
خود پوشیدہ تھا اس سے زیادہ میں انکے بارہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور یہ مقولہ حضرت عمر
بن عبدالعزیز کے اشارہ کے مشابہ ہے کہ جو ان سے کسی نے حضرت امیر اور معاویہ رضی اللہ عنہما
کے بارہ میں پوچھا تھا تو انہوں نے کہا کہ جب اللہ نے ان خونوں سے ہماری تلواریں پاک

رہین تو اب ہم اپنی زبانون کو کیون اُنکے معاملات مین خوض کرنے سے پاک نرکھین اصطلاح
جو شخص اللہ سے ڈرتا ہو اُسکو چاہیے کہ اہل قبلہ کو بوجہ اُنکے اُس کلام کے کہ جو اُن
سے صادر ہوا ہو اور تاویل صحیح کا محتمل بھی ہو کافر نہ کہدے اس لیے کہ اسلام سے خارج کرنا
سخت بات ہے اسکی جرأت سوائے جاہل کے اور کوئی نہین کر سکتا حضرت امام غزالی نے
مشکوۃ الانوار مین ایک فصل حوالے ایسے کلمات کے بارہ مین لکھکر انکو نیک محملون پر حمل
کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ فرط محبت اور شدت وجد سے ہوا اور حضرت غوث الثقلین کا ارشاد
بھی کہ اُنکے زمانہ مین کوئی ایسا نہ تھا کہ اُن کا ہاتھ پکڑتا اُس شخص کے لیے جسکو ادنیٰ فہم
بصیرت ہو کافی ہے سید احمد زروق قواعد الطریقت مین لکھتے ہین کہ شبہ دشوار کی جس جگہ
جہان پر کوئی دلیل یقینی نہو توقف کرنا بہتر ہے اور یقین کی جگہ پر جہان اُسکی دلیل قاطع
اور واضح موجود ہے مذموم ہے کیونکہ دین اور طریق تصوف کا حسن ظن اور اُسکی ترجیح
دلیل پر ہے چاہے اُس کے مخالف بھی کوئی ہو حضرت صوفیہ کا ارشاد ہے کہ ہزار کافرون کا
کفر سے نکلنا شبہہ اسلام کی وجہ سے درست ہے نہ کہ ایک مومن کا ایمان سے نکلنا کفر کے
شبہہ سے اور درحقیقت اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کی وجہ اسی نکتہ پر ہے اور ایک جماعت ساکت
گئی ہے کہ اُس چیز پر یقین کر لینا واجب اور لازمی ہے جو قبول اور انکار مین موجب اشتباہ
اور مقتضائے دلیل ظاہر ہو غایت کار یہ ہی کہ امر باطن کو امر الٰہی کے سپرد کر دینا چاہیئے
اسی جگہ سے لوگون مین اختلاف ہو گیا ہے ایک جماعت حضرات صوفیہ مین جن سے مشتبہات
اور موہمات فعلاً و قولاً ظاہر ہوئے مین ایک فرقہ منکر ہو گیا ہے اور ایک گروہ متوقف ہے
اور درحقیقت اگر انصاف کیا جائے تو دونون گروہ متفق ہو سکتے کہ جو چیز ظاہر ہوئے
اولیٰ اور احوط طریقہ پر چلے مین نقل ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ آپ شیخ محی الدین ابن عربی
کے بارہ مین کیا کہتے ہین کہنے لگے کہ وہ بہت بڑے عالم اور ہر علم و فن کے ماہر تھے
اُنھون نے کہا کہ ہم اُن کے علم و مہارت کو نہین پوچھتے بلکہ ہم یہ پوچھتے ہین کہ لوگ اُنکے
بارہ مین اختلاف کیون کرتے ہین آپ کا اعتقاد اُن کے ساتھ کیا ہے فرمایا کہ اگر تم یہ
پوچھتے ہو تو سنو اُنکے بارہ مین اختلاف ہے ایک قوم تو وہ جو جانتی تھی اور ایک قوم جب
کہتی تھی لوگون نے کہا کہ پھر آپ [illegible]
گے کہ میرا مذہب تسلیم اور سلامت ہے اور ترک [illegible]

مین سراسر خطرہ ہے اور تفسیق کے مبالغہ مین بھی ضرر کا احتمال ہے کہ کہین عام لوگ اتباع مبہمات
اور موہمات مین نہ پڑ جائین اور اصل مقصود پر نہ پہونچ کر دوسری باتین کرنا شروع کردین۔
واسطہ علم شیخ عبدالوہاب شعرانی مقدمہ طبقات اکبری مین لکھتے ہین کہ شیخ الاسلام شیخ
تقی الدین سبکی سے کسی نے پوچھا کہ غالی اہل بدعت اور جو لوگ کہ ذات مقدس الٰہی مین بحث
کرتے ہین ان کے کافر کہنے کے بارہ مین کیا حکم ہے اُنھون نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے
ڈرتا ہوگا وہ کلمہ گو کے کافر کہنے کو بہت برا سمجھے گا کیونکہ کافر کہنا ایک سخت امر عظیم الخطر
ہے اور جس نے کسی خاص شخص کو کافر کہا تو گویا اُسنے خبر دی کہ وہ شخص ہمیشہ کا دوزخی ہے
اور اس شخص کا جان و مال دنیا والون کے لئے مباح ہے نہ اُسکا نکاح مسلمان عورت
سے درست ہے اور نہ زندگی اور موت مین اسلامی احکام اُسپر جاری ہونگے اور ہزار
کافرون کے چھوڑنے مین غلطی کہین آسان ہے کسی مرد مسلمان کے خون خطا کر دینے سے
حدیث مین ہے کہ امام وقت کی خطا عفو مین میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے اُسکی خطا سے
عقوبت مین اور یہ مسائل کہ جن مین ان لوگون کے کفر کا فتوے دیا گیا ہے نہایت دقیق اور
باریک ہین بوجہ کثرت شبہات اور اختلاف قرائن اور تفاوت اسباب اور پورے طور پر
خطا کی شناخت نہونے کی اور اُنکی تاویل اور شرائط کے حقائق پر عدم اطلاع کے کیونکہ یہ
موقوف ہے قبائل عرب کے اہل زبان کے تمام طریقون اور حقیقتون اور مجازون اور استعارون
کے جاننے اور توحید کے دقائق پہچاننے پر اور یہ اس زمانہ کے اکابر علماء عصر سے یقینًا دشوار
ہے چہ جائیکہ اُن کے علاوہ لوگون سے اور انسان جب اپنے امر معتقد کی تحریر سے عاجز ہے
تو دوسرے کے اعتقاد کو کیسے بیان کر سکتا ہے لہذا کافر کہنا اُسکے لئے جائز ہوگا جس نے
صاف صاف کفر کیا ہو یا کفر کو دین بنا کر اور شہادتین کا منکر ہو کر بالکل دین اسلام سے خارج
ہوگیا ہو ڈرنا اور توقف ہے لہذا ادب یہ ہے کہ اہل بدعت و ہوا کے کافر کہنے مین توقف کرنا
چاہیے اور ان لوگون کے اُن اقوال کو جو صریح نصوص کے مخالف نہین ہین اُنھین پر تسلیم کرنا
چاہیے انتہی کلام السبکی اور مجھ سے شیخ امین الدین امام جامع غمری نے محروسہ مصر مین بیان
کیا کہ ایک بار ایک شخص کی زبان سے ایک بات ایسی نکل گئی جو باعث تکفیر تھی علماء مصر نے
اُسکے کفر کا فتوے دیا جب اس کے قتل کا ارادہ ہوا تو بادشاہ جقمق نے پوچھا کہ کیا کوئی عالم
اور بھی ایسا ہے جو اس بحث مین نہ آیا اُس نے فتوی نہ دیا ہو لوگون نے کہا ہان شیخ جلال الدین

محلی شارح منہاج باقی رہ گئے ہیں جو نہیں آئے آدمی اُن کے بلانے کو بھیجا گیا وہ جب آئے تو اُنھوں نے دیکھا کہ ایک شخص بیڑیوں میں جکڑا ہوا بادشاہ کے سامنے کھڑا ہے اُنھوں نے پوچھا کہ اسکو کیا ہوا علما نے کہا کہ یہ شخص کفر بولا ہے اُنھوں نے پوچھا کہ جس نے اس کے کفر کا فتوی دیا اُس کا مستند کیا چیز ہے تب شیخ صالح البلقینی نے آگے بڑھ کر کہا کہ میرے والد شیخ الاسلام شیخ سراج الدین نے ایسے ہی ایک شخص کے بارہ میں کفر کا فتوی دیا تھا شیخ جلال الدین نے کہا کہ کیا چاہتے ہو کہ ایک مرد مسلمان موحد کو کہ جو اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہو صرف اپنے باپ کے فتوی سے مروا ڈالو اسکی بیڑیاں کھول دو لوگوں نے بیڑیاں کھول دیں وہ اُسکا ہاتھ پکڑ کر لیے چلے گئے اور بادشاہ اور سب لوگ دیکھتے رہ گئے کسی کو جرات ہی نہ ہوئی کہ اُن سے کچھ کہتا حضرت شیخ محی الدین بن عربی فرماتے تھے کہ اکثر عارفین کے دل پر ایسے نفحات الہیہ پہنچتے ہیں کہ اگر وہ اُن کو بیان کر جائیں تو کاملین عارفین بھی اُسکو نہ سمجھ پائیں اور علماء ظاہر تو ضرور ہی رد کر دیتے ہیں حالانکہ اُن کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے اولیا کو کرامتیں دی ہیں جو معجزہ کی شاخیں ہیں ویسی کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کہ ان کی زبانوں سے بھی وہ باتیں نکلوا دے کہ جنکے سمجھنے سے علماے ظاہر عاجز ہوں اور جسکو اس امر میں شک ہو وہ شیخ اکبر کی کتاب المشاہد یا کتاب الشعار سیدی محمد وفی کی اور ابن قسی کی کتاب خلع النعلین اور شیخ اکبر کی کتاب عنقا مغرب دیکھے کہ بڑے بڑے علما اُن کے معانی نہیں سمجھ پاتے بلکہ خاص وہ شخص کہ جو اُن کے مقربین میں ہو وہی نہیں سمجھ سکتا کیونکہ وہ زبان قدسی ہوتی ہے جسکو سوا فرشتوں یا اُس شخص کے جو صفات بشریت سے مجرد یا صاحب کشف صحیح ہو اور کوئی نہیں سمجھ سکتا **فائدہ** محمد وفی یہ بزرگ کہ بڑے عارفین سے تھے اُن کو وفی اسواسطے کہتے تھے کہ ایک مرتبہ دریاے نیل ٹھہر گیا اور اپنی حد تک نہیں بڑھتا تھا والوں نے ارادہ کیا کہ وہاں سے چلے جائیں اُسوقت یہ دریا پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ حد کے حکم سے بڑھ جا اُسی دن دریا سترہ گز اور بڑھ کر اپنے پورے ٹھکانے تک پہونچ گیا جب سے لوگوں نے اُن کا نام وفی رکھ لیا انھیں کے حال میں طبقات شعرانی میں لکھا ہے شیخ اسماعیل بن سنبول کردی جلال الدین سیوطی رد شبہات ابن عربی میں لکھتے ہیں کہ عارف کی قول انا الحق وغیرہ سے جاننا چاہیے کہ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اُس کے معنے یوں سمجھے جائیں کہ میری اس صورت ناسوتیہ میں حق ہی ہے گویا حق تعالیٰ سننے والے سے ارشاد فرماتا ہے کہ میں اس ناسوتی صورت میں اپنے وجود حقی سے جو اس صورت سے منزہ ہے ظاہر ہوا ہوں تو اب یا یہ جانے کہ اس صورت اور اس کے غیر اور

اور حقیقۃً دونون کا اطلاق آتا ہے خلقیت تو اسوجہ سے کہ وہ صورت مرکب اور متمیز ہے اور حقیقۃً
اسوجہ سے کہ اس صورت کا وجود حقیقت مین وہی حق ہے اور جو اس صورت مین ظاہر ہے وہ بھی
وہی حق ہے اور مقام ظہور مین اختیار ہے چاہے حق کو عین خلق کہین اور چاہے غیر خلق کیونکہ حق کے دو
مرتبہ ہین ایک مرتبہ اطلاق دوسرا تقید تو جب اُسکے مرتبہ مطلق پر نظر کرینگے تو یہ مراتب مقید اپنی شکلون کی
حیثیت سے غیر حق مطلق معلوم ہون گے اور جب اس مطلق کے اُن قیود کی طرف نظر کرینگے تو مرتبہ
اطلاق عین مرتبہ تقید معلوم ہوگا لہذا ہر مرتبہ کو اپنی جگہ پر رکھنا چاہیے اب اگر کسی نے فرق کے مقام پر
انا الحق کہا تو اُس سے مراد یہ ہوگی کہ مرتبہ احدیت جو منزہ ہے صفات محدثات سے وہی عین اُسی صورت
متمیزہ کا ہے تو وہ کاذب ہے اور مدعی محال اور اگر اس نے اس معنی کے لحاظ سے کہا کہ جو اوپر بیان
کیے گئے پھر اس قول کے ٹھیک ہونے مین کوئی شک نہین دوسرے اُسکے معنی یون کہے جائین
کہ میرا یہ وجود جسکے ساتھ مین قائم ہون وہ حق کا وجود ہے اور یہ معلوم ہے کہ مدرک یہی حق کا وجود اعیان
ممکنات مین ہے حضرت شیخ اکبر فصوص الحکم کے فص یوسفی مین فرماتے ہین کہ اعلم ان المقول علیہ سوی
الحق او مسمی العالم ھو بالنسبۃ الی الحق کالظل للشخص فھو ظل اللہ فھو عین نسبۃ الوجود الی العالم
لان الظل موجود بلاشک فی الحس ولکن اذا کان ثم من یظھر فیہ ذلک الظل حتی لو قدرت
عدم من یظھر فیہ ذالک الظل کان الظل معقولا غیر موجود فی الحس بل یکون بالقوۃ
فی ذات الشخص المنسوب الیہ الظل یعنی کون و مکان اور ما فیہا جسکو غیر کہین یا عالم کہین وہ سب
خداوند عالم کے ساتھ ایسا ہے جیسے انسان کا سایہ ہوتا ہے کہ سایہ کو بالذات کوئی وجود دوسرا نہین
سوا اُسی شخص کے وجود کے کہ جسکا وہ سایہ ہے اُسی طرح عالم کا وجود بھی بالذات کوئی چیز نہین بلکہ وہ
سایہ حق ہے اور سایۂ حق نسبت وجود اضافی کا عین ہوتا ہے عالم کی طرف تو جیسے سایہ وجود شخص
کا تابع ہوتا ہے ویسے ہی عالم بھی وجود حق کا تابع ہے کیونکہ عالم تو
اسما اور صفات حق کا مظہر ہے اور صفات لازم ذات بلکہ عین ذات ہین تو یہ امر محقق ہوا کہ عالم
ظل اللہ ہے اور ظل اللہ عین نسبت وجود اضافی ہے عالم کے ساتھ تو جسطرح سایہ ایسے محل کا محتاج ہے
کہ جسمین وہ قائم ہوا ہے اور محتاج کسی شخص کرنے والے کا بھی ہے تاکہ سایہ اُسکی وجہ سے متحقق ہو جائے
اور ایسے نور کا بھی محتاج ہے کہ جس سے سایہ کا وجود پیدا ہوتا ہے اسیطرح وجود اضافی کی نسبت
اعیان ممکنات کے ساتھ بھی محتاج ہے کہ اُسکی ابساطت اُن اعیان مین ہو اور حق کی طرف بھی مفتقر ہے
تاکہ اُس کی وجہ سے وہ متحقق ہو جاوے اور وہ نور حق کی طرف بھی محتاج ہے تاکہ اُس نور کی وجہ سے

وہ ظہور کرسکے تو ہر ایک کو ان دونوں میں سے دوسرے کی طرف منسوب کرنا چاہیے، اور ان تینوں
حاجتوں کو ان دونوں سے سایہ کرنا اور اُنکو ایک جُدا مرجانا چاہیے کیونکہ وجود کونی کی نسبت
عالم کی طرف ویسی ہے جیسے سایہ کی نسبت اُس شخص کی طرف کہ جسمیں وہ قائم ہے پس عالم
ظل اللہ ہوا اور یہی وجود کی نسبت عالم کی طرف ہے اسواسطے کہ سایہ بلاشک حس میں موجود ہے
اسطرح پر کہ جب وہ ظاہر اُس چیز میں ہوگا کہ جسمیں یہ سایہ ظاہر ہوا ہے تو اگر وہ نسبت فرض کیا جاسکے
تو وہ سایہ بھی حس میں موجود ہوگا اگر بالقوہ صاحب ظل کی ذات میں بطور تعقل کے ہوگا جیسے
درخت کو دانوں میں فرض کریں بالقوہ کے درخت کو اُسکے تخم میں اسکے علاوہ اور مثالیں بھی ہیں
اب یہ قول کہ المتحمل تقلید سوی الحق یعنی جس چیز کو لوگ بغیر عرف اور عادت کے، سوی الحق کہتے
کہتے ہیں وہ رہنا حقیقت کی اصطلاح میں تو یہی کہیں گے کہ غیر حق بھی موجود ہے بلکہ جنکو ہم نے کونیات و
موجودات کو کہنا چاہیں گے تو اُن کو سایہ حق کہیں گے کیونکہ اہل تحقیق کے نزدیک سوا سے موجود
حق وسایہ حق کے کوئی چیز موجود نہیں اور جب ہوتے ہیں تو ان کا اعتبار کرینگے تو وہاں سب کو ایک کہینگے
سوا ایک کے بہت سے [illegible] کہیں گے تو جب بہت سے، سایہ ونسب وشیون مختلفہ کو اعتبار کرینگے تو
اُن کو نور ہویتہ کی، ہمیں تاثیر سمجھیں گے مظاہر اسمائیہ سے جن میں انتشار کیا ہے اور اُسی کے
ساتھ تجلی ہوئی اور اُسی نور سے سایہ پیدا ہوا ہے جیسے شخص کا سایہ ہوتا ہے ورنہ نفس الظل
اسواسطے نہیں کہا کہ ظل کا بالذات وجود ہی نہیں ہے بلکہ اس کا تحقق شخص ہی میں ہوتا ہے سیطرح
عالم بھی حق کا تابع ہے یا یہ ان برکات نشیبہ ہو تو یہ اسواسطے کہ تمام جہت بہ نسبت وجود کے
من وجہ عین حق ہے اور تعین اور تقید کی لفظ سے غیر حق فعلی ظہور ھذا النص کلا فی المسمی

بالعالم انما هو اعیان الممکنات علیها امتد هذا الظل بقدر ما امتد عن هذا الظل بجسم

امتد علیه من وجود هذا الذات ولکن باسمه النور وقع الادراک واما هذا الظل علی

اعیان الممکنات فی صورة الغیب المجہول یعنی ممکن ظہور سایہ الٰہیہ کا جسکو عالم کہتے ہیں ممکنات کی
ذوات میں منتشر یہ سایہ الٰہی پھیلا ہے تو جسقدر کہ عالم پر اس ذات مطلقہ کے وجود مقدس سے پھیلا ہے
اُتنا ہی اُس سے یہ سایہ سمجھا جاتا ہے اور وجود ھذا الذات سے مراد تجلی وجودی ہے جو
ذات اعیان سے ممکنات پر فائض ہوتی ہے لیکن اس ذات اقدس کے اسم مبارک نور کی وجہ سے
ادراک واقع ہوا ہے اور یہ سایہ اعیان ممکنات پر پھیلا ہے یعنی سایہ کا پھیلنا اسم نوری کی وجہ
سے ہے کیونکہ سایہ وجودی اپنے ظہور میں نور کا محتاج ہے اور اس سایہ وجودی کو ذوات [illegible]

حاصل ہوا ہے وہ علم الٰہی میں ہے اور اسی کو اصطلاح میں غیب مجہول کہتے ہیں اسوجہ سے کہ اسکو سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا یا جسکو وہ جتنا چاہے مطلع کردے یا اسوجہ سے کہ وہ اپنی نیستی کے اندھیرے میں ہے اور جیسے کہ نور کی شان ہے کہ خود بالذات ظاہر ہوتا ہے اور غیر کو ظاہر کر دیتا ہے ویسے ہی ظلمت کی شان ہے کہ خود ظاہر نہیں ہوتی اور اور چیزوں کو بھی چھپا لیتی ہے جاننا چاہیے فصوص میں ہے کہ نور ایک نام ہے اسماء ذاتیہ الٰہیہ سے اس کا اطلاق ضیا اور علم اور وجود اضافی تینوں چیزوں پر آتا ہے اسوجہ سے کہ یہ تینوں شے کے مظہر ہیں لیکن نور کا اطلاق وجود اضافی پر اس سبب سے ہے کہ اگر وجود اضافی نہوتا تو سب چیزیں ظلمت آباد عدم ہی میں رہتیں اور کتم عدم سے فضائے وجود میں نہ آتیں اور علم پر اطلاق اس لیے کہ اگر علم نہوتا تو کوئی شخص کسی چیز کو نجانتا اور ضیا پر اس سبب سے کہ اگر روشنی نہوتی تو اعیان موجودہ خارجی ظلمت ہی میں چھپے رہتے اور کوئی ان کو نہ دیکھتا لہذا ضیا محسوسات کا آلۂ ادراک حسی ہے اور علم ادراک عقلی کا آلہ ہے عالم معانی اور معقولات میں اور وجود اضافی ایک نور ہے جو عالم اعیان وارواح میں مشاہدہ کا سبب ہوا ہے واللہ اعلم

الا ترى ان الظلال تضرب الى السواد تشير الى ما فيها من الخفاء لبعد المناسبة بينها وبين

اشخاص من هي ظل له وان كان الشخص ابيض فظله بهذه المثابة چونکہ جو کچھ خارج میں موجود مشہود ہے وہ دلیل وعلامت اُس چیز کی ہے کہ جو غیب میں مکنون اور مکتوم ہے تو اس سے استدلال کے واسطے ارشاد کرتے ہیں کہ ان سیاہیوں کو دیکھنا چاہیے جو سایوں میں دیکھے جاتے ہیں اور اس خفا کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو اعیان ثابتہ میں ہیں کہ جسطرح بیاض میں صورت نوری اور سواد میں صورت ظلمتی ہے اور خفا اور ظلمت جو کچھ ہے وہ بوجہ بُعد مناسبت کے ہے اسماء اور اشخاص میں یعنی یہ سیاہی بسبب اسکے بعد کے ہے ذات سے ظہور و خفا میں یہ نہیں ہے کہ یہ سیاہی صاحب سایہ سے حاصل کی گئی ہو کیونکہ ظلمت کی سیاہی جو سایہ کو لازم ہے وہ صاحب ظل سے مکتسب نہیں ہوتی دیکھو اگر کوئی شخص سفید رنگ بھی ہو تو بھی اُس کا سایہ مائل بسیاہی ہی ہوگا تو معلوم ہوا کہ ہر سایہ میں چاہے اُس کا ذی سایہ کسی رنگ کا ہو سیاہی ضرور ہوگی اور یہ عکس کی تاثیر نہیں ہے شیخ کمال الدین کا قول ہے کہ اعیان نور وجود سے دور ہونے کی وجہ سے مائل بظلمت ہوتے ہیں اور جسوقت ان پر نور پھیلتا ہے تو ان کی نیستی کی اندھیری کو روجود میں چھپ جاتی ہے اور پوشیدہ ہوتی ہے پس وہ نور بھی مائل بظلمت ہوجاتا ہے مجاز میں نمایاں ہوتی ہے جیسے سایہ میں اپنے شخصوں کی نسبت اور وجود اضافی کی نسبت سے وجود مطلق حق کے ساتھ ایسا ہی ہے کہ اگر اُس کا تقید ان ذاتوں میں ہونا جنکی اصل نیستی ہے تو

وہ ذات نہایت نورانی ہوتی اور شدت نور سے مدرک نہوتی اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص تعینات ظلمانیہ کے
حجابات مین گیا وہ عالم سے صرف عالم ہی کو دیکھے گا حق کو عالم مین نہ دیکھے گا کہ وترکہم فی ظلمات[۱]
لا یبصرون اور جو شخص ان حجابات سے باہر نکلا اور اُن قیود سے چھوٹ کر ظلمانی حجابات کو پھاڑ کر
نور مین گھس گیا اور ظلمت ظل سے جو اسکے حجاب تھے باہر گیا اس کا نور صاحب سایہ کے نور کے
عکس سے ہوگا اور وہ نور کے ساتھ ظلمت سے محتجب ہوجائیگا اور ہمیشہ حق کو دیکھے گا اور جو متوسط ہوگا
یعنی ظلمت کے ساتھ نور سے محتجب ہوا نہ نور کے ساتھ ظلمت سے محتجب ہوا اسکو ظلمت نظری اور
سیاہی کثرت نور حقیقیہ اور وحدت حقیقت کا مشاہدہ ہوگا الاترى الجبال اذا بعدت عن
بصر ناظر سواده وقد تكون في شيابها على غير ما يدركه الحس من اللونية وليس
ثمه علة الا البعد وكزرقة السماء فهذا ما انتجه البعد في الحس في الاجسام غير النيرة
یعنی کیا تم نہین دیکھتے پہاڑون کو کہ جب وہ نظر سے دور ہوتے ہین اور اُن مین سیاہی ظاہر ہوتی
ہے اور وہ سیاہ دکھ پڑتے ہین اگرچہ واقع مین وہ اور ہی رنگ کے ہوتے ہین تو یہ سیاہی جو
حاسۂ البصر مین آئی ہے اس کا سبب دوری ناظر بصر سے بُعد ہے یا جیسے آسمان کی نیلگونی ہے
تو جتنے اجسام کہ روشن نہین ہین جب وہ حاسۂ بصر سے دور ہونگے تو وہ تاریک اور بے نور دکھلائی
دینگے اسیطرح وجود ہے کہ اگرچہ وہ اپنی ذات مین ایک حقیقت نوری ہے لیکن اپنے مظہر
عدمی الاصل کے موافق وہ اپنی تجلی وجہ سے اس مظہر کی ظلمانیت کے اندر جاکے اپنی نوریت
مین چھپ گیا ہے وکذلك اعيان الممكنات ليست منيرة لانها معدومة وان اتصفت
بالثبوت لكن لم تتصف بالوجود اذ الوجود نور یعنی اور اسیطرح اعیان ثابتہ ممکنات روشن نہین
ہین کیونکہ وہ معدوم ہین اگرچہ علم الٰہی مین ثابت ہین لیکن خارج مین متمیز نہ ہونے سے ہین کیونکہ
نہایت قرب اور ثبوت علمی کی وجہ سے نہ خود ظاہر ہین نہ غیر کے مظہر بخلاف وجود خارجی کے کہ وہ
نوریت کے اُس مرتبہ مین پہنچا ہے کہ خود بھی ظاہر ہے اور سارے چیزون کو بھی اُس نے ظاہر کردیا
یہانتک کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتے اور جانتے ہین اور اپنے موجد کو بھی اور اعیان عالم مین موصوف
بصفت وجود بھی ایک طرح کا وجود رکھتے ہین معدوم محض نہین ہین لیکن ظہور تام اور نور تام ایسا نہین
رکھتے جیسا کہ وجود عینی کو ہے شیخ شرف الدین کا قول ہے کہ ثبوت علمی اور وجود عینی مین فرق
شرکت وجودی مین ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی ذاتون مین ادراک کرتے ہین کہ ہماری

---

[۱] اور چھوڑا اُن کو اندھیری مین کہ نظر نہین آتا ۱۲ منہ

ارواح مجردہ مین معانی مجملاً حاصل ہین اور ان کا ادراک مفصل اُسوقت ہوتا ہے جب وہ دل پر فائز اور نازل ہوتے ہین اور اُن مین سے ہر ایک لباس صورت قریبہ کے ساتھ خیالی صورتون مین آتا ہے اور جب عالم خیال مین پہونچتا ہے تو وہان چھپ جاتا اور جب خیالی صورتون مین آتا ہے تو وہان بھی مشاہد ہوتا ہے اسیطرح اور محسوسات ہین تو جب اُسکو خیال سے خارج مین لاتے ہین تو اُس مین ظہور تام پایا جاتا ہے ایسا کہ ہم خود بھی جانتے ہین اور اور لوگ بھی جانتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ اعیان کے مراتب خارج مین ہین اور جسقدر کہ وجود خارج مین ظاہر اور موصوف ہوتے اُتنی ہی اُنکی صفت نوریہ زیادہ ظاہر ہوتی ہے علیان الاجسام المنیرۃ یعطی فیہا البعد فی الحس صغیرا لجذا اناتیر اخر البعد ولایہ وکما الحس الاصغیرۃ الجرم وھی فی اعیانہا کبیرۃ عن ذلک القدر واکثر کمیات کما یعلم بالدلیل ان الشمس فی الارض فی الجرم مائۃ وستین دو بعا ومثن مرۃ وھی فی الحس علی قدر جرم الترس یعنی سو اس بات کے کہ اجسام روشن کوان کی دوری حاسۂ بصر مین چھوٹا دکھاتی ہے تو یہ بعد کی دوسری تاثیر ہوئی پس حس ان جسمون کو چھوٹے جرم والے جانیگی حالانکہ وہ اجسام اپنی ذات مین اس مقدار اور وزن سے باعتبار حاسۂ بصر کے کہین زیادہ ہین جیسا کہ بدلیل معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب جسم مین زمین کا ایک سو ساٹھ گنا اور ایک چوتھائی اور ایک آٹھوان حصہ ہے اور آفتاب ظاہر مین ڈھال کے جسم کے برابر ہے تو یہ بعد ہی کا اثر ہے اسیطرح ماہتاب اور ستارے ہین کہ حقیقت مین وہ کتنے ہی بڑے ہون مگر دیکھنے مین چھوٹے معلوم ہوتے ہین تو حاسۂ بصر جو اُن چیزون کو دیکھتا ہے تو یہ اتنے ہی معلوم ہوتے ہین حالانکہ وہ فی نفسہ کہین اُس سے بڑے ہین فما یعلم من العالم الا قدر ما یعلم من الظلال ویجہل من الحق علی قدر ما یجہل من الشخص الذی عنہ کان ذلک الظل فمن حیث ھو ظل لہ یعلم ومن حیث ما یجہل ما فی ذات ذلک الظل من صورۃ شخص من امتد عنہ یجہل من الحق فلذلک یقول ان الحق معلوم لنا من وجہ ومجہول لنا من وجہ یعنی عالم سے اُسی قدر معلوم ہوتا ہے جسقدر کہ سایون سے معلوم ہوتا ہے اور حق سے اسیقدر جہل رہتا ہے جیسا اُس شخص سے کہ جسکا وہ سایہ ہو تو اس حیثیت سے کہ وہ سایہ اُس شخص کا ہے معلوم ہے اور اس حیثیت سے کہ یہ نہین معلوم کہ اُس سایہ کی ذات مین اُس شخص کی صورت سے جس کا یہ سایہ پھیلا ہے کتنا ظہور ہی حق بھی غیر معلوم رہیگا خلاصہ یہ کہ تمام اعیان من حیث الحقیقت اسماے حق اور اسکی صورتین ہین اور ان موجودات خارجیہ اور اُن کے آثار و ہیئت لازمہ سے کہ جو اُن سایون کے سایہ ہین اسی قدر معلوم ہوتا ہے

جسقدر کہ اُن سایون کی صورتین اور آثار اور احوال وخصوصیات ظاہری ہین اور جسقدر ان اعیان
اور حقایق کی ذاتین مخفی ہین اُسی قدر حق مین بھی خفا ہوتا ہے حضرت شیخ کا اس عبارت سے
اس طرف اشارہ ہے کہ سایہ حسی سایہ معنوی پر دلیل ہے کیونکہ سایہ دیکھنے والا اُس سایہ سے
صاحب سایہ پر استدلال کرتا ہے کہ سایہ سے وہ معلوم کر لیتا ہے کہ کوئی شخص ہے جسکا یہ سایہ
ہے لیکن اُس شخص کی ماہیت وکیفیت نہین جانتا ہے تو عارف کو معلوم ہوتا ہے کہ جب ہر چیز کا
سایہ صاحب سایہ کی حقیقت کے جاننے کی دلیل نہین ہوتا ہے تو وہ اللہ کی ذات کے جاننے کا
ذریعہ کیسے ہوگا کہ ما للتراب ورب الارباب و من حیث ما یجہل ہین از مذہب تو اس
صورت مین اصل یہ ہوئی کہ ومن حیث یجہل ما فی ذات ذلک الظل مجہول الحق و اگر نسخہ یہ
ہو تو بھی ہو سکتا ہے تو اس صورت مین یون ہوگا کہ من حیث جہلنا ما فی ذات ذلک الظل
یجہل الحق اب اگر کوئی کہے کہ ہم نے حق کو جانا تو وہ علم من حیث الظل ہوگا اور اگر کہین کہ حق کو
نہین جانا تو یہ اُسکے اطلاق اور نامتناہی تجلیات کی وجہ سے ہوگا کیونکہ مطلق کے تعلق کو [illegible]
مقید کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسے ضد کا جاننا ضد سے اور اُسی کو علماء [illegible] واستدلالی وجود عدم
وجود کہین گے اور اُسکی معرفت حقیقی کو علم تحقیقی اور ذوقی اور کشفی اور وجدانی [illegible] جیسا کہ
چاہیے کسی کو حاصل نہین ہوتا جیسا کہ خود حضرت شیخ فرماتے ہین و لست ادرک من شئی حقیقۃ
یعنی مین نہین جانتا کسی چیز کی حقیقت کو الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا
ای یکون فیہ بالقوۃ یقول ما کان الحق لیتجلی للممکنات حتی یظہر الظل فیکون ما بقی من الممکنات
التی ما ظہر لہا عین فی الوجود ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا وہو اسمہ النور الذی قلناہ ویشہد لہ
الحس فان الظلال لا یکون لہا عین بعدم النور تو اس آیت شریفہ سے استشہاد اس بات پر ہے
کہ وجود خارجی اضافی ظل الٰہی اسماء رب کی تجلی سے ظاہر ہین سب اسماء مربوب سے ہیے اور اگر
رب کا یہ ارادہ ہوتا کہ وہ قوت سے فعل کی طرف نہ آئے تو وہ اُس سایہ کو بھی ویسا ہی غیب ذات مین
مخفی رکھتا لیکن اُس نے ساکن اور مخفی رہنا نہین چاہا کیونکہ اس سایہ سے اعیان ثابتہ [illegible]
مین عجیب عجیب حکمتین اور [illegible] ہین اور یظہر کا فاعل حق ہے اور [illegible]
تاکہ نفی کے لیے آتا ہے اور حتی بمعنی کے تعلیل کے لیے ہے [illegible] کے معنی مین تو خلاصہ مطلب
یہ ہوا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نہین دیکھتے اپنے پروردگار کو کہ کیسا اس نے سایہ پھیلایا اور اگر وہ
چاہتا تو اس سایہ کو ساکن رکھتا یعنے عالم کا وجود حق مین بالقوۃ ہوتا [illegible] فرماتا ہے کہ حق ممکنات پر

تجلی کرکے سایہ کو ظاہر نہ کرتا تو یہ بھی ویسا ہی رہتا جیسے اور ممکنات ہین جنکا کوئی عین وجود مین ظاہر نہین
ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ حق تعالی تجلی کرنے مین سایہ کے استعداد کے ساتھ اس حیثیت سے نہین ہے
کہ جو سایون کے اظہار کے واسطے ضروری ہونا کہ جیسے اور ممکنات کا ظہور ہے اور اگر ایسا ہوتا تو جسطرح
یعنے ممکنات عدم اضافی یعنی غیب کے پردہ مین رہے اور وجود خارجی مین ان کی کوئی ذات
ظاہر نہین ہوئی ویسے ہی یہ سایہ بھی یعنے اضافی پردون مین رہتے بلکہ یہ تجلی حق تعالی کی اس حیثیت
سے کے ساتھ اور سایہ کا استعداد اس طرح پر ہوا کہ جب اُس نے تجلی فرمائی تو بالکل ظاہر ہوگیا جیسا کہ آیہ شریفہ
انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون سے ظاہر ہوتا ہے اگر اُس کی مشیت عدم ظہور و اظہار سے
متعلق ہوتی تو اس سایہ کو ظلمت عدم اور غیب مطلق ہی مین پوشیدہ رکھتا اور عالم حق مین بالقوہ ہوتا فعل
مین نہ آتا لیکن اُسکی مشیت عالم کے ظہور اور رہے وسط سایہ وجود کے ممکنات پر ہوئی اسوجہ سے ممکنات
قوہ سے فعل مین آئے پھر فرماتا ہے کہ ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا آفتاب سے مراد وجود خارجی
وجہ نور الٰہی ہے اور علیہ کی ضمیر سایہ کی طرف پھرتی ہے اور سایہ سے مراد ممکنات کی ذاتین ہین یعنی
وجود خارجی کو ہم نے دلیل قرار دیا کہ اعیان اُس وجود کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہین اور وہی وجود اعیان
پر دلالت کرتا اور ظاہر کرتا ہے اور یہ آفتاب اسم نور سے مراد ہے جسکی شاہد حس ہے کیونکہ سایون کا
وجود خارجی بھی نور کے نہونے کے وقت نیست ہوجاتا ہے کیونکہ سابقاً خود حضرت شیخ فرماچکے ہین کہ
لکن باسم النور وقع الادراک وامتد الظل یا یہ مطلب ہو کہ شمس مظہر اسم نور ہے اور ضمیر کا مذکر
لانا خبر کے اعتبار سے ہے اب اگر کوئی کہے کہ اہل حق کا قول ہے کہ ممکنات خارج مین وجود کے
طالب اور عین وجود مین ظاہر ہین تو یہ کیسے درست ہوگا کہ کما بقی من الممکنات التی ما ظہر لہا عین
فی الوجود اس کا جواب یہ ہے کہ اُن کا ظہور وجود مین کلیات کی طرح ہے اور یہان مراد جزئیات سے
موقوف ہے یعنی وہان اجمالاً موجود ہین اور یہان تفصیلاً اب اگر کوئی کہے کہ اس قول شیخ سے کہ
اسے یکون فیہ بالقوۃ ان کا مطلب سکون ہے اور سکون اور بقا بالقوہ مین کیا مناسبت ہے
اُس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ظہور قوہ سے فعل کی طرف یہ ایک قسم اقسام حرکت معنوی سے ہے لہذا اسکی
تعبیر بقا سے سکون کے ساتھ بوجہ تقابل حرکت کے ہوگی ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا وانما قبضناہ الیہ
لانہ ظلہ فمنہ ظہر والیہ یرجع والیہ یرجع الامر کلہ فہو ہو لا غیرہ پھر قبض کیا ہم نے اُس سایہ کو جس سے
مراد ممکنات کا وجود ہے محل احسان طور پر سایہ کو حق تعالی نے اپنی طرف اسوجہ سے قبض کیا کہ وہ سایہ

مسلک من کا حکم ... جب ... کسی چیز کا اُس سے ... ہوجانے ۱۲ منہ

بعض محقق کے نزدیک مجوبین سے ہوسکتا ہے یہ ہے کہ اعیان سے مراد موجودات متکثرہ ظاہر ہین
آئینۂ وجود مین اور وجود خود بذاتہٖ معقول محض ہے لیکن محقق موحد صاحب کشف کے
نزدیک اس مقام پر حق وخلق مین اسطرح جمع کرنا چاہیے کہ کوئی ایک دوسرے کے شہود کا مانع یا
حاجب نہو اور وہ اسطرح پر ہے کہ محقق کو مقام جمع الجمع مین دو آئینون کے تقابل سے ایک عکس
جامع ظاہر ہوگیا ایسا کہ جو کچھ ان سب مین ہے وہ بوجہ اتحاد انعکاس کے ایک دکھلائی دیگا اور حضرت
شیخ نے اسی امر کی طرف اس لفظ سے اشارہ فرمایا ہے کہ فمن حیث ہویۃ الحق یعنی جو کچھ انسان
اس سے حق کی ذات ادراک کرتا ہے بوجہ اُسکے ظہور کے تو اُسکو عین وجود حق جاننا چاہیے اور
اس جہت سے کہ اُسکی صورتین مختلف دکھلائی دیتی ہین انمین سے جو چیز ادراک کی جاسے اُسکو
عین ممکنات سمجھنا چاہیے تو جسطرح کہ وجود منسوب بعالم سے صورتون کے اختلاف کی وجہ سے سایہ کا
نام زائل نہین ہوتا اسیطرح وجود سے بوجہ اسکی صورتون کے اختلاف کے عالم اور غیر کا نام زائل
نہین ہوتا تو اب ہمارے دو اعتبار ہوے ایک حیثیت احدیت وجود اور دوسری حیثیت واحدیت
ظلیت ظاہر کہ جو حق ہے کیونکہ سواے حق کے صفت واحدیت سے اور کوئی موصوف ہی نہین
اور اس حیثیت سے کہ وہ حاصل بہت سے رنگ برنگ صورتون مین ہے وہ عالم ہے کیونکہ حق خود
تکثر اور تعدد سے منزہ ہے واذا کان الامر علی ماذکرتہ لک فالعالم متوہم ماله وجود حقیقی ہذا
معنی الخیالی ای خیل لک انہ امر زائد قائم بنفسہ خارج عن الحق ولیس کذالک فی نفس الامر
تو جب ایسا ہوا تو عالم کا وجود وہمی اور خیالی ہوا نہ وجود حقیقی مستقل کیونکہ وجود حقیقی حق کا ہے اور وجود
انسانی بھی اسی کی طرف عائد ہے اور وجود متوہم وجود حقیقی کا غیر ہے جسکا نام خیالی رکھا گیا ہے یعنی یہ تیرا
خیال ہے کہ عالم ایک امر قائم بالذات ہے اور حق سے باہر حالانکہ ایسا نہین ہے ؎

بیرون ز تو نیست ہرچہ در عالم ہست	از خود بطلب ہرانچہ خواہی کہ توئی

یعنے جیسے تو نے سایہ اور صاحب سایہ مین دیکھا کہ دونون حقیقت مین ایک ہی ہین ان مین ابہام
اور مغایرت اس سبب سے ہے کہ ایک چیز کا ظہور دو مختلف صورتون مین ہوا ہے یعنی صورت ظلیہ اور
صورت تخصیہ مین اور فص سلیمانیہ مین ہے ؎

انما الکون خیال	وھو حق فی الحقیقۃ
کل من یعلم ھذا	حاز اسرار الطریقۃ

یعنی عالم خیال ہے در حقیقت وہ حق ہے اور باقی نزد باطل یا یہ مطلب ہو کہ عالم اگرچہ باعتبار

سایہ ہونے کے خیال ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے حق ہے یعنی عین وجود مطلق جو ان مختلف صورتوں
مین متعین ہوا اور اکوان کے نامون سے نامزد ہوگیا اسیطرح سایہ ایک اعتبار یعنی تعین بصورت ظلیہ
سے غیر شخص ہے اور دوسرے اعتبار سے عین شخص اس طرح کہ اس کا وجود اُسکے وجود کا تابع ہے
تو جو شخص اسکو سمجھ لیگا وہ حقیقت کے اسرار کو بھی سمجھ جائیگا اور اس شعر مین دو مسلک ہین پہلا یہ کہ
عالم تمام تر خیال ہے یعنی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ امر ذاتی قائم بالذات ہے سو یہ جو بین اہل نظر کے
نزدیک ہے نفس الامر مین ایسا نہین ہے بلکہ عالم من حیث الظاہر وجود مطلق کا سایہ ہے ومن حیث الحقیقت
حق ہے کیونکہ وہ اُس وجود مطلق کا عین ہے جو اکوان کی صورت پر ظاہر ہے جیسا کہ حضرت شیخ اکبر نے
اپنے درود مین فرمایا ہے کہ تو وہ ہے جس نے اپنا نام کل مسمیات کے ساتھ رکھا تو جو شخص یہ جانتا ہے
کہ عالم ایک اعتبار سے ظل اور ماسوا ہے حق ہے اور دوسرے اعتبار سے عین حق تو وہ شخص سلوک
و طریقت کے اسرار کو جان لیگا دوسرا مسلک یہ ہے کہ کائنات خیال ہین یعنی ایسے موجودات ہین
جو ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف بدلتی رہتی ہین
اور خود حضرت شیخ نے اس امر کی تصریح فتوحات مکیہ کے باب ایکسو ستترہین کی جب تو ن کا یہ
فرمانا کہ حق ہے فی الحقیقت بیان حق سے مراد باطل کا عکس ہوگا جو علماے رسوم مین متعارف ہے
تو جب وہ معنی مراد ہون گے کہ جو مسلک اول پر لکھے گئے تو اس کا مطلب بھی ظاہر ہے اور جب وہ مراد
ہوگا جو مسلک ثانی پر ہے تو وہ بھی ظاہر ہے یعنی حق بمقابل باطل ہوگا اور خود حضرت شیخ فصوص ہی
مین فرماتے ہین کہ عقل جب بالذات مجرد ہوئی اس حیثیت سے کہ اس نے علوم کو نفس حق کی تعلیمون
اور روشنیون سے حاصل کیا تو اُس کو اللہ کی معرفت تنزیہ کے طور پر ہوگی نہ تشبیہ کے طور پر کیونکہ اُس
مقام تنزیہ ہے وہ ہر چیز کا جاننا جیسا کہ اس مقام کا حق ہے تنزیہ کے طور پر ہوتا ہے تو دیکھ لو کہ
ملکوت کو جو عقول مجردہ ہین وہ بھی اُسی نسبت دائرہ معرفت مین کہ تنزیہ ہے کہتے ہین کہ وسبحان
سبحانک اور جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو اپنی تجلی سے معرفت عطا فرمائی تو اُس کی معرفت اللہ کے ساتھ
کامل ہوگی وہ وہ اُسکی تنزیہ اور تشبیہ مین تشبیہ کرتی ہے سریان حق کو طبیعیہ اور عنصریہ صورتون مین
دیکھتی ہے بلکہ عقل کوئی چیز ایسی نہین دیکھتی جسکو بہ نفس وجود سریان حق عین حق نہ جانتی ہو اس کو
معرفت کو معرفت تامہ کہتے ہین اور تمام شریعتین انبیا علیہم السلام کی اسی معرفت پر خلق کو اس کی طرف
دعوت کرتی ہین وہ سب تشبیہ و تنزیہ کا حکم کرتی ہین اور کسی شریعت مین کسی خاص ایک کے ساتھ
ان دونون مین سے حکم نہیں ہے بلکہ عام ہے اور وہ ہم کو اسی معرفت کا حکم کرتے ہین اور [illegible]

وہم معانی کلی وجزئی کو لباس نوعی صورت خیالی سے ذہن مین پہنا کر اسپر حکم کرتا ہے اور معانی
اسوجہ سے کہ مادون سے مجرد ہین اس صورت سے کہ جو تابع ہوتی ہین منزہ ہین اور اسوجہ سے کہ خود
ذہن مین متصور ہین ذہن کے مشابہ ہونے لگے اور اسوجہ سے کہ وہم مرکبات عقلیہ پر تنزیہ وتشبیہ کے
ساتھ حاکم ہے تو وہم کی سلطنت عقول کی سلطنت سے قوی اور غالب ہوگی کیونکہ جس عاقل کے
متعلق خیال ہو کہ اُس کی عقل سب عقلون سے اعلیٰ واکمل ہے وہ بھی وہم کے حکم سے باہر نہوگا اور
وہم ہی کی سلطنت اُسپر غالب ہوگی پس کمتر رتبہ اس سلطنت کا یہ ہے کہ جو کچھ عقل اور وہم کا جانا
ہوا ہے اُس سے صرف تصور ذہنی ہوتا ہے اور اس ہیئت جامعہ اور صورت کاملہ انسانی مین
وہم ہی حاکم ہے اور شرائع منزلہ بھی وہم ہی پر نازل ہوے ہین اور شریعتین تشبیہ وتنزیہ دونون کے
قایل ہین تو وہم نے تنزیہ مین اپنی زبان سے تشبیہ کی اور تشبیہ مین عقل کی زبان سے تنزیہ کی
تو تشبیہ کو تنزیہ کے ساتھ ارتباط ہوا اور ممکن نہین کہ تنزیہ تشبیہ سے خالی ہو یا تشبیہ تنزیہ سے
اسواسطے کہ جس چیز سے انسان خدا کو منزہ کرتا ہے وہ چیز خدا کے لیے مراتب کونیہ مین ثابت ہے
کیونکہ خداوند تعالیٰ انھین مین جلوہ گر ہے یہی عین تشبیہ ہے اور حضرت حق کی تشبیہ کی جاسے اور اُسکے
لیے کوئی صفت کمالیہ ثابت کی جاسے تو احدیت مین جو ذات مین تمام صفات کے کھب جانے سے
مراد ہے اس کا کوئی وجود بالذات نہوگا یہی عین تنزیہ ہے جیسے اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ لیس
کمثلہ شئی تو یہ تو تنزیہ ہوئی اور وھو السمیع البصیر یہ تشبیہ ہوئی یہ بہت بڑی آیت تنزیہ کی ہے
اور باین ہمہ تشبیہ سے بھی خالی نہین اور کاف اس مین زائدہ ہو یا غیر زائدہ اگر زائدہ ہے تو نفی
مماثلت ہوئی اور مطلب یہ ہوا کہ اس کا مثل نہین ہے یہ تنزیہ ظاہر ہے اور اگر کاف زائدہ نہین
ہے تو نفی مماثلت اُسکے مثل سے ہوگی اور مثل کا ثابت کرنا تشبیہ ہے تو جب کوئی چیز مثل کے مثل
نہوگی تو بطریق اولیٰ اُسکے بھی مثل نہوگی یہی عین تنزیہ ہے اب تشبیہ کا بیان یہ ہے کہ جس نے مثال
کو اسکے لیے ثابت کیا کہ مماثلت کی اُس سے نفی کی جاسے تو مثل کا ثابت کرنا تشبیہ ہے اور مثل سے
مراد انسان ہے جو حق تعالیٰ کی صورت پر پیدا ہوا اور وہ صورت کیا ہے انسان کا وجوب ذاتی کے
علاوہ کل کمالات سے متصف ہونا اور وھو السمیع البصیر تشبیہ ہے اور تنزیہ بھی اسوجہ سے کہ حق نے
اپنے لیے سمع وبصر ثابت کیے ہین جو غیر مین بھی ہین اور تنزیہ اسوجہ سے ہے کہ ضمیر ہو کو سمیع وبصیر پر
مقدم کیا ہے اور ضمیر کا مقدم کرنا باعث حصر ہوتا ہے سماعت وبصارت مین تو یہ ذات حق کےلیے
مخصوص تنزیہ ہوئی اُسکی مشارکت بالغیر سے اور اس سے یہ امر ثابت ہوا کہ تنزیہ وتشبیہ دونون ہین

اور دونون ایک دوسرے سے علیحدہ نہین ہین پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ سبحان ربک رب العزۃ
عما یصفون یعنے تیرا پروردگار جو مالک عزت کا ہے اُس چیز سے پاک ہے جس سے کہ لوگ وصف
کرتے ہین کیونکہ اُن لوگون کی توصیف تو بقدر اُن کے عقول کے ہوگی پس حق جل جلالہ نے اپنی
ذات کی اُن اوصاف سے تنزیہہ فرمائی کہ جو لوگ حق کی تنزیہہ مین بیان کرتے تھے اور وہ لوگ اُس
مرتبہ مین ذات کی تنزیہہ ایسی کرتے تھے کہ گویا ایک حد پیدا کرتے تھے اور یہ اسوجہ سے تھا کہ اُنکی
عقلین حقائق الٰہیہ اور شیونات ذات متعالیہ کے ادراک سے عاجز تھین بلکہ جس قدر رسے
کہ وہ اُس ذات پاک کی تنزیہہ کرتے تھے وہ بھی وہی تھی کہ جو حق تعالیٰ نے اُن کو تعلیم فرمائی تھی
یا آیتون کے اسرار اُن کے دل پر کھولے ورنہ کس کی مجال ہے کہ اُس ذات اقدس کی توصیف
پوری پوری کر سکے اور جب عقول و ادراک حقائق کے بالکلیہ دریافت سے قاصر ہوئی تو انبیا علیہم السلام
مبعوث ہوے اور مقتضاے توسع رحمیہ کے حق کی تنزیہہ و تشبیہہ پہنچائین [illegible] بھی
حق تعالیٰ نے اپنی کسی صفت کو خالی نہین چھوڑا جب تک کہ اُس نے اپنے کو اُس صفت سے
متصف نہین کر لیا یا خود اُس صفت مین ظاہر نہین کی تو اگرچہ اہل اُسکو نجانین گے توبعض صفات خداوند
جان لین گے اور جب کبھی شارع نے اس زبان سے ذات کا وصف کیا تو امت نے بھی ان
صفات کا ادراک کیا تب حق تعالیٰ نے اُنھون کو اپنی تجلی عطا کی اور بعض انبیا علیہم السلام سے حق
کیا اور اُنھون نے بھی تشبیہہ و تنزیہہ ذات مین وہی کہا جو رسول فرما گئے تھے اور خدا ہی اس امر کو دانا
ہے کہ رسالت کہان پیدا کرتا اور کس کو عطا فرماتا ہے پھر حضرت شیخ نے بعد اسکے کہ امت کو رسولون کے
ساتھ بحکم وراثت ملحق کیا اور لکھا کہ ان اُنھون نے تشبیہہ و تنزیہہ مین وہی کہا جو رسولون نے فرمایا اس
آیت کو داخل کیا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ یعنی اللہ زیادہ دانا ہے اپنے غیر سے اس امر کا
کہ کس ذات مین رسالت کے لیے تجلی فرماے اور کس ذات مین امت ہونے کی کیونکہ ہر عین ثابتہ کو
ایک امر کی استعداد اور ایک شان و رتبہ کی قابلیت ایسی ہے کہ ویسی دوسرے کو نہین ہے
تو یہ آیت بھی تنزیہہ و تشبیہہ دونون پر دلالت کرتی ہے اللہ اعلم کے اعراب مین دو وجہین ہین ایک
یہ کہ اللہ مبتدا ہے اور اعلم اُسکی خبر دوسرے یہ کہ لفظ رسل مبتدا ہے اور اللہ اسکی خبر [illegible] خبر ہے
مبتدا محذوف کی اور اُس کا ماقبل اس صورت مین یہ ہوگا کہ لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی
ھذا الرسل تو اسکے معنے یہ ہوے کہ اللہ کے رسول بھی [illegible] ہین اور یہ [illegible] حق سے [illegible]

سلہ ہرگز ہم نہین ایمان لاوین گے جب تک ہم کو دیجیے نہ جاوین [illegible]

کوئی اخلل نہین کیونکہ جب کہین گے کہ ہویت حق سب مین پھیلی ہوئی ہے تو ذات حق عین رسل
ہوگی لیکن چونکہ بیان تعین کا مرتبہ ہے اطلاق کا نہین ہے تو کہنا چاہیے کہ اس ہویت اور تشبیہ کا
مظہر جو رسل مین ثابت ہے اُس تشبیہ کا موجب ہے جو حق کی ہویت مین ہے اور جو تنزیہہ کہ
ہویت حق مین ہے وہ مثبت اُس تنزیہہ کی ہے جو ہویت رسل مین ہے اور ان آیات کے منطوق
سے بھی ایسا مفہوم ہوسکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ
فوق ایدیھم اور ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ[1] تو جب یہ سمجھ مین آجائے گا تو کوئی نزاع نہین
اسی سبب سے حضرت شیخ کا قول ہے کہ یہ دونون وجہین حقیقت ہین غرضکہ جو وجہ اہل تفسیر نے
کہی یا جو اہل تاویل نے بیان کی وہ دونون وجہین حقیقت ہی ہین مجاز نہین جو شخص جہان پہونچا اور
جو کچھ سمجھا اور دیکھا وہی کہہ گذرا قد علم کل اناس مشربھم[2] اسیطرح سے ہم نے بھی کہا کہ تنزیہہ
مین تشبیہ ہے اور تشبیہ مین تنزیہہ جلاء النظر مین بعد نقل کلام حضرت شیخ اکبر کے لکھا ہے کہ اسکی توضیح
کرنے والا وہ امر ہے جو شیخ الرئیس ابن سینا نے فصل سوم الہیات شفا مین لکھا ہے کہ وہ ہر چیز ہے
مگر وہ واحد اپنی ذات مین واحد ہے اور وہ موجود لذاتہ موجود ہے کیونکہ اُس نے اپنے غیر سے
وجود حاصل نہین کیا ہے اور ممکن وہ ہستی ہے جسکی ذات مین نیستی ہو اور یہی معنی شے کے اپنے
غیر سے وجود پا سکے ہین اور اُسکو ایک نیستی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنی ذات مین مادہ اور
صورت دونون کا مستحق ہوا ہے پھر جب وہ اپنے موجد کے ایجاد سے قریب ہوگا تو اُس سے منقطع
ہوگا اور اُس کا عدم واجب ہوگا اور اس سے بھی زیادہ واضح وہ ہے جو شیخ الرئیس نے اس مقالہ
کے ساتوین فصل مین لکھا ہے کہ سب چیزون کی ماہیت وجود کی مستحق نہین ہے بلکہ وہ چیزین اپنی
ذات مین کچھ نہین ہین حق کی وجہ سے سب کچھ ہوئی ہین اور ان وجوہ سے کہ جو اُسکے قریب ہین
حاصل ہین اس لیے کہ ہے کہ کل شئے ھالک الا وجھہ[3] انتھی بترجمتہ اور کوئی شک نہین کہ ممکن
کا وجود چونکہ مستفاد واجب الوجود سے ہے اور اُسکی ذات فی نفسہ بلا تاثیر واجب الوجود
اور بلا اضافت اس واجب کے کوئی چیز نہین پس بالضرورت ممکن معدوم ہوگا کیونکہ وجود مستفاد
جب قطع اضافت کی وجہ سے منتفی ہوگیا اور خود ذاتی ہے نہین تو اب سوا عدم بالفعل کے اور
کیا رہا مگر اس عدم مین بھی وجود کا امکان ہے جیسا کہ جب واجب الوجود اس کو ایجاد فرمائے گا

[1] اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۱۲ منہ [2] بیشک پہچان لیا ہر آدمی نے اپنا مشرب ۱۲
[3] [illegible] ہونے والی ہے مگر اسکی ذات ۱۲ منہ

تو وہ ممکن موجود بالفعل ہوگا باوجود امکان عدم کے تیسری وجہ انا الحق کے معنی مین یہ ہے کہ عارف جب بزبان جمع یا جمع الجمع متکلم ہوتا ہے تو جو حکم حضرت الہیہ مین ثابت ہوتا ہے وہ اُسکو اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے جیسا کہ اہل حقیقت کے مذہب مین شائع ہے چنانچہ شیخ عبد الکریم جیلی نے اپنے منظومہ عینیہ مین اس جمع الجمع کے متعلق بہت کچھ تحریر کیا ہے جسکا جی چاہے اُسکو دیکھے اور یہ اُس شخص کی حالت ہے جس نے حق کی ذات اپنی ذات مین حق الیقین کے مرتبہ مین دیکھی ہے تو اس حالت مین وہ اپنے آپ کو الوہیت کبریٰ میں طہر شے کے ساتھ جانے گا اسی مقام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کسی کے پیر مین کوئی کانٹا چبھتا ہے تو اُس کا دُکھ مجھ کو اپنے مین معلوم ہوتا ہے کاتب الحروف کہتا ہے کہ ارباب سلوک کے چار مقام ہین ایک فرق اول جسمین شہود خلق ہوتا ہے حق سے محتجب اور اس مقام والا تمام خلق کو دیکھتا ہو اور حق کو سب وجوہ سے غیر جانتا ہے دوسرے جمع کہ جسمین شہود حق بغیر خلق کے نہین ہوتا اور اس مقام والا وحدت کو کثرت مین دیکھتا ہے اور صاحب فنا دو حال سے خالی نہین یا یہ کہ بالکل مسلوب العقل ہو کر اُسی سُکر و بیخودی مین رہ جاے ایسے لوگون کو مجذوب مطلق کہین گے اُنپر کوئی تکلیف نہین ہے اور یہ معاف اور ترخان حق ہین کیونکہ تکلیف تو عاقل پر ہوتی ہے اور یہ مجانین حق ہین اُن کی انکار واقعہ انہین کرنا چاہیے ؎

گشتہ اند این قوم ترخان خدا		کے بود انکار ایشان خود روا	
رو بصدق دل بجو زیشان نظر		منکر و مانع مشو اے بے خبر	

محققین صوفیہ ان لوگون کو کامل نہین کہتے ہین کیونکہ سالک قبل وصول مقام جمع و استغراق کے اشیا کو مین جمع او جو د غیر دیکھتا تھا اور مقام تعطیل و تفرقہ مین تعالیٰ حق کو معطل معلوم کرتا تھا جیسے کوزہ بنانیوالا کہ کوزہ بنانے کے بعد معطل ہوا اور استغراق کے وقت مین نہ کثرت حقیقی دیکھتا ہے نہ اعتباری تو اس مرتبہ استغراق مین تابع و متبوع اور عابد و معبود کا امتیاز کچھ نہین ہوتا اور مقام استغراق پر ٹھہرنے والا شریعت اُٹھا دینے والا ہوتا ہے دوسرا حال یہ ہے کہ وہ حق مین فنا ہونے کے بعد بقا حق سے متحقق رہے تیسرا وہ مقام ہے کہ جسمین شہود حق مطلق کا قائم الحق ہوا اور اس [illegible] کثرت کو وحدت مین دیکھتا ہے چوتھے جمع الجمع کہ جسمین وحدت کا شہود کثرت مین اور کثرت کا شہود وحدت مین بغیر [illegible] کے ہوتا ہے کذا فی نقد النصوص و تعلیقاتہ للجامی اور ان اشعار مین بھی [illegible] کی طرف اشارہ ہے ؎

فرق چہ بود عین غیر انگاشتن	جمع غیرش را عدم پنداشتن
صاحب تقلید اہل فرق دان	کو ندید از حق درین عالم نشان
صاحب جمع است پیشش نیست فرق	جان او در بحر وحدت گشت غرق
جمع جمع است آنکہ حق بیند عیان	در مرایا ہمہ فاش و نہان
صاحب این مرتبہ کامل بود	زانکہ این آن ہر دو را شامل بود

حضرت شیخ اکبر فرماتے ہین کہ لوگ تین قسم پر ہین ایک وہ جو خلق کو دیکھتے ہین اور حق کو نہین دیکھتے اور دوسرے وہ جو حق کو دیکھتے ہین اور خلق کو نہین دیکھتے تیسرے وہ جو جامع ہین خلق اور حق ہین اور وہی صاحب بقا ہین اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا هٰذَا الْمَقَامَ بِبَرَكَةِ اَنْبِيَائِكَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اور جمع الجمع مقام سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ورثا کا ہے۔

ہمہ از وہم تست این صورت غیر	کہ نقطہ دائرہ است از سرعت سیر
یکے خط است از اول تا بآخر	برو خلق جہان گشتہ مسافر
درین رہ انبیا چون ساربانند	دلیل و رہنمای کاروانند
وز ایشان سید ما گشتہ سالار	ہمون اول ہمون آخر درین کار
مقام دلگشایش جمع جمع است	جمال جانفزایش شمع جمع است

اور مرتبہ جمع کو مرتبہ بقا بھی کہتے ہین کیونکہ انسان اس مرتبہ مین اپنے سے فانی اور بقا حق مین باقی ہوتا ہے اور کبھی مرتبہ فنا کہتے ہین اور مرتبہ فرق ثانی کو بقا کیونکہ انسان مرتبہ جمع مین اپنے سے فانی ہوتا ہے اور مرتبہ فرق ثانی مین حق مین باقی کذا فی مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز اور قیصری نے بھی فصل اول مقصد ثالث مقدمہ شرح قصیدہ فارضیہ مین انھین مقامات کو بیان کیا ہے حقیقۃ اولیا مین سے کہ جو کچھ حسین بن منصور برگزیدہ وغلبہ شوق اور جذبہ عشق اور مراتب سے محفوظ نہ رکھنے کی وجہ سے ہوا اور جذبہ عشق وہ ہے کہ جب محبت اعلیٰ مرتبہ پر پہونچتی ہے تو عاشق خود آگ مین جل جاتا ہے اور اسکو اپنی خبر ہی نہین رہتی ہے نہ اُسکی نظر مین یار کے سوا کوئی دوسرا آتا ہے جو دیکھتا ہے اُسکو یار ہی سمجھتا ہے اور رات دن اُسکے دیدۂ ظاہر و باطن مین یار ہی رہتا ہے سوا اس کے دونوں عالم مین کچھ جانتا ہی نہین نہ دیکھتا ہے تو جب عاشق اس حالت پر ہوتا ہے تو جو کثرت اُس کی نظر مین آتی ہے وہ یار ہی کی آتی ہے حضرت مولانا جامی اسی حال کے متعلق ایک جگہ

فرماتے ہین ؎

بسکہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی
ہرچہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

اور بعضے عارفین کا ارشاد ہے ؎

چون در خانۂ دل بغیر از تو کس نیست
ہر شکل آئی تو باشی بدا نم

تو حسین بن منصور اسی حالت مین تھے کہ بےخبری اور جذبۂ عشق سے انا الحق کہتے تھے یعنی اُن کی نظر مین کوئی چیز یار کے سوا آتی ہی نہ تھی اور جب اُن کی صورت مثالی خود اُن کو نظر پڑی تو اسکو بھی اُنھون نے یار ہی کی صورت جانا اگرچہ وہ انھین کی صورت تھی جیسے مجنون نے کمال جذبۂ عشق سے آخر مین لیلی کو نہین پہچانا اور پوچھا کہ یہ کون ہے لوگون نے کہا لیلی تیری معشوقہ مطلوبہ ہے کہنے لگے کہ لیلی تو خود مین ہی ہون ؎

گر آن لیلی از خیمہ بیرون شود
ہمہ کوہ و صحرا چو مجنون شود

اگرچہ حقیقت مین مجنون لیلی نہ تھے لیکن نہایت عشق اور رضا اور جذبہ مین اپنے آپ کو یار ہی دیکھتے تھے اور یار کو خود اور کمال یگانگی اور یکجہتی سے دوئی اُٹھ گئی تھی ورنہ ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک
کہ ادراک عاجز است از درک ادراک

فی الواقع مستی عشق کی یہی حالت ہے اگر خمخانۂ عشق سے ایک بوند بھی بیکدہ عالم مجاز مین پہونچ جائے تو کوئی مے پرست ابدالآباد تک مستی سے باہر ہی نہ آئے جن مستون نے کہ جام وسبو سے ہاتھ اُٹھایا ہے اور خم کی طرف متوجہ ہوکر خم پر پہونچے اُنھون نے اپنے سر کو اینٹ ہی پر جھکا ہوا دیکھا اور اپنے آپ کو بھول گئے اور خم کو نشاء شوق اور بادۂ شوق انگیز ذوق سے لبریز پایا انا الحق اسی مستی کا ایک جوش ہے اور سبحانی انھین مستون کا خروش بھی مجنون کو سُن ہی چکے کہ صدق و نیاز سے مستی عشق مجاز مین کیا کیا اپنے آپ کو گم کیا اور کہا کہ مین لیلی ہون اور لیلی مین ہا لیلی نے فصد لینے کا ارادہ کیا مجنون کے ہاتھ سے خون بہا عاشق تھی نہ محبت بیمروش ہے ہمیشہ جوشش مین ہے اور مستی عشق لطف خانہ مین بےخار ہے انھین مستون کا قول ہے کہ یہ درد زحمت دینے والا گشتون ہی کے سر کا ہے ورنہ گم گشتون اور ورنہ سرگذشتہ لوگون کا اگر عقل ہے کہ گم گشتہ کے حق مین بھی لزوم درد کا احتمال ہے تو حق کہے گا کہ گم گشتہ کا جو لازم ہے وہی سرگشتہ کو

چندان برو این رہ کہ دوئی برخیزد
ور تو نشوی ولیک گرہ بد گنی
تا ہست دوئی رہ روی برخیزد
جائے برسی کز تو توئی برخیزد

صاحب نفحات حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر کے حال مین لکھتے ہین کہ محمد ابو نصر حبیبی نے خواجہ ابو بکر خطیب کے ذریعہ سے حضرت شیخ سے پوچھا کہ آثار محو ہوتے ہین یا نہین آپ نے جواب مین لکھا کہ لا تبقی ولا تذر[1] جب عین نہین رہتا ہے تو اثر کہان سے رہے خواجہ ابو بکر نے سر جھکا لیا اور کہا کہ یہ بیان کچھ سمجھ مین نہین آیا کہ شیخ نے کیا کہا اُنھون نے فرمایا کہ یون سمجھ مین نہین آئے گا بلکہ ان شعرون کو یاد کر لو اور اُن سے کو سے

جسم ہمہ اشک گشت چشم بگریست
از من اثرے نماند این عشق ز چیست

در عشق تو بے جسم ہمی باید زیست
چون من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

ملا عبد الغفور حاشیہ نفحات مین اس قول لا تبقی ولا تذر کے معنی مین لکھتے ہین کہ حقیقت جب ظاہر ہوئی تو اُس نے کسی چیز کو نہین چھوڑا بلکہ سب کو لے لیا تو طبیعت کہ جو مبدا آثار و افعال ہے جاتی رہی اور کسی چیز کے مبدا کا انتفا مستلزم خود اس چیز کے انتفا کا ہے تو جب طبیعت ہی نہین رہی تو اثر طبیعت کہان ہوتا مگر جو آثار کہ ظاہر ہوتے ہین وہ طبیعت کے آثار کی صورت پر ہوتے ہین شیخ محمد ہاشم کشمی زبدۃ المقامات مین حضرت مجدد سے نقل کرتے ہین کہ جب کسی اسم و صفت کا لحاظ ہوتا ہے تو عارف کا عین ثابت ضرور درمیان مین حائل ہوتا ہے اور زوال عین متحقق نہین ہوتا اور صاحب فصوص بھی مطلقاً زوال عین کے قائل نہین ہین اور تجلی ذاتی کا ثبوت سوا صورت متجلی لہ کے اور نہین رہتا چنانچہ فص شیثیہ مین لکھتے ہین کہ تجلی ذاتی بصورت متجلی لہ ہوتی ہے لہذا متجلی لہ جب اپنی صورت کو دیکھے گا تو آئینہ حق مین دیکھے گا اور یہ بھی فرماتے ہین کہ عین ایک معلوم ہے معلومات الٰہی سے اگر زائل ہو تو علم حق سبحانہ کا انقلاب جہل کے ساتھ لازم آئے اور یہ محال اور اعتقاد ضلال ہے اور زوال اثر کے بھی یہ قائل نہین ہین فرماتے ہین کہ جب عین زائل نہوگا تو اثر کیسے جائے گا اور بعضے صوفیہ کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عین زائل ہو جاتا ہے لیکن اثر رہتا ہے اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ عین اور اثر دونون زائل ہوتے ہین جیسا کہ حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے لیکن جو زوال عین کے قائل ہین اور زوال اثر کے نہین قائل ہین اُن کے اس قول سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس سے زوال عین بالکل متحقق نہین ہو کیونکہ اثر عرض کا حکم رکھتا ہے اور عین جوہر کا تو جب جوہر نہ رہے گا تو عرض کیونکر اور کہان رہجائیگا مثل مشہور ہے کہ جب سر ہی گیا تو درد سر کہان رہا علامہ ابن حجر مکی ہیتمی سے حلاج اور ابن عربی کے

[1] نہ باقی رکھتا ہے نہ چھوڑتا ہے ۱۲ منہ

قول کے معنی پوچھے گئے اُنھون نے فرمایا کہ حضرات عارفین کے اوقات ہوتے ہین کہ جن مین وہ
لوگ حق تعالی کو بچشم علم وبصیرت دیکھتے ہین اور جب اُن کا یہ شہود پورا ہوجاتا ہے تو وہ اپنے سے
بالکل غافل ہوجاتے ہین اور غیر حق کا ان کو شعور باقی نہین رہتا اسوقت مین وہ لوگ زبان
قرب سے اصطلاح کلام کرتے ہین کہ جسکی طرف اس حدیث شریف مین اشارہ ہے فاذا احببته
کنت سمعه وبصره ویده ورجله الحدیث یعنی جناب باری فرماتا ہے کہ جب مین اپنے
بندہ کو دوست رکھتا ہون تو مین ہی اُسکی شنوائی اور بینائی اور ہاتھ اور پیر ہوجاتا ہون تو وہ
حضرات اپنی ذاتون کے لیے بطور ابہام وہ بات ثابت کرتے ہین جسکو حق تعالی نے خود اپنے
لیے ثابت کیا ہوتا ہے اور یہ اثبات بطور اتحاد کے نہین ہوتا ہے کیونکہ وہ معاذ اللہ کفر واتحاد
ہے بلکہ بطور اتحاد اُس شہود کے ہوتا ہے جسکی نظر سے وہ حکم مخصوص ذات حق تعالی کے لیے ہوتا
ہے تو انا الحق اور سبحانی کے معنی یہ ہوے کہ حق تعالی کے شہود مین وہ شخص ایسا ڈوب گیا ہے
کہ سمجھنے لگا کہ گویا مین وہی ہون مگر یہ تاویل جب ہے کہ جب وہ کلام اُن عارفین سے حالت صحو
مین صادر ہوا ہو اور جب حالت غیبت مین صادر ہوگا تو وہ اُن شطحیات مین سے ہوگا جن پر
کوئی حکم نہین کیونکہ حکم تو اُسپر ہوتا ہے جسکو کہنے والا حالت صحو واختیار مین کہے اور جسکو محو وغیبت
کے وقت کہے گا اُسپر کوئی حکم نہوگا اسی قبیل سے حضرت بایزید کا قول ما فی جبتی غیر اللہ ہے تو
اگر یہ ارشاد حالت صحو مین ہوا ہو تو اُسکے معنے وہی ہون گے جو اوپر بیان ہوے ورنہ اُسکے کوئی
معنے نہ ہون گے اور نہ اسپر کوئی حکم ہوگا **فائدہ نافعہ** علامہ ابن حجر مکی اپنے فتاوے حدیثیہ مین
لکھتے ہین کہ جن حضرات صوفیہ سے شطحیات واقع ہوے ہین اور اُن کی طرف سے جن علماء
عارفین اور حکماء دین کو اللہ نے حرمان انکار سے بچایا اور اُن سے خوش اعتقاد ہونے کا بڑا
احسان فرمایا اُنھون نے اپنی روایات مین اُسکی تاویلین صحیحہ کین اور نیک معنون پر حمل کیا اور اُن کے
جوابات سکتہ دیئے اور اُن کی عمدہ تحقیقات کین اُن کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہین کہ جنکو اللہ نے
توفیق خیر دی ہے اور جو اُن سے تعرض کرتے ہین وہ مخذول ہین تو ہر شخص کو ڈرنا چاہیے کہ
کہین وہ بھی اُن مین سے نہو کیونکہ بہت لوگون نے اولیا کی انکار کرکے زہر کا پیالہ پیا اور
اسی مین مرگئے بلکہ سلامت روی اور اللہ کے غصہ اور لڑائی اور دشمنی سے خوف کرتے
رہنا چاہیے کیونکہ جناب باری نے حضرت صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے
ارشاد فرمایا ہے کہ من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب جس نے عداوت رکھی میرے کسی دوست

تو مین اُس سے کہلواے دیتا ہون کہ مین اُس سے لڑونگا اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالی کسی گنہگار سے سواے منکرین اولیاء اللہ اور سود خوار کے لڑائی قائم نہین کریگا اور ظاہر ہے کہ جس سے اللہ لڑے گا اُسکو کیا فلاح ہو سکتی ہے اب بیان پر چند مسالک مین پہلا یہ کہ یہ کلمات حضرت حق سے حکایت کے طور پر ہین اور حضرات عارفین نے جب انوار حق مقامات محبت اور عبودیت اور قرب مین دیکھے اُسوقت یہ باتین کہین اُسلئے جبین معذور ہین گنہگار نہین دوسری مسلک کی طرف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی گئے ہین چنانچہ عوارف مین اُن کا قول ہے کہ حضرت ابی یزید کا قول سبحانی معاذ اللہ اس اعتقاد سے کہ وہ اُسکو حقیقتاً کہتے ہونگے نہین ہے ہان یہ ممکن ہے کہ بطور حکایت اللہ تعالی سے کہا ہو ایسے ہی حلاج کے متعلق بھی اعتقاد رکھنا چاہیے دوسرے یہ کہ ان حضرات سے یہ اقوال حالت غیبت اور سکر مین واقع ہوے ہون اور حالت غیبت و سکر فنا فی المحبت اور شہود موارد احوال سے جو دل کو بے چین کرتے ہین پیدا ہوتی ہی یعنے معاشی اور واردات دنیاوی جب قلب پر وارد ہوتے ہین تو دل کو غافل کر دیتے ہین اور بوجہ اپنی شدت قیام اور اس شخص کے اپنے سوچ اور خیال مین مستغرق کر لینے کے تمیز نہین رہتی بلکہ ہوش و حواس جاتے رہتے ہین تو جب امور دنیاوی کا جو بمقابلہ ان حالتون کے رتی برابر بھی وقعت نہین رکھتے یہ حال ہے تو واردات حق کا کیا کہنا جب وہ دلون پر وارد ہوتے ہونگے اور جن لوگون کو اپنے منازلات مین عوالم ملکوت منکشف ہوتے ہونگے اور عجائبات قدرت دیکھنے مین آتے ہونگے اُن کے دلون مین کیونکر شعور اور تمیز باقی رہتی ہوگی لہذا حب حباب جبال بحر کی طرح ہو جائے گا تو اس حال مین وہ شخص وہی کہے گا جو اُسکے رگ و پے مین پہلے سمائی ہوئی ہے اور اُسکی زبان سے اُنھین حالات کے مطابق مقالات ظاہر ہونگے لیکن جن عبارتون سے مقصود وہ الفاظ ہون کہ جن کا ظاہر موہم حلول یا اتحاد ہوتا ہو اُن مین غور کرنا چاہیے تاکہ انکار اور بد اعتقادی سے محافظت رہے اور جو نشہ کہ جائز سبب سے پیدا ہوا ہو اُس نشہ والا غیر مکلف ہے اور یہی مسلک معتمد علیہ حضرت قطب ربانی سیدی عبد القادر جیلانی رضی کا ہے کیونکہ آپنے حلاج کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ بعضے عارفین کا مرغ عقل درخت ظاہری کے گھونسلے سے اڑا اور آسمان پر فرشتون کی صفین پھاڑتے ہوے چڑھ گیا چونکہ وہ مرغ بازہاے شاہی سے تھا اور اُسکی آنکھین بند تھین اسیوجہ سے ارشاد ہے کہ انسان ضعیف ہی مخلوق ہوا ہے غرضکہ اس نے آسمان مین اپنا شکار نہ پایا تو جب اُسکو پر در دگار عالم کے رویت کی شکارگاہ معلوم ہوئی تو اُسکی

حیرت اپنے مطلوب کے اِس قول سے بڑھ گئی فَاَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ یعنی جدھر تم
مُنھ پھیرو ادھر صورت اللہ کا مونھ ہے تب وہ مرغ غلطان پیچان زمین کی طرف اُس چیز کو
ڈھونڈھتا آیا جو آگ سے بھی تیز اور دریا سے زیادہ معدوم ہے اور اپنی عقل آنکھ سے ادھر ادھر
دیکھنے لگا یہان اُسکو سوا آنا کے کچھ نہ معلوم ہوا تب وہ ڈھونڈھنے لگا اور اُسکو دونون جہان
مین اپنے محبوب کے سوا کوئی محبوب ہی نہ معلوم ہوا اسوقت وہ خوش ہوا اور مست ہوکر ناچ
کرنے لگا پھر اُس نغمہ سے جو بشری نہ تھا باوجود اپنے چھوٹے مُنھ ہونے کے بارہ وجود مین
مترنم ہوا تو اسپر بالکل یہ مثل صادق آئی کہ چھوٹا مُنھ بڑی بات پھر اُس نے ایک لحن کیا کہ جو اُس کو
خودی سے عینیت حاصل ہونے کی حالت مین تھا تب اُسکے دل مین یہ ندا دی گئی کہ اے حیرت
کیا تم سمجھتے ہو کہ تمھاری قوت تم سے ہے ایسا نہین ہے آپ تو تمام عارفین کی نیابت سے گو
کہ حسب لو احد افراد الواحد یعنی اُس انسانیت کے لباس مین جنھون نے علی عموم وحدت
بانی اسنے ہی پر تم بھی قائم رہو اُس سے آگے نہ بڑھو اور کہو اے محرم سلطان حقیقت ہم وجود
کے آنکھ کی پتلی اور تمھارے معرفت کے دروازہ شاہی کی چوکھٹ پر عارفین کی گردنین جھکی
جھکی ہوئی ہین اور تمھاری بزرگی پر تمام خلق کی پیشانیان ٹکی ہوئی ہین فقط یہی ارشاد [illegible]
بھی تاریخ مین نقل کر کے لکھا ہے کہ منجملہ کلام حضرت شیخ عبد الحق قدس سرہ کے تاریخ سے
بارہ مین یہ روایت بھی ہے جو راوی کے پاس باسانید موجود ہے کہ آپنے فرمایا کہ عارفین
مین سے ایک شخص اُفق دعوے پر ناچ کے پردون سے اُٹھ [illegible] اور ابدیت کے باز
کو گھانس پھوس اور دوستون سے خالی پاکر اجنبی لغت سے تکلم کیا اسپر بادشاہت جناب
کہ جو اپنی شان مین خود فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اللہ تمام عالم والون سے بے پرواہ
ہے اور اُسکے جسم مین کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ کا پنجہ گاڑ دیا تب اُس سے سلطان وقت کی غیرت
نے کہا کہ یہ اجنبی لغت تم کیون بولے اور اس لحن سے کیون مترنم ہوئے [illegible]
سالکین تو مترنم نہین ہوے اب اپنی ہستی کی قید اور غیریت مین [illegible]
رجوع کرو اور زبان سے اقرار کرو کہ حسب [illegible] افراد [illegible]
اقرار [illegible] مین کیونکہ اہل حفظ طریق کا [illegible] شریعت کے [illegible]
فضیلت پر ایسے بڑے کی شہادت اُن کے اس مقام پر فائز ہونے کے لیے [illegible]

[1] برہان [illegible] کی موت کی ہے ۱۲ منہ

دانی ہے حالانکہ اور بہت سے صوفیہ اُن کے متعلق مختلف تھے ایک گروہ عارفین جیسے ابی العباس بن عطا اور ابی عبداللہ بن خفیف اور ابی القاسم نصرآبادی اُن کی تعریف کرتے تھے اور اُن کا حال صحیح مان کر اُن کو محققین میں قرار دیتے تھے مگر اور مشائخ اُن کے مخالف تھے اُن کا قول ہے کہ یہ تصوف جانتے ہی نہ تھے اور نہ وہ لوگ اُن کو مانتے نہ اُن کے قول کو صحیح جانتے تھے مگر یہ متقدمین کے قول کے خلاف نہیں پڑتا کیونکہ وہ اگرچہ حق پر تھے اور عالم ربانی بھی بقول ابن خفیف کے مگر نادان تھے اور اپنے بہت سے کلمات اُن سے صادر ہوئے تھے جو بظاہر گرفت کے لائق تھے اسیوجہ سے اُن لوگوں کا یہ قول ہے کہ ان کا مرتبہ تصوف میں کچھ نہ تھا یعنی تربیت واقتدا میں اور یہ مجاذیب سے تھے جنپر اعتقاد تو رکھنا چاہیے مگر انکی باتوں کو نہیں ماننا چاہیے اور اصحاب مراتب وتصرف سے شمار کرنا چاہیے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرات صوفیہ میں بعضے ایسے بھی ہوے ہیں جنکی باطنی حالت انکار کے لائق ہو لی حاشا ایسا نہیں ہے حضرت امام غزالی نے ان کا حال مفصل لکھا ہے اور ان کے کلمات اور واقعات کے متعلق بھی جوابات دیے ہیں جس سے وہ حلول واتحاد واعتقاد باطلہ سے بری معلوم ہوتے ہیں اور اُن کے بعضے کلمات ایسے بھی ہیں جس سے اُن کا صاحب معرفت ہونا اور اس حال پر فائز ہونا معلوم ہوتا ہے تیسری صورت یہ ہے کہ حضرات عارفین جاہل کی تعلیم یا شکر اور تحدیث بنعمۃ اللہ پر مامور ہوتے ہیں جیسے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے واقع ہوا کہ انھوں نے فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ چوتھے یہ کہ یہ شطح میں کبھی خلق کا نفع ہوتا ہے اور حضرات عارفین کو وہ بالہام یا کشف یا خطاب یا اور وجوہ تعریفات سے معلوم ہوجاتا ہے جیسا کہ یمن میں یہ خبر امام الفقہاء والصوفیہ شیخ اسماعیل حضرمی سے بتواتر مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جو شخص میرے قدم چوم لیگا وہ جنت میں جائیگا تب سے ہر شخص کی یہی عادت ہوگئی کہ جو اُن کی زیارت کو جاتا وہ قدم ضرور چوم لیتا تھا اور اُن کی کرامتوں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ زبید میں داخل ہوے تو آفتاب غروب کے قریب تھا انھوں نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ جب تک ہم شہر کے اندر نہ جالیں تب تک غروب نہ ہونا چنانچہ آفتاب گھڑی بھر ٹھہرا رہا جب شہر میں داخل ہولیے تب خود اسکی طرف اشارہ کیا فوراً رات ہوگئی اور ستارہ چھٹک گئے پانچویں صورت یہ ہے کہ مراد لفظی ظاہر ہو اگرچہ بلحاظ عبرۃ دشوار معلوم ہوتی ہو جیسے کہ شیخ ابی الغیث بن جمیل

سلہ یہ صاحب مقامات عالیہ واحوال سنیہ و نفس مبارکہ وکرامات خارقہ تھے انکی وفات ۸۳۴ھ میں ہوئی انتہی ملخصاً من الطبقات

کو واقع ہوا کہ اُن کی خدمت مین ایک گروہ فقہا کا حاضر ہوا اُنھون نے اُن سے فرمایا کہ مرحبا
بعبیدی یعنی خوب آئے تم سے میرے غلام اس سے وہ لوگ آپکے سخت منکر ہوگئے اور سب نے
آپ کا یہ ارشاد شیخ اسمٰعیل حضرمی سے جاکر بیان کیا وہ بولے کہ شیخ نے سچ کہا تم سب بوجہ ہوا و
ہوس کے بندہ ہونے کے اُن کے غلام ہو تطبیق صورت یہ ہے کہ اُن کلمات سے اشارہ سلطنت ہو کہ
حق تعالیٰ نے اُن کو عالم مین تصرف کرنے کی اجازت دی ہو جیسے کہ شیخ ابو الغیث کا قول ہے کہ سے

وخوّلنی الملک المهیمن خلعة	فالارض ارضی والسماء سمائی

اور ایک روایت مین ہے وحلانی الملک المهیمن باسمہ یعنی بادشاہ مہیمن نے اپنے نام سے
مجھے نام عطا کیا اور اپنا راز یا صفت یا برکت یا اپنی طرف سے تصرف کرنے مین نائب کیا یعنی میرا نام
جو ابو الغیث ہے وہ اللہ کے اسم مغیث سے نکلا ہے پھر شیخ ابو الغیث نے عارف باللہ شیخ
احمد بن علوان کے خط کے جواب مین لکھا کہ یہ مقامات اولیا ہین یا معروف مذہب کے علم حروف اور
اسما کی طرف اسرار پر مطلع ہونے کے لیے اور یہانتک مراتب ابدال ختم ہی ہوئے کہ تصرف کرین
اولیاء اللہ اُن چیزون مین کہ جن مین اللہ نے اُن کو اجازت دی ہے اور سابقاً یہ بیان ہو چکا ہے
کہ ممکن ہے کہ اولیاء اللہ کو کرامات مثل معجزات انبیا علیہم السلام کے عنایت فرمائے جاوین بشرط
تحدی بالنبوت نہ ہونے کے یا مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اُن مین خلق پر مطلع کیا یا مین اُس قلم کی
آواز سنتا ہون کہ جسکو قیامت تک ہونے والی چیزون کے لکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور حدیث جف القلم
بما انت لاق سے بھی کنایہ اسی قضاے مبرم سے ہے جو ام الکتاب مین موجود ہے اور تبدیل
تغیر اور تبدل نہین ہے یعنی تم کسی شخص وغیرہ سے ان امور مین جنکا قطعی تصرف تم کو دیا گیا ہے اپنے
لیے استعانت نکرو کیونکہ تم کسی رہنما کے محتاج نہین ہو ساتوین صورت یہ ہے کہ ان افعال یا اقوال سے
مقصود اپنے رسوم و عادات کا خراب کرنا ہو جیسے کہ حضرات ملامتیہ ہوتے ہین کہ طبیعت نفس مع مدح کل
ہوتی ہے اور وہ اپنے اعمال پر کسی اور شخص کا مطلع ہونا پسند نہین کرتے اور جب کسی کو اپنا معتقد
دیکھتے ہین تو اُسکے اعتقاد زائل کرنے کے لیے ایسے افعال یا امور کرتے ہین جو ظاہر مین برے
معلوم ہوتے ہین جیسے کہ حضرت ابراہیم خواص نے جب اپنے شہر والون کو اپنا نہایت معتقد دیکھا
اور اُن کے ہجوم و اژدہام سے اپنے اوقات عزیز مین خلل پڑتے پایا تو اُن کے اعتقاد دفع کرنے کو

سلہ مجکو بادشاہ مہیمن نے خلعت بخشا پس زمین آسمان میری ملک ہے ۱۲ منہ سلہ یعنی تم جنکے محتاج ہو وہ لکھ دی گئی جس سے تم ملنے والے ہو ۱۲ منہ

بن الملک کے حمام سے جاکر کپڑے چُرا لاے اور اُن کو پہنکر بازار مین ٹہلنے لگے جس شخص کے
کپڑے تھے اُس نے دوڑکر اُن کو پکڑا اور خوب پیٹا اور کپڑے چھین لیے اُس دن سے وہ حمام کے
چور کہلاے تب اُنھون نے کہا کہ اب اس شہر مین رہنا ٹھیک نہین ہے اب اگر کوئی پوچھے کہ غیر کے
کپڑے پہن لینا کیسا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اُن کو معلوم ہو گیا ہو کہ یہ شخص میرے
لے لینے پر راضی ہوجاے گا اور سمجھ لے گا کہ یہ واقعی چور نہین ہین بلکہ اپنے کو چور بنانے کے لیے
ایسا کیا ہے اور اس حرکت پر وہ ناراض تھوا اور امام شافعی نے خود اس بات کی تصریح کی ہے کہ ایک
خلال یا دو خلالون کا کسی کے مال سے لے لینا کچھ مضائقہ نہین ہے کیونکہ یہ چیزین ایسی ہین جن کے
دے دینے مین عادتاً کوئی انکار نہین کرتا اور یہان اس حکایت مین بھی خیال اولی ٹھیک ہے
کیونکہ اکثر لوگ حضرات صوفیہ کے دوست اور معتقد ہوتے ہین تو اُن کے ایسے افعال کو ضرور وہ ایسے
ہی سمجھے ہون گے اور مین نے دیکھا ہے کہ بعضے لوگون نے ایک فقیہہ سے اسی مسئلہ کو پوچھا
اور کہا کہ اس مسئلہ مین مجھکو آپ لوگون کی راے پوچھنا ہے فرمایئے کہ ظاہر فقہ مین بعضی حرام چیزون کا
استعمال کیا ضرورتاً جائز نہین ہے جیسے نجس دوا کا استعمال تو فقیہہ نے کہا کہ ہان درست ہے تب
سائل نے جواب دیا کہ ممکن ہے اُن بزرگ نے بھی اپنے قلب اور نفس کی اس حرام چیز سے دوا
کی ہو علامہ ابن حجر کہتے ہین کہ میرے نزدیک یہ جواب ٹھیک نہین کیونکہ نجس شے سے دوا
کرنے مین صرف حق اللہ ہے تو اس مین بسبب مرض کے توقع درگذر بھی ہے رہا یہ امر تو یہ حق
انسانی ہے وہ جب بغیر اسکی اجازت کے ناجائز ہے تو اصلاح قلب کے لیے کیسے جائز ہوگا
لہذا وہی جواب ٹھیک ہے جو اوپر بیان ہوا اور اسپر وہ اعتراض نہ وارد ہوگا جو امام یافعی نے
اس دوسرے مسئلہ پر وارد کیا ہے بعد اپنے اس قول کے کہ تخریب عادت کا علاج حرام و غلیظ شے
سے درست نہین ہے اور ارتکاب حرام کا جواز صرف فساد و ضرر کے گمان سے کہ جس سے فساد
حرام یا اس کا ضرر ظاہر ہو میرے نزدیک قابل اعتراض ہے اور اسی پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ
جب دو مفسدہ متعارض ہون کہ جن کا صغریٰ قطعی ہو اور کبریٰ ظنی تو اُسمین اولی بالدفع کون ہے
اور جب غرض یعنی تخریب عادت امر مکروہ سے حاصل ہوتی ہے تو حرام سے ناجائز ہوگی
انتہی کلام الیافعی تو امام یافعی کے توقف تعارض مفسدین مین اعتراض ہے اور یہ جملہ فقہا کا کہ
درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح یعنی فسادات دور کرنا مصالح کے حاصل کرنے پر مقدم
ہے تو مفسد قطعی کا دفعیہ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا مقدم ہے جیسا کہ اللہ کے کلام مین ظن کے حق مین معلوم

ہوتا ہے کہ وہ غیر کا کھانا جو اُسکی ضرورت سے زائد ہو جبراً لے سکتا ہے اور اگر وہ دینے سے روکے
تو اُس سے لڑ سکتا ہے تو یہاں ایک راستہ اُسکے حاصل کرنے کا معین کر دیا گیا با این ہمہ اُس
مضطر کو وہ کھانا مفت لینا نہیں چاہیے بلکہ اگر فی الحال قدرت اُسکے بدل کی رکھتا ہو تو اُس کا
معاوضہ کر دے ورنہ قدرت آئندہ پر اُس کے معاوضہ کا ارادہ رکھے حضرت سید احمد مغربی برنسی
معروف بزروق جو اکابر علماے وقت اور اعاظم مشائخ مغرب سے اور مسلم مشائخ دیار عرب تھے
اپنی کتاب قواعد الطریقت فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ میں لکھتے ہیں کہ ارتکاب حرام کسی امر مکروہ و
مباح کے ذریعہ کے لیے جسمیں خوف فتنہ و آفت ہو یا یقین اُسکے وقوع کے جائز نہیں ہے مثلاً
کسی نے خمول و گمنامی اور نفس کو خلق کی نگاہوں سے گرانے کے لیے مناہی و ملاہی کا ارتکاب
کیا تو اگر اُسکی حرمت علما کے یہاں متفق علیہ ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر مختلف فیہ ہے تو خیر
اُسمیں چنداں حرج و دشواری نہیں اور اگر اہل تجربہ و معرفت کی کسی عمدہ مصلحت و صحیح غرض
پر شامل ہو تو دو شرطوں سے جائز ہو سکتا ہے ایک یہ کہ خلاف حکم راجح اور فتوای مذہب کے
جسکا وہ مقلد ہے نہو دوسرے یہ کہ دونوں طرفین اختلاف کی قوی ہوں صرف اقوال غریب اور ضعیف
پر عمل نہیں کرنا چاہیے یہاں آن پرشدین صوفیہ حد سے بڑھ جاتے ہیں اور جو مصلحت نفس کے
مخالفت سے بھی ہے اسی پر نظر جمائے رہتے ہیں اور اُن قصوں سے جو بعض ارباب حوال سے
منقول ہیں متمسک کرتے ہیں لیکن محققین صوفیہ اُس سے منع کرتے ہیں مثلاً جو لوگ کہتے ہیں کہ حمام
کی چوری کے قصہ وغیرہ کو کیا کہیں گے کہ اُس مرد عارف نے چوری کی جو بالاتفاق شریعت میں
حرام ہے اور وہ اس غرض سے تاکہ خلق کی نظر سے گر جائے اور ازدحام خلق اور ہجوم عوام سے
فراغت پائے اس کا جواب یہ ہے کہ کپڑوں کو اٹھا کر پہن لینا اُس قسم کی چوری کی جنس نہیں
ہے جو شرع میں بالاتفاق حرام اور مستوجب سزا ہے حقیقتاً چوری مال محفوظ کا [illegible] لے لینا ہے
اور حمام جائے محفوظ نہیں نہایت کار یہ ہے کہ اُنھوں نے ایک غیر چیز میں بلا اجازت تصرف کیا
تو کپڑے وغیرہ میں ایسی آسانیاں ہوا کرتی ہیں اگر کوئی شخص کسی مسلمان بھائی کا کپڑا باعتقاد
آسانی باعتقاد اُسکے حسن خلق کے اٹھا کر پہن لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہاں بہتر یہ ہے کہ اُسکی صریح
اجازت بھی ہو یا کنایۃً تو یہ فعل مکروہ ہوا حرام نہوا اب اگر کوئی کہے کہ پھر اس باب میں کیا کہیں گے کہ
ایک شخص حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور راہ کی سختی اور دوری سے ہوتے

سلسلہ کہ بزرگوں کی آمد و رفت حمام میں ویسے ہی ہوتی ہے جیسے مسجد میں [illegible] حمام جائے محفوظ نہیں ہے

شکایت کی اُنھون نے فرمایا کہ یہ کام تو آسان ہے ایک درہم خرچ کرو اسیوقت مقصد حاصل ہوجائیگا
جوز مول لو اور توبڑہ مین ڈال کر اُسکو گردن مین لٹکاؤ اور داڑھی منڈاؤ اور بزرگان و مشاہیر شہر کے
پاس جاؤ جو لڑکے تمھارے تھپڑ مارین اُن کے ہاتھ مین ایک جوز ایدو اگر تم یہ کروگے تو
آفت راہ سے چھوٹ کر مقصود پر پہونچ جاؤگے وہ کہنے لگا سبحان اللہ مجھ ایسے شخص سے یہ
کام ہوسکتا ہے فرمایا کہ یہ سبحان اللہ تمھاری بغرض تنزیہ و تقدیس نفس تھی نہ ذکر و تسبیح حق جاؤ
تمھارا یہان دخل نہین تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ارشاد حضرت سلطان بایزید کا درحقیقت حکم
کے طور پر نہ تھا بلکہ صرف امتحان و آزمایش حال و اعتقاد دیکھنے کے لیے تھا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی
کہ وہ ایسا حکم دیتے اور اگر کوئی کہے کہ تمام علماے شریعت کا اتفاق ہے کہ اگر کسی کے حلق مین لقمہ
پھنس جائے اور پانی نہو اور وہ مرنے لگے تو اُسکو شراب پی لینا جائز ہے تاکہ وہ لقمہ اُتر جائے باوجود
کہ شراب کی حرمت متفق علیہ ہے تو جب دنیاوی زندگی کے بچاؤ کے لیے جو فانی ہے ارتکاب
امر حرام جائز ہے تو اخلاص طاعت و قرب حق حاصل کرنے کے لیے جو سبب حیات ابدی ہے
کیون نہ درست ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ کا قیاس اُس مسئلہ پر درست نہین کیونکہ اُسموقع
پر اگر شراب نہ پئے گا تو زندگی ہی جاتی رہیگی اور زندگی ہی پر دارومدار وجود اور اعتبار اور تمام
کمالات کے تحصیل کی بنا ہے پس اس سے اعانت قتل نفس پر لازم آتی ہے جو بالاتفاق شرعاً
حرام ہے اور جاہ و شہرت حرام شرعی نہین ہے اور یہ کہ اُسکے ہونے سے کمال کی زیادتی جاتی ہے
اور وہ بھی یقینی نہین ہے اور وہ افعال و حرکات جو محققین ملامتیہ کرتے ہین اُس سے مراد ارتکاب
حرام اور مکروہ شرعی نہین ہوتا ہے بلکہ اُس سے مقصود اُن کا عبادات کا چھپانا اور بعضے عادیات کا
ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ جو نقص کی صورت مین نظر آتے ہین اور حقیقت حال پر اطلاع سے قبل لوگون کی
نظرون مین نامشروع دکھائی دیتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ نامشروع نہین ہوتے اور جاننا چاہیے کہ
ملامتی کا ارادہ و نیت نفس سے تحفظ اور علیحدگی ہو نہ اپنی حال کا خلق سے مخفی کرنا کیونکہ اس حالت
مین کہ اُس کا قصد اخفا اور ستر ہوتا ہے خلق پر نظر اور ان کی تعظیم باقی رہتی ہے تو پھر وہی لازم آیا
جس سے وہ بھاگتا تھا اور درحقیقت یہ حال اُسی صوفی کو حاصل ہوتا ہے جو باصطلاح مشہور فرقہ
ملامتیہ مین اکمل ہوتا ہے اور اُسکی نظر سے کرنے اور نہ کرنے اور ہونے اور نہ ہونے مین خلق
بالکل ساقط ہوگئی ہوتی ہے شیخ ابو العباس مرسی فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے ظاہر کرنے کا
ارادہ کرے وہ ظہور کا بندہ ہے اور جو خفا کا ارادہ کرے وہ خفا کا بندہ اور اللہ کے بندہ پر

ظہور وخفا دونوں یکسان ہیں حضرت شیخ عبد الحق دہلوی رسالہ مرج البحرین مین لکھتے ہین کہ ہفوات
مشائخ کی علت تسلط حال اور غلبۂ سکر ہے اور وہ حال صحیح ہوتا ہے اور نسبت درست لیکن جو قول
یا فعل کہ غلبۂ حال سے ہو وہ محل اقتدا اور قابل اتباع نہین ہے اور یہ لوگ اُسکے صدور مین
معذور ہین اور بے اختیار ہیان پر چند مثالین اُن کے اقوال و افعال کی کلیہ و اجمال کے
طور پر ذکر کی جاتی ہین اور اگر بعضے جزئیات کو بھی ہم بالتفصیل ذکر کرین تو کچھ بعید نہین مگر اقوال کا
عرض تو جو صد وقت مین نہین کہ وہ از قبیل رموز و اشارات فنا و توحید ہین وہ اِن قیل و قال
مناسب حال نہین چند قصے اُنھین افعال مین سے بیان کیے جاتے ہین منقول ہے کہ حضرت شبلی
کا ایک لڑکا مر گیا اُن کی بی بی نے بوجہ فرط غم سر کے بال نوچ ڈالے آپنے بھی داڑھی مین نورا
لگا دیا اور بیٹھ گئے تمام بغداد والے آپ سے خفا ہو گئے اور کوئی شخص آپ کے یہان تعزیت کے
لیے نہ آیا آپ کے ایک دوست نے پوچھا کہ آخر آپنے یہ کیا حرکت کی اور کیون کی کہنے لگے کہ اپنی
بی بی کی موافقت سے اُس نے کہا کہ اس کہنے سے تو تسلی نہین ہوتی ہے اس کا اصل بھید بتلایئے
اہل و عیال کی موافقت تو کوئی چیز نہین آپنے فرمایا کہ اگر تم نہین مانتے اور بھید ہی پوچھتے ہو تو
اسکی حقیقت یہ ہے کہ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ جو شخص دوسرے کو خدا یاد دلائے اور آپ غافل ہو
تو وہ قابل لعنت اور مستحق بعد ہوتا ہے اور خدا کی نظر رحمت سے گر جاتا ہے مجھکو اچھا نہ معلوم
ہوا کہ لوگ تعزیت کو میرے پاس آئین اور رسم و عادت کے موافق چرب زبانی سے مجھے تعزیت
اور نصیحت کرین اور اُن کے دل خدا سے غافل ہو کر مستحق لعن ہون اور اس کا باعث مین ہون
مین نے اپنی داڑھی قربان کر دی اور خلق کو ہلاکی سے بچا دیا اب دیکھنا چاہیے کہ کیسی سچی
نیت اور کیسی ہی باریک نظری اور تعظیم ذکر الٰہی اور شفقت و رحمت بر خلق تھی اور یہ سب
حالات سنیہ اور مقامات علیہ سے تھے لیکن داڑھی منڈانا اس علت سے شریعت مین درست
نہین ہے اور نہ کسی عاقل سے یہ ہو سکتا ہے اور غور کرنا چاہیے کہ اُن کا اتصاف بعلم و تقوی
اور تقوی اور ریاضت کس مرتبہ کا تھا اور باوجود غلبۂ نیت اور حال کے مجبوروں سے یہ فعل
صادر ہوا تو کس قدر غلبہ و بے اختیاری اور مستی اُنپر اُس وقت ہو گی ورنہ قاعدہ ہے کہ نیت مباح
اور مستحبات کی طرف جاتی ہے نہ حرام اور مکروہ کی طرف تو اب یہ چاہیے کہ اُنکو اس حالت مین
مجنونوں کا سا سمجھین حالانکہ حضرت شبلی امام اہل وجد اور سر گروہ ارباب سکر و حال تھے
کسی شخص کو اُن پر قیاس نہین کرنا چاہیے اور وہ غلبہ حال مین اس قدر اپنے سے غائب تھے

کہ لوگ بیان کرتے ہین کہ وہ اپنی بہوؤن اور پلکون کے بالون کو نوچتے اور بعض وقت چہرہ اور گوشت کو زنبور سے دباتے تھے کہ اُس درد دکھ کے سبب سے کسی وقت ہوش مین آوین اور اس حالت سے افاقہ ہو اُن کے زمانہ والے تو اُن کو دیوانہ کہتے اور مجنون سمجھتے تھے مگر وہ اُن سے کہین زیادہ عاقل تھے کہ اکیس الناس ازھدھم فی الدنیا یعنی عقلمند ترین آدمیون مین وہ ہے جو دنیا مین زیادہ زاہد ہو ایسی دیوانگی کے ہزار دن عقلین قربان ہے ؎

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی	دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند

نقل ایک دن حضرت شبلی ابوبکر مجاہد کے پاس جو اپنے وقت کے بڑے عالم تھے گئے اُنکی نظر جیسے اُن پر پڑی اُنھون نے اُٹھکر اُن کی دونون آنکھون کے درمیان بوسہ دیا اور بہت تعظیم سے اپنے پہلو مین بٹھایا ایک جماعت فقہا جو ابوبکر کے پاس بیٹھے تھے پوچھنے لگے کہ آپ ان کی اتنی تعظیم و تکریم کرتے ہین حالانکہ جتنے بغداد والے ہین وہ سب اُن کو مجنون جانتے ہین ابوبکر کہنے لگے کہ مین نے اُن کی تعظیم وہی کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھی آج کی رات مین نے خواب مین دیکھا کہ یہ حضور اقدس نبوی مین حاضر ہوے تو آپ ان کو دیکھکر اُٹھ کھڑے ہوے اور اُن کی دونون آنکھون کے درمیان بوسہ دیکر اپنے پہلو مین بٹھایا مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ شبلی کی ایسی تعظیم کرتے ہین وہ کس وجہ سے اس تعظیم کے مستحق ہوے آنحضرت نے فرمایا کہ وہ ہر نماز کے بعد اس آیت کو پڑھتے ہین لقد جاءکم رسول من انفسکم الآیۃ پھر اُسکے بعد مجھپر درود بھیجتے ہین

نقل اور یہ بھی حضرت شبلی سے نقل ہے کہ ایک دن اُن کے دل مین یہ بات گذری کہ تو بخیل ہے اُنھون نے عہد کیا کہ جو کچھ آج سے گا سب سے پہلے جو فقیر آجائے گا اُسی کو دیدون گا چنانچہ اُسدن پچاس اشرفیان ملین۔ اُن کو لیکر نکلے راستہ مین پہلے ایک فقیر اندھا ملا وہ نائی کے سامنے بیٹھا سر منڈاتا تھا حضرت شبلی نے وہ تھیلی اُس فقیر کو دیدی اُس نے کہا کہ مجھکو ضرورت نہین یہ اس نائی کو دیدو یہ کام کر رہا ہے شبلی بولے کہ اس تھیلی مین اشرفیان ہین اُس فقیر نے سر اُٹھا کر کہا کہ ہم نے نہین کہا تھا کہ تو بخیل ہے پھر اُنھون نے وہ اشرفیان نائی کے سامنے رکھدین اُس نے کہا کہ مین فقیرون کی خدمت کی مزدوری نہین لیتا شبلی نے اُس تھیلی کو اُٹھالیا اور جا کر دجلہ مین پھینکدیا اور کہا کہ تو وہ چیز ہے کہ جس نے تیری تعظیم کی اُسکو اللہ نے ذلیل کیا علما ظاہر کہتے ہین کہ شبلی نے یہ اسراف کیا کہ تھیلی کو دریا مین ڈالدیا مگر سمجھنا چاہیے کہ یہ اُنھون نے کیا کیا اور یہ حالت اُن کی کس طرف سے تھی واللہ اعلم دین ایسا

سلہ لقد جاءکم بے شک تمہارے پاس رسول تم مین کا ۱۲ منہ

سمجھتا ہون کہ شاید اُنھون نے تھیلی اسوجہ سے دریا مین ڈالدی کہ وہ یہ سمجھے کہ جب تک تھیلی میرے
ہاتھ مین رہے گی تب تک ہزار طرح کی پریشانی اور خطرے اور دل کی غفلت حق سے رہیگی اور یہ
میری تنبیہ ہی کے لیے ہوا ہے کہ اُسکو نہ فقیر ہی پوچھتا ہے نہ وہ تا لی دنیا دار حاجتمند تو بر طبق مضمون
ہر چہ بر خود پسندی بر دیگرے پسند اسکو کہان تک لیے لیے پھرون اور کس کو دون جس کسی کو دون گا
بھی تو وہ اُسی غفلت و انتشار مین مبتلا ہوگا لہذا اسکو دریا ہی مین پھینک دینا چاہیے **نقل** ایک مرتبہ
حضرت شبلی نے نیا کپڑا پہنا اُس کا دامن پھاڑ ڈالا لوگون نے کہا کیا علم یہ کہتا ہے کہ نئے کپڑے کو پھاڑ
ڈالو اور ضائع کرو تو آپنے کہا کیا علم یہ کہتا ہے کہ گھوڑون کی کونچین کاٹ ڈالو اور ذبح کرو بادشاہ
تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کی طرف کہ اُن کو گھوڑون کے دیکھنے مین اتنی دیر ہو گئی کہ آفتاب
غروب ہو گیا اور عصر کا وقت جاتا رہا اُنھون نے اس تقصیر کے عوض مین گھوڑون کو ذبح کر ڈالا
جیسا کہ کلام مجید مین ہے فطفق مسحا بالسوق والاعناق اور بعضون نے مسح سوق و اعناق کو
ظاہر پر حمل کیا ہے یعنی گھوڑون کی پنڈلیون اور گردنون پر ہاتھ پھیرنے پر **نقل** امام عبداللہ یافعی
نشر المحاسن مین ابو حمزہ خراسانی سے نقل کرتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ مین ایکبار کعبہ شریف جاتا
تھا راستہ مین ایک کنوئین مین گر پڑا میرا نفس مجھ سے جھگڑنے لگا کہ چلاؤ تا کہ کوئی شخص سنکر تمکو نکالے
لے مین نے کہا کہ نہین مین ہرگز نہین چلاؤن گا اور نہ غیر خدا سے مدد مانگون گا اللہ ہی اپنی قدرت
سے مجھے باہر نکال لیگا اتنے مین دو آدمی کنوئین کے منہ پر آئے اور اُنھون نے آپس مین
صلاح کی کہ یہ کنوان سر راہ واقع ہے اسکے منہ کو بند کر دینا چاہیے ایسا نہو کہ کوئی شخص اسمین
گر پڑے چنانچہ اُنھون نے کنوئین کا منہ بند کر دیا بلکہ اُس کا نشان تک مٹا دیا اسی اثنا مین پھر مین نے
چلانا اور اُن کو اپنے حال سے خبر دینا چاہا مگر پھر سوچا کہ مین نے خدا سے جو عہد کیا ہے اسی پر قائم ہو نگا
چنانچہ وہ کنوئین کا منہ بند کر کے چلے گئے اُس کے بعد اور لوگ آئے اُنھون نے منہ کھولدیا اس مرتبہ
بھی دل چاہا کہ چلاؤن مگر پھر سوچا کہ میرا خدا میرے حال سے واقف ہے اگر اُسی کے علم کو کافی
سمجھون تو ٹھیک ہے تھوڑی دیر چپ رہا اتنے مین ایک شیر آیا اور اُس نے اپنے پیر کنوئین مین
لٹکا دیے اور گویا مجھ سے اشارہ کیا کہ مین اُس کے پیر مین لٹک جاؤن چونکہ یہ سبب اسباب عادی
کے خلاف تھا مین سمجھا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے مین اُس کے پیر پکڑ کے نکل آیا ہاتف نے آواز

سلہ پھر شاہ بجاؤ نے پنڈلیان اور گردنین ۱۲ منہ

دی کہ اے ابو حمزہ کیا یہ عمدہ رہائی نہیں ہے جو مین نے تجھے ہلاک ہونے سے قبل بذریعۂ دشمن
کے نجات دی[۱] نقل حضرت ذوالنون[۲] مصری ایک گاؤن مین پہونچے جب رات ہوئی تو
گاؤن والون کو دیکھا کہ پریشان ہین اور گھرون کے دروازہ بند کر رہے ہین اور کوٹھون مین
گھستے پھرتے ہین پوچھا کہ یہ کیا کرتے ہو اور کس کے ڈر سے کوٹھون گھستے ہو لوگون نے کہا کہ
یہان بات یہ مقررہ ہو گئی ہے کہ رات کو ایک شیر آتا ہے اور جسکو پاتا ہے مار ڈالتا ہے ہم
لوگون کا سارا خوف اور ڈر اسی شیر سے ہے آپ کو بھی بحکم بشریت ڈر ہوا اور چاہا کہ کسی کوٹھے
مین گھس جائین پھر سوچے کہ فاعل حقیقی تو اللہ ہے جو وہ کرنا اور چاہتا ہے وہی ہوتا ہے شیر
اُسکے حکم بغیر کیا کر سکتا ہے غرضکہ خدا پر توکل کر کے گاؤن کے باہر جہان شیر آتا تھا وہین جا کر
بیٹھ گئے اور خیریت سے رات گذار دی علما کہتے ہین کہ اس سے نفس کو ہلاکی مین ڈالنا پایا جاتا ہے
اور یہ شرعاً ناجائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عام خلق کے حق مین ہے جنکی چشم بصیرت خدا
اور اُسکے افعال کے دیکھنے سے بند ہے لیکن ارباب توحید و توکل سے کہ جنکی نگاہون سے
اسباب اور وسایط ساقط ہین اور اُن کو عین الیقین سے معلوم اور مکشوف ہو چکا ہے کہ بغیر حق کے
ارادہ اور فعل کے کوئی چیز واقع نہین ہوتی اُن کو کوٹھے مین گھسنا اور جنگل مین پھرنا برابر ہے این ما تکونوا یدرککم الموت
ولو کنتم فی بروج مشیدۃ یعنی پاوے گی تم کو موت اگرچہ تم مضبوط مکانون مین ہو اور شیخ ابو الحسن
نوری سے بعد محبت غلام خلیل مین جسکا نام احمد بن غالب تھا اور وہ حضرات صوفیہ کے منکر
تھے اور اُن کو کافر زندیق کہا کرتے تھے[۳] نقل ہے کہ جب خلیفۂ وقت نے فقرا کو پکڑنے اور
اُس جماعت کو کہ جس مین نوری بھی تھے مار ڈالنے کا حکم دیا تو جلاد آ کر کھڑا ہو گیا کہ تلوار کھینچکر ایک طرف سے
مارنا شروع کرے شیخ سب سے پہلے دوڑے اور وجد مین آ کر جلاد کے پاس کھڑے

---

[۱] یعنی مرنے سے تجھے بچایا اور رسیے کا تجھ سے اُس گڑھے سے نکلوایا جو خود وہ درندہ تھا حضرت ابو حمزہ خراسانی اصل مین نیشاپور کے رہنے والے تھے ابو تراب نخشبی اور شیخ ابو سعید خراز کی صحبت اُٹھائی تھی اور حضرت سید الطائفہ کے ہمعصر تھے یہ حکایت اُن کے کنوئین مین پڑنے کی صاحب کشف المحجوب نے لکھی ہے اُن کی وفات ۲۹۰ھ دو سو نوے ہجری مین ہوئی کذا فی سفینۃ الاولیاء ۱۲ منہ [۲] یہ طبقہ اول سے تھے ان کا نام ثوبان بن ابراہیم تھا اور کنیت ابو الفیض اور ذوالنون لقب اور اُس کے سوا بھی لوگون نے کہا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ یہ اخمیم مصر مین تھے جہان حضرت امام شافعی کا مزار ہے اِن کے باپ نوبی تھے قریش کے غلامون سے وہ تو یہ ایک شہر ہے مصر و حبش کے درمیان بین ان کے اور بھائی بھی تھے ان مین سے ایک ذوالکفل تھے یہ مالک بن انس کے شاگرد تھے اور انھین کے مذہب پر تھے موطا ان سے سنا تھا اور فقہ بھی پڑھی تھی اور ان کے پیر اسرافیل تھے بلاد مغرب مین ۲۴۵ھ مین ان کی وفات ہوئی کذا فی النفحات اور اسرافیل کا حال بھی نفحات مین لکھا ہے ۱۲ منہ

ہوسے کہ ان کی گردن ماری جاسے جلاد نے پوچھا کیا تم چاہتے ہو کہ سب سے پہلے تم ہی مارے جاؤ اُنھون نے کہا کہ تصوف مین میرا پہلے طریقہ ایثار تھا اب ایک گھڑی زندگی کی جو باقی رہی ہے تو مین چاہتا ہون کہ اسکو بھی اپنے بھائیون پر ایثار کردون جلاد یہ سُنکر حیران ہو گیا جب خلیفہ وقت کو یہ خبر پہونچی اُس نے قاضی کو حکم دیا کہ جاؤ اور اُن کے حال کی تفتیش کرو کہ یہ کون لوگ ہین اور اُن کا مذہب کیا ہے قاضی نے شیخ سے عبادات اور طہارات اور صلوٰۃ کے متعلق سوالات کیے آپ نے اُس کے جوابات شافی دیے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اب بھی اللہ کے بندے ایسے ہین جو سنتے اور بولتے اور پھرتے اور نکلتے اور کھاتے پیتے اللہ ہی کے لیے ہین قاضی اُسیوقت حضرت شیخ کے کلام کی ہیبت اپنے دل مین پاکر رو دیے اور خلیفہ کے پاس جاکر کہا کہ اگر یہی قوم زندیق ہے تو روے زمین پر پھر مسلمان کون ہے سے

کافران وہ عشقیم اگر انسانست
صد مسلمان تو اسے خواجہ ویک کافر ما

پھر سب سے معذرت کر کے سب کو چھوڑ دیا علما کہتے ہین کہ نوری کا یہ تواجد و بجلدو کے پاس دوڑ جانا نفس کے قتل پر یہ اعانت ہوئی اور یہ شرعاً جائز نہین اسواسطے کہ اعانت قتل نفس پر گویا غیر کی ملک مین تصرف کرنا ہے ور انسان کی ہستی خود اس کی ملک نہین ہے بلکہ خدا کی ملک ہے آدمی کی کیا طاقت ہے کہ اپنی بقا یا فنا چاہے اُسکو تو حد ادب پر ٹھہرا رہنا چاہیے اسی سبب سے نفس کی ہلاکی اور اُسکے قتل پر اعانت شرعاً ناجائز ہے الخ اس تقریر سے لازم آیا کہ یہی عبودیت کے آداب بھی ہین لیکن خدا جانے کہ وہ حالت مستی جو اُن کو یہان حاصل ہوئی کہان سے تھی اور وہ اُس وقت کس مشہد اور کس محل مین تھے حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہ ائمہ صوفیہ سے اور حضرت جنید کے ہمعصر اور ارباب سُکر و وجد و حال سے تھے ایکبار حضرت جنید کو معلوم ہوا کہ تین دن سے اُنھون نے کچھ کھایا نہین نہ سوے ہین صرف اللہ اللہ کہتے ہین اور وجد کی حالت مین ہین حضرت جنید نے پوچھا کہ نمازون کا کیا حال ہے لوگون نے بیان کیا اُسی قدر وقت جسمین نماز پڑھ لیتے ہین ہوشیار رہتے ہین اور جب نماز سے فارغ ہوتے ہین تو بیہوش ہو جاتے ہین اُنھون نے فرمایا کہ الحمد للہ وہ بچے ہوے ہین اور اُن کا حال صحیح ہے اور نقل ہے کہ حضرت جنید در تمنا علم جلیس مین گروہ فقہا مین چلے گئے اور ابو ثور کا مذہب اختیار کر لیا تھا اور اسی حیلہ سے آپ کو بچایا اسی وجہ سے نوری جب تک زندہ رہے تو حضرت جنید سے رنجیدہ رہے اور کہا کرتے تھے کہ تم فقہا اور علما مین چلے گئے ہم رووانون مین

ست آوُ اور نہ اس امر کی بابت کچھ کہو واللہ اعلم غلام خلیل ایک امیر شخص تھا فقیری کا دعوی
کرتا تھا اپنے آپ کو بادشاہ کے سامنے فقیر مشہور کر کے دین کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالا تھا
جیسا کہ اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ ہیں اور ہمیشہ مشایخ اور درویشوں کی طرف سے واہیات
باتیں خلیفہ سے کہا کرتا تھا کہ یہ حضرات خلیفہ کی نگاہ سے گر جائیں اور اُس کا اعتبار بڑھ جائے جب
حضرت سمنون[1] کو کہ آفتاب اہل محبت اور قدوۂ اہل معاملت اور اپنے زمانہ کے بے نظیر
شخصوں میں سے تھے اور محبت میں بڑے عظیم المرتبہ تھے بغداد میں فروغ حاصل ہوا تو اُس شخص نے
اُن سے تقرب چاہا غلام خلیل اُن سے خفا ہوا اور تہمتیں اُن پر لگانا شروع کیں یہاں تک
کہ ایک عورت حضرت سمنون پر عاشق ہوئی اُس نے اپنے آپ کو اُن پر پیش کیا اُنھوں نے
انکار کی وہ عورت حضرت جنید کے پاس گئی اس غرض سے کہ سمنون کو سمجھاویے کہ میرے ساتھ
نکاح کر لیں حضرت جنید نے ناخوش ہو کر اُسکو نکال دیا اُس عورت نے غلام خلیل کے پاس جا کر
جیسے کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے حضرت سمنون کی شکایت کی اور تہمت رکھی اُس نے جیسا کہ
مخالفین کا طریقہ ہوتا ہے اُس کی باتیں خوب سنیں اور اُس کا طرفدار ہو کر خلیفہ کو جا کر درہم برہم کر دیا
اُس نے حکم دیا کہ سمنون کو مار ڈالیں جب جلاد آیا اور بادشاہ نے اُن کے قتل کا حکم دینا چاہا
فوراً اُسکی زبان بند ہو گئی پھر رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ تیرے ملک کا زوال سمنون کے
جان جانے پر ہے دوسرے دن اُس نے حضرت سمنون کی خوشامد کر کے اُن کو چھوڑ دیا کذا فی
کشف المحجوب اور نفحات میں ہے کہ علی بن حمزہ اصفہانی نے حلاج کے حال میں لکھا ہے کہ
غلام خلیل آخر عمر میں کوڑھی ہو گیا تھا بزرگان صوفیہ سے ایک بزرگ کا قول ہے کہ ایک مبتدی
صوفی نے اُس کے واسطے ہمت باندھی اس سے وہ کوڑھی ہو گیا اور اُس نے یہ اچھا نہیں کیا کہ
وہ حضرات صوفیہ سے لڑا کرتا تھا اور اُن کے حرکات اور اعمال پر گرفت کرتا تھا لوگوں نے
جا کے غلام خلیل سے یہ بیان کیا اُس نے توبہ کی اور اپنا کل مال مشایخ کے پاس بھیج دیا اُنھوں نے
قبول نہیں کیا غور کرنا چاہیے کہ اُن حضرات کی انکار نے آخر اُس شخص کو توبہ نصیب کرا دی تو جو اُنکا
معتقد ہو گا اُن کا کیا پوچھنا ہے کہ کیا درجہ ہو گا نقل اور ایک بزرگ سے جو حضرت جنید کے

---

[1] سمنون بن حمزۃ المحب الکذاب یہ طبقہ ثانیہ سے تھے ان کی کنیت ابو الحسن تھی اور بعضے کہتے ہیں ابو القاسم اور
کذاب انھوں نے خود اپنا لقب رکھا تھا حضرت سری سقطی اور محمد بن علی القصاب اور ابو احمد قلانسی سے صحبت پائی تھے
وہ حضرت جنید اور نوری کے ہمعصروں میں سے تھے حضرت جنید کے پہلے ان کا انتقال ہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ
اُس کے بعد کذا فی النفحات اور سفینۃ الاولیا میں سنہ وفات ان کا [illegible] ہجری لکھا ہے ۱۲ منہ

مشائخ کے طبقہ سے تھے منقول ہے کہ ایک رات ان کو نہانے کی حاجت ہوئی ہوا نہایت سرد
تھی اور وہ بہت نحیف الجسم تھے نہاتے ہوئے ڈرے مگر نفس کی مخالفت سے کپڑون سمیت حوض
مین جسمین تمام برف پڑا ہوا تھا جا کر کود پڑے لوگ کہتے ہین کہ وہ کپڑے جو وہ پہنے ہوئے تھے نہایت
بھاری تھے در مبالغۃ کہتے ہین یاد آتی کہ وہ کپڑے ایک اونٹ بھر بوجھ کے تھے ان کپڑون
کے ایک طرف کے حصہ کو بھی نہین سکھایا اور وہی پہنے ہوئے بیٹھے رہے اور اسیطرح سوتے
تھے ایک مدت کے بعد وہ کپڑے پہنے پہنے سوکھ گئے علما کہتے ہین کہ یہ بھی نفس کی تعذیب ہے
اور ایک اعتراض اور بھی کرتے ہین کہ اتنے بھاری کپڑے پہننا کہان سے درست ہین نقل
ایک اور بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ جنگلے پر بیٹھ کر جاتے تھے اور پیرون مین جو کوئی کانٹا چبھ جاتا تھا تو اس کو
نکالتے نہ تھے ان کی آنکھین دکھنے آئین تو اسی نمط اور صورت سے جو وہ پہنے ہوئے تھے
ان کو پونچھتے جاتے تھے آخر رفتہ رفتہ ان کے پیر سوج گئے اور اندھے ہو کر مرنے کے
قریب ہو گئے اور ایک بزرگ کی نقل ہے کہ تیس برس تک ایک خاص چیز کھانے کی انکو خواہش
رہی اور نہین کھائی ایک بزرگ کی نقل ہے کہ وہ بھوکے تھے کئی دنون کے بعد ایک انگور
یا سبزی زمین پر پڑی پائی ان کے نفس نے اس دانہ یا پتی کو اٹھا کر منہ مین ڈال لیا انھون
نے اسکے عوض مین نفس کو دو تین برس تک بھوکا رکھا اسیطرح کے افعال ارباب سکر و حال اور
اصحاب ریاضات و مجاہدات کے بہت منقول ہین پھر ان کا ارادہ اس سے نفس کی ریاضت
اور تحقیق حال اور اسکے کنہ پر پہونچنا ہوتا ہے اور وہ ان حرکات و افعال کو از قبیل معالجت نفس کہتے
ہین اور یہ امر مسلم ہے کہ علاج بالضد ہوا کرتا ہے اور نفس کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ جب تک
اسکو سخت نہ پکڑین اور تنگ نہ کرین تب تک وہ اعتدال پر آتا ہی نہین ہے یعنی اگر نرمی سے
مطالبہ کرین تو وہ رخصت مین آتا ہے اور اگر سختی سے مطالبہ کرین تو وہ داخل حق مین نہین ہوتا مثل شہوت کیلیے
پکڑین تب وہ رخصت اختیار کرتا ہے فقہا کہتے ہین کہ یہان تعذیب نفس اور تجربہ حال و تجاوز حد اعتدال ہی لازم آتا ہے
اور وہ بحکم نص قرآنی و احادیث ممنوع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث حضرت رفق و مدارات
نفس کے بارہ مین وارد ہین اسیطرح مخالفت نفس و ہوا اور ریاضت مین ڈھلنے اور نفس کو لذات
اور شہوات سے باز رکھنے مین بھی واقع ہوئی ہین اور حضرات صحابہ کو بھی ریاضات و سختیان اور
رنج اور فقر و فاقہ اور بھوک اور پیاس کی سختیان اتنی واقع ہوئی ہین کہ کوئی ان کی برابری نہین
کر سکتا اول تو سیری خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان برکت نشان مین نہ تھی و بعضے غزوات

مین تو صحابہ کا حال ایسا سخت ہوگیا تھا کہ وہ اونٹ کی اوجھڑی نچوڑتے تھے اور اُس سے جو چند
قطرے ٹپکتے تھے اُس سے اپنی حلقون کو تر کرلیتے تھے اور تجرد اور انفراد اور رہبانیت سے
اُسوقت مین ممانعت اسوجہ سے تھی تاکہ وہ سب لوگ مجتمع اور متفق اور جہاد اسلام کی بنیاد کے مضبوطی
پر رہین کہ اُس زمانہ مین مطلوب اصلی وہی تھا اور درحقیقت حضرات صحابہ بوجہ مشاہدہ جمال نبوی و
کمال ایمان و قوت یقین و رفع حجابات و دفع شکوک رنج کشی نفس اور ریاضت سے مستغنی تھے مثل مشہور
ہے کہ جب صبح ہوجاتی ہے تو چراغ کی ضرورت نہین رہتی منقول ہے کہ تھوڑا سا شربت حضرت عمر کے
حضور مین لایا گیا آپ نے نہین پیا اور فرمایا کہ مجھکو خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہین مین بھی ان لوگون مین
نہو جاؤن کہ جنکی شان مین یہ آیت ہے اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا یعنی ضائع کردین پاک
چیزین اپنی دنیاوی زندگی مین اور اصحاب صفہ کے حالات فقر و شدت جو لفظاً اور معناً مستند اور
متمسک حضرات صوفیہ ہین جو کچھ ہین خود معلوم ہین یا ابولبابہ کا قصہ اپنے آپکو ستون مسجد مین باندھ
دینے کا اور کھانا پینا چھوڑ دینے کا اور معرض ہلاکت مین آجانے کا کیا تھا کیا شریعت مین تو یہ درست
نہین ہے اگر تعذیب نفس اور تشدید مجاہدہ و ریاضت حرام و منہی عنہ تھی تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کیون اُس سے منع نہ فرمایا یہی کہا جائے کہ یہ غلبہ حال اور سکر و وجد تھا اور حضرات
صحابہ کو بھی غلبات حال اور سکر لاحق ہوتا تھا جیسے کہ تواجد اور رقص حضرت بلال کا مسجد مین وقت
نزول آیہ شریفہ ولکن اللہ یہدی من یشاء یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
حدیبیہ مین کفار سے صلح کرنے کو منع کرنا یا شکر و احسان ماننا حضرت صدیقہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے نزول قرآن مین اپنی طہارت اور برات حسان مین قضیہ افک کے متعلق یا حضرت
معاذ بن جبل کا بے ہوشی اور سکرات موت طاری ہونے کے وقت یہ فرمانا کہ تو میرا گلا گھونٹ قسم
تیری عزت کی کہ تجھے معلوم ہے کہ مین تجھے دوست رکھتا ہون یہ سب مستی وجد اور غلبہ حال سے تھا
غرضکہ ارباب احوال یعنی صادقین و متوجہین درگاہ الٰہی جنکا علم و تقوی و دیانت بھی معلوم ہے
اُن کے احوال و افعال مین توقف و تسلیم ہی بہتر ہے اور بلا مصلحت و ضرورت اُن کے حال مین
بہ رد و انکار خوض کرنا محل خوف و خطر ہے حتی الوسع اُن کی انکار ہرگز نہ کرنا چاہیئے آدنی مرتبہ
اس گروہ کے حق مین تسلیم و انکار کے درمیان مین رہنا ہے ایسا کہ کوئی اُن مین سے راجح اور
مرجوح نہو کہ اُس مین نہ نفع ہے نہ نقصان اور اگر توفیق الٰہی رفیق ہو در اصل راز معلوم ہوجائے

سلطہ اور امر دہ دکھاتا ہے جسکو چاہتا ہے

اور اُن کے احوال و مواجید سے باطن میں اثر پیدا ہو تو وہ بات ہی اور ہے جسے نصیب ہو مگر انسان کو اپنا اعتقاد و ایمان درست رکھنا چاہیے حضرت جنید فرماتے تھے کہ ہمارے طریقہ پر ایمان بھی ولایت ہے اور توسط و اعتدال اصل الاصول اہل کمال رہا ہے ؎

ای که از کشمکش قال و مقال — نیست حالت ارباب کمال

نشنیده ز کسان جز خبرے — هیچ نا یافته در خود اثرے

قابل کار نه معذوری — یا خود از کوشش آن بس دوری

باش کین ره گذارے دگر است — هر کسے قابل کار دگر است

لیکن اندر پے انکار مرو — از جهان منکر این کار مرو

بنگر حالت درویشان را — کوشش شورش عشق ایشان را

که درین ره چه طلبها دارند — زین طلبها چه تعبها دارند

زین طلب گر نه خدا یافته اند — اینهمه بهر چه اشتافته اند

در طلب این همه جانبازی چیست — مال و اسباب فدا سازی چیست

کشف اگر نیست قیاس تو کجاست — عقل کو درک حواس تو کجاست

بارے از نیست تره وجدا سفے — معتقد باش و بیارا ایمانے

قواعد الطریقہ میں ہے کہ صرف حقیقت پر نظر رکھنا مخل توجہ طریقت ہے اور یہی سبب ہے حضرت صوفیہ سے طاماتؔ اور شطحیات صادر ہونے کا اور اعتراض اور انکار وارد ہونے کا بحسب شریعت اور علم سے لہذا بات کرنے میں بھی احتیاط واجب ہے کہ خلاف کتاب و سنت نہو سے اور لفظوں میں بھی تحفظ چاہیئے کہ بیان مقصود بلا وجہ واضح نہو ورنہ منکر جو اصل اور وضح وجہ سے ستنفاد کرتا ہے معذور ہوگا اور محل عتاب اور ملامت نہ قرار دیا جائیگا ابو سلیمان دارانیؔ فرماتے تھے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صوفیہ کے کلام سے کوئی نکتہ میرے دل میں آتا اور مدتوں رہتا ہے اگرچہ وہ نکتہ بتقاضاے

ــــہ طامات تشدید میم اسکے معنی سخن دبلا و فیاست کے ہیں و جمع طامات ہے شطح کے معنی لغت میں [illegible] اصطلاح صوفیہ میں ظاہر شرع کے خلاف کچھ کہنا کذا فی المنتخب ۱۲ منہ ــــہ یہ قدما میں سے تھے ان کا نام عبدالرحمن بن عطیہ [illegible] ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن احمد بن عطیہ قدما رشیخ مقام سے تھے داران کے رہنے والے جو [illegible] یک گاؤں ہے ان کا مزار اسی گاؤں میں ہے یہ ابن احمد بن ابی الحواری کے استاد تھے [illegible] وفات ہوئی فرماتے تھے کہ اکثر نکتہ اسے حقیقت جا نہیں دن میرے دل میں باز کرتے ہیں مگر جب تک [illegible] دو گواہ عادل اسکی گواہی نہیں دیتے تب تک میں اسکو نہیں مانتا انتہی من نفحات ۱۲ منہ

حسن و لطافت خود زبان حال سے فریاد کرتا ہے کہ مجھے قبول کرو مگر مین بغیر گواہی دو شاہد عادل یعنی کتاب و سنت کے نہین مانتا اور جو صوفی خلق کے ساتھ بوجہ مامور و مشروع معاملہ نہین کرتا اور صرف توجہ محض حقیقت پر کرتا ہے اور ملاحظہ و اعتبار کی نظر سبب آلہی اور شریعت پر جو اُس نے اپنے بندون پر رکھی یا اس کا حکم فرمایا ہے نہین ڈالتا وہ ضرور اعمال یا شطح احوال یا الہام و اشکال اقوال مین غلطی سے نہین بچتا خود ہلاک ہوتا ہے یا دوسرے کو ہلاک کرتا ہے یا دونون کو یہی حال پیش آتا ہے بعضے عارفین کا قول ہے کہ جو شخص اللہ سے بحقیقت اور خلق سے بشریعت معاملہ کرے وہ صدیق ہے اور جو شخص حق سے بشریعت معاملہ کرے یعنی باطن مین مطابق شریعت ہو اور خلق سے بحقیقت معاملہ کرے یعنی اُس کا ظاہر شریعت کے مطابق نہو وہ زندیق ہے یعنی دین سے گمراہ اور جو شخص حق و خلق سے بشریعت معاملہ کرے یعنی اُس کا ظاہر و باطن شریعت کے مطابق ہو وہ مسلمان سُنی ہے یعنی اُس کا عمل مطابق سنت ہے واللہ اعلم بالصواب

وصل حضرت حسین بن منصور کے عبادات اور ریاضات اور کرامات اور ارشادات کے بیان مین

تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ یہ رات دن چار سو رکعتین نفل پڑھتے تھے اور اُن کو اپنے اوپر لازم جانتے تھے ایک بار لوگون نے کہا کہ جس درجہ پر تم ہو وہان اس قدر تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت نہین ہے کہنے لگے کہ تکلیف و راحت دوستون کے حال مین اثر نہین کرتی کیونکہ وہ تو فانی صفت ہوتے ہین نہ اُن مین رنج اثر کرتا ہے نہ راحت نقل ریاضت کے زمانہ مین اُن کے پاس ایک گدڑی تھی جسکو بیس برس تک پہنے رہے ایک دن لوگون نے اُس کو اتار لیا تو اُسمین سے ایک جلوا اتنا بڑا نکلا کہ جو وزن مین نصف دانگ کا تھا نقل ایک دن ایک شخص اُن کی خدمت مین آیا دیکھا کہ ایک بچھوا اُن کے گرد پھر رہا ہے اُس شخص نے اس کو مارنا چاہا انھون نے منع کیا اور کہا کہ یہ بارہ برس سے میرا رفیق ہے اور میرے گرد پھرا کرتا ہے نقل ایک بار یہ چار سو فقرا کو لیکر جنگل چلے گئے دن گذرنے کے بعد بھوک نے ستایا ساتھیون نے کہا کہ ہم کو خواہش بھُونی سری کھانیکی ہوا انھون نے کہا کہ صف باندھکر بیٹھو سب اُن کے سامنے صف باندھکر بیٹھ گئے انھون نے ہاتھ پیچھے بڑھا کر بھونی سری اور دو دو روٹیان لاکر ہر ایک کو دینا شروع کین یہان تک کہ

چارسو سری اسی طرح سب کو دین سب نے خوب آسودہ ہو کر کھائین پھر وہ کہنے لگے کہ ہم کو
تر چھوہارے کھانیکی خواہش ہے یہ اُٹھے اور کہا کہ مجھے درخت کی طرح ہلاؤ سب نے اسیطرح
ہلایا اس قدر چھوہارے گرے کہ سب نے سیر ہو کر کھالے اور راہ مین جتنے خار مین سے
میٹھے لگا دیتے اُس سے چھوہارے نکلتے **نقل** چند لوگون نے جنگل مین ان سے کہا کہ ہم کو انجیر
کھلایئے اُنھون نے ہاتھ بڑھا کر ایک طباق تازہ انجیر کا اُن کے سامنے لا کر رکھدیا **نقل** ایکبار
اُن کے ساتھ چار ہزار آدمی کعبہ شریف جاتے تھے جب وہان پہونچے تو یہ ایک برس تک
دھوپ مین کعبہ شریف کے مقابل ننگے کھڑے رہے یہان تک کہ روغن اُن کے جوڑون سے
ٹپک کر پتھر پر گرنے لگا اور کھال چھوٹنے لگی مگر یہ وہین کھڑے رہے ایک گیارہوان ان کو ملتی
تھی اور یہ حضرت اُسکے کنارہ کھالیتے تھے باقی چھوڑ دیتے تھے **نقل** ایک بار یہ مناجات مین کہنے
لگے کہ یا دلیل المتحیرین اگر مین کافر ہون تو میری کافری بڑھا دے یعنی اس مین کمال عطا کر جب
دیکھا کہ اُسدن ہر شخص دعا مانگتا ہے تو اُنھون نے ریت کے ٹیلہ پر سر رکھدیا اور دیکھتے رہے جب
سب لوگ دور نکل گئے اور یہی تنہا رہ گئے تو ایک آہ کر کے کہنے لگے کہ اے بادشاہ وراے منزہ
مین تجھے سب تسبیح کرنے والون کی تسبیح اور تہلیل کرنے والون کی تہلیل اور پندار والون کے پندار
سے پاک جانتا ہون اور تو جانتا ہے کہ مین تیرے شکر سے عاجز ہون لہذا تو اپنا شکر آپ ہی کر
کہ یہی اصل شکر ہے **نقل** ایک دن اُنھون نے جنگل مین حضرت ابراہیم خواص کو دیکھا پوچھا کس
کام مین ہو وہ کہنے لگے کہ مقامات توکل درست کرتا ہون اُنھون نے کہا کہ ساری عمر تو تو نے پیٹ
کے دھندے مین صرف کی اب توحید مین کب فنا ہوگی یعنی محض توکل نہ کیا بابت ... تو نے ساری
عمر اسی کھانے کے جھگڑے مین جو پیٹ کا کام ہے صرف کر دیئے تو توحید مین کب فنا ہوگی
نقل ان کا بیان ہے کہ ایک بار شیطان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جاتے ہوئے دیکھ
اُنھون نے فرمایا کہ آ تجھے نالایق تو نے سجدہ کیون نہین کیا کہ نکالا نہ جاتا اُس نے کہا کہ مین نے
برا نہین کیا مین نے غیر حق کی طرف آنکھ ہی نہین ڈالی جیسے کہ تم نے جب دیدار چاہا تو کہا گیا
انظر الی الجبل یعنی پہاڑ کی طرف دیکھو تم نے پہاڑ کی طرف دیکھا مین نے کہا کہ مین نہ مجھ سے سو

سلہ یہ طبقہ ثانیہ سے تھے اور بعض کہتے ہین کہ طبقہ ثالث سے ... کی گست ... وہ تجرید و توکل مین
یکتائے وقت تھے اور رے کے والد تین کے رہنے والے تھے اور یہ حضرت جنید و نوری کے قرین سے تھے
اور بڑا اُن کے پہلے اُن کی وفات ۳۹۱ھ مین ہوئی انتہی ... نفحات ...

کسی کو دیکھون گا نہ تیرے سوا کسی کو سجدہ کرون گا نقل کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ حضرت
موسی علیہ السلام کے بارہ مین کیا کہتے ہین کہنے لگے حق پھر لوگون نے کہا کہ فرعون کے
بارہ مین کہنے لگے حق لوگون نے پوچھا کہ اس سے کیا معنی ہوئے کہنے لگے کہ یہ دو صفتین
ہین جن سے وہ بنے ہین اُسی پر چل رہے ہین لوگون نے پوچھا کہ عارف کے لیے وقت ہوتا
ہے کہنے لگے کہ نہین اس لیے کہ وقت صاحب وقت کی صفت ہے اور جسکو اپنی صفت سے
آرام ملتا ہے وہ عارف نہین اس کے معنے یہ ہین کہ لی مع اللہ وقت پھر لوگون نے پوچھا کہ
خدا کی راہ کیونکر ملتی ہے کہنے لگے دو قدم سے ایک قدم دنیا سے اُٹھائے اور دوسرا عقبیٰ
سے تب خدا کو پہونچے پھر پوچھا گیا کہ فقیر کون ہے کہنے لگے کہ فقیر وہ ہے جو ماسوا اللہ سے
بے نیاز اور اللہ کا ناظر ہوا اور صوفی وحدانی الذات ہوتا ہے وہ نہ کسی کو جانتا ہے نہ اُس کو کوئی
جانتا اور صوفی وہ ہے جو اشارہ حق سے کرے اور عامہ خلائق خدا کی طرف اشارہ کرتے ہین یعنے
وہ درمیان مین نہین ہوتا اور معرفت کہتے ہین ہر چیز کو معناً ہلاکت مین دیکھنا اور جب بندہ مقام
معرفت مین پہونچتا ہے تو غیب سے اُسکو حکم ہوتا ہے اور اُس کا سر گونگا کر دیا جاتا ہے کہ سوا سے
خطرہ حق کے کوئی اور خطرہ اُسکو آتا ہی نہین اور جو شخص نور ایمان سے خدا کو ڈھونڈھتا ہے وہ
ایسا ہے جیسے کوئی آفتاب کو ستارون کی روشنی سے ڈھونڈھے اور حکمت تیر نزد تیرون کے ہے
اور مسلمانون کے دل نشانے اور تیر پھینکنے والا اللہ ہے تو ایسے تیر انداز کی نشانہ بازی مین خطا
ہونا محال ہے اور صاحب فراست پہلی ہی نظر مین مقصود پا جاتا ہے اُسکو کوئی گمان اور شک
نہین ہوتا اور مسلمانون کے اخلاق مین سے ہے کہ تونگری کی خواہش اُن کو متوسط طور پر ہو اگر
ملے تو کھا لین ورنہ فاقہ کرین اور حسن خلق عظیم وہ شخص ہے کہ جسے خلق اللہ کے ستانے اور برا کہنے
کا کچھ اثر بوجہ معرفت حق کے ہو اور توکل یہ ہے کہ اگر شہر مین اپنے سے کوئی زیادہ بھوکا معلوم ہو تو
اپنا کھانا اُسکو کھلا دے اور اخلاص کدورتون کے میل سے عمل کے صاف کرنے کو کہتے ہین۔ ور
زبان خاموش دلون کے مارنے والی ہے اور گفتگو بستہ علمون کا دروازہ اور افعال نے دروازۂ
عزت بند کر دیا ہے اور حق اُس کا مخالف ہے کہ وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون

سلہ نفحات مین ابو عبد اللہ خفیف کے حال مین ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایکبار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ الٰہی مین
تجھ کو کہان پاؤن حکم ہوا کہ جب قصد کر چکے تو مجھے پا جاؤگے اور صلح کہتے تھے کہ چڑھنے کی ضرورت نہین کہ وہ تو ایک ہی
قدم ہے شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ وہ ایک ہی قدم تو ہے یعنی جب تو خودی سے گذر جائیگا اُس تک پہونچ جائیگا۔ منہ

یعنی ایمان نہین لاتے اکثر لوگ اللہ پر مگر وہ شریک ماننے والے ہوتے ہین یعنی مُنھ سے سب کہتے ہین
کہ خالق مالک سب کا وہی ہے مگر پھر اورون کو بھی شریک کر لیتے ہین ور کہتے تھے کہ دیکھنے
والون کی بصیرتین اور عارفین کی معرفتین اور علماے ربانی کے نور اور سابقان ناجی ازل و
ابد کا طریقہ اور جو کچھ ان دونون کے درمیان مین ہے یہ سب وحدت سے ہے لیکن کون جانتا ہے
سوا اُسکے جسکا دل آگاہ ہو یا وہ اپنے کان کو اُدھر متوجہ با قلب حاضر کرے اور عالم رضا مین ایک
اژدہا ہے جسکو یقین کہتے ہین اٹھارہ ہزار عالم اُسکے تالو مین ایسے ہین جیسے ایک ذرہ جنگل مین ہو
اور اللہ کا غم اگر مستور رہو تو سارے انبیا اور اولیا اُسی کے ہو جائین کسی ایک کو بھی بہشت کی
یاد نہ رہے اور کہتے تھے کہ ہم سال بھر اُسکی بلا کی طلب مین رہتے ہین جیسے بادشاہ کسی ولایت
کی طلب مین ہو اور جو شخص بندگی کے کل مقامات پر پہونچتا ہے اور اُسکے شروط پورے کرتا ہے
وہ آزاد ہو جاتا ہے اور خاطر حق یہ ہے کہ کوئی چیز اُس کا مقابلہ نہ کر سکے اور مرید پنی توبہ کے
سایے مین رہتا ہے اور مراد عصمت کے سایہ مین اور مرید وہ ہے جس کا اجتہاد اُسکے کشوفات پر
سبقت رکھتا ہو اور مراد وہ ہے جسکے کشوفات اُسکے اجتہاد پر سابق ہون اور دنیا کا چھوڑنا
نفس کا زہد ہے اور آخرت کا چھوڑنا دل کا زہد اور اپنے آپ کو چھوڑنا جان کا زہد ہے لوگون نے
پوچھا کہ دعا کا ہاتھ زیادہ لانبا ہے یا عبادت کا کہنے لگے کہ ان دونون ہاتھون سے پہونچنے کی
کوئی جگہ نہین دعا کا ہاتھ تو وصول کے دامن سے آگے نہین پہونچتا اور وہ دونون کے لیے ترک
ہے اور عبادت کا ہاتھ تکلیف شرعی اور شریعت کے دامن سے زیادہ نہین پایا جاتا نہین جو ہاتھ
کہ مخلوقیت سے آگے پہونچتا ہے وہ سعادت کا ہاتھ ہے اور کہتے تھے کہ جب انسان ایک بال پر
دونون جہان کو اُٹھا سکے تو وہ مؤید بہ عنایت ہے کیونکہ جب تک وہ خود محمول نہو گا حامل نہین
ہو سکتا اور جب خود اپنا ایک بال بھی سنبھال نہ سکے تو وہ اسوقت مؤید بہ عنایت نہو گا اور بندہ کا
نام وہان سے جہان سے ادراک ہو رسم ہے اور جہان سے کہ حق ہے وہ حقیقت ہے اور
خواہش نفس کی زندگی ہے اور حق دل کی حیات اور حقیقت جان کی حیات اور جو شخص احسان
دیکھتا ہے وہ بوجہ رویت اعمال معمول سے محجوب ہو جاتا ہے اور جو معمول دیکھتا ہے وہ رویت
اعمال سے محجوب ہو جاتا ہے اور انبیا علیہم السلام احوال پر غالب اور مالک ہوتے ہین اور احوال
کو پھیرا کرتے ہین نہ کہ احوال اُن کو اور غیر انبیا پر احوال غالب ہوتے ہین کہ وہ ان کو
پھیرتے ہین نہ یہ اُن کو نقل کسی نے اُن سے پوچھا کہ صبر کیا ہے کہنے لگے کہ صبر یہ ہے کہ

صاحب کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائین اور سولی پر چڑھا دیا جائے پھر اُس سے اتار کر اُسکو
پُل پر لٹکا دیا جائے اور تعجب یہ ہے کہ اسکو سب لٹکا دیکھین اور کسی کو بھی اُس کے حال پر افسوس
نہ آئے ۔ **نقل** عبد الملک اسکاف[1] کہ جو اُن کے شاگرد تھے اور جن کی عمر ایکسو بیس برس کی
ہوئی تھی بیان کرتے تھے کہ مین نے ایک مرتبہ حلاج سے پوچھا کہ عارف کون ہوتا ہے کہنے لگے
کہ عارف وہ ہوتا ہے کہ جسکو منگل کے دن جب ماہ ذی قعدہ ٣٠٩ھ کے چھ دن باقی
رہین بغداد کے باب الطاق مین لیجا کر اُسکے ہاتھ پیر کاٹین اور آنکھین نکالکر اُلٹا سُولی پر لٹکا دین
اور اُسکی نعش جلا کر اُسکی خاک برباد کرین عبد الملک کہتے ہین کہ مین خیال کرتا رہا جو کچھ اُنھون نے
کہا تھا وہی اُن کے ساتھ واقع ہوا شیخ الاسلام کا قول ہے کہ معلوم نہین وہ یہ ساری کیفیت اپنے
ساتھ ہونے کو جانتے تھے یا یونہی کہدی تھی جو ہو بہو سب اُن کے ساتھ واقع ہوئی ان کا ایک
شاگرد تھا اِنگل نام وہ بھی اُن کے ساتھ مارڈالا گیا تھا اور اس کا نام شاگرد حسین رکھا گیا تھا اور
ابو العباس عطا بھی اُنھین کی وجہ سے قتل ہوے **نقل** ابراہیم بن فاتک[2] اور یعقوب احمد بن فاتک
کہ جنکی کنیت ابو الفاتک تھی اور وہ بھی بغداد کے رہنے والے تھے اور حضرت جنید اور ابو الحسن
نوری کے صحبت یافتہ تھے اور حضرت جنید اُن کی بہت تعظیم کرتے تھے وہ بھی حلاج کے
شاگرد اور اُن کے منتسبین سے تھے کہتے تھے کہ جس شب کو اُن کو سولی دی گئی اُس رات
کو مین نے اللہ تعالیٰ کو خواب مین دیکھا عرض کیا کہ خداوندا تو نے حلاج کے ساتھ یہ کیا کیا
وہ تیرے بندہ نہ تھے ارشاد ہوا کہ مین نے اپنا راز اُسپر ظاہر کیا تھا اُس نے خلق سے
کہدیا مین نے اُسپر عطا کی اُس نے رعنائی کی اور خلق کو اپنی طرف بُلایا شیخ الاسلام کہتے تھے
کہ حلاج کا قتل اُن کا نقصان تھا نہ کرامت اگر وہ پورے ہوتے تو اُن کو یہ افتاد نہ پڑتی بات
ایسے سے کہنا چاہیئے کہ جو اُس کا اہل ہو اور راز فاش نہ کرے اور جب نا اہل سے کہا جائے گا تو
گویا از خود وہ راز فاش کر دیا گیا لہذا اُسکی عقوبت بھی ملے گی اور یہ بھی شیخ الاسلام کا قول ہے
کہ پورے نہ ہونے سے مطلب یہ ہے کہ وہ بات مقام نفس سے ہوتی اور اُن کی زندگی کا سبب
ہوتی اور اُن کا کوئی منکر ہوتا اُنھون نے تو اس بات کو ایسے وقت کہا کہ جو اس کا وقت نہ تھا

---

[1] سین بالفتح و کاف بالکسر کفش گر و صنعت گر اور قاموس مین ہے اسکاف بالکسر و اسکاف بالکسر و سکوت بالضم موزہ سینے والا کو کہتے ہین اور اسکف موزہ دوز ہو اور اسکاف دروگر جو کار گر لوہے کے ہتھیارون سے کام کرتا ہو کذا فی المنتخب ۱۲

[2] فاتک بمعنی دلیر و صاحب جراءت فتک بالضم و تشدید تا مع ۱۲ منتخب

اور نہ کوئی ان کا سمجھنے والا۔ میں ان سے بہتر بات کہتا ہوں اور عام لوگ سنتے ہیں مگر اسکی پکار
نہیں کرتے اور وہ بات پوشیدہ رہتی ہے کیونکہ جو اس کا اہل نہیں ہے وہ سمجھتا ہی نہیں۔ نقل
شیخ عبداللہ بن خفیف بیان کرتے تھے کہ میں اسی زمانہ میں حیلہ کر کے قیدخانہ گیا ایک عمدہ مکان
دیکھا جس میں نفیس فرش بچھا تھا اور ایک رسی کی گٹھری بندھی ہوئی تھی جس پر رومال پڑا ہوا تھا
اور وہیں ایک خوبصورت غلام بھی کھڑا ہوا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں
کہنے لگا کہ سقایہ[۱] میں ہیں میں نے پوچھا کہ تم کب سے اُن کی خدمت کرتے ہو اُس نے کہا اٹھارہ
مہینے سے پھر پوچھا کہ شیخ اس قیدخانہ میں کیا کرتے ہیں کہا کہ پیر بوہن لوہے کی بیڑیاں پہنے ہر روز
ہزار رکعتیں نفل کی پڑھتے ہیں اور یہ جو سب دروازہ جو تم دیکھتے ہو اُن میں ایک ایک قیدی ہے
ایک چور یا خونی روز ان کے سامنے جاتا ہے اور نصیحت کرتا ہے اور اُن کے حال پوچھتا ہے
میں نے کہا شیخ کھاتے کیا ہیں کہا ہر روز ایک خوان بہترین کھانوں کا اُن کے سامنے لایا جاتا
ہے گھڑی بھر اُس خوان کو وہ دیکھتے ہیں پھر انگلیوں کے سرے اُن پر رکھکر گنگناتے ہیں مگر کھاتے
کچھ نہیں ہیں پھر ہم اُن کے سامنے سے خوان اُٹھا لیتے ہیں اسی اثنا میں آپ سقایہ سے باہر آئے
نہایت خوبصورت اور نیک قامت عمدہ کپڑے پہنے ہوئے اور ایک رومال نفیس سر سے
باندھے ہوئے صفہ کی طرف آکر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اے جوان تو کہاں سے آیا ہے
میں نے کہا پارس سے پوچھا کس شہر سے میں نے کہا شیراز سے مجھ سے وہاں کے مشائخ کے
حالات پوچھتے رہے یہاں تک کہ ابوالعباس بن عطا کا ذکر آیا کہا اگر اُن سے ملاقات ہو تو کہنا کہ اِن
رقعوں کو بنہروجہ حفاظت سے رکھیں پھر کہا کہ تم یہاں کیونکر آئے میں نے کہا کہ [illegible] پارسی سپاہیوں
کے بہانے سے اتنے میں حاکم قیدخانہ آیا اور زمین بوسی کر کے بیٹھ گیا آپ نے مجھ سے کہا کہ
تم کیسے آئے وہ کہنے لگا کہ بعض دشمنوں نے خلیفہ سے میری چغلی کھائی کہ میں نے ایک بزرگ کو
چھوڑ دیا اور ان سے ہزار دینار لے لیے اور کسی اور شخص کو عوام میں سے اُن کی جگہ بٹھا دیا
چنانچہ اس وقت مجھے قتل کے واسطے لیے جاتے ہیں آپ نے فرمایا جاؤ تمہارا مطلب ہو جائیگا
تو آپ گھر کے اندر جا کر زانوؤں کے بل بیٹھے اور ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر …

[۱] سقایہ بکسر اول [illegible] کے بعد یا تحتانی پانی کا پیالہ اور اس برتن کو کہتے ہیں جس سے پانی پیتے ہیں اور [illegible] کی جگہ کو
بھی کہتے ہیں منتخب وکشف و مصطلحات اور مسجدوں میں جو پانی کا خزانہ بنایا جاتا ہے جس کو پانی بھرا ہوتا ہے اسکو
سقایہ کہتے ہیں اور جو سقاوہ بفتح اول و واو کہتے ہیں وہ غلط ہے ۱۲ منہ

جھکا دیا اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا شروع کیا اور ایسا روے کہ آنسوؤن سے زمین تر ہوگئی
پھر بیہوش ہوکر زمین پر مُنھ رکھدیا اتنے مین پھر حاکم قیدخانہ آیا آپ اُٹھکر بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے
کہ کیا ہوا اُس نے عرض کیا کہ مین چھوٹ گیا پوچھا کیا حال گذرا کہنے لگا کہ جب مجھے خلیفہ کے سامنے
لے گئے تو اُس نے کہا کہ اسوقت تک تو میرا ارادہ یہی تھا کہ تجھے مار ڈالون گا مگر اب میرا دل آپ
ہی آپ تجھ سے خوش ہوگیا جا مین نے معاف کردیا آپ نے اپنا مُنھ پونچھنا چاہا اُس الگنی کی
طرف جسپر رومال لٹکا تھا اور وہ آپ سے بیس گز کے فاصلہ پر تھی ہاتھ بڑھا کر رومال اُٹھا لیا
معلوم نہین کہ آپ کا ہاتھ بڑھ گیا یا رومال سامنے آگیا بعد اسکے مین وہان سے باہر نکل کر ان علما
کے پاس گیا اور پیغام کہا وہ کہنے لگے کہ اب اگر اُن سے ملاقات ہو تو کہنا کہ" اگر تم مجھے چھوڑ دین
یعنی مین اُن کو چھپاؤن گا اگر بچگیا **نقل** ایک رات یہ ستر مریدون کے ساتھ جنکے پاس چھاگلین
تھین بیت المقدس آئے وہان کے خدام نے اسوقت قندیلون کو درست کرکے رکھا تھا
آپ نے راہبون سے پوچھا کہ یہ قندیلین کب روشن کی جاتی ہین وہ کہنے لگے صبح کے وقت کہا
صبح کو تو ابھی دیر ہے کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرکے اللہ کہا تو ایک نور ایسا اُن کی انگلیون سے
نکلا کہ جس سے دو چار سو قندیلین روشن ہوگئین اور وہ نور پھر اُن کی انگلی مین آگیا راہبون نے
پوچھا کہ تم کس مذہب پر ہو کہنے لگے مذہب حنیفہ پر اور مین ایک ادنی حنفی ہون امت محمدی صلی اللہ
علیہ وسلم سے پھر راہبون سے کہا کہ تم کو میرا بیٹھنا اچھا معلوم ہوتا ہے یا چلا جانا وہ کہنے لگے تمھین
اختیار ہے جو مناسب جانو چاہو بیٹھو چاہے چلے جاؤ انھون نے کہا کہ میرے ساتھی بھوکے
اور بے خرچ ہین وہ تیرہ ہزار درہم اُن کے سامنے لائے اسوقت صبح نہین ہوئی تھی یہ سب کو خرچ
کرکے باہر نکل آئے **نقل** ایک شخص کا طوطا مر گیا انھون نے اس سے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ
مین اسکو جلا دون وہ کہنے لگا ہان آپنے انگلی سے اشارہ کیا وہ زندہ ہوکر بیٹھ گیا ان سے پوچھا
گیا کہ توحید کیا ہے کہا کہ افراد القدم عن الحدوث یعنی قدیم کو حادث سے علیحدہ کرنا شیخ الاسلام
کہتے تھے یہ توحید کہتے ہین حادث کے مٹنے کو اور ازل کے قائم کرنے کو **نقل** فارس بن عیسے بغدادی

سلہ یہ متکلمین مشائخ صوفیہ سے تھے ان کا کلام احوال اور اشارات مین بہت عمدہ ہوتا تھا یہ خراسان سے سمرقند گئے اور وہین
رہے اور وہین وفات پائی شیخ ابو منصور ماتریدی کے معاصر تھے اور شیخ ابو القاسم حکیم کے بھی اور دونوں کے
ہم صحبت رہے اپنی زندگی بھر اور سب کے مقبول تھے سبھون نے اُن کے حال کو صحیح جانا اور اُن کے کلام سے استدلال
کیا شیخ ابو بکر بن اسحق کلاباذی بخاری نے اپنی کتابون مین ان کا کلام بہ واسطہ بہت نقل کیا ہے اور شیخ عبد الرحمن سلمی اور
ہجویری نے بھی ایک دو مد یا زیادہ سے اور اُن کے علاوہ اور لوگون نے بھی ۱۲ نفحات

کہ جن کی کنیت ابوالقاسم تھی اور وہ بھی ان کے خلفا سے تھے کہتے ہیں کہ میں نے حلاج سے پوچھا کہ مرید کون ہے فرمایا کہ جو اپنا پہلا نشانہ قصد اللہ کو بناوے اور اُس تک پہونچ جاوے اور جس وقت تک اُس تک نہ پہونچے تب تک نہ کسی چیز سے آرام لے اور نہ کسی سے مشغول ہو اور فرماتے تھے کہ خاطر حق وہ ہے کہ جسکو کوئی چیز معارض نہو شیخ الاسلام کہتے تھے کہ حلاج پر بہت سی باتیں لوگ جھوٹ اور غیر مفہوم باندھتے تھے اور نہ معقول کنایں اور حیلے اُن کی طرف منسوب کرتے تھے حالانکہ یہ بہت قابل ولایق تھے اور اُن کا شعر صحیح ہوتا تھا کذا فی النفحات

حسین ابن منصور کے قتل کا سبب

مولانا جامی نفحات میں لکھتے ہیں کہ اُن پر جو کچھ واقع ہوا وہ اُن کے استاد کی بددعا سے ہوا جس کا قصہ یہ ہے کہ اُن کے استاد عمرو بن عثمان مکی نے علم تصوف میں ایک رسالہ لکھا تھا اس کو اُنھوں نے مخفی طور پر اور لوگوں کو دکھلایا چونکہ کلام دقیق تھا کسی کی سمجھ میں نہ آیا لوگ اُن کے منکر ہوگئے اور آنا جانا چھوڑ دیا تب اُنھوں نے حلاج کو لعنت ملامت کی اور کہا کہ الٰہی پیر کوئی ایسا شخص کردے جو اسکے ہاتھ پیر کاٹے اور آنکھیں نکالے اور سولی دے چنانچہ وہ سب واقع ہوا ابن اثیر اپنی تاریخ کامل میں وقایع ۳۰۹ھ میں لکھتے ہیں کہ اسی سال میں حسین بن منصور حلاج صوفی قتل کیے گئے اور جلائے بھی گئے اُن کا ابتدائی حال یہ تھا کہ اُن سے کرامتیں بہت ظاہر ہوتی تھیں مثلاً لوگوں کو گرمیوں میں جاڑوں کے اور جاڑوں میں گرمیوں کے میوہ دیتے تھے اور ہوا میں ہاتھ اٹھاتے اور اُسکو ایسے درہموں سے بھرا ہوا لاتے کہ جن میں قل ہو اللہ لکھا ہوتا تھا اور اُن کو درہم قدرت کہتے تھے اور لوگوں کو بتا دیتے تھے کہ تم نے آج یہ کھایا ہے اور اپنے گھروں میں یہ کام کیا ہے اور تمہارے دلوں میں یہ یہ باتیں ہیں اُن کی ایسی باتوں سے بہت سے لوگ ان کے گرویدہ ہوگئے اور اُن کے متعلق حلول کا عقیدہ کرنے لگے اور بہت سے کچھ کا کچھ کہنے لگے جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اور بعضے کہنے لگے کہ اُن میں جزو الٰہی حلول کر آیا ہے اور بعضے کہنے لگے کہ یہ ولی اللہ ہیں اور جو خوارق عادات اُن سے ظاہر ہوتے ہیں وہ ویسے ہی ہیں کہ جیسے اور اولیا صالحین سے ظاہر ہوتے ہیں اور بعضے اُن کو شعبدہ باز اور بعضے اور کچھ کہتے اور بعضے کہتے تھے کہ جنات ان کے مطیع ہیں اور اُن کے واسطے بہت سی خوش نما چیزیں پیدا کرتے ہیں غرض مختلف خیالات تھے اصل یہ ہے کہ جو بجز ان کے اور نہ حقیقت رو شناسانہ وند ... ولی خبرے

سے عراق آئے پھر مکہ شریف کو گئے وہان سال بھر بغیر کسی چیز کے سایہ کے پتھرون پر پڑے رہے
اور دو دو ماہ روزہ رکھتے تھے عشا کے وقت لوگ اُن کے پاس پانی کا کوزہ اور روٹی کا گردہ لاتے
یہ اُس کے کنارون سے تین لقمہ توڑ کر کھا لیتے تھے اور باقی چھوڑ دیتے تھے جسکو وہ اٹھا لیجاتے
تھے اور اسکے سوا اور کچھ نہین کھاتے تھے اور اُن کے زمانہ قیام مکہ معظمہ مین شیخ صوفیہ شیخ عبداللہ
مغربی تھے وہ بھی ایکبار اپنے مریدین کے ساتھ ان کی ملاقات کو آئے اور اُن کو وہان پتھر پر نہ پاکر لوگون سے
پوچھا کہ کہان ہین لوگون نے بتایا کہ ابی قبیس کے پہاڑ پر گئے ہین سب وہان گئے دیکھا کہ یہ
ایک پتھر پر ننگے سر بیٹھے ہوے ہین اور اُن کا پسینہ زمین پر بہ بہ کر آرہا ہے شیخ عبداللہ مغربی
قریب آئے اور اُن سے کچھ بات چیت بھی نہین کی اور کہا کہ یہ شخص متصبر اور متقوی قضاء اللہ پر ہے
عنقریب اللہ اسکو ایسی چیز مین مبتلا کرے گا جس سے اسکے صبر و قدرت دونون عاجز ہو جائینگے
پھر یہ بغداد گئے ان کے مارے جانے کا سبب یہ ہوا کہ جب بغداد لوٹ کر آئے تو لوگون نے
وزیر حامد بن عباس سے جا کر لگا دیا کہ یہ مردے جلاتے ہین اور جنات ان کی خدمت کرتے
ہین اور جس چیز کی خواہش ان کو ہوتی ہے اسکو وہ لے آتے ہین اور ایک جماعت حواشی خلیفہ
اور نصر حاجب وغیرہ بھی ان کے معتقد ہین تب وزیر نے مقتدر باللہ سے جا کر کہا کہ آپ حلاج اور
اُن کے یارون کو میرے سپرد کر دیجیے نصر حاجب نے ٹال دیا پھر وزیر نے اس بارہ مین منت
عرض کیا بادشاہ نے اسکی عرض قبول کر کے حکم دیدیا کہ ان کو وزیر کے سپرد کرو چنانچہ اس نے اُن کو
اور ان کے ساتھ ایک شخص کو جو شمری کر کے مشہور تھا پکڑ لیا بعضے کہتے ہین کہ اسوقت لوگون کا یہ
اعتقاد تھا کہ یہ نعوذ باللہ خدا ہین چنانچہ وزیر نے اُن دونون سے بلا کر پوچھا اُن لوگون نے اقرار کیا کہ
ان (نعوذ باللہ) یہ خدا ہین اور مردون کو جلاتے ہین پھر وزیر نے ان لوگون کا ان سے مقابلہ کرایا
اُنھون نے کہا استغفر اللہ مین خدائی اور پیغمبری کا ہرگز دعوی نہین کرتا ہون مین تو ایک غریب مرد
ہون اور اللہ تعالی کی عبادت کرتا ہون پھر وزیر نے قاضی ابو عمر اور قاضی ابو جعفر بن بہلول اور
ایک جماعت اعیان فقہا اور شاہدین کو بلایا اور اُن سے فتوی طلب کیا اُن سب نے کہا کہ ہم کچھ
فتوی نہین دے سکتے ہین تاوقتیکہ کوئی جرم موجب قتل ان کا ہمارے نزدیک ثابت نہو یون صرف
لوگون کے کہنے سے بلا شہادت معتبر یا خود ان کے اقرار کے ہم نہین مانتے پھر وزیر حامد نے یہ شروع
کیا کہ وہ ان کو اپنی مجلس مین بلاتا اور ان سے گفتگو کرایا کرتا لیکن کوئی بات ان کے منہ سے خلاف
شرع شریف نہین نکلتی تھی چنانچہ اسی امتحان اور گفتگو مین بہت دن گذر گئے مگر وزیر اُن کی فکر ہی مین

رہا اور بہت سے واقعات اُن کے ساتھ گذرے جنکا بیان طویل ہے قاضی ابن خلکان وفیات الاعیان میں ان کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کا قصہ بہت طویل اور مشہور ہے ان کے جد مجوسی تھے اُنھون نے حضرت جنیدؒ اور اُن کے طبقہ والون کی صحبت اُٹھائی حامد بن العباس وزیر خلیفہ مقتدر باللہ کی مجلس میں قاضی عمرو کے سوا جنمین اُن کی زبان سے کوئی بات نکلی جسپر اُنھون نے ان کے مارڈالنے کا فتوی دیا اور اُن کے ساتھ جتنے فقہا وہان موجود تھے سب نے اتفاق کیا اُنھون نے اُن لوگون سے کہا کہ میرا خون تمپر کسی طرح حلال نہین اور نہ تم کو یہ جائز ہے کہ مجھپر وہ تہمتین لگاؤ جس سے میرا خون مباح ہو مین مسلمان ہون اور میرا مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے اور مین چارون اماموں اور خلفاے راشدین اور بقیہ عشرہ مبشرہ کو افضل جانتا ہون اور حدیث مین میری مولفہ کتابین ہین جو کتب فروشون کے پاس موجود ہین تم اللہ سے ڈرو اور میرے خون سے پیچھے نہ پڑو یہ برابر یہی کہتے رہے مگر سننے والے سب لکھنے مین مشغول رہے کسی نے ان کے اس کہنے پر کچھ التفات نہ کی اس جگہ سے حضرت مولانا روم کا ارشاد ہے سہ

چون قلم در دست غدارے بود	لاجرم منصور بردارے بود

جب سب تحریرین پوری ہوچکین تو وہ لوگ مجلس سے اُٹھ گئے اور یہ قیدخانہ بھیجدیے گئے وزیر نے ساری کیفیت اُس مجلس کی معہ اُس فتوی کے لکھکر مقتدر باللہ کو بھیجدی مقتدر نے لکھا کہ جب قاضیون نے اُن کے قتل کا فتوی دیدیا ہے تو اُن کو کوتوال کے سپرد کرنا چاہیے اور حکم دینا چاہیے کہ پہلے ان کے ہزار کوڑے مارے اگر کوڑون سے وہ مرجائین تو بہتر ہے ورنہ ہزار کوڑے اور مارے اسپر بھی اگر نہ مرین تب گردن کاٹ ڈالی جائے چنانچہ وزیر نے ان کو کوتوال کے سپرد کیا اور جو کچھ مقتدر نے لکھا تھا وہ سنادیا بلکہ اپنی طرف سے اتنا اور بڑھادیا کہ اگر اسطرح مارنے سے نہ مرین تو پہلے ایک ہاتھ پیر کاٹو پھر دوسرا ہاتھ پیر پھر گردن مارو اور بدن کو جلادو اور اگر یہ تم کو فریب دیکر کہین کہ مین دجلہ اور فرات مین پانی کی جگہ چاندی اور سونا تمھارے واسطے بہادونگا تو بھی نہ سننا اور نہ عقوبت مین تخفیف کرنا یہ حکمکر اُن کو رات کے وقت کوتوال کے سپرد کیا جو ذمہ حمد بن سے کہ کوتوال کا نام محمد بن عبد الصمد تھا اور اُن کو بعد عشا کے کوتوال کے سپرد اس خوف سے کیا تھا کہ کہین لوگ ہجوم کرکے ان کو چھوڑا نہ لین منگل کے دن ذیقعدہ کی چھبیسوین یا چوبیسوین ذی القعدہ ۳۰۹ کو باب الطاق کے نیچے لائے تمام خلقت کا ہجوم ہوگیا حیوۃ الحیوان مین لکھا ہے کہ شیخ عزالدین بن عبد السلام مقدسی مفاتیح الکنوز مین لکھتے ہین کہ جب یہ سولی دینے کے لیے لے چلے اور انھون نے

لوہے کی میخین دیکھین تو ہنسنا شروع کیا اُسی مجمع مین حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اُن کو دیکھکر
کہنے لگے کہ اے ابو بکر تمھارے پاس مصلےٰ ہے اُنھون نے کہا ہان ہے کہنے لگے کہ اِسکو
بچھا دو اُنھون نے بچھا دیا اُنھون نے اسپر دو رکعتین پڑھین پہلے مین الحمد کے بعد آیہ ولنبلونکم[1]
بشیٔ الآیہ اور دوسری رکعت مین الحمد کے بعد کل نفس[2] ذائقۃ الموت پھر بہت کچھ باتین کہین اُسکے
بعد ابو الحرث سیّاف نے آکر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ اُن کے مُنھ اور ناک دونون پر سخت
صدمہ پہونچا اسیوقت حضرت شبلی نے چیخ ماری اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور ابو الحسن[3]
واسطی اور ایک جماعت مشائخ مشہورین جو موجود تھے سب کے سب بیہوش ہوگئے یہ بھی
کہے جاتے تھے کہ اے لوگو. مدبر نے تمھارے لیے میرا خون مباح کیا ہے تم مجھے مار ڈالو اور مسلمانون
کو کوئی کام آج زیادہ اہم میرے مار ڈالنے سے نہین اور میرا مار ڈالنا حدود الٰہی اور شریعت
حضرت رسالت پناہی پر قائم رہنا ہے اور جو حدود سے تجاوز کریگا اسپر خود حدین قائم ہونگی۔

نقل تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ جب یہ قید ہوے تو پہلی رات کو لوگ قیدخانہ مین آئے اور قیدخانہ
بھر مین پھرے مگر اُن کا کہین پتہ نہ لگا چلے گئے دوسری رات کو پھر آئے تو نہ آپ ہی تھے نہ قیدخانہ
کا پتہ تھا اور تیسری رات کو جب آئے تو یہ ملے تب لوگون نے پوچھا کہ پہلی رات آپ کہان تھے
اور دوسری رات کو یہ کیا تھا کہ نہ قیدخانہ کا پتہ تھا نہ آپ کا اور تیسری رات آپ بھی ہین اور قیدخانہ
بھی کہنے لگے کہ پہلی رات مین حضرت حق کے حضور مین تھا اور دوسری رات کو خود حضرت اقدس
یہان جلوہ فرما تھا اب مجھے حفظ شریعت کے لیے پھیر لائے ہین آؤ اور اپنا کام کرو **نقل** ایک رات
قیدخانہ مین تین ہزار آدمی قید تھے یہ اُن سے کہنے لگے کہ اگر مجھسے کہو تو مین تمھین چھوڑا دون سب
کہنے لگے کہ پہلے اپنے کو تو چھوڑاؤ کہنے لگے کہ مین خدا کی قید مین ہون اور پاس شریعت رکھتا ہون اگر

---

[1] اور ہم تم کو آزمائین گے ۱۲ ترجمہ آیت [2] ہر نفس چکھنے کا موت کو ۱۲ منہ

[3] یہ ابو الحسن بنان بن محمد بن حمدان بن سعید الحمال غالباً ہون گے اگر وہی ہون تو یہ اصل مین واسط کے رہنے والے تھے مصر مین رہے اور وہین انتقال کیا ۳۱۶ھ مین. اور قرافہ مین پہاڑ کے قریب جامع محمود کے مقابل دفن ہوے کذا فی طبقات الکبریٰ للشعرانی اور اگر حضرت ابو بکر واسطی ہون تو اُن کا مختصر حال یہ ہے کہ ان کا نام محمد بن موسیٰ تھا اور ابن الفرغانی کے نام سے مشہور تھے اور قدماء اصحاب جنید اور نوری رحمہما اللہ سے تھے اور علما و مشائخ مین سے کسی نے علم تصوف مین ان کی طرح ارشادات نہین کیے اور یہ عالم تھے اصول و فروع علوم ظاہر کے شیخ الاسلام کہتے تھے کہ واسطی امام توحید ہین اور امام معرفت ... ابتدا مین یہ جوانی مین عراق سے آئے وہان ان کی شہرت کم ہوئی پھر مرو مین آئے اور کہتے تھے کہ مین شہرون شہرون پھرا ... وہان سے کی ... لوگون نے پوچھا کہ آپ مرو مین کیون رہے کہنے لگے کہ وہان کے لوگون کو مین نے ... وہین ان کا انتقال ۳۲۰ھ سے پہلے ہوا اور وہین ان کا مزار معروف مشہور ہے کذا فی النفحات ۱۲ منہ

چاہون تو ایک اشارہ سے سب کو کھول دون چنانچہ انگلی سے اشارہ کیا سب کی بیڑیان ٹوٹ گئین
پھر وہ سب کہنے لگے کہ اب کدھر سے جائین قیدخانہ کا دروازہ تو بند ہے آپ نے دوسری بار
اشارہ کیا سب دروازے کھل گئے کہا تم سب جاؤ اُنھون نے کہا کہ آپ کیون نہین آتے
کہنے لگے کہ مجھکو خدا کے ساتھ ایک بھید ہے کہ وہ سولی ہی کے سر پر کہا جائیگا دوسرے روز
پوچھا گیا کہ اور قیدی کہان گئے کہنے لگے کہ مین نے چھوڑ دیئے مالک قیدخانہ نے کہا کہ پھر تم
کیون رہ گئے کہنے لگے کہ اللہ مجھ سے خفا ہے اس لیے مین رہ گیا ہون یہ خبر خلیفہ کو پہونچی اس نے
کہا کہ بڑا فتنہ ہوگا اِن کو مار ڈالو یا کوڑے مارو کہ یہ نہ کہے چنانچہ اُن کو باہر لاکر تین سو لکڑیان ماریں
کہ شاید اس کہنے سے باز آئین لکڑی مارنے والے کا بیان ہے کہ مین جو لکڑی مارتا تھا تو
آواز فصیح سنتا تھا کہ کوئی کہتا ہے کہ اے ابن منصور مت ڈر شیخ عبدالجلیل صفار کہتے تھے کہ میرا
اعتقاد اس لکڑی مارنے والے کے متعلق زیادہ ہے جتنا کہ ان کے بارہ مین ہوتا ہو سکتا کہ اسکو
شریعت کے کام مین کیسی طاقت تھی اور وہ کیا سخت آدمی تھا کہ باوجودیکہ یہ آوازین سنتا تھا
مگر اس کا ہاتھ کانپتا نہ تھا نہ وہ اس سے باز آتا تھا پھر ان کو سولی دینے کے لیے لیچلے ہزارون لوگ
جمع ہوگئی اور یہ آنکھین پھیر پھیر کر کہتے تھے حق حق حق انا الحق، اسی اثنا مین ایک بزرگ نے ان سے
پوچھا کہ عشق کیا ہے کہنے لگے آج دیکھو اور کل اور پرسون یعنی پہلے روز مارے گئے اور دوسرے روز
جلائے گئے اور تیسرے روز خاک اڑائی گئی یہ ہی عشق ہے ان کے خادم نے اسوقت کہا کہ مجھے
کوئی نصیحت کیجیے کہنے لگے کہ نفس کو کسی چیز مین مشغول رکھو ورنہ وہ تم کو کسی چیز مین مشغول کر دیگا
پھر ان کے صاحبزادہ[1] نے وصیت چاہی کہنے لگے کہ تم کو وصیت یہ ہے کہ جب دنیا اور کام مین
کوشش کرین تو تم ایسی چیز مین کوشش کرو جسکا ایک ذرہ جن و انس کے اعمال سے بہتر ہو پوچھا
وہ کیا ہے کہا وہ علم حقیقت ہے غرضکہ اسطرح راہ مین ٹہلتے، در ہاتھ ہلاتے ہوئے تیرہ بیڑیون مین
جکڑے ہوئے چلے جاتے تھے لوگون نے پوچھا کہ یہ حال کیسا ہے کہنے لگے کہ اس وجہ سے کہ مین

[1] آپ کے صاحبزادہ کا نام احمد بن حسین بن منصور حلاج ہے شیخ ... وہ کہتے تھے کہ مین نے ... سے
سنا کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے ان سے مجلس مین سنا کہ وہ کہتے تھے کہ قتل کے وقت مین نے اپنے والد سے کہا کہ
مجھے کچھ وصیت کیجیے اُنھون نے کہا کہ اپنے نفس کو کسی کام مین لگا دو اس سے پہلے کہ وہ تم کو کسی کام مین لگا دے مین نے
کہا کہ اور کچھ فرمایئے کہا کہ جب سارا عالم عبادت مین کوشش کرے تو تم ایسی چیز مین کوشش کرو کہ اسکا ادنیٰ جزو ثقلین سے
بہتر ہو شیخ الاسلام کہتے تھے کہ وہ چیز وہ ہے جس کو کہتے ہین پھر اُنھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہے کہنے لگے کہ وہ معرفت ہے
ماخوذ از نفحات ۱۲ منہ

درگاہ خاص مین جاتا ہون اور یہ دو شعر پڑھے ؎

ندیمی غیر منسوب الی شئی من الحیف		سقانی مثل ما یشرب کفعل الضیف بالضیف
فلما دارت الکاس دعا بالنطع والسیف		کذا من یشرب الراح مع التنین بالصیف

یعنی میرا ہمنشین کسی طرح سے منسوب نہین اور اُس نے مجھے اس طرح شراب پلائی جیسے مہمان کو پلاتا ہے جب کئی دور ہو گئے تب تلوار اور نطع چاہا کہ اُس شخص کی سزا جو اژدہے کے ساتھ گرمی مین پرانی شراب پیئے یہ ہے پھر جب ان کو سولی کے قریب لے گئے تو باب الطاق مین دار کو بوسہ دیا اور سیڑھی پر پیر رکھا لوگون نے پوچھا کیا حال ہے کہنے لگے کہ مردون کی معراج دار ہے حضرت خسروؒ اسی مقام سے فرماتے ہین ؎

دار را معراج می خوانند سرداران عشق		عشق کے ہر بوالہوس را بر سر دار آورد

پھر کمربند باندھا اور چادر اوڑھی اور قبلہ رو ہو کر مناجات کر کے عرض کی جو چاہا سو پایا پھر جب دار پر چڑھے تو اُن کے مریدون مین سے ایک جماعت نے پوچھا کہ ہمارے متعلق آپ کیا کہتے ہین ہم آپ کے اقرار کرنے والون مین ہین اور منکرین کے بارہ مین جو آپ پر پتھر پھینکین گے کیا کہنے لگے کہ اُن کو دو ثواب ملین گے اور تم کو ایک کیونکہ تم کو مجھ سے صرف حسن ظن ہے اور انکو قوت توحید شریعت کی سختی کے ساتھ اور توحید ہی اصل شرع ہے اور حسن ظن فرع نقل اُنھون نے جوانی مین ایک عورت کو دیکھا تھا کہنے لگے آہ وہ کیا تھا جو مجھ پر گذرا ہاست برسون کے بعد اس کا بدلا اب مجھے لیتے ہین پھر سیڑھی کے نیچے دیکھکر خادم سے کہا کہ جو اسطرح کرے گا وہ ایسا ہی دیکھے گا بعد اُسکے حضرت شبلیؒ ان کے پاس آئے اور آواز بلند کہا کہ اولم ننہک عن العالمین پھر پوچھا کہ تصوف کیا ہے انھون نے کہا کہ تصوف کا کمتر مرتبہ یہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو شبلی نے کہا اور اس کا بلند مرتبہ کون ہے کہنے لگے وہان تمہارا گذر نہین ابن خلکان نے وفیات الاعیان مین لکھا ہے کہ جب جلاد نے ان کے ہزار کوڑے مارے تو انھون نے اُف بھی نہ کی بلکہ چھ سو کوڑون کے پڑ چکنے کے بعد کہنے لگے کہ چھوڑ دو مجھے کوتوال سے ایک نصیحت کرنا ہے جو قسطنطنیہ کے فتح کے نفع کے برابر ہو گی وہ کہنے لگا کہ مجھ سے تو کہدیا کہ تم اسطرح کی باتین بناؤ مین تمھین چھوڑونگا نہین جب کوڑے مار چکے تب ہاتھ پیر کاٹے پھر سر کاٹا پھر جسم جلایا اور راکھ کو دجلہ مین ڈالکر سر کو بغداد کے پل پر لٹکا دیا تحقیق الطون مین ہے کہ ان کا سر پھر وہان سے اُٹھا کر تمام اطراف مین پھرایا گیا اور جب قتل کے لیے لانے گئے تو۔

؎ کیا ہم تم کو نہین روکتے تھے دنیا والون سے ۱۲ منہ

اُنھون نے یہ اشعار پڑھے ؎

طلبت المستقر بکل ارض — فلم ار لی بارض مستقرا
اطعت مطامعی فاستعبدتنی — ولو انی قنعت لکنت حرا

مین نے تمام زمین مین ٹھہرنے کی جگہ ڈھونڈھی مگر کوئی جگہ دکھائی نہ دی اور مین نے اپنی خواہشون کی تابعداری کی اُنھون نے ہی مجھے دور رکھا اگر مین قناعت کرتا تو آج آزاد ہوتا اور لکھتے ہین کہ اُنھون نے یہ اشعار پڑھے ؎

لم اسلم النفس للاسقام تتلفها — الا لعلمی بان الوصل یشفیها
ونظرة منک یا سؤلی ویا املی — اشهی الی من الدنیا وما فیها
نفس المحب علی الالام صابرة — لعل متلفها یوما یداویها

مین نے اپنے نفس کو بیماریون کو نہین سونپا کہ جو اُسکو تلف کر ڈالین مگر یہ سمجھکر کہ شاید وصل اسے اچھا کر دے اے میرے مطلوب اور اے میری امیدگاہ مین تجھ سے ایک نگاہ دیکھ لینا بہتر اور اُس کی خواہش دنیا و مافیہا کی خواہشون سے زیادہ رکھتا ہون جو عاشق رنجون پر صبر کرتا ہے تو اسی امید پر کہ اس کا مٹانے والا ایک دن اُسکی دوا خود ہی کر دیگا امام یافعی نے مراۃ الجنان مین لکھا ہے کہ مین نے اس قصہ مین اسی قدر پر اختصار کیا ہے جو مشائخ سے سُنا ہے اور وہ ابن خلکان کا قول نقل کرکے یہ بیان کرتے تھے کیونکہ ابن خلکان کا کلام حضرات صوفیہ کے بارہ مین اقرب اور احسن ہے مگر ذہبی کا ان کے بارہ مین واہیات باتین ذکر کرنا بوجہ اُن کی عادت اور تعصب کے ہے جو انکو اُن حضرات صوفیہ کے ساتھ تھی اور تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ جب سولی کے زینے پر ان کا ہاتھ کاٹا گیا تو یہ ہنسنے لگے لوگون نے پوچھا کیون کہنے لگے کہ آدمی کا ہاتھ کاٹ ڈالنا آسان ہے مرد وہ ہی ہے جو ہمارے صفات کے اُس ہاتھ کو کاٹ ڈالے جس نے ہمت کی ٹوپی عرش کے سر سے اتار لی ہے پھر ان کے پیر کاٹے تب بھی ہنسے اور کہا کہ گو یہ وہ پیر مین نے خاک کی سیر کی ہے تو دوسرا پیر بھی رکھتا ہون کہ اب بھی اُن سے دونون عالم کی سیر کر سکتا ہون اگر ہو سکے تو اُسکو بھی کاٹو پھر دونون ہاتھ خون بھرے مُنھ پر ملے کہ سارا چہرہ اور مُنھ خون سے بھر گیا لوگون نے کہا کہ یہ کیا کرتے ہو کہنے لگے میرا خون بہت نکلا ہے غالباً میرا چہرہ زرد ہو گیا ہو گا اور تم کو خیال ہوا ہو گا کہ میرے منھ کی زردی بوجہ خوف کے ہے اس واسطے خون مل لیتا ہون کہ سُرخ دکھائی دے کہ مردون کے منھ کو ابٹن اُنھین کا خون ہوتا ہے لوگون نے کہا کہ منھ تو سُرخ اسواسطے کرتے ہو اور بہوٹے کو کیون خون

کرتے ہو کہنے لگے کہ مین وضو کرتا ہون لوگون نے کہا کیون کہنے لگے دو رکعتین عشق کی ہین جن کا
وضو خون ہی سے ہوتا ہے پھر اُن کی آنکھین نکالی گئین تب خلق مین شور اُٹھا بعضے رونے لگے
اور بعضے پتھر پھینکے پھر زبان کاٹنا چاہی تب کہنے لگے ٹھہرو ذرا ایک بات کہلون جلاد ٹھہر گیا اُنھون نے
آسمان کی طرف مُنھ کر کے کہا کہ الٰہی اتنے دُکھ تیری وجہ سے یہ لوگ مجھپر کر رہے ہین ان کو تو محروم نہ کرنا
اور نہ اس دولت سے اِن کو بے نصیب چھوڑنا اور الحمد للہ کہ اگر میرے ہاتھ پیر کاٹنے لگے تو تیری
راہ مین کاٹنے لگے اب اگر میرا سر کاٹتے ہین تو بھی تیرے جلال کے مشاہدہ مین پھر ناک و کان
کاٹے اور لوگون نے پتھر پھینکے اتنے مین ایک بڑھیا آئی اُسکے ہاتھ مین آبخورہ تھا جب اُس نے
اِن کو دیکھا کہنے لگی کہ پتھر پھینکو اور خوب مارو اس حلاج بلبل رعنا کو خدا کی بات سے کیا کام اور آخری
بات اُن کی یہ تھی کہ حسب الواجد افراد الواحد پھر یہ آیت پڑھی یستعجل بھا الذین لا یؤمنون بھا والذین
آمنوا مشفقون منھا ویعلمون انھا الحق پھر زبان کاٹی گئی اور وقت مغرب کا وقت ہو گیا تھا کہ خلیفہ
کا حکم آیا کہ سر کاٹ دو انھون نے سر کاٹنے کے وقت قہقہہ مارا اور ختم ہوگئے اُس وقت بھی ہر ہر جوڑ
سے انا الحق کی آواز آتی تھی پھر ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے کہ سوا گردن اور پشت کے کچھ باقی نہ رہا
ان دونون سے بھی انا الحق کی آواز آتی تھی دوسرے روز لوگون نے کہا کہ یہ فتنہ تو اس سے
زیادہ ہوگا جو اُن کی زندگی مین تھا تب اُن کے جوڑون کو جلا دیا اس راکھ سے بھی وہی آواز آتی
رہی جیسا کہ قتل کے وقت کہ جو قطرۂ خون ٹپکتا تھا اس سے زمین پر انا الحق کا نقش ہو جاتا تھا
اور اُنھون نے پیشتر ہی خادم سے کہدیا تھا کہ میری خاک دجلہ مین ڈالین گے تو بغداد کے لیے
آفت ہوگی پانی جوش کرے بغداد کو ڈبونے کا اور اسکو ڈبا دیگا اسوقت مین میرا خرقہ اس پانی کے آگے لیجا یو چنانچہ اُس وقت
خادم نے ایسا ہی کیا وہ پانی ٹھہر گیا اور راکھ بھی پھر اسکو دفن کر دیا ایک بزرگ نے فرمایا کہ اہل علم نے حسین بن
منصور جیسے کے ساتھ تو ایسا معاملہ کیا آگے معلوم نہین کہ ان مریدون کے ساتھ کیا ہوگا یہ قصہ روز سہ شنبہ ششم ذی القعدہ
سنہ ٣٠٩ھ مین ہوا جیسا کہ وفیات الاعیان اور تاریخ یافعی اور کامل ابن اثیر و تاریخ الخلفاء جلال الدین
سیوطی اور نفحات مولانا جامی اور طبقات الکبری شیخ عبد الوہاب شعرانی اور اور کتب معتبرہ مین ہے
مگر میزان الاعتدال ذہبی مین سنہ ٣١١ھ لکھے ہین غالباً معتمد وہی ہوگا جسپر اکثر اہل سیر ہین اور تاریخ
یافعی مین یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ مین لکھا ہے اور وفیات الاعیان مطبوعہ مصر مین ماہ ذی القعدہ
واللہ اعلم وعلمہ احکم و اتقن رہا یہ جو تذکرۃ الاولیا سے اُن کا قید خانہ مین کئی روز رہنا سمجھا جاتا ہے

سلہ جلدی کرتے ہین اسکی وہ تمنا نہین رکھتے ابرار وہ یقین رکھتے ہین اُن کو اس کا ڈر ہوا رہتا ہے کہ وہ ٹھیک ہی ہے ۱۲ منہ

تو وہی تاریخ روضۃ الصفا سے بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ مقتدر باللہ کے
عہد خلافت میں جب حامد بن عباس منصب وزارت پر مامور ہوا تو وہی باعث ان کے قتل کا
ہوا بجز سارا قصہ اس کتاب میں اُن کے گرفتار ہونے اور قتل کرنے کا قریب قریب اُسکے لکھا ہے
جو اوپر اور کتابوں سے نقل کیا گیا اتنی بات اس میں صرف زیادہ ہے کہ مقتدر نے ان خبروں کو
سُنکر پہلے علی[1] بن عیسیٰ کو حکم دیا کہ حلاج سے مناظرہ کرو ، اُنھوں نے اُن کو قیدخانے سے بلا کے
گفتگو شروع کی جسمیں اُن کو کوئی بات سخت کہی اُنھوں نے کہا کہ اگر اس سے زیادہ تم آگے
بڑھو گے تو ابھی زمین کو پاؤں سے اشارہ کروں گا کہ وہ تم کو خسف کرے کہ علی بن عیسیٰ یہ سنتے ہی
ڈر گئے اور وزیر کے پاس جا کر اُن کے مناظرے سے استعفا دیا اُسوقت وزیر نے ایک
نوجوان عورت کو جو حلاج کے معتقدوں میں تھی بلوایا جسکی شادی بھی اُنھوں نے اپنے بیٹے کے
ساتھ کی تھی اس نے گواہی میں اُن کے بعضے خوارق عادات بیان کرکے کہا کہ ایک دن انکے
بیٹے نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے باپ کے سامنے سجدہ کرو تب میں نے کہا کہ خدا کے سوا دوسرے کو
سجدہ درست نہیں ہے اُسپر ابن منصور نے خود کہا کہ یہ ٹھیک ہے مگر زمین پر ایک خدا ہے اور
آسمان پر دوسرا خدا مگر علما نے ایک عورت کی گواہی کو نہیں مانا اور اُن کے قتل کا فتویٰ نہیں
لکھا بعد مُدت کے اُن کے قتل کا ایک عجیب باعث ہوا کہ ایک پرچہ کاغذ کا اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا وزیر کے
ہاتھ لگا جسمیں لکھا تھا کہ جسکو حج کرنے کی خواہش ہو اور وہ زاد راحلہ کے وجہ سے کعبہ شریف نہ جا سکے
تو اسکو چاہیے کہ اپنے گھر کو ہر طرح کی نجاستوں سے پاک کرکے وہاں کسی کو جانے نہ دے جب
حج کے دن آئیں تو اُسمیں ایک چوکا بنائے پھر اُس چوکے کے گرد طواف کرے اور جتنے
مناسک حج ہیں وہ ادا کرے اور ایک رات کو چند یتیم لڑکوں کو اچھے اچھے کپڑے پہنائے
اور اچھا کھانا جو میسر ہو کھلائے اور ہر یتیم کی اپنے ہاتھ سے خدمت کرے اور اُن کو اجسا کرے
اور سات درہم یا تین درہم دے کر رخصت کرے تو یہ عمل بھی اُسکا قائم مقام حج کے ہو جائیگا وزیر نے
وہ کاغذ سب علما اور فقہا کو جمع کرکے پیش کیا ابو عمر نے حلاج سے پوچھا کہ یہ پریشان تحریر کس
روایت اور کس کتاب کے سند سے ہے حلاج نے جواب دیا کہ کتاب اخلاص سے جو خواجہ
حسن بصری کی تصنیف ہے اور بعضی تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ انھوں نے یہ کہا کہ السلاملی
کتاب سے جو ابو عمر و عثمان مکی کی تصنیف ہے تب قاضی نے کہا کہ اے کشتنی میں نے وہ کتاب

---

[1] علی بن عیسیٰ اسی عہد میں وزیر بھی ہو گئے تھے یعنی روضۃ الصفا میں ہے شاید وہ بعد کے کچھ دنوں سے ہو گئے ہوں

دیکھی ہے اُسمین ہرگز یہ روایت نہیں ہے قاضی کی یہ گفتگو جب وزیر کے کان تک پہونچی تو اسنے
قاضی سے باصرار کہا کہ تمھاری رائے مین جب مسلمان مار ڈالنے کے لائق ہوچکے تو اب تم کو
فتوی لکھنا چاہیے قاضی سنے فتوی لکھنے مین ہرچند تعلل اور تساہل کیا لیکن وزیر کے حکم سے وہ
مخالفت نہ کرسکے لکھدیا کہ خون مسلمان ہدر ہے جو کوئی اُن کو قتل کرے گا اُس سے مواخذہ شرعی
نہوگا سب علما و فقہا نے قاضی کی متابعت مین اپنا اتفاق لکھدیا اور راوی ابن خفیف کا ان سے
قیدخانہ مین جاکر ملنا جیسا کہ نفحات سے نقل کیا گیا ہے بھی مقتضی اسی کو ہے کہ یہ زیادہ قیدخانہ مین رہے
مگر دو تاریخون سے ایسا مستنبط ہوتا ہے اور نیز خوف فتنہ خلائق سے یہی مرجح معلوم ہوتا ہے
کہ ان کو زیادہ مہلت قیدخانہ مین رہنے کی نہ دی گئی ہوگی واللہ اعلم نفحات مین ہے کہ حضرت
شبلی ان کی سولی کے نیچے جاکر کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ اوم ننہک عن العالمین کیا ہم نہین روکتے
تھے تجھے دنیا والون سے تو جس قاضی سنے اُن کے مارڈالنے کا حکم دیا تھا اُس نے کہا کہ وہ پیغمبری
کا دعوی کرتا تھا اور تو خدائی کا شبلی سنے کہا کہ مین بھی وہی کہتا ہون جو یہ کہتا تھا لیکن مجھکو میری دیوانگی
سنے چھوڑا دیا اور اُسکو اُسکی عقل سنے پھنسا دیا انتہٰی

وقائع مابعد واقعہ قتل ابن منصور

وفیات الاعیان مین ہے کہ ان کے یار لوگون کا خیال تھا کہ یہ چالیس روز کے بعد پھر آئینگے
اور اس سال دجلہ بہت بڑھا تب لوگون سنے کہا کہ یہ بوجہ اُن کی راکھ کے پڑنے کے بڑھا
ہے اور بعضون سنے کہا کہ وہ مارے نہیں گئے بلکہ ان کا ایک دشمن تھا جو ان کے قتل کے وقت
ان کی صورت پر ہوگیا اور وہ مارا گیا حیوۃ الحیوان مین ہے کہ اُن کے ملنے یارون نے دعوے
کیا کہ اُنھون سنے اُن کے قتل کے بعد نہروان کی راہ مین ایک خچر پر سوار جاتے دیکھا اور انھون نے
ان سے کہا کہ تم سمجھتے ہو کہ مین مارا گیا ہون حالانکہ ایسا نہین ہے نقل تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ ایک
بزرگ کہتے تھے کہ اس رات کو مین سولی کے نیچے رہا اور نماز مین پڑھا کیا جب دن ہوا تو ہاتف سنے
آواز دی کہ ہم سنے اپنے بھیدون مین سے ایک بھید ان کو مطلع کیا انھون سنے اس بھید کو ظاہر کردیا
تو جو شخص بادشاہون کے راز کو فاش کریگا اُسکی سزا یہی ہو نقل حضرت شبلی کہتے تھے کہ مین اس رات
کو اُن کی قبر پر گیا اور ساری رات نماز پڑھی صبح کو مین نے مناجات کی اور کہا الہی یہ بندہ مومن اور
عارف اور موحد اور محب تھا تو نے یہ بلا اس کے ساتھ کیون کی بعد اُسکے مجھے نیند آگئی

مین نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ ہے کہ مین نے اسواسطے کیا کہ وہ میرا راز غیرون سے کہتا تھا اور جو میرا ان کو دجلہ کے اندر ہم سے کہتا تھا وہ اُس نے غیرون سے کہدیا نقل اور حضرت شبلی فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ دایکو مین نے خواب مین دیکھا تو پوچھا کہ خدا نے تمھارے ساتھ کیا کیا کہا مجھے مقعد صدق مین رکھا اور بہت عزت کی مین نے کہا کہ اور تمھارے مخالفین کے ساتھ کیا کیا کہنے لگے دونون گروہون پر رحمت کی جس نے مجھپر عنایت کی اور مجھے جانا اسپر تو اسکی وجہ سے رحمت کی اور جس نے نہین جانا اور حق کے سبب سے عداوت کی اسپر بھی رحمت کی کہ دونون معذور تھے نقل اور کسی نے خواب مین دیکھا کہ قیامت مین یہ کھڑے ہین اور ایک پیالہ ان کے ہاتھ مین ہے اور ان کے بدن پر سر نہین ہے پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگے کہ یہ پیالہ سر کٹے ہوؤن ہی کو ملتا ہے نقل حضرت شبلی کہتے تھے کہ جب اُن کو سولی دی گئی تو شیطان اُن کو دکھائی دیا اور کہنے لگا ایک تم نے انا کہا اور ایک مین نے تم نے انا الحق کہا اور مین نے انا خیر منہ مجھے لعنت ملی اور تم کو مقعد صدق اس مین کیا فرق ہے اُنھون نے کہا کہ تو نے انا اپنے واسطے کہا اور مین نے اپنے کو انا سے دور رکھا یہ فرق ہوا کہ مجھے رحمت ملی اور تجھے لعنت تاکہ تجھکو معلوم ہو کہ خودی کرنا اچھا نہین اور خودی کو دور کرنا بہت اچھا ہے نفحات مین حضرت علی اخی مصری کے حال مین لکھا ہے کہ اُن کے شیخ کے سامنے ایک دن حسین ابن منصور کا قصہ بیان ہوا اُنھون نے ان کے متعلق اپنے شیخ سے پوچھا اُنھون نے قبل سکے کہ ان کے بارہ مین کچھ کہین یہ فرمایا کہ جسوقت میرا حال بہت تیز تھا تو مین اُن کی زیارت کو گیا جب مراقبہ کیا تو مین نے اُن کی روح علیین مین پائی تب مین نے مناجات کی اور عرض کیا کہ خداوندا یہ کیا حال ہے کہ فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کہا اور حسین ابن منصور نے انا الحق اور دونون نے خدائی کا دعویٰ کیا اب حسین ابن منصور کی روح علیین مین ہے اور فرعون کی سجین مین اس مین کیا حکمت ہے اسیوقت ندا ہوئی کہ فرعون اپنی خودی مین پڑا اُس نے اپنے آپ ہی کو دیکھا اور ہمکو گم کیا اور حسین ابن منصور نے اپنے کو کھو دیا اور سب ہم ہی کو دیکھا تو اس مین دونا مین دیکھو کیا فرق ہے اور یہ بھی اسی کتاب مین ابو حاتم عطار کے حال مین لکھا ہے کہ ایک زمانہ مین بغداد آراستہ تھا اور بدکاری بہت ہوتی تھی حضرت شبلی سے خواب مین کہا گیا کہ اگر تو اللہ اللہ کہتا نہوتا تو مین سارے بغداد کو جلا دیتا شبلی نے اسکو لوگون سے بیان کیا لوگون نے کہا کہ ہم بھی اللہ کہتے ہین اُنھون نے فرمایا تم اللہ اللہ نفس سے کہتے ہو اور ہم اللہ اللہ سے کہتے ہین قل اللہ ثم ذرھم

سلہ کہ تو اللہ کہہ اور اُن کو چھوڑ دے ۱۲ منہ

الا المجرد فیه حق تجرید	حقیقة الحق شئ لیس یعرفه

یعنی حقیقت حق کی ایک ایسی چیز ہے جسکو وہی خوب پہچان سکتا ہے جو حق تجرید سے اس مین مجرد
ہو شیخ الاسلام کہتے تھے کہ سب ایک سے کہتے ہین اور ہزارون طریقون سے خلاف سے کہتے ہین اور یہ لوگ
یعنی صوفیہ ایک کہتے ہین اور ماننے سے خود بھاگتے ہین کاتب الحروف کہتا ہے کہ اصل بات یہ ہے
کہ حلاج کے بانسبت شخص ہونے مین شک نہین اور مورخین معتبرین کی روایت سے یہ امر بخوبی ثابت
ہوتا ہے کہ اُن کی سزاے قتل باقتضاے حکم شریعت اور انصاف کے نہ تھی ظاہر ہین تو صرف یہی
معلوم ہوتی ہے کہ اُن کے کشف وکرامات علانیہ سے جو کثرت رجوع عوام اور خواص شاہی کی اُن کی
طرف ہوتی جاتی تھی اُس سے حکومت اور خلافت مین فتور پڑنے اور بغاوت کر بیٹھنے کا احتمال
غالب تھا اس وہم کے رفع کے لیے اور زجر وتوبیخ وعبرت عوام کی نظر سے ایسے امر کے ارتکاب کی
وزیر کو ضرورت پیش آئی جو اُس نے بجد وکوشش کر دکھائی اور بڑی دلیل اس دعوی کی یہ ہے کہ انکا
قتل شریعت کے موافق نہین ہوا چنانچہ کیفیت قتل مفصلاً اوپر بیان ہو چکی اور نوعیت قتل کی بھی جاہل
جانتا ہے کہ شریعت کی حد کے موافق نہین ہوئی اس کے سوا جب اُن کے قتل کا فتوی لکھا جاتا تھا تو
وہ خود اپنے قتل کا بیجا ہونا جانتے تھے اور اپنا مسلمان اہل سنت والجماعت ہونا اور اپنے خون کا حرام
ہونا مکرر سہ کرر کہے جاتے تھے تو یہ امر صریح اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قول یا فعل جو خلاف شریعت
اگر اُن سے صادر بھی ہوا تو وہ اس سے نادم اور تائب ہو گئے تھے قضاۃ اور علما کا اُن کے اس کہنے
کو نہ سننا بالکل اُن لوگون کی مجبوری پر دلالت کرتا ہے اور اگر اُن حضرات نے اُن کی اس ضمنی توبہ کو
قبول کے لائق نہین سمجھا تھا تو صاف صاف اُن سے اس امر خلاف شریعت سے توبہ کراتے جب
وہ صریحی طور پر توبہ نہ کرتے تو پھر اختیار تھا شیخ عبد الوہاب شعرانی طبقات کبری مین اُن کے حال مین لکھتے
ہین کہ مین نے تاریخ ابن خلکان مین یہ لکھا دیکھا ہے کہ ابن منصور قتل کیے گئے مگر اُن پر موجب قتل
ثابت نہین ہوا اور قشیری نے بھی اپنے رسالہ مین اُن کے تزکیہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کا عقیدہ
اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق شروع کتاب مین لکھا ہے کیونکہ اُن کو ان کے ساتھ نیک گمان تھا
پھر اُن کو اواخر رسالہ مین لکھا ہے اور لوگون کی راے کے اختلاف کی وجہ سے اور وزیر حامد
بن عباس کو ان سے کیون عداوت تھی اسکا سبب اور منشا کیا تھا اس کا تفصیلہ ہم پر کچھ ضروری نہین ہے
امام یافعی مراۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ ابو العباس ابن شریح سے جب ان کا حال پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ
وہ ایک شخص تھے جن پر خود ان کا حال مخفی تھا مین کچھ اس سے زیادہ اُن کے بارہ مین نہین کہتا مگر

ابن شریح کی وفات تین برس پہلے حلاج کے قتل سے ہو چکی تھی ممکن ہے کہ ان کی زندگی میں
ان سے کسی نے اُن کا حال پوچھا ہوگا جس کا اُنھوں نے یہ جواب دیا ہو اور آپ جو یہ جو لوگ کہتے
ہیں کہ حضرت جنید اور ابن داؤد ظاہری بھی منجملہ ان لوگوں کے تھے جنھوں نے اُن کے قتل کا فتویٰ
دیا تھا تو یہ بھی صحیح نہیں اسواسطے کہ حضرت جنید کی وفات ۲۹۸ھ اور بقولے ۲۹۷ھ میں ہوئی اُن کے
قتل کے گیارہ برس پہلے اور محمد بن داؤد کی وفات بارہ برس پہلے کاتب الحروف کہتا ہے کہ طبقات
اور رسالہ قشیریہ میں حضرت جنید کی سنہ وفات دوسو ستانوے لکھے ہیں تو اگر سنہ وفات حضرت جنید کے
دوسو ننانوے ہوں گے تو واقعہ ابن منصور سے ان کی وفات دس برس پہلے ہوئی اور اگر سنہ وفات
اٹھانوے ہوں گے تو گیارہ برس پہلے اور اگر سنہ ستانوے ہونگے تو بارہ برس کا تقدم ہوگا و محمد بن داؤد
علی اصفہانی معروف بظاہری فقیہہ صاحب کتاب الزاہرہ کہ جو ابو العباس بن شریح کے مناظر تھے
اُن کی وفات کا سنہ تاریخ یافعی میں ۲۹۷ھ لکھا ہے تو اُن کی وفات اس واقعہ سے بارہ برس
پہلے ہوئی ہوگی ایسا ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کے زمانہ میں جب اُن سے ایسی باتیں سرزد ہوئی
ہوں تو اُنھوں نے یہ فرمایا ہو کہ ایسی باتوں کا کہنے والا اس سزا کے لائق ہے وہی اُنکے قتل کا
فتوے لکھتے وقت متمسک کیا گیا ہو یا کسی نے اُن سے یہ فتوے حاصل کر رکھا ہو جو وقت پر کام
آگیا ہو اور ایسا ہو تو کچھ بعید نہیں بلکہ وزیر نے جو فتویٰ اُن کے قتل کا لکھوایا تھا اُسپر ان حضرات
کے دستخط ہرگز نہ تھے دستخط ہونے کا جو قائل ہو وہ غلطی پر ہے اور میرے اس قول کا مؤید وہ ہے جو
نفحات میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حلاج حضرت جنید کے دروازہ پر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اُنھوں نے پوچھا کون ہے اُنھوں
نے کہا حق اُنھوں نے فرمایا تو حق تو نہیں ہے بلکہ حق کے ساتھ ہی کون لکڑی اور سولی ہوگی جو تیری وجہ سے
چرب ہوگی البتہ سید احمد زروق کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شبلی نے ان کے قتل کا فتوے
دیا تھا اور جریری نے اُن کے کوڑے مارنے اور مدت قید بڑھا دینے کا فتویٰ دیا تھا چنانچہ وہ اپنی
کتاب قواعد الطریقہ میں لکھتے ہیں کہ کامل ہو جانا احکام تکلیفیہ کے اُٹھ جانے اور حدود شرعیہ کے
ساقط ہونے کا باعث نہیں ہوتا اور ہمیشہ شرعی حدود و احکام کا جاری ہونا رفع خصوصیت اور ازالہ فضیل
کا مستلزم ہوتا ہے جسپر کوئی حق شرعی ہو اُسپر حق ثابت کرنا اور حد قائم کرنا چاہیے لیکن ضبط و اعتدال
کی رعایت اور مبالغہ اور افراط سے تحفظ اور حد سے تجاوز اور حفظ حرمت ربانی اور عزت اہل و ادب
احتیاط کامل اور حفظ حرمت حد کے قائم کرنے میں جسطرح کہ حکم ہوا ہے بلا زیادتی اور نقصان اور ازالہ
دلفریبی کے صاحب شرع کی نیابت سے ضروری ہے بہت لیے ہوئے ہیں جنھوں نے حد اعتدال

سے ٹل جانے کی بدولت منصوصین اور ارباب کمال پر حدود قائم کرنے اور احکام جاری کرنے مین پیش
حضرت اٹھاتے ہین کہ پھر اسکی تلافی اور علاج ممکن ہی نہین ہوا اور یہ حضرت کچھ حدود کے قائم ہونے کی
وجہ سے نہین ہوا بلکہ حق سے تجاوز کرنے کی بدولت اور ارتکاب معصیت کی شامت سے ہوا اور
حدود کا قائم کرنا کچھ مرتبہ ولایت کے منافی نہین ہے جب تک کہ حد فسق اور اصرار تک نہ پہونچے کہ لا
تلعنه فانه یحب الله و رسوله یعنی تو اسکو لعنت نہ کر اور نہ رحمت سے دور کر کہ وہ اللہ اور رسول
کو دوست رکھتا ہے اسیوجہ سے شبلی نے حلاج کے قتل کا فتوی دیا اور جریری نے کوڑے مارنے
اور قید خانہ مین زیادہ رکھنے کا اور خود حلاج نے کہا کہ مسلمانون پر کوئی امر زیادہ اہم تر مصلحت میرے قتل
سے نہین ہے تاکہ دین کی نصیحت کا حق ادا ہو اور میدان اسلام زندہ ہو۔ اور بیدینون کے دعوون سے
پاک رہے یہ کہنا اقرار نفس یا قتل پر اعانت کرنے کی غرض سے نہ تھا واللہ اعلم قاضی ابن خلکان
نے اس قصہ کے نقل کے بعد لکھا ہے کہ اس حال کے لکھنے کے بعد مین نے امام الحرمین ابو المعالی
عبد الملک ابن شیخ ابو محمد جوینی کی کتاب الشامل فی اصول الدین مین ایک فصل دیکھی جسکا ذکر یہان مناسب
معلوم ہوتا ہے وہ لکھتے ہین کہ ایک گروہ بزرگان ثقات سے بیان کرتے تھے کہ ان تین شخصون نے
سلطنت اور ملک مین فساد ڈالنے اور دلون کے اپنی طرف پھیر لینے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ ہر ایک نے
ایک ایک سمت اپنے لیے سوچ لی تھی جنابی نے اطراف احسا کو اور ابن مقفع نے بلاد ترک کو اور
حلاج نے بغداد کو اسیوجہ سے یہ حکم دیا گیا کہ یہ لوگ قتل کر ڈالے جائین تاکہ امن ہو جاوے اور ظاہر ہے
کہ یہ کلام ارباب تواریخ کے نزدیک ٹھیک نہین ہے کیونکہ یہ تینون ایک وقت مین نہ تھے حلاج اور
جنابی کا البتہ ایک وقت مین ہونا ممکن ہے کیونکہ وہ ایک زمانہ مین تھے اب یہ کہ ان دونون مین سے
ایک نے دوسرے سے ملاقات کی یا نہین یہ معلوم نہین جنابی سے مراد ابو طاہر سلیمان بن ابی سعید الحسن
بن بہرام قرمطی رئیس قرامطہ ہے جسکی لڑائیان خلفاء اور بادشاہون پر خروج مشہور ہے ان سب کے
لکھنے کی ضرورت نہین جو شخص دیکھنا چاہے وہ تاریخ کبیر ابن اثیر جزری مین دیکھ لے کہ اسمین انھون نے
ہر ہر سنہ مین جس سے جو کچھ واقع ہوا ہے لکھ دیا ہے قرمطی قاف کے زیر اور رے ساکن اور میم کے
زیر اسکے بعد طا مہملہ سے ہے یہ منسوب ہے قرمطہ کی طرف اور قرمطہ کے معنی لغت مین ہین شے کے
اجزا کا بعض کا بعض سے قریب ہونا جیسے کہ عرب کہتے ہین خط "مقرمط" اور "مشی مقرمط" چونکہ
جنابی کوتاہ قد گندم گون بدصورت تھا اسواسطے اسکو قرمطی کہتے تھے قاضی ابو بکر باقلانی نے ایک
فصل طویل اسکے حالات مین اپنی کتاب کشف الاسرار الباطنیہ مین لکھی ہے اور جنابی بفتح جیم و

تشدید نون اور الف کے بعد با موحدہ منسوب ہے جنابہ کی طرف جو ایک شہر ہے متعلقات فارس
سے بحرین کے قریب سیتراف کے پاس یہ تواسطہ اُسی مین کے ہین اسوجہ سے اسی طرف
منسوب ہوے اور احسا بفتح ہمزہ وسکون ہاے حطی اُس کے بعد سین پھر الف ممدودہ ایک شہر ہے
اس مقام پر جہان اور بہت سے شہر ہین منجملہ اُن کے جنابہ اور ہجر اور قطیف ہے بفتح قاف و
کسر طا وسکون یا اُسکے بعد فا معجمہ اور اسکے سوا اور بھی بہت سے شہر ہین اور احسا جمع حسی کی
بکسر حا وسکون سین مہملہ سے کہتے ہین اُس پانی کو جسکو ریت کے سبب سے زمین جذب کر لیتی ہے
اور جب وہ سخت ہو جاتی ہے تو پانی روک لیتی ہے عرب اسی ریت کو کھود کر پانی نکالتے ہین
اور جب یہ زمین کثیرۃ الاحسا ہوتی ہے تو اسکا نام احسا ہو جاتا ہے اور وہ اسی نام سے
مشہور ہو جاتی ہے اور بحرین کو جوہری نے صحاح مین لکھا ہے کہ ایک شہر ہے جسکی طرف
نسبت کر کے بحرانی کہتے ہین اور ازہری کہتے تھے کہ بحرین کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے ایک طرف
گاؤن کے بحیرہ ہے باب الاحسا پر اور ایک گاؤن ہجر ہے اُسکے اور بحر اخضر اعظم کے
درمیان دس کوس کی مسافت ہے اور بحیرہ تین میل ہے اُس کا پانی کم نہین ہوتا اور کل اطراف
بلاد عرب مین ہین علاوہ بصرہ کے اور حجاز کے اطراف سے متصل اور یہ اُس بحر کے کنارہ ہین جو
یمن اور ہند کے متصل ہین جزیرہ قیس بن عمیرہ کے قریب جسکو عام لوگ کیش کہتے ہین اور وسعت
مین عمان و بلاد فارس کے درمیان مین ہے اور اسی مین سامرہ وغیرہ شہر ہین اور ابن مقنع بسیم کے
پیش اور قاف کے زبر اور فا کی تشدید کے ساتھ اُس کے بعد عین اس کا نام دازویہ ہے
حجاج بن یوسف نے اپنے زمانہ ولایت عراق و بلاد فارس مین اسکو فارس کے خراج کا متولی کیا تھا
اُس نے وہان بہت ظلم کیا اور خوب مال مارے تب حجاج نے اسکو سزا دی اس سے اُسکے
ہاتھ کی انگلیان پھر گئین سو وجہ سے اسکو مقنع کہنے لگے اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ خالد بن مسلمہ
قشیری نے فتوی دیا تھا اور حجاج نے اسکو سزا دی تھی اور یہ خالد کیوقت مین عراق کا متولی تھا
واللہ اعلم جو کچھ ہو اور ابن مکی کے کتاب تثقیف اللسان مین ہے کہ لوگ کہتے ہین ابن المقفع اور صحیح
ابن المقفع فا کے زیر سے ہے کیونکہ اس کا باپ قفاع کا کام کرتا تھا اور اسکو بیچا کرتا تھا مین کہتا
ہون کہ قفاع بکسر قاف جمع قفعہ کی ہے اور وہ وہ چیز ہے جو خرما وغیرہ کے پتے سے زنبیل کی طرح
بنائی جاتی تھی لیکن اسمین رسی نہین ہوتی اور قول اول علما مین مشہور ہے بالجملہ جسطرح اماراویہ
قول معلوم ہوا اور ابن المقفع دانشمندون مین سے ایک ہوا ہے تو اب مین کہتا ہون کہ شاید اُس نے

مقنع خراسانی مراد لیا ہو جس نے خدائی کا دعوی کیا تھا اور مہتاب ظاہر کیا تھا۔ اس کا نام عطا تھا بعضے لکھنے والون نے غلطی سے مقنع کی جگہ مقنع لکھا ہے مگر بعد غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مقنع خراسانی کا ہونا بھی ٹھیک نہین ہوتا کیونکہ وہ خود زہر کھا کر ۱۶۳ھ مین مرگیا تھا تو معلوم ہوا کہ حلاج اور جنابی کو اس نے دیکھا ہی نہ تھا ہان اگر ابن شلمغانی ہو تو ہو سکتا ہے کہ وہ حلاج اور جنابی کے زمانہ مین تھا اور اسکی سب باتین ایسی ہی تو ہیات پر مبنی تھین کہ جسکو گروہ ارباب تواریخ نے لکھا ہے اور ابن اثیر نے کامل مین وقائع ۳۲۲ھ مین اُسکے حال مین ایک فصل طویل لکھی ہے شلمغانی شین کے زبر اور لام ساکن اُسکے بعد میم پھر غین اور الف کے بعد نون یہ نسبت ہے شلمغان کی طرف جو ایک گاؤن ہے واسط کی طرف جیسا کہ سمعانی نے کتاب الانساب مین لکھا ہے واللہ اعلم ؎

اے مگذر رخاک سر کوے شما بود		ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	

وصل کرامات حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے بیان مین

تحقیق اثبات کرامات اولیاء اللہ

علامہ ابن حجر کی فتاوی حدیثیہ مین لکھتے ہین کہ اولیاء اللہ کی کرامات اہلسنت و جماعت کے نزدیک حق ہین اس مین معتزلہ اور زیدیہ مخالف ہین اور امام رازی کا یہ قول کہ ابو اسحٰق اسفرائینی نے اس کی انکار کی ہے یہ بھی مردود ہے وہ تو منکر اُس کرامت کے ہین جو کسی نبی کا معجزہ ہو جیسے مردہ کو جلانا اور یہ انکار غالباً اس غرض سے ہو گی تا کہ معجزہ و کرامت مین فرق باقی رہے چنانچہ اسکی تغلیط امام نووی نے ابن صلاح کی طرح اس طور پر کی ہے کہ اولیاء کی کرامات مین معارضۂ نبوت نہین ہے کیونکہ ولی کو وہ کرامت برکت اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملی ہے اور حقیقت کرامت ولی پر ظاہر نہین ہوتی جب تک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبع اور ہر بدعت و مخالفت شریعت نبوی سے بری ہو اور آنحضرت ہی کی متابعت کی برکت سے اللہ تعالی اُس ولی کو ملائکہ کے ذریعہ سے مدد دیتا ہے اور اُس کے قلب مین اپنا نور ڈالتا ہے خلاصہ یہ کہ ولی کی کرامت بھی معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جزو ہے جو بوجہ آپ کی فضیلت اتباع کے اللہ تعالی آپ کے وارثین اور تبعین کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا ہے یہی بات تھی کہ جس سے

سلہ تو ہیہ کے معنی کسی چیز کو زائد دیا ہوا دکھانا اور فریب دینا اور یہان غوہیات کے معنی فریب کے ہین ۱۲ منہ

ملائکہ اُسید بن حضیر کندی کی قراءت سننے کو آسمان سے اُترتے تھے یا حضرت سلمان اور ابوالدرداء ایک پیالہ میں کچھ کھا رہے تھے تو وہ پیالہ مع اُس کھانے کے تسبیح کرنے لگا اور صحیح یہ ہے کہ اولیا احیا ہوتے سے رُوکے جاتے ہیں شیخ ابوالقاسم قشیری اسکے مخالف ہیں اور زرکشی کا قول بھی یہی ہے کہ جسکو اس سنے مذہب ضعیف کہا ہے مگر ابو اس کے مخالف ہیں اور اسکو رد کرتے ہیں یہانتک کہ ابو نصر سنے اپنی کتاب المرشد میں اس گفتگو کے بعد لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ تمام خوارق عادات اولیاء سے کرامات ہو سکتے ہیں اور اسی طرح امام الحرمین کی کتاب ارشاد میں بھی لکھا ہے اور امام نووی سنے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ کرامات بخوارق عادات جائز ہیں اور اُن کے اقسام مختلف ہیں بعضوں سے اُن کی تخصیص اجابت دعا وغیرہ سے کی ہے مگر یہ غلط ہے اور گویا امر محسوس کی انکار ہے بلکہ صواب یہ ہے کہ یہ سب مع انقلاب اعیان وغیرہ کے پائے جاتے ہیں اور مردہ زندہ کرنے کی کرامت بھی منافی اس قول کے نہیں ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ موت کی مدت مقرر ہے اُس سے بڑھتی گھٹتی نہیں ہے کیونکہ مردہ تو اپنی موت سے مر چکا ہے پھر جو زندہ ہوتا ہے تو کرامتہ اور مردہ کا قیامت کے سوا زندہ ہونا یہ کرامت نہونیکی صورت میں ہے اور کرامت کی حالت میں دیسا ہے جیسے کہ مردہ کا قبر میں زندہ ہونا اور دیسا حضرت عزیز اور اُن کی گدھی کے ساتھ واقع ہوا ہے نیز اُن لوگوں کے ساتھ جو موت کے خوف سے اپنے شہروں سے نکل گئے تھے اور وہ تعداد میں ہزارہا تھے کیونکہ اللہ نے اُن سے فرمایا تھا کہ مر جاؤ پھر اللہ نے اُنہیں زندہ کر دیا جب یہ مقرر ہو چکا تو جس نے کرامتہ مردہ جلایا تو بھی اسکی موت یقینی اور ضروری ہوتی ہے جیسے اس کا سر کاٹ ڈالا جائے اور جوڑ جوڑ جُدا کر دیا جائے تو زندگی سے نہ اُسے کوئی اُسکے بیبیوں میں سے واپس ملیگی نہ وہ مال واپس ملیگا جو ورثہ تقسیم کر چکے ہیں کیونکہ یہ جلانا ویسا ہے جیسے قبر میں سوال کے لیے جلانا ہو گا اور کبھی وہ موت یقینی نہیں ہوتی ہے تو وہاں یہ معلوم ہو گا کہ اس کا کوئی استحقاق زائل نہیں ہوتا بالجملہ احیاء بعد الموت سے مراد قیامت میں اُٹھانے کے لیے جلانا ہے نہ کرامت یا سوال منکر نکیر کی غرض سے پھر شیخ ابن حجر اُسی فتاوی میں دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ظہور کرامات اولیاء اللہ سے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد پر قائم ہیں اور جامع ہیں علماً اور عملاً اور ہفوات اور لغزشوں سے سالم ہیں عقلاً جائز ہے کیونکہ کرامت امور ممکنہ میں سے ہے اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کا وقوع بوجہ اسکی قبح عقلی کے ممتنع نہیں ہوتا اور کرامات کے واقع ہونے میں کوئی بات معجزہ کے منافی کسی وجہ

نہین ہے کیونکہ معجزہ کو تعلق دعوے رسالت سے ہے تو جسطرح اسکے مدعی کی تصدیق اُس چیز سے
جائز ہے جو مطابق اُسکے دعوے کے ہو اسیطرح ہو سکتا ہے کہ وہی بات بطفیل اولیا سے بھی بوجہ
اُن کی بزرگی کے صادر ہو اور وقوع کرامات نقلاً بھی اس طرح جو مفید یقین ہو جائز ہے کیونکہ کلام مجید
مین بھی اُسکے متعلق ذکر آیا ہے اور اس وقوع پر تواتر بھی رہا ہے ہر قرن مین یکے بعد دیگرے اور
کتب علمیہ بھی شرقاً و غرباً اور عجماً و عرباً اُن کے وجود پر تواتر معنوی ناطق ہین جنکی بھی انکار
سوا غبی یا منکر کے کوئی نہین کر سکتا چنانچہ کلام اللہ سے حضرت مریم کے لیے جنت سے رزق
آنا اور اُن کا درخت کو ہلانا اور اُس سے اُن پر تر چھوہارے گرنا حالانکہ وہ وقت تر چھوہارون کی
فصل کا نہ تھا یا قصۂ ذی القرنین اور اصحاب کہف اور اُن کے کتے کا اُن سے باتین کرنا یا آصف
بن برخیا کا تخت بلقیس کے حاضر کرنے کا ایک پلک مارنے مین ایک مہینہ کی زائد راہ سے
ثابت ہے اور حدیثون سے بھی جیسے لڑکے کا بولنا ایک زخمی سے اور پتھر کا ہٹنا اُن تین آدمیون کی
دعا کی برکت سے جو غار مین تھے وہ یہ ہے کہ ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ ہم کو اگلی امت کے عجائب امور سے کوئی بات سُنائیے آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے
کسی زمانہ مین تین شخص تھے جو ایک جگہ جاتے تھے چلتے چلتے رات ہو گئی تو ایک غار مین گھس گئے
جب تھوڑی رات گذری تو ایک پتھر پہاڑ سے گر کر غار کے مُنہ پر آ رہا جس سے اُس کا مُنہ بند ہو گیا
تب یہ بہت متحیر ہوے اور کہنے لگے کہ ہم کو اس بلا سے کون نجات دے سکتا ہے سوا اسکے
کہ ہم مین سے ہر شخص نے جو عمل خالص کیا ہو اُسی کو خدا کی درگاہ مین شفیع لائین چنانچہ ان مین سے
ایک نے کہا کہ میرے مان باپ جب موجود تھے تو میرے پاس دنیا کے مال و متاع مین سے
کچھ نہ تھا جس سے اُن کی خدمت کرتا صرف ایک بکری تھی جسکا دودھ اُن کو پلاتا تھا اور ہر روز
لکڑی بیچتا تھا جس سے کھانا پینا چلتا تھا ایک رات مین بے وقت آیا اور بکری کو دوہا اور دودھ
مین روٹی بھگو کر اپنے مان باپ کو کھلانے کے گیا دیکھا تو وہ سو گئے تھے مین وہ پیالہ ہاتھ مین لیے
انتظار مین کھڑا رہا کہ یہ جاگین تو کھلاؤن پھر خود کھاؤن وہ رات بھر سوتے رہے جب صبح کو جاگے
اور اُنھون نے کھا لیا تب مجھے قرار آیا خداوندا اگر مین اس بات مین سچا ہون تو میری فریاد کو
آنحضرت فرماتے تھے کہ وہ پتھر ہلا اور اُسمین تھوڑا انشگاف ظاہر ہوا دوسرے نے کہا کہ
میرے چچا کے ایک لڑکی تھی نہایت خوبصورت مجھے اُس سے محبت ہو گئی ہر چند اُسے کہتا
وہ نہ آتی یہانتک کہ ایک بار مین نے ایک سو کئی اشرفیان اس حیلہ سے اسکو بھیجین کہ پہلے

اور اُس کے لالچ سے ایک رات کو میرے پاس چلی آئے چنانچہ اُس طمع مین وہ میرے
پاس چلی آئی جیسے مین نے ہاتھ لگانا چاہا مجھکو خدا کا خوف بہت معلوم ہوا مین نے اپنا
ہاتھ ہٹا لیا خدایا اگر مین اس بات مین سچا ہون تو مجھے اس بلا سے نکال آنحضرت فرماتے تھے
کہ وہ پتھر پھر دوبارہ ہلا اور شگاف مین ذرا اور وسعت ہوئی لیکن نہ ایسی کہ وہ اُس سے باہر
نکل سکیں تیسرے نے کہا کہ میرے یہان بہت سے مزدور کام کرتے تھے جب عمارت تیار ہو گئی تو سب
اپنی مزدوری لے گئے مگر ایک شخص بغیر مزدوری لیے خدا جانے کہان چلا گیا ہر چند تلاش کیا۔
نہ ملا مین نے اسکی مزدوری سے ایک بکری مول لی اور اُسکی پرورش کی اُسکے بچے ہونے لگے
اُن کو مین چالیس برس تک جمع کرتا رہا ایک دن وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ تمھین یاد ہوگا کہ فلان
وقت مین تمھارے یہان مزدوری کر گیا ہون اور میری مزدوری تمھارے پاس باقی رہ گئی ہے
اب مجھے ضرورت ہے وہ دیدو مین نے کہا یہ بکریان سب تمھاری ہین لیجاؤ اُس نے کہا تم مجھ سے
ہنسی کرتے ہو کہا نہین مین سچ کہتا ہون یہ سب تمھاری ہین چنانچہ مین نے وہ سب اُسکو دیدین
خدا وندا اگر مین اس بات مین سچا ہون تو مجھے اُس غار سے نکال آنحضرت فرماتے تھے کہ
یکبارگی وہ پتھر الگ جا گرا اور وہ تینون شخص اُس غار سے نکل آئے یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
کے کھانے کا قصہ کہ جب آپ اپنے مہمان کے ساتھ ایک ہی پیالہ مین کھاتے تھے تو وہ کھانا اتنا
بڑھ جاتا تھا کہ کھا چکنے کے بعد جتنا ہوتا تھا اُس سے زائد معلوم ہوتا تھا چنانچہ ایسا مین مرتبہ واقع ہوا
ان تینون امور کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اور یہ بھی ان دونون کی روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے حق مین فرمایا کہ یہ محدثین سے ہین یعنی الہام کیے
گئے نیز حضرت عمرؓ کی وہ کرامت کہ آپ جمعہ کے روز مدینہ طیبہ مین منبر پر خطبہ پڑھتے تھے یکایک
اثناء خطبہ مین بول اُٹھے کہ اے ساریہ پہاڑ سے بچ جس نے بھیڑیے سے اپنے کو ذیب یا
اُس نے ظلم کیا لوگ کہنے لگے کہ ساریہ کا ذکر اسوقت کیسا وہ تو عراق مین ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف
نے لوگون کے اس کہنے اور تعجب کرنے کو حضرت عمرؓ سے بیان کیا بعد کو لوگون پر یہ واقعہ اُسکی
صداقت وکرامت کھلی اس قصہ مین کئی کرامتین تھین ایک تو حضرت عمرؓ پر ساریہ اور مسلمانون اور
اُن کے دشمنون کا حال منکشف ہونا دوسرے حضرت عمرؓ کی آواز کو ساریہ کا سُن لینا اور یہ سمجھ لینا
یہ آپ ہی کی آواز ہے اتنی دور سے کہ وہ نہاوند مین تھے جو بعد عمرؓ مین ہے اور آپ مدینہ طیبہ مین

سلہ اس کرامت حضرت عمرؓ کو ... نے بھی ... سیرت مین ... زبیر بن ... سے [illegible]

اور بخاری شریف مین انگورون کی گودہ کا غیر موسم مین آنا حضرت حبیب کے لیے جب انکو کافرون نے مارنا چاہا تھا یا ایکبار اسید بن حضیر اور عباد بن بشر اندھیری رات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے واپس آتے تھے اُن کے سامنے دو چراغون کے مثل روشنی ہوجانا اور بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ حضرت سعد اور سعید نے جو عشرہ مبشرہ مین تھے اپنے جھوٹ لگانے والون پر بددعا کی وہ دعا جیسے اُنھون نے مانگی تھی قبول ہوئی تو جب جواز کرامات اور اُن کا وقوع بلا حصر واحصار کے واضح ہے تو مسلک متفق اہل یہ ہے کہ کرامت کا معجزہ کے حد کو پہونچ جانا باعتبار اُسکے جنس اور شان کے جائز ہے مگر دونون مین فرق اتنا ہے کہ معجزہ مقترن بدعوی نبوت ہوتا ہے باعتبار جنس یا باعتبار اپنے رتبہ کے اور یہ عموم کی قید اس لیے ہے کہ اگر ایسا نہو تو اکثر انبیا علیہم السلام کے معجزات بلا دعوی نبوت کے واقع ہوے ہین اور کرامت دعوائے ولایت سے مقرون ہوتی ہے جو کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے بلا کسی چیز کے دعوے کے یہ اکثر کا مسلک ہے انھین مین امام ابوبکر بن فورک بھی ہین وہ کہتے ہین کہ معجزات علامت صدق ہین اب اگر صاحب معجزہ دعوی نبوت کرتا ہو تو اس معجزہ سے اُسکی سچائی معلوم ہوگی اور اگر صاحب معجزہ ولایت کا دعوی کرتا ہو تو بھی اُس سے اُسکی سچائی معلوم ہوگی اور اسکو کرامت کہینگے نہ معجزہ اگرچہ وہ جنس معجزات سے ہو اور امام الحرمین اپنی کتاب ارشاد مین لکھتے ہین کہ اہل حق کا یہ مذہب ہے کہ خرق عادات اولیا کے حق مین جائز ہے اور مجوزین کرامت چند گروہ ہین بعضون نے یہ شرط کی ہے کہ کرامت کے صدور مین ولی کو اختیار نہین ہوتا بخلاف معجزہ کے مگر یہ صحیح نہین اور بعضے کہتے ہین کہ کسی کرامت کا وقوع کسی قضیہ پر کسی ولی سے بدعوی ولایت ممنوع ہے تاکہ کرامت معجزہ کے مشابہ نہوجاے اور یہ ہمارے نزدیک کچھ پسندیدہ نہین بلکہ کرامت بدعوی ولایت واقع ہوتی ہے اور بعض لوگون نے یہ شرط کی ہے کہ کرامت وہ ہے جو کسی نبی کا معجزہ نہو مثلاً دریا کا پھٹنا یا مردہ کا زندہ ہونا مگر یہ بھی ٹھیک نہین بلکہ میرے نزدیک امر پسندیدہ یہ ہے کہ تمام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۹) اُنھون نے اپنے والد عمر سے کئی طریقہ پر روایت کیا ہے اور بیہقی نے اسکو تفصیل سے ابی عثمان اور ابی عمرو بن نصر کے طریقہ سے روایت کیا ہے اور ابن العلا ایک شخص مازنی سے بھی نقل کرتے تھے اور بیہقی نے اس کو دلائل النبوۃ مین اور لالکائی نے شرح السنہ اور ابن الاعرابی نے کرامات الاولیا میں ابن وہب کے طریقہ سے روایت کیا ہے ... اور یحیی بن ایوب سے اور الفوائد مین بن محمد سے اور ابن نافع سے اور ابن حضرت ابن عمر ... کہتے تھے کہ اس کی سند حسن ہے اور ابن مردویہ نے اسکو میمون بن مہران کے طریقہ سے اُنھون نے حضرت ابن عمر سے اُنھون نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے اور حافظ قطب حلبی نے اسکے طریقون کے بیان مین ایک رسالہ لکھا ہے ۱۲ منہ

خوارق عادات معارض کرامات نہین ہوتے ہین اور کرامت اور معجزہ مین کوئی فرق نہین سوا اس کے
کہ معجزہ حسب دعواے نبوت ہوتا ہے اور کرامت بلا دعوی نبوت حضرت امام غزالی نے امر خارق
عادات کے معجزہ ہونے مین یہ شرط کی ہے کہ وہ امر مقترن بدعوی نبوت ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اُن کے نزدیک بھی معجزہ وکرامت مین اتنا ہی فرق ہے چنانچہ وہ خود اپنی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد مین
لکھتے ہین کہ خرق عادات فی نفسہ امر محال نہین ہے بلکہ ممکن ہے اور اس سے معجزہ کا بطلان لازم
نہین کیونکہ کرامت کہتے ہین اُس امر کو جو بلا اقتران تحدی[1] ظاہر ہو اور اگر تحدی سے ہو تو اُسکو معجزہ
کہینگے اور امام رازی اور بیضاوی نے کرامت ومعجزہ مین صرف تحدی نبوت کا فرق کیا ہے ایسے ہی
حافظ الدین نسفی کا بھی قول ہے کہ اگر کوئی کہے کہ کرامت اگر جائز ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پہچاننے کا طریقہ ہی بند ہو جائے تو یہ ٹھیک نہین اس لیے کہ معجزہ مقارن دعوی نبوت ہوتا ہے اگر
اس کا دعوی کوئی ولی کرے تو کافر ہے ایسے ہی شیخ ابو القاسم قشیری بھی گئے ہین چنانچہ ان کا
قول ہے کہ شرائط معجزات کل یا اکثر کرامتون مین پائے جاتے ہین سواے دعوی نبوت کے اور
امام یافعی حضرات ائمہ سے بہتیرون کے کلمات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہین کہ یہ سب اسپر متفق ہین
کہ کرامت اور معجزہ مین فارق صرف تحدی نبوت ہے اور ان مین سے کسی نے کرامت کے جنس معجزہ
یا اُسکے بزرگ ہونے کی شرط نہین کی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کرامت اور معجزہ دونون برابر ہین
بشرطیکہ تحدی ہو جیسا کہ امام الحرمین نے بھی اس کی تصریح کی ہے تو ان دونون کا تمیز ہونا تحدی
کے سوا اور صورتون مین جائز ہے حتی کہ مردہ کا جلانا بھی رسالہ قشیریہ مین شیخ ابی عبد اللہ تستری سے
منقول ہے کہ وہ ایک سریہ مین بارادہ جنگ چلے تو جس گھوڑے پر سوار تھے وہ جنگل مین مرگیا
اُنھون نے دعا کی کہ یا اللہ اسکو مجھے مستعار دیدے کہ مین تستر پہونچ جاؤن چنانچہ ان کی دعا قبول
ہوگئی دیکھا تو گھوڑا کھڑا ہوا ہے جب لڑ چکے اور تستر پلٹ کر آگئے تو اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ گھوڑا مستعار
ہے اس کا زین پوش اُتار دو اُنھون نے کہا کہ اسکے پسینہ نکل رہے ہو اسکو مضر ہوگی ابھی بیمار جاے
کیسے اُتار دون آپنے کہا کہ یہ تو مانگا ہوا ہے میرا نہین ہے اُنھون نے چارجامہ جیسے اُتارا وہ گھوڑا
مرکر گر پڑا پھر ایک بار یہ گدھے پر سوار کسی لڑائی مین گئے وہان وہ گدھا مرگیا پھر اُنھون نے وضو
کرکے نماز پڑھی اور دعا کی کہ یا اللہ میرا گدھا زندہ ہو جاے اور مجھے کسی کا احسان نہ اٹھانا پڑے فورًا
گدھا زندہ ہوگیا اور ایک بدوی سے منقول ہے کہ اُس کا اونٹ مرگیا اور بچہ وہ اونٹ ان اُسی کا

[1] ایسے ہی دعوی ہو جیسا دعوی کرامات کا اور باہر معجزہ ہو جیسا ہو منہ

سب گر پڑا اُس نے دعا کی فوراً اُس کا اونٹ اُٹھ کھڑا ہوا اور رکھا وہ اور پالان اُسپر ویسا ہی رکھا رہا
نیز اُسی رسالہ مین حضرت سہل تستری سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ کا یاد کرنے والا اگر
درحقیقت مردہ کو جلانا چاہے تو اللہ کے حکم سے جلا سکتا ہے ایکبار انھون نے ایک بیمار پر ہاتھ
رکھدیا تھا اُسیوقت وہ اچھا ہوکر اُٹھ کھڑا ہوا امام یافعی لکھتے ہین کہ مجھسے بعضے صالحین مین بیان
کرتے تھے کہ شیخ اہدل شیخ ابو الغیث کے پاس ایک بلی تھی وہ اُسکو کھانا کھلایا کرتے تھے
ایک بار اُسکو اُن کے خادم نے اتنا مارا کہ وہ مرگئی اُس نے جاکر اُسے ایک گھورہ پر پھینکدیا شیخ نے
دو یا تین دن کے بعد خادم سے پوچھا کہ بلی کیا ہوئی اُس نے کہا مجھے نہین معلوم شیخ نے بلی کو بلایا
وہ فوراً آئی اُنھون نے اُسے اپنے حسب عادت کھانا کھلایا اور ایک مغربی عالم صالح بیان کرتے
تھے کہ شیخ یوسف دہمانی کے یارون مین سے ایک شخص مرگیا اُسکے گھروالون کو بڑا رنج ہوا وہ روتے
ہوے اُن کے پاس آئے اُنھون نے اُس کے پاس جاکر کہا کہ اُٹھ اللہ کے حکم سے وہ اُٹھ کھڑا
ہوا اور پھر بہت دنون تک زندہ رہا اور اسی قسم کی کئی کرامتین حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی
بھی ہین جو اس کتاب مین اپنی جگہ پر منقول ہوئی ہین اور آپ کے متبعین سے بھی ہوے ہین جنکو
ایک عالم جانتا ہے اور اولیاء اللہ سے مُردے بھی بولے ہین رسالہ قشیریہ مین حضرت ابی سعید خراز
سے منقول ہے کہ وہ مکہ مین تھے دروازہ بنی شیبہ پر ہو کر گذرے دیکھا کہ ایک جوان خوبصورت
مرا پڑا ہے آپنے اُس کا مُنھ دیکھا وہ جوان ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ اے ابوسعید کیا تمھین معلوم نہین
کہ زندہ تو زندہ ہی رہتے ہین چاہے مرگئے ہون اُن کا مرنا صرف یہ ہے کہ ایک گھر سے دوسرے
گھر چلے جاتے ہین اور اولیاء اللہ کی کرامات سے دریا کا پھٹ جانا اور خشک ہوجانا بھی منقول ہے
چنانچہ اُسی رسالہ مین ہے کہ بعضے لوگون سے منقول ہے کہ ہم جہاز پر سوار تھے ہمارا ایک ساتھی
مرگیا تجہیز وتکفین کرکے ہم نے چاہا کہ اُسے دریا مین ڈالدین یکایک خود بخود دریا خشک ہوگیا اور
ہم نے قبر کھود کر اُسکو دفن کردیا بعد اُسکے پھر پانی بھر ہوا اور اسیطرح جہاز چلنے لگا اور سب سوار
ہوگئے اور اولیاء اللہ کی کرامات انقلاب اعیان کے متعلق بھی بہت کچھ منقول ہین منجملہ اس کے
شراب کا گھی ہوجانا جیسا کہ شیخ ہتار بینی سے واقع ہوا اُس کا قصہ یون ہے کہ وہ ایک روز ایک زانیہ
عورت کے یہان گئے اور اُس سے وعدہ کرآئے کہ مین عشا کے بعد آؤنگا وہ خوش ہوئی اور
بن سنور کر بیٹھی تب اُسکے گھر آئے اور دو رکعتین پڑھ کر چلے آئے اور واپسی پر فرمایا کہ مقصود
حاصل ہوگیا بعد اُسکے وہ عورت آپکی دعا کی برکت سے تائب ہوگئی اور آپ نے اس کا نکاح

ایک فقیر سے کردیا اور ولیمہ کرنے کا اس شرط سے حکم دیا کہ کوئی سالن مول نہ لیا جاوے بعد اسکے
آپ مع اور فقرا کے وہان ایسے بیٹھے جیسے کوئی سالن کے انتظار مین بیٹھتا ہے پھر خبر اُس
امیر کو پہونچی جو اُس عورت کا آشنا تھا اُس نے دو شیشے شراب کے امتحانا بھیجدیے کہ فقرا
اُسکو پی لین شیخ نے اُن دونون شیشون کو لیکر انڈیلا تو نہایت عمدہ گھی نکلا اُسمین سے آپ نے
خود کھایا اور لانے والے کو بھی کھلایا پھر خبر اُس امیر کو پہونچی وہ بھی آیا اور اُس نے بھی آکر کھایا اور
حیران رہ گیا پھر اسیوقت تائب ہوا اور اولیا اللہ کی کرامات مین سے طے ارض اور تعدد صور یعنی
مختلف جگہ ظاہر ہونا اور پانی کا نکلنا اور جمادات اور حیوانات کا کلام کرنا اور اور چیزون کا مطیع ہونا
یہان تک کہ جن وغیرہ کا بھی اسقدر متواتر اور مشہور ہے جس سے مخالفین کی بحث اور جاہلین کے شبہے
دفع ہو جاتے ہین مولانا جامی نفحات مین لکھتے ہین کہ خوارق عادت کی بہت سی قسمین ہین جیسے معدوم
کا موجود کر دینا اور موجود کا معدوم کر دینا اور مخفی امور کا ظاہر کر دینا اور امر ظاہر کا مخفی کر دینا اور قبولیت
دعا اور گھنٹہ بھر مین منزلون کی راہ طے کرنا اور جو باتین کہ حس سے غائب ہون اُن کا دیکھنا یا اُن کا
بیان کرنا اور ایک وقت مین کئی جگہون پر جانا اور مردون کا جلانا اور زندون کا مارنا اور حیوانات
اور جمادات کی باتین اور تسبیح وغیرہ سننا اور کھانا پانی بلا سبب ظاہری ضرورت کے وقت موجود کر دینا
یا اسکے سوا اور جو اعمال خلاف عادت ہو سکتے ہین مثلاً پانی پر چلنا اور ہوا پر اُڑنا اور حیوانات وحشی کو مسخر
کرنا اور اپنے جسم پر قوتون کا ظاہر کرنا جیسے ایک مجذوبی سماع مین وجد کر رہے تھے ایک درخت سامنے
پڑا اُنھون نے اُس کے ایک لات ماری وہ جڑ سے اُکھڑ پڑا اور ایک صاحب نے دیوار پر
ہاتھ مارا وہ پھٹ پڑی یا ایک صاحب نے ایک شخص کی طرف انگلی سے اشارہ کیا
وہ گر پڑا یا ایک نے ایک کے سر کی طرف اشارہ کیا وہ سر اُڑنے لگا اصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ
کسی کو اپنے دوستون مین سے اپنی قدرت کا مظہر کرتا ہے تو اُسکو ہر طرح سے عالم مین جس
قسم کا تصرف چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے وہ درحقیقت تاثیر اور تصرف خدا ہی کا ہوتا ہے جو بیچ مین
ظاہر ہوتا ہے اور وہ خود درمیان مین کچھ نہین ہوتا بعضے عارفین کا قول ہے کہ ہر صورت مین
سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ خلوت اور جلوت دونون مین لذت پاوے اور اوقات کی
رعایت اللہ کے ساتھ کرے اور اللہ کے ساتھ واردات کے ورود مین خوب محظوظ ہووے اور
اللہ سے کل حالات مین راضی رہے اور اُس سے سعادت ابدی کا [illegible] مین [illegible] سے
امام یافعی کا قول ہے کہ کرامت اور معجزہ مین فرق یہ ہے کہ معجزہ کا اظہار بطور [illegible]

کرامت کا چھپانا ولی پر واجب ہے مگر جب کوئی ضرورت باذن یا غلبہ حال ہو کہ جو بے اختیاری ہو یا کرامت سے مقصود مرید کے یقین کی تقویت کرنا ہو اور محققین کا یہ قول کہ اظہار کرامت ولی کو جائز ہے یہ مخصوص بعض صورتون کے ساتھ ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ اظہار کرامات بغیر غرض صحیح کے جائز نہین اور غرض صحیح مین بوجہ اُس غرض کے جائز ہے غرضکہ جہان کرامتون کے ظاہر کرنے مین کوئی مصلحت ہو وہان کرامتون کا اظہار چاہیے جیسا کہ ایک کافر بادشاہ نے ایک بزرگ سے کہا کہ اگر تم کرامت نہ دکھاؤ گے تو مین سب فقرا کو مروا ڈالون گا اُنھون نے ایک آبخورہ جو سامنے ہوا مین اُچھالا اُسمین پانی بھر گیا پھر اُسے اوندھا کر دیا اُس سے ایک قطرہ پانی بھی نہ گرا لوگون نے بادشاہ سے کہا کہ یہ جادو ہے تب اُن بزرگ نے کہا کہ بہت سی آگ جلائی جائے اور گانا ہو چنانچہ ایسا کیا گیا وہ بزرگ اور سب فقرا آگ مین گھس گئے بادشاہ کا لڑکا بھی اُن کے ساتھ چلا گیا تھوڑی دیر غائب رہا پھر جو نکلا تو اُسکے ایک ہاتھ مین انار تھا اور دوسرے مین سیب لوگون نے کہا کہ یہ بھی سحر ہے تب بادشاہ نے ایک پیالہ زہر منگوا کر اُن بزرگ کو دیا اور کہا کہ مین جب تمھین سچا جانون گا کہ جب تم اسے پی جاؤ گے اُنھون نے کہا کہ ساز ہو چنانچہ گانا شروع ہوا اُنھون نے اُسے اُٹھا کر پی لیا اُن پر ایک حالت ایسی طاری ہوئی کہ کپڑے برابر پھاڑتے جاتے تھے اور بدلتے جاتے تھے سو اُنکے اوپر کچھ بھی اثر ظاہر نہ ہوا صرف پسینا ٹپک کر رہ گیا یا جیسا کہ شیخ ابی العباس دُرسی کے حال مین ہے کہ ایک شخص نے اُن کی دعوت کی اور امتحاناً حرام چیزین پکا کر اُن کے سامنے رکھ دیا اُنھون نے کہا کہ حارث بن اسد محاسبی کے ہاتھ مین ایک رگ تھی جس سے وہ حرام کھانا پہچان لیتے تھے تو میرے ہاتھ مین ساٹھ رگین ہین اُس شخص نے فوراً عذر خواہی کر کے توبہ کی اور کرامت اور سحر مین فرق یہ ہے کہ امر خارق عادت غیر مقرون بہ دعوی نبوت اگر کسی صالح سے ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے صالح سے مراد وہ شخص ہے جو قائم بحقوق اللہ و حقوق الخلق ہو اور اگر وہ خلاف عادت اُس شخص سے ظاہر ہو جو صالح نہین ہے تو وہ سحر ہے یا استدراج امام الحرمین کہتے تھے کہ یہ قول مقتضائے عقل نہین ہے لیکن باجماع علماء مان لیا گیا ہے اور امام رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ جب کوئی فعل خلاف عادت کسی انسان سے ظاہر ہو تو وہ یا دعوے سے ہو گا یا بلا دعوے اگر دعوی کے ساتھ ہو تو وہ دعوی یا دعوے الٰہیت ہے یا دعوے نبوت

سلہ نفحات مین حضرت ابو عمرو دمشقی کے حال مین ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جس طرح پیغمبرون پر فرض ہے آیات اور معجزات کا ظاہر کرنا ویسا ہی اولیا پر فرض ہے کرامتون کا چھپانا تاکہ خلق فتنہ مین نہ پڑے ۱۲ منہ

یا دعوے ولایت یا دعوے سحر و طاعت شیاطین تو یہ چار قسمیں ہوئیں پہلی قسم دعوے الٰہیت ہے اور
اسکو اصحاب صوفیہ نے ایسے شخص سے بلا معارضہ کے ظاہر ہونا جائز قرار دیا ہے جیسا کہ نقل ہے
کہ فرعون دعوی خدائی کرتا تھا اور اُس سے امور خلاف عادت ظاہر ہوتے تھے یا دجال کے متعلق
بھی ایسا ہی منقول ہے اور ہمارے اصحاب کا قول ہے کہ اُس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ ایسے
شخص کی شکل اور خلقت دونوں سے اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو جاتا ہے تو خوارق کا اس سے ظاہر ہونا
کچھ باعث درد کا نہ ہوگا دوسری قسم دعوی نبوت ہے اسکی دو قسمیں ہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا
وہ مدعی سچا ہے یا جھوٹا اگر سچا ہے تو خوارق کا ظہور اُس سے ہونا ظاہر ہے اور یہی متفق علیہ ان سب
لوگوں میں ہے جو صحت نبوت کے قائل ہیں اور جو جھوٹا ہے اُس سے خوارق ظاہر ہونا جائز ہی نہیں
اور در صورت ظہور کے وہی معارضہ والی بات ظاہر ہوگی تیسری قسم دعوی ولایت ہے علما کرامت اولیا
کے قائل ہیں مگر اس میں اختلاف ہے کہ آیا کرامت کا دعوی کرنا اور پھر اُس کے دعوے کے موافق
ظاہر ہونا جائز ہے یا نہیں چوتھی قسم دعوی سحر و طاعت شیاطین تو ہمارے اصحاب کے نزدیک
ایسے شخص سے ظہور خوارق عادات جائز ہے اور معتزلہ کے نزدیک ناجائز دوسری قسم یعنے
ظہور خوارق عادات کسی شخص سے بلا کسی دعوے کے تو وہ شخص یا صالح اور خدا کے نزدیک
پسندیدہ ہے یا خبیث گنہگار۔ اگر صالح ہے تو وہی اولیا کی کرامت ہے اور حضرات صوفیہ اُسکے
جواز پر متفق ہیں اور معتزلہ منکر سوا ابو الحسن بصری اور اُن کے شاگرد محمود خوارزمی کے اور اگر خبیث
گنہگار ہے تو اسکو استدراج کہتے ہیں اب فرق صالح اور غیر صالح میں واضح ہے یعنی اگر
کسی فن سے اپنے آپ کو صالح بھی کر دکھائے تو فوراً اسکے قول اور فعل سے خود ہی تمیز ہو جاتی ہے
کہ یہ صالح نہیں ہے چنانچہ ایک صوفی اور برہمی[1] سے مناظرہ ہوا برہمی بیچ آسمان و زمین کے
اُڑنے لگا اُس کے ساتھ ہی صوفی کے جوتے بھی اُڑے اور اسکے سر پر پڑنے لگے یہاں تک
کہ وہ سمٹ کر صوفی کے سامنے کہ جو کچھ بھی تھا گر پڑا اور شیخ عارف ابن ابی حاتم سے واقعہ
ہوا کہ وہ فاس میں دمیاط کے قریب ایک شہر میں گئے وہاں ایک فقیر مکار آیا تھا اُس نے
بہت سی خوارق دکھا کر وہاں کے لوگوں کو اپنا معتقد کر لیا تھا جس سے اکثر لوگ گمراہ ہوتے جاتے
تھے اُس فقیر کو منہ دکھائی مسجد میں تو وہاں آپ کا حلقہ تھا ایک رات یہ اپنے ذکر سے فارغ
ہو چکے تھے اور اور لوگ مصروف تھے آپ نے تھوڑی دیر سکوت کر کے ہوا کو کہا کہ وہاں

[1] برامہ وہ لوگ ہیں جن سے بوجہ شدت ریاضتوں کے خوارق عادت ظاہر ہوسکتی ہیں ۱۲ منہ

بیٹھے تھے اُن سے حکم دیا کہ اس فقیر کے پاس جاؤ اگر وہ جھوٹا ہے تو اسکو طمانچہ مارو کہ یہان سے
نکل جائے فی الفور حاضرین نے طمانچون کی آواز سنی اور وہ فقیر اور سب ساتھی اس کے مسجد سے
بلکہ اُس شہر سے بھاگ گئے **نقل** ایک بار شیخ جمالی اسندی کی مجلس مین ایک برہمی آیا اور ہوا
مین اُڑنے لگا آپ بھی اُسکے ساتھ اُڑے اور اپنی مجلس کے گرد گھومنے لگے وہ برہمی فوراً
مسلمان ہو گیا کیونکہ وہ لوگ ہوا مین گھوم نہین سکتے بلکہ ہوا مین سیدھے ہی اُڑتے ہین **حکایت شیخ**
عبد اللہ بن خفیف اور ایک برہمی سے حقیقت اسلام مین مناظرہ ہوا آپ نے اُس سے کہا کہ آؤ ہم تم
ایک جگہ چالیس دن ٹھہین اور کچھ نہ کھائین پیئین چنانچہ دونون بیٹھے چند دنون کے بعد وہ بھاگ
گیا اور یہ بڑی عزت و ذوق سے چالیس روز تک بیٹھے رہے پھر ایک مرتبہ اور ایک برہمی سے
اُن سے گفتگو ہوئی تب بھی اُنھون نے کہا کہ آؤ ہم تم غوطہ لگا کر پانی مین بیٹھ رہین دیکھین کون کتنا
بیٹھتا ہے دونون نے غوطہ لگائے برہمی تو اُسی اثنا مین مر گیا اور اسکی نعش تیرنے لگی اور ابن خفیف
مدت عرصہ تک پانی مین بیٹھے رہے پھر نکل آئے تو معجزہ اور کرامات مین فرق یہ ہے کہ معجزہ
کی دلالت نبوت پر قطعی ہے اور نبی اپنے آپ کو نبی جانتا ہے اور کرامت کی دلالت ولایت
پر ظنی ہے اُس کا ظاہر کرنے والا یہ نہین جانتا ہے کہ وہ ولی ہے البتہ شیخ ابی علی دقاق اور
ابو القاسم قشیری کا یہ قول ہے کہ ولی اپنے آپ کو ولی جان سکتا ہے اور جو اُسکے مخالف ہے
وہ یہ کہتا ہے کہ ولی کا اپنے آپ کو ولی جاننا اور اسکے خوف کے خلاف ہے تو اسپر یہ دونون یون
رد کرتے ہین کہ اولیاء اللہ جو کچھ اپنے قلوب مین ہیبت اور اجلال حق پاتے ہین وہ خوف سے زیادہ
ہوتا ہے اور امر تحقیقی یہ ہے کہ علم ولایت منافی خوف کے نہین ہے جیسے عشرہ مبشرہ جو اپنا قطعی
جنتی ہونا جانتے تھے مگر اس کے ساتھ اُن کو خوف بھی بیحد تھا جیسا کہ اُن کے حالات
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اور بعد زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کثرت ظہور کرامات کی وجہ امام
احمد بن حنبل یہ سمجھے ہین کہ حضرت صحابہ کا ایمان ذی تھا زیادتی کا محتاج نہ تھا بخلاف اُن کے
بعد والون کے کہ اُن کی تقویت ایمان کی زیادتی سے ضروری تھی اور حضرت شیخ شہاب الدین
سہروردی یہ وجہ لکھتے ہین کہ صحابہ کے قلوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت زیارت اور آپ کے
مشاہدہ و نزول وحی سے روشن تھے اور نفوس مزکی تو اُن کو کرامت کی ضرورت ہی نہ تھی اور
خوارق عادت سے کبھی یہ مقصود ہوتا ہے کہ مکاشفت کا ضعف یقین سے رفع ہو جائے اور چند دن پر ست
بابعد نور یقین نازل ہوا اُن سے بڑھکر وہ لوگ ہین جنکے دلون سے حجاب اُٹھ گئے ہین اور

اُن کے باطن روح یقین اور معرفت سے مرفہ ہو گئے ہیں اُن کو خلاف عادت دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں باقی رہی بانعی سمجھتے ہیں کہ کرامت نور اور زینت ہے اور نور کا حسن وبہا ظلمت ہی میں ظاہر ہوتا ہے اور زینت کمال حسن عیب کے مقدر پر ظاہر ہوتی ہے اور ظلمت وعیب دونوں بعد حضرات صحابہ کے پائے گئے جیسے آفتاب جس وقت غروب ہو جاتا ہے تو اُس وقت نہ ظلمت ہو جاتی ہے نہ ستارے نکلتے ہیں البتہ جب اُسکی روشنی بالکل جاتی رہتی ہے تب ظلمت بھی ہوتی ہے اور ستارے بھی نکلتے ہیں اور اولیا کی کرامتیں معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تتمہ ہیں کیونکہ وہ کرامات ولی کی سچائی کے ظاہر ہوتے ہیں اور وہی مستلزم اُس کے کمال دینی کے بھی ہوتے ہیں اور کمال دینی مستلزم ہوتا ہے حقیقت کو اور حقیقت مستلزم ہوتی ہے نبی کے سچے ہونے کی اس ولی کے ساتھ اس امر رسالت کی کہ جسکی اُس نبی نے اُس ولی کو خبر دی ہوتی ہے تو اس اعتبار سے کرامت منجملہ معجزہ کے ہوگی اور معجزات چونکہ کثرت سے ہیں لہذا اُن کا علم ضروری بلکہ بدیہی ہو گیا ہے اور ان کی انکار جو ایک جماعت نے کی ہے تو وہ قابل تعجب نہیں کیونکہ بہت لوگوں نے تو قرآن ہی کا جو اعظم معجزات ہے انکار کر دیا ہے اور منکرین کی عناد کی نوبت یہاں تک پہونچی کہ اللہ تعالے ان کے حق میں فرماتا ہے ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ بایدیہم لقال الذین کفروا ان ہذا الا سحر مبین یعنی اگر اُتارتے ہم تجھپر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب تو وہ اُسے ہاتھوں سے چھو کر کہتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے یعنی کافرین جنکی قسمت میں ہدایت نہیں ہے اُن کا شبہہ کبھی نہیں مٹ سکتا اب معتزلہ جو کرامتوں کے منکر ہیں تو وہ بھی قابل تعجب نہیں کیونکہ اُنھوں نے تو وہ کیا ہے جو اس سے بھی زیادہ بُرا ہے یعنی نصوص متواترۃ المعنی کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں منکر ہوئے جیسے سوال نکیرین اور عذاب قبر اور حوض اور میزان وغیرہ اسکے سوا اور بھی بہت واہیات باتیں اُن کی ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے عقول فاسدہ کے مقلد ہیں اور اُسی کے حکم پر چلتے اور وہی نیابت اللہ تعالی کے آیات و اسماء و صفات و افعال میں لگاتے ہیں جو اپنے عقول بیہودہ کے موافق پاتے ہیں اُسے مانتے ہیں اور جو مخالف پاتے اُسے رد کرتے ہیں اور قرآن وسنت صحیح کی تکذیب کی کچھ پروا نہیں کرتے کیونکہ کلمہ غضب تو ان پر صادق ہی ہو چکا تو اُن کی واہیات باتوں سے تعجب ہی کیا ہے تعجب تو ان لوگوں سے ہے جو اپنے آپکو اہلسنت کہتے ہیں اور پھر انکار میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور جب کوئی کرامت خاص کسی ولی کی بیان کرتا ہے یا خود کوئی کرامات دیکھتے ہیں تو انکار کر جاتے ہیں کیونکہ شیطان اُن کے ذہن میں ڈالدیتا ہے کہ دنیا [illegible]

اب کہاں اور جو ہیں بھی وہ دھوکے باز و مغرور ہیں تو یہ بھی معاندین سے ہیں چنانچہ علامہ ابن جوزی
بھی اسی خیال میں پڑ گئے ہیں اب اگر ان کی نیت نیک ہو یعنی بدعت کو اپنے زمانہ والوں سے
معدوم کر دینا تو یہ دوسری بات ہے اُنھوں نے ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام تلبیس ابلیس ہے
اُس میں شیوخ صوفیہ اور اُن کے طریقہ پر بحث کی ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ شیطان نے اُن کو دھوکا
دیا ہے یافعی لکھتے ہیں کہ ابن جوزی کو خود سمجھنا چاہیئے تھا کہ یہ شیطان نے خود اُن کو دھوکا دیا ہے
کہ جو اُنھوں نے حضرات صوفیہ کی نسبت ایسا لکھا اور اعتقاد کیا اور پھر بھی نہ سمجھا کہ یہ کیا ہے اور
سخت تعجب اُن سے یہ ہے کہ اُنھوں نے اُن سادات کی جو اوتاد اور ابدال اور عرفا اور صدیقین
ہیں انکار کی ہے جنکی کرامات اور انوار و معارف سے عالم بھر گیا اور اُنھوں نے اپنی ابتدائی حالت
میں ماسوا اللہ سے اعراض کیا ہے اور انتہا میں اُن پر اللہ کا بہت فضل و احسان ہوا کہ اللہ کے سوا
اور کوئی جانتا ہی نہیں ہے اور ابن جوزی کا مقصود اپنے کلام کو ان حضرات کی حکایتوں سے بڑھانا ہے
اور اپنی بضاعت کو اُن کی خوبیوں سے اور سنتوں کے بیان سے قیمتی کرنا اُن کو چاہیے تھا کہ اپنی
کتابوں کو عموماً بالکل اُن کے ذکر سے خالی کر دیتے اور اپنے آپ کو اُن لوگوں میں نہ کرتے جن کے
حق میں اللہ فرماتا ہے کہ [illegible]
وہ نہیں جانتا تھا کہ علماء اعلام و ائمہ مجتہدین قدماء و متاخرین صوفیہ کے معتقد رہے اور ان سے
برکت اور مدد مانگتے رہے تقی ابن دقیق العید ابن نغیر کے حق میں جنکے وہ زیادہ معتقد تھے
کہتے تھے کہ وہ میرے نزدیک سو یا ہزار فقیہ سے بڑھکر ہیں اسیطرح امام نووی شیخ یسین مزین کے
معتقد تھے اور اُن کے کہنے کو مانتے تھے ایک مرتبہ اُنھوں نے چند دن قبل اُن کے انتقال کے
اُن سے کہا کہ تم سفر کو جاؤ اور جو کتابیں تمھارے پاس مستعار ہیں وہ جنکی جنکی ہیں اُنھیں واپس
دیدو اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور دمشق سے اپنے شہر نوی میں آئے اور وہیں اپنے گھر پر انتقال
کیا اسیطرح شیخ عز بن عبد السلام صوفیہ کی تعظیم میں مبالغہ کرتے تھے اور حیوۃ خضر کے بارہ
میں اُنھوں نے ابن جوزی پر رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن جوزی خود اپنے مخالف ہیں کیونکہ اُنھوں نے
باسناد متصل چند روایتیں نقل کی ہیں جن سے حضرت خضر علیہ السلام کے زندہ ہونے کا ثبوت
معلوم ہوتا ہے اُن میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپنے اُن کو کعبہ
شریفہ کے پردوں کو پکڑے ہوئے دیکھا دوسرے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

مسلک حلال جانتے ہیں وہ اسکو ایک سال بادہ حرام جانتے ہیں ایک سال ۱۲ منہ

مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ خضر و الیاس علیہما السلام ہر سال
زمانۂ حج میں جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں قیس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کی روایت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرات اسرافیل و جبرئیل و میکائیل علیہم السلام کے ساتھ
عرفات میں جمع ہوتے ہیں **حکایت** ایک شخص ایک فقیر کا منکر تھا کہ یہ نامحرم عورتوں کے
پاس بیٹھتے ہیں یکایک وہ مرد سے عورت ہو گیا یہ دیکھ کر وہ سخت حیران ہوا ایک بزرگ اس کے
پاس آئے اور فرمانے لگے کہ بھائی فقرا جب عورتوں کے پاس بیٹھتے ہیں تو ایسے ہی ہو جاتے ہیں
جیسے تم ہو گئے ہو اس نے اسیوقت توبہ کی اور ان بزرگ نے دعا کی تو وہ جیسا تھا ویسا ہو گیا
حکایت بعضے فقرا کے پاس بادشاہی نوکر خراج لینے آئے انھوں نے دیکھا کہ دو اژدہے
وہاں سے نکل کر ان پر دوڑے جتنا وہ بھاگتے جاتے تھے اتنا وہ دوڑتے تھے مجبور ہو کر
بے نیل مرام واپس گئے اور کبھی ان کو نوبت روپیہ پانے کی نہیں آئی یہاں تک کہ ان بزرگ
اوراں کی اولاد کا انتقال ہو گیا پھر جب ان کے پوتوں سے خراج مانگنے آئے تب بھی وہ اژدہے
دوڑے چنانچہ وہ جگہ بھی دیکھی گئی جہاں سے دو اژدہے نکلتے تھے انھیں بزرگ کی کسی اولاد کی گائے
چوری گئی چوروں نے جب اسکو ذبح کرنا چاہا تو وہ اژدہے ان کے پیروں کی طرف دوڑے
چنانچہ جب وہ دوڑتے تو وہ ان کے پیروں کی طرف دوڑتے یہاں تک کہ ان کو مجبور ہی ہونا ہوا
اسکے کہ گائے کو پھیر جائیں حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے جن لوگوں کو اپنے زمانہ والوں
میں سے اولیا کی کرامتوں کا منکر پایا ان کے بارہ میں فرمایا کہ واللہ یہ وہی ہیں جنھوں نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی شیخ ابن جوزی تیمی سے
لوگوں نے پوچھا کہ ولی باکرامت افضل ہے یا بے کرامت انھوں نے جواب دیا کہ جب کرامت خلقاً
اپنے غیر سے مختص نہیں ہے بلکہ کبھی کرامت ضعف یقین و ہمت پر مشعر ہوتی ہے تب عنایت الٰہی
دستگیری کرتی ہے تاکہ یہ دونوں امر یا ایک اس ولی سے دور ہو جائیں اور کرامت تو کبھی کسی غیب دار
زاہد سے بھی واقع ہو جاتی ہے اور عارف سے نہیں واقع ہوتی حالانکہ معرفت کو کے نزدیک نسبت
افضل ہے اور سب کے نزدیک معرفت زہد سے افضل ہے کیونکہ زہد اول مقامات سے ہے اور
معرفت پہلا حال ہے جو [illegible] پیدا کرنے سے پیدا ہوتا ہے اس کا مؤید حضرت [illegible] قول
ہے کہ عارف طیار ہے اور زاہد سیار ہے اور لوگوں کا قول ہے کہ سیار طیار کی برابری نہیں کر سکتا
حضرت ذوالنون مصری فرماتے تھے کہ زاہدین لوگ آخرت میں [illegible] عارفین [illegible]

ہوا گر کرامت کی فضیلت مین کچھ دخل نہین ہے افضلیت کا منشا قوت یقین اور کمال معرفت ہے
تو جس کا یقین قوی ہوگا اور معرفت اکمل وہ افضل ہوگا اسی جگہ سے حضرت جنید کا قول ہے کہ مرد یقین
کی وجہ سے پانی پر چلتا ہے اور وہ لوگ پیاس سے مر گئے جو اُن سے یقین مین افضل تھے اور یقین
کہتے ہین قلب کا اُٹھ جانا غیب مین حضرت سہل تستری فرماتے تھے کہ جو دل بے یقین سو گھڑی کا ہو
اُسپر غیر حق سے سکون لینا حرام ہے اور یہ اعتراض نہین ہوسکتا کہ محب اور عارف مین تفضیل ہے
حالانکہ عارف کے لیے محب ہونا ضروری ہے کیونکہ اُس سے مراد تفضیل غلبہ محبت اور غلبہ معرفت
مین ہے اس لیے کہ بعضون پر سکر محبت اور شدت ہیجان اور ورود با لمحبوب غالب ہوتی ہے اور
بعضون پر مشاہدہ اور ظہور اسرار و معارف اور اکثر تجلیات مع اعتدال حال کے محبت مین اور ایسا
شخص معارف مین اعلیٰ ہوتا ہے اگرچہ پہلا والا در سکر مین اشد ہوتا ہے اسی سبب سے محققین
کا قول ہے کہ محبت لذت مین استہلاک کو کہتے ہین اور معرفت کہتے ہین حیرت مین شہود ہونے
اور محبت مین فنا ہونے کو اور یقین انتہائی مرتبہ معرفت کو کہتے ہین جسکے تین مرتبہ ہین ایک علم الیقین
جو نظر و استدلال سے پیدا ہوتا ہے دوسرا عین الیقین جو بطریق کشف و بخشش کے ہوتا ہے تیسرا
حق الیقین جس سے مراد غیب کو عیان دیکھنا ہے تو علم الیقین اولیا کو ہوتا ہے اور عین الیقین خواص
اولیاء کو اور حق الیقین انبیاء کو اور اسکی حقیقت مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے
اور میرا مقصود بقول حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی کے حضرات اولیاء کی کرامتون کے
بیان مین اس سب مبالغہ اور تطویل سے یہ ہے کہ جس سلیم القلب شخص نے اس گروہ حقہ کے احوال کا
مشاہدہ یا اقوال کا مطالعہ نہین کیا ہے وہ جاہلون اور گمراہون کے سست باتون اور غلط قصون پر
کہ جو اس زمانہ مین ظاہر ہوے ہین اور اولیا کی کرامات کی نفی بلکہ حضرات انبیا علیہم السلام کے
معجزون کی انکار مین ہین فریفتہ ہو اور اپنے دین کو برباد نہ کرے اور اس سب کا باعث یہ ہے کہ
یہ لوگ اپنے آپ کو اعلیٰ مراتب ولایت مین سمجھتے ہین حالانکہ ان امور اور حالات سے ان کو کچھ خبر
ہی نہین اور نہ کوئی اثر تو اُن کی نفی اس غرض سے کرتے ہین کہ عوام کے سامنے خود رسوا نہون اگرچہ
ایسے خارق عادات ان پر ظاہر ہون مگر چونکہ اُن کا ظاہر موافق احکام شریعت کے نہین ہے اور نہ
باطن مطابق طریقت کے لہٰذا یہ سب اُن کے نزدیک از قبیل مکر و استدراج ہوگا نہ ولایت و کرامت سے
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب اعلام الہدیٰ وعقیدۃ ارباب التقیٰ مین لکھتے ہین
کہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ کرامات اولیاء امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کرامات اور اجابات ہین

اور اطلاع رسول کے وقت مین رہا کہ اُنکے اتباع سے کرامات اور خوارق عادات ظاہر ہونے ہے اور
اولیا کی کرامات انبیا علیہم السلام کے معجزات کے تتمہ ہین اور جس شخص سے خارق عادت ظاہر
ہون اور وہ ملتزم احکام شریعت نہو وہ زندیق ہے اور جو اُس سے ظاہر ہو وہ مکر و استدراج ہو

ذکر کرامات حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہین کہ حضرت کی کرامتین اسقدر کثرت سے ہین جن
مین حصر و شمار کی گنجایش نہین حضرت کے بعض معاصر مشائخ کا قول ہے کہ آپ کی کرامتین مثل
موتیون کی لڑیون کے تھین کہ ایک دوسرے مین لپٹی ظاہر ہوتی تھین اگر کوئی ہم مین سے
جاہتا کہ ایک مجلس مین آپ کی چند کرامتین شمار کرے تو کر سکتا تھا علامہ عبد اللہ یافعی کا
قول ہے کہ آپ کی کرامتین بلا شبہ اور بالاتفاق ثابت ہین اور اس طرح کی کرامتین اور کسی
بزرگ کی سنی نہین گئین شیخ علی بن ہیتی فرماتے تھے کہ مین نے کسی کو اپنے زمانہ مین زیادہ
با کرامات حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سے نہین پایا جو جس وقت ان کی کرامت دیکھنا چاہتا
وہ دیکھ لیتا تھا اور کرامتین کبھی اُن سے ظاہر ہوتی تھین اور کبھی اُن مین ظاہر ہوتی تھین باختیار
بھی بلا اختیار بھی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا قول ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر
سلطان الطریق اور متصرف فی الوجود بالتحقیق تھے اور شیخ ابو سعید احمد بن ابی بکر حریمی اور شیخ
ابی عمرو عثمان صریفینی سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ آپ وسیع التصرف والکرامۃ تھے اور
آپ کی کرامتین موتی کی لڑیون کی طرح تھین اور پے در پے ہوتی تھین اور چونکہ عمر شریف نوے
برس کی ہوئی لہذا کرامتین بھی مسلسل اور اسقدر ہوئین کہ جن کا شمار نا ممکن ہے اور آپکے مناقب
والفضائل علمیہ و عملیہ اور اخلاق و افعال و احوال و طاعات و عبادات و ریاضات و مجاہدات کی تفصیل
باسناد صحیحہ مشائخ وقت سے ثابت ہین یافعی تاریخ مرآۃ الجنان مین لکھتے ہین کہ آپکی کرامتین حد
سے خارج ہین مین نے اُن مین سے تھوڑی اپنی کتاب نشر المحاسن و عالیہ فی فضل مشائخ صاحب
المقامات العالیہ مین لکھی ہین اور مجھ سے جتنے مشائخ سے ملاقات ہوئی اُن سب نے یہی بیان کیا
حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی کرامات متواتر یا قریب تواتر کے ہین اور یہ بھی بالاتفاق معلوم
ہے کہ اتنا کرامتون کا ظہور کسی اور بزرگ سے نہین ہوا سلطان العلما شیخ عز الدین عبد العزیز بن
عبد السلام سلمی شافعی کا قول ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر کی کرامات بتواتر ثابت ہیں اور کسی کی

کرامات بالتواتر ثابت نہین ہوے جیسے کہ آپ کے علم اور عمل اور تبحری کے ساتھ اور وہ سب مشہور و
معروف ہین اور ابن العماد حنبلی نے بھی شذرات الذہب مین لکھا ہے کہ حضرت کی کرامتین جو تواتر
منقول ہین مثل خوارق اور اولیا کے کہ آنکی کرامتین، حالانکہ منقول ہین قاضی مجیر الدین علیمی اپنی تاریخ
مین لکھتے ہین کہ شیخ عزالدین اپنی وقت مین رتبۂ اجتہاد کو پہونچ گئے تھے یہان تک کہ اُنکا حال
مکاشفات مین ظاہر ہوا اور اُنکو لقب سلطان العلما کا دیا گیا اور وہ نوادر اور اشعار مین بہت
عالی درجہ کے تھے اور سماع مین برابر جاتے تھے اور رقص بھی کرتے تھے اُنکی وفات ماہ جمادی الآخر
سنہ چھ سو چھیاسٹھہ مین ہوئی **فائدہ** علامہ ابن حجر مکی ہیتمی سے کسی نے پوچھا کہ تواجد کے
وقت جو صوفیہ رقص کرنے مین اُسکی کوئی اصل بھی ہے یا نہین اُنھون نے جواب دیا کہ اُسکی
اصل حدیث سے ہے چنانچہ مروی ہے کہ ایکبار حضرت جعفر ابن ابی طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے حضور مین حاضر تھے آپ نے اُن سے فرمایا اشبھت خلقی وخلقی یعنی تم میری صورت
و سیرت مین مشابہ ہو تو اُنھون نے رقص کیا اور یہ رقص اُنکا اُس خطاب کی لذت سے تھا آنحضرت
نے اُنکو اس بارہ مین کوئی ممانعت نہین فرمائی اور قیام اور رقص مجالس ذکر و سماع مین ایک جماعت
کبار ائمہ سے صحت کے ساتھہ منقول ہے منجملہ اُنکے شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام تھے اب
مین بعض کرامتین حضرت کی لکھتا ہون **کرامت** ایک جماعت مشائخ بیان کرتے تھے کہ ہم
سب حضرت کی خدمت مین حاضر تھے آپنے فرمایا کہ تم مین سے جسکا جو جی چاہے مانگے مین اُسکو دونگا
شیخ ابوالسعود احمد بن حریمی نے عرض کیا کہ مین ترک اختیار چاہتا ہون اور شیخ محمد بن قائد نے
عرض کیا کہ مین قوت مجاہدہ چاہتا ہون اور شیخ ابوالقاسم عمر بزاز نے عرض کیا کہ مین خوف خدا چاہتا
ہون اور شیخ ابو محمد حسن فارسی نے عرض کیا کہ جو میرا حال خدا کے ساتھہ تھا اب گم ہوگیا ہے وہ پھر
آجاوے بلکہ اُس سے زیادہ ہوجاوے اور شیخ جمیل نے عرض کیا کہ مین حفظ اوقات چاہتا ہون اور
ابوحفص عمر غزال نے عرض کیا مین علم کی زیادتی چاہتا ہون اور شیخ خلیل صرصری نے عرض کیا کہ مین
چاہتا ہون کہ جب تک قطبیت نہ پالون تب تک نہ مرون اور شیخ ابوالبرکات ہاشمی نے عرض
کیا کہ مین خدا کی محبت مین بیخود رہنا چاہتا ہون اور شیخ ابوالفتوح مشہور بابن الخضری نہر
بغدادی نے عرض کیا کہ مین قرآن و حدیث کا یاد ہونا چاہتا ہون اور شیخ ابوالخیر نے عرض کیا کہ مین
معرفت چاہتا ہون جس سے موارد باطنیہ وغیرہ مین فرق کر سکون اور ابو عبداللہ بن ہبیرہ نے عرض کیا کہ
مین نیابت اور وزارت چاہتا ہون اور ابوالفتوح عبداللہ بن ہبة اللہ نے عرض کیا کہ مین ڈیوڑھی بانی

چاہتا ہوں اور ابو القاسم بن صاحب نے عرض کیا کہ میں عزیز کا ڈیوڑھی بان ہونا چاہتا ہوں تب حضرت نے
یہ آیت پڑھی کلا نمد ہؤلاء وہؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا یعنی ہم
ہر ایک کو مدد دیتے ہیں اور انکو بخشش پروردگار کی طرف سے ہوتی ہے اور اسکی بخشش بند نہیں ہوتی
راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم جس جس نے جو کچھ مانگا تھا وہی پایا اور میں نے ان میں سے ہر ایک
کو اس حال میں دیکھا جو وہ چاہتا تھا سوائے شیخ خلیل صرصری کے کہ انکو اب تک قطبیت نہیں ملی
مگر اس روایت کے سوا دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ خلیل اپنے مرنے کے سات دن
پہلے قطب ہو گئے تھے اور شیخ ابو السعود بہت عالی رتبہ ہوئے یعنی ترک اختیار میں انتہائی مرتبہ کو پہنچے
اور میں نے انکو کہتے سنا کہ کوئی خطرہ مجھے میرے سجادہ کے باہر نہیں آتا اور شیخ ابن قائد کو بھی قوت
مجاہدہ اتنی ہوئی کہ انکے زمانہ میں کسی کو نہ تھی وہ اپنے آخر حال میں جو ۱۱ برس زمین کے اندر بیٹھے تھے
بعد چودہ برس کے وہ کہتے تھے کہ میں نے بھوک کو بھوکا رکھا اور پیاس کو پیاسا اور نیند کو سلایا اور
بیداری کو بیدار کیا اور بلا سے مجھے خوف نہیں معلوم ہوا اور اشتری مجھ پر غالب رہا اور شیخ عمر بزاز
بھی خوف کے درجہ پر پہنچے یہانتک کہ ایکبار بوجہ شدت خوف کے انکا مغز حلق سے ٹپک پڑا اور
شیخ حسن فارسی پر آپ نے ایک نگاہ ڈالی وہ مضطرب ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے دوسرے روز میں نے
ان سے ملاقات کی اور حال پوچھا تو انھوں نے کہا کہ حضرت شیخ عبد القادر نے میرا حال مجھکو کچھ
زیادتی کے ساتھ واپس دیدیا اور شیخ جمیل نے خفقان و مراعات انفاس سے ایسا پایا کہ ان کا
مثل کوئی نہیں ہوا یہانتک کہ ایک وقت ایسا ہوتا تھا کہ وہ اپنی تسبیح دیوار کی کیل میں لٹکا کر آپ
چلے جاتے تھے اور تسبیح کے دانہ خود بخود پھرا کرتے تھے اور میں نے یہ حال انکا بارہا دیکھا اور شیخ
عمر غزال کا یہ حال ہوا کہ انکو بہت سے علوم یاد ہو گئے اور انھوں نے ایک بار اپنے کتب خانہ
سے ہزار کتابیں بیچ ڈالیں لوگوں نے ان کو ملامت کی کہ کیوں بیچیں تو اسکے جواب میں انھوں نے
کہا کہ یہ سب مجھے یاد ہیں اور شیخ ابو البرکات حمامی پر آپ نے ایک نگاہ ڈالی وہ بیہوش ہو کر
گر پڑے جب اٹھائے گئے تو ان کو کچھ شعور نہ تھا چند دنوں وہ بغداد میں نظر نہیں پڑے
پھر ان کو کوفہ کے خرابہ میں میں نے دیکھا کہ متحیر کھڑے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں میں نے
ان سے باتیں کرنا چاہیں مگر وہ بولے نہیں میں واپس آیا پھر چند روز کے بعد بصرہ گیا وہاں بھی
ان کو ایک ٹیلہ پر حیران آسمان کی طرف دیکھتے پایا میں نے ان سے باتیں کرنا چاہیں مگر وہ نہیں
بولے تب میں انکے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا خداوندا میں تجھ سے بحرمت شیخ عبد القادر

کے سوال کرتا ہون کہ تو ان کی عقل پھیر دے تاکہ یہ مجھ سے کچھ باتین ذکر ین استنے مین وہ اُٹھکر دے
وڑے اور مجھ آکر سلام کیا مین نے حال پوچھا کہنے لگے کہ شیخ عبد القادر نے جو نگاہ ڈالی تھی اُس
سے میرا کچھ ایسا حال ہوگیا اور خدا کی محبت اتنی ہوگئی ہے کہ اب مین اپنی خودی وہمت سے
بالکل غائب ہوگیا ہون اور میرا یہی حال ہے جو تم دیکھتے ہو یہ کہکر واپس چلے گئے اور اسی
سابق حال مین ہوگئے مین روتا ہوا واپس آیا معلوم ہوا کہ پھر اُسی حالت مین اُن کا انتقال
ہوگیا اور شیخ ابو الفتوح نے چھ مہینہ مین قرآن شریف یاد کر لیا اور جو کچھ اُن کو دشواریان
تھین وہ سب آسان ہوگئین اور قرآن شریف ساتون قرات سے اُنھون نے یاد کیا اور بہت
سی حدیث کی کتابین بھی ایسا کہ پڑھنے اور پڑھانے لگے شیخ ابو الخیر بشر جو اس کے
راوی ہین کہتے تھے کہ ایک بار حضرت نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا مجھکو اسی وقت اپنے
سینہ مین ایک نور معلوم ہوا جس سے مین اب تک حق و باطل اور ہدایت اور ضلالت
مین فرق کر لیتا ہون حالانکہ اس سے پہلے بہت سے شبہات رہا کرتے تھے. اور عبد اللہ بن بیز
کو وزارت ملی اور ابو الفتوح خلیفہ کے گھر کے متولی ہوگئے اور ابو القاسم خلیفہ کے ایک مدت تک
حاجب رہے **کرامت** شیخ ابو محمد عبد الملک ذیال کہتے تھے کہ مین حضرت کے مدرسہ مین حاضر
تھا آپ محلسرا سے برآمد ہوئے تو آپ کے ہاتھ مین ایک چھوٹا نیزہ تھا میرے دل مین آیا کہ اگر
آپ اس کی کوئی کرامت دکھاتے تو اچھا ہوتا آپ نے میری طرف دیکھکر اور مسکرا کر اُس
نیزہ کو زمین مین گاڑ دیا مین نے دیکھا کہ اُس نیزہ سے ایک نور چمکا اور آسمان کی طرف گیا
جس سے مابین آسمان و زمین ایک روشنی ہوگئی تھوڑی دیر تک یہی کیفیت رہی پھر آپ نے
اُسکو اُکھاڑ لیا اور فرمایا اے ذیال یہی تونے چاہا تھا **کرامت** شیخ ابو المظفر منصور بن مبارک واعظ
بیان کرتے تھے کہ مین ایک بار زمانہ شباب مین حضرت کی خدمت مین حاضر ہوا میرے ہاتھ مین
ایک کتاب فلسفہ اور علوم روحانیات کی تھی آپ نے قبل اسکے کہ وہ کتاب ملاحظہ کرین فرمایا کہ
اے منصور یہ کتاب تمھاری بُری رفیق ہے جاؤ اور اسکو دھوڈالو مین نے اُٹھکر چاہا کہ کتاب کو
گھر رکھ آؤن اور پھر کبھی آپ کی خدمت مین لیکر نہ حاضر ہون کیونکہ اسکے دھونے کو میرا دل نہین
چاہتا تھا اُسکے اکثر مقام و مسائل میرے ذہن نشین بھی تھے مین نے اُٹھنا چاہا آپ نے میری
طرف تعجب سے دیکھی میرا یہ حال ہوگیا کہ جیسے کوئی زنجیر مین کسا بیٹھا ہو تو کسے کہ نہ اُٹھ سکتا ہو نہ
چل سکتا آپ نے فرمایا کہ ذرا اپنی کتاب تو دو مین نے جو وہ کتاب کھول کر دیکھی تو بالکل سادی تھی

مین نے آپ کو دیدی آپ نے اُس کے اوراق ملاحظہ کر کے فرمایا کہ یہ کتاب فضائل القرآن محمد بن
ضریس کی ہے پھر مجھے واپس دیدی دیکھتا ہون تو وہ واقعی کتاب فضائل القرآن تھی خوشخط لکھی
ہوئی اُسوقت سے جو کچھ اُس کتاب کے مسائل فلسفہ اور احکام روحانیت کے مجھے یاد تھے وہ سب
بیٹ بھول گئے گویا مین نے کبھی دیکھی ہی نہ تھی **کرامت** مشائخ جیلان سے ایک جماعت
حضرت کیخدمت مین حاضر تھی دیکھا کہ آپ کا لوٹہ قبلہ کی جہت کے خلاف رکھا ہوا ہے خادم بھی وہین
موجود تھا آپ نے خادم کی طرف دیکھا تو وہ مردہ ہو کر گر پڑا اور لوٹہ خود بخود قبلہ کی طرف متوجہ ہوگیا
کرامت ایک روز مدرسہ مین آپکی خدمت مین چند بزرگ آئے آپ نے خادم سے فرمایا کہ آج
دسترخوان بڑھا دینا چاہیئے تب خادم نے دسترخوان بچھایا اور کھانا لاکر رکھا اور سب نے کھانا شروع
کیا تو آپ نے خادم سے فرمایا کہ بیٹھو اور ہمارے ساتھ کھا خادم نے عرض کیا کہ مین روزہ سے ہون
آپنے فرمایا کھا تجھکو روزہ کا ثواب ملے گا اُسنے عرض کیا کہ مین روزہ سے ہون آپ نے فرمایا کھا تجھکو
ایک سال کے روزون کا ثواب ملے گا پھر اُس نے عرض کیا کہ مین روزہ سے ہون آپنے فرمایا کہ
تجھکو صوم دہر کا ثواب ملیگا اُس نے پھر عرض کیا کہ مین روزہ سے ہون آپنے غصہ سے اُسکی طرف
دیکھا وہ زمین پر گر پڑا اور اُسکا بدن سوج گیا اور خون اور پیپ نکلنے لگا حاضرین نے اُسکی سفارش
کی اور آپ کے غصہ کو فرو کیا آپ خوش ہو گئے اور خادم ویسا ہی اچھا بھلا ہوگیا یہ معلوم ہوتا تھا
گویا اُسکو کوئی مرض ہی نہوا تھا **کرامت** بعضے مشائخ بیان کرتے تھے کہ ایک بار آپکی مجلس مین
ایک چیل اُڑتی ہوئی گذری اُس روز آندھی چل رہی تھی اُس نے چلانا شروع کیا اُسکی آواز سے
حاضرین پریشان ہوئے آپنے فرمایا کہ اے ہوا اس چیل کا سر لے اُسی اثنا مین جسم اُس کا ایکطرف
جا گرا اور سر ایک طرف آپنے کرسی سے اُتر کر اُسکو اپنے دست مبارک مین لیکر اُس پر ہاتھ پھیرا اور
فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم وہ چیل زندہ ہو کر اُڑ گئی **کرامت** ایک روز ایک عورت آپکے حضور مین بیٹے
کو لیکر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا حضرت اسکو آپ سے بہت محبت ہے اپنا حق جو اُس پر ہے معاف
کر کے آپکے سپرد کرتی ہون آپ خدا کے واسطے اسکو قبول کر لین آپنے قبول فرمایا اور اسکو بزرگون کا طریق
اختیار کرنے اور مجاہدہ کا حکم دیا چند دنون کے بعد ایک روز وہ پھر اپنے بیٹے کو دیکھنے آئی تو اُسکو بہت
لاغر پایا یعنی بھوکا رہتے رہتے اور جاگتے جاگتے زرد ہو گیا تھا اور جو کی روٹی کھا رہا تھا وہان سے
وہ حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئی دیکھا تو آپکے پاس ایک برتن مین بھنی مرغ کی ہڈیان رکھی ہوئی جو
آپ نوش کر چکے تھے اس عورت نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ تو مرغ نوش فرماتے ہین اور

میرے لڑکے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں آپ نے ہڈیوں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ اٹھ خدا کے حکم سے کہ
جو گلی ہوئی ہڈیوں کا زندہ کرنیوالا ہے زندہ ہو جا وہ مرغ فوراً زندہ ہو گیا آپ نے فرمایا کہ جب
تیرا لڑکا اتنا ہو جائیگا تو وہ بھی یہی کھائے گا کذا فی تاریخ الیافعی **فائدہ** شیخ عبد الحق محدث نے
بھی فتوح الغیب کے مقالہ ۶۵ کے ترجمہ میں یہ کرامت نقل کی ہے مگر اس میں اسطرح ہے کہ
آپ نے فرمایا کہ اے عورت تیرا لڑکا بیمار ہے اور بیمار کے لئے پرہیز ضروری ہے جب اچھا ہو جائے
تو پھر جو چاہے کھائے کچھ نقصان نہ کریگا پھر مرغ کی ہڈیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اللہ کے
حکم سے اٹھ وہ مرغ زندہ ہو گیا آپ نے فرمایا کہ تیرا لڑکا جب اس مقام پر پہونچے گا تب وہ بھی
یہی کھائیگا **تنبیہ** ارباب ذوق و مواجید لکھتے ہیں کہ جس طرح دل اور دیگر اعضا میں باہم ایک دوسرے
سے مدد ملتی ہے ویسے ہی اعضا کا عمل قلب کے تنبہ کرنے سے توبہ نصوح کی طرف میلان کرتا ہے
اور اسی سے قلب میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے اور وہ جس حال میں ہوتا ہے اسمیں ان سے
منتفع ہوتا ہے کیونکہ احوال اعمال کے نتائج ہیں اور جسقدر انسان جوارح سے عمل کرتا ہے اتنا ہی قالب چڑھتا
بڑھتا ہے اور اعمال احوال کا قرب اور زیادتی باہم ایک دوسرے کے عکس سے ہے احوال اعمال
کے اور اعمال احوال کے زیادتی کا سبب ہوتے ہیں ایسا ہی تعاون قلب اور نفس میں بھی ہوتا ہے
یعنی قلب معین نفس ہوتا ہے اور نفس معین قلب اس معاونت کو ارباب احوال کے سوا کوئی نہیں
جانتا کیونکہ یہ علوم ذوقیہ میں سوائے ارباب ذوق و وجدان کے کون جان سکتا ہے اور قلب
کی مدد نفس کو اسطرح پر ہوتی ہے کہ قلب کو ایک نسبت روح کی طرف ہوتی ہے اور ایک نفس
کی طرف اسی وجہ سے دل نفس کی مدد انوار و صفا اور اذکار سے کرتا ہے اور اسکو روح سے لیتا ہے
تب وہ نفس مطمئن اور مطیع ہو جاتا ہے اور جب نفس اس طرح کا ہو جاتا ہے تو قلب کا معین بھی
بوجہ ہمسایگی ہوتا ہے اور جو حظوظ نفس کو پہونچتے ہیں ان سے قلب کو بھی ایک وجدان ملتا
ہے اور جسقدر دل روح سے عطایا اور مواہب پاتا ہے اتنا ہی نفس پر افاضہ کرتا ہے جس سے
اسکی زکاوت اور روحانیت زیادہ ہوتی ہے اور جسقدر نفس حظوظ پاتا ہے اتنا ہی وہ قلب پر افاضہ
کرتا ہے مگر یہ حال بھی نہایت لطیف اور نازک ہوتا ہے اور اسمیں مدعیین صوفیہ کہ جو نفس کے افکار
اور اسکے مخفی مکائد سے جاہل ہیں بہت لغزشیں ہوتی ہیں کیونکہ وہ نفس کو لذات اور شہوات
میں پینگے بڑھنے ڈال دیتے ہیں اسوجہ سے خود بھی ہلاک ہوتے اور دوسروں کو ہلاک کرتے
ہیں اور ایسی تعاون کی ہمت اور استحقاق اسی کو ہوتی ہے جس کا نفس مطمئنہ ہو چکا ہو اور

قلب کا ماسور اور محکوم بھی اور یہ حال منتہین اور قائمین کا ہے مبتدیون کا نہین ہے جنکے نفوس اماره یا لوامه ہوتے ہین آتی یہ سب فضل اور عنایت حق پر موقوف ہے حضرت خواجہ روز بہان بقلی اپنی تفسیر عرائس کے سورۂ کہف کی تفسیر مین ولیتلطف کے معنی مین لکھتے ہین کہ کہا لطیف کہاؤ اور لاؤ کیونکہ بزرگون کا مقولہ ہے کہ عارفین کے سامنے لطیف کھانا بہجانا چاہیے تاکہ وہ سبب انکی فرط لطافت اور صفائی احوال کا ہو اور زاہدین اور عابدین کے سامنے طعام خشک لیجاے تاکہ انکے معاملات نفسانی مین خلل نہ پڑے ہر شخص کے ساتھ اُسکے وقت اور حال کے موافق معاملت کرنا چاہیے **کرامت** شیخ ابو الحسن علی قرشی کہتے تھے کہ سنہ پانسو پچاس مین مین اور شیخ علی بن ہیتی حضرت کے حضور مین حاضر تھے کہ ابو غالب فضل اللہ بن اسمعیل بغدادی ازجی تاجر نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا حضرت آپ کے جد کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی کی دعوت کرے تو اُسکو وہ قبول کرنا چاہیے لہذا مین آپ کی دعوت کرتا ہون آپ میرے گھر تشریف لے چلین آپنے فرمایا اگر مجھے اجازت ہوگئی تو آتا ہون بعد اسکے آپ دیر تک سر جھکاے رہے پھر فرمایا کہ چلو آتا ہون پھر آپ سوار ہوے شیخ علی نے داہنی رکاب پکڑی اور مین نے بائین اور جب اُس تاجر کے گھر پہونچے دیکھا تو وہان تمام مشائخ بغداد اور علما وغیرہ موجود ہین اور دسترخوان بچھا ہوا ہے جسپر انواع اقسام کے کھانے چنے ہوے ہین پھر ایک بڑا برتن آیا جو سر بمہر تھا اور دسترخوان کے آخری حصہ پر رکھدیا گیا تب ابو غالب نے کہا بسم اللہ شروع کیجیے آپ سر جھکاے رہے اور کچھ نوش نہین کیا اور ہمراہیون مین سے کسی کو اجازت دی سب لوگ دیکھتے ہی آپکی ہیبت کیوجہ سے چپ چاپ بیٹھے رہے تھوڑی دیر کے بعد آپنے مجھے اور شیخ علی بن ہیتی سے اشارہ کیا کہ وہ برتن اٹھا لاو چنانچہ وہ اٹھاکر آپکے سامنے رکھدیا کھولکر جو دیکھا تو اسمین ابی غالب کا ایک لڑکا نکلا جو اندھا اور لنجا اور مفلوج اور مبروص تھا آپنے اُس سے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے اٹھکر کھڑا ہو وہ بینا ہوگیا اور دوڑنے لگا معلوم ہوتا تھا کہ اسکو کوئی مرض ہی نہ تھا حاضرین نے خروش کیا آپ وہان سے بغیر کچھ نوش کیے واپس تشریف لے آے اور مین نے شیخ ابو سعید قیلوی سے جاکر یہ سب حال بیان کیا انھون نے کہا کہ واقعی حضرت اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے ہین بلکہ مردون کو بھی خدا کے حکم سے زندہ کر دیتے ہین پس اس امر سے تعجب نہ کرنا چاہیے کہ یہ تو انکی شان ہے **کرامت** بعض مشائخ بیان کرتے ہین کہ ایک مرتبہ وہ آپ کی مجلس مین حاضر تھے کہ دو شخص رافضی دو برتن سر بمہر لیے اور کہنے لگے کہ فرمایئے ان مین کیا ہے آپ نے کرسی سے اتر کر ایک برتن پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ اسمین ایک

لڑکا ہے اور اپنے صاحبزادے حضرت سید عبد الرزاق سے فرمایا کہ اسکو کھولو انھون نے کھولا تو اُسمین
ویسا ہی لڑکا تھا آپنے اسکا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اُٹھ خدا کے حکم سے وہ اُٹھ کھڑا ہوا پھر دوسرے
ٹوکرے پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ اسمین صحیح وسالم لڑکا ہے اور اسکو بھی کھلوایا اسمین ویسا ہی لڑکا نکلا اُسنے
اُٹھکر چلنا چاہا آپنے اسکی پیشانی کے بال پکڑ کر فرمایا کہ بیٹھ وہ بیٹھ گیا اور لنجہ ہو گیا اُن دونون نے
یہ کرامات دیکھکر اپنے رفض سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور اُسی دن آپ کی مجلس مین تین آدمی
مرگئے اُس مذہب والیکو حضرت اولیاء اللہ کیساتھ عموماً عقیدہ نہین ہوتا ہون وہ کی دوسری بات
ہے حضرت غوثیت مآب قدس اللہ سرہ العزیز پر ایک انکا افترا بہت مشہور ہے چنانچہ کتاب ظہور
قطبی مین کہ جو سید امید بخش حسنی حسینی چشتی گرلاوی کی تالیف ہے اور وہ مولوی نادر علی گرلاوی کے بیان
سے اُسمین لکھا ہے کہ بعض لوگ امام محمد تقی علیہ السلام کے قتل کے فتوی کی تہمت حضرت غوثیت
رضی اللہ عنہ پر کرتے ہین حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ آپ کا سنہ ولادت لفظ عاشق ہے اور سنہ وفات
لفظ معشوق اسکی آپ کسی امام کیوقت ہی مین نہ تھے البتہ ایک شخص بغداد مین حضرت امام علیہ السلام
کا معاصر مفتی تھا کہ جسکا نام عبد القادر بونی تھا افضل الفاضلین شیخ علی حزین سے کسی نے اسکے
متعلق سوال کیا انھون نے جواب دیا کہ واقعی آپ کسی امام کے معاصر نہ تھے بلکہ وہی عبد القادر
تھے جو مفتی تھے ہمنامی کیوجہ سے ان لوگون نے آپکو متہم کر دیا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اتقوا من مواضع التہم اور سنہ تالیف اس کتاب ظہور قطبی کا سنہ گیارہ سو پچہتر ہجری ہے

کرامت آپ ایک دن بیٹھے تھے کہ ایک مرد کو ہوا پر ایک عمدہ عمامہ باندھے ہوئے جاتے
دیکھا جب وہ آپ کے سر مبارک کے قریب پہنچا تو اتر پڑا اور آپ کو سلام کرکے پھر ہوا مین اڑ گیا جب
لوگون نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک شخص مردان غیب سے تھا **کرامت** شیخ ابو الحسن بن منتشر
بغدادی کہتے تھے کہ مین حضرت کی خدمت مین رہتا تھا اور جو کچھ کام ہوتا تھا وہ کیا کرتا اکثر رات کو
جاگتا رہتا کہ مبادا آپ کو کوئی ضرورت ہو اور آپ پکارین ایک رات کو آپ اُٹھے مین نے آپ کا
لوٹا دینا چاہا آپ نے نہین لیا ادھر مدرسہ جانیکا ارادہ کیا اُسکا دروازہ خود بخود کھل گیا مین بھی آپکے پیچھے چلا
اور کہا کہ میرا آنا آپ نہین جانتے چلتے چلتے آپ دروازہ بغداد تک پہونچے وہان کا دروازہ کھل گیا آپ
باہر گئے دروازہ بھی پھر دروازہ بند ہو گیا بعد تھوڑی دیر کے ایک جگہ پہنچے قریب آپ تشریف
لے گئے دیکھا تو وہ ایک شہر تھا جس کو مین نہین جانتا تھا آپ وہان ایک مکان پر گئے جو رباط
کی طرح بنا تھا وہان چھ آدمی ملے اُنھون نے آپ کو سلام کیا مین پانی پینے لگا اتنے مین اُس مکان

سے کسی گوشہ سے کسی بیمار کے رونے کی آواز میں نے سنی پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ آواز تو موقوف ہوگئی
مگر اُدھر سے ایک شخص اپنے سر پر ایک شخص کو لیے ہوئے آیا اُسی کے ساتھ دوسرا شخص ننگے سر آیا
جسکے سر اور مونچھوں کے بال بڑے بڑے تھے وہ آپکے سامنے بیٹھ گیا آپنے اسکو کلمہ پڑھایا
اور اُس کی مونچھیں کترین اور ٹوپی پہنا کر محمد نام رکھا پھر ان دونوں سے فرمایا کہ میرا حکم ہے کہ جو مر گیا ہے
یہ اُسکی جگہ پر کیا جاوے اُنھوں نے کہا بہتر ہے یہ کہکر آپ اُن دونوں کو وہیں چھوڑ کر باہر چلے آئے
میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا آیا اور معلوم ہوا کہ کچھ زیادہ دور نہیں چلا تھا یہانتک کہ بغداد
کے دروازہ پر پہونچ گیا اور پھر اسیطرح سب دروازے کھلتے گئے اور آپ اپنے گھر پہونچ گئے دوسرے
روز جب میں حسب عادت آپ سے پڑھنے بیٹھا تو بوجہ ہیبت کے میری زبان بند ہوگئی پڑھ نہیں
سکا آپنے فرمایا پڑھو ڈرو نہیں تب میں نے عرض کیا کہ جو کچھ میں نے رات کو دیکھا تھا یہ کیا بات تھی
آپنے فرمایا وہ شہر نہاوند تھا اور وہ چھ آدمی ابدال تھے اور جس کے رونے کی آواز سنی وہ انھیں
میں کا ساتواں شخص تھا جو بیمار تھا جب وہ مر گیا تب میں وہاں گیا اور جو ایک شخص کندھے پر لایا
تھا وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے اور جسکو میں نے کلمہ پڑھایا تھا وہ قسطنطنیہ کا رہنے والا ایک نصرانی
تھا مجھے حکم ہوا کہ وہ بدل متوفی کی جگہ پر کیا جاوے چنانچہ وہ میرے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس متوفی
کی جگہ پر ہو گیا بعد اُسکے آپنے مجھ سے عہد لیا کہ اس واقعہ کو میری زندگی بھر کسی سے نہ کہنا۔ کرامت
شیخ ابو الخیر بشر بن محفوظ بغدادی کہتے تھے کہ ایکبار میری لڑکی فاطمہ کوٹھے پر چڑھی اور دفعۃً غائب
ہوگئی بہت ڈھونڈا نہیں ملی میں نے حضرت سے جاکر عرض کیا آپنے فرمایا کہ آج کی رات کرخ
کے ویرانہ میں جاؤ اور پانچویں ٹیلہ پر بیٹھو اور زمین پر دائرہ کھینچ کر کہو بسم اللہ علی نیۃ عبدالقادر
جب اندھیری رات خوب ہو جاویگی تو جنوں کا گروہ مختلف صورتوں پر آویگا تم اُن سے ڈرنا
نہیں پھر صبح کو تمہارے پاس اُن کا بادشاہ آویگا اور پوچھیگا کہ تمہاری کیا حاجت ہے تب
کہنا کہ شیخ عبدالقادر نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے پھر اپنا حال بیان کرنا چنانچہ میں گیا اور
جو کچھ آپنے فرمایا تھا اُسکی تعمیل کی کہ جنوں کی جماعت خوفناک صورت میں آنا شروع ہوئی میں جس
دائرہ میں تھا وہاں کسی کی اتنی مجال نہ تھی کہ آسکے [illegible] یہانتک کہ شاہ جن گھوڑے پر
سوار آیا جس کے ساتھ ساتھ ایک ہجوم تھا وہ دائرہ کے مقابل آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے
شخص تیری کیا حاجت ہے میں نے کہا کہ مجھے شیخ عبدالقادر نے تمہارے پاس بھیجا ہے وہ آپکا
نام سنتے ہی گھوڑے سے اُتر پڑا اور زمین بوسی کرکے معہ اپنے ساتھیوں کے دائرہ سے [illegible]

باہر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ کہو کیا کہتے ہو میں نے اپنی لڑکی کا قصہ بیان کیا اُس نے اپنے ساتھیوں
سے پوچھا کہ یہ حرکت کس نے کی ہے کسی نے اقرار نہ کیا بعد اُسکے وہ لوگ ایک شیطان سرکش کو
لے آئے اور بیان کیا کہ اسی کی یہ حرکت معلوم ہوتی ہے بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تو کیوں اس کی
لڑکی کو لے گیا اُس نے کہا مجھے اُس سے محبت ہو گئی میں مجبوراً اُسے اٹھا لایا بادشاہ نے حکم دیا کہ
اسکی گردن مارو اور میری لڑکی کو مجھے دلوا دیا میں نے کہا کہ تم نے حضرت کے حکم کی بڑی قدر کی
اور ایسا کسی کا حکم تم نے کبھی نہ مانا ہو گا اُس نے کہا ہاں بیشک اُن کا ایسا ہی حکم ہے وہ اپنے گھر سے
اُن لوگوں کو جو یہاں ہیں دیکھتے ہیں حالانکہ یہ نہایت پستی میں ہیں اور اُن کی ہیبت سے وہ اپنے
گھروں میں بھاگ گئے ہیں اور دستور الٰہی ہے کہ وہ جب کسی کو قطب کرنا چاہتا ہے تو اسکو جن و انس
سب پر قدرت عنایت کرتا ہے کرامت اور مشائخ سے منقول ہے کہ ایک دن ایک شخص نے
اصفہان سے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری عورت کو صرع کے دورے
بہت ہوتے ہیں میں دوا دعا کرتے کرتے تنگ آگیا آپ نے فرمایا وہ صرع نہیں ہے بلکہ ایک شیطان
ہے سراندیپ کا رہنے والا جس کا نام خانس ہے اب جب تیری عورت کو دورہ ہو تو اُس کے کان
میں کہو کہ اے خانس شیخ عبدالقادر بغدادی تجھ سے کہتے ہیں کہ چلا جا ورنہ ہلاک ہو جائیگا اُس شخص نے
آکر ایسا عمل کیا راوی کہتے تھے کہ دس برس کے بعد اُس شخص سے ملاقات ہوئی تو میں نے
پوچھا کہ اب کیا حال ہے کہنے لگا کہ میں نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی وہ عورت اچھی ہو گئی اور
اب تک پھر کوئی دورہ نہیں ہوا **فائدہ** حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جن و
شیاطین کا تصرف آدمی کے جسم یعنی اُس کی روح ہوائی اور نسمہ میں جو حامل قوتوں کا ہے ہوتا ہے
جسکو عربی میں صرع الجن اور ہندی میں آسیب کہتے ہیں اور یہ اہل سنت بلکہ اکثر فرق اسلامی کا
مسلہ ہے چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں تحت آیۂ کریمہ یتخبطہ الشیطان من المس لکھا ہے کہ اکثر مسلمین اس
بات پر متفق ہیں کہ شیطان صرع اور قتل اور ڈرانے پر بتقدیر الٰہی قادر ہے اور اس مسئلہ میں
سوا فرقہ معتزلہ کے کوئی مخالف نہیں اور اس آیت کی تفسیر میں اُن کی توجیہات رکیکہ ہیں
جیسا کہ اُن کی تفسیروں میں موجود ہے اس سب کا نقل کرنا فضول ہے اور اناجیل اربع میں چند
چند قصہ آسیب و جن کے اور اُن کا نکلنا مصروع کے جسم سے برکت دم عیسوی علیہ السلام
مذکور ہے اور احادیث میں بھی ایک مقدار کثیر منقول ہے کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتی

مسلمان جو ہیں گمراہ ہو گئے ہیں بے شک ۱۲

اب یہ کہ انسان بھی بعد مرنے کے یہ کام کرتا ہے یا نہیں اس مسئلہ میں علماء اہل سنت مختلف
ہیں اکثر محققین نے تو اسکو جائز قرار دیا ہے اور بعضوں نے نہیں منکرین کی دلیل یہ ہے کہ
اگر وہ شخص صالح ہے تو اس طرح کی ایذا دہی اُس سے نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ خلاف صلاحیت ہے
اور اگر فاسق و کافر ہے تو اسکو موکلین عذاب کے ہاتھ سے کیسے خلاصی مل سکتی ہے جو وہ ایسے
کام کی فرصت پاسکے اسیوجہ سے مجوزین کے اس بارہ میں دو گروہ ہو گئے ہیں ایک جماعت کا
قول ہے کہ یہ امر از قبیل انقلاب نہیں بلکہ ایک قسم کا مسخ اُخروی ہے جسکی اصل آخرت میں اور
بعد موت کے اکثر احادیث سے ثابت ہے اور سیوطی نے جامع صغیر میں کئی کتابوں سے
تتمہ حدیث معراج سامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نقل کی ورایتہ رجلا احتوشتہ
الشیاطین الخ چنانچہ اس حدیث سے بھی کچھ پتہ چلتا ہے اور جب یہ امر از قبیل مسخ اخروی ہے
تو عذاب سے خلاصی فاسق کے لیے کیسے لازم آسکتی ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ یہ ایک قسم کا عذاب ہی ہے
جسمین وہ گرفتار ہے چنانچہ علماء ماتریدیہ کا یہی مسلک ہے اور طائفین جو متقدمین علماء ماوراء النہر
سے تھے شرح برزخ میں لکھتے ہیں کہ انسان کبھی عالم برزخ میں مسخ ہو کر جن ہو جاتا ہے اور
یہ تعذیب اور غضب خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جسپر وہ پاتا ہے جیسے امم سابقہ
اور قرون ماضیہ میں لوگ بندر اور سؤر ہو گئے تھے مگر فرق ہے کہ اس امت سے اِس
عالم شہادت میں آنحضرت صلعم کی برکت سے یہ عذاب اُٹھ گیا ہے مگر وہ علامات ساعات کبریٰ جو
احادیث صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں کہ قیامت کے قریب اس امت میں مسخ و خسف و قذف
ہوگا یا انسان مسخ ہو کر برزخ میں جن ہو جائیگا یہ غالباً کفار کے لیے ہوگا اُن مومنین کے لیے
جو ظالم اور موذی ہوتے ہیں مگر یہ امر اُسوقت ہوگا جب اُن کو حالت جنابت میں موت آئے گی
اسیطرح جو مرتا ہے تو یہ مراد نہیں ہے کہ جو ایسا ہو وہ ممسوخ ہے بلکہ جسکو صاحب اور
صلحاء اور اولیاء میں مسخ نہیں ہوتا اگرچہ وہ جنابت کی حالت میں مریں اور مسخ قیامت میں بھی
بہت ہوگا چنانچہ وارد ہے کہ اصحاب کہف کا کتا بشر بنایا جائیگا اور جنت میں بسیگا اور بعضے
دوزخ میں اور اسیطرح اُس شخص کی گردن کا گدھے کی گردن کی طرح ہونا جس نے بنا سر
نماز میں قبل امام کے سر رکھنے یا اُٹھانے کے رکھا یا اُٹھایا ہو یا رشوت لینے والوں اور جھوٹے حدیث
بنانے والوں کا مسخ اور دوسرے گروہ کہتے ہیں کہ یہ نہ انقلاب ہے نہ مسخ بلکہ یہ ایک قسم کی

سلہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ جسکو حوتون نے پریشان کیا تھا ۱۲

مشابہت حرکات اور افعال کی ہے جو صفات مختلفہ مین ہوتی ہے جیسے ہندی لوگ ٹیڑھی پگڑی باندھکر اور
زلفین لٹکا کے چند لفظین پشتو سیکھ کر اپنے آپ کو روہیلا کہتے ہین اور ان کی معاملات مین خشونت
اور بلا وجہ مار پیٹ کرتے ہین اور بحکم من تشبہ بقوم فہو منہم ان افراد انسانی کو جو جنون
کا کام کرتے ہین عرف مین جن کہتے ہین اور بھوت بھی بلا سکے کوئی تمیز اُن کے نام مین واقع ہو
یہی مسلک اکثر علماء عراق و عرب کا ہے وہو الاقوی والاصح نظرا الی الدلیل والیہ

کان یمیل سیدی الوالد قدس اللہ سرہ فی اثناء البحث فی ہذہ المسئلۃ کما وقع

مرارا عدیدۃ انتہی **تحقیق انیق** جاننا چاہیے کہ جوہر لفظ جن خفا اور پوشیدگی پر دلالت
کرتا ہے اسی وجہ سے جنان بالفتح کے معنی رات کی تاریکی کے ہین کہ وہ عالم کو ڈھانپ لیتی ہے
اور جنون کے معنی اس سودائی کے ہین جو عقل کو ڈھانپ لیتی ہے اور جنین کے معنی اُس بچہ کے ہین جو مان کے پیٹ مین
ہو اور ہر چھپی ہوئی چیز کو کہتے ہین اور مجن و مجنہ بالکسر اور جنان اور جنانہ بضم ڈھال کو کہتے ہین کہ جس سے لڑتے وقت منہ
اور ہاتھ ڈھانپ لیتے ہین اور جنہ بالضم اُس ہتیار کو کہتے ہین جو ڈھانپے اور بچائے اور وہ کپڑا جس سے عورت
اپنے منہ اور ہاتھ ڈھانپے جنت درخت اور باغ کو کہتے ہین کہ وہ زمین کو ڈھانپ لیتا ہے اور پری کو بھی اسی وجہ سے
کہتے ہین کہ وہ انسان کی آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے اور جنی اسی کی طرف منسوب ہے اور جنیہ
اسکا مونث ہے اور جنہ بالکسر بمعنی پریان جمع ہے قرآن مجید مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من الجنۃ
والناس اور دیوانگی کے معنی مین بھی آیا ہے چنانچہ قرآن مجید مین ہے ام بہ جنۃ اور مجنۃ زمین
کثیر الجن کو کہتے ہین اور ایک مقام کا نام بھی ہے کہ مکہ کے قریب اور جان اسم جمع اور پریون
کا باپ اور سرگین آنکھ والے سانپ کو بھی کہتے ہین جو موذی نہین ہوتا اور گھرون مین بہت
ہوتا ہے اور جن و جنہ بالکسر ملائکہ کے معنی مین بھی آیا ہے اور جن کو فارسی زبان مین پری اور ہندی
مین دیوتا کہتے ہین اور جو ان مین زیادہ خبیث اور شریر ہین اُن کو عربی مین شیطان اور فارسی مین
دیو اور ہندی مین پریت کہتے ہین اور اگر قرد اور تکبر اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے تو مارد کہتے ہین اور
اگر اس حد سے بھی بڑھا ہوگا تو عفریت کہا جائیگا جسکی جمع عفاریت ہے منتخب اللغات مین ہے کہ
اجنہ بفتح ہمزہ و کسرہ جیم و تشدید نون اُن بچون کو کہتے ہین جو مان کے پیٹ مین ہون یا قبر کے

؎ مسئلہ جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے اُس کا اُنھی مین شمار ہوگا ۱۲ منہ ؎ اور یہی قوی اور صحیح ترنظر دلیل کے
ہے ۱۲ اور ایسا ہی میرے والد ماجد قدس سرہ کا میلان خاطر تھا جبکہ اُنھون نے اس مسئلہ مین متعدد بار بحث کی ۱۲ منہ ؎
جنون اور آدمیون سے ۱۲ منہ ؎ کیا اُسے جنون ہے ۱۲ منہ

مردے یہ جنین کی جمع ہے اور عوام اجنہ کو جن کی جمع استعمال کرتے ہین یہ غلط ہے اور جن کی
اصل باتفاق اہل اسلام آگ ہے جیسے آدمی کی اصل خاک کہ والجان خلقنٰه من قبل من
نار السموم اور خلق الجان من مارج من نار اور شیطان سے بھی بطور حکایت آیا ہے کہ
خلقتنی من نار وخلقته من طین سوال اگر کوئی کہے کہ ابلیس کا یہ قول قابل استدلال
نہین کیونکہ ممکن ہے کہ اُس نے جھوٹ کہدیا ہو یا اپنی اصل حقیقت سے بے خبر ہو محض خیالی طور پر
کہدیا ہو اُس کا جواب یہ ہے کہ یہان ابلیس کے قول سے استدلال نہین ہے بلکہ موضع استدلال
یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے ابلیس کے اس قول کی تکذیب نہ فرمائی حالانکہ جھوٹے کی تکذیب
نہ کرنا باوجود اُسکے جھوٹے جاننے اور اُس تکذیب پر قدرت رکھنے کے بڑی بات ہے تو
معلوم ہوا کہ شیطان اس قول مین سچا تھا سوال پھر اگر کوئی کہے کہ آگ مین کمال درجہ کی خشکی ہے
اور جاندار کی زندگی بغیر رطوبت خاص کے ممکن نہین تو جن کہ جو آگ سے پیدا ہوے بغیر رطوبت
کیسے زندہ رہ سکے اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ آگ مین بسبب ضرورت
بقاے حیات رطوبت پیدا کردے کیونکہ آگ اور رطوبت کا جمع ہونا محال نہین ہے گرم پانی کو دیکھیے
کہ اُس مین اجزاے ناریہ نفوذ کر آتے ہین اور باوجود حقیقت [illegible] کے باقی رہنے سے یہ اجزاے
ناری اُس مین دیر تک ٹھہرے رہتے ہین اور جب اُسکو ہوا مین چھوڑ دیتے ہین تو وہ اجزا رخصت ہو کر
ہو جاتے ہین اور پانی اپنی اصلی ٹھنڈک پر آجاتا ہے اسی طرح بھاپ جو گرم پانی سے اٹھتی ہے
وہ بھی اجزاے ناری و مائی سے مخلوط ہوتی ہے اور اجزاے ناری کی کثرت [illegible] ہونے کی وجہ
سے اوپر کو مائل ہوتی ہے اور اگر اجزاے مائی جو بسبب ثقل طبعی پستی کی طرف مائل ہین غالب ہوتی
ہین تو بھاپ اُترنے کی طرف مائل ہوتی ہے تو جسطرح گرم پانی مین آگ و پانی [illegible] حاصل ہے
لیکن اجزاے مائی کو غلبہ ہوتا ہے اور اجزاے ناری بوجہ [illegible] پانی کے [illegible] محکوم
ہوتے ہین اسیوجہ سے اُس نے اپنے [illegible] یعنی عروج کو چھوڑ دیا [illegible]
دونون عنصر ملے ہین لیکن آگ غالب ہے اور اجزاے مائی [illegible]
ان کا میدان طبعی ہے چھوڑ کر آگ کا حکم [illegible]
مساوی ہو جاتے ہین تو اگر جنون کے بدنون مین بھی اُن کی بقا [illegible]

[illegible] دونون کو جنہے بنایا اس سے پہلے تیز آگ سے [illegible]
بھکو اُسنے [illegible] سے بنایا اور وہ [illegible]

عنصر ناری میں شریک ہو کر قلت کے سبب سے سرعت نفوذ اور صعود اور لطافت میں آگ کا
حکم لیے ہیں اور ایک دوسرے کی رفاقت میں بسر کریں تو کوئی عجب بات نہیں بلکہ اجزا سے
جدائی بھی جن میں موجود ہیں کلام مجید میں من نار السموم سے اسی کی طرف اشارہ ہے سوال پھر اگر کوئی
کہے کہ جن جب آگ سے بنے ہیں تو جب وہ آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو ملائکہ اُن کی طرف شہاب
آتشی مارتے ہیں اس سے کیا غرض ہے کیونکہ آگ کو آگ سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے اسکا جواب
یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالی نے جن کو آگ سے پیدا کیا جیسے آدمی کو خاک سے اور ظاہر ہے کہ آدمی
فی الحال خالص خاک نہیں ہے اسیطرح جن بھی اصل میں آگ سے ہیں مگر اب صرافت آتشی پر باقی
نہیں ہیں اسکا سبب یہ ہے کہ یہی کھانا پینا گرم و سرد اور خشک و تر بنی الجان میں بھی مستعمل ہے اور
غذا میں اللہ نے وہ قوت رکھی ہے جو اجزا اسکے بدن کی بڑھاتی ہے اور جو جزو پیدا ہوتا ہے اُسکا
مزاج کیفیات اربعہ میں غذا کے موافق ہوتا ہے لہذا جنوں نے ناریت محضہ سے منتقل ہو کر چار
طبیعتیں پیدا کی ہیں اور اعراض ناریہ کے سوا دیگر اعراض بھی اُن میں پائے جاتے ہیں تو جس طرح
بعض اعضا سے انسانی میں حرارت یا رطوبت غالب ہوتی ہے باوجود اسکے کہ اُن کی اصل خاک ہے
جو سرد و خشک ہے اسیطرح بعضے اعضا جن میں بھی برودت یا رطوبت غالب ہوتی ہے اور اس
کلام کی مؤید خود ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے کہ آپنے فرمایا کہ مجھپر نماز کی حالت میں ایک شیطان
ظاہر ہوا میں نے جو اسکا گلا دبایا تو اُسکے لعاب دہن کی ٹھنڈک میرے ہاتھ میں محسوس ہوئی
اور بعضی روایتوں میں ہے کہ اسکی زبان کی خنکی میں نے اپنے ہاتھ پر پائی نیز آپ نے فرمایا کہ ابلیس
ایک شعلہ آگ کا میرے منہ میں لگانے آیا اور یہ بھی فرمایا کہ شب معراج میں نے جنوں میں سے
ایک عفریت دیکھی جو آگ کا شعلہ لیے ہوئے ڈھونڈھتا تھا ظاہر ہے کہ اگر یہ اپنی صرافت ناریت پر باقی
ہوتے تو لعاب دہن اور زبان کا ان سے ٹھنڈا ہونا اور اُسکی خنکی کے اور یونہی آگ کے شعلہ لانے کی ضرورت
نہوتی بلکہ ہاتھ اور دیگر اعضا آگ کی طرح دہکتے رہتے کہ آدمی جب اُن کو چھوتا تو جلتا واللہ اعلم حضرت
مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز کے سورہ جن میں آیہ کریمہ واما القاسطون فکانوا
لجہنم حطبا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کجرو اور ناانصاف لوگ جنوں میں سے اللہ کے حکم سے سرکشی
کی اور باوجود مذمت کی معزولی کے آدمیوں کو فریب دیا کہ ہم معزول نہیں ہیں بلکہ اپنے کو
اُن کے خیال میں امور خداوندی میں شریک ٹھہرایا وہ دوزخ کے کندے ہوتے فرماتے ہیں کہ

سلہ [illegible] انصاف ہیں وہ دوزخ کا ایندھن [illegible]

بعضے ملحد بیدین یہان پر یہ اعتراض کرتے ہین کہ جنات کی پیدایش تو آگ سے ہے پھر اُنکو آگ
مین پڑنے سے کیا رنج اور تکلیف ہوگی کیونکہ کسی چیز کو اپنی جنس سے کچھ تکلیف اور ایذا نہین ہوتی
ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنات کا اصل مادہ اگرچہ آگ ہے لیکن اُنکی صورت ترکیبی اور مزاج
دوسری چیز ہے تو جب صرف آگ اُنکی صورت ترکیبی و مزاج کے منافی ہوئی تو آگ اور زیادہ
اُس کی تکلیف اور عذاب کا سبب پڑے گی جیسے کہ ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک ملحد نے یہی
اعتراض کیا وہان ایک صاحب ظریف بھی موجود تھے اُنھون نے ایک بڑا پتھر اُٹھا کے اُسکی
ران پر دے مارا وہ ملحد شور و غل مچانے لگا اُن ظریف نے کہا کہ اس پتھر سے تو تکلیف
و دکھ پہونچنے کی کیا وجہ آخر تمھاری اصل بھی تو خاک ہی سے ہے اور یہ پتھر بھی اُسی سے ہے وہ
لاجواب ہو گیا غرضکہ مزاج اور عذاب کی کیفیت ایک ہونے سے رنج و تکلیف کی اور زیادتی ہوتی
ہے بخلاف کیفیت مزاج و کیفیت عذاب مختلف ہونے کی چنانچہ تجربہ اس کا شاہد ہے کہ صفراوی مزاج
والے کو آگ اور دھوپ کے قرب سے جسقدر کلفت اور تکلیف زیادہ ہوتی ہے اُس قدر بلغمی مزاج
والے کو نہین ہوتی اسیطرح بلغمی مزاج والے کو دریا کے قرب اور سرد ہوا سے جسقدر سستی اور
کسالت پیدا ہوتی ہے وہ صفراوی مزاج والے کو نہین ہوتی اور آگ کو حق تعالی نے ایسی تاثیر دی ہے
کہ تفریق اجزا اور رطوبات متماسکہ کی وجہ سے ہر ترکیب کو تحلیل اور ہر مزاج کو باطل کرتی ہے
جو رنج و الم مزاج اور مرکب کو محسوس ہوتا ہے وہ ابطال مزاج اور تحلیل ترکیب کے سبب سے
ہوتا ہے نہ مخالفت مادہ سے تاکہ ہم جنس ہونا اس عذاب الٰہی کا سبب پڑے بالجملہ جن کا وجود کتاب
و سنت و اجماع امت سے ثابت ہے اور زمان برکت نشان حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم
سے ابتک سب کا اعتقاد اُن کے وجود پر ہے اسواسطے کہ آیات صریحہ و احادیث صحیحہ اُن کے
بارہ مین وارد ہوئی ہین تو اُن کی انکار اہل ایمان کو کسیطرح نہین چاہیئے بلکہ یہود و نصاریٰ بھی
چونکہ اُن کو اس کی متواتر خبرین حضرات انبیا علیہم السلام سے پہونچی ہین جن کے وجود کا اعتقاد
رکھتے ہین اور بعضے اہل کتاب کی انکار بوجہ اُن کے قلت اعتنا کے انبیا علیہم السلام کے اقوال و
احوال سے ہے نیز اُن کے عقول کے مغلوب اوہام ہونے کی وجہ سے پھر بھی یہ کچھ بڑے گروہ
کے خلاف نہین ہے بلکہ یہ بالکل ویسے ہے جیسے ابرار و جمہور طائفہ سلیمین غرباء اور [illegible]
و جہنم [illegible] ر یہ جو نصوص مخالف ہے انکار کرکے منقول تھا اور اوہام [illegible]
ہین وہ مسکو ہوتے لہذا ایسی انکار درجہ اعتبار سے ساقط ہے اور جن کا وجود [illegible]

کہ عامہ مشرکین عرب وغیرہم اولاد سام اور مشرکین ہند وغیرہم اولاد حام اور تمام کنعانی و یونانی اُن کے قائل ہوئے بلکہ اُن کی مدد سے جلب منافع اور دفع مضار یعنی عالم کون و فساد میں اُن کے متصرف ہونے کے معتقد ہو کر سرحد کفر و شرک تک پہونچ گئے وہ سحر جو کلدانیون اور یونانیون اور ہندیون کا وظیفہ ہے اُس کا دار و مدار بھی اسی پر ہے کہ وہ روحانیات اجرام علویہ و عناصر و جن و شیاطین و نفوس خبیثہ بنی آدم تسخیر کرتے ہین فاضل میبذی فواتح مین لکھتے ہین کہ حکماے مشائین جنون کی انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جن نفوس ناطقہ ہے کہ بدنون سے مفارقت کی اگر وہ نیک ہین اور اُن نیک نفوس کے جو اجسام مین ہین مدد کرتے ہین تو اُن کو جن کہین گے اور اگر وہ بُرے ہین اور بُرون کی مدد کرتے ہین تو اُن کو شیاطین کہین گے اور شیخ مقتول اُن کے وجود کے قائل ہین اور حکمت الاشراق مین لکھتے ہین کہ اہل دربند اور شہر میانہ کے لوگ جنون کو بہت دیکھتے ہین اور حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ جن ارواح مختلف ہین جن مین سے بعض اجسام لطیفہ سے متجسد ہوتے ہین اور اُن اجرام پر دھوان غالب ہوتا ہے جیسے آدمی پر پانی اور خاک اور وہ بسبب لطافت اجسام اور قوت ارواح کے مختلف شکلون سے متشکل ہونے پر بھی قادر ہوتے ہین اور مزاولت اُن اعمال پر کرتے ہین جو وسعت بشری سے بھی زائد ہین اور اُن کی غذا وہ ہوا ہوتی ہے جو رائحہ طعام سے متکیف ہوتی ہے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی کے بارہ مین فرمایا ہے کہ انہا زاد اخوانکم من الجن یعنی یہ ہڈیان تمہارے جن بھائیون کی غذا ہین حضرت شیخ اکبر فرماتے تھے کہ مجھ سے بعضے مکاشفین نے بیان کیا کہ انھون نے جنون کو ہڈیون کے پاس جاتے اور اُسے سونگھ کر واپس چلے آتے دیکھا اور وہ بارہ گروہ ہین جن مین آپس مین لڑائیان ہوتی ہین بعضے کہتے ہین کہ آندھی اور بگولے یہ اُنھین کی لڑائیان ہوتی ہین اور جب بظاہر محسوس ہوتے ہین تو جب تک اُن پر نگاہ رہتی ہے وہ غائب نہین ہوسکتے اور جب کوئی صورت اُن مین سے مار ڈالی جاتی ہے تو وہ برزخ میں منتقل ہو جاتے ہین انوار یہ شرح حکمت الاشراق مین ہے کہ دربند ایک شہر ہے ولایت شروان سے اور دربند ایک ولایت ہے آذربائیجان سے وہان کے لوگون نے اُسکے مصنف سے بیان کیا کہ ہم نے جن دیکھے ہین اور مصنف کی غرض اس سے ایک گروہ مشائین کے مذہب کا رد ہے کیونکہ وہ وجود جن کے منکر ہین اور مصنف کے نزدیک یہ بتواتر ثابت ہے اور اُنھون نے خود بھی دیکھا ہے اور کلام مجید مین کئی جگہون مین وجود جن کی تصریح آئی ہے تو اُن کی انکار جہل محض ہے اور چونکہ جنون کے بدن مادہ سے منزہ ہین اسوجہ سے

وہ ہاتھ سے چھوٹے نہین جا سکتے اور وہ نفوس خبیثہ جس شخص مین تصرف کرتے ہین تو اُسکی
یہ حالت ہوجاتی ہے کہ گویا اُسکو زرہ پہنائی جاتی ہے یا اُسپر کوئی بھاری چیز پڑتی ہے یا اُسکے
ہونٹون کو کوئی پکڑے ہوسے ہوتا ہو اور کوئی کام کرنے نہین دیتا اسیطرح سے اور حالت بھی
اُسپر وارد ہوتے ہین اُسوقت اگر وہ تلاوت اسما الٰہی یا قرآن مین مصروف ہون تو اُن نفوس
سے اُن کو ضرر نہین پہونچتا ورنہ وہ نفوس خبیثہ و شیطانیہ ہر شخص کو ہر وقت ایذا دے سکتے
ہین بلکہ جس شخص سے اُن کو مناسبت ہوتی ہے تو اقتضاے وضع فلکی وہ اُسکے پاس ظاہر ہوتے
ہین یا اُسکے جسم مین تصرف کرتے ہین جس سے نفس ناطقہ اعضاے جسمانی کے استعمال سے
بیکار ہوجاتا ہے اسیوجہ سے وہ کہتا ہے کہ مین فلان اور فلان کا بیٹا ہون اور فلان شہر مین
رہتا ہون وغیرہ وغیرہ اور یہی حال بعض اوقات اور نفس کے تصرف سے دوسرے بدن
مین بھی پیدا ہوتا ہے اور بعضے اوقات مالیخولیا کے مرض کی وجہ سے بھی اور اُن نفوس شریرہ
کے تصرف سے دماغ مین بھی خلل ہوتا ہے کیونکہ جس طرح نفس اعمال جسمانی سے متاثر ہوتا ہو
اسیطرح جسم بھی حال نفس بدل جانے سے متاثر اور منفعل ہوتا ہے جیسا کہ بچے بالذات اُسکے
تجربہ صحیح ہوے ہین اور شرح مطالع اصفہانی مین لکھا ہے کہ عقول کو عرف شرع مین ملاء اعلیٰ
اور حملۃ العرش کہتے ہین اور نفوس فلکیہ کو ملائکہ سماویہ اور نفوس سفلیہ مدبر عناصر اربعہ و انواع کائنات
کو ملائکہ ارضی کہتے ہین اور نفوس ناطقہ انسانی و حیوانی اور نفوس نباتیہ اور معدنیہ کو نفوس جزئیہ
کہتے ہین اور جو نفوس مجردہ کہ اجسام کے مدبر نہین ہوتے اگر وہ بالذات نیک ہوتے ہین تو
اُن کو ملائکہ کروبین کہتے ہین اور اگر وہ بالذات شریر ہوتے ہین تو شیاطین کہتے ہین اور اگر
بالذات اچھے ہوتے ہین نہ بُرے اُن کو جن کہتے ہین یہ کلام تو متکلمین کا ہے اور حکما کے کلام
سے معلوم ہوتا ہے کہ جن و شیاطین اُن نفوس شریرہ کو کہتے ہین جو ابدان سے مفارقت کرچکے
ہین اگر وہ شریر ہوتے ہین تو اُن نفوس کے ساتھ جو بالفعل بدنون سے متعلق ہین میل کرکے
اُن کی بُری باتون مین مدد کرتے ہین اور اگر نیک ہین تو اُن نفوس کو اچھے کامون پر
رغبت دلاتے ہین اور معتزلہ کہتے ہین کہ ملائکہ اور جن و شیاطین متحد فی النوع و مختلف
فی الافعال ہوتے ہین یعنی جو فاعل خیر ہے وہ ملک ہے اور جو فاعل شر ہے وہ
شیطان اور جو کبھی فاعل خیر ہے اور کبھی فاعل شر وہ جن ہے اسیوجہ سے ابلیس کا
کبھی گروہ ملائکہ مین اور کبھی گروہ جن مین شمار ہوتا ہے انتہیٰ اور حکما کے کلام سے جزا ...

ضیعت کی سمجھ مین آیا ہے وہ یہ کہ بعضے جن وشیاطین نفوس بشریہ سے ہوتے ہین جنھون نے
اس عالم سے قطع تعلق کرلیا ہے اور بعضے نفوس مجردہ ہوتے ہین کہ مبادی عالیہ سے ملحق
ہوکر جسم مثالی سے متعلق ہوگئے اور ہمیشہ بڑے طبقون مین سائر رہتے اور باقتضاء اوضاع
افلاک اُن بعضے لوگون کے پاس جو نفساً اُن سے مناسبت رکھتے ہین آتے ہین اور ممکن ہے
کہ نفوس جنیہ وشیطانیہ کی مثالی صورتین متعدد ہون اور ہر صورت کے مظاہر متعدد اسیطرح
ہر صورت کے ہر مظہر مین اوقات ظہور بھی معین ہون اور تمام امور غریبہ عالم مثال کا جاننا
طاقت بشری سے خارج ہے کیونکہ وہ عالم غیر متناہی ہے جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا آئین کو نجادی
شرح لوگیات مین لکھتے ہین کہ مصنف کا یہ قول کہ وما تریٰ من الغول والجن والشیاطین
فہو من اسباب باطنیۃ تخئیلیۃ یعنی یہ جو تم غول اور جن وشیطان کو دیکھتے ہو یہ سب باطنی
خیالی اسباب ہین شارح کہتے ہین کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے وجود عینی کا مصنف
قائل نہین ہے بلکہ اُس کے نزدیک یہ چیزین محض خیالی ہین حالانکہ درحقیقت ایسا نہین ہے
حکمۃ الاشراق مین لکھا ہے کہ ایک بڑی جماعت اہل دربند اور اہل میانج نے اس
امر کی شہادت دی کہ انھون نے ایسی صورتین بہت دیکھی ہین اور اکثر جنات شہر کے اُن کو
ایک بار کی ایسے مجمع عظیم مین اس طرح پر نظر آتے تھے کہ جس کا دفع ممکن نہ تھا اور یہ کچھ ایک
دو بار نہین ہوا بلکہ بسا وقت وہ چیزین ظاہر ہوتی تھین اور لوگ دیکھتے تھے مگر اُن کے ہاتھ
ان تک نہین پہونچتے تھے یہ خود مصنف نے نقل کیا ہے اور مصنف کا کلام ایسی باتون مین خود
ان اشیا کے وجود خارجی کے مخالف نہین ہے کیونکہ خیال ہی اُن کو ظاہر کرتا ہے گو یہ
چیزین خیال سے منطبع نہین ہوتی ہین جس طرح آئینہ صورتون کو ظاہر کر دیتا ہے اور صورتین اس سے
منطبع نہین ہوتی ہین اور متکلمین کے نزدیک جن وحیوان ہوائی ناری شفاف جسم ہے جسکی شان
یہ ہے کہ وہ مختلف شکلون سے متشکل ہو اور غول وشیاطین اُس کے اقسام ہین اور منکرین وجود
جن کی دلیل یہ ہے کہ اُن کے جسم یا لطیف ہین یا کثیف اگر ایسے لطیف ہین کہ دیکھے نہین جا سکتے
جیسے ہوا تو چاہیے کہ وہ افعال شاقہ پر قادر نہون حالانکہ ایسا نہین ہے اور اس سے یہ بھی لازم
آئے گا کہ کسی ادنی سبب سے اُن کی ترکیبین فاسد ہوجاوین حالانکہ مثبتین کے نزدیک ایسا
نہین ہے اور اگر وہ اجسام کثیفہ ہین تو چاہیے کہ اُن کو ہر سلیم الحس دیکھ سکے کیونکہ اگر یہ ممکن ہوگا کہ ہمارے
سامنے کوئی چیز ہو اور ہم اُسے نہ دیکھین تو یہ بھی ممکن ہوگا کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے پہاڑ اور دریا

ہون اور ہم اُن کو نہ دیکھیں حالانکہ یہ غلط ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لطیف کا اطلاق اُس چیز پر
آتا ہے جسمیں رنگ نہو جیسے آسمان اور ہوا کہ یہ دونوں جسم لطیف ہیں اور رقیق قوام والی چیز کو
بھی لطیف کہتے ہیں جیسے شراب کہ وہ بھی جسم لطیف ہے تو اگر لطیف سے مراد یہ ہے کہ جسمیں رنگ نہو تو ہم کہینگے
کہ جن جسم لطیف ہے اور اُسکے لطیف یعنی رنگین نہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ افعال شاقہ پر قادر نہوں
کیونکہ یہ تو جب لازم آتا کہ جب لطیف معنی رقت قوام ہوتا اور اگر لطیف معنی رقت قوام ہے تو پھر ہم یہ
کہینگے کہ جن جسم کثیف ہے تو اُن لوگوں پر یہ الزام کہ پھر اُن کو ہر سلیم الحس دیکھ سکے لازم نہ آویگا کیونکہ یہ تو
جب ہوتا کہ جب اُن میں رنگ ہوتا کیونکہ وہ شفاف ہیں اور شفاف دکھائی نہیں دیتا اور
ہم یہ بھی کہینگے کہ رقیق القوام افعال شاقہ کرنے پر ممکن ہے کہ بوجہ امور روحانی نادرہ جنکو
ہم نہیں جانتے اور ان خفیہ امور کی وجہ سے اُن کی ترکیبیں فساد سے محفوظ رہتے ہوں یا اُن کی
وجہ سے بحالت فساد تحلیل شدہ کا عوض آجاتا ہو جیسے ارواح حامل القوی میں ہوتا
ہے اور یہ بھی ہم نہیں مانتے کہ ہر رنگین چیز کو ہر سلیم الحس جبکہ وہ اُس کے سامنے ہو تو
دیکھ ہی سکے کیونکہ ممکن ہے کہ وہان کوئی مانع ہو جسکو ہم نہ جانتے ہوں شرح مقاصد میں
ہے کہ وجود ملائکہ اور جن و شیاطین کا قائل ہونا اُس قسم سے ہے جسپر کہ مسلمانوں اور تمام ادیان ملت
ہے اور عقلا کا اجماع بھی منعقد ہے اور مشاہدہ جن اکثر عقلا و ارباب مکاشفات سے
منقول ہے لہذا اُن کی انکار کی کوئی وجہ نہیں اور اُن کے ثبات کی ادلہ عقلیہ ضرورت
نہیں اکثر لوگوں کا قول ہے کہ ملائکہ جسم لطیف نورانی ہیں اور مختلف شکلوں سے متشکل ہونے پر قادر
ہیں اور عقلا کامل اور افعال شاقہ پر قادر ہیں اور طاعات کرنا اُن کی شان ہے اور اُن کے مکانات
آسمان ہیں اور وہ اللہ کے رسول ہیں جیسے بیشرف اور وحی کے ہیں رات دن تسبیح کیا کرتے ہیں تھکتے
نہیں ہیں اور جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے اُسکی وہ نافرمانی نہیں کرتے اور جن اجسام لطیفہ ہوائی ہیں جو مختلف
شکلوں سے متشکل ہوتے ہیں اور اُن سے افعال عجیبہ ظاہر ہوتے ہیں بعضے مسلمان ہوتے ہیں اور
بعضے کافر اور بعضے صالح اور بعضے عاصی اور شیاطین اجسام ناری ہیں جو لوگوں کو فساد و گمراہی پر لاتے
ہیں اور گناہوں اور بدخوئیوں کے اسباب یاد دلاتے ہیں اور طاعتوں سے اُن کو بچاتے ہیں جیسا کہ
اللہ تعالے نے شیطان سے حکایت کرکے فرمایا ہے کہ وما کان لی علیکم من سلطان الا ان
دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلوموني ولوموا انفسکم یعنی مجھے تم پر زور نہین تھا مگر یہ کہ میں نے
تم کو پکارا تھا اور تم نے قبول کرلیا تھا تو مجھکو نہ ملامت کرو بلکہ اپنی ذاتوں کو ملامت کرو

ما انا بمصرخکم وما انتم بمصرخی انی کفرت بما اشرکتمون من قبل ان الظالمین لھم عذاب الیم

اور مین تمھارا فریادرس نہین ہون اور نہ تم میرے فریادرس
مین نہین قبول رکھتا جو تم نے مجکو پہلے شریک ٹھہرایا تھا بیشک جو ظالم ہین اُن کے لیے دُکھ
دینے والا عذاب ہے یعنی شیطان کا کچھ زور انسان پر نہین ہے سوا اسکے کہ وہ بُری بات کا شوق دیتا
ہے تو اُس کا مان لینا گناہ ہے بعض کہتے ہین کہ ان تینون قسمون کی ترکیب انھین چار عناصر سے ہے
فرق اتنا ہے کہ شیطان پر عنصر ناری غالب ہے اور ملائکہ اور جن پر عنصر ہوائی اور یہ اس لیے
کہ امتزاج عناصر کبھی قرب اعتدال سے نہین ہوتا بلکہ بمقدار صالح غلبہ عناصر سے ہوتا ہے
تو اگر غلبہ عنصر ارضی کو ہوگا تو ممتزج مائل بہ عنصر ارضی ہوگا اور اگر عنصر مائی کو غلبہ ہوگا تو پانی
کی طرف اور اگر ہوائی تو ہوا کی طرف اور اگر ناری تو آگ کی طرف گروہ بالجبر کے جدا نہین ہوتا
یا یہ کہ وہ حیوان ہو تو باختیار جُدا ہو سکتا ہے مگر اُس غلبہ کی کوئی حد معین نہین ہے بلکہ بلحاظ انواع ممتزجات
کہ جس مین یہ عنصر قائم ہے اُسکے مراتب مختلفہ ہین اور چونکہ ہوا اور آگ دونون نہایت لطیف
اور شفاف ہین تو ملائکہ اور جن اور شیاطین منافذ اور دروازون مین بھی جا سکتے
ہین یہان تک آدمی کے پیٹون مین بھی مگر حس بصر سے وہ دیکھے نہ جاوین گے لیکن جب
ان ممتزجات سے مخلوط ہون جن پر ارضیت اور مائیت دونون غالب ہے اور اُن پر
سحابات ہون اور وہ اُن کو اپنا لباس بنا لین تو البتہ جیسے لوگون کے بدن دیکھے جاتے
ہین ویسے یہ بھی دیکھے جا سکین گے اور ملائکہ اکثر انسان کے مددگار اُن اعمال پر ہوتے ہین
جن سے انسان اپنی قوت سے عاجز ہوتا ہے مثلاً دشمنون پر غلبہ پانا ہوا مین اُڑنا اور پانی پر چلنا
اور مضطرون کو خاص کر بہت آفتون سے بچالیتے ہین اور جن اور شیاطین بعض لوگون مین مکر سحر اور طلسم
اور نیرنجات وغیرہ سے اُن کی مدد کرتے ہین یہان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ملائکہ و جن و شیاطین
اگر وہی جسم ہونگے جو عناصر اربعہ سے مرکب ہین تو چاہیے کہ ہر سلیم الحس اُن کو دیکھے جیسے اور مرکبات
کو دیکھتا ہے ورنہ پھر یہ ممکن ہے کہ ہمارے سامنے بلند پہاڑ یا بلند آوازین ہون اور ہم اُن کو نہ دیکھ سکین نہ سن سکین
حالانکہ عقلاً یہ باطل ہے جسطرح کہ علوم عادیہ کی شان ہے اور اگر غلبہ لطیف کو ہوگا ایسا کہ وہ لطافت ممتزج
کو دیکھنے نہ دے گی تو چاہیے کہ وہ دیکھے ہی نہ جاوین اور اُن کے بدن پھٹ جاوین اور ادنی سبب سے
اُن کی ترکیبین منحل ہو جاوین حالانکہ ایسا نہین ہے کیونکہ بعض انبیا اور اولیا کا جنون کو
دیکھنا متواتر آیا ہے اور جنون کا اُن سے باتین کرنا اور زمانہ دراز تک باقی رہنا بھی

باوجود سخت ہواؤن کے چلنے اور تنگ منافذ مین گھس جانے کے اگر وہ مرکبات مزجیہ
سے ہوتے تو وہ صور نوعیہ اور امزجہ مخصوصہ اشکال مخصوصہ کے مقتضیات سے ہوتے
جیسا کہ اور ممتزجات مین ہے اور وہ متشکل باشکال مختلفہ نہو سکتے اس کا جواب یہ ہے
کہ ہم اس ملازمتہ کو سوا اس حالت کے نہین مانتے کہ جب یہ کہا جاے کہ ممکنات
قادر مختار کی طرف منسوب ہین تو ظاہر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالی اُن کے دیکھنے
کی قوت بعض آنکھون مین بعضے حالات مین پیدا کردے اور اپنی قدرت اور ارادہ
سے اُن کی ترکیب محفوظ رکھے اور شکلین بدل دے لیکن درصورت قائل ہونے کے
ممکن ہے کہ اُن مین عنصر کثیف سے وہ مقدار ہو جسکے ساتھ شخص ان کو بعض حالون
مین دیکھ لیتے ہون یا وہ کبھی ظاہر کثیف جسمون مین ہوتے ہون تو بمنزلہ پردہ وچادر کے
ہون تو وہ اسوقت دیکھے جا سکتے ہین جب اُن جسمون مین آئین وہ اُن کے نفوس
یا امزجہ یا صور نوعیہ اس حیثیت سے ہون جو اُس کی ترکیب کو اختلال سے محفوظ رکھین
اور اُن کی شکلین موافق اختلاف اوضاع واحوال کے بدلتی رہین یا اُن مین عقل و فہم ہو
جس سے وہ جہات منشأ الریاح اور دیگر اسباب اختلال ترکیب کو جانتے ہین اور اُن سے
احتراز کرین اور ایسی جگہ پر آ کر رہین جہان ضرر سے بچین رہا یہ جواب کہ اُن کی لطافت شفافی کے
معنی مین ہے نہ رقت قوام کے تو یہ اُسکے مناسب نہین جو جنات کے حال کے متعلق منقول
ہوا کہ وہ تنگ منافذ مین گھس جاتے اور آن واحد مین مختلف چھوٹی بڑی صورتون مین ظاہر ہوتے
ہین علامہ شیرازی شرح حکمۃ الاشراق مین لکھتے ہین کہ دنیا مین ایسے نفوس موجود ہین جنکے خیال
حواس مین ظاہر ہوتے ہین اور انکی ذاتین حواس سے پوشیدہ و عقلون مین ظاہر ہوتے ہین اور یہی
ملائکہ سماویہ اور جن و شیاطین ہین کیونکہ وہ تجسیم اختیار کرتے ہین وہ اسوقت کہ جب انکے صنم برزخی
چھوڑتے ہین اور طبقات افلاک مین سرور اور خوشی پاتے ہین اور وہی ارواح طیبہ خیر کہے جاتے ہین
اور اُنھین مین سے وہ ملائکہ ہین جو عالم کے محافظ ہوتے ہین اگر وہ وقت تخریب صنم برزخی حالت
مین مفارقت کرین تو ملکوت سماوات کی طرف ترقی نہ کرینگے بلکہ عالم مثال ہی مین متعلق رہینگے
اور طبقات دوزخ مین آیا جایا کرینگے اور اس عالم مین اُن کے مظاہر ہونگے جنھین وہ کبھی کبھی
ظاہر ہوا کرینگے انھین کو ارواح خبیثہ و شریر کہین گے کہ جو جن و شیاطین کے اقسام
سے ہین اور عالم مین تباہی ڈالتے ہین آقا عبد الحکیم حاشیہ بیضاوی مین لکھتے ہین کہ غیر

مین ہے کہ ملائکہ اجسام ہوائیہ ہین اور شرح مقاصد مین ہے کہ اجسام نورانیہ ہین اور خیر محض اور جن اجسام لطیفہ ہوائیہ خیر بھی ہوتے ہین اور شریر بھی اور شیاطین اجسام ناریہ شریرہ ہین اور بعضے کہتے ہین کہ یہ تینون قسمین عناصر کے امتزاج سے مرکب ہوتے ہین مگر فرق یہ ہے کہ ہر ایک چیز مین وہی غالب ہوتی ہے جو سابقاً بیان کی گئی اور چونکہ ہوا اور آگ نہایت لطیف ہین تو ملائکہ و جن و شیاطین بھی ایسے ہونگے جو تنگ منفذون مین در آتے ہون گے حتیٰ کہ آدمی کے پیٹون مین اور آنکھ سے وہ دیکھے نہین جاتے مگر جبکہ وہ اکتساب ان ممتزجات سے کرین کہ جن مین ارضیت و مائیت غالب ہو تو البتہ دکھائی دین گے جیسے کہ حیوان اور انسان کے جسمون مین **سوال** کوئی شخص جن کو دیکھ سکتا ہے یا نہین **جواب** دیکھ سکتا ہے اور یہ جو شیخ ابی الحسن محمد بن الحسین سجستانی آبری محدث صاحب ابن خزیمہ نے حضرت امام شافعی کے مناقب مین لکھا ہے کہ حرملہ نے بیان کیا کہ مین نے امام شافعی کو کہتے سنا کہ جس عادل کو یہ خیال ہو کہ وہ جن کو دیکھتا ہے تو مین اسکی گواہی باطل کہتا ہون کیونکہ اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ انه یرٰکم هو و قبیله من حیث لا ترونهم یعنی وہ دیکھتا ہے تم کو اور اس کا کنبہ اس طرح سے کہ تم نہین دیکھتے ہو ان کو البتہ اگر نبی یہ گمان کرے تو ٹھیک ہے اور اسی بیان کو بیہقی نے شافعی کے مناقب مین لکھا ہے اور شافعی سے ربیع راوی ہین مگر اس مین اس آیت کا ذکر نہین ہے حافظ ابن حجر کہتے تھے کہ شافعی کا یہ قول اُس شخص کے کہنے پر محمول ہوگا جو جنون کو اُن کی اصلی اور پیدایشی صورتون پر دیکھنے کا دعوی کرتا ہوگا اور جو یہ کہتا ہو کہ مین اُن کو اور جانورون کی صورت پر دیکھتا ہون جبکہ وہ اُن کی صورت اختیار کرتے ہین تو اُس کا یہ کہنا بیجا نہین ہے کیونکہ بہت سی حدیثون مین جنون کا مختلف صورتون مین ظاہر ہونا آیا ہے اور اولیا کے جنون کو اُن کی اصلی صورتون پر دیکھنے کی نفی صاف صاف دلیل شرعی کی محتاج ہے اور دلیل نہین ہے قاعدہ کلیہ ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ ہو سکے گی وہ ولی کی کرامت بھی ہو سکے گی سوا اُسکے جو نبوت سے متعلق ہو کہ وہ خاص نبی ہی کے لیے ہے اس کے علاوہ بیہقی تفسیر در منثور مین لکھتے ہین کہ ابن جوزی نے صفوة الصفوة مین اپنی سند سے سہل بن عبد اللہ سے نقل کیا کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے دیار عاد کے ایک گوشہ مین ایک شہر دیکھا پتھر کا بنا ہوا اور اسکے وسط مین ایک پتھر کا مکان بنا تھا اُس مین جن آیا کرتے تھے مین اُسکے اندر گیا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی بہت عظیم جسیم ایک جبہ صاف ستھرا پہنے کعبہ کی طرف کھڑا نماز پڑھتا ہے مجھے اُسکی جباست پر

تو اتنا تعجب نہین ہوا جسقدر کہ اُسکے جبہ کی صفائی اور ستھرائی سے مین نے اُسے سلام کیا اُس نے
جواب دیا اور کہا کہ اسے سہل کہ دِنون کو مدِن پُرانا نہین کرتے بلکہ گناہ اور رشوت خواری پُرانا
کرتے ہین مین یہ جبہ سات سو برس سے پہنے ہوں اور اُسی کو پہنے ہوے مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہون اور اُن پر ایمان لایا مین نے پوچھا تم کون ہو اُس نے
کہا کہ مین اُن جنون مین سے ہون جنکے بارہ مین سورہ جن نازل ہوئی اور رتن ہندی کے
بعد جنون کے صحابی ہونے کی تحقیق ہوئی ہے اور جو صحابہ کہ اُن مین مشہور ہوے اُنکا تعین
بھی ہوا ہے اور کسی نے اس کا انکار نہین کی ہے چنانچہ اُسکو تفصیل سے شیخ ابراہیم کردی نے
اپنی کتاب مسالک الابرار مین لکھا ہے **نقل** مولانا جلال الدین دوانی شیخ عالم سید صفی الدین ایجی
نانجی قدس سرہ سے وہ شیخ ابو بکر سے اور وہ شیخ برہان موصلی سے جو بزرگ دیندار تھے نقل
کرکے کہتے تھے کہ مین ایک بار بارادۂ حج مصر سے مکہ گیا ایک جگہ جاکر اُترا وہان ایک سانپ
دکھائی دیا میرے ساتھیون نے اُسکو مارنا چاہا چنانچہ میرے چچازاد بھائی نے اُسے
مارا پھر دیکھا کہ اُسے کوئی اُٹھا لیچلا اور ہم اُسکو جاتے دیکھتے تھے سب لوگ گھوڑون پر سوار
ہوکے اُسکے پیچھے دوڑے کہ اُسکو چھوڑا لائین مگر کوئی نہ پھیر لا سکا سب لوگ اس واقعہ سے
بہت متردد ہوے جب شام ہونے لگی تو دیکھا کہ وہ چچازاد بھائی آگیا سب لوگ بہت خوش
ہوے اور پوچھنے لگے کہ تجپر کیا گذری اُس نے کہا کہ مین نے جو سانپ مارا تھا تو مجھے کوئی
شخص اُٹھا لے گیا اور لیجا کر ایک گروہ جنات مین پہونچا دیا اُنمین بعض نے مجھسے کہا کہ تم نے
میرے باپ کو مارا اور بعض نے کہا کہ تم نے میرے بھائی کو اور بعض نے کہا کہ تم نے میرے
چچا کے بیٹے کو اور یہ کہکر سب مجھپر جھپٹ پڑے سے بچا سکے مین نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے اُس نے
مجھسے کہا کہ تو کہہ کہ مین وحدانیت حق اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہون اور مسلمان ہون
چنانچہ مین نے کہا تب اُس نے اُن جنون سے کہا کہ اُسکے حکم کو شریعت پر رکھو وہ سب
مجھے لیکر ایک بڑے بزرگ کے پاس گئے جب مین وہان پہونچا تو اُس نے کہا کہ اسکو چھوڑ دو اور
کچھ دعوے نہ کرو لوگون نے کہا کہ اسکی اولاد یہ دعوے کرتی ہے کہ اسنے ہمارے باپ کو مارا ہے مین نے
کہا کہ ہرگز مین نے نہین مارا ہم سب تو بیت اللہ کے مسافر ہین اس مقام پر اُترے تھے وہان ایک سانپ
نکلا تھا لوگ اُسے مارنے دوڑے مین بھی اُن مین تھا مین نے اُسے مارا جب اُس بزرگ نے میرا
بیان سنا تب پھر کہا کہ اُسکو چھوڑ دو مین نے بطن نخلہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ

فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے غیر کے پاس میں مارا جاوے تو نہ اسکی دیت ہے نہ قصاص

نقل حضرت عمر بن عبد العزیز ایک مرتبہ جنگل مین کچھ لوگون کے ساتھ چلے جاتے تھے وہان اُنھون نے ایک مرا سانپ پڑا دیکھا اپنی چادر سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اسمین اُسے کفنایا اور دفن کر کے اپنی راہ لی تو نا گاہ سب لوگون نے سُنا کہ کوئی کہتا ہے کہ اے سرق مین گواہی دیتا ہون مین نے تیرے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب تو جنگل مین مریگا اور تیرا کفن اور دفن ایک مرد صالح کریگا پھر اُس کہنے والے سے عمر بن عبد العزیز نے پوچھا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ مین اُن جنون سے ہون جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا تھا اب اُن مین سے ایک مین ہی باقی رہ گیا ہون اور اس مردہ کا نام سُرق ہے تفسیر فتح العزیز مین ہے کہ یہ اُنھین جنون مین سے تھے جنھون نے آنحضرت کے دست مبارک پر بیعت کی تھی حیاۃ الحیوان مین عبد اللہ بن حسین مصیصی سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین طرطوس گیا تو مجھ سے لوگون نے بیان کیا کہ یہان ایک عورت ہے جسکا نام موسس ہے اُس نے اُن جنون کو دیکھا ہے جو اپنی قوم کی طرف سے ایلچی بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین گئے تھے مین اُس عورت کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ چت لیٹی ہوئی ہے مین نے اُس سے کہا کہ کیا تو نے اُن جنون مین سے کسی کو دیکھا ہے جو ایلچی بنکر آنحضرت کے حضور مین گئے تھے اُس نے کہا ہان مین نے دیکھا ہے مجھ سے حدیث بیان کی سمج نے جسکا نام آنحضرت نے عبد اللہ رکھا تھا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہمارا رب آسمان و زمین پیدا کرنے سے پیشتر کہان تھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک نور کی مچھلی پر جو نور میں زرق بھرتی تھی یعنی اُسوقت کوئی چیز اُس مچھلی کے سوا مخلوقات مین سے موجود نہ تھی اور اللہ تو مکان سے منزہ ہے نور کی مچھلی یا نور کے دریا سے مراد وہ امر ہے جسکا سمجھ دریافت کرنے سے عقل عاجز اور قیاس قاصر ہے اس طرح کی تمثیلین مخاطب کے فہم کے موافق قرآن و حدیث مین بہت سی آئی ہین لہذا یہان تاویل پر کرنا چاہیے کہ نور کی مچھلی سے مراد انوار اسماء و صفات ہین اور دریاے نور سے مراد ذات جامع الصفات ہے جسطرح مچھلی کیلیے دریا کا ہونا ضروری ہے ویسے ہی صفات حق ذات حق کے لیے لازم غیر منفک ہین تو خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالی صفات سے موصوف تھا اور اسکے ساتھ کوئی چیز نہ تھی پھر اُس نے کہا کہ مین نے آنحضرت سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ جس بیمار کے موت کے پاس سورہ یسین پڑھی جاوے وہ سیراب مریگا اور قبر مین سیراب جائیگا اور قیامت کے دن بھی سیراب اٹھایا جائیگا

تفسیر معالم التنزیل مین معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
تھے کہ اپنے مرنے والون پر سورۂ یٰسین پڑھا کرو نقل ایک بار امام احمد سخت بیمار ہوئے اُن کے
واسطے سرہانے یٰسین پڑھنے لگے جب پڑھ چکے تو شہادت تلقین کرنے لگے جب لا الہ الا اللہ کہتے تو
امام احمد اُسکے جواب مین ؔ کہتے یعنی نہین اس بات سے اُنکے سب خاتمہ کا بہت ڈر ہوا جب اُنکو
اُس حالت سے افاقہ ہوا تو اُن سے یہ قصہ بیان کیا گیا انھون نے کہا کہ اسوقت شیطان انسان
کی صورت بنا میرے سامنے کھڑا کہتا تھا کہ اے احمد مجھ سے تم اب بے اندیشہ ہو جاؤ اُسکے جواب مین لا
کہتا تھا پھر مین نے ایک بہت خوبصورت جوان دیکھا جو اُسکو ہٹاتا تھا مین نے پوچھا تم کون شخص
ہو اُس نے کہا کہ مین سورۂ یٰسین ہون کما فی حدیقۃ الندیہ شرح طریقۂ محمدیہ تفسیر
فتح العزیز مین ہے کہ اُن جنون مین سے جو صحابی تھے ایک عمرو بن جابر تھے جنکی صفوان بن معطل نے
تجہیز و تکفین کی تھی دوسرے عمرو تھے جو کافر جنون کی لڑائی مین شہید ہوئے تھے اور انھین مین سے
ایک سرق تھے جنکا ذکر اوپر بیان ہوا اور اُنھین مین سے ایک حرق نام جنیہ عورت تھی اسکو بھی عمر
بن عبد العزیز نے گھر مین دفن کیا تھا اور امام احمد اور بزاز اور ابو یعلے اور بیہقی اور اور محدثین نے
بلال بن حارث سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
سفر مین تھا عرج مین مقام ہوا مین نے اپنے خیمہ سے نکل کر چاہا کہ آپ کے پاس جاؤن دیکھا تو
آپ دور جنگل مین خیمون سے علیحدہ تنہا تشریف رکھتے ہین جب آپ کے قریب پہونچا تو شور و غل
کی آواز سنی معلوم ہوا کہ گویا بہت سے لوگ آپس مین جھگڑ رہے ہین مین ٹھہر گیا اور سمجھا کہ
آپ کے پاس بہت غیب کا ہجوم ہے اسوقت جانا مناسب نہین پھر تھوڑی دیر مین آپ تشریف
لائے اور مجھکو دیکھکر ہنسے مین نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شور و غل کیسا تھا فرمایا کہ مسلمان اور کافر
جن اپنے رہنے کے بارہ مین جھگڑا رہے تھے اس فیصلہ کیواسطے آئے تھے مین نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمان جنات ملک جلس مین رہین
اور کافر جن ملک غور مین باہم ملکر رہین کثیر بن عبد اللہ راوی حدیث کہتے تھے کہ مین نے تجربہ کیا ہے کہ جس شخص کو
جلس کے ملک مین کچھ جن کا آسیب ہوتا ہو تو وہ جلد اچھا ہوتا ہے اور کچھ نہین ہوتا اور جسکو غور کے ملک مین جن کا آسیب

سلہ عرج فتح مین وسکون را [illegible] ایک قصبہ کا نام ہے [illegible] کی عملداری [illegible] مدینہ طیبہ سے [illegible]
بدرسے نیز ایک پہاڑ کا نام ہے کہ کے راستہ مین واقع ہے [illegible] ہوتا ہے [illegible] جلس فتح جیم [illegible]
کے ساتھ [illegible] کہتے ہین [illegible] قاموس [illegible] غور [illegible] کے ساتھ [illegible] کہتے ہین [illegible]
جو تہامہ سے مغرب جانب ہے اور ایک جگہ ہے [illegible] قاموس

ہوتا ہے تو اگر وہ مر ہی جاتا ہے اور بیہقی جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ ہم
ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے آپ ایک کھجور کے نیچے بیٹھے تھے
کہ یکایک ایک کالا سانپ بہت بڑا نکلا اور آپ کی طرف چلا لوگوں نے اُسکو مارنا چاہا آپ نے
فرمایا کہ اس کو مت چھیڑو آخر وہ آپ کے سامنے پہونچا اور اپنے مونھ کو آپ کے کان کے پاس
لیجا کر کچھ کہا اور آپ نے بھی اپنا روے مبارک اُسکے قریب کر کے کچھ فرمایا بعد اُسکے وہ غائب
ہو گیا نہ معلوم ہوا کہ اُسکو زمین نگل گئی یا آسمان ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے جب
اُس سانپ کو اپنے کان تک آنے دیا تو ہم کو بہت خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ یہ آپ کے کاٹ
کھائے آپ نے فرمایا یہ سانپ نہ تھا بلکہ جنوں کا بھیجا ہوا تھا فلان سورہ کی آیتیں وہ بھول گئے
تھے اُنکے پوچھنے کو اُنھوں نے بھیجا تھا جب اس نے تم لوگوں کو دیکھا تو سانپ کی شکل بن کر
تمھارے سامنے آیا اور پوچھکر واپس چلا گیا جابر کہتے ہیں کہ بعد اُسکے آپ سوار ہوئے اور
آگے چلے راستہ میں ایک گاؤں ملا وہاں کے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہاں ایک
عورت جوان خوبصورت ہے اُسپر ایک جن عاشق ہے وہ جب آتا ہے تو اُسکو بے ہوش کر دیتا ہے
نہ وہ کچھ کھا سکتی ہے نہ بات کر سکتی بلکہ قریب ہلاکت ہو جاتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے اُس عورت کو اپنے سامنے بلوا کر فرمایا کہ اے جن تو مجھ کو جانتا ہے کہ میں کون ہوں میں
محمد ہوں خدا کا رسول تو اس عورت کو چھوڑ دے یہ فرماتے ہی وہ عورت ہوش میں آ گئی اور
اپنے مونھ کو نقاب سے چھپا لیا اور بالکل اچھی ہو گئی جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے اُس
عورت کو دیکھا تھا بہت خوبصورت تھی جیسے چودھویں رات کے چاند کا ٹکڑا اور عقیلی اور ابو نعیم
اور بیہقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے ایک پہاڑ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک پیر مرد ہاتھ میں عصا لئے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو آ کر کھڑا ہو گیا اور آپ کو سلام کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا
اور فرمایا کہ اسکی آواز جن کی ایسی معلوم ہوتی ہے پھر آپ نے اس سے پوچھا تم کون ہو اسنے
کہا کہ میرا نام ہامہ ہے ہیم کا بیٹا اور ہیم لاقیس کا بیٹا اور لاقیس ابلیس کا بیٹا آپ نے فرمایا کہ
تمھارے اور ابلیس کے درمیان میں دو ہی پشتیں گذری ہیں اب تمھاری کتنی عمر ہے اس نے عرض کیا
یا رسول اللہ جتنی دنیا کی عمر ہے اتنی ہی میری عمر ہے کچھ تھوڑی سی کم اسواسطے کہ جب قابیل نے
ہابیل کو مارا تھا تو میں لڑکا تھا لیکن بات سمجھ لیتا تھا اور پہاڑوں پر دوڑتا پھرتا تھا اور لوگوں کا

غلہ اور کھانا چرالاتا تھا اور اُنکے دلون مین اعزا سے بدسلوکی کا وسوسہ ڈالا کرتا تھا آپ نے فرمایا
تمھارے بڑھاپے کے عمل تو ایسے مین اور جوانی اور بچپن کے ایسے تو بہت بُرے شخص ہو اُسنے
عرض کیا کہ یا حضرت آپ اب مجھکو کچھ ملامت نہ کرین کہ اب مین توبہ کرنے کو آیا ہون اور مین
نے حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور انکی مسجد مین انکی صحبت مین بہت رہا ہون اور
پہلے اُنھین کے ہاتھ پر مین نے توبہ کی تھی بلکہ ایک برس ان کی مسجد مین بھی رہا تھا اور حضرت
ہود و حضرت یعقوب و حضرت یوسف علیہم السلام کی صحبتون مین بھی رہا ہون اور حضرت موسے
علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے اور اُن سے توریت پڑھی اور اُنکا سلام حضرت عیسیٰ ع کو
پہونچایا اور اُن سے بھی ملاقات کی اور انجیل پڑھی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ
اگر تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا تو میرا سلام اُن سے کہنا تو اب اُس بار امانت کی ادائی
کے واسطے حاضر خدمت اقدس ہوا ہون (اور اسی روایت مین یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا وعلیہ السلام وعلیک السلام یا ہام) اور یہی میری آرزو ہے کہ
آپ اپنی زبان سے مجھکو کچھ قرآن مجید تعلیم فرمائین چنانچہ آپ نے کئی سورتین جیسے سورہ
واقعہ اور سورہ مرسلات اور سورہ عم اور سورہ اذا الشمس کورت اور سورہ قل ہو اللہ اور معوذتین
تعلیم فرمائین اور ارشاد فرمایا کہ تجھ کو جس وقت کوئی ضرورت ہو تو ہمارے پاس آنا اور ہم سے ملاقات
نہ چھوڑنا حضرت عمر فرماتے تھے کہ رسول اکرم نے تو وفات فرمائی مگر اُسکے مرنیکی خبر ہمکو کہین ی
اب معلوم نہین کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا اور اسی قصہ کو خطیب اور خازن اور دمیری نے بھی روایت
کیا ہے مگر اُس روایت مین اتنا زیادہ ہے کہ اُس نے یہ بھی کہا کہ مین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
سے بھی ملاقات کی اور اُنپر ایمان لایا اور گوپھنی مین رکھے جاتے اور آگ مین ڈالے جانے کے وقت
بھی مین اُنکے ساتھ تھا تفسیر فتح العزیز مین ہے کہ جزیرہ عرب مین بہت سے جن نزول قرآن سے
پہلے رہتے تھے اور آسمانی خبرین کاہنون کے پاس لاتے اور اُن سے نذر و نیاز لیتے تھے جب
قرآن مجید نازل ہوا تو وہ اپنی اس خدمت سے معزول ہوے اور راضی ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر ایمان لاے اُنکی حکایتین بھی اسی تفسیر مین تفصیل سے مذکور ہین اور
ان کی گواہیون سے بھی آپ کی رسالت کا ثبوت اور آسمانون سے ستارون کا [illegible] قرآن کا
نازل ہونا تواتر کے طور پر منقول ہے جس مین کسی طرح کا شبہ نہین اور جن مین جو صحابیت کے
درجہ کو پہونچے وہ بھی بہت ہوے چنانچہ پہلی [illegible] جن کو صحبت کے اندر

درۂ حجون میں ہوئی اور دوسری لیلۃ الجن مدینۂ منورہ میں میدان بقیع غرقد میں ہوئی اور دونوں مرتبہ عبداللہ بن مسعود آپ کے ساتھ تھے انھوں نے دونوں بار جنوں کی کثرت شمار سے باہر بیان کی ہے اور مدینۂ طیبہ میں دوسری لیلۃ الجن میں حضرت زبیر بھی آپ کے ساتھ تھے انھوں نے بھی اسی طرح کی کثرت بیان کی ہے ایک رسالہ میں ہے کہ جنات کے ایلچیوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہونا چند بار ثابت ہوا پہلے اُس مرتبہ کہ جب آپ کھو گئے تھے اور صحابہ آپ کو پہاڑوں اور ٹیلوں میں ڈھونڈھنے لگے تھے جب نہ ملے تو لوگ کہنے لگے کہ شاید کوئی جن آپ کو کہیں اٹھا لے گیا یا آپ کہیں چھپا کے مار ڈالے گئے صحیح مسلم میں عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک رات ہم آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھے آپ کھو گئے ہم نے آپ کو غاروں اور گھاٹیوں میں ڈھونڈھنا شروع کیا اور ہم کو گمان ہوا کہ شاید آپ چھپا کر کہیں قتل کئے گئے اس خوف میں وہ رات جیسی ہم نے گذاری اُسکو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو آپ جبل حرا کی طرف سے تشریف لائے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے ہم نے آپ کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں پتہ نہ ملا اور ہم نے یہ رات بڑی مصیبت سے گذاری آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جنوں کے یہاں سے ایک قاصد آیا تھا لہٰذا میں اُسکے ساتھ وہاں گیا اور میں نے اُن پر قرآن پڑھا دوسری بار قریب مکہ معظمہ کے درۂ حجون میں تیسرے بار مکہ کی بلندی پر چوتھی بار مدینہ منورہ میں حضرت اُم سلمہؓ کے نکاح کے بعد بقیع غرقد کے میدان میں آدھی راتوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود آپ کے ساتھ تھے اور پانچویں بار مدینہ طیبہ کے باہر جس دفعہ حضرت زبیر بھی آپ کے ساتھ تھے چھٹی بار ایک سفر میں جس مرتبہ بلال بن حارث بھی وہاں حاضر تھے اور ایک کتاب میں ہے کہ جنات کا آنا آپ کے حضور میں مکہ معظمہ میں کئی مرتبہ ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود ان سب دفعہ آپ کے ساتھ اور آپ نے ہر دفعہ اُن کی حفاظت کے واسطے اُن کے گرد خط کھینچا تاکہ جنات اُن کو دکھ نہ پہونچا سکیں حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو سفر یا حضر یا بیماری میں جن کا خوف ہو تو وہ ان اسماء الٰہیہ سے استعاذہ کرے اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

سلہ حجون بفتح حا حطی ایک پہاڑ کا نام ہے مکہ کی بلندی پر جو قبرستان ہے کذا فی القاموس و الصراح اور مولانا یعقوب چرخی کی تفسیر میں ہے کہ حجون ایک متبرک قبرستان ہے کہ جیسے بقیع مدینہ میں ہے مکہ میں [illegible] پناہ مانگتا ہوں اللہ کی طرف شیطان رجیم سے اے رب میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے شیطانی وسوسوں سے اور بھی اس سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔

قل رب اعوذ بك من همزات الشيطان واعوذ بك رب ان يحضرون اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس وغیرہ سے اور کہے اعوذ بکلمات اللہ التامات کلها من شر ما خلق جو یہ کہے گا تو کوئی دکھ یا ضرر اُسکو جن سے نہ پہونچیگا کذا فی تفسیر فتح العزیز مولانا یعقوب چرخی کی تفسیر مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنات تین قسم کے ہوتے ہین بعضون کے پرندون کی طرح بازو اور پر ہوتے ہین اور ہوا مین اُڑتے ہین اور بعضے سانپون اور کتون کی طرح ہوتے ہین اور بعضے ایسے ہین کہ جیسی صورت چاہین بنجا ئین اور اُن لوگون مین جنھون نے قرآن سنا تھا سب سے بڑے کا نام عمرو تھا عبد اللہ بن مسعود کہتے ہین کہ مین نے ایک قوم کو کہتے سنا کہ ہم ایک سفر مین تھے ہم نے ایک سانپ مرا اور خون آلودہ دیکھا ہم مین سے کسی نے اسکو دفن کر دیا بعد اُسکے ایک جماعت آئی اور اُس نے پوچھا کہ عمرو کو تم مین سے کس نے دفن کیا ہے ہم نے پوچھا کہ عمرو کون اُنھون نے کہا کہ وہ سانپ جسکو تم نے فلانی جگہ دفن کیا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یارون مین تھا جنات سے اور اُس نے آنحضرت سے قرآن بھی سنا تھا اُسکا نام عمرو تھا جنات کے دو قبیلون مین لڑائی ہوئی مسلمان قبیلہ سے عمرو تھا دوسرے قبیلہ والے کافر تھے اُنھون نے عمرو کو شہید کیا حیات الحیوان مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالے نے جنون کو تین قسم کا پیدا کیا ایک سانپ اور بچھو اور حشرات الارض اور ایک قسم ہوائی جو ہوا مین رہتے ہین اور ایک قسم متعلق بنی آدم کے جنپر حساب وعقاب بھی ہوتا ہے۔

اب کچھ بیان نظر لگنے کے متعلق بھی سُن لینا چاہیے

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر فتح العزیز مین آیہ کریمہ و ان یکاد الذین کفروا کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ اکثر مفسرین نے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ جب کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دفعیہ مین سیدل اور فریب مکاری کرکے عاجز ہوے تب ایک شخص کو قبیلہ بنی اسد سے جو تمام ملک عرب مین نظر لگانے مین مشہور تھا بلکہ اس بات مین اُس قبیلہ کے لوگ مثال مین پیش کئے جاتے تھے اور یہ شخص اس قبیلہ مین اس بات مین سب لوگون سے بڑھا ہوا تھا بدہ سے اور اسکو ٹھہرا سکے

سلہ پناہ مانگتا ہون اللہ کے سب کلمات کے ساتھ مخلوقات کی برائی سے۔ منہ

کہا کہ اگر تم نے فلان شخص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر لگا کے ہلاک کر دیا تو ہم تمکو اسقدر دینگے کہ کسی نے نہ دیا ہو اور اُس شخص کی عادت تھی کہ جب کسی کے نظر لگانا منظور ہوتا تھا تو پہلے تین دن وہ کچھ نہین کھاتا تھا بعد تین دن کے اس شخص پر جا کر نظر لگاتا اور اسکو ہلاک کر ڈالتا تھا سو اپنی عادت کے موافق تین دن فاقہ کر کے چوتھے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا آپ اُسوقت قرآن شریف کی تلاوت مین مشغول تھے اس نے تھوڑی دیر خوب گھور گھور کر آپ کو دیکھا اور کہنے لگا کہ مین نے آج تک اسطرح کا خوش آواز اور خوش لہجہ کسی کو نہین دیکھا اور اس فقرہ کو کئی مرتبہ کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماشاء اللہ لاقوة الا باللہ یعنی جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے کسیکو کچھ طاقت نہین بغیر اللہ کی مدد کے حق تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی شر سے محفوظ رکھا حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص کو نظر کا خوف ہو یا اسکی کوئی علامت اپنے یا اپنے مال اور اولاد مین دیکھے تو اسکا علاج یہی ہے کہ اس آیت کو پڑھے خدا کی فضل سے اثر دفع ہو جائیگا اور اس آیت کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ اس آیت کو پڑھ کر جسپر نظر کا شبہ ہو اُس پر پھونک دے اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ العین حق یعنی نظر کی تاثیر حق ہے ولو کان شئی سابق القدر لسبقہ العین یعنی دنیا مین اگر کوئی چیز ایسی ہوتی جو تقدیر الٰہی سے سبقت کرتی تو وہ نظر ہوتی کیونکہ اسکی تاثیر بہت زبردست ہوتی ہے اور جس شخص کو کوئی چیز اچھی معلوم ہو تو اُسکو دیکھکر یہ دعا پڑھنا چاہیے ماشاء اللہ لاقوة الا باللہ تاکہ وہ چیز نظر بد سے بچ جاوے اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کو اسی طور سے تعویذ دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ حضرت خلیل اللہ حضرت اسماعیل و اسحٰق علیہما السلام کیواسطے بھی ایسا ہی کرتے تھے اور یہ دعا پڑھ کر پھونکتے تھے اعیذ کما بکلمات اللہ التامات من کل شیطان وھامة ومن کل عین لامة یعنی پناہ مین دیتا ہون مین تم دونون کو اللہ کے کامل کلمات پر ہر شیطان اور حشرات اور ہر نظر لگانے والے سے اور عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ مین ایک روز صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیواسطے گیا تو دیکھا کہ آپ درد کی شدت کی وجہ سے بیتاب تھے پھر اُسی دن کچھ دن رہے آپ کی خیریت دریافت کرنے گیا تو دیکھا کہ آپ اچھے مین مین نے عرض کیا کہ ایسی جلد آپ کو صحت کیسے ہوئی آپنے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور یہ دعا پڑھ کر دم کر گئے بسم اللہ ارقیك من کل شئی یوذیك

ومن کل عین حاسد اللہ یشفیک یعنی اللہ کے نام کے ساتھ مین حفاظت مین کر دیتا ہون
ہر ایذا دینے والی چیز اور ہر حسد کرنے والی آنکھ سے اللہ تجکو شفا دے اور یہ بھی حدیث شریف
مین آیا ہے کہ آپ ایک دن اپنی بی بی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر مین تشریف لیگئے
دیکھا کہ ایک چھوٹی لڑکی بیمار ہے آپ نے فرمایا کہ اسپر دفع نظر کی دعا پڑھو کیونکہ اسکے چہرہ پر
اُسی کے آثار معلوم ہوتے ہین اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو نظر کی علامت معلوم ہو تو اسکو
چاہیئے کہ ناظر سے کہے کہ وہ اپنے اعضائے وضو اور استنجے کی جگہ پانی سے دھو کر دیدے اور
اُس پانی سے جسکو نظر لگی ہے وہ نہا ڈالے اچھا ہو جائیگا اور نظر لگانے والے کو اپنے
اعضا پانی سے دھونے مین کچھ تکرار یا تنگی و عار نہ کرنا چاہیئے اور یہ بھی جان لینا ضروری
ہے کہ اس تاثیر کی حقیقت مین جسکو نظر لگ جانا کہتے ہین علما کو بہت اختلاف ہے اور اسکی وجہ
کسی کو صاف معلوم نہین ہوئی جاحظ کا قول ہے کہ نظر لگانے والے کی آنکھ سے زہر کے اثر کے
اجزا شعاع کے طور پر نکلتے ہین اور وہ دوسرے کے بدن مین مسامات کی راہ سے نفوذ کر کے زہر
کی سی تاثیر پیدا کرتے ہین جیسے سانپ یا بچھو یا بجڑ کا زہر اور جبائی اور علما معتزلہ نے
اس مین گرفت کی ہے کہ اگر نظر کی تاثیر کی وجہ یہی ہوتی تو لازمی تھا کہ جس شخص کو نظر
لگانے والا دیکھتا اُس مین بھی یہی بات پیدا ہو جاتی اُس نظر لگانے والے کو نظر لگے ہوئے
کے اچھے معلوم ہونے کی کیا وجہ تھی اسکے اور علما نے جاحظ کی طرف سے کئی جوابات
دئے ہین ایک یہ کہ وجہ خصوصیت دو حال سے خالی نہین یا اچھا معلوم ہونیوالا اس نظر لگانیوالے کا دوست ہوگا یا دشمن گر
دوست ہے تو اسکی اچھائی دیکھکر اُس نظر لگانیوالے کو بہت خوف اسکے مرنے کا ہوگا کہ اس سے وہ اچھائی نہ جاتی رہے
اور اگر اسکا وہ دشمن ہے تو اپنے دشمن کے پاس ایسی نعمت دیکھکر اُس نظر لگانے والے کو بہت رنج و غم
ہوگا اور خوف و غم دونون مل کر روح کو دل کے باطنی حصہ مین بند کر دینگے اور گرمی سے کھنچنے
کے باعث پڑ جائینگے اور روح باصرہ مین بھی ایک حالت گویا زہر کی سی پیدا کر دینگے تو جس وقت
نظر لگانے والے کے آنکھ مین وہ چیز اچھی نہ معلوم ہو تو اُس وقت یہ دونون چیزین یعنی غم اور خوف
بھی اُس مین نہین پائے جائینگے تو جب یہ دونون چیزین نہ پائی جاوینگی تو تاثیر بھی نہ ہوگی لیکن
جاحظ کا اصل کلام خود ٹھیک نہین اسواسطے کہ نظر لگانے والے کی تاثیر جس طرح روبرو دیکھنے
سے ہوتی ہے اسی طرح غیبت مین بھی سننے سے ہوتی ہے اور جیسے جانور اور آدمی کے جسمون
مین نظر لگانے والے کی تاثیر ہوتی ہے اسیطرح اجسام نباتیہ و معدنیہ مین بھی ہوتی ہے معلوم

ہوا کہ یہ تاثیر زہر والی اشیا میں سمیہ اجزا کے نفوذ سے نہیں ہوتی بلکہ یہ کچھ اور ہی چیز ہے اور جن
لوگون نے جاحظ کے مذہب کو نظر لگانے والے کے اچھا جاننے سے موکد کیا ہے وہ بھی بیجا ہے
اسواسطے کہ زہر کے اجزا کو نظر والے کے جسم سے دفع کرنے مین اُس پانی کو کہ جو نظر لگانے والے
کے بدن کا دھوون ہوتا ہے کیا دخل ہو سکتا ہے اور کس طرح وہ پانی تاثیر کر سکتا ہے ابو ہاشم
اور ابوالقاسم جبی کا قول ہے کہ نظر لگانے والا جب کسی چیز کو دیکھتا یا سنتا ہے اور اُس کا فریفتہ
ہو جاتا ہے تو لطف الٰہی مین اُسکے واسطے یہی بہتر بات ہوتی ہے کہ وہ چیز متغیر ہو جائے تاکہ نظر
لگانے والے کا دل اُسپر فریفتہ نہ رہے اسوجہ سے وہ چیز متغیر اور درہم و برہم ہو جاتی ہے ظاہر
مین لوگ جانتے ہین کہ اس شخص کی رغبت سے اس مین خلل پڑا ہے مگر یہ بھی کچھ ٹھیک نہین
کیونکہ اگر اس قسم کی مصلحت اور حمایت کی رعایت سے آدمیون کے دلون کو کسی چیز پر فریفتہ ہونے
کے واسطے اُس چیز کو متغیر کر دینا منظور ہوتا تو خوبصورت لڑکے اور حسین عورتین زندہ ہی نہ رہتین
کہ عاشقون کے دل اُسطرف فریفتہ ہونے پاتے اور اگر یہ بات سچ بھی ہوتی تو جس چیز کی طرف
کسی کا دل رغبت کرتا اور وہ اُسکا عاشق اور فریفتہ ہوتا تو اُس فریفتگی کی وجہ سے وہ چیز ہی باقی
نہ رہتی حالانکہ یہ بات خلاف واقع اور ظاہر معلوم ہوتی ہے حکما نے یہان دوسرا طریقہ اختیار کیا
ہے جو کہ اکثر قریب بصواب ہے وہ کہتے ہین کہ نفوس انسانی کی تاثیر دو قسم کی ہے ایک تو وہ جو
ظاہری احوال کے واسطہ سے ہوتی ہے اور دوسری وہ کہ جو بغیر ظاہری کیفیت کے واسطے کے ہوتی
ہے جیسے وہم کی تاثیر کہ جب بہت بلند مکان پر کوئی کھڑا ہوتا ہے یا بہت باریک پتلے راستہ
پر چلتا ہے تو اسوقت وہم کے غلبہ سے جسم مین رعشہ پڑ جاتا ہے اور گر پڑتا ہے حالانکہ برابر جگہ
مین ہمیشہ ایسے راستہ پر چلتا ہے اور کچھ بھی وہم کا اثر نہین ہوتا اور جیسے کہ عوارض نفسانیہ یعنے
تصور اور خیال کی تاثیر اُن حالات مین ہوتی ہے جو انسان کے نفس پر کبھی کبھی آجاتے ہین اور
اُن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے یا جیسے خوف کی وجہ سے رنگ زرد ہو جاتا ہے اور بدن ٹھنڈا اور
آنکھون مین تاریکی آجاتی ہے اور غصہ کی حالت مین اسکے برعکس ہوتا ہے یعنی رنگ سُرخ
ہو جاتا ہے اور بدن گرم اور سب اعضا مین قوت آجاتی ہے سو جس طرح نفس پر ایک حالت
آجانے سے اس قسم کی تاثیر بدن مین ہو جاتی ہے اسیطرح غیر ابدان مین بھی ہو جاتی ہے اسی طرح
نظر کی تاثیر بھی ہے اور ایک قسم کا جادو جسکو تعلیق ہمت اور وہم کہتے ہین اور ہندوستان کے
جوگیون کا معمول ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے اور چونکہ نفوس تاثیر مین مختلف ہین بعضے قوی ہین اور

اذان کہہ رہا ہے میرے دل مین آیا کہ یہان ٹھہر جاؤن اور عصر پڑھ کر حضرت کی خدمت مین
حاضر ہون اور یہ یاد ہی نہ رہا کہ مین بے وضو ہون آپ کے ساتھ مین نے اسی طرح نماز
پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ اے لڑکے
اگر تو کسی ضرورت سے میرے پاس آتا تو مین وہ روا کر دیتا لیکن تو تو ایسا غفلت مین ہے
کہ نماز ہی بے وضو پڑھ لی اور نہ تجھے اپنا بے وضو ہونا یاد نہ آیا مجھے یہ سُنکر کمال تعجب ہوا کہ آپ ایسے
جزئی حالات کے نگران ہین اور میری بات کو یون آپ نے کہدیا اُسی دن سے مین نے
آپ کی صحبت اختیار کی اور اسی کو مین نے باعث برکت جانا **کرامت** شیخ ابو العباس خضر حسینی
موصلی بیان کرتے تھے کہ ایک شب مین حضرت کے مدرسہ مین حاضر تھا کہ وہان خلیفہ
مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف ابن امام مقتفی لامر اللہ ابو عبد اللہ محمد عباسی آگئے اور سلام
کے بعد اُنھون نے دس تھیلیان جنکو اُن کے دس آدمی لائے تھے آپ کے حضور مین پیش
کین آپنے فرمایا کہ مجھے انکی ضرورت نہین اُنھون نے کمال الحاح کی آپنے ایک توڑہ داہنے
ہاتھ مین اور ایک بائین مین لیا اور وہی دونون بڑے اور عمدہ تھے ان کو لیکر ہاتھ سے نچوڑا
تو اُن سے خون بہنے لگا آپنے فرمایا کہ اے ابو المظفر تم کو شرم نہین آتی کہ آدمیون کا خون لیتے
ہو اور مجھ سے اسکو قبول کراتے ہو وہ بے ہوش ہوگئے آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر
مجھے پاس قرابت آنحضرت صلعم کا نہوتا تو مین اس قدر نچوڑتا کہ خون اس کے گھر تک بہہ کر جاتا
کرامت ولید بن جبانی کہتے تھے کہ مین نے عبد العزیز بن تمیم شیبانی سے سُنا اور اُنھون نے عبد الغنی بن عبد الواحد سے اُنھون نے
نے ابو محمد خشاب نحوی سے کہ وہ کہتے تھے کہ مین جوانی کے زمانہ مین نحو پڑھتا تھا لوگون سے
مین نے آپ کی بہت تعریف سنی اور آپ کے کلام کی اور مجلس وعظ کی خوبی بھی مجھکو بھی
خواہش پیدا ہوئی کہ مین بھی سنون مگر وقت نہین پاتا تھا کہ ایک روز اتفاق سے اور لوگون کے
ساتھ مین بھی آپ کی مجلس مین حاضر ہوگیا حضرت نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے شخص
نحو کے وقت تو تیرا مددگار سیبویہ تھا خدا کی قسم آپ کے اس کلمہ نے ایسا مجھ مین اثر کیا کہ
مین نے آپ ہی کی ملازمت اختیار کر لی جس سے مجھے بہت سے قواعد نحویہ اور انکے
احکام اور دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ جو مین جانتا بھی نہ تھا اور نہ وہ کسی اور سے سنے تھے

سلہ ابو المظفر یوسف مستنجد باللہ بتیسوین خلیفہ خاندان عباسیہ کے تھے اور اکتیسوین خلیفہ مقتفی لامر اللہ کے بیٹے تھے بتاریخ
... مین ہو کر سنہ پانسو اٹھارہ مین پیدا ہوے ان کی ماں ام ولد گرجیہ تھی سنہ [illegible] مین مستنجد باللہ نے وفات پائی ۱۲ منہ

پس سب تھوڑے دنون مین حاصل ہوے اور جو کچھ اون سے پڑھا تھا وہ سب مقبول گیا
کرامت بعضے مشائخ شیخ بقا بن بطو سے نقل کرکے بیان کرتے تھے کہ ایک بار حضرت کے
حضور مین ایک شخص آیا اور اسکے ساتھ ایک امرد جوان تھا اُس شخص نے حضرت سے عرض کیا
کہ اسکے واسطے دعا کیجئے یہ میرا لڑکا ہے حالانکہ وہ اُس کا لڑکا نہ تھا اور وہ دونون کچھ اچھی
حالت پر نہ تھے حضرت کو فوراً غصہ آگیا اور آپ نے فرمایا کہ اب تمھاری یہ نوبت پہونچی کہ تم مجھسے
جھوٹھ بولتے ہو یہ فرماکر آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اُسیوقت اطراف بغداد مین آگ
لگ گئی ایک جگہ سے اگر آگ بجھائی جاتی تھی تو دوسری جگہ لگ جاتی تھی اور مین نے خود
دیکھا کہ اُسی کے ساتھ بلائین ابر کے ٹکڑون کی طرح بغداد پر نازل ہوتین مین فوراً دوڑکر آپ کی
خدمت مین حاضر ہوا دیکھا کہ آپ غصہ مین ہین مین آپ کے روبرو بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ
یا حضرت خلق پر رحم فرمائیے کہ آپ کا غصہ فرو ہوگیا اور وہ بلائین سب دور ہوگئین اور آگ
بجھ گئی **کرامت** شیخ ابو السعود حریمی اور شیخ علی بن ادریس یعقوبی اور حضرت شیخ شہاب الدین
سہروردی بیان کرتے تھے کہ شیخ عباد اور شیخ ابوبکر بن حمانی صاحب حالات رفیعہ تھے اور
حضرت غوثیت مآب شیخ ابوبکر سے فرماتے تھے کہ اے ابوبکر شریعت مطہرہ تیری
شکایت مجھ سے کرتی ہے کیونکہ حضرت نے ان کو [illegible] سے منع کیا تھا مگر وہ نہین
آتے تھے ایک روز حضرت جامع رصافہ مین تشریف لے گئے تھے تو شیخ ابوبکر کو اسی مجلس مین
دیکھا آپ نے اُن کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ ابوبکر کو اور بغداد سے باہر نکال [illegible] اُن کے
سب حالات و معاملات گم ہوگئے اور ساری کیفیت جاتی رہی پھر وہ عراق کی طرف چلے گئے جب
بغداد آنے کا ارادہ کرتے تو منھ کے بل زمین پر گر پڑتے اور اگر کوئی اُنکو اٹھا کر بغداد مین لانا چاہتا تو یہ
اور وہ دونون گر پڑتے غرضکہ ان کی ماں روتی ہوئی حضرت کے حضور مین آئین اور اُنکو دیکھنے کی
خواہش اور اپنا عاجز ہونا ان کے پاس جانے سے بیان کیا آپ نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ مین نے
اجازت دیدی کہ وہ عراق سے بغداد مین آئے اور تم سے [illegible] لوگون کی رعایت کرے
جو تمھارے گھر مین ہے غرضکہ وہ ہر حصہ عراق سے زمین کے نیچے [illegible] ان کے بیان [illegible]
تھے بعد اسکے شیخ عدی بن مسافر نے شیخ نقیب الجان کو آپ کی خدمت مین شیخ ابوبکر کی سفارش
کے لیے بھیجا تب آپ نے وعدہ فرمایا اور شیخ مظفر جمال [illegible] شیخ [illegible] دوستی تھی شیخ مظفر نے
ایک واقعہ مین خداوند عالم کو دیکھا تھا کہ وہ فرماتا ہے کہ [illegible]

مانگ تب اُنھون نے عرض کیا کہ اے پروردگار میری آرزو یہ ہے کہ میرے بھائی
ابوبکر کا حال واپس ملجائے جناب باری نے فرمایا کہ اُس کا حال پھیر دینا میرے ولی شیخ عبدالقادر
کے اختیار مین ہے تم اُن کے پاس جاؤ اور کہو کہ پروردگار عالم کہتا ہے کہ ابی بکر سے مین راضی ہوگیا
تم بھی اُس سے راضی ہو جاؤ پھر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ
اے مظفر میرے نائب اور وارث شیخ عبدالقادر سے کہو کہ تمھارے جد فرماتے ہین کہ ابوبکر کا
حال اب پھیر دو کیونکہ تم میری وجہ سے خفا ہوے تھے اب مین نے اُسے بخشدیا تم بھی بخشدو
غرضکہ جب شیخ مظفر کو اُس حالت سے افاقہ ہوا تو وہ خوش خوش شیخ ابوبکر کے پاس گئے کہ اُن سے
بھی یہ واقعہ کہدین ان سے اُن سے راستہ مین ملاقات ہوگئی اور وہان سے دونون حضرت
کے حضور مین حاضر ہوے آپنے دیکھتے ہی فرمایا کہ اے مظفر وہ پیغام کہو اُنھون نے بیان کرنا
شروع کیا اور جو درمیان مین بھولتے گئے وہ حضرت خود یاد دلاتے گئے پھر حضرت نے شیخ
ابوبکر سے توبہ کرائی اور اُن کو اپنے سینہ سے لگا کر اُسیوقت اُن کا جو حال جاتا رہا تھا مع زیادتی
کے واپس دیدیا شیخ مظفر کہتے تھے کہ مین نے شیخ ابوبکر سے پوچھا کہ تم اپنی ماں کے
پاس کیسے آتے تھے کہنے لگے کہ جب میرا ارادہ ان کی زیارت کا ہوتا تھا تو کوئی مجھکو اُٹھا لیتا
تھا اور زمین کے اندر لیکر چلا جاتا تھا اور مین اپنی ماں کے پاس پہونچ جاتا تھا پھر وہان سے
اُٹھا کر جہان ہوتا تھا وہین واپس کردیتا تھا کرامت بہت سے مشائخ سے روایت ہے کہ
ایکبار حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ چہارشنبہ کو شیخ حماد دباس کے مزار پر تشریف لے گئے اور
جماعت کثیرہ فقہا و فقرا آپ کے ساتھ تھی آپ دیر تک اُن کی قبر پر ٹھہرے رہے یہانتک
کہ دھوپ تیز ہوگئی پھر جب پلٹے تو آپ کے چہرۂ پر خوشی کے آثار نمایان تھے لوگون نے
دیر تک ٹھہرنے کی وجہ پوچھی آپنے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک بار مین بغداد سے شیخ حماد دباس کے یاران کی
ساتھ نماز جمعہ پڑھنے کے لیے جامع رصافہ آیا اور شیخ حماد خود بھی تھے جب سب نہر کے پل پر سے
گذرے تو اُنھون نے مجھے پانی مین گرادیا اس روز بڑی سردی تھی مین نے کہا
بسم اللہ غسل الجمعۃ اور مین صوف کا جبہ پہنے تھا شیخ حماد اور ان کے
اصحاب مجھے چھوڑ کر چلے گئے مین پانی سے نکلا اور فوراً اُن لوگون مین جا ملا
مگر سردی کی تکلیف سے مجھے بہت ہوئی لوگون نے شیخ حماد سے کہا کہ آپ نے
ان کو ایذا کیون دی اس مصیبت مین چھوڑ دیا اُنھون نے کہا کہ مین نے ان کے

ساتھ یہ امر بطور آزمائش کیا۔ تکلیف دینے کے طور پر تو آج جب میں اُن کے
مزار پر گیا تو اُن کو دیکھا جو ہر پہنے اور سر پر تاج یاقوتی اور ہاتھوں میں سونے کے
کنگن اور پیروں میں سنہرے جوتے پہنے دیکھا مگر سیدھا ہاتھ اُن کا بے کار تھا
میں نے پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگے کہ یہ اسوجہ سے کہ اسی ہاتھ سے میں نے تم کو گرادیا تھا
اور تم نے اُس قصور کو معاف نہیں کیا اب معاف کر دو میں نے کہا اچھا کہنے لگے خدا سے
دعا مانگو کہ میرے ہاتھ میں قوت آجائے تو میں دعا مانگنے کے لئے کھڑا ہو گیا تھا اُس وقت
میرے ساتھ پانچ ہزار اولیا اپنی قبروں سے خدا سے دعا مانگنے لگے کہ میرا سوال شیخ حماد
کے حق میں قبول ہو یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے قبول فرمایا اُن کا ہاتھ درست کر دیا
اور اُنھوں نے مجھ سے اُسی ہاتھ سے مصافحہ کیا جب یہ خبر بغداد میں مشہور ہوئی تو شیخ حماد کے
مریدین میں سے ایک بڑا گروہ آپ کی خدمت میں اس قول کی تحقیق کرنے آیا جب وہ سب
آئے تو کوئی آپ کی ہیبت اور جلال سے بات نہ کر سکا خود حضرت ہی نے اُن کا مطلب
اُن سے بیان کر کے ارشاد کیا کہ تم اپنے دو آدمیوں سے بھی پوچھ لو کہ تم کو یہ امر واضح ہو جائے
یعنی شیخ ابی یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی سے جو اُسی روز بغداد آئے تھے اور
شیخ ابو محمد عبد الرحمن بن شعیب کردی سے سب نے اتفاق کیا کیونکہ یہ دونوں حضرات
صاحب کشف خارق عادات تھے بعد اسکے ان لوگوں نے آپ سے کہا کہ ان حضرات
کو اصل حال معلوم کرنے کے لیے ایک ہفتہ کی مہلت دینے کی ضرورت ہے آپ نے
فرمایا کہ ضرور پر تم یہاں سے نہ اُٹھتے جب تک یہ امر تحقیق نہ ہو جاتا اس ارشاد کے بعد آپ نے
سر جھکا لیا اور اُن لوگوں نے بھی تب اُن سب فقرا کو جو مدرسے کے باہر تھے وہ سب حال مکشوف
ہو گیا اُسی وقت شیخ یوسف ننگے پیر دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ خداوند تعالیٰ
نے اس وقت میرے پاس شیخ حماد کو بھیجا اور اُنھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے یوسف شیخ عبد القادر کے
مدرسہ میں جا کر جو لوگ وہاں ہیں اُن سے کہدو کہ جو کچھ شیخ عبد القادر کہتے ہیں وہ سب سچ ہے
وہ کہہ ہی رہے تھے کہ شیخ عبد الرحمن آئے اور اُنھوں نے بھی یہی کہا تب سب لوگ
اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت سے معذرت کر کے معافی مانگنے لگے کرامت شیخ ابو عبد اللہ محمد
بن خضر حسینی موصلی کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ میں نے حضرت کی تیرہ برس
خدمت کی اور آپ کے بہت کرامات دیکھے منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ جب

کسی مریض کی علاج سے عاجز ہو جاتے تھے تو وہ مریض آپ کی خدمت مین آتا تھا آپ اُسکے لیے
دعا کرتے اور اُسپر ہاتھ پھیرتے وہ فوراً اچھا ہو جاتا ایک بار خلیفہ مستنجد باللہ کے عزیزون مین
ایک شخص کو استسقا ہو گیا تھا اور اُس کا پیٹ بلند ہو گیا آپ نے اُسپر ہاتھ پھیرا وہ فوراً بالکل اچھا ہو گیا
کرامت ایک بار شیخ ابو المعالی احمد بن مظفر بن یونس بغدادی حسینی نے حاضر ہو کر عرض کیا
کہ میری لڑکے کو پندرہ مہینے سے بخار ہے کسی وقت نہین اُترتا مین نے بہت تکلیف اُٹھائی
اور بہت کچھ علاج مین صرف کیا مگر کچھ نہوا آپ نے فرمایا کہ اُس کے کان مین جاکر کہدو
کہ اے ام ملدم تجھ سے شیخ عبد القادر کہتے ہین کہ میرے لڑکے کو چھوڑ کر حلہ چلی جا اُس نے
یہی جا کر کہا لڑکا اچھا ہو گیا بعد کو خبر آئی کہ حلہ مین بہتون کو بخار آ گیا کرامت شیخ ابی عبد اللہ
محمد بن ابی الفتح ہروی بیان کرتے تھے کہ مین ایکبار حضرت کے سامنے کھڑا تھا مجھے کھانسی
آئی مین نے روکا اور شرمایا کہ آپ کے سامنے کیا تھوکون آپ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہین تھوک دو اب
تمکو کھانسی آئے گی نہ بلغم وہ کہتے تھے کہ مجھکو اسّی برس ہوے ہین جب سے نہ کھانسی آئی ہے
نہ بلغم اور انھین کا بیان ہے کہ آپنے میرا نام محمد طویل رکھا تھا مین نے ایک دن عرض کیا کہ
مین تو چھوٹے قد کا آدمی ہون یہ طویل کیسے آپنے فرمایا کہ تمھاری عمر زیادہ ہے اور سفر طویل
چنانچہ وہ ایک سو ستائیس برس زندہ رہے اور بہت سفر کی عجائب و غرائب دیکھے اور کوہ قاف
تک سیر کی اور یہ آپکے اول خادمین سے تھے کرامت شیخ ابو العباس خضر بن عبد اللہ
بن یحییٰ حسینی موصلی کہتے تھے کہ مین نے خلیفہ مستنجد باللہ کو ایک بار حضرت کی مجلس مین دیکھا
وہ عرض کر رہے تھے کہ مین اپنے قلبی اطمینان کے لیے آپ کی کرامت دیکھنا چاہتا ہون آپنے
فرمایا کیا چاہتے ہو عرض کیا کہ مین چاہتا ہون کہ غیب سے سیب آ جائے اور وہ زمانہ عراق مین
سیب کا نہ تھا حضرت نے اپنا ہاتھ ہوا مین بڑھایا دو سیب آپ کے ہاتھ مین آ گئے ایک آپنے
خلیفہ کو عنایت فرمایا اور دوسرا خود تراشا وہ بہت سفید و عمدہ نکلا مشک کا ایسا خوشبودار اور
خلیفہ نے جو تراشا تو وہ سڑا ہوا نکلا اور اُس مین کیڑے پڑے ہوے تھے اُس نے عرض کیا
کہ یہ کیا فرمایا دونون ایک ساتھ تھے لیکن اُس سیب پر ظالم کا ہاتھ لگا اس واسطے
اُس مین کیڑے پڑ گئے کرامت شیخ ابو عمر عثمان اور شیخ ابو محمد عبد الحق حریمی کا
بیان ہے کہ ماہ صفر ۵۵۵ھ مین اتوار کے روز ہم حضرت کی خدمت مین حاضر

حریم ایک محلہ کا نام ہے بغداد مین اور ایک گاؤن کا بھی یہ نام ہے ۱۲ مترجم

سے تھے آپ ایک بہت موٹے کپڑے کی پوستین پہنے وضو کے لیے اُٹھے وضو سے فراغت
کے بعد دو رکعتین پڑھیں بعد سلام کے آپ نے ایک مہیب آواز سے آپ ہی آپ
ڈانٹا اور اسی پوستین کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر آسمان کی طرف پھینکدیا وہ ٹکڑا نظر سے غائب ہو گیا
پھر دوبارہ ڈانٹا اور دوسرا ٹکڑا پھاڑ کر ہوا مین اُڑا دیا وہ بھی نظر سے غائب ہو گیا پھر مسند
پر آکر بیٹھ گئے کسی کی استقدر مجال نہتی کہ پوچھتا سب چپ رہے تیس روز کے بعد ایک قافلہ
عجم سے آیا اور وہ حضرت کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا قافلہ والون نے عرض کیا کہ ہم نے ایک
نذر کی ہے جسکی ادائی ہمارے ذمہ ہے آپ سے اجازت چاہتے ہین آپ نے منظور فرما کر
خادم سے فرمایا لے لو اُن لوگون نے تھوڑا سا خالص سونا اور کچھ کپڑا ریشمی دیا اور وہ دونون
ٹکڑے پوستین کے بھی جو آپ نے آسمان کی طرف پھینکے تھے نذر کیے راوی کا بیان ہے
کہ ہم نے ان لوگون سے دونون ٹکڑون کی کیفیت پوچھی تو انھون نے بیان کیا کہ پارسال
تیسری صفر کو ہم راستہ پر چلے جاتے تھے کہ بدوی چورون نے مع اپنے دو سردارون کے
ہم پر چھاپا مارا بعضون کو تو مار ڈالا اور بعضون کو چھوڑ دیا اور سب مال لوٹ لے گئے اور
اطمینان سے دریا کے کنارے مال کی تقسیم مین مصروف ہوے ہم سب جنگل کے کنارے
جاکر ٹھہرے تو ہماری زبان سے نکلا کہ اگر ایسے وقت مین ہم حضرت غوثیت مآب سے استمداد
کرتے اور کہتے کہ اگر ہمارا مال ہم کو پھر ملے گا تو استقدر ہم خدا کی نذر حضرت کے وسیلے سے اپنے
ذمہ پر لازم کرلیتے ہین تو غالباً بہتر ہوتا اسیوقت دو مرتبہ سخت ہولناک آواز ہمارے کانون مین
آئی ایسا کہ تمام جنگل کانپ گیا اور چور سب پریشان و متحیر ہو گئے سب یون سمجھے کہ ... یہ
اور چورون نے اپنے سردار کو بلایا استنے مین اُن مین سے ایک شخص ہماری تلاش مین آیا اور کہنے لگا
کہ آؤ اور اپنا سب مال ہم سے واپس لے لو تمھارا مال لوٹ کر ہم نہایت پشیمان ہوے جب
سب وہان گئے تو اُن کے سردار کو مرا پایا اور دونون کے پاس یہی ٹکڑا پانی سے
بھیگا ہوا موجود پایا چنانچہ اپنا کل مال مع اُن ٹکڑون کے ہم نے لے لیا اور چلے آئے
وہ لوگ سب کہتے سنتے کہ یہ واقعہ بہت سخت ہوا کرامت نہتی ... ہے کہ شیخ جمال الدین ابو عمر
عثمان بن شیخ ابو الحرم مکی بن شیخ ابو عمر عثمان بن کامل بن ابراہیم سعدی شافعی رحمہ اللہ نے روز عاشورہ
۶۰۵ چھ سو پانچ ہجری مین بیان کیا کہ مجھ سے ابو القاسم خلف بن عیاش شامی شافعی نے سنہ
چھ سو پانچ مین بیان کیا کہ شیخ ابو عمرو عثمان بن اسمٰعیل سعدی نے جو بغداد مین مسند امام ...

کے بیٹے کو بھیجا جب مین بغداد پہونچا حضرت غوث مآب رضی اللہ عنہ کا شہرہ سُنا اور تمام شہر
کے ادنی و اعلی کی زبان پر آپکے مناقب و حالات عالیہ جاری پاے مین نے اپنے دل
مین کہا کہ اگر ان بزرگ کا مرتبہ کشف اور درجہ عرفان اس حد پر ہے تو مین ایک صورت غیر معتادہ
اپنے ذہن مین مرتب اور مقرر کرتا ہون وہ خود آپ کے ضمیر منیر پر روشن ہو جائیگی چنانچہ مین نے
اپنے ذہن مین قرار دیا کہ اگر ایسا ہو کہ مین جب محفل عالی مین حاضر ہون اور سلام کرون تو آپ
سلام کا جواب نہ دین اور روے مبارک میری طرف سے پھیر لین اور خادم سے فرمائین کہ خوشہ
خرما ٹوپی بھرا اُسکے بیچنے والے سے لے آؤ اور ایک دانگ کا شہد بھی اُس کے ساتھ ہو نہ کم نہ زیادہ
اور جب وہ لاوے تو آپ اپنی ٹوپی بغیر میری طلب کے مجھے پہنا دین اور میرے سلام کا جواب
دین یہ سوچ کر مین مدرسہ گیا دیکھا کہ آپ محراب مسجد مین تشریف رکھتے ہین آپ نے میری طرف
دیکھا فوراً میرے خیال مین آیا کہ میرا خطرہ آپ کو منکشف ہو گیا ہے مین نے سلام کیا آپ نے
جواب نہین دیا اور میری طرف سے مُنہ پھیر کر خادم سے فرمایا کہ خوشہ خرما اُس شخص کی ٹوپی بھر اور
شہد ایک دانگ کا کم زیادہ نہین مول لے آؤ اور خدا کی قسم جو کچھ مین نے الفاظ خیال کیے تھے
وہی سب آپ نے کہے جب خادم لے آیا تو اُس نے بیچنے سر سے ٹوپی اُتار کر خوشہ خرما اُس مین ڈالدیے
وہ ٹوپی بھر گئی اور شہد مجھکو عنایت کیا اور کلاہ مبارک فرق اقدس سے اُتار کر میرے
سر پر دے کر اُسیوقت سلام کا جواب دیکر فرمایا کہ اے بدیع الدین تیری یہی سب خواہشین
تھین مین شکریہ عنایت بجالایا اور چند دنون تحصیل علم و سماع حدیث آنحضرت سے کی اور یہ شیخ
بدیع الدین علماء و صلحاء محدثین سے تھے مدتون مصر مین رہے اور بہتون کو اُنھون نے خرقہ قادریہ
پہنایا اور شوال عمرانی اور قاہرہ مین انتقال کیا رحمۃ اللہ علیہ فائدہ مسند امام احمد کے متعلق ابن المدینی
کا قول ہے کہ اس مین اصول اسلامی سے چالیس ہزار کے قریب اصل ہے اسلیے اس سے بعضون نے
اسپر صحت کا اطلاق مبالغتہً کیا ہے اور عراقی کا قول ہے کہ اس مین حدیث
ضعیف کا ہونا ثابت ہے بلکہ بعض موضوع حدیثین بھی ہین چنانچہ مین نے اُن کو ایک
رسالہ مین جمع کیا ہے اور ان پر اُن کے شاگرد حافظ ابن حجر نے تعقب کرکے لکھا ہے
کہ اس مسند مین سوا چار سو حدیثون کے اور کوئی حدیث ایسی نہین ہے جو بے اصل ہو
اور انجملہ ایک حدیث ابن عوف کی ہے کہ انہ یدخل الجنۃ زحفاً الخ جسکو مناوی نے
بھی لکھا ہے اور ابن حجر ہیتمی اور ملا علی قاری کہتے ہین کہ حق یہ ہے کہ اس مین بہت سی

حدیثیں ضعیف ہیں اور بعض بہت سے زیادہ ضعیف ہیں تھے کہ ابن جوزی نے ان میں سے بہتوں کو موضوعات
میں لکھا ہے مگر بعضوں نے ان کی بعض حدیثوں میں ابن جوزی پر تعقب کیا ہے اور ان سب کے
موضوع ہونے پر حافظ ابن حجر نے تعقب کر کے ان کے موضوع نہ ہونے کو ثابت کیا ہے اور
لکھا کہ وہ انفراد اور تجرید میں اُن کتابوں سے عمدہ ہے جنکے مؤلفین نے کل حدیثوں میں صحت کا
التزام نہیں کیا اور اس میں صحیحین سے زیادہ حدیثیں ہیں مگر یہ بھی اُن ضعیف حدیثوں سے زیادہ نہیں
ہیں جو سنن ابو داؤد اور ترمذی میں ہیں اور حافظ ابن حجر نے اسی بارہ میں ایک کتاب لکھی ہے
جس کا نام القول المسدد فی الذب عن مسند احمد ہے اُس میں اُنھوں نے ابن جوزی اور عراقی
کی تردید بھی کی ہے اور جن حدیثوں پر کہ ان دونوں نے جھوٹے ہونے کا حکم دیا ہے انکو صحیح
ثابت کیا ہے صرف چار حدیثیں نکال ڈالی ہیں اور خلاصہ کلام حافظ ابن حجر کا فی مسند وہ
لسان المیزان میں یہ ہے کہ وہ حدیثیں منکرہ اور بے اصل ہیں لیکن وہ قطعی موضوع نہیں کہی
جا سکتیں پھر خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی کا قول بطریقہ ادراک مافات کے ہے کہ جو کچھ امام احمد
کے مسند میں ہے وہ مقبول ہے کیونکہ جو ضعیف بھی اُس میں ہے وہ بھی قریب حسن کے ہے اور
عبداللہ بن امام احمد نے جابر بن سمرہ کی اس حدیث میں کہ ادب دینا کسی کا اپنے لڑکے یا کسی
اور کے لڑکے کو بہتر ہے اس سے کہ وہ ہر روز پڑھنے دو پہر صدقہ دے یہ لکھا ہے کہ اس حدیث
کو میرے والد نے اپنے مسند میں بسبب ناصح کے نہیں روایت کیا کیونکہ وہ ضعیف تھا مگر میں نے
اسکو زوائد میں لکھوایا اور دوسرے قرنوں کے بعد اس حدیث کو پھر ذکر کر کے لکھا کہ اس حدیث کے
سوا میرے باپ نے ناصح سے اور کوئی حدیث روایت نہیں کی پھر قصہ روایت حدیث عثمان
بن ابی شیبہ کے کہ اُنھوں نے جریر سے اور اُنھوں نے محمد بن سالم سے روایت کی لکھتے ہیں
کہ میں نے اپنے والد سے عثمان کی حدیث روایت کرنے کو جریر سے بیان کیا تو اُنھوں نے اسکی
انکار کی اور میرے والد محمد بن سالم سے حدیث نہیں نقل کرتے تھے اس وجہ سے کہ وہ انکے نزدیک
ضعیف تھی اور انکی حدیث کی انکار کرتے تھے اسیطرح کی اور بہت سی باتیں ہیں اور ابن جوزی
کے متعلق سیوطی نے طبقات مفسرین میں لکھا ہے کہ ذہبی کہتے تھے کہ ابن جوزی کو حدیث کے
متون پر اطلاع تام تھی لیکن اس کا کلام صحت وسقم پر جو نا اُس میں اُسکو نہ محدثین کا سا ذوق
تھا اور نہ تدقیق حفاظ کا سا اور ذہبی نے خود اپنی تاریخ میں سیف ابن ابی المجد حافظ سے
نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے جو کتاب موضوعات تصنیف کی تو اس میں جو حدیثیں

مخالف عقل ونقل لکھین یہ اچھا کیا مگر یہ جو انھون نے اُن حدیثون کو بھی موضوع لکھا کہ جن کے
راویون مین کلام ہے جیسے فلان راوی ضعیف ہے یا لین یا غیر قوی اس مین انھون نے غلطی کی
کیونکہ جس حدیث کے بطلان پر قلب شاہد نہین اور نہ وہ معارض کتاب وسنت ہے نہ کوئی وجہ
اُسکے موضوع ہونے کی سبب سوا اسکے کہ اُسکے راویون مین کسی نے کلام کیا تو وہ حدیث موضوع
کیسے ہوجائے گی اور ابن ہمہ اسنے پر اُنکا موضوع کہدینا حد سے گذر جانا ہے **کرامت** شیخ
ابو الحسن علی بن ابی طاہر ابراہیم بن نجا بن غنائم انصاری دمشقی فقیہ حنبلی واعظ نزیل مصر بیان کرتے
تھے کہ سنہ پانسو اٹھانوے مین مین بعد فراغت حج کے پہلی بار ایک فقیر رفیق کے ساتھ بغداد آیا
وہان کوئی میرا جان پہچان نہ تھا نہ ایک چھڑی کے سوا کچھ میرے پاس تھا بضرورت وہ ایک
دانگ کی بیچی اور اُسوقت اُسکے بھُنے چاول لیکر کھائے مگر پیٹ نہ بھرا کھانے کی فکر
مین ہم دونون حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی خدمت مین حاضر ہوئے آپ وعظ فرما رہے
تھے یکایک قطع کلام کرکے فرمانے لگے کہ یہ غریب حجاز سے آئے ہین اور اسکے پاس ایک
چھڑی کے سوا کچھ نہ تھا اُسکو ایک دانگ کی بیچ کر بھُنے چاول لیکر کھا آئے لیکن نہ وہ اُنکو
اچھے معلوم ہوے اور نہ اُس سے سیر ہوئے حاضرین کو اس ارشاد سے نہایت تعجب ہوا پھر
آپ نے خادم سے فرمایا کہ دسترخوان بچھا کر کھانا لگاؤ مین نے اپنے ساتھی سے چپکے سے
پوچھا کہ تم کس چیز کی خواہش ہے اُس نے کہا کشکاب[1] وُراج اور مین نے اپنے دل مین شہد
خیال کیا فورًا آپ نے خادم سے فرمایا کہ کشکاب دُراج اور شہد لاؤ وہ دونون چیزین لے آیا
آپ نے فرمایا کہ یہ ان دونون مسافرون کے سامنے رکھدو اُس نے رکھدیا آپ نے فرمایا
کہ اب شہدان کو دو اور ہر لیسہ انکو مین بے تحاشا دوڑ کر اور لوگون کی گردنون پر پیر رکھکر حضرت
کے قدمون پر جاکر گرا آپ نے فرمایا اھلاً وسھلاً یا واعظ مصر مین نے عرض کیا کہ یا حضرت
مین کیسے واعظ ہو سکتا ہون مین تو الحمد بھی ٹھیک نہین پڑھ سکتا آپ نے فرمایا مین خدا کے حکم سے
تم کو یہ بشارت دیتا ہون چنانچہ مدرسہ شریفہ ہی مین مین نے تحصیل علم شروع کی اور ایک برس مین
مین نے اتنا پڑھا جتنا کوئی بیس برس مین پڑھتا ہو پھر بغداد مین مین نے وعظ کہا یہ سب آپ کا فیض تھا
تھا بعد اسکے آپ سے مصر جانیکی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ جاؤ یہ سفر تمکو مبارک ہوگا اور تم

[1] کشکاب ایک آش جو کہ جو بیمارون کیلئے بنائی جاتی ہین کذا فی البرہان اور ہریسہ ہیں سو ایک قسم کے آش ہوتے ہین جیسے
بھُنے ہوئے گیہون اور گوشت اور گھی اور نمک مصالحہ سے ملا کر پکاتے ہین ۱۲ آئین اکبری

دمشق بھی جاؤ گے اور قوم غز کو مستعد مصر جانے کے لئے پاؤ گے اُس قوم سے کہہ دینا کہ اس مرتبہ
تمہاری کوشش بے سود ہوگی مصر کے لینے کا ارادہ دل سے نکال ڈالو دوسری بار جب قصد
کروگے تو فتح پاؤ گے جب میں دمشق پہونچا تو جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہی دیکھا کہ قوم غز مصر لینے
کے لیے تیاریاں کر رہے تھے میں نے حضرت کا ارشاد اُن سے بیان کیا مگر انھوں نے نہ مانا پھر
میں جب مصر پہونچا تو خلیفہ مصر کو لڑائی پر مستعد پایا تب خلیفہ سے میں نے کہا کہ اس مرتبہ قوم غز
فتح نہیں پائیگی تم اطمینان سے اُن سے لڑو اور شکست دو غرض قوم غز نواحی مصر میں پہونچے
اور باہم لڑائی ہوئی اور شکست کھا کر دمشق پلٹ گئے اُسکے بعد سے خلیفہ مصر نے مجھ پر بہت
نوازش کی اور اپنے مصاحبین خاص میں کر دیا جب دوبارہ پھر قوم غز نے لشکر کشی کی تو فتح پائی
تب اُن لوگوں نے میری بہت تعظیم و تکریم کی اور دونوں جگہوں سے ذریعہ [illegible]
کی بدولت جو میں نے آپ سے سُنا تھا ملے یہ شیخ ابوالحسن عمار محدثین سے تھے اکثر وعظ
کہا کرتے تھے اور لوگ اُن سے منتفع ہوتے تھے سنہ پانسو ننانوے میں مصر میں وفات
ہوئی سنہ پانسو آٹھ میں دمشق میں پیدا ہوے اس حساب سے انکی عمر اکانوے برس کی ہوئی
کرامت مناقب غوثیہ میں ہے کہ ایک بار ماہ رمضان المبارک میں ستر آدمیوں نے ایک ہی
وقت میں حضرت غوثیت مآب کی خدمت میں علیحدہ علیحدہ دعوت کی درخواست کی کہ حضرت ہمارے
گھر میں تشریف لاکر دعوت تناول فرمائیں آپ نے قبول فرمایا اور ایک [illegible]
وقت میں ہر جگہ پہونچے اور خانقاہ میں بھی جماعت حاضرین کے ساتھ موجود [illegible]
میں جب شایع ہوئی تو ایک خادم کے دل میں خطرہ آیا کہ آپ نے تو خانقاہ سے قدم باہر نہیں
نکالا اور سب لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں [illegible] آپ تشریف لے گئے [illegible]
ہوسکتا ہے فوراً حضرت نے اُس خادم کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا [illegible]
ہر ایک کی دعوت قبول کی اور ہر ایک کے مکان پر گیا ایسے ہی ایک حکایت [illegible] شیخ
ابراہیم بن ادہم کی بھی مضمون حمادیہ میں مذکور ہے کہ ابوعبد اللہ [illegible] سے لوگوں نے پوچھا
کہ یہ کیا بات ہے جو لوگ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں
نے انکو بصرہ میں ترویہ کے دن دیکھا اور پھر اسی روز مکہ میں بھی تو انھوں نے جواب دیا کہ جنید
کا قول تو یہ ہے کہ جو اُسکے جواز کا اعتقاد کریگا وہ کافر ہے کیونکہ یہ کرامات سے نہیں ہے بلکہ معجزہ
سے ہے لیکن میں اگرچہ اُسے محال جانتا ہوں مگر اسپر کفر کا اطلاق نہیں کرتا [illegible] یہ مصنف

سروت بابی خیثمہ سے کہتے تھے کہ وہ شخص کافر کہا جائیگا میں کہتا ہوں کہ وجود شخص واحد کا ایک وقت
میں دو جگہ وغیرہ پر ممکن ہے بڑے بڑے علمانے اسکا امکان ثابت کیا ہے اور اسپر بہت سے
شواہد پیش کئے ہیں اب اگر یہ دیکھنا ایک آن میں ہے تو وہ تصور ہے اور متکلمین میں اسکے منکر وہی
ہیں جو عالم مثال کے منکر ہیں انکے سوا اور لوگوں نے انپر بہت تفصیل سے تردید کی ہے اور اگر
کئی بار دیکھنا ایک شخص کا دو آنوں میں ہو تو وہ از وار ارض ہے علامہ تاج الدین سبکی طبقات
میں اقسام کرامات میں لکھتے ہیں کہ پانچویں ازوار الارض ہے اولیا کے واسطے اس طور پر کہ
بعضوں کا بیان ہے کہ بعضے اولیا جامع طرطوس میں تھے اور انکو حرم شریف کی زیارت کا شوق
ہوا تو انھوں نے اپنا سر اپنی جیب میں ڈال کر پھر نکالا تو اپنے آپ کو حرم میں پایا اور اسکے علاوہ
اور بہت سے حکایات اسی قسم کے حد تواتر کو پہنچے ہیں جن کی انکار کوئی نہیں کر سکتا علامہ
جلال الدین سیوطی کا اسی بیان میں ایک خاص رسالہ ہے کہ جسکا نام القول المنجلی فی تطور الولی
ہے وہ اس میں لکھتے ہیں کہ یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ شخص واحد کا وجود دو مکانوں میں ایک وقت
میں ممکن بلکہ محال ہے تو ایسا نہیں ہے بلکہ اس امر کو بڑے بڑے علما نے صاف صاف طور
سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ امر جائز اور ممکن ہے چنانچہ ان میں سے علامہ علاء الدین
قونوی شارح حاوی اور شیخ تاج الدین سبکی اور شیخ کریم الدین شیخ خانقاہ صلاحیہ اور شیخ صفی الدین
ابن ابی المنصور اور شیخ عبد الغفار بن نوح قوصی صاحب توحید اور علامہ یافعی اور شیخ تاج الدین
بن عطاء اللہ اور شیخ سراج الدین بن الملقن اور برہان انباسی اور شیخ عبد اللہ اور انکے شاگرد
شیخ خلیل مالکی صاحب مختصر اور شیخ ابو الفضل محمد بن ابراہیم تلمسانی مالکی اور اور بہت سے لوگ
ہیں ان سب کے کلام کا خلاصہ اسکی توجیہ کے متعلق تین باتیں ہیں ایک یہ کہ شکل میں صورتیں
متعدد ہوں جیسے جنات وغیرہ دوسرے یہ کہ زمین اسکی لپیٹ دیجاوے جس سے جگہ ایک سمجھی جاوے یعنی
اللہ تعالے زمین کو کسی ولی کے واسطے لپیٹ دے اور حجابات مانند اٹھا دے اور وہ گمان
کرنے لگے کہ یہ دو جگہوں میں ہے حالانکہ وہ ایک ہی جگہ ہے یہی عمدہ بات ہے بیت المقدس کے
اٹھ جانے والی حدیث کے قیاس کرنے کے بارہ میں کہ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ میں دیکھا اور اسکی نسبت اور حالت قریش سے بیان فرمائی جب کہ ان لوگوں نے شب معراج
کی صبح کو پوچھا تیسرے یہ کہ اس ولی کا جثہ ایسا عظیم ہو جائے کہ دنیا بھر کو گھیر لے اور ہر چیز کو
ملکی جگہ پر پائے جیسے ملک الموت کہ وہ مشرق و مغرب میں جو ہوتا ہے اسکی روح ایک

گھڑی میں قبض کر سکے ایسا ہی وجہ ان تینوں میں احسن الوجوہ ہے اور یہ صورت مشاہدہ پر ویکھنے
کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالے نے ناظر کو محجوب کر ناہو یا بند پر پابند کر بعض میں داخل کر دیتا
ہے جیسے کہ یہ دونوں باتیں کہی گئیں یا حضرت جبرئیل کی رویت میں تھا وجیہ کلبیؓ کی صورت پر یا پھر
صورت اصلی انکی اس سے بڑی اس طرح پر کہ اسنے بازو افق ڈھانپے ہوئے تھے پھر شیخ جلال الدین سیوطی
نے علاء الدین قونوی کے کلام کو انکی کتاب الاعلام سے اور شیخ تاج الدین سبکی کے طبقات الکبریٰ
کی عبارت متعلقہ ترجمہ ابی عباس ملثم اور انکے شاگرد شیخ عبد الغفار بن نوح صاحب کتاب الوحید
فی علم التوحید اور شیخ صفی الدین بن ابی المنصور کے رسالہ کی عبارت اور شیخ خلیل مالکی کی
عبارت جو انھوں نے اپنے شیخ شیخ عبد اللہ کے مناقب والی کتاب میں لکھی ہے اور شیخ
سراج الدین بن الملقن اور برہان الدین انباسی کی کتاب تلخیص الکوکب المنیر فی مناقب
شیخ ابی العباس البصیر اور علامہ شمس الدین ابراہیم کی کتاب الروح کی سب عبارتیں نقل
کرکے لکھا ہے کہ ہمارے مقصد کے شواہد میں ایک یہ بھی ہے کہ جسکو امام احمد اور نسائی نے
بہ سند صحیح حضرت ابن عباس سے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب مجھے معراج ہوئی تو اسکی صبح کو میں نے طواف کیا اور مجھے خیال
ہوا کہ لوگ مجھے جھٹلانے لگے بعد اسکے وہ سب بیان کیا یہاں تک کہ قریش نے کہا کہ آپ
بیت المقدس کا حال بیان کر سکتے ہیں کہ کیسا ہے اور اس وقت جتنے لوگ بھی تھے وہ
جو بیت المقدس کو دیکھ آئے تھے آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ میں اسکا حال بیان کرنے لگا
جب بعض وہ باتیں بھی جو مجھ پر پوشیدہ تھیں مجھ سے پوچھی گئیں تو فوراً بیت المقدس میرے
سامنے لایا گیا اور میں اسکی طرف دیکھنے لگا اور وہ ایسا قریب تھا کہ جیسے عقیل کا گھر یا جیسے
میں اسکو دیکھتا جاتا تھا اور حال بیان کرتا جاتا تھا تو یہ از قبیل تمثیل ہے جیسے جنت و دوزخ
دیکھنا عرض دیوار میں یا از قبیل طے مسافت کیونکہ معلوم ہے کہ بیت المقدس وہاں سے انکو
کبھی ایک گھڑی بھی اپنے شہر سے باہر نہیں دیکھا اور کسی قبیل سے وہ ہے جو ابن جریر و ابن
المنذر و ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیروں میں اور حاکم نے مستدرک میں صحیح کے ساتھ ابن عباس سے
اس آیت لولا ان رای برھان کی تفسیر میں روایت کیا اور ایسے ہی روایت سعید ابن جبیر

ف ۱ یہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے ساتھ قصد کیا [illegible]
[illegible] حضرت یوسف کے سامنے [illegible]
[illegible]

حمید بن عبدالرحمن اور مجاہد اور قاسم بن ابی بزہ اور عکرمہ اور محمد بن سیرین اور قتادہ اور ابی صالح
اور شمر بن عطیہ وضحاک کی ہے اور حسن سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ گھر کی چھت پھٹ گئی
اور حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے اور ایک روایت میں اُن سے ہے کہ صورت حضرت
یعقوب کو دیکھا اور یہی قول اُن اسلاف کا دلیل ہے اثبات عالم مثالی یا طے مسافت پر اور یہی
ہمارے مسئلہ کا بھی بہت بڑا شاہد ہے کیونکہ حضرت یوسف نے حضرت یعقوب کو دیکھا اور حضرت
یوسف علیہ السلام مصر میں تھے اور وہ اُسوقت زمین شام میں تو اُس میں اثبات رویت یعقوب
علیہ السلام دو بعید مکانوں میں ہے وقت واحد میں اِن دو قاعدون کی بنا پر جنکو ہم نے بیان
کیا حضرت مولانا عبدالرحمن جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند فرماتے
تھے کہ حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے تھے کہ زمین اس گروہ کی نظر میں مثل دسترخوان
کے ہوتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مثل روئے ناخن کے کہ کوئی چیز اُنکی نظر سے غائب ہی نہیں
رہتی کرامت مناقب غوثیہ میں ہے کہ ایک درویش صاحب ورع وتقویٰ نے حضرت غوثیت
مآب رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے اشتیاق میں مسافت بعیدہ طے کر کے بغداد پہونچے پہلے اُن کا
گذر آپ کے اصطبل کی جانب ہوا دیکھا کہ گھوڑوں کی جھولیں دیبا و زربفت کی ہیں اور بجائے رسی
کے طلائی و نقرئی زنجیریں یہ کروفر ظاہری دیکھکر اُنکے دل میں خیال گذرا کہ جسکے پاس اسقدر
اسباب ظاہری ہوگا اُسکو یاد حق میں حلاوت کیسے ہوتی ہوگی یہ خیال کر کے وہان سے واپس
چلے ایک محلہ میں ٹھہرے وہان بیمار ہو گئے اُس محلہ کے مسلمانوں نے طبیب کو بلا کر دکھایا وہ
نبض دیکھ کر پریشان ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس بیمار کا علاج بہت دشوار ہے لوگون نے پوچھا
کیون اُسنے جواب دیا کہ فلان رنگ و فلان جنس کے گھوڑے کے خون سے اسکو غسل دیا جائے
اور اُسی کے جگر کے کباب کھلائے جائیں تو شاید اچھا ہو جائے یہ خبر حضرت کو پہونچی آپ نے
طبیب و بیمار دونوں کو طلب فرمایا اور اپنے حجرۂ خاص کے قریب مریض کو رہنے کیلئے جگہ عنایت
فرمائی اور طبیب سے کہا کہ طویلہ میں جو گھوڑا علاج کے قابل ہو اُسکو لیلو اور کام میں لاؤ چنانچہ
طبیب نے ایک گھوڑا ذبح کر کے مریض کو اُسکے خون سے غسل دیا اور اُسکے جگر کے کباب
کھلانا شروع کیا چند دنوں میں وہ درویش بالکل اچھے ہو گئے اور حضور میں حاضر ہو کر شکرانہ
بجا لائے آپ نے فرمایا تم فلان شہر سے میری ملاقات کو محنت شاقہ گوارا کر کے آئے یہ احسان
تمہارا مجھ پر ہے باقی جو تمہارے دل میں خطرہ گھوڑے دیکھکر آیا کہ جو شخص اسقدر اسباب دنیا

رکھتا ہوگا اسکو یادِ حق مین حلاوت کیا ہوتی ہوگی تو یہ سچ ہے واقعی فقرا کو گھوڑون سے کیا کام مگر
چونکہ معلوم ہوا تھا کہ فلان درویش فلان شہر سے دیکھنے آتا ہے اور وہ یہان فلان بیماری مین
مبتلا ہوگا اُسکا علاج اسطرح ہوگا لہذا قبل تمہارے پہونچنے کے اُسکا سامان موجود کر دیا گیا تا کہ
تمہاری خدمت سے محروم نہ رہے اور یہ جو لین مکلف اسواسطے تعین کر طبیب فقیر کے دروازہ
سے محروم نہ جاے یہ فرما کر وہ سب حبیب کو مرحمت فرمادین **کرامت** شیخ بوالفنا کہتے تھے کہ
ایک مرتبہ مین اور شیخ علی بن ہیتی حضرت غوثیت آب کے حضور مین حاضر ہونے جب دہلیز پر
پہونچے تو دیکھا کہ ایک شخص جوان وہان بےخود پڑا ہے جب شیخ علی بن ہیتی کو دیکھا تو
کہنے لگا کہ اگر حضرت کے حضور مین ذکر وقت مجاسے تو میری سفارش ضرور کیجیو یہ جب وہان
حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ حضرت کریم گنہگارون کے گناہ کی معافی مین بہانہ جوئی فرماتا ہے اب
اس دہلیز پر پڑے ہونے کا گناہ بخشدیا جاے ارشاد ہوا کہ مین تمہارے کہنے سے بخشتا ہون
شیخ علی نے خوش خوش وہان سے نکل کر اسکو بشارت دی کہ تیرا گناہ معاف ہوگیا وہ جوان
اُسیوقت یہ سنتے ہی ہوا مین اُڑ گیا مین پھر حضرت کے حضور مین واپس آیا کہ اُس واقعہ کی
حقیقت پوچھون دریافت پر آپ نے فرمایا کہ وہ مردان غیب سے ایک شخص تھا ہوا پر جا رہا تھا
جب قریب بغداد کے پہونچا تو اُسنے خیال کیا کہ یہان کوئی بزرگ نہین ہے اس خیال سے
اُسکا حال اُسیوقت سلب کر لیا گیا اور زمین پہ پٹخا دیا گیا ہے

بہ حذر باش کہ سر می شکنند دیوارش		اگر در کوچہ معشوقہ من می گذری

اگر تم اُسکی سفارش نہ کرتے تو وہ اسی حالت مین مرجاتا حال واپس نہوتا **کرامت** شیخ ابوعبد
عبد اللہ جبائی سے منقول ہے کہ ایک روز بوالمعانی محمد بن احمد بغدادی تاجر آپ کی محفل
فردوس منزل مین حاضر تھے کہ اُنکو پیشاب کی شدید ضرورت ایسی ہوئی کہ جنبش محال ہوگئی
وہ دل سے آپ کی طرف متوجہ ہوے اُسی وقت آپ منبر کے اول زینہ سے اُترے تو گویا
ایک چیز مثل آدمی کے سر کے معلوم ہوئی جب آپ دوسرے زینہ سے اُترے تو اُسکے سینہ اور
بازو بھی ظاہر ہوے غرضکہ جو جو آپ منبر سے اُترتے جاتے وہ وہ ایک صورت آدمی کی پوری
صورت کے مشابہ ظاہر ہوتی جاتی تھی یہانتک کہ اُس صورت نے کچھ باتین بھی آپ کی طرح
کہین اور اُسکی آواز بھی مثل آنحضرت کی آواز کے معلوم ہوئی اور سوا ابوالمعانی کے کوئی
اسباب سے واقف نہوا تھا بعد اسکے آنحضرت نے خود تشریف لا کر اپنی آستین یا صدرت

اسمین راوی کو شک ہے ابو المعالی کے سر کو چھپا لیا اُنھون نے اپنے آپ کو اُسی وقت ایک
بڑے جنگل مین دیکھا جسمین ایک نہر جاری تھی اور اُسپر ایک درخت لگا تھا اُنھون نے اپنی
کنجیون کو اُسپر لٹکا دیا اور استنجی وغیرہ سے فراغت کرکے دو رکعت نماز پڑھکر جیسے سلام پھیرا
ویسے ہی حضرت نے آستین یا مندیل اُنکے سر پر سے اُٹھالی تو اُنھون نے پھر اپنے آپ کو
حضرت کی مجلس مین پایا مگر جب کنجیون کو تلاش کیا تو نہین پایا ایک مدت کے بعد جب قافلہ
کے ساتھ بغداد سے حج کو گئے تو چودہ منزل نکل کر ایک جنگل مین پہونچے دیکھا تو وہی نہر ہے
اور وہی درخت اور کنجیون کو بھی درخت مین لٹکا پایا واپس آکر آنحضرت سے بیان کرنا چاہا
آپ نے قبل انکے بیان کرنے کے انکا کان پکڑ کے تاکیداً فرمایا کہ اے ابو المعالی جبتک
مین زندہ ہون اُسوقت تک کسی سے اس راز کو ظاہر نہ کرنا وہ خاموش ہو گئے پھر اسکے
بعد ابو المعالی بھی حضرت کے خادمین مین شامل ہو گئے **کرامت** شیخ ابو حفص عمر سلیمانی
کہتے تھے کہ مین ایک روز خلوت مین تھا کہ دفعتاً دیوار شق ہوئی اور ایک بُری صورت
ظاہر ہوئی مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ مین ابلیس ہون تمکو نصیحت کرنے
آیا ہون کہ مراقبہ مین جسبہ زانو کو پیٹ مین لگا کر اور ہاتھون کو پنڈلیون پر رکھ کر اور سر
نیچے جھکا کر کیا کرو غرض رات تو گذر گئی صبح کو مین نے حضرت سے عرض کرنا چاہا آپنے
قبل میرے عرض کرنے کے مصافحہ کرتے وقت میرا ہاتھ پکڑ کے فرمایا یا عمر صدقک
وھو کذوب یعنی اے عمر اس نے تجھے سچ بات بتائی اگرچہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے
اب آیندہ کوئی بات اُسکی نہ ماننا چنانچہ چالیس برس مین نے اسی طرح مراقبہ کیا
کرامت ایک بار ماہ محرم ۵۵۸ھ مین ایک مکان مین آنحضرت معہ تین سو آدمیون کے
تشریف رکھتے تھے کہ یکبارگی آپ اُس مکان سے باہر تشریف لے آئے اور سب سے
فرمایا کہ جلد باہر نکل آؤ چنانچہ سب نے تعمیل ارشاد کی جب کوئی نہ رہا تو اُسی وقت اُس
مکان کی چھت گر پڑی آپنے فرمایا کہ جب مین مکان کے اندر تھا اُسی وقت مردان
غیب نے مجھکو خبر دی تھی کہ یہ اسی وقت گر پڑیگا تو مجھکو تم سب پر رحم آیا اور مین نے
تم سے کہدیا **کرامت** شیخ مکارم کہتے تھے کہ ایکبار مین مدرسہ مین حاضر تھا اُسوقت ہوا
مین ایک تیتر اُڑتا جا رہا تھا میرے دل مین اُسکے گوشت کی سنے کا خیال گذرا آپ نے
میری طرف دیکھ کر مسکرا کر آسمان کی طرف دیکھا فوراً وہ تیتر مدرسہ کے صحن مین گر کر میرے

زانو پر آ بیٹھا آپ نے فرمایا کہ لو جس چیز کی تمکو آرزو تھی وہ موجود ہے گیا اللہ سے زیادہ محبت کسی اور چیز
کی بھی تمکو ہے مجھکو اگرچہ تیتر بہت اچھا معلوم ہوتا تھا مگر اُسوقت سے ایسی نفرت ہو گئی کہ صورت
بھی دیکھنا ناگوار ہو گیا بعد اسکے وہ تیتر اُڑ گیا **کرامت** شیخ ابوالبقا محمد بن ازہر کہتے تھے کہ بہت
دنون سے جناب باری کے حضور مین میری یہ دعا تھی کہ الٰہی کسی غیبی شخص کو مین دیکھتا ایک روز
خواب مین مین نے دیکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل کے مزار کی مین زیارت کر رہا ہون اور مزار شریف
کے پاس ایک اور صاحب ہین میرے دل مین آیا کہ یہ غالباً مردان غیب سے ہین جیسے آنکھ
کھلی فوراً امام صاحب کے مزار پر حاضر ہوا تو جیسا خواب مین دیکھا تھا ویسے ہی ایک بزرگ کو
وہان دیکھا جب وہ باہر نکلے تو مین بھی اُنکے پیچھے ہو لیا یہانتک کہ دجلہ پر پہونچے وہ سب طرف
سے سمٹ کر ایک قدم کے برابر ہو گیا وہ بزرگ دجلہ اس پار ہو گئے مین نے انکو قسم دیکر
روکا اور پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے اُنھون نے کہا کہ حنیفا مسلما و ما انا من المشرکین
مین سمجھا کہ حنفی مذہب ہین وہان سے مین حضرت غوثیت مآب کی خدمت مین اس واقعہ کے
عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو آپ کے مدرسہ کا دروازہ بند پایا آواز دی مگر آپ نے
[illegible] مین باہر کھڑا رہا آپ نے اندر سے آواز دی کہ اے ابوالبقا آجکل تمام روے زمین مین
کوئی ولی حنفی مذہب نہین سوا اُن کے جن سے تم نے ملاقات کی **کرامت** ایک مرتبہ شیخ ابو حفص
عمر بن صالح حدادی ایک بہت ضعیف اونٹنی لیکر حضور مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مین حج کو جانا
چاہتا ہون اور اس سواری کے سوا میرے پاس کوئی سواری نہین کیا کرون آپ نے اس اونٹنی کو
اپنے قدم مبارک سے ٹھوکر دیکر اُسکی پیشانی اور سر پر ہاتھ پھیرا اُسی وقت سے وہ ایسی تیز ہو گئی کہ
سب سواریون سے تیز اور آگے جانے لگی **کرامت** اُنھین سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک مرتبہ
شیخ ابوالحسن علی بن احمد بن وہب ازجی بیمار ہوئے تو آپ عیادت کی غرض سے اُنکے مکان پر
تشریف لیگئے وہان ایک قسم کا کبوتر بہت قیمتی اور ایک قمری تھی [illegible] چھ مہینہ سے اس کبوتری نے
انڈے نہین دیے تھے اور قمری نو مہینہ سے بولی نہ تھی آپ نے فرمایا اسے کبوتری [illegible]
خوش رہ اپنے مالک کو اور قمری سے فرمایا سبحان خالقک یعنی تسبیح کر اپنے پیدا کرنیوالے کی [illegible]
قمری نے بولنا اور کبوتری نے انڈے دینا شروع کر دیا اور زندگی بھر دونون کی حالت قائم رہی
کرامت اُنھین سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک بار شہر مین آپ نے مجھ سے فرمایا کہ شہر [illegible]
وہان تمھارے اولاد بہت ہوگی پہلے لڑکے کا نام محمد رکھنا اور ایک شخص علی بغدادی [illegible]

سات مہینہ مین قرآن شریف پڑھا دیگا اور وہ اسی قدر مدت مین قرآن شریف یاد کر لیگا اور تم چودہ نے
برس ایک مہینہ سات روز زندہ رہوگے اور قوت سامعہ و باصرہ تمھاری بخوبی برقرار رہے گی اور
تک ازل بین تمھارا انتقال ہوگا چنانچہ بالتحقیق معلوم ہوا کہ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی سب کچھ واقع
واقع ہوا کرامت شیخ عباد نے ایک دفعہ کہین یہ کلمہ کہدیا تھا کہ بعد حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ
کے مین انکے حالات اور کمالات کا وارث ہونگا یعنی وہ مرتبہ اور درجہ آپ کی وفات کے بعد مجھکو ملیگا
آپ نے انکا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو تو چاہتا ہے وہ مین نے تجھ سے دور کر دیا اور پھر دونون ہاتھ عباد
کے ہاتھون مین ڈال کر نکال لیے اسی وقت سے سب کیفیت انکی جاتی رہی عرصہ تک یہی حالت
رہی یہانتک کہ شیخ جمیل بدوی پر ایک رات ایسی حالت طاری ہوئی کہ جس مین وہ مستغرق ہوگئے
اور ایک نور لطیف پاکیزہ انھین نظر پڑا جس مین کچھ آوازین سنائی دین اور رد مین دیکھ پڑین جب
اسکے عالم ملکوت مین ایک مجلس بزرگون کی دیکھی جس مین کچھ لوگ انکے شناسا معلوم ہوتے تھے
فوراً ایک مشکتی ہوئی ہوا وہان ایسی چلی جس سے سب مست ہوگئے اور کسی نے کہا کہ یہ حضرت شیخ
عبد القادر رضی اللہ عنہ کی خوشبو ہے پھر انکے کان مین آواز آئی کہ یہ وہ بلند مقام ہے جسپر کوئی پہونچ
نہین سکتا انکی زبان سے نکلا یا رب السلام انی عباد یعنی یا اللہ مین اپنے بھائی عباد کی
عفو تقصیر چاہتا ہون تب آواز آئی کہ انکا حال کوئی نہین واپس کر سکتا سوا اس کے جس نے سلب
کیا اور وہی قصور بھی معاف کر سکتا ہے بعد اسکے جب شیخ بدوی بیدار ہوئے تو آنحضرت کی خدمت
مین حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ تم نے عباد کے قصور کی معافی کی سفارش کی ہے ان کو یہان لے آؤ
وہ جاکر لے آئے آپ نے فرمایا کہ تمھارے قصور کی معافی اسطورت ہوسکتی ہے کہ اسوقت جو قافلہ
حاجیون کا جارہا ہے اسکے ساتھ حج کو تم بھی جاؤ چنانچہ عباد قافلہ کے ساتھ روانہ ہوے جب فیدہ کے
مقام پر پہونچے تو ایک درخت کو دیکھکر انکو وجد ہوگیا اور ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہوکر گر پڑے اور
ہر ہر رونگٹے سے خون جاری ہوگیا جب ہوش مین آئے تو سب حالتیں سابقہ بلکہ اس سے زیادہ
واپس پائین حضرت غوثیت مآب نے یہان شیخ جمیل بدوی سے فرمایا کہ منزل فیدہ مین حق تعالے
نے تمھارے دوست کو انکا حال واپس دیدیا اور مین نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اسکو ہجر کا مزہ نہ
چکھا دون گا تب تک حال واپس کرون گا چنانچہ آج اسنے چکھ لیا تب اسکو اسکا حال واپس ملگیا
وہان شیخ عباد کی یہ کیفیت ہوئی کہ وہ برابر حاجیون کے ساتھ چلے جاتے تھے جب کچھ ضرورت ہوتی تو
آواز دیتے غیب سے خود بخود وہ کام ہوجاتا تھا ایک بار وہین ایک گروہ عرب کا ظاہر ہوا انھون نے

اُنکے دفعیہ کیلیے بھی آوازدی کچھ نہیں ہوا اور وہیں گرتے گرتے اُن کی جان نکل گئی یہ واقعہ بہت مشہور ہوا نعش اُنکی منزل فیدہ میں لاکر دفن کی گئی اُسی روز بغداد میں حضرت غوثیت مآب نے شیخ جمیل بدوی سے شیخ عباد کے انتقال کی خبر دی **کرامت** آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالرزاق و حضرت شیخ عبدالوہاب قدس سرہما فرماتے تھے آپ جب کسی کو دور سے دیکھتے تھے تو بہت آہستہ سے کہ وہ سُن نہ پاسکے کہتے مرحبا بحبیب اللہ اگر وہ نیکبخت ہوتا ورنہ طرید اللہ فرماتے اگر بدبخت ہوتا اور ویسی ہی علامت سعادت و شقاوت موافق آپ کے ارشاد کے ہر ایک میں ظاہر ہوجاتی تھی **کرامت** شیخ ابومحمد مفرج بن نبہان شیبانی سے منقول ہے کہ شیخ عطا کا معمول تھا کہ وہ اپنے مریدوں کے ساتھ ہر جمعہ کو موضع میسان میں ایک نہر میں جاکر نماز کے لیے غسل کیا کرتے تھے در بارہ وسعت اُس نہر کے بہت گہری ہونے کے اُس پار اُتر جاتے تھے اور ان کے ہمراہی بڑے بڑے زبردست لوگ تھے کوئی شیر پر سوار ہوتا اور کوئی کسی اور جانور پر میں نے یہ کیفیت دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے کچھ دنوں تو آپ نہیں بولے مگر چلتے وقت مجھ سے فرمایا کہ اُس نہر کے پاس جاکر کہدینا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ شیخ عطا اور اُن کے یاروں کو نہ چھو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب دوسرے جمعہ کو وہ سب لوگ وہاں پھر نہانے گئے تو اُس کا پانی اتنا بڑھا کہ کہیں سے کہیں پہونچ گیا اور اُن لوگوں میں سے کوئی پار نہ اُتر سکا تب شیخ عطا نے کہا کہ پلٹ چلو آج غالبا کوئی نئی بات ہوئی ہے پھر تامل کرکے کہنے لگے کہ یہ سب لوگ شہر بغداد حضرت غوثیت مآب کی خدمت میں چلو اور توبہ کرو تب شیخ ابراہیم ابن شیخ عطا نے کہا کہ شیخ مفرج کے پاس چل کر عرض کردیں کہتے ہی پانی کم ہوکر قدیم حد پر آگیا وہ سب پار اُتر گئے پھر شیخ مفرج کے پاس جاکر سبھوں نے توبہ کی **کرامت** شیخ ابوعبداللہ محمد بن کامل بیسانی سے منقول ہے کہ شیخ ابومحمد یعلی کہتے تھے کہ میں ایک بار بغداد حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور عرصہ تک وہاں رہا جب مصر واپس آنے کا ارادہ کیا تو آپ سے اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ کسی سے کسی چیز کی خواہش نہ کرنا اور چلے جاؤ پھر اپنی انگلی میرے مونہہ میں ڈالدی اور فرمایا کہ خوب چوس میں نے خوب چوس کر گھر کی راہ لی بغداد سے مصر تک جتنی منزل کی راہ ہے سفر راستہ میں کچھ کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی مگر معلوم ہوتا تھا کہ قوت خود بخود بڑھتی جاتی ہے **کرامت** حضرت شیخ عبدالرزاق آنحضرت کے صاحبزادے سے منقول ہے کہ جمعہ کے روز میں اور بھائی شیخ عبدالوہاب و شیخ عیسیٰ آپ کے ساتھ نماز کے لئے جامع مسجد کو جاتے تھے راہ میں

شراب کے جو بادشاہ کے لئے جا رہی تھی سلے نہایت خراب و بودار لیجانے والون سے آپ نے
فرمایا کہ ٹھہرو اُنھون نے نہین سُنا اور سواری تیز ہانکنے لگے آپ نے سواری کے جانور سے فرمایا کہ
رکجا وہ رُک گیا ہر چند اُسکو سوارون نے مارا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹا پھر وہ مین ملازمین شاہی کے
ایسا درد قولنج اُٹھا کر زمین پر گر کر چلانے اور لوٹنے لگے پھر جب توبہ و استغفار کیا تو آپ کی توجہ
سے وہ درد جاتا رہا اور دیکھا گیا تو شراب سرکہ ہوگئی بعد اسکے آپ مسجد شریف لیگئے اور ان مین اُسکی
بہت شہرت ہوئی یہانتک کہ بادشاہ کو خبر ہوئی اوراتو وہ بہت رویا بعد اُسکے محرمات سے بھی توبہ
کی اور آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور پھر اُس وقت سے ہر ہفتہ برابر حاضر ہوتا رہا **کرامت**
شیخ ابو المظفر اسمعیل بن حمیری کہتے تھے کہ شیخ علی ہیتی کا یہ معمول تھا کہ جب وہ بیمار ہوتے تھے تو ایک
جگہ مقرر کرکے وہان بیماری کے زمانہ تک قیام کرتے ایک بار آپ اُنکی عیادت کو تشریف لے گئے
تو وہان دو درخت خرمہ کے خشک ہوگئے تھے اور اُسکے کٹوا ڈالنے کا ارادہ تھا آپ نے ایک
درخت کے نیچے وضو کیا اور دوسرے کے نیچے دو رکعتین پڑھین اُسی ہفتہ مین دونون درخت خود بخود
سرسبز اور بار آور ہوئے چنانچہ مین اُنکے پھلون مین سے تھوڑے سے حضرت کے حضور مین لے گیا
آپ نے وہ ایک تناول کرکے فرمایا کہ بارك الله فى ارضك وورهمك وصاعك و
زادعلك[1] اُسی سال سے میری زمین مین دوگنی پیداوار ہونے لگی اور جس طرف روپیہ بھیجا جاتا وہ
دوگنا چوگنا ہوکر وہان سے آتا تھا اور جس جگہ سٹّو من گیہون رکھتا اور نصف اُسمین سے خرچ کرڈالتا
پھر جب تولنے کا اتفاق ہوتا تو وہی سٹّو من کے سٹّو من وزن مین نکلتے اور جانورون کی تعداد مین
اتنی زیادتی ہوئی کہ شمار سے باہر ہوگئے اور یہ سب آپ کی دعا کے برکت سے ہوا **کرامت**
شیخ ابو العباس احمد بن محمد قرشی آپ کے ایک بار بیان کرتے تھے کہ ایک بار مین نے آپ سے
اپنی تنگی و مفلسی کی شکایت کی اور بغداد مین وہ زمانہ قحط کا تھا آپ نے ایک مقدار مین گیہون
کی مجھے دی اور فرمایا کہ اسکو کسی بڑے برتن مین رکھ کے منہ بند کردو اور نیچے ایک سوراخ کرکے
گیہون نکالتے رہو اس کا منہ کبھی نہ کھولنا چنانچہ پانچ برس مین نے اُن گیہون کو کھایا ایک روز
میری عورت نے غلطی سے اُس کا منہ کھولدیا تو سات ہی روز مین وہ گیہون ختم ہوگئے مین نے
یہ کیفیت حضرت سے عرض کی آپ نے فرمایا کہ اگر اسکا منہ نہ کھولا جاتا تو تم سب مدۃ العمر اُس سے
کھاتے رہتے **کرامت** صاحب عوارف کہتے تھے کہ مین نے سُنا کہ ایک بار آپ نے ایک

---

[1] اللہ تعالی تمہاری زمین درہال اور زراعت مین برکت دے ۱۲ منہ

شخص کے پاس کہلا بھیجا کہ تیرے پاس اسقدر غلہ اور روپیہ ہے اُس مین سے اسقدر رکھنا اور روپیہ
بھیجدے اُس نے کہا کہ مین امانت مین کیسے تصرف کرون اگر آپ سے اس کے متعلق فتوے
کیا جائے تو آپ بھی کبھی فتوے نہ دیجئے گا چند دنون کے بعد وہ آپ کا معتقد ہو گیا پھر جو کچھ
آپ نے اُس سے طلب کیا تھا وہ لیکر آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اس تصرف کے بعد اُس کے
پاس اصلی مالک کا خط بعض اطراف عراق سے اس مضمون کا آیا کہ حضرت غوثیت مآب کے حضور
مین اسقدر روپیہ اور کھانا لیجا اور وہ مقدار وہی تھی جو آپ نے مقرر کی تھی آپ نے پھر اُس وقت بڑا سکو
عتاب کیا اور فرمایا کہ فقیر کے ساتھ ٹھیک رہا کرو ان کے اشارے بلا تحقیق علم کے نہیں ہوتے
اور جب بندہ کی نسبت اللہ سے درست ہو جاتی ہے اور وہ اپنے نفس و خواہشات مین
رضاء الٰہی کا طالب ہو جاتا ہے تو اللہ اس کے دل سے دنیاوی غرض کو اُٹھا دیتا ہے ابو الفتح
شیخ بقا بن بطو کہتے تھے کہ مین ایک بار مجلس شریف مین حاضر تھا کہ یکایک آپ وعظ موقوف
کر کے منبر سے نیچے تشریف لے آئے بعد اس کے پھر منبر پر بیٹھ گئے اور دوسرے زینہ پر بیٹھ گئے
اور اوپر کا حصہ منبر کا خود بخود ایسا چوڑا ہو گیا کہ جہانتک نگاہ کام کرتی تھی وہی نظر آتا تھا پھر
دیکھا کہ اُس پر سبز رنگ کی مسند بچھائی گئی اتنے مین حضرت رسالتمآب صلعم معہ چاروں خلفاء
راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تشریف لا کر اُس پر بیٹھ گئے پھر دیکھا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ
نے حضرت غوثیت مآب کے قلب اقدس پر تجلی فرمائی کہ آپ اُسکی تاب نہ لا سکے قریب تھا
کہ گر پڑیں تب آنحضرت صلعم نے روک لیا پھر دیکھا کہ آپ ایسے چھوٹے ہو گئے کہ جیسے چڑیا
ہوتی ہے پھر بصورت ایک حلقہ کے ہو گئے پھر یہ کیفیت سامنے سے غائب ہو گئی تب مین
نے لوگون سے آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کی زیارت اور آپ کے گھٹنے بڑھنے کا سبب پوچھا
اُنھون نے کہا کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت کو ایسی قوت دی ہے کہ جو شکل چاہین اختیار کریں اور
وہی کام جو جسم و صورت سے ہونے مین وہ بے جسم و صورت کرتے ہین اور آپ کی اس کیفیت کا
سبب یہ تھا کہ پہلی تجلی صفات خاصہ آپ کی تھی جس کے تحمل کی طاقت انسان و مرد [illegible] سے
ہوتی ہے اسیوجہ سے آنحضرت صلعم نے اُسوقت آپ کو تھاما اور دوسری تجلی [illegible]
کی جو ماسوا کی قوت گھلا دیتی ہے اسی سے آپ کا جسم چڑیا کا سا ہو گیا تھا تیسری تجلی صفت
جمالی کی کہ وہی پرورش کرنے والی اور نعمت کرنے والی اور تمام مخلوقات پر محیط ہوتی ہے اسی سے
آپ شکل ایک حلقہ کے نظر پڑے وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

کرامت شیخ محمد صالح مغربی کہتے تھے کہ ایک بار میرے مرشد شیخ ابو مدین نے مجھ سے فرمایا کہ تم بغداد جاؤ اور حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے فقیری سیکھو میں اُنکے ارشاد کے موافق بغداد پہونچکر حضور میں حاضر ہوا وہاں آپ کا رعب اور ہیبت ایسا تھا کہ میں نے اپنی عمر میں کسی اور میں ویسا دیکھا ہی نہ تھا آپ نے ایک سو بیس روز تک مجھکو خلوت میں رہنے کا حکم دیا پھر ایک روز وہیں تشریف لاکر قبلہ کی طرف اشارہ کرکے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو یہ کیا ہے میں نے کہا کہ یہ کعبہ شریف ہے پھر مغرب کی جانب اشارہ کرکے پوچھا یہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ یہ میرے مرشد ابو مدین ہیں آپ نے پوچھا اب کدھر جاؤ گے میں نے عرض کیا کہ اپنے پیر و مرشد کے پاس آپ نے فرمایا ایک قدم میں یا منزل بمنزل یا پیدل آہستہ آہستہ تکلیف اُٹھاتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ جیسے آیا تھا ویسے ہی جاؤنگا آپ نے فرمایا کہ ایک قدم جانے سے تو اسی طرح جانا بہتر ہے پھر ایک نصیحت ایسی فرمائی کہ جس نے میرے دل میں بہت اثر کیا فرمایا کہ اے صالح فقیری تمکو نہیں ملسکتی تاوقتیکہ اُسکی سیڑھی پر نہ چڑھو اور وہ سیڑھی توحید ہے اور توحید یہ ہے کہ چشم سر سے ہر ایک چیز کو جو مخلوقات و محدثات سے ظاہر ہو محو کر دو میں نے عرض کیا کہ حضور ہی وہ فرمائیں کہ یہ بات مجھکو آجائے آپ نے فوراً ایک ایسی نگاہ شفقت سے مجھے دیکھا کہ وہ سب باتیں جو میرے دل میں جمع تھیں متفرق ہو گئیں جیسے سورج نکلنے سے اندھیرا رفع ہوجاتا ہے **کرامت** شیخ علی بن ہیتی کہتے تھے کہ میں ایک بار بقصد زیارت بغداد حاضر ہوا دیکھا کہ آپ کوٹھے پر نماز چاشت پڑھتے ہیں اور چالیس صفیں غیبی آدمیوں کی جنمیں ستر ستر آدمی ہاتھ باندھے ہوئے ہیں ہوا میں کھڑے ہیں میں نے اُن سے کہا کہ تم بیٹھتے کیوں نہیں ہو اُنھوں نے کہا کہ جب تک حضرت نماز سے فارغ ہوکر اجازت نہ دیں کیسے بیٹھ سکتے ہیں اس لئے کہ وہ ہمارے سردار ہیں اور اُنکا قدم ہماری گردنوں پر ہے اور اُنکا حکم ہم سب پر ہمیشہ سے جاری ہے جب آپنے سلام پھیرا تو سب نے آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اُسوقت سے جب میں آپ کو دیکھ لیتا ہوں تو گویا ساری خدائی کو دیکھ لیتا ہوں **کرامت** مہاراجہ رنجیت سنگھ والی لاہور کے وقت میں اُسکی عملداری میں دو شخص ایک ہندو اور ایک مسلمان ایک ہی محلہ میں رہتے تھے ہندو کی عورت حسینہ و جمیلہ تھی جسپر وہ مسلمان ہمسایہ فریفتہ تھا ہر وقت اسی تدبیر میں رہتا کہ کسی طرح اُسپر قبضہ پاسکے عرصہ تک تو کوئی موقعہ ہاتھ نہ آیا ایک روز اتفاقاً وہ عورت مع اپنے خاوند کے اپنے مائیکہ روانہ ہوئی اُس نے اپنے دل میں کہا کہ آج موقعہ اچھا ہے یہ بھی مسلح ہوکر گھوڑے پر سوار اُسی طرف جدھر وہ دونوں گئے تھے بعجلت راہی ہوا تھوڑی دور جاکر اُن دونوں سے

مل گیا چونکہ دونوں ہمسایہ تھے باہم باتیں کرتے ہوئے کچھ دور چلے مسلمان نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ
تم پیدل چلتے چلتے تھک گئے ہوگے میرے گھوڑے پر سوار ہو لو میں اب پیدل چلوں گا اور اسپر
اصرار کیا اُس نے نہیں مانا اور ہر بار انکار کیا تب اُس نے گھات سوچ کر کہا کہ خیر نہ سہی ہم تم دونوں
پیدل چلیں اور اس عورت کو سوار کر دو یہ تھک گئی ہوگی وہ عورت چونکہ پہلے سے کسی قدر اُس کی
شرارت سے آگاہ ہو چکی تھی راضی نہیں ہوئی جب اُس بدمعاش نے بہت زیادہ اصرار کیا تب
اُس عورت نے کہا کہ اچھا کسی کو ضامن کرو اُس نے کہا کہ یہاں چوتھا آدمی کون ہے جسکی ضمانت
دوں تب اُسکے شوہر نے کہا کہ اچھا ایک شرط ہے مجھکو منظور ہے کہ تم اپنے یہاں کے بڑے
پیر صاحب کو ضامن کر دو تو میں اسکو گھوڑے پر سوار کر دوں مسلمان نے اپنے دل میں سوچا کہ
اچھا ہوا اس نے کسی زندہ کی ضمانت نہیں مانگی بڑے پیر کا نام لے دو کون پوچھتا ہے یہ سوچکر
بے تکلف اُس نے کہدیا کہ اچھا بڑے پیر صاحب کو میں ضامن کرتا ہوں مرد نے اس اقرار کے
بعد عورت کو گھوڑے پر سوار کر دیا اور خود اُس بدمعاش کے ساتھ پیدل ہو لیا عورت چونکہ گھوڑے
پر سوار تھی آگے نکل گئی اُسکے خاوند کو اُس بدمعاش نے باتوں میں لگایا یہاں تک کہ میاں
بی بی میں بہت فاصلہ ہو گیا تب اُس نے اُسکے شوہر کو مار ڈالا اور خود نہایت جلد اُس عورت
کے پاس جا پہونچا عورت نے اپنے خاوند کو پوچھا اُس نے کہا پیچھے رہ گیا ہے آتا ہوگا تھوڑی دور
چل کر کہنے لگا کہ میں تھک گیا ہوں مجھکو بھی گھوڑے پر سوار کر لے تب عورت کھٹکی اُس نے
پھر کہا کہ بتا میرا خاوند کہاں ہے اُس نے کہا کہ تو خاوند خاوند کیا کہتی ہے میں اُسکا کام
تمام کر آیا ہوں اب میں ہوں اور تیسرا کوئی نہیں یہ کہکر خود بھی گھوڑے پر سوار ہو گیا
اور عورت کو اپنے آگے بٹھا کر خوب زور سے اسکو اپنی کمر سے باندھ لیا کہ مبادا یہ کود کے بھاگ جائے
عورت اپنے خاوند کے رنج میں نیز اپنی آبرو ریزی کے خیال سے سخت پریشان ہو کر زار زار روتی تھی اور دائیں
بائیں دیکھتی جاتی تھی آخر اُس بدمعاش نے عورت سے پوچھا کہ دائیں بائیں کیا دیکھتی ہے میں تو تیرے خاوند کا
کام تمام کر آیا وہ اب کہاں ہے جسکا تجھکو انتظار ہے عورت نے کہا کہ یہ تو میں جانتی ہوں مگر میں تیرے بڑے
پیر صاحب کی منتظر ہوں جنکو تو نے ضامن کیا تھا وہ کیسے ضامن ہیں جو اب تک نہیں آئے وہ جوان ہنسا
بولا تو کس خیال میں ہے یہاں نہ پیر کہاں ہیں اُسوقت میں نے تیرے شوہر کی تسلی کیلیے اور اپنا مقصد حاصل
کرنے کیلئے اُنکا نام لے دیا تھا وہ تو انکی وفات ہو چکی انکے بعد کون سنیگا کام ہے یہ کلمات جب وہ
کہہ رہا تھا کہ یکا یک ایک سوار سبز نقاب ڈالے گھوڑا دوڑاتے قریب آئے اور خواب اُس ...

کام تمام کر دیا اور ایک شخص جو اُنکے ساتھ دوڑتا آتا تھا اُس سے اُنھون نے فرمایا کہ گھوڑے کو پھیر دو چنانچہ وہ گھوڑا
جسپر عورت سوار تھی اُسنے پھیرا اور ہانکنا شروع کر دیا یہانتک کہ اُسکے خاوند کی نعش پر لیجا کر کھڑا کر دیا اور سر جو
اُسکا جُدا ہو پڑا تھا اُسکو جسم سے جوڑ دیا تب اُن سوار نے فرمایا کہ دیکھتا کیا ہے ایک ٹھوکر کیون نہین مارتا کہ زندہ
ہو جائے چنانچہ اُس شخص نے ایک ہی ٹھوکر ماری تھی کہ وہ مرد زندہ ہو کر اُٹھ بیٹھا اور ادھر یہ دونون یعنی سوار و
پیادہ غائب ہو گئے یہ دونون میان بی بی اپنے اپنے حادثات گذشتہ بیان کرتے ہوے گھر چلے جب گھر
پہونچکر دو تین روز گذر گئے تب اُس بدمعاش کے وارثان نے گھوڑے کو جو اُنکے پاس دیکھا تو اپنے مورث
کا [illegible] والی لاہور کے یہان خون کا دعوی کر دیا اُسنے اِن دونون مرد و عورت کو طلب کر کے حقیقت حال دریافت
کی عورت نے سب حال کہہ سنایا اُسپر گواہ طلب ہوے عورت نے کہا کہ وہان ہم تین آدمیون کے سوا اور کوئی
نہ تھا جو شہادت مین پیش کیا جائے ہان اسقدر البتہ یاد آتا ہے کہ وہ پیادہ شخص جو سوار صاحب کے ساتھ تھا اُسکی
شکل بعینہ میان گل خان صاحب کی تھی جو مجذوبون کی طرح گلی کوچہ مین پھرا کرتے ہین اور فلان مقام پر فلان درخت کے نیچے
بھی رہتے ہین رنجیت سنگھ نے چوبدار کو حکم دیا کہ تم اُنسے جا کر کہو کہ حاضر عدالت ہون ورنہ مین خود آؤنگا چوبدار نے
جب اُنسے جا کر کہا تو وہ مجذوب اُسی طرح بڑبڑانے لگے اور کچھ جواب نہ دیا دوبارہ پھر رنجیت سنگھ نے کہلا بھیجا کہ حضوری
عدالت گواہی دینی بہت ضروری ہے اگر آپ نہ آوینگے تو پکڑ بلاؤن گا جب یہ حکم پہونچا تو اُنھون نے کہا کہ اچھا
آتا ہون چنانچہ عدالت مین حاضر ہوے رنجیت سنگھ نے کہا کہ سچ سچ کہو یہ کیا کیفیت ہوئی اُنھون نے
کہا اسکو کیا پوچھتا ہے دیکھ اور اپنی پیٹھ کھولکر دکھا دی جسپر ایک نشان کوڑے کا پڑا ہوا تھا رنجیت سنگھ نے کہا یہ
کیا ہے تو ایک نئی بات پیدا ہوئی مفصل حال کہو تب اُن مجذوب صاحب نے کہا کہ مین اُس وقت سوتا تھا کہ اُن سوار صاحب
نے میری پیٹھ پر کوڑا مارا اور فرمایا کہ اے غافل تو سوتا ہے تجھے کچھ خبر نہین ہے کہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ چل چنانچہ مین اُٹھا
اور اُنکے ساتھ ہو لیا باقی حادثات وہی ہین جو اس عورت نے بیان کئے سر مو اسمین فرق نہین رنجیت سنگھ نے گھوڑے
کو دونون کے سپرد کیا اور کہا کہ اُس بدمعاش کی یہی سزا تھی جو اُسکو ملی بعد شہادت دینے کے وہ مجذوب صاحب
بھی غائب ہو گئے بعد ازان اُنکو کسی نے نہین دیکھا ہر چند تلاش کئے گئے مگر کہین پتہ نہ لگا غرضکہ آپ سے ہر قسم
کے کرامات اور خوارق عادات اسقدر منقول ہوے ہین کہ جو تقریر و تحریر مین نہین آ سکتے الحق کہ ذات ا
صفات نمونہ کمالات الٰہیہ و مجموعہ صفات ربانیہ تھی ؎

ای غوث زمان امام عبدالقادر	از ذات تو جلوہ خدا ظاہر
وصف تو برون ز حد و حصر ست	در صورت عبدی بمعنی قادر
از رفعت خاک سر کوی شما بود	ہر ناقہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل در بیان وصال حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ

روتا ہے اشک خون قلم واقعہ نگار
دکھتا دل حزین ہے تو گھٹتی ہے جان زار

عالم سیاہ حالت عالم تباہ ہے
چھایا ہوا چہار طرف دود آہ ہے

مہر سپہر دین جو قریب غروب ہے
قرطاس سینہ چاک قلم سینہ کوب ہے

بالکل خبر نہیں کہ میں لکھتا ہوں اب یہ کیا
قطرہ سرشک خون کا گرا حرف بن گیا

جی بھر کے دیکھ پائے نہ ہم وہ شباب
افسوس فصل گل کا زمانہ گذر گیا

تڑپ رہیں نہ کس طرح سے ہو کس طرح ہمکو تاب
دور خزان ہے اور دل ناشاد خراب

یارب عطا دوا ئے فراق حبیب ہو
ہم کو حضور روضہ کا والا نصیب ہو

کام اپنا عشق شاہ میں یارب تمام ہو
قربان ہزار جان سے جان غلام ہو

نقل شیخ ابوالقاسم اور شیخ ابوالسعود ابی بکر حوضی اور شیخ ابی الخیر بشر بن محفوظ اور شیخ ابی حفص عمر کیمانی اور شیخ ابی العباس احمد اسکاف[1] اور حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب آپ کے صاحبزادے فرماتے تھے کہ مہینون میں سے کوئی مہینہ ایسا نہین ہوتا تھا کہ جو پہلے آپ کی خدمت مین حاضر نہ ہوتا ہو اگر اُس مہینہ مین سختی اور بُرائی مقدر ہوتی تھی تو وہ بُری صورت پر آتا تھا اور اگر اچھائی اور بہتری مقدر ہوتی تھی تو اچھی صورت پر آتا تھا ایک بار آخر یوم جمعہ سلخ ماہ جمادی الآخر سنہ پانسو ساٹھ مین یہ سب لوگ حضرت کی خدمت مین حاضر تھے آپ وعظ کہہ رہے تھے کہ ایک جوان خوبصورت آیا اور کہنے لگا السلام علیک یا ولی اللہ مین رجب کا مہینہ ہون اور آپ کو مبارکباد دینے آیا ہون کہ مجھ مین کوئی بلا اور سختی مقدر نہین ہوئی چنانچہ اُس مہینہ مین لوگون کو سوائے بہتری کے کچھ نہین دیکھ پڑا جب اتوار کا روز آخر تاریخ رجب کی ہوئی تو ایک شخص بد شکل نے آکر کہا السلام علیک یا ولی اللہ مین شعبان کا مہینہ ہون آپ کو خبر دینے آیا ہون کہ مجھ مین خلق کی موت دنیا بغداد مین اور گرانی حجاز مین اور قتل و کشش خراسان مین مقدر کی گئی ہے چنانچہ

[1] اسکاف بالکسر کفش گر در صنعت گر و صاحب موس کہتے ہیں کہ اسکف بالفتح و سکاف بالکسر و اسکوف موزہ سینے والے کو کہتے ہیں یا یہ کہ سکن موزہ سینے والا ہو اور اسکاف بڑھئی ہو گا بڑے کو سب سے زیادہ [illegible] منتخب [illegible]
[2] تم پر سلام ہو ائے اللہ کے دوست [illegible]

ایسا ہی ہوا رمضان شریف کے مہینہ میں آپ چند دنوں بیمار رہے اور دوشنبہ انتیسویں شعبان کو ایک جماعت مشائخ جیسے شیخ علی بن ہیتی اور شیخ ابو نجیب سہروردی وغیرہما حاضر تھے تب ایک شخص با ہیبت ووقار آکر کہنے لگا السلام علیك یا ولی اللہ میں رمضان کا مہینہ ہوں آپ سے اس چیز کا عذر کرنے آیا ہوں کہ جو مجھ میں مقدر ہوا ہے اور آپ کو رخصت کرنے بھی کہ یہ میرا آخری آنا آپ کے پاس ہے اور یہ کہہ کر چلا گیا چنانچہ آپ کو پھر دوسرا رمضان دیکھنا میسر نہوا کذا فی بهجة الاسرار **نقل** شروع سنہ پانسو اکسٹھ ہجری سے اکثر طبیعت حق طویت حضرت محبوب سبحانی کی ناساز رہا کرتی تھی اور آخر ماہ ربیع الاول سنہ پانسو اکسٹھ ہجری سے بیماری کی زیادتی ہوئی آپ اکثر فرمایا کرتے تھے انا لا ابالی بشیئ ولا بملك الموت اور اوائل شہر ربیع الثانی میں جمعہ کے دن سے علالت کی بہت شدت اور ضعف ونقاہت کی زیادتی ہوئی یہ حال سنکر بڑے بڑے علما نامدار اور مشائخ کبار عیادت کیواسطے حاضر ہوئے **نقل** فتوح الغیب اور آخر کتاب مستطاب فتح الربانی میں ہے کہ جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت سید سیف الدین عبد الوہاب نے آپ سے وصیت چاہی آپ نے فرمایا کہ اپنے اوپر تقوے وطاعت حق واجب جانو اور سوا اُسکے کسی سے نہ ڈرو اور نہ اُسکے سوا کسی سے امید رکھو اور ہر کام اور ہر ضرورت کو اُسی کے سپرد کرو اور اُسیکے لطف پر بھروسا کرو اور اسی سے اپنی حاجتیں مانگو اور اُسکے سوا کسی پر بھروسا نہ کرو اور توحید کو نہ چھوڑو اسی پر سب کا اتفاق ہے اسکو آپ نے تین مرتبہ فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جب دل خدا کے ساتھ ٹھیک ہوتا ہے تو اُس سے کوئی چیز باہر نہیں ہوتی اور جن جاوم کی حاجت ہوتی ہے وہ سب اُسی میں ملتے ہیں اور میں مغز بغیر پوست ہوں اور اور صاحبزادوں سے جو آپ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ تم میرے قریب سے ہٹ جاؤ کہ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں مگر باطن میں دوسروں کے ساتھ اور مجھ میں اور تم میں اور تمام خلقت میں وہ بعد ہے جو آسمان اور زمین میں ہوتا ہے اور مجھے کسی پر نہ قیاس کرو اور نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو میرے پاس تمہارے سوا اور لوگ آتے ہیں انکو جگہ دو اور انکا ادب کرو یہاں رحمت عظیمہ ہے۔ بیٹھنے والے مخدوموں کا ارشاد ہے کہ آپ برابر فرماتے تھے کہ وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته غفر اللہ لی ولکم یعنی خدا مجھے اور تمھیں بخشے اور میری اور تمہاری توبہ

سلہ میں نہیں پرواہ کرتا کسی چیز کی اور نہ ملک موت کی ۱۲ منہ

قبول کرے اور رحمت سے مجھ پر اور تم پر متوجہ ہو آتے جاؤ تم اللہ کے نام سے کیونکہ تم رخصت ہونیوالے
نہین ہو اور آپ کے پاس ملائکہ رحمت اور مقربین کی روحین حاضر ہو کر سلام کرتی تہین ایک
دن رات تک تو آپ اسی طرح یہی سب کہتے رہے اور فرماتے تھے افسوس ہے تم پر تو میرے
ساتھ معلوم نہین کیا گمان کرتے ہو مجھے کسی کی پروا نہین نہ آدمی نہ فرشتہ نہ ملک الموت کی
اے ملک الموت جس نے ہمکو بخششین کین وہی ہم کو دوست رکھتا ہے وہ بغیر تمھارے
وہ ہمارا کام کرتا ہے اور جس شب کو حضرت کی وفات ہوگی اسکے قبل دن مین آپ نے یک
ہچکی آری تھی **نقل** حضرت شیخ موسے اور شیخ عبدالرزاق فرماتے تھے کہ ایام علالت مین حضرت
اپنے دونون ہاتھ بلند کرکے فرماتے تھے کہ تم پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکتین
توبہ کرو اور صف مین داخل ہو جاؤ مین بھی تمھارے پاس آتا ہون اور فرماتے تھے کہ رفق یعنی
نرمی کرو بعد اس کے آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالعزیز نے پوچھا کہ آپ کا مزاج
کیسا ہے فرمایا کہ مجھ سے کچھ نہ پوچھو کیونکہ مین ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پلٹا جاتا ہون،
اور وہ خدا کے علم مین ہے پھر صاحبزادے حضرت سید عبدالجبار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ وہ
در مجھ مین فانی ہوا اور متنبہ ہو اور سب صاحبزادے اُسوقت آپ کے پاس حاضر تھے حضرت
شیخ عبدالعزیز جو کچھ آپ فرماتے تھے وہ لکھتے جاتے تھے پھر آپ نے فرمایا حکم متغیر ہوتا ہے
اور علم متغیر نہین ہوتا اور حکم منسوخ ہوجاتا ہے اور علم نہین منسوخ ہوتا اور اللہ کا علم اسکے
حکم سے نہین گھٹتا ہے **نقل** عارف باللہ شیخ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن منصور کہتے تھے کہ آپ نے
اور اپنے صاحبزادون سے بطور وصیت فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون اللہ سے ڈرنے اور
اُس کی اطاعت اور لزوم شریعت اور اسکے حدود کی حفاظت کی اور علم پڑھنے کی اور اللہ
تعالیٰ ہم کو اور تم کو اور سب مسلمانون کو توفیق خیر دے اور یہ سمجھ لو کہ ہمارا یہ طریقہ بنی ہے
کتاب وسنت اور سلامتی قلب اور جوانمردی نفس اور سخاوت اور خندہ پیشانی رہنے اور مال
خرچ کرنے پر اور آزار دہی سے رکنے اور بھائیون کی لغزشون سے درگذر کرنے پر اور مین تمکو
وصیت کرتا ہون فقر کی اور وہ مراد ہے مشائخ کی حرمت رکھنے اور بھائیون کے ساتھ اچھا
برتاؤ کرنے اور بڑون اور چھوٹون سے نصیحت اور جھگڑا نہ کرنے سے سوا اس صورت کے کہ
جب کوئی امور دینی چھوٹتے ہون اور ایثار کو لازم جانو اور کسی چیز مین افراط نہ کرو اور جو
لوگ تمھارے طبقہ کے نہ ہون اُن کی صحبت نہ اختیار کرو اور امور دینی اور دنیوی مین ہر ایک

مدد کرو اور حقیقت فقر یہ ہے کہ انسان اپنے برابر والے کا محتاج نہ ہو اور حقیقت غنا یہ ہے کہ اپنے برابر والے سے کوئی حاجت نہ رکھے اور تصوف گفت گو سے نہیں ملتا بلکہ بھوک پر صبر کرنے اور دنیا چھوڑنے اور شہوات و مستحبات قطع کرنے سے ملتا ہے اور میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم جب کسی فقیر سے ملو یا فقیر کو دیکھو تو اس سے علمی گفتگو نہ کرو بلکہ رفق سے بات کرو کیونکہ علم سے اسے وحشت ہوگی اور رفق سے انس اور تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے پہلے سخا دوسرے رضا تیسرے صبر چوتھے اشارہ پانچویں غربت چھٹے صوف پہننا ساتویں سیاحت آٹھویں فقر تو سخا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی اور رضا حضرت اسحق علیہ السلام کو اور صبر حضرت ایوب علیہ السلام کو اور اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام کو اور غربت حضرت یوسف علیہ السلام کو اور صوف پہننا حضرت یحیی علیہ السلام کو اور سیاحت حضرت عیسی علیہ السلام کو اور فقر میرے جد حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اغنیا سے تونگروں کی طرح باعزت ملنا چاہیے اور فقرا سے فقیرانہ طور پر اور اخلاص کو لازمی جانو اور اخلاص اسکو کہتے ہیں کہ خلق کو بھول کر ہمیشہ خالق کو دیکھنا اور کسی چیز میں اللہ جل شانہ کو متہم نہ کرنا چاہیے اور ہر حال میں اسی کی طرف ساکن رہنا چاہیے اور اپنے بھائی کے حق کو ضایع نہ کرو بوجہ اس حق کے کہ جو تم کو اس سے بطور مودت اور صداقت کے ہے کیونکہ اللہ نے ہر مومن کے حق کو فرض فرمایا ہے اور فقرا کی خدمت لازمی جانو کیونکہ جو شخص فقرا کی خدمت تواضع اور حسن ادب اور سخاوت نفس سے کریگا تو اس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بڑا ہوگا اور اپنے نفس کو مارو تاکہ زندہ ہو اور خلق میں اللہ سے قریب تر وہ ہے جس کا خلق وسیع ہو اور بزرگتر اعمال اپنے آپ کو ماسوا اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے بچانا ہے۔ اور جب تم فقرا کے ساتھ ہو تو ایک دوسرے کو حق بات اور صبر کی نصیحت کرو اور دنیا سے دو چیزیں کافی ہیں ایک فقیر کی صحبت دوسرے ولی کی حرمت اور فقیر وہ ہے جو سوا اللہ کے ہر چیز سے مستغنی ہو۔ اور صولت بذاتہ بری چیز ہے کیونکہ صولت اپنے سے کم پر کرنا ضعف اور عجز ہے اور اپنے بڑے پر حماقت کلیہ اور حمق اور ہمارا طریقہ عشق جد ہے لہذا ہزل کو چھوڑ دو یہی میری وصیت تم سے ہے اور سب فقیروں اور مریدوں سے بھی۔ نادرہ۔ درج المشتاق للملک الخلاق میں ہے کہ حضرت کے مرض الموت میں بعضے صاحبزادہ آئے تو انھوں نے آپ کو اپنا روے مبارک زمین پر رکھے اور مسند سے ہٹا ہوا پایا ان کو گمان ہوا کہ آپ پر یہ سکرات کے آثار ہیں۔

اُنھون نے تکیہ قریب کرکے سرِ مبارک کو اسپر رکھدیا تب آپ نے اُن صاحبزادہ سے فرمایا کہ
مجھے میرے حال پر چھوڑ دو تاکہ میرا رب میری اس ذلت کو دیکھ کر شاید مجھ پر رحم فرمائے فوراً
غیب سے ندا ہوئی کہ اے عبدالقادر وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ تو نے مجھے وصیت
کا حکم کیا عین موت کے وقت اور مین تو بالکل تیری طرف آرہا ہون اور تجھی سے وصیت کرتا
ہون کہ جب مین انتقال کرون تو پہلی جو چیز میرے متعلق شروع ہوگی وہ یہ ہے کہ جب مین
اپنی قبر مین اُترون اور تنہا ہون اپنے گناہون کے پشتارہ کے ساتھ اور مجھے میرے قوم و
قبیلہ والے چھوڑ دین تو تو میری وحشت کو مُبدّل بانس کردے اور میری قبر کو کشادہ اور منکر نکیر
کے سوال کا جواب میرے دل مین ڈالدے اور میری کتاب معصیت کی پیشانی پر اپنے قلم
عفو سے اس آیت کو لکھدے کہ الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین یعنے
آج کے دن بخشے گا اللہ تم کو اور وہی رحم کرنے والون مین سب سے بڑا ہے اور جسوقت میرا
ریزہ ریزہ جمع کیا جائے اور مین اپنی میّنات کی جگہ پر اُٹھایا جاؤن اور میری نیکی و بدی
کی کتاب پھیلائی جائے اور میرے اعمال دیکھے جائین تو جو نیک عمل ہو اُسکو اپنے دیون
کے گروہ کو دیدے اور جو بُرا ہو تو اُسے اپنے آزاد کئے ہوؤن کو دیدے اور پھر اُسے اپنے
دریائے عفو اور وفا مین ڈبا دے تاکہ بجز تیرے بجود کسی کچھ باقی رہے تب اپنے عفو
اور میرے گناہون کو وزن کر اور اپنی غنا اور میری محتاجی اور اپنی عزت اور میری ذلت کا
اندازہ کر بعد اُسکے میرے ساتھ وہی کر جو تیرے لائق ہے اور وہ نہ کر جو میرے لائق ہو یہ میری
وصیت تجھسے بنظر تیرے لطف و فضل کے ہے نہ کسی جبر سے اور کوئی معبود نہین ہے سوائے
تیرے تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہین اور مین گواہی دیتا ہون کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تیرے بندہ اور بھیجے ہوے ہین موت حق ہے اور اُٹھایا جانا حق ہے اور پل صراط حق ہے
اور میزان اور جنت و دوزخ حق ہین اور قیامت آنے والی ہے اس مین کوئی شک نہین
اور اللہ قبر والون کو اُٹھائیگا **نقل** حضرت شیخ عبدالرزاق اور شیخ ابونصر موسیٰ فرماتے تھے
جب آپ کو سکرات شروع ہوئی تو آپ فرمانے لگے استعنت بلا الہ الا اللہ سبحانہ
وتعالی الحی الذی لا یموت ولا یخشی الفوت سبحان من تعزز بالقدرۃ وقہر العباد

سے مدد چاہتا ہون مین کلمہ توحید کے ساتھ کہ کوئی معبود نہین سوا اللہ کے جو پاک و برتر ہے وہ ایسا زندہ ہے کہ جسکو موت کا ڈر
نہین نہ پاک ہے وہ ذات جو غالب ہے قدرت کیساتھ اور قہر کیا اُسنے اپنے بندون کو موت کے ساتھ نہین کوئی

با آواز لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ حضرت سید موسیٰ فرماتے تھے کہ حضرت نے جب لفظ تلفظ فرمایا تو وہ زبان مبارک سے ٹھیک ادا نہیں ہوا پھر اس لفظ کو تکرار فرمایا اور اپنی آواز کو اس لفظ پر بلند کیا جب تک وہ لفظ زبان سے درست ادا نہیں ہو لیا پھر اللہ اللہ اللہ تین بار فرمایا بعد اسکے آواز مبارک پست ہوئی اور زبان فیض ترجمان حلق سے چمٹ گئی اور وہ ہمارے ہمایون بال روح والا بسے اقبال عروہ ذوقالسے اجلال سے تشبث کرکے نغمہ سنج ترانہ وصال حضرت ذوالجلال ہوا شور نالہ بشور فرش زمین سے عرش برین تک پہونچا تمام کہرام پڑ گیا فرزندان عالی تبار اور خادمان جان نثار کیلئے قیامت تھی ہر در و دیوار سے یہی صدا تھی ؎

گلزار کائنات میں یکسر زوال ہے
اس نونہال فاطمہ کا انتقال ہے

افسوس ہے کہ موسم خزانے جلد آ گیا
دور خزان پر گلشن دین پائمال ہے

داغ غم فراق ہے مخلوق کو نصیب
محبوب حق کا حضرت حق سے وصال ہے

دن رات مثل ماہی بے آب ہیں نہان
فرقت میں غوث پاک کے جینا وبال ہے

اس غم میں جان تن سے نکلتا نہیں ہے دم
کس کو سناؤں ہجر میں جو اپنا حال ہے

سنکر مصیبت حادثہ جان گزائے شاہ
کیون جان نکل گئی نہ یہی انفعال ہے

آتا نہیں سمجھ میں کہ کیا ہو گیا یہ ہائے
بیخود ہوں اور حواس میں بھی اختلال ہے

پھکتا ہے سینہ آتش غم سے شبانہ روز
اور آب اشک بھی سبب اشتعال ہے

[illegible]
اس درجہ قلب خوگر رنج و ملال ہے

[illegible]
گرتے ہیں اشک مثنے میں بھی کیا کمال ہے

پیارے پیچھے مر جاؤں کہ رہ جانا جنون گیا
مشتاق شاہ ہوں مری موت سوال ہے

تحقیق آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے بہت لا سرار میں کہ جو مقدم اور معتبر ترین کتب مناقب آنحضرت سے ہیں تاریخ نہیں ہے اور فتح المبین مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۱ میں ہے کہ آپ کی وفات دسویں ماہ ربیع الثانی سنہ پانچسو اکسٹھ میں ہوئی اور قلائد الجواہر میں ہے کہ آپ کی وفات شب شنبہ آٹھویں ماہ ربیع الآخر سنہ ۵۶۱ھ میں ہوئی اور شب کو مدرسہ باب الازج واقع بغداد میں دفن ہوئے اور علامہ شمس الدین ابو المظفر یوسف سبط ابن الجوزی نے تاریخ مرآۃ الزمان میں ان لوگوں سے ذکر میں کہ جنھوں نے سنہ پانسو اکسٹھ میں وفات پائی لکھا ہے کہ حضرت پیدا ہوئے سنہ چارسو ستر میں اور بغداد میں شب شنبہ ماہ ربیع الثانی سنہ پانسو اکسٹھ میں

وفات پائی اور شب کو بوجہ کثرت ازدہام کے آپ دفن ہوئے کیونکہ بغداد میں کوئی نہیں بچا
جو جنازہ شریفہ پر حاضر نہ ہوا ہو سارا میدان اور سڑکیں اور بازاریں اور مکانات آدمیوں
سے بھر گئے تھے آپ کا دفن ہونا دن کو ممکن ہی نہ تھا اور ایسا ہی ابن الاثیر اور ابن کثیر نے
بھی اپنی تاریخوں میں لکھا ہے اور حافظ محب الدین محمد بن النجار نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے
کہ ابو الفضل احمد بن صالح بن شافع حنبلی نے لکھا ہے کہ آپ کی وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی اور
یہی قول ابو عبداللہ محمد ذہبی کا بھی ہے اور ابن النجار کہتے تھے کہ آپ کی وفات [illegible] رات
کو ہوئی جس کی صبح کو ہفتہ تھا دسویں ربیع الثانی سنہ پانسو اکسٹھ میں اور آپ کی تجہیز سے
شب میں فراغت ہوئی اور نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے سید عبدالوہاب نے ایک
جماعت حاضرین کے ساتھ آپ کی اولاد اور اصحاب اور شاگردوں سے پڑھائی اور [illegible]
مدرسہ میں آپ دفن ہوئے اور مدرسہ کا دروازہ دن چڑھے تک بغیر [illegible] زیادہ ہونے [illegible]
کے نہیں کھولا گیا کیونکہ آپ کے فرزند [illegible] زیارت کے واسطے [illegible]
اور وہ جمعہ کا دن تھا تو آپ گیارھویں تاریخ فاتحہ ہونے کی [illegible] کہ آپ شب [illegible]
کو دفن ہوئے اور چونکہ فاتحہ بعد دفن کے کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ بنا [illegible]
واقع ہوا حضرت ملا نعیم اللہ بہرائچی معمولات مظہریہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ آپ کی تاریخ [illegible]
نویں ربیع الآخر ہے لیکن چونکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاتحہ شریفہ ہر مہینے کی گیارہویں
تاریخ کو کیا کرتے تھے اس وجہ سے آپ کا عرس ہندوستان میں گیارہویں تاریخ مشہور
ہوگیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رسالہ ماثبت بالسنۃ میں بعد نقل [illegible] تاریخ آپ کے
وفات شریف ہونے کی لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک اس روایت کے موافق آپ کا عرس
نویں ربیع الثانی کو ہونا چاہیے چنانچہ اسی پر میں نے اپنے شیخ عارف [illegible] شیخ عبدالوہاب
قادری متقی کو عامل پایا کہ وہ آپ کا عرس اسی تاریخ پر کرتے تھے [illegible] اسی روایت کے
اعتماد پر ہو یا انہوں نے اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی کو ایسا کرتے دیکھا ہو [illegible]
جو اس اطراف میں گیارہویں مشہور ہوئی وہ اسی وجہ سے [illegible]
اولاد میں ان میں یہی متعارف ہے چنانچہ [illegible] حضرت [illegible]
شیخ ابی الفتح حامد حسنی جیلانی نے [illegible] قادریہ ہے کہ جو حضرت [illegible]
ثانی قدس سرہ کی تصنیف سے نقل کیا ہے [illegible] انہوں نے اپنے آبا کرام رحمۃ اللہ علیہم [illegible]

اور امام عبد اللہ یافعی نے اپنی کتاب خلاصتہ المفاخر اور تاریخ مرآۃ الجنان مین لکھا ہے کہ آپکی وفات ماہ ربیع الآخر سالہ ہجری پانسو اکسٹھ مین ہوئی مگر کوئی دن معین نہین کیا ممکن ہے کہ انکو دن کا علم نہوا ہو یا بوجہ اختلاف کے اور بعضے کہتے ہین کہ آپ کی وفات سترھوین کو ہوئی مگر اسکی کوئی اصل نہین واللہ اعلم اور تحفۂ قادریہ مین مفتاح اخلاص گیلانی سے منقول ہے کہ آپ کی وفات سترھوین ماہ ربیع الآخر سنہ پانسو اکسٹھ مین ہوئی اور بعضے رسائل مین گیارھوین ہے لیکن قول اول اصح ہے اگرچہ بعضے بزرگ جو بغداد سے آئے اُن سے معلوم ہوا کہ وہان آپ کا عرس سترھوین ربیع الآخر کو ہوتا ہے اور یہی سترھوین مفتاح اخلاص گیلانی سے تحفتہ الراغبین مین بھی منقول ہے لیکن اصح وہی ہے جو بہجتہ الاسرار مین ہے اور وہ زمانہ خلافت خلیفہ مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن مقتفی لامر اللہ محمد بن مستظہر باللہ احمد بن مقتدی بامر اللہ عبد اللہ بن محمد ذخیرہ بن قائم بامر اللہ عبد اللہ عباسی کا تھا کذا فی قلائد الجواہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واعاد علینا من برکاتہ ولختم لنا ولجمیع المسلمین بخیر والحقنا بالصالحین یارب العالمین حافظ ابن رجب زین الدین نے طبقات مین لکھا ہے کہ حضرت کے دفن کی صبح کو نصر نمیری نے ایک بڑا مرثیہ کہا جس کا پہلا شعر یہ تھا ؎

تشکل الامر ذا الصباح الجدید[1]	ماللہ ذلک السنا المعہود

اور اسکے علاوہ اُس کا اور بھی مرثیہ ہے نقل حضرت شیخ احمد رفاعی جب حضرت کی زیارت مزار کو آئے تو اُنھون نے یہ دو شعر پڑھے ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا	تقبل الارض عنی وھی نائبتی
وھذہ نوبۃ الاشباح قد حضرت	فامدد یمینک کی تحظی بہا شفتی

یعنی حالت دوری مین تو مین روح کو بھیجا کرتا تھا کہ وہ نیابتاً میری طرف سے آپ کی زمین بوسی کیا کرتی تھی۔ اور اب میرا یہ جسم حاضر ہے آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ مین اُسکو بوسہ دو حضرت نے اُس کا جواب ان دو شعرون سے دیا ؎

اذ کنت عن عین العیان مغیبا	فما انت عن قلبی وسری بغائب
اذا اشتاقت العینان منک لنظرۃ	تمثلت لی فی القلب من کل جانب

یعنی جب تم آنکھ کی تپلیون سے غائب تھے تو میرے دل اور سر سے غائب نہ تھے اور

[1] کاذ شکل مگر یہاں صاحب صبح جدید مناسب نہ تھا کیا یہی درست تھا ہم سے ۲ منہ

جب میری آنکھیں تمکو دیکھنا چاہتی تھیں تو تمہاری صورت ہر طرف سے دل مین آیا کرتی تھی۔ علامہ
جلال الدین سیوطی نے رسالہ تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والملک مین لکھا
ہے کہ ایک مرتبہ بعد حج کے حضرت سید احمد رفاعی مدینہ طیبہ گئے تو حجرۂ اقدس کے مقابل پہونچکر
یہ دو شعر پڑھے فوراً دست مبارک نکلا اور اُنھون نے اُسے بوسہ دیا چنانچہ یہی قصہ اوپر
حضرت سید احمد رفاعی کے حال مین بھی اُسی کتاب مین گذرا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
امام رفاعی نے ان شعرون کو دونون مرتبہ پڑھا اول جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے
قبر شریف کے زیارت کے وقت دوسرے اُن کے صاحبزادہ حضرت غوثیت مآب کی زیارت
کے وقت بھی۔ فائدہ وہ شہر شرح شمائل ترمذی مین لکھتے ہین کہ بغداد اور بغدان اور بغدین
اور مدینۃ السلام منسوب ہے بغداد کی طرف اور اسی نسبت سے بغدادی کہتے ہین کذا
فی القاموس گر نتہا اس نام کو اس وجہ سے مکروہ کہتے ہین کہ بغ ایک بت کا نام ہے کہ جو پورب
والون کا تھا اور داد کے معنی بخشش اور عطا کے ہین تو اس شہر کا یہ نام اس وجہ سے
ہے کہ نوشیروان کو پورب سے ایک خواجہ سرا تحفہ مین آیا تھا اس نے اُس کو اس شہر کا قطعہ
دیدیا اُسکے پاس ایک بت تھا جس کی وہ پرستش کیا کرتا تھا وہ اس کا نام لیکر اس خواجہ
سرانے کہا بغداد یعنی مجھکو اس بت نے دیا اسی وقت سے اس کا نام ہوگیا اس صورت
مین غالباً یہ دونون دال مہملہ کے ساتھ ہوگا کیونکہ داد بخشش کو کہتے ہین جب سے ابو جعفر منصور
نے اس کا نام بدل کر مدینۃ السلام رکھا اور ابوالفداء بھی اسی طرف گئے ہین اور بعضے کہتے ہین
کہ بغ عجم مین باغ کو کہتے ہین اور داد نام ایک مرد کا ہے یعنی باغ داد کذا فی تنزہ العباد اور منتہی الارب
مین ہے کہ بغداد بالفتح ایک شہر کا نام ہے عراق عرب مین جو اصل مین باغ داد تھا اس سے پہلے
ایک باغ تھا کہ جس مین نوشیروان عادل ہر ہفتہ مین مظلومون کی داد رسی کیا کرتا تھا پھر الف کو
گرا کر بغداد کہنے لگے کذا فی الکشف والبرہان والخیابان اور لباب مین ہے کہ بغداد بفتح بای موحدہ
وسکون غین معجمہ وفتح دال مہملہ والف و دال یہ دجلہ کی جانب غربی کے دونون کنارون کو
کہتے ہین جس مین ابو جعفر منصور رہتے تھے جب اُنھون نے بغداد بنایا تب اسکا نام زوراء رکھا
اس وجہ سے کہ اس شہر کے اندرونی دروازہ باہر کے دروازون سے پیر ہے۔ الخ اور شرقی جانب
عسکر المہدی تھا اس وجہ سے کہ ابو جعفر منصور وہان آکر رہتے تھے اور رصافہ بھی اس وجہ سے کہ
رشید نے وہان ایک محل بنوایا تھا جس کا نام رصافہ رکھا تھا اور جانب شرقی بھی نام ہے

راس الطاق کی طرف نسبت سے کیونکہ وہان بڑا بازار ہوتا ہے ملا مون مین ہے کہ بغداد کی جس نے بنیاد ڈالی وہ مامون رشید کا پردادا ابو جعفر منصور تھا وہ اگرچہ خاندان عباسیہ کا دوسرا ہی خلیفہ تھا اور ۱۳۶ھ مین تخت نشین ہوا تھا تاہم بنظر وسعت و استحکام سلطنت ایک مستقل پائے تخت کی ضرورت تھی منصور نے کوفہ کے نواح مین ایک عارضی مقام ہاشمیہ اختیار کیا تھا لیکن فرقہ راوندیہ کی بغاوت اور اہل کوفہ کی مشہور بیوفائی نے کوفہ سے اُس کا دل پھیر دیا تب اُس نے نہایت جستجو اور کوشش اور بہت سے اہل الرائے کے مشورہ کے بعد وہ مختصر آبادی انتخاب کی جو کسی زمانہ مین نوشیروان عادل کے انصاف سے منسوب تھی اور اب مختصر ہو ہوا کر بغداد کے نام سے پکاری جانے لگی تھی ؎

	ازرہگذر خاک سر کوئے شابود		ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	

وصل بیان ذکر ازواج و اولاد حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ اپنی کتاب عوارف المعارف کے اکیسوین باب مین لکھتے مین کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے بعضے صالحین نے عرض کیا کہ آپ نکاح کیون نہین کرتے آپنے فرمایا کہ جب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد نہ فرمائینگے کہ تم نکاح کرو تب تک مین نہ کرون گا پھر ایک بار آپ نے فرمایا کہ عرصہ سے مین نکاح کرنا چاہتا تھا مگر اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ میرے اوقات مین خلل پڑے جرأت نہین پڑتی تھی جب اسکا وقت آگیا تو مین نے چار عورتون سے نکاح کیا اور اُن چارون بیویون کو میرے ساتھ محبت تھی ابن النجار اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ مین نے حضرت سید عبد الرزاق سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میرے والد کے انچاس اولادین ہوئین ستائیس لڑکے اور باقی لڑکیان اور جبائی کہتے تھے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب میرے یہان لڑکا پیدا ہوتا تھا تو مین اسکو اپنے ہاتھ پر لیکر کہتا کہ یہ مردہ ہے اور اُسکی محبت اپنے دل سے نکال ڈالتا جب وہ گذر جاتا تو مجھ کو اُس کا کچھ تعلق اور رنج نہ ہوتا کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے میرے دل سے نکل چکتا تھا اور نہ جب کوئی اولاد آپ کی انتقال کرتی تھی اور آپ مجلس مین ہوتے تو مجلس موقوف نہین کرتے تھے برابر وعظ کہتے رہتے جب اُسکو نہلا دھلا کفنا کر آپ کے سامنے لاتے تو آپ وعظ روک کر نماز پڑھا دیتے کذا فی قلائد الجواہر آپکے صاحبزادے موافق تحریر کتاب بہجۃ الاسرار کہ

جو مقدم ترین کتب مناقب سے ہے دس ہین لہذا کاتب الحروف انھین دسون حضرات کے حالات سے صفحات کتاب کو مزین کرتا ہے ۔

حال خلف اکبر بقیۃ السلف عمدۃ الخلف شیخ ابو عبد اللہ سید عبد الرحمن رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت ۵۰۸ھ مین ہوئی آپ نے حدیث اپنے والد ماجد سے لڑکپن مین سنی اور شیخ ابی القاسم بن حسین اور شیخ ابی غالب احمد بن الحسین بن البنا سے بھی استفادہ فرمایا آپ کی وفات ستائیس ماہ صفر ۵۸۷ھ مین ہوئی آپ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی اولاد مین بہت مسن ہوئے قلائد الجواہر مین ہے کہ آپ کی وفات ۵۸۷ھ وبقولے ماہ صفر ۵۸۷ھ مین ہوئی تاریخ الاولیا مین ہے کہ آپکے دو صاحبزادے ہوئے شیخ ابو محمد عبد الرحمن اور شیخ ابو محمد عبد القادر اور دونون بڑے عالم و فاضل ہوئے کشف الاستار اور زبدۃ الآثار مین ہے کہ سید عبد الرحمن سب صاحبزادون مین بڑے تھے اور دیگر کتابون مین ہے کہ سب سے بڑے صاحبزادہ حضرت سید عبد الوہاب تھے واللہ اعلم بالصواب سید ابو محمد عبد القادر نے اپنے چچا حضرت سید عبد الرزاق اور دیگر بزرگان مذکورین سابق سے فقہ اور حدیث پڑھی اور بڑے نیک سیرت با تمکین صاحب علم و فہم تھے بغداد کے نواح مین ایک گاؤن مین آپ نے ماہ ربیع الثانی ۶۳۴ھ مین انتقال کیا اور وہین دفن ہوئے رضی اللہ عنہ

حال خلف دوم جمال الاسلام قدوۃ العلماء فخر المتکلمین حضرت امام سیف الدین ابو عبد اللہ عبد الوہاب رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت ماہ شعبان سنہ پانسو بائیس مین بغداد مین ہوئی فقہ و حدیث آپ نے اپنے والد ماجد سے پڑھی بعد اسکے طلب علم کے واسطے بلاد عجم کا سفر کیا اور وہان شیخ ابی غالب احمد بن الحسن بن البنا اور شیخ ابو المنصور عبد الرحمن بن محمد بن عبد الواحد اور شیخ ابی الحسن محمد بن احمد بن صرمی اور شیخ ابو الفضل محمد بن عمر اموی اور شیخ ابی الوقت عبد الاول[1] بن عیسی سجزی وغیرہم سے

[1] مسند الدنیا ابو الوقت عبد الاول بن عیسی بن شعیب سجزی ہروی صوفی زاہد کی ولادت ہرات مین ماہ ذی قعدہ ۴۵۸ھ مین ہوئی اور وفات ۶ ذی القعدہ ۵۵۳ھ مین بغداد مین ہوئی اور جامع صلوۃ عامہ مین انکے جنازہ کی نماز ہوئی اور اس نماز مین حضرت

مختلف فنون حاصل کئے اور اپنی والد ماجد کی حیات مین اُنکے مدرسہ مین اُنکی نیابت مین ۵۳۸ھ
مین درس دیا اور اُسوقت عمر شریف بیس برس سے کچھ زیادہ تھی پھر بعد وفات اپنے والد ماجد
کے بھی اُسی مدرسہ شریفہ مین درس دیتے رہے اور حدیث بھی پڑھائی اور وعظ کہا اور فتوے لکھے
بہتون نے آپ سے حدیث پڑھی چنانچہ ان مین سے ایک بزرگ ابو جعفر بن ابی القاسم لبیب
بن نفیس بن ابی الکرم یحییٰ حسینی بغدادی اور دوسرے شیخ ابو العباس احمد بن عبد الواسع
بن امیرکاہ بن شافع جیلی تھے آپ اپنے سب بھائیون مین ممتاز اور بڑے فقیہ احسن الکلام
مسائل خلافیات مین تھے اور بہت ہی خوش بیان اور فصیح اور بلیغ اور حدید الذہن اور ظریف
اور عقیل اور فہیم و بامروت و سخاوت ناصر لدین اللہ خلیفہ وقت نے آپ کو عہد قضا سپرد کر دیا تھا
جس سے بہت سے محتاجون کی حاجتین آپ سے روا ہوتی تھین ذہبی کہتے تھے کہ آپ محدث
واعظ دمشقی اور بڑے ادیب اور ظریف تھے آپ سے دبیثی اور ابن خلیل اور ایک جماعت
نے روایت حدیث کی اور ابن رجب طبقات مین لکھتے ہین کہ ابن فارسی کہتے تھے کہ آپ نے
ابن الحصین اور ابن سوادی اور ابی غالب بن البنا وغیرہم سے حدیث سنی اور نہایت فقیہ سخی
زاہد مجرد واعظ اور مقبول خاص و عام ور ظرفاے بغداد سے تھے سنہ ۵۸۳ھ مین امام ناصر لدین اللہ
کی طرف سے آپ قاضی رہے اور بعضون کا قول ہے کہ آپ کا قلم فتوے مین سخت تھا اور آپکے
مجاز محمد بن یعقوب بن ابی الدنیا تھے وفات شریف شب پنجشنبہ پچیسوین ماہ شوال سنہ پانچسو
ترانوے مین ہوئی اور صبح کے وقت مقبرہ حلبہ مین دفن ہوئے کذا فی بہجۃ الاسرار رضی اللہ عنہ

حال خلف سوم شرف الاسلام جمال العلماء الآفاق سراج المصر والعراق والشامین والبیانین لسان المتکلمین حضرت امام اوحد سید شرف الدین ابو محمد رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابی عبد الرحمن عیسیٰ بھی تھی آپ نے اپنے والد ماجد سے فقہ پڑھی اور حدیث
سنی بعد اُسکے شیخ ابو الحسن محمد بن صرمی اور ابی الوقت شیخ عبد الاول سنجری وغیرہم سے پھر ایک
مدت تک درس دیا اور حدیث بھی پڑھائی اور وعظ کہا اور فتوے لکھے کتاب جواہر الاسرار و
لطائف الانوار علم تصوف مین آپ ہی کی تصنیف سے ہے اس مین نہایت عمدہ حقائق بیان فرمائے
ہین پھر مصر کو آپ تشریف لے گئے اور وہان حدیث پڑھائی اور وعظ کہا بہت اہل مصر آپکے

شاگرد تھے اُن میں سے شیخ ابو بزاز ربیعہ بن الحسن بن علی بن عبداللہ حضرمی صنعانی شافعی، اور شیخ ابوالغنائم مسافر بن نعیم بن مسافر مصری موتلفی حنبلی اور شیخ ابوالثناء بن میسرہ بن احمد بن موسے بن غنائم غدونی ثم المصری الخلال حنبلی اور شیخ ابوالثناء حامد بن شیخ ابی العباس احمد بن احمد بن حامد بن مفرج بن غیاث ارتاحی مصری فقیہہ مقری اور اُن سے بچا شیخ ابو عبداللہ محمد بن احمد فقیہہ محدث اور شیخ ابوالمنصور ظافر بن طرخان بن جواب عناقی شافعی اور شیخ ابو محمد عبدالخالق بن ابی البقا صالح بن علی بن زیدان بن احمد بن مفرج قرشی اموی مصری شافعی مقری نحوی لغوی وغیرہم تھے آپ بڑے فصیح واسع العلم عزیز الفضل کامل العقل جلیل القدر متواضع بزرگ تھے۔
ابن النجار اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ بعد وفات اپنے والد ماجد کے بغداد سے شام میں آئے اور دمشق میں شیخ علی بن مہدی بن مفرج ہلالی سے سنہ پانسو باسٹھ میں حدیث سنی اور اپنے والد کی روایت سے حدیث بیان کی پھر مصر میں آئے اور وقت وفات تک وہیں رہے اور وہیں درس بھی دیا اور وعظ بھی کہا آپ کی طرف رجعیت بہت ہوئی آپ سے شیخ احمد بن میسرہ بن احمد الخلال الحنبلی نے بھی روایت کی اور منذری کا قول ہے کہ آپ نے مصر میں آکر حدیث پڑھائی اور وعظ بھی کہا اور وہیں آپ کی وفات ہوئی اور قرافہ مصر میں دفن ہوئے ابن النجار کہتے تھے کہ میں نے قرافہ مصر میں آپ کے مزار پر لکھا دیکھا کہ آپ کی وفات بارھویں رمضان سنہ پانسو بہتر میں ہوئی یہی سنہ وفات بہجۃ الاسرار و زبدۃ الاسرار و الآثار میں بھی منقول ہے اور مناقب غوثیہ میں ہے کہ کتاب مستطاب فتوح الغیب حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے آپ ہی کے واسطے تصنیف فرمائی اور آپ اپنے والد ماجد کے بعد بارہ برس زندہ رہے اور بیس برس پہلے حضرت سید عبدالوہاب سے آپ کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

حال خلف چہارم مفتی العراق سراج العلماء تاج الاصفیا حضرت امام جمال الدین

ابو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوالفرج بھی ہے اور نام عبدالجبار آپ نے فقہ اور حدیث اپنے والد ماجد سے پڑھی اور شیخ ابی منصور عبدالرحمن قزاز اور شیخ ابی الحسن محمد بن احمد بن صرمی اور شیخ ابی بکر محمد بن عبداللہ بن زعفرانی اور شیخ ابی الوقت سجزی سے بھی آخر عمر تک ...

اور وعظ کہا اور حدیث پڑھائی آپ نہایت خوش اخلاق واسع الصدر عزیز العقل ثبت فی الروایۃ
محب اہل فضل تھے قلائد الجواہر مین ہے کہ آپ بہت خوشخط تھے اور بڑے متصوف اور مصاحب
ارباب قلوب فقرا سے بہت ملا کرتے تھے آپ سے حضرت شیخ عبدالرزاق نے بھی کچھ حدیث
سُنی ہے آپ کی وفات حضرت سید عبدالرزاق سے اٹھائیس برس قبل بحالت شباب انیسوین
ذیحجہ سنہ پانسو بچپن مین ہوئی اور اپنے والد کی خانقاہ مین جو حلبہ بغداد مین ہے دفن ہوئے
رضی اللہ عنہ

حال خلیفۂ پنجم سراج العراق جمال الائمہ فخر الحفاظ شرف الاسلام والآفاق قدوۃ الاولیا

حضرت حافظ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت اٹھارہ یا اٹھائیس ماہ ذیقعدہ روز دوشنبہ ۵۲۸ھ مین صبح کے وقت ہوئی آپنے بھی
اپنے والد ماجد سے پڑھا اور حدیث سنی اور شیخ ابو محمد حسن بن احمد بن حرمی اور شیخ ابی الفضل محمد بن
عمر ارموی اور شیخ احمد بن طاہر میہنی اور شیخ محمد بن ناصر سلامی اور شیخ ابی بکر محمد بن عبداللہ زعفرانی
اور شیخ ابی الکرم مبارک بن حسن سہروردی اور شیخ ابی الوقت عبدالاول سنجری اور شیخ ابی جعفر
احمد بن محمد بن عبدالعزیز عباسی اور شیخ ابی القاسم سعید احمد بن البنا اور ایک جماعت کثیرہ
سے بھی اور حدیث پڑھائی اور درس دیا اور فتوے نویسی کی. بہتون نے آپ سے روایت
حدیث کی جن مین سے شیخ مہذب الدین ابوالفضل اسحق بن احمد بن غانم علثی اور شیخ تقی الدین
ابو عبداللہ محمد بن جمیل بغدادی اور شیخ ابوالحسن علی بن احمد معروف بہ معمر اور شیخ ابوالحسن علی
بن احمد معروف بخلیب وغیرہم تھے حافظ ابن النجار اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ آپ کو
آپ کے والد نے لڑکپن ہی مین شیخ ابی الحسن محمد بن صائغ اور قاضی ابی الفضل محمد ارموی
اور شیخ ابی القاسم سعید بن بنا اور شیخ ابی الفضل محمد بن ناصر اور شیخ ابی بکر محمد بن زاغونی اور
شیخ ابی المظفر محمد ہاشمی اور شیخ ابی المعالی احمد بن علی بن السمان اور شیخ ابی الفتح محمد بن بطی
سے حدیث سنوائی پھر آپ نے خود اکثر اصحاب شیخ ابی الخطاب بن البطر اور شیخ ابی عبداللہ بن
طلحہ وغیرہم سے پڑھا آپ کے تحریرات بہت تھے اپنے لئے بھی اور اور لوگون کے لئے بھی اور بہت

سلہ یہ نسبت ہے حلبہ کی طرف جو ایک گاؤن ہے بغداد مین جانب پورب کے اسے کہتر تھا اور وہ حلویون کو دفت ہے منتخب اللغات

لوگوں نے آپ سے پڑھا آپ حافظ متقن ثقہ ماہر حدیث وفقہ اور حنبلی المذہب متورع متدین کثیر العبادت تھے اپنے گھر میں اکثر بیٹھے رہتے تھے اور سوائے جمعہ کے دن کے نہیں نکلتے تھے طالب علموں کی بہت توقیر اور تکریم کرتے تھے اور بڑے سخی اور صاحب مروت اور صاحب اخلاق حسنہ اور قانع صابر عزیز النفس سلف صالح کے طریقہ کے پابند تھے ذہبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ آپ محدث حافظ ثقہ زاہد تھے آپ نے اپنے والد ماجد سے بہت کچھ فوائد حاصل کئے اور اوروں سے بھی آپ کو جیلی بھی کہتے تھے حلبہ کی طرف نسبت سے جو ایک محلہ شرقی بغداد میں ہے مؤلف روض الزاہر کہتے تھے کہ ابو شامہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ زاہد عابد ثقہ قانع تھے اور ان سے دبیثی اور ابن النجار اور ضیا اور نجیب عبد اللطیف اور تقی بلدانی اور ایک جماعت نے روایت حدیث کی آپ نے شیخ شمس الدین عبد الرحمن اور شیخ کمال عبد الرحیم اور شیخ احمد بن شیبان اور خدیجہ بنت شہاب بن راجح اور شیخ اسمٰعیل عسقلانی وغیرہ کو اجازت دی اور حافظ ابن رجب حنبلی اپنے طبقات میں لکھتے ہیں کہ آپ کو مذہبی علوم میں خاص مہارت تھی مگر حدیث کی معرفت فقہ کی معرفت پر غالب تھی ابن نقطہ کہتے تھے کہ آپ حافظ و ثقہ و مامون تھے دبیثی وغیرہ آپ کے بہت معترف تھے نقل ہے کہ آپ نے اللہ سے شرم کی وجہ سے تیس برس آسمان کی طرف سر نہیں اٹھایا آپ کی وفات شب شنبہ ۹ ماہ شوال ۶۰۳ھ میں ہوئی اور باب حرب بغداد میں دوسرے روز دفن ہوئے ابن النجار کہتے تھے کہ آپ کی وفات کے بعد دوسرے روز بغداد کے محلوں میں نماز جنازہ کے متعلق لوگوں کو اطلاع ہوئی تو بہت سے لوگ جمع ہو گئے اولاً جنازہ شریفہ عیدگاہ میں شہر کے باہر لایا گیا وہاں نماز ہوئی پھر تمام لوگ اپنے سروں پر لے کر جامع رصافہ میں لائے وہاں دوسری بار نماز ہوئی پھر باب ترتبہ خلفا میں تیسری بار نماز ہوئی پھر دجلہ کے کنارے خضر میں کے پاس چوتھی مرتبہ پھر جانب غربی کی طرف جب جنازہ لایا گیا تو وہاں پانچویں بار باب الحرب میں نماز ہوئی پھر حربیہ میں چھٹی مرتبہ نماز ہوئی پھر امام احمد کے مقبرہ میں ساتویں مرتبہ بعد اس کے دفن ہوئے اور روز جمعہ کا تھا۔ رضی اللہ عنہ۔

حال خلف ششم جمال العراق فخر العلما و مسند الفقہا الامام المستند حضرت شیخ شمس الدین

ابو محمد رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت ستائیس ماہ شوال سنہ پانسو تئیس مین ہوئی کنیت آپ کی ابی بکر بھی ہے اور نام عبد العزیز آپ نے فقہ و حدیث اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے پڑھی اور سُنی اور شیخ ابی منصور عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد الواحد قزاز اور شیخ ابی الفضل احمد بن طاہر میہنی اور شیخ محمد بن ناصر سلامی اور شیخ ابی الوقت عبد الاول بن عیسیٰ سنجری وغیرہ سے بھی اور حدیث پڑھائی اور وعظ و درس بھی دیا اور آپ سے بہتون نے حدیث روایت کی آپ بڑے ثقہ سخی اور عقیل غزیر العلم متواضع حسن الاخلاق تھے جبال مین کہ جو سنجار کے مضافات سے ایک گاؤن ہے وہان آپ نے اقامت کی قلائد الجواہر مین ہے کہ آپ عسقلان کی لڑائی کے بعد زیارت بیت المقدس کر کے سنہ پانسو اسی مین جبال مین آکر رہے چنانچہ آپ کی اولاد آج تک وہین ہے وفات شریف بہار شنبہ، تھا رحین ماہ ربیع الاول سنہ چھ سو دو مین ہوئی رضی اللہ عنہ

حال خلف ہفتم زین الفقہا جمال المسندین الکریم بن الکریم شیخ جلیل حضرت ابو اسحٰق

ابراہیم رضی اللہ عنہ

آپ نے فقہ اور حدیث اپنے والد سے پڑھی اور سنی اور شیخ ابی القاسم سعید بن ابی غالب احمد بن الحسن بن البنا اور ابی الوقت شیخ عبد الاول بن عیسیٰ سنجری اور اور علماء سے بھی جو انھین کے طبقہ کے تھے آپ بہت ثقہ متواضع کریم الاخلاق اور علماء مین ممتاز تھے بغداد سے شہر واسطہ مین آکر آپ نے اقامت کی اور وہین ۵۹۲ھ مین وفات پائی کذا فی بہجۃ الاسرار و قلائد الجواہر رضی اللہ عنہ

حال خلف ہشتم جمال المسندین رئیس الاصحاب فاضل الاوحد شیخ ابو الفضل محمد رضی اللہ عنہ

آپ نے فقہ اور حدیث اپنے والد ماجد سے پڑھی اور سنی اور شیخ ابو القاسم سعید بن احمد بن البنا اور ابی الوقت شیخ سنجری وغیرہم سے بھی اور بڑے ثقہ اور متورع عالم تھے پچیس ذیقعدہ ۶۰۰ھ کو بغداد مین وفات پائی اور مقبرہ حلبہ مین اُسی روز دفن ہوئے رضی اللہ عنہ

حال خلف نہم سراج الفقہا زین المحدثین آیۃ اللہ العظمیٰ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت سلخ ماہ ربیع الاول ۵۲۹ھ وبقولے ۵۳۲ھ میں ہوئی آپ نے بھی فقہ اپنے والد ماجد سے پڑھی اور حدیث سُنی اور شیخ ابو القاسم سعید بن احمد بن بنا اور شیخ ابی الفضل محمد بن ناصر حافظ اور شیخ ابی الوقت عبد الاول عیسیٰ سجزی اور شیخ ابی الفتح محمد بن عبد الباقی بن احمد وغیرہم سے بھی استفادہ فرمایا اور مصر تشریف لے گئے وہان بہت لوگون کو آپ سے فیوض حاصل ہوئے پھر دمشق مین آکر اقامت فرمائی اور وہان حدیث پڑھائی آپ فاضل ادیب متورع متقی تھے شب سلخ ماہ جمادی الاخری ۶۱۳ھ مین دمشق کے محلہ عقیبہ مین آپ نے وفات فرمائی اور سفح جبل قاسیون مین مدفون ہوئے حضرت کے صاحبزادون مین آپ کی وفات سب کے بعد ہوئی ابن حاجب اپنی معجم مین لکھتے ہین کہ آپ حنبلی المذہب اظریف اور مطبوع الحرکات تھے آخر عمر مین آپ پر امراض کا غلبہ ہوگیا تھا اُسی مین آپ کی وفات ہوئی اور مدرسہ مجاہدیہ مین آپ کی نماز جنازہ ہوئی اور سفح جبل قاسیون مین دفن ہوئے رضی اللہ عنہ

حال خلف دہم الشیخ الفاضل الفقیہ العالم الجلیل النبیہ حضرت شیخ ابو زکریا یحییٰ رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت چھٹی ماہ ربیع الاول ۵۵۰ھ مین ہوئی آپ نے بھی فقہ اور حدیث اپنے والد ماجد سے پڑھی اور سنی اور شیخ ابی الفتح محمد عبد الباقی وغیرہما سے بھی اور حدیث پڑھائی پھر مصر مین تشریف لائے آپ بڑے عالم اور فقیہ اور خوش اخلاق تھے آپ کی وفات پندرھوین ماہ شعبان ۶۰۰ھ مین بغداد مین ہوئی آپ حضرت کے صاحبزادون مین سب سے چھوٹے تھے قلائد الجواہر مین ہے کہ آپ مصر مین جاکر رہے اور وہین آپ کے ایک صاحبزادے ہوئے جنکا نام آپ نے عبد القادر رکھا پھر اُن کو بغداد مین لائے بعد اُسکے ماہ شعبان ۶۰۰ھ مین وفات فرمائی لوگون کو نماز جنازہ کی اطلاع ہوئی تو بہت سے لوگ جمع ہوگئے آپ کی نماز جنازہ آپ کے والد کے مدرسہ مین ہوئی اور اپنے بھائی سید عبد الوہاب کے پاس اپنے والد کے

سلہ بہجۃ الاسرار مین سلخ کی قید ہے اور قلائد الجواہر مین ختام کی قید ہے و ہذا ہو الصواب واللہ

رباط مین حلبہ مین دفن ہوئے آپ کی والدہ حبشیہ تھین آپ سے حافظ ابو عبداللہ محمد بن محمود بن حسن بن النجار محدث عراق نے بھی احادیث روایت کین **نقل** حضرت سید عبدالوہاب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میرے حضرت والد ماجد بہت سخت علیل ہوئے ہم سب آپ کے گرد بیٹھے رہے تھے اور آپ بیہوش تھے یکایک آپ کو ہوش آگیا تب فرمایا کہ روا نہین مین ابھی نہین مرون گا میری پشت مین یحیی ہے وہ ضرور پیدا ہوگا سب لوگ اسکو بیہوشی کی بات سمجھے جب آپ کو صحت ہوگئی تب یہ پیدا ہوئے اور آپ نے انکا نام یحیی رکھا بعد اسکے بہت مدت تک آپ زندہ رہے۔ رضی اللہ عنہ۔

واقعی فضائل وکمالات ان حضرات طیبات کے ان اوصاف کے ساتھ کہ حضرت کے حضور مین تحصیل علم کی اور دیگر علماء و کبراء سے بھی یہ ایسی چیزین ہین جو حیطۂ بیان سے باہر ہین ع

ہرچہ اسباب جمال است رخ خوب ترا	ہمہ بر وجہ کمال است کمالا یخفے

الحق کہ یہ سب حضرات مصداق تلک عشرۃ کاملۃ بلکہ منطوق رحمت نازل تھے سبحان اللہ فتح المبین مین ہے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیان صاحب بہجۃ الاسرار و قلائد الجواہر نے تو کوئی بھی نہین لکھین مگر مشہور اُن سے ایک حضرت خدیجہ ہین جو شیخ عبدالرحمن طفسونجی کے بیٹے کو بیاہی تھین اور دوسری حضرت فاطمہ ہمشیرہ جو شیخ قضیب البان موصلی کے بیٹے کو بیاہی تھین اور تیسری حضرت عائشہ رحمہا اللہ اور بعضے کہتے ہین کہ شیخ مسلما صباغ کو بھی ایک صاحبزادی بیاہی تھین واللہ اعلم۔

از رہگذر خاک سر کوے شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل ذکر اولاد صاحبزادگان حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ

حضرت سید عبدالوہاب کے دو صاحبزادے ہوئے بڑے حضرت سید ابو منصور عبدالسلام اُنھون نے اپنے والد ماجد و جد امجد سے پڑھا اور شیخ ابی الحسن محمد بن اسحق بن الصابی اور شیخ ابی الفتح محمد بن عبدالباقی بن احمد وغیرہم سے بھی اور حضرت کے مدرسہ اور اور جگہون مین بھی پڑھا اور کئی ولایتون کے متولی رہے حنبلی مذہب تھے اور ایک جماعت بغداد والون نے ان سے تخریج کی یہ بہت خوش اخلاق وعزیز العلم کثیر الحلم اور ممتاز لوگون مین تھے اور اپنے قول وفعل مین بہت ثقہ ان کی ولادت آٹھوین ماہ ذیحجہ [illegible] مین ہوئی اور وفات تیسری ماہ رجب ۶۱۱ھ مین

بغداد میں اور اُسی دن مقبرہ حلبہ میں دفن ہوئے کذا فی بہجۃ الاسرار اور چھوٹے صاحبزادہ حضرت شیخ ابو الفتح
سلیمان تھے انھوں نے بھی بہت لوگوں سے پڑھا اور حدیث سنی اور علم اور سخا میں بہت
مشہور ہوئے اُنکی ولادت سنہ [illegible] میں ہوئی اور چہار شنبہ نویں جمادی الآخر سنہ [illegible] میں اپنے بھائی
شیخ عبد السلام سے تقریباً بیس روز پہلے وفات پائی اور مقبرہ حلبہ میں اپنے والد کے پاس دفن
ہوئے انکے صاحبزادہ سید داؤد ہوئے انھوں نے اپنے دادا سید عبد الوہاب سے پڑھا اور
اُن سے حافظ دمیاطی نے بغداد میں سماعت حدیث کی اُنکی وفات شنبہ اٹھارھویں ماہ ربیع الاول
سنہ [illegible] میں بغداد میں ہوئی اور اتوار کے روز مقبرہ حلبہ میں اپنے دادا اور والد کے قریب دفن ہوئے
بعضوں کا قول ہے کہ شیخ داؤد دمیاط میں مقیم ہو گئے تھے اور شیخ عز الدین کا قول ہے کہ یہ خاندان
اہل صلاح و زہد و حدیث سے تھے معرۃ النعمان میں ہے کہ ان کی اولاد میں ایک جماعت انکے
تابعین سے تھی جن کو داؤدیہ کہتے تھے اور وہ لوگ آج تک وہاں موجود ہیں اور میں ایک صاحب
شیخ عبد الکریم نامی سے ملا اور انکا نسب پوچھا انھوں نے کہا کہ میں سید عبد الوہاب کی اولاد سے
ہوں انکے والد عبد الوہاب بن محمد بن احمد بن حسن بن داؤد بن احمد بن منصور بن سلیمان بن
داؤد بن سیف الدین سلیمان بن سید عبد الوہاب تھے کذا فی قلائد الجواہر اور حضرت شیخ ابو بکر
عبد العزیز کے ایک صاحبزادہ شیخ ابو محمد عبد اللہ ہوئے انھوں نے بہتوں سے حدیث سنی اور
بزرگان وقت سے کشف اور فضل اور ہمت میں انتہا ہوئے جبال میں رہتے تھے وہیں
انکا مزار ہے کشف الستار میں ہے کہ اُن کی وفات سنہ چھ سو تینتیس میں ہوئی اور مزار مبارک
بغداد کے اطراف میں کسی پہاڑ پر ہے نتیجۃ العینین میں ہے کہ حضرت شیخ ابو محمد سے ایک جماعت فضلا
نے پڑھا اور احادیث روایت کیں اُنھیں کا لقب جناک تھا اس وجہ سے کہ انھوں نے علوم کو
بہت شائع کئے تھے جیسے حضرت امام محمد باقر کا لقب باقر اس وجہ سے تھا کہ بقر کے معنی شقت [illegible]
مرد کثیر العلم کے ہیں ان کی مشہور اولاد سے سید شمس الدین قدس سرہ تھے انکے صاحبزادہ سید
شیخ شرف الدین ہوئے انکے صاحبزادہ سید زین الدین کبیر قدس اللہ اسرارہم اور انھیں
کی اولاد و احفاد و ذریت طیبہ سے آج دار السلام بغداد کو فخر ہے حفظہم اللہ وصانہم[1] مستقر

الذهبية عن الانقصام وابقاهم الى قيام الساعة وساعة القيام منه وكرمه

[1] محفوظ رکھے ان کو اللہ اور بچا رکھے انکے سلسلہ کو منقطع ہونے سے اور باقی رکھے ان کو قیامت تک
تک اپنی بخشش اور کرم سے ۱۲ منہ

اور انھین حضرت سید محمد ابن سید عبدالعزیز کے ایک صاحبزادہ شرشیق تھے ذہبی کا قول ہے کہ حضرت شرشیق نے چوبیس برس کے سن مین سنہ چھ سو باون مین وفات پائی اُنکے صاحبزادہ شیخ شمس الدین محمد اکمل ہوئے علامہ ذہبی ذیل تاریخ مین لکھتے ہین کہ شیخ امام زاہد کبیر بقیۃ السلف والمشائخ الکرام محمد بن شیخ شرشیق بن محمد بن عبدالعزیز بن حضرت شیخ عبدالقادر جیلی ثم السنجاری جیالی حنبلی انکی ولادت ماہ رمضان سنہ چھ سو اکادن مین قریب جیال مین ہوئی اور وہین اُنکے بزرگون کے مزارات ہین اُنھون نے حدیث شیخ فخر بخار اور شیخ احمد بن محمد نصیبی سے پڑھی پھر مکہ مین عبدالرحیم ابن زجاج سے اور مدینہ مین عفیف بن مزروع سے اور بغداد و دمشق مین حدیث پڑھائی اور کئی حج کئے اور اُن سے حدیث اُنکے صاحبزادہ شیخ حسام عبدالعزیز اور بدر حسن دعز حسین اور طہر احسد اور شمس الدین بن سعد اور اور لوگون نے سنی یہ صاحب زہد و صلاح اور کثیر الاتباع اور صاحب ثروت کثیرہ تھے ان شہرون کے لوگ انکی زیارت کو بوجہ انکی بزرگی ذاتی اور خاندانی کے آتے تھے۔ ان کی وفات پہلی ذیحجہ سنہ مین ہوئی اور اپنے بزرگون کے قریب دفن ہوئے اور امام مورخ شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم جزری اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ آٹھوین ماہ رمضان روز شنبہ سنہ مین شیخ شمس الدین محمد بن حسام الدین شرشیق بن سید صالح محمد بن شیخ ابی بکر عبدالعزیز بن شیخ ابی محمد عبدالقادر جیلی حسنی رضی اللہ عنہ دمشق مین تشریف لائے اور زاویہ سلاریہ مین اُترے حج کو جانے کے ارادہ سے اُنکی ولادت شب جمعہ پندرھوین ماہ رمضان سنہ مین جیال مین جو مضافات سنجار سے ایک شہر ہے ہوئی اور ان کے والد اور دادا اور پردادا کے مزارات بھی وہین ہین اُنھون نے ایک بار اور سنہ مین حج کیا تھا اور اُنکے والد کا نام شرشیق ایک خواب کی بنا پر رکھا گیا کیونکہ اسی گاؤن مین ایک بزرگ اور پہلے سے مدفون تھے کہ جنکا نام بھی یہی تھا اُنھون نے اپنے والد کو چار مہینہ پایا یہی ان شہرون مین مشہور ہے تمام شہر والے اور رعایا ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے اور اور لوگ بھی دور دراز سے ان کی زیارت کو آتے اور خرقہ پہنتے تھے جب حلب اور دمشق وغیرہ مین یہ تشریف لیجاتے تو وہان بڑی تعظیم و تکریم ہوتی تھی اور تمام امرا اور فقرا اور مشائخ ملنے آتے ایک بار وزیر سلطنت بھی آیا تھا اور بہتون نے خرقہ شریفہ قادریہ انکے ہاتھ سے پہنا حافظ شیخ تقی الدین ابو المعالی محمد بن رافع سلامی اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ اُنھون نے شیخ فخر علی بن احمد بخار سے حدیث سنی اور حلب مین شیخ احمد بن محمد بن عبدالدائم نصیبی سے شمائل ترمذی سنی پھر اُنھون نے اور شیخ تقی الدین احمد ابن تیمیہ

اور شیخ علم الدین قاسم بن برزالی نے ان احادیث کو جو شیخ فخر سے دمشق میں سنی تھیں اور جنکی تخریج
حافظ ضیاء محمد بن عبد الواحد نے کی ہے روایت بیان کی اور انھون نے بغداد میں حدیث پڑھی
اور ان سے ابن رفوتی اور بن سیرجی نے حدیث سنی یہ بہت خوشی اخلاق فاضل زاہد عابد اہلسنت
سے تھے ان کی خاص وقعت اور جلالت قلوب میں تھی اور ایک وجاہت اور ایثار خاص تھا
اور لوگون کو بھی بڑا اعتقاد تھا شیخ ابن حجر عسقلانی نے درر کامنہ مین لکھا ہے کہ حضرت ابو اکرم نے
قرآن سنے یاد کیا اور علوم حاصل کئے اور دمشق مین شیخ فخر علی ابن بخار وغیرہ سے حدیث سنی پھر دمشق
اور بغداد اور جیال مین حدیث پڑھائی اور یہ صلاح وعبادت وسماحت مین بہت مشہور تھے عمر بھر
سونا اور چاندی ہاتھ سے نہین چھوا باوصف تخی وذی حشمت اور حسن خلق ہونے کے وہ اور
انکے گھر والے سب اہل اسلام کی خیر خواہی مین مشہور تھے اسی طرح روض الزاہر مین بھی ہے
اور انکے بیٹے شیخ بدر حسین بن محمد بن شریق بن ابی محمد بن ابی بکر عبد العزیز بن سید محی الدین جیلی
جیالی کے متعلق حافظ محمد بن رافع نے اپنی معجم مین لکھا ہے کہ حسن بن محمد بن شریق بن ابی محمد بن
ابی بکر عبد العزیز بن شیخ ابی محمد عبد القادر بن ابی صالح عبد اللہ بن جنگی دوست قرشی ہاشمی نے
اپنے والد ماجد سے حدیث سنی اور بغداد آئے اور سلکئہ مین حج کو جاتے وقت دمشق میں
تشریف لائے اور زاویہ سلار میں جو شہر کے باہر ہے فروکش ہوئے جب حج سے پلٹ کر پھر واپس
آئے تو مین بھی انسے ملا اور مین نے ان کو نہایت حسن الخلق والخلق پایا انھون نے اپنی مرویات
کی اجازت بھی مجھے دی علامہ ابن حجر اپنی کتاب انباء الغمر بابناء العمر مین لکھتے ہین کہ یہ
اس طرف بہت صاحب حرمت ووجاہت تھے ان کی وفات سشئہ مین ہوئی اور بڑی عمر ہوئی
اور شیخ علاء الدین علی بن شمس الدین محمد بن محی الدین عبد القادر بن نور الدین علی بن شمس الدین
محمد اکمل بن حسام الدین شریق بن شمس الدین محمد بن شیخ ابی بکر عبد العزیز بن شیخ الاسلام محی الدین
عبد القادر الجیلی حسنی جیالی جو ملک اشرف برسبائی کے آمد سے پٹ کر قاہرہ مین داخل ہونے کے
زمانہ مین مصر آکر معا ہنی اور وہ کے رہنے صاحب روض الزاہر لکھتے ہین کہ شیخ علاء الدین بہت
خوش صورت وسیرت اور صاحب ہیبت ووقار تھے کمتر ایسا ہوتا کہ کسی سے انھون نے وعدہ
کیا ہو یا کسی نے ان سے ضرورت بیان کی ہو اور انھون نے اسکو پورا نہ کر دیا ہو ورنہ دوسرے کو بہت
عذر کرتے اور کہتے کہ ما محمد اللہ وایاما امین اور وہ اپنے وقت مین بہ سے مین بزرگ سے
قادریہ سے تھے دوم تبرج کیا تھا انکی ولادت سبعہ شادن ودہ وشرنہ فی مدینہ ...

کی [illegible]ھ یا پچاسی مین ہوئی اور وفات طاعون مین پنجشنبہ وقت دوپہر دسوین صفر [illegible]ھ مین اور نماز
جنازہ ان کی دروازۂ قرافہ قاہرہ مین پڑھی گئی اور اسی قبرستان مین دفن ہوئے جو سید عدی بن مسافر
کے نام سے مشہور ہے اور اُسی قبرستان مین سب اُنکی اولاد دفن ہے اور مین اُن کے چچا کے
صاحبزادہ شیخ شمس الدین محمد بن نورالدین علی بن عزالدین حسین بن شمس الدین محمد اکحل بن شرشیق اور
اُنکے دونون لڑکے شیخ شرف الدین موسیٰ اور شیخ بدرالدین بھی مدفون ہین اور شیخ محمد کی وفات چوتھی
صفر [illegible]ھ مین ہوئی اور اُن کے لڑکون کی وفات طاعون مین ہوئی۔ شیخ شرف الدین نے دو
صاحبزادے چھوڑکر انتقال کیا اور شیخ بدرالدین نے ایک بیٹی اور شیخ علاءالدین موصوف کے
اُس طاعون کے بعد جو [illegible]ھ مین ہوا ایک صاحبزادہ باقی رہے جنکو لیکر وہ حجاز کی طرف چلے گئے
وہان پہونچنے کے قبل راہ مین اُنکے نیزہ لگا اور وہان پہونچتے پہونچتے انتقال ہوگیا اور وہین
مسجد جامع مین دفن ہوئے اُنکا مزار زیارت گاہ ہے لوگ منتین مانتے ہین اور اُن کی عمر اسوقت
مین بیس برس سے کم تھی پھر شیخ علاءالدین کے اُس کے بعد اور اولاد ہوئی اور انھون نے
دو لڑکے اور دو لڑکیان چھوڑکر انتقال فرمایا جن مین سے ایک نے اُن کی وفات کے بعد
انتقال کیا اور باقی موجود ہین اور اُنکے حقیقی بھائی شیخ عبدالقادر کی وفات بھی بمرض طاعون
دمشق مین [illegible]ھ مین ہوئی اور مقبرۂ صوفیہ مین دفن ہوئے انھون نے کوئی اولاد نہین چھوڑی
یہ بلاد شام مین اشرف برسبائی کی آمد سے واپسی کے بعد گئے انتیسوین محرم شروع [illegible]ھ مین اور یہ
اپنے بھائی سے دو برس چھوٹے تھے جیسا کہ انکی والدہ شریفہ بی بی فاطمہ کا بیان ہے اور حبالک
مین اسوقت تک حضرت شیخ عبدالعزیز موصوف کی اولاد مین ایک گروہ موجود ہے شیخ حسام الدین
بہت کریم النفس حسن الاخلاق تھے اور تکے اور ان کی اعزا کی بڑی عزت اُن شہرون مین تھی اور
بڑی وجاہت اور ثروت تھا در حکام شہر انکی بڑی تعظیم اور تکریم کرتے تھے اور عام رعایا بھی اور سب
لوگ خرقہ شریفہ قادریہ انھین حضرات سے پہنتے تھے اور حلب کے شہرون مین ایک گاؤن
ہے باعوزا کے مضافات سے اُس مین اب تک ایک بہت بڑی جماعت حضرت غوثیت
مآب کی اولاد سے موجود ہے جن کو لوگ شیخ باعو کی اولاد کہتے ہین انکے وہان زاویہ ہین اور
بڑی حرمت ہے اور وہ لوگ کریم الاخلاق اور خواص و عوام مین بالتعظیم ہین لوگ کہتے ہین کہ یہ شیخ
عیسیٰ بن سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہین حضرت شیخ عبدالعزیز بہت خوش اخلاق
کریم النفس تھے دنیا کی کسی چیز کو اپنے پاس نہین رکھتے تھے اور بڑے لطیف و ظریف تھے اُن کی

وفات قریہ باعور میں ہوئی اور وہیں اپنے آباواجداد کے پاس دفن ہوئے انکے بھائی شیخ احمد بھی نہایت متواضع لطیف کریم النفس خوش اخلاق تھے اور شیخ عثمان بن شیخ عبدالعزیز موصوف بھی بہت خوش اخلاق متواضع تھے لوگوں سے بہت کم ملتے تھے اور اسی گاؤں میں اپنے چچا شیخ احمد کے ساتھ رہتے تھے حضرت شیخ موسیٰ بہت خوبصورت خوش اخلاق ظریف وجیہہ تھے سب لوگ ان کو بہت بزرگ جانتے تھے ان کی وفات شیخ عبدالعزیز کی وفات سے پہلے ہوئی اور انکے صاحبزادہ شیخ عبدالرزاق بھی ظریف جمیل متواضع صاحب ہیبت و وقار تھے ان کی وفات بھی اپنے والد سے پہلے ہوئی اور اسی گاؤں میں اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔ ور شیخ زین الدین عمر بھی بہت بزرگ اور بڑے باعزت اور حکام کی خدمت میں رسائی ایک مدت تک میر منشی کے عہدہ پر حلب اور دمشق میں رہے اور دمشق ہی میں وفات پائی اور وہیں انکی اولاد اب تک ہے قاہرہ میں بھی ان میں سے دو بھائی ہیں جن میں سے ایک کا نام سید عبدالقادر ہے اور دوسرے کا سید احمد شیخ عبدالقادر وہاں متولی نقابت اشراف اور محافظ وقف ہوئے اور قاہرہ میں بھی آج تک حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ایک جماعت کثیر اُس زاویہ میں رہتی ہے کہ جو زمانہ قدیم سے سید عدی بن مسافر کے زاویہ سے مشہور ہے یہ نہیں معلوم کہ وہ حضرت شیخ عیسیٰ بن شیخ عبدالقادر متوفی قاہرہ کی اولاد سے ہیں جیسا کہ حافظ محب الدین بن النجار نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے یا شیخ علاء الدین علی کی اولاد سے جو شیخ عبدالعزیز جیلانی کی اولاد سے تھے در ملک اشرف کے مصر میں آنے اور آمد سے پلٹنے کے بعد سنہ آٹھ سو چھتیس میں وہ اور ان کی اولاد مصر میں جاکر رہی اور وہیں انتقال کیا جیسا کہ سابقاً بیان کیا گیا ان لوگوں کی مصر میں جاگیریں ہیں اور وہاں مقتدائے خلق کے طور پر مانے جاتے ہیں اور بغداد میں ایک گروہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی جگہ پر ہے جو دعوے کرتے ہیں کہ ہم حضرت کی اولاد سے ہیں انکا بھی خاص و عام میں بڑا مرتبہ اور عزت ہے اور فقرا کی خرچ ان کی معافیاں اور تنخواہیں ہیں اور جو زاویہ میں آتے جاتے رہتے ہیں انکے بھی خرچ تب شاہ اسمٰعیل سلطان عجم بغداد پر قابض ہوا تو اُس نے زاویہ کو خراب کر ڈالا اور انکے رہنے والوں کو متفرق کر دیا چنانچہ وہ لوگ ادھر اُدھر متفرق ہر شہروں میں جا بسے ایک جماعت اُن میں سے حلب کو چلی گئی تھیں ان میں سے شیخ اجل علاء الدین علی اور اُن کی اولاد اور اُن کے دونوں بھائی شیخ تقی الدین اور شیخ زین العابدین اور بھتیجے شیخ یوسف تھے وہ ایک مدت تک وہاں رہے پھر قاہرہ کی طرف چلے گئے

بعد اسکے سلطان ملک اشرف ابو النصر غوری نے شیخ علاء الدین کو زاویہ بیر تیرہ جو حلب کے باہر ہے
نذر کر دیا اور جب وہ قاہرہ سے حلب مین واپس آیا تو اُنھون نے اور اُن کی اولاد نے وفات پائی
اور کوئی اُن مین سے باقی نہین رہا اُن کے بھتیجے شیخ یوسف اور اُن کے چچا شیخ زین العابدین قاہرہ
ہی مین رہے پھر شیخ یوسف کو زاویہ کی نظارت مصر قدیمہ مین نیل کے کنارہ پر نذر کی اور وہ اُس مین اُس وقت
تک رہے کہ جب تک سعید شہید سلطان سلیمان خان بن عثمان سلطان عرب و عجم و روم اُن شہرون کے
مالک نہین ہوئے جب اُنکا قبضہ و تسلط اوائل سنہ ۹۲۳ھ مین ہو گیا تب یہ حلب مین بعض امور کی وجہ سے
پلٹ آئے پھر وہان سے دمشق مین آ گئے اور وہین انتقال کیا ان کے چچا شیخ زین العابدین قبل اپنے
ان بھتیجے شیخ یوسف کے انتقال کر گئے اور ان مین سے بلاد شام و مصر مین کوئی باقی نہین رہا جب سلطان
سلیمان نے قواعد دولت بغداد کو قائم کیا تو حکم دیا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا زاویہ
بنے چنانچہ وہ تیار ہوا اور شیخ علاء الدین متقدم الذکر کے بھائی اور اقارب اُس مین آکر رہے
لوگ کہتے ہین کہ آج تک وہی لوگ ہین اور جو مراتب اور اوقاف پہلے تھے وہ اب بھی ہین اور
وہ حضرات خواص و عوام مین معظم اور مکرم ہین مین اُن مین ایک صاحب سے شہر قسطنطنیہ مین سنہ ۹۴۲ھ
مین ملا وہ بہت خوبصورت صاحب ہیبت و وقار تھے اُنھون نے مجھ سے بیان کیا کہ مین شیخ علاء الدین
موصوف کے چچا کی اولاد سے ہون اور مین بضرورت اوقاف زاویہ بغداد یہان آیا تھا جو سب برکت
حضرت جدنا و سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے خاطر خواہ بلکہ کچھ زیادتی کے ساتھ پوری ہو گئین اور
بعض کہتے ہین کہ یہ سب مشائخ بغداد اولاد زمینہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے نہین تھے بلکہ یہ
سب حضرت کی اُن صاحبزادی کی اولاد سے تھے جو شیخ طفسونجی کے بیٹے شیخ عبد الرزاق طفسونجی کو بیاہی
گئی تھین رضی اللہ عنہم واللہ اعلم بحقیقۃ الحال علامہ ابن ناصر الدین دمشقی محدث لکھتے ہین کہ
منتسبین حضرت شیخ عبد القادر سے ایک شیخ تاج الدین ابو الفتح نصر اللہ عمر بن محمد بن احمد بن نصر بن
عبد الرزاق بن شیخ عبد القادر تھے بعض حفاظ کہتے تھے کہ یہ شخص اپنے آپ کو حضرت کی اولاد سے
سمجھتا ہے مگر مین نے ایک جماعت اہل عراق وغیرہ سے سنا کہ یہ شخص ابن السمین کے نام سے مشہور ہے
اور یہ حضرت کے مریدون مین سے ہے نہ اولاد مین سے اور حضرت شیخ محمد بن سید عبد العزیز کی ایک بہن
تھین حضرت واحد زہرہ جنکو اجازت شیخ ابو الحسن عبد الحق اور ابو نصر عبد الرحیم صاحبزادگان شیخ عبد الخالق
بن [illegible] بن یوسف اور ابو سعد بن المبارک وغیرہم نے دی اور ان سے حدیث بھی سنی یہ بی بی نمونہ آثار سلف
تھین اور بڑی نیک تھین ان کی وفات بغداد مین سنہ ۷۳۳ھ مین ہوئی اور کشف الاستار مین ہے کہ انکی وفات

ساتویں تاریخ بماہ آخری کو ہوئی حضرت سید عبدالرزاق کے چار صاحبزادے ہوئے **بڑے صاحبزادے**
فخر القضاۃ جلال الاصحاب حضرت شیخ عبدالرحیم تھے ان کی کنیت ابوالقاسم تھی حضرت
ابو صالح نصر کے بھائی تھے انھوں نے بھی حدیث پڑھی اور کئی عالموں سے سنی اور ان سے خلق کثیر
نے نفع اٹھایا قلائد الجواہر میں ہے کہ انھوں نے حدیث شہدہ بنت ابری اور خدیجہ بنت احمد
نہروانی وغیرہما سے سنی اور بہجۃ الاسرار میں ہے کہ شیخ ابی الفتح محمد بن عبدالباقی بن احمد اور خدیجہ
بنت احمد سے حدیث سنی ان کی وفات پندرھویں ماہ ذی القعدہ روز چہارشنبہ ۵۸۷ھ میں ہوئی
اور ساتویں ربیع الاول ۵۸۸ھ میں پنجشنبہ کے روز بغداد میں وفات ہوئی اور اسی دن باب حرب
میں دفن ہوئے **دوسرے حضرت شیخ نصر** ان کی کنیت ابو صالح تھی انھوں نے فقہ اپنے
حضرت والد ماجد اور لوگوں سے پڑھی اور حدیث بھی اپنے والد اور چچا سید عبدالوہاب اور بی بی
شہدہ وغیرہم سے سنی اور پڑھایا اور تدریس بھی کی اور مناظرہ کئے اور قاضی القضاۃ رہے اور
وہ حنبلی المذہب تھے اپنے ساتھیوں میں یہی پہلے شخص تھے جن کو قاضی القضاۃ کہا گیا
چہارشنبہ آٹھویں ذی الحجہ ۶۲۲ھ چھ سو بائیس ماہ مبارک ظاہر بامر اللہ کی طرف سے ان کو
عہدہ قضا سپرد ہوا اور بغداد کی تینوں جامع مسجدوں میں انکا تقرر ہوئے کے منادی کیا گیا اپنی
مسجد میں املا حدیث کیا کرتے تھے اور وہاں سے محدثین بکثرت سے شیخ جمعہ کے دن جب
نماز کو جاتے تو پیادہ پا جاتے اور ان کی کچہری میں گواہ وقت انکے حکم سے بغیر کی دوات سے
لکھتے تھے اپنی زندگی بھر اسی عہدہ پر رہے پھر جب ظاہر بامر اللہ کے بیٹے مستنصر باللہ خلیفہ
ہوئے تو انھوں نے ان کو چار مہینہ کئی دن قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مقرر رکھا بعد اسکے ۲۰
ذیقعدہ ۶۲۳ھ میں ان کو معزول کر دیا انکے والد ماجد ان کو لڑکپن سے حدیث بہت سناتے
تھے اور یہ بڑے ثقہ اور محقق اور صاحب معرفت حدیث اور صاحب تمکین کلام و مسائل خلافیات
میں اور متواضع لطیف الطبع ظریف المعاشرہ تھے حافظ ابن رجب طبقات میں لکھتے ہیں کہ فقیہ
مناظر محدث زاہد واعظ قاضی القضاۃ شیخ الوقت عماد الدین ابو صالح نے صغر سن میں قرآن پڑھا
اور حدیث اپنے والد اور چچا سید عبدالوہاب سے سنی اور ان کو ابوالعلاء ہمدانی اور ابو موسیٰ مدینی
وغیرہ نے اجازت دی اور یہ بڑے فصیح و بلیغ شخص تھے اپنے جد کے مدرسے کے بہت زمانہ تک
متولی رہے بعد وفات خلیفہ ناصر باللہ کے جب انکے بیٹے ظاہر بامر اللہ خلیفہ ہوئے تو وہ بڑے دیانتدار
اور عادل اور صالح اور متقی اور متشرع تھے بعد انکے ابوالفتح ابن نصر کہتے تھے کہ اگر کوئی کہے کہ

بعد عمر بن عبد العزیز کے انکا سا خلیفہ کوئی نہین ہوا تو وہ سچا ہے اُنھون نے ہر ولایت کے لئے مناسب اور لائق قاضی مقرر کیا اور ان کو کل سلطنت کا قاضی کیا اسوقت یہ قاضی القضاۃ نہین قبول کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ذوی الارحام بھی وارث قرار دیئے جائین تو خلیفہ نے کہا کہ ہر حقدار کو اسکا حق دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اسکے سوا کسی سے نہ ڈرو اور جس کا حق شرعی ہو وہ اسکو پہونچاؤ کچھ اس کے پوچھنے کی ضرورت نہ سمجھو اور خلیفہ نے دس ہزار دینار بھیجدیئے کہ جو لوگ بعلت قرضہ قید ہون اور اُن کو ادائی کی قدرت نہو تو یہ اُن کو دیا جائے کہ وہ اسکو دے کر اپنے آپ کو قید سے چھوڑا لین پھر اُسکے حکم دیا کہ آپ اوقاف عامہ اور مدارس شافعیہ و حنفیہ اور جامع السلطان کا انتظام اپنے ذمہ لیجئے چنانچہ اُنھون نے اُنکا انتظام بھی اپنے ذمہ لیا اور کل مدرسون مین معزولی و بحالی اُنھین کے اختیار مین ہوگئی یہان تک کہ مدرسہ نظامیہ مین بھی جب ظاہر کی وفات ہوگئی تو اسکے بیٹے مستنصر نے مدت دراز تک آپ کو اسی خدمت پر قائم رکھا پھر جب مستنصر نے آپ کو معزول کیا تو آپ نے یہ شعر پڑھے ؎

حمدت اللہ عزوجل لما ۔۔۔ قضی لی بالخلاص من القضاء

یعنی خدا کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اس قاضی بننے کے جھگڑے سے چھوڑایا ؎

وللمستنصر المنصور اشکر ۔۔۔ وادعو فوق معتاد الدعاء

اور مستنصر منصور کا مین تہ دل سے شکر گذار ہوا اور اسکے واسطے دعا معمول سے زائد کرتا ہون اور کوئی ان سے قبل قاضی القضاۃ نہین ہوا آپ بعد معزول ہونے کے بھی مصر کے مدرسہ مین پڑھایا کئے اور بڑے مجالس مین جایا کئے پھر مستنصر نے اپنی رباط جو دیر روم مین بنائی تھی آپ کے سپرد کی اور وہ بھی آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کرتا تھا اور بہت سامان بھیجتا تھا کہ جس کو آپ محتاجون کو دیا کرتے تھے اور فقہ مین آپ نے ایک کتاب تصنیف کی تھی جسکا نام ارشاد المبتدئین رکھا آپ سے ایک جماعت نے پڑھا اور فارغ التحصیل بھی ہوئے اسی مضمون مین صرصری نے اپنے قصیدہ لامیہ مین جس مین امام احمد بن حنبل اور اُن کے یارون کی تعریف کی ہے لکھا ہے ؎

وفی عصرنا قد کان فی الفقہ قدوۃ ۔۔۔ ابو صالح نصر لکل مومل

یعنی میرے زمانہ مین فقہ مین ابو صالح نصر پیشوا تھے ہر طالب کے لئے آپ شب شنبہ چودھوین ماہ ربیع الآخر [illegible] مین پیدا ہوئے اور صبح کو شب یکشنبہ سولھوین شوال [illegible] مین وفات پائی اور باب حرب مین دکۂ امام احمد مین دفن ہوئے آپ کی والدہ ام الکرم تاج النساء بنت فضائل

بنت علی ترکیتی تھین اُنھون نے اپنے شوہر حضرت حافظ ابی بکر عبد الرزاق اور اُن کے والد سے حدیث سنی اور شیخ ابی الفتح محمد بن عبد الباقی بن احمد سے بھی اور یہ بڑی نیک بی بی تھین بارھوین رجب [illegible] میں بغداد میں ان کی وفات ہوئی اور وہین باب حرب مین دفن ہوئین تیسرے صاحبزادے زین الرؤسا فخر الفضلا شیخ ابو محمد اسمٰعیل تھے اُنھون نے بہت لوگون سے حدیث سنی اور پڑھی اور بہت خوبصورت اور وجیہ اور خوش اخلاق تھے انکی وفات بغداد مین تیرھوین محرم [illegible] مین ہوئی اور امام احمد بن حنبل کے مقبرہ مین دفن ہوئے چوتھے صاحبزادہ فقیہ نبیل زین المسندین شیخ ابو المحاسن فضل اللہ تھے انھون نے اپنے والد ماجد سے پڑھا اور حدیث سنی اور اپنے چچا سید عبد الوہاب اور شیخ ابی الفتح عبد اللہ بن محمد بن نجا بن شاتیل دباس اور شیخ ابی الفضل مسعود بن علی بن احمد بن حسن ابی علی بن عبید اللہ بن ناصر صفار العدل اور شیخ ابن یونس اور ابن کلیب اور شیخ ہبۃ اللہ بن رمضان اور شیخ عبد اللہ بن حمید اور شیخ یوسف خاقولی اور ابی السعادات شیخ مبارک نصر اللہ بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد الواحد قزاز مشہور با بن زریق وغیرہ سے بھی اور اُن کو اجازت دی شیخ عبد الحق بن یوسف اور شیخ محمد بن جعفر بن عقیل اور شیخ ابو موسے اصبہانی نے اور یہ بہت خوش اخلاق لطیف الشمائل ثقہ متعفف فاضل تھے آن کی ولادت [illegible] مین بغداد مین ہوئی اور تاتاریون کے ہاتھ سے شہید ہو کر بغداد مین ماہ صفر [illegible] مین وفات پائی آن کی دو بہنین تھین ایک حضرت بی بی سعادت کہ جنھون نے شیخ ابی الخیر عبد الحق بن عبد الخالق بن احمد بن یوسف اور شیخ ابی علی حسن بن علی بن حسین نجاد مشہور با بن شیر وغیرہ ہما سے حدیث سنی اور بڑی فقیہ و صالحہ تھین اُن کی وفات ستر ہوین جمادی الاخرے [illegible] مین بغداد مین ہوئی اور انکے بھائی قاضی القضاۃ ابو صالح نے انکی نماز جنازہ پڑھائی دوسری بہن حضرت بی بی ام محمد عایشہ تھین اُنھون سے بھی شیخ ابی الخیر عبد الحق بن عبد الخالق بن احمد وغیرہ سے حدیث سُنی اور بڑی صالحہ تھین ان کی وفات بغداد مین شب بیز دہم ماہ ربیع الاول [illegible] مین ہوئی اور دوسرے روز باب حرب مین دفن ہوئین کذا فی بہجۃ الاسرار اور انیس القادریہ مین ہے کہ حضرت سید عبد الرزاق کے پانچ صاحبزادے تھے چار یہ جو بیان کئے گئے اور پانچوین سید جمال اللہ جو جمال صوری مین اپنے جد امجد رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے اور حضرت کو ان سے کمال الفت تھی چنانچہ آپ ہی کی برکت دعا سے عمر دراز پائی اور آج تک وہ زندہ ہین مناقب قادریہ مین ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے شیخ جمال اللہ کو

بچپن مین تعلیم و تلقین کی تھی اور فرمایا تھا کہ تو عمر دراز پاویگا اور امام مہدی کو دیکھیگا اُن سے میرا سلام
کہنا چنانچہ کوہستان عراق مین اب تک وہ موجود ہین اور گیارھوین صدی مین بعضے اولیا سے
ملاقات ہوئی ہے حضرت شاہ ابوالمعالی تحفہ قادریہ مین لکھتے ہین کہ مین نے بعضے بزرگون سے سنا کہ
ایک صاحبزادہ فرزندان حضرت سید عبدالرزاق سے اس زمانہ مین شیخ جمال اللہ نام اپنے جد امجد کے
مشابہ ہین جو اکثر اوقات بسطام کے جنگلون مین رہتے ہین اور کبھی بسطام مین بھی آجاتے ہین۔
اور جس نے کہ انکا شرف صحبت پایا وہ بیان کرتا تھا کہ مین نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا کہ
اس مین شک نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کو حیات اور ممات مین اختیار دیا ہے مگر
نہین معلوم کہ آپ کی عمر کتنی ہوگی تو فرمایا کہ یقینی تو مجھے معلوم نہین مگر جسوقت میرے دادا حضرت
غوث پاک رضی اللہ عنہ سماع کی حالت مین مجھ کو گود مین لیتے تھے تو فرماتے تھے کہ اے جمال میری
طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سلام پہونچانا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی ملازمت سے مشرف ہونگا اور یہ امانت اُن کو پہونچاؤنگا اور دو ایک حکایتین اُن سے ملاقات
کی صاحب تاریخ اولیا نے بھی اُس کتاب مین انکے حال مین نقل کی ہین اور بعضی کتابون مین
ہے کہ حضرت سید عبدالرزاق کے ایک صاحبزادہ شیخ ابو محمد عبدالرحمن عبداللہ تھے کہ جو زینت
مشائخ اور فخر علما تھے انھون نے اپنے جد امجد اور ابوالقاسم نصر بن عکبری اور شیخ سعید بن احمد بن
بنار اور ابوالمظفر ہبۃ اللہ بن احمد شبلنجی سے حدیث روایت کی اور بڑے ثقہ راست گفتار صاحب
جمال متواضع تھے ان کی ولادت ۵۳۸ھ مین ہوئی اور وفات چھبیسوین ماہ محرم ۶۰۳ھ مین اور مزار
باب بغداد مین ہے اور حضرت ابی صالح نصر بن سید عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تفصیل
تاریخ اولیا مین مرقوم ہے وہ مین نے بخیال طوالت یہان نقل نہین کی دیکھنے والا اُس مین
دیکھ سکتا ہے۔

ذکر حضرت سید محی الدین ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد بن حامد بغدادی

معروف بہ توحیدی آپ حضرت سید عبدالرزاق کے نواسہ تھے علم فقہ اپنے ماموں حضرت
سید ابو صالح نصر سے پڑھا اور علم حدیث شیخ ابو محمد علی بن ابو بکر بن ادریس یعقوبی اور حضرت شیخ
شہاب الدین سہروردی اور ابو الفضل اسحٰق بن احمد علثی اور ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن عبداللہ بن
احمد بن منصور خطیب وغیرہ سے اور وعظ بھی فرماتے تھے بہت سے اہل بغداد نے آپ سے علم
حاصل کیا آپ کے اشارات بہت عالی اور اشعار خوب ہوتے اور بڑے صاحب جمال وجلال اور

باہیبت اور متورع راست گفتار تھے آپ کی شہادت بغداد میں تاتاریوں کے ہاتھ سے [illegible] ہجری میں ہوئی اور مزار مبارک بغداد شریف میں ہے الحمد للہ کہ فقیر کاتب الحروف نے نظر ثانی اور خادمی اس سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی نسبت بیعت بھی حضرت سید عبد الرزاق قدس سرہ سے رکھتا ہے اور اس خیال پر کہ فقیر اور اسکے بزرگوں کا ذکر بھی زمرہ ذریۂ طیبہ آنحضرت میں یادگار زمانہ رہے اپنا مختصر نسب نقل کرتا ہے

گرچہ خردیم نسبتی است بزرگ	ذرۂ آفتاب تابانیم

نسب نامہ اس حقیر کا یہ ہے کہ بندہ مصنف [illegible] شیر علی نور بن حضرت مولانا شاہ علی حسب ابن حضرت آفتاب سپہر ولایت و کرامت قبلۂ ارباب حقیقت و کعبۂ سجدہ گزاران [illegible] غوث [illegible] شاہ حسین علی قلندر ابن حضرت قدوۃ ارباب معرفت و کمال اسوۂ اصحاب وجد و حال کاشف غوامض دقائق پردہ کشائے عرائس حقائق مرشدنا و مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ ابن حضرت قطب الاقطاب عارف باللہ صاحب مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ ابن حضرت شاہ محمد کاشف [illegible] چشتی ابن حافظ قرآن شیخ خلیل الرحمن شہید ابن الشیخ عبد الرحمن بن حافظ [illegible] بن شیخ سیف الدین بن حضرت ملا ضیاء الدین بن حضرت ملا عبد [illegible] قادری بن حضرت [illegible] شہاب الدین المعروف شیخ [illegible] بن حضرت مخدوم [illegible] نظام الدین قاری قادری معروف بشاہ بھکاری بن حضرت قاری [illegible] بن حضرت قاری حبیب [illegible] نظام الدین المعروف بہ میر کلان بن حضرت قاری امیر [illegible] الدین [illegible] بن حضرت قاری محمد صدیق معروف بابی محمد خانی بن حضرت قاری شیخ عبد اللہ بن حضرت قاری عبد الصمد بن حضرت قاری شمس الدین [illegible] معروف بقاری مختصر جامع الجوامع الکبیر فی لغات الاحادیث [illegible] حضرت قاری عبد المجید دربان آستانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن حضرت [illegible] سلطان حسین بن حضرت قاری امیر ابراہیم نواسہ و خلیفہ حضرت سید عبد الرزاق بن حضرت غوث الاعظم سیدنا محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بن [illegible] سلطان عبد اللطیف بن قاری امیر حبیب اللہ خانی بن سیدنا شمس الدین [illegible] بن قاری [illegible] بن قاری امیر سلیمان مفسر بن مولانا وجیہ الدین احمد قاری بن محمد بن قاری [illegible] بن علی بن محمد حنفیہ بن امیر المومنین یعسوب المسلمین ابو تراب علی مرتضی اسد اللہ الغالب بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ حضرت پیر و مرشد برحق مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کشف التواریخ فی احوال نظام الدین [illegible]

مین تحریر فرماتے ہین کہ مولانا شمس الدین صابر خال خافاتی حضرت غوث الثقلین کے نجے دو اور سلیمان
منفسر مدنی ہین اور قاری مجید الدین کی ولادت قصبہ سنجرام مضافات خواف مین ہوئی جو بغداد شریف
اور ممالک خراسان کے درمیان مین واقع ہے اسی طرح تذکرۂ حمیدی مین ہے اور صاحب زاد الآخرت
تذکرۂ حمیدی سے نقل کرتے ہین کہ قاری عبد اللطیف کا نکاح حضرت زبیدہ خاتون کے ساتھ ہوا
جو ولیۂ کاملہ اور صبیۂ محبوبہ حضرت سید عبد الرزاق کی تھین ان سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے ایک
قاری امیر ابراہیم دوسرے قاری محمد اسمٰعیل قاری امیر ابراہیم نے زمانہ صغر سن مین
حفظ کلام اللہ اور تصحیح قرأت اور تحصیل کتب درسیہ و علوم تفاسیر و احادیث اور اخذ طریقۂ آبائی
اپنے والد ماجد سے کیا اور تعلیم باطنی روش قادریہ کی اور تحصیل کتب صوفیہ حضرت سید عبد الرزاق
رضی اللہ عنہ سے کی بوجہ ذہانت اور جودت طبع اور فہم رسا کے حضرت سید صاحب اور لڑکون کے
مقابلہ مین ان کو زیادہ عزیز رکھتے تھے چونکہ قاری صاحب ابتدا از فنون حرب اور جہاد سے مناسبت
تامہ رکھتے تھے اور گھوڑے کی سواری اور تیر اندازی اور نیزہ بازی کی پوری مہارت حاصل کی تھی شجاعت
اور جوانمردی مین یگانۂ روزگار اور فتوت اور مروت اور بلند ہمتی مین برگزیدۂ زمانہ تھے اکثر اوقات
اُسی زمانہ کے بادشاہان اسلام خصوصاً شاہزادہ مستنصر باللہ کے ہمراہ جو مستنجد باللہ اور مستنصر باللہ کی
اولاد مین تھے اور آپ سے اُنسے نہایت درجہ دوستی تھی بلا نوکری کے جہاد مین شریک ہوتے تھے
اور زخمی بھی ہوتے تھے حضرت سید صاحب کو بوجہ وفور شفقت و محبت ایک تردد رہتا تھا بارہا فرمایا
فرمایا کہ اے ابراہیم مین چاہتا ہون کہ تم سرگروہ مبارزان جہاد اکبر ور اپنے وقت کے قطب الارشاد
ہو مگر معلوم نہین کہ کب جہاد اکبر مین مصروف ہوگے بالآخر حضرت سید صاحب کے قلق دلی نے اپنا
کام کیا کہ قاری امیر ابراہیم کا بایان پیر سخت صدمہ سے زخمی ہوگیا اور تین برس تک وہ گھوڑے
کی سواری کے قابل نہین رہے بلکہ پیادہ بھی دقت سے چلتے تھے اُسی زمانہ مین حضرت سید صاحب
نے ایسا تصرف کیا کہ اُن کو قرآن پڑھنے کا شوق اسقدر ہوگیا کہ دن رات کلام اللہ پڑھا کرتے اور
محبت الٰہی مین رویا کرتے جب سُنے رونے کی صدا حضرت سید صاحب کے کان مین پہونچتی تو وہ بھی
بوجہ غلبۂ محبت و شفقت کے رونے لگتے اور فرماتے کہ اب میرا ابراہیم منصب ابراہیمی پر پہونچا ہے
اب جلد اس کا کام تکمیل کو پہونچایا جاتا ہے اور وہ محمدی المشرب کامل ہوا جاتا ہے اسی مین برس مین
اکثر شام کے وقت آپ پر سکر غالب ہوتا تھا اُسوقت آپ کی زبان سے جو نکلتا تھا دوسرے روز
اسی کے مطابق ہوجاتا تھا حضرت سیدہ زبیدہ آپ کی والدہ یہ حال دیکھ کر قلق مادری سے حضرت

سید صاحب سے عرض کرتی تھیں کہ مین نے ابراہیم کیلئے خدا کے جناب مین یہ دعا کی ہے کہ وہ اپنے بزرگون کے طریقہ پر صحو خالص مین مستحکم ہو کر حقوق عبودیت سے لوگون کو آگاہ کرے مگر آجکل تو اس کا حال بالکل دوسرا معلوم ہوتا ہے سید صاحب اسکے جواب مین فرماتے کہ پریشان نہو تمھاری دعا کے قبولیت کے آثار ظاہر ہین خدا کا شکر کرو کہ اس نے تمکو بڑی نعمت دی کہ تمھارا لڑکا مجمع البحرین ہے یعنی وہ نسبت آبائی جو صحو خالص اور احسان سے مراد ہے خدا نے اُس مین موجود کر کے اسکو نسبت پاک غوثیہ مین مشغول کر دیا ہے اب اسکے سلوک کی مدت جو مین نے قرار دی ہے چند دن مین تمام ہوی جاتی ہے تب وہ صحو خالص مین اگر بزرگون کے طریقہ کے موافق تلقین خلائق کرے گا اور جب ہی تم کو اپنی دعا کی قبولیت ظاہر ہوگی آخر جب مدت سلوک تمام ہوئی تو حضرت سید صاحب حضرت غوث الثقلین رض کی زیارت سے مشرف ہوئے اور دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ اب ابراہیم کو خرقہ دو اسکے سلوک کی مدت جتنی مقرر تھی وہ ہو چکی دوسرے روز حضرت سید صاحب نے انکی والدہ کو بشارت دی کہ تم کو مبارک ہو اللہ تعالے نے تمھاری دعا قبول کی حضرت زبیدہ نے شکریہ ادا کر کے حضرت سید صاحب سے عرض کیا کہ اب مین چاہتی ہون کہ پہلے اس کے نکاح سے فراغت پا جاؤن چنانچہ اُن کی حسب خواہش حضرت سید صاحب نے اپنے عزہ مین ایک سید صالح سے انکا نکاح کر دیا اور بعد نکاح کے دسوین ذیحجہ کو عید کے دن جماعت کثیر کے سامنے جو نماز کے لئے جمع تھی خرقہ اجازت و خلافت امیر ابراہیم کو عطا فرمایا اور عمامہ غوثیہ اور قمیص جنیدی دیکر مسند خلافت پر بٹھلا دیا اور تمام حاضرین محفل کو نذر گذراننے کا حکم دیا چنانچہ ہر شخص نے اپنی حیثیت کے موافق نذر دی نو برس تک قاری صاحب حضرت سید صاحب کے سامنے تعلیم طالبین مین مصروف رہے اور بہت لوگون کو نسبت غوثیہ اور طریقہ احسانیہ سے سرفراز فرمایا چونکہ فلک کج رفتار اہل معانی کی جمعیت چند روز یکسان دیکھنا نہین پسند کرتا اُسی زمانہ مین یکایک حضرت سید صاحب کا واقعہ وفات پیش آگیا اُس کے چند مہینون کے بعد حضرت زبیدہ خاتون نے بھی انتقال کیا اس واقعہ سے حاجی عبد اللطیف برخاستہ خاطر ہو گئے اور اپنے چھوٹے صاحبزادے قاری اسمعیل کو لیکر دوبارہ بیت اللہ شریف تشریف لیگئے وہان سے پلٹ کر انہون نے بخارا کی طرف گئے اور وہین ایک سید صحیح النسب بخاری کی لڑکی سے قاری محمد اسمعیل کا نکاح کر دیا اب تک اُن کی اولاد اُس اطراف مین سادات قادری کے نام سے مشہور ہے اور قاری امیر ابراہیم کا یہ حال ہوا کہ ان کو والد اور ماں کے انتقال کے رنج مین بغداد اور گیلان کی سکونت پسند نہ آئی وہ بھی مع اہل و عیال

مشہد مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام پر آئے اور وہاں ایک مکان اہل وعیال کے لئے بنا کر خود
جوار روضۂ مقدس میں معتکف ہوکر خدا کی یاد میں مشغول ہوئے جب مدت اعتکاف ختم ہوگئی تو ایک
امداد غیبی ایسی ہوئی جس سے اُن کے دل کو خاص انبساط اور انشراح ہوگیا وہ یہ کہ اعتکاف کی آخری
شب میں حضرت سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک سیب ہاتھ میں لئے
فرماتے ہیں کہ اے ابراہیم اس سیب کو لے اور اپنی بی بی کو کھلا دے تیرے گھر میں ایک لڑکا حسین و
باکمال پیدا ہوگا چونکہ نکاح کے بعد سے آنکے یہاں کوئی لڑکا نہیں ہوا تھا اس وجہ سے آپ اس
بشارت سے بہت خوش ہوئے اور اُسی خواب میں آپ نے اپنی بی بی کو حضرت امام علیہ السلام
کے حضور میں حاضر کیا حضرت نے اپنے دست مبارک سے وہ سیب اُن کو کھلا دیا جب آنکھ کھلی
تو فرط مسرت میں اُنھوں نے یہ خواب بی بی سے بیان کیا خدا کی عنایت سے بعد ایام مقررہ آپکے
یہاں لڑکا نہایت حسین وجمیل پیدا ہوا آپ نے تیمناً اور تبرکاً اُن کا نام سلطان حسین رکھا بعد چند
دنوں کے پھر سید ابراہیم نے خواب دیکھا کہ حضرت امام علیہ السلام اور حضرت امام علی بن موسیٰ رضا
علیہ السلام تخت مکلل پر بیٹھے ہیں اُنھوں نے جاکر مودبانہ دونوں صاحبوں کو سلام کیا اُنھوں نے
کمال عنایت سے جواب دے کر تخت کے ایک کونہ پر اپنے سامنے بٹھا لیا اور آیات
کلام اللہ کے اسرار بیان کرتے رہے بعد اسکے فرمایا کہ ان دنوں قصبہ صحرام کا مدرسہ خالی ہے
اور رشتۂ تعلیم وتعلم بالکل موقوف ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ وہاں جاکر علوم موروثی کو رواج دو
چنانچہ قاری میر ابراہیم چند دنوں کے بعد قصبہ صحرام میں تشریف لائے اور وہاں درس وتدریس و
تعلیم طالبین کا مشغلہ چالیس برس تک جاری رکھا اور وہیں آپ کی اولاد و احفاد رہی۔ غرضکہ
اس خاندان عالی شان میں ہر ایک بزرگ ایک عزِ خاص کا موجد رہا اور حضرت قاری امیر ابراہیم
کی شان عجیب وغریب ہوئی یہ قصبہ صحرام توابع خواف سے ہے جو ہند اور ممالک خراسان کے درمیان
میں واقع ہے اور اسکا ذکر تذکرہ حمیدی میں اسطرح پر ہے کتاب تواریخ ہفت اقلیم میں لکھا ہے کہ
خواف ہمیشہ سامعین دیندار وعادل اور مشائخ وعلما وزہاد کا مرکز رہا وہاں کے باشندے ہر جگہ اپنی
علو ہمت و مرتبت میں ممتاز اور عقل اور فراست میں مشہور رہے تاریخ ہرات میں ہے کہ جب حسن بن صباح
حرامی خواف میں پہونچا تو ایک جگہ درخت کم دیکھکر ایک لونڈی سے امتحاناً پوچھنے لگا کہ اس زمین
میں درخت کیوں کم ہیں، کہا رجالنا اشجارنا یعنی ہمارے مرد ہمارے درخت ہیں فی الحقیقت
یہ سب اہالی خواف متعصب سُنی تھے جب شاہ عباس آغاز جلوس میں خواف میں آیا تو وہاں کے

لوگون سے سب صحابہ کو کہا اُن سب نے انکار کی تب تمرد مین کو اعیان واشراف سے مسجد پر سے گروادیا ہر ایک کی گردنین ٹوٹ گئین مگر کسی کو عبرت نہوئی اور نہ کسی نے اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا اب خدا کی قدرت ہے کہ ویسے ہی مذہب تشیع مین غلو رکھتے ہین صاحب کتاب زاد الآخرة اسی کتاب کے مقدمہ مین لکھتے ہین کہ جب زمانہ قاری محمد صدیق کا آیا تو سلاطین ایران اور اہل ایران کی مذہبی مخالفت کی وجہ سے بڑا ہرج مرج ہوا یعنی ابنائے زمانہ کی نااتفاقی سے دروازہ حراست اور حفاظت کا سلاطین کی طرف سے بند ہوگیا ایران والون کی ایذا رسانی مزید بران ہوئی اور اقارب کالعقارب کی ناموافقت اور بک بر جراحت ہوئی آپ ہر چند صبر اور تحمل فرماتے مگر ان سنگدلون کو رحم ہی نہ آتا مجبور معہ اہل وعیال قصبہ صحرام سے ضلع ترشیہ کی جانب تشریف لاسے چند دنون ہرات اور ایک سال ملتان مین رہ کر ہندوستان ہی آنا مصلحت دیکھا لاہور مین پہونچکر پانچ برس وہان رہے اور اس زمانہ مین بھی بوجہ خالی ہتی کے تعلیم باطن اور درس تفاسیر اور احادیث کا سلسلہ باوجود تفرقہ ظاہر کے بھی آپ نے موقوف نہ کیا اتفاقاً حاجی محمد خان تاجر جو اپنے زمانہ مین ملک التجار کہے جاتے تھے اور اُنکے اسلاف اس خاندان کے معتقد تھے تجارت کی غرض سے ہندوستان آنے لگے جب لاہور پہونچے تو حضرت مولانا کے تشریف رکھنے کی اطلاع پائی کمال رسوخ اور ارادت سے حاضر ہوکر حسب حیثیت نذر و نیاز پیش کی اور حالات گذشتہ اور وقائع ماضیہ کے مستفسر ہوے آپ نے جو کچھ ہوا تھا وہ بیان کیا انہون نے عرض کیا کہ اگر یہی ارادہ ہے تو مناسب ہے کہ شہر مین نہ رہئے حوالی شہر مین رہنا بہتر ہے یہان سے قریب ایک مقام ٹیالہ ہے اور وہان شرفا کی آبادی ہے اور مجھ سے وہان والون سے جان پہچان بھی ہے وہان اقامت کی جائے جب تک یہ خادم سفر پورب ہند سے پلٹ آئے کہ وہان کے لوگ کہ بسبب تجارت مجھ سے ربط رکھتے ہین انشاء اللہ اگر پورب کے اضلاع مین کہین آپ کی سکونت کی جگہ ملتی ہو تو سب سے اچھا ہے کہ وہ شرفا کا جوار اور تمام فتنہ وفسادات سے محفوظ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ طالب علمون اور خدا طلبون کے مصارف کے لئے بھی کوئی صورت ہو جائے چونکہ حضرت ممالک ہند کے حالات سے آگاہ نہ تھے اور ملک التجار بسبب تواتر آمد ورفت کل حالات سے زیادہ واقف تھے اسواسطے آپ نے انکے مشورہ کو اس بارہ مین مقدم خیال کیا اور بخوشی اُنکے ساتھ قصبہ ٹیالہ مین تشریف لے آئے وہان ایک عمدہ مکان جسکے قریب مسجد تھی آپ کے واسطے مل گیا وہان کے رہنے والے آپ کو غنیمت جانکر دل و جان سے مصروف خدمتگذاری ہوے حاجی محمد خان اسطرف سے اطمینان کر کے پورب چلے آئے اور یہان سے کئی مہینہ بعد عریضہ معہ زاد وراحلہ مناسب آپ کی خدمت مین روانہ کیا اور لکھا کہ یہان پہونچنے پر تحقیق کے

جب معلوم ہوا کہ ان اطراف مین کوئی مقام شرفا کی سکونت کے لئے اودھ سے بہتر نہین ہے اور منظفر خان صوبہدار بھی آپ کا کمال مشتاق ہے اور وہ بہت سلیم اور نیاز مند و خدمتگار فقرا و علما ہے بہتر یہ ہے کہ آپ یہان تشریف لے آئیں اس سے بہتر ملک ہند مین کوئی جگہ نہین ہے اُسی زمانہ مین اس عریضہ پہونچنے سے قبل شرفا قصبہ نیالہ کی درخواست پر ایک شریف سیدکی لڑکی سے چھوٹے صاحبزادہ مولانا نجم الدین کا عقد ہو چکا تھا اسواسطے اُن صاحبزادہ کو معہ چند رفقا کے وہین چھوڑا اور خود معہ بڑے صاحبزادہ حافظ نصیر الدین دیں پناہ اور دیگر متعلقین کے ایک مہینہ کے اندر اودھ مین تشریف لے آئے منظفر خان نہایت خادمانہ خلوص و نیاز سے پیش آئے درمیان چند مقامات پر قیام رہا آخر حضرت امیر سیف الدین کے وقت سے استقلال و اطمینان تمام قصبہ کاکوری مین بفراغ حالی و کشادہ بالی بود و باش ہوئی اور زمانہ گذشتہ کی طرح درس طلبا اور تعلیم طالبان خدا کا سلسلہ جاری ہو دور دور سے لوگ تحقیق علوم قرآنیہ کے واسطے حاضر ہوتے اور فوائد کثیرہ اٹھاتے اسقدر بضرورت وقت کتاب مستطاب کشف المتواری کے کشف اول کا ترجمہ کر دیا گیا ہے باقی تفصیل اُسمین موجود ہے ولادت حضرت قاری امیر سیف الدین کی [illegible] ہجری مین ہوئی اور وفات ماہ ذیقعدہ [illegible] مین اور عمر شریف بانوے برس کی ہوئی کذا فی بیاض سید شاہ ولی اللہ دھلوی اور ولادت حضرت مولانا قاری نظام الدین کی [illegible] مین اور وفات ماہ ذیقعدہ [illegible] مین اور عمر شریف اکانوے برس کی ہوئی **فائدہ** صاحب تذکرۃ الجواہر نے بعد ذکر حضرات قادریہ کے لکھا ہے کہ یہ جو کچھ مین نے لکھا یہ وہ ہے جو مجھے آپ کی اولاد اور ارادت داروں کا حال خیر مآل معلوم ہوا اور وہ سب تمام شہر مین معظم و مکرم سمجھے جاتے ہیں جس نے ان سے بے ادبی کی اُسنے اپنی اور اپنی اولاد مین تباہی ڈالی جیسا کہ مین نے خود دیکھا کہ حماۃ مین ایک نائب تھا جسکو نصوح کہتے تھے اُس نے حضرت شیخ احمد ابن قاسم کی خدمت مین بے ادبی کی اور ان کو ایذا پہونچائی چند ہی دنون مین وہ ہٹ گیا اور اسکا گھر تباہ ہو گیا اور اسکی اولاد کا خاتمہ ہو گیا اور یہ کیسے نہوتا کہ اُنکے جد کا ارشاد ہے ؎

ونحن لمن قد ساءنا سم قاتل	فمن لم یصدق فلیجرب بعدی

یعنی جو ہم سے بُرائی کریگا تو اُسکے واسطے ہم زہر قاتل ہین اور جسکو یہ بات سچ نہ معلوم ہو تو وہ تجربہ کرکے دیکھے

نقل خلیفہ ناصر لدین اللہ کے وزیر ابن یونس نے ان حضرات کے ساتھ بے ادبی کی یعنی اُن کے حقوق تلف کئے اور اُن کو واسط مین جا بسایا آخر وہ اسکی سزا مین مبتلا ہوا اور بُرے حالون سے مرا۔

نعوذ باللہ من ذلک ؎

ز رہگذر خاک سر کوی شما بود	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد

وصل در بیان خلفاء حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علامہ محقق ملا علی قاری اپنی کتاب نزہۃ الخاطر میں حضرت کے حال میں لکھتے ہیں کہ آپ سے ایک جماعت علماء انتساب رکھتی تھی اور اکثر فقہا آپ کے شاگرد تھے اور ایک بہت بڑی جماعت فقرا نے آپ سے خرقہ پہنا چنانچہ اکثر مشائخ یمن انھی میں سے ہیں بعضوں نے تو خود حاضر ہو کر دست مبارک سے خرقہ پہنا اور بعضوں نے بواسطہ پہنا جیسا کہ امام یافعی نے اسکو اپنی تاریخ میں لکھا ہے اور جن اکابر نے دست مبارک سے خرقہ پہنا اُسی میں سے شیخ ابو عمر عثمان بن مرزوق بن حمید بن سلام قرشی نزیل مصر اور شیخ ابو مدین شعیب مغربی وغیرہ تھے اور یہی حضرت سیدنا سید عبد الرزاق کے ارشاد سے بھی معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی حافظ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد مقدسی و حافظ عبد الغنی عبد الواحد مقدسی نے تحفۃ الابرار وغیرہ میں لکھا ہے شیخ شمس الدین عبد الرحمن بن مقدسی خود بیان کرتے تھے کہ میرے چچا شیخ موفق الدین کہتے تھے کہ میں نے اور حافظ عبد الغنی مقدسی نے ایک ہی وقت میں حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے خرقہ پہنا اور فقہ پڑھی اور [illegible] کی صحبت کی اور آپ کی صحبت سے بہت نفع اُٹھایا بالجملہ خرقہ پوش حضرات کے نام و کمال [illegible] کسی کتاب میں نظر قاصر سے نہیں گذرے حضرات صاحبزادگان عالی شان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر مختصر اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے وہ سب بھی مرید و خلیفہ اپنے پدر بزرگوار ہی کے تھے۔ نیز کاتب الحروف کا جس طرح سلسلہ نسب اور سلسلہ تلمذ حضرت سیدنا و سید العالم شیخ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے اسی طرح سلسلہ طریقت بھی بطرق متعدد آپ تک پہونچتا ہے [illegible] بھی یہان پر سند درج کر دینا بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ بمصداق ارشاد عالی حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ

طوبیٰ لمن رانی اور رای من رانی اس سے [illegible]

اعانات در احم شاہانہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ اور کیا ہو سکتا ہے ؎

گرچہ از نیکان نیم خود را بہ نیکان بستہ ام	در بہار آفرینش رشتہ گلدستہ ام

اور وہ سلسلہ شریفہ اس طرح پر ہے کہ فقیر کاتب الحروف کو اس سلسلہ شریفہ کی اجازت اپنے والد ماجد حضرت قدوۃ العلماء و زبدۃ الفضلاء مولانا شاہ علی اکبر قلندر نیز حضرت ممدوح کے شیخین ابرتین جد [illegible] مرشد نا مولانا شاہ تقی علی قلندر و جد نا و مرشد نا مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہما [illegible] بواسطہ و بلا واسطہ [illegible] ہوئی اور ان دونون حضرات کو اپنے والد ماجد حضرت شیخ ارشاد [illegible] کا جد مرشد نا و جد [illegible]

تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر سے اور اُن کو اپنے والد ماجد حضرت عارف باللہ صاحب سر مولانا شاہ محمد کاظم قلندر علوی قدس اللہ سرہ العلی سے اُن کو حضرت سید شاہ ابو سعید نقشبندی بریلوی سے اُن کو حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی سے اُن کو حضرت مسند الوقت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے اُنکو اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی سے اُنکو حضرت سید عبد اللہ سے اُنکو حضرت شیخ آدم بنوری سے اُن کو حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی سے اُنکو اپنے والد ماجد شیخ عبد الاحد سے اُنکو حضرت شاہ کمال سے اُنکو حضرت سید فضیل سے اُنکو حضرت سید گدائے رحمن سے اُنکو حضرت سید شمس الدین عارف سے اُن کو حضرت سید گدائے رحمن بن شیخ ابی الحسن سے اُنکو حضرت شیخ شمس الدین صحرائی سے اُنکو حضرت سید عقیل سے اُنکو حضرت سید بہاء الدین سے اُنکو حضرت سید عبد الوہاب سے اُنکو حضرت سید شرف الدین قتال سے اُنکو حضرت سیدنا شیخ عبد الرزاق رضی اللہ عنہ سے اُنکو اپنے والد ماجد امام طریقت حضرت سیدنا شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دوسرا شجرہ اس سلسلہ عالیہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت شیخ عبد الرحیم والد ماجد حضرت مسند الوقت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو اجازت ملی شیخ عظمت اللہ اکبر آبادی سے اور اُنکو اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبد اللطیف سے اُنکو اپنے والد ماجد حضرت شیخ بدر الدین سے اُنکو حضرت شیخ عبد العزیز سے اُنکو حضرت سید ابراہیم ایرجی سے اُنکو حضرت شیخ بہاء الدین قادری سے اُنکو حضرت سید السادات ابی العباس احمد سے اُنکو اپنے والد سید حسن سے اُنکو اپنے والد سید موسیٰ سے اُنکو اپنے والد سید علی سے اُنکو اپنے والد سید محمد سے اُنکو اپنے والد سید حسن سے اُنکو اپنے والد سید محمد سے اُنکو اپنے والد سید ابی نصر سے اُنکو اپنے والد حضرت ابی صالح سے اُنکو اپنے والد حضرت سیدنا و سید العالم شیخ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق رضی اللہ عنہ سے اُنکو اپنے والد ماجد امام طریقت حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے اور ایک اور طریقہ سے بھی فقیر کاتب الحروف کو اجازت حاصل ہے وہ یہ کہ حضرت شیخ الاصاغر والاکابر مرشدنا وجدابینا مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر کو اس سلسلہ شریفہ کی اجازت حضرت قدوۃ العارفین الکاملین خواجہ حسن مودودی چشتی لکھنوی سے تھی اُنکو اپنے پیر و مرشد حضرت سید شاہ علی اکبر مودودی فیض آبادی سے اُنکو اپنے پیر و مرشد حضرت سید محمد میر عرف شاہ بھیکھ سے اُنکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید سراج الحق امر اللہ مودودی سے اُنکو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ اسد اللہ سے اُنکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید احمد اسد اللہ سے اُنکو اپنے پیر و مرشد

ملاحظہ سلسلہ انہار فی سلاسل اولیاء اللہ میں سلطہ ہے لیکن معمولات مظہریہ میں حضرت شیخ عبد الاحد کا واسطہ نہیں ہے بلکہ بعین حضرت [illegible] کے جد شاہ سکندر کا نام ہے انکے بعد انکے جد شاہ کمال کیتھلی کا نام لکھا ہے ۱۲

حضرت شیخ بہاء الدین شاہ آبادی سے انکو اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ نجم الحق محمد سے انکو اپنے پیر و مرشد حضرت
شیخ ابو المکارم عبد العزیز شکار یار دہلوی سے انکو اپنے پیر و مرشد حضرت سید ابراہیم ایرجی سے انکو اپنے
پیر و مرشد حضرت شیخ بہاء الحق قادری شطاری انصاری سے انکو اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ ابو العباس
بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید حسن بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد
حضرت سید موسیٰ بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت شیخ عبد القادر علی بغدادی سے انکو
اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت شیخ محمد بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید
حسن بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید محمد بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد
حضرت شیخ تقی الدین ابی نصر بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت شیخ ابی صالح بغدادی سے
انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت سید سید عبد الرزاق بغدادی سے انکو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد
امام الطریقت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے اللّٰہم ارزق لنا اتباعہم[1]
و افض علینا من برکاتہم اور حضرت کے خلفاء کی تعداد صحیح بھی کسی کتاب سے نہیں معلوم ہوتی علما
مورخین نے اپنی کتابوں میں مجملا ذکر کر دیا ہے کاتب حروف کو جسقدر اسامی شریفہ معلوم ہوسکے وہ درج
کئے جاتے ہیں اور حق یہ ہے کہ جس ذات بابرکات کا ایسا فیضان عام ہو تو اسکے مستفیضین کی صحیح تعداد
کیونکر کسی کو معلوم ہوسکتی ہے وہ اسمای گرامی یہ ہیں حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی
حضرت شیخ ابو مدین شعیب مغربی حضرت شیخ ابو عمر عثمان بن مرزوق بطائحی حضرت شیخ ابو محمد عبد اللہ جبائی
حضرت شیخ ابو الحسن علی بن ادریس یعقوبی حضرت شیخ ابو عمر عثمان صریفینی حضرت شیخ قضیب البان موصلی
حضرت شیخ احمد بن مبارک بغدادی حضرت شیخ ابو الفرج صدقہ بن الحسین بغدادی حضرت شیخ [illegible]
مشہور بابن القائد حضرت شیخ ابو السعود بن الشبل حضرت شیخ موفق الدین مقدسی حضرت حافظ شیخ عبد الغنی
مقدسی حضرت شیخ ابراہیم بن عبد الواحد مقدسی حضرت شیخ محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی حضرت
شیخ جمال الدین یونس قصار ہاشمی حضرت شیخ ابو البقاء عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ عکبری حضرت شیخ حسن
بن مسلم بن حسن جوزی حضرت شیخ ابو العباس بن عریف صنہاجی اندلسی حضرت شیخ اسحق بن احمد بن محمد
بن غانم علثی حضرت شیخ یعقوب مارستانی حضرت شیخ شمس الدین عماد حضرت شیخ ابو الحسن علی بن [illegible]
حضرت شیخ ابو محمد عبد اللہ بن علی اسدی حضرت شیخ ابو محمد حسن بن عبد الکریم الفارسی حضرت شیخ محمد بن صالح
جیلی شافعی حضرت شیخ رسلان بن عبد اللہ کیزرانی حضرت شیخ احمد بن اسعد بن وہب بغدادی حضرت

[1] اے اللہ ہم کو انکی پیروی نصیب کر اور انکی برکتیں عنایت کر ۱۲ منہ

شیخ ابوبکر تیمی حضرت شیخ ابوالحسن علی مشہور بابن نجا انصاری حضرت شیخ ابو عمر عثمان بن اسمٰعیل بن ابراہیم سعدی ملقب بشافعی زمانہ حضرت شیخ ابو عبداللہ کیزانی حضرت شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن مرجل بن نصر مخزومی اور انکے بیٹے حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد بن شیخ رسلان بن عبداللہ اور آنکے بیٹے حضرت شیخ ابوالقاسم عبدالرحمن حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ بن نصر بن حمزہ تیمی بغدادی حضرت شیخ ابوالقاسم خلف بن عیاش بن عبدالعزیز مصری حضرت شیخ ابو حفص عمر بن احمد یمنی حضرت شیخ ابو محمد مدافع بن احمد حضرت شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن بشارت بن یعقوب عدنی حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد بطائحی حضرت شیخ ابوالحرم مکی اور انکے بیٹے شیخ موفق الدین ابوالقاسم عبدالرحمن حضرت شیخ ابوالبقا صالح بہاء الدین حضرت شیخ عبدالرزاق بن شیخ عبدالرحمن طفسونجی حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بغدادی معروف بابن کمامی اور آنکے والد شیخ محمد بن احمد بغدادی حضرت شیخ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن احمد بن ہبۃ اللہ بن عبدالقادر بن حسین مشہور بابن منصور حضرت شیخ اسحٰق بن ابراہیم بن سعید داری جلشی حضرت شیخ ابوالعباس احمد بن علی بن خلیل جوسقی صرصری حضرت شیخ ابوبکر محمد بن المحال ان میں سے جن حضرات کے حالات معلوم ہوسکے وہ لکھے جاتے ہیں ۔

ذکر حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر البکری الشہیر بسہروردی رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت ۴۹۰ھ میں ہوئی اور مولد آپ کا سہرورد ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ شہر زور ہے سمعانی کہتے ہیں کہ آپ کا نام عبدالقاہر بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ عمویہ بن سعد بن حسن بن قاسم بن علقمہ بن نضر بن عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے ورمحمد قابسی کا قول ہے کہ آپ امیر عمویہ کردی کے اولاد میں تھے بکری نہ تھے واللہ اعلم شیخ نورالدین علی شافعی لخمی مولف بہجۃ الاسرار کہتے ہیں کہ آپ کا لقب نجیب الدین بھی تھا آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے ابوالنجیب عبدالقاہر بن محمد بن عبداللہ المعروف بعمویہ بن سعد بن حسین بن قاسم بن نضر بن قاسم بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ اکابر مشائخ عراق اور صدور عارفین اور اعیان محققین اور مشاہیر علماء سے تھے صاحب کرامات خارقہ وانفاس صادقہ اور نظامیہ بغداد کے مدرسین میں اور دین میں فتوے بھی دیتے تھے علم شریعت اور حقیقت میں بہت مفید کتابیں آپ نے تصنیف فرمائیں اور طلبہ کا ایک بڑا مجمع آپ کے پاس رہتا تھا اور اسی وجہ سے آپ کا لقب مفتی الفریقین وقدوۃ الفریقین تھا آپ بہت ساکت صامت اور متواضع تھے عالمانہ لباس پہنتے تھے اور گروہ صوفیہ کے رکن بلکہ امام سمجھے جاتے تھے اور تمکین

میں قدم راسخ اور شرائف اخلاق میں بہرۂ کامل رکھتے تھے تمام علماء و مشائخ آپ کی تعظیم و احترام کرتے
تھے اللہ تعالےٰ نے آپ کی محبت بہت قلوب میں دی تھی آپ کی صحبت سے بڑے بڑے
مشائخ مستفید ہوئے جیسے آپ کے بھتیجے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور شیخ عبداللہ
بن مسعود بن مطر وغیرہا رضی اللہ عنہم آپ کا کلام بھی حقائق میں بہت اعلیٰ ہوتا تھا تسلیک مریدین
اور تعلیم آداب تمادقین میں آپ بہت فائق تھے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی
فرماتے تھے کہ جس مرید کو میرے چچا نے بنظر عنایت دیکھ لیا وہ کامل ہو گیا اور جب کسی کو خلوت
میں بٹھلاتے تھے تو شب و روز اُسکے حال کی نگہداشت کرتے اور پہلے سے کہدیتے کہ رات
کو تجھے فلاں حال وارد ہوگا اور یہ کیفیت اور یہ مقام منکشف ہوگا اور تیرے پاس شیطان فلاں
فلاں صورت میں آئیگا اُس سے بچنا چنانچہ اُس شخص کو ویسا ہی پیش آتا تھا نقل شیخ
عبداللہ بن مسعود روی کہتے تھے کہ ایک بار میں اپنے شیخ عبدالقاہر سہروردی رضی اللہ عنہ
کے ساتھ بازار بغداد میں آیا دیکھا کہ ایک بکری کھال کھینچی ہوئی قصاب کے یہاں لٹک رہی ہے
آپ نے اُس قصاب سے فرمایا کہ یہ بکری مجھ سے کہتی ہے کہ وہ مردہ ذبح ہوئی ہے وہ یہ سنکر بیہوش
ہوگیا اور بعد ان قدمے آپ کے ہاتھ پر توبہ کرکے اقرار کیا کہ بیشک ایسا ہی تھا پھر وہی بیان کرنے
لگے کہ ایک بار میں آپ کے ساتھ چل رہا گذرا ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میوہ لادے ہوئے لارہا
ہے آپ نے اُس سے کہا کہ اسے بیچ ڈالو اُس نے کہا کیوں آپ نے فرمایا کہ یہ میوہ کہتا ہے
کہ اس شخص سے مجھے نقد دے کر لے لیجئے کیونکہ یہ مجھے دیکر شراب پیئے گا وہ شخص یہ سنکر
بیہوش ہوگیا اور مُنہ کے بل گر پڑا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے تقدیر
توبہ کی اور کہا کہ یہ جو کچھ آپ نے فرمایا اُسکو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا تھا اور
وہی بیان کرتے تھے کہ ایک دن میں آپ کے ساتھ کرخ میں گیا وہاں نقارہ و ڈھول کی آوازیں
ایک گھر سے سنی گئیں آپ نے وہاں جاکر مکان کی دہلیز پر دو رکعتیں پڑھیں اُسکی یہ برکت
ہوئی کہ جو اُس گھر سے نکلا وہ صالح ہوگیا پھر جب میں اُس گھر میں گیا تو دیکھا کہ جو شرابیں
وہاں رکھی تھیں وہ سب پانی ہوگئیں پھر اُسکے بعد وہاں کے سب لوگوں نے آپ کے ہاتھ
پر توبہ کی آپ کے پیر طریقت آپ کے عم بزرگوار حضرت شیخ وجیہ الدین ابوحفص عمر رحمۃ اللہ علیہ
تھے اُن کے علاوہ بہت سے بزرگان دین سے آپ نے فیوض و برکات و طریقہ ذکر حاصل
کیا۔ چنانچہ حضرت شیخ حماد دباس اور حضرت شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہما بھی آپ کے متبوع میں تھے

اور سب سے بڑے آپ کے شیخ طریقت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ کتب مذکور سے واضح ہوتا ہے۔ اور آپ کے خلفاء بڑے بڑے بزرگان دین ہوئے آپ بغداد ہی مین رہے اور وہین شب شنبہ اٹھارہ ماہ جمادی الاولیٰ سنہ پانسو تر سٹھ مین انتقال فرمایا بہجۃ الاسرار مین ہے کہ آپ اُس مدرسہ مین دفن ہوئے جو دجلہ کے کنارہ پر عتیق کے پُل کے قریب واقع ہے۔

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت بمقام سہرورد[1] ہوئی آپ بزرگان عراق سے تھے اور اُن لوگون مین جنکو رؤسا تصوف کہنا چاہیے اور بڑے عالم و فاضل اور ادیب صاحب فصاحت و معرفت تھے اور آپ کو علم لدنی سے بھی حصہ ملا تھا اور اکثر غیبی امور بھی بیان کیا کرتے تھے اور صاحب کرامات و متمسک بکتاب و سنت و مجتہد احکام شریعت و مقامات حقیقت تھے جس کی شہادت حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بھی دی اور فرمایا کہ اے عمر تم عراق کے آخر مشہورین ہو سکے شیخ نجم الدین تفلیسی[2] کہتے تھے کہ مین ایک بار بغداد مین آپ کی خدمت مین خلوت مین حاضر تھا چالیسوین دن مین نے واقعہ مین دیکھا کہ آپ ایک بڑے پہاڑ پر ہین اور آپ کے پاس بہت سے جواہرات ہین اور ایک ہاتھ مین آپ کے ایک طبق بھرا ہوا اُن جواہرات کا ہے وہ آپ لوگون کو دیتے ہین اور لوگ اُن کو لینے کو جھپٹتے ہین جب وہ کم ہو جاتے ہین تو پھر بھر جاتے ہین معلوم ہوتا تھا کہ کوئی کان ہے جس سے وہ جواہرات نکل رہے ہین پھر مین اُس روز خلوت سے نکلا اور آپ کی خدمت مین اس غرض سے حاضر ہوا کہ آپ سے یہ حال کہون میرے کہنے سے پہلے ہی آپنے کہا کہ جو کچھ تو نے دیکھا درست ہے یہ سب برکت حضرت شیخ محی الدین عبد القادر کی ہے جو اُنھون نے علم کلام کے عوض مجھے عنایت فرمایا تھا انکا ہاتھ اللہ کی طرف سے تصریف نافذ اور ظل دائم مین دراز تھا آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اللّٰھم بصرنا بعیوب انفسنا لننظر عیوبنا ولا تکلنا الی نفسنا طرفۃ عین وانصرنا علی عدائنا ولا تفضحنا یوم القیمۃ انک لاتخلف المیعاد[3]

[1] سہرورد نجم سین ایک شہر ہے زنجان کے پاس عراق عجم مین ۱۲ [2] منسوب بہ تفلیس بفتح تا ایک شہر ہے کہ جس کے کنارہ سے دریا ارس کا پانی بہتا ہے ارمنی اور رب[3] اے اللہ بتا کہ ہم کو اپنے نفسون کے عیبون پر کہ ہم اپنے عیبون کو دیکھین اور نہ سونپ ہم کو اپنے نفسون کو ایک پلک مارنے بھر اور مدد دے ہم کو ہمارے دشمنون پر اور نہ رسوا کر ہم کو قیامت کے دن بے شک تو وعدہ کے خلاف نہین کرتا ہے ۱۲

ابن نجار کہتے تھے کہ آپ اپنے وقت میں علم حقیقت اور طریق تصوف میں شیخ و مقتدا تھے اور
آپ کی ذات پر تربیت مریدین اور دعوت الخلق الی الحق اور سلوک طریق عبادت و زہد فی الدنیا
ختم تھا آپ نے بہت سے مشائخ کی صحبت اٹھائی جنہیں سب سے زیادہ اپنے چچا حضرت
ابو نجیب سہروردی کی تربیت میں رہے اور آداب و علوم طریقت بھی انھیں سے حاصل کیے
اور انھیں نے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ کو پہونچایا چنانچہ
آپ غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ مستفید و مستفیض ہوے اور خرقہ خلافت
و اجازت حاصل کیا جیسا کہ کتب معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے اور ریاضات اور مجاہدت سے کیے
اور علم فقہ اور خلافیات پڑھا اور حدیث سنی پھر خلوت اختیار کی اور روزہ اور ذکر اور عبادت
میں مشغول ہوے یہاں تک کہ تمام خلائق میں آپکو مقبولیت حاصل ہوئی آپ اپنے چچا کے
مدرسہ میں وعظ فرماتے تھے اور خلق کثیر جمع ہوتی تھی آپ کا نام بہت مشہور ہوا لوگ دور دراز
سے آپ کے پاس آتے تھے اور آپ کے برکات سے مستفیض ہوتے تھے بہت سے
گمراہوں نے آپکے ہاتھ پر توبہ کی اور واصل بحق ہوے آپکے مریدین اور اصحاب بھی مثل
ستاروں کے تھے سلطان خوارزم شاہ کو آپ سے خاص عقیدت تھی جو رتبہ و اعتبار
آپ کو بادشاہوں کے یہاں ہوا تھا اور کسی کو نہیں ہوا آپ نے تین رباطیں بنائیں ایک رباط
ناصری دوسرے رباط البسطامی تیسری رباط موتیہ آپ اگرچہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے
اور پیروں نے بھی جواب دیدیا تھا مگر باایں ہمہ اوقات مقررہ اور اوراد و اذکار اور حضور جماعت
میں کوئی فتور نہیں آنے پایا اور حج کے جانے میں آپ کی عمر قریب سو برس کے ہوئی جب
ضعیف العمر زائد ہوے تو اپنے گھر ہی پر رہنے لگے حج وغیرہ میں کچھ نہیں ... آپ کی وفات
شب چہارشنبہ مستہل محرم سنہ چھ سو بتیس میں ہوئی اور نعش مبارک ... اٹھا کر دردہ میں ... لائی گئی در جامع
غصن میں نماز ہوئی اپنی مسجد میں دفن کیے گئے قاضی القضاۃ مجیرالدین عبدالرحمن عمری
علیمی مقدسی حنبلی اپنی کتاب تاریخ المعتبر فی ابناء من عبر میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابو حفص عمر بن عبداللہ
بکری ملقب بہ شہاب الدین سہروردی کا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منتہی
ہوتا ہے آپ فقیہ و محدث فی المذہب اور شیخ صالح تھے آخر زمانہ میں آپ کا کوئی مثل نہ تھا
آپ ہی شیخ الشیوخ بغداد تھے آپ کی تالیفات بہت نفیس ہیں ان میں سے ایک عوارف المعارف
ہے آپ کی وفات اوائل شعبان سنہ چھ سو بتیس میں بغداد میں ہوئی اور دوسرے روز دفن ہوے

دفن ہوئے آپ سے سلسلہ شریفہ قادریہ کی اشاعت بہت ہوئی اور بڑے بڑے بزرگان دین
نے آپ سے خلافت پائی جیسا کہ کتب معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے ہندوستان مین اسکی زیادہ
اشاعت آپ کے خلیفہ اجل حضرت سید نورالدین مبارک غزنوی سے ہوئی مراد آگہ یہ دین ہیں
کہ حضرت سید صاحب آپ کے بھانجے بھی تھے آپ ہی نے اُن کی تربیت و تعلیم کی اور خلافت
دیکر غزنین ارشاد و ہدایت کے لیے بھیجا وہان سے حضرت سید صاحب دہلی مین بھی تشریف
لائے چونکہ یہ نہایت متشرع اور متورع اور متقی تھے سلطان شمس الدین التمش نے ان کو دہلی
کا شیخ الاسلام مقرر کیا اور میر دہلی کے نام سے یہ مشہور ہوئے فقیر کاتب الحروف کا سلسلہ قادریہ
کہ جس مین فقیر اور فقیر کے حضرات مشائخ کرام و آبا عظام رضی اللہ عنہم کو بیعت و اجازت و خلافت
حاصل ہے وہ آپ ہی کے واسطہ سے ہے اور اس طرح پر ہے کہ فقیر کاتب الحروف کو اجازت
اخذ بیعت اپنے والد ماجد حضرت قدوۃ العلما و زبدۃ الفضلا مولانا شاہ علی اکبر قلندر نیز حضرتین شیخین
اکبرین جدنا و مرشدنا مولانا شاہ تقی علی قلندر و جدنا و مرشدنا مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہما
الاطہر سے بلا واسطہ و بالواسطہ ملی اور حضرتین موصوفین کو اپنے والد حضرت شیخ الاصاغر
و الاکابر مرشدنا و جدنا مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر سے اُن کو اپنے والد ماجد
حضرت عارف باللہ صاحب سر مولانا شاہ محمد کاظم قلندر نور اللہ مرقدہ الاطہر سے اُن کو اپنے پیر و مرشد
حضرت مولانا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی سے اُن کو اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبداللہ احمد قلندر
لاہوری سے اُن کو اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ فتح قلندر جونپوری سے اُن کو اپنے پیر و مرشد
حضرت شاہ مجتبی المعروف بشاہ مجا قلندر لاہوری سے اُن کو اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبدالقدوس
قلندر جونپوری سے اُن کو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت شاہ عبدالسلام قلندر جونپوری سے
اُن کو اپنے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت شاہ محمد قطب قلندر جونپوری سے اُن کو اپنے والد ماجد و
پیر و مرشد حضرت شاہ قطب الدین بینا دل قلندر جونپوری سے اُن کو اپنے پیر و مرشد حضرت سید نجم الدین
غوث الدہر قلندر سے اُن کو اپنے والد ماجد حضرت سید نظام الدین غزنوی سے اُن کو اپنے والد ماجد
حضرت سید نورالدین مبارک غزنوی سے ان کو حضرت شیخ الشیوخ سے اُن کو حضرت غوثیت مآب رضی اللہ
عنہ سے اور حضرت شیخ الشیوخ کو جس طرح کہ اجازت سلسلہ حضرت غوثیت مآب سے بلا واسطہ تھی اسیطرح
اپنے چچا حضرت ابونجیب سہروردی کے واسطہ سے بھی تھی چنانچہ بعضے سلاسل مین آپ کے
نام کے بعد حضرت ابونجیب سہروردی کا نام ہے اور بعض مین نہیں ہے جیسا کہ مر والمریدین سے

معلوم ہوتا ہے رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت شیخ ابو مدین شعیب مغربی رضی اللہ عنہ

آپ اعیان مشائخ مغرب اور صدور مقربین اور عظماء عارفین اور ائمہ محققین سے تھے صاحب
کرامات خارقہ و احوال ظاہرہ و مقامات عالیہ و صدر نشین مراتب قرب و منازل تمکین اور
تصرف میں قدم راسخ رکھتے تھے آپ کا شمار اوتاد مغرب میں تھا اور گروہ منصورین میں رکن کے طور
پر مانے جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو متصرف فی الوجود والہام اور تمام مقامات پر واقف کیا
تھا بہت عجیب امور آپ سے ظاہر ہوتے تھے اور فنون و حکم غریبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے تمام
قلوب میں آپ کی خاص قبولیت و وقعت تھی مشرق و مغرب میں آپ بہت مشہور ہوئے آپ کی
ذات میں اللہ تعالیٰ نے علم شریعت اور حقیقت دونوں جمع کر دیے تھے بلاد مغرب میں مذہب
مالکیہ پر برابر فتوے دیتے تھے اور طلبہ علوم آکر اخذ کرتے اور ارشاد سے منتفع ہوتے بہت سے
مشائخ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے مثل شیخ عبدالرحیم بن احمد بن حجون مغربی اور شیخ
ابی عبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قرشی اور شیخ ابی عبداللہ فخاری فاسی اور شیخ ابی محمد صالح بن
ویرجان دکالی اور شیخ ابی غانم سالم اور شیخ ابی علی واتخ مکناسی اور شیخ ابی الصبر ایوب
مکناسی اور شیخ ابی محمد عبدالواحد اور شیخ ابی الربیع مظفر اور شیخ ابی زید بن ہنہ اللہ وغیرہم
اور ایک جماعت مثل ان کے آپ کی شاگرد تھی اور ایک گروہ ارباب احوال آپ سے مستفید ہوا
تھا تمام علماء و مشائخ آپ کی بہت تعظیم و احترام کرتے تھے اور آپ کی فضیلت کے معترف تھے
آپ جمیل ظریف متواضع زاہد متورع محقق اشرف الاخلاق احسن الصفات وظائف شریعت کے پابند
تھے حقائق میں آپ کا کلام بہت عالی ہوتا تھا آپ کی دعائیں بہت مشہور تھیں منجملہ آپ کی دعاؤں کے
ایک یہ ہے اللہم ان العلم عندک وھو محجوب عنی ولا اعلم امرا فاختارہ لنفسی
فقد فوضت الیک امری ورجوتک لفاقتی وفقری فارشدنی اللہم الی احب
الامور الیک وارضاھا عندک واحمدھا عاقبۃ فانک تفعل ما تشاء بقدرتک

ل۱ اے اللہ تیرے پاس علم ہے اور مجھ سے وہ چھپا ہے میں کسی بات کو نہیں جانتا جو اپنے لیے اختیار کروں میں نے تیری طرف اپنے امر کو
سونپا ہوں اور تجھ سے امید کرتا ہوں اپنے فاقہ اور محتاجی میں تو مجھے ہدایت کر اے اللہ ان کاموں کی طرف جو تیرے نزدیک محبوب اور پسندیدہ
اور عمدہ تر کاموں کے انجام میں بیشک تو جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اپنی قدرت سے ۔

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىءٍ قَدِيرٌ **نقل** شیخ ابو محمد عبدالرحیم قناوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ مین نے
شیخ ابو مدین کو فرماتے سنا کہ مجھے پروردگار نے اپنے روبرو بلا کر فرمایا کہ اے شعیب تیرے
داہنے جانب کیا ہے مین نے عرض کیا کہ الٰہی تیری بخششین ہین پھر ارشاد ہوا کہ اور بائین طرف
کیا ہے مین نے عرض کیا کہ تیرا حکم تب ارشاد ہوا کہ مین نے اُس کو تیرے لیے دونا کر دیا اور
تجھکو بخشدیا بشارت ہو اُسے جس نے تجھے دیکھا یا تیرے دیکھنے والے کو دیکھا پھر ایک مرتبہ
مین نے سنا کہ آپ کہتے تھے کہ پروردگار عالم نے مجھسے وعدہ فرمایا ہے کہ جو تیرے مرید یا دوست
ہین مین اُن کو خبر کثیر دونگا ایک بار نماز مین آپ نے یہ آیت پڑھی دَیُسْقَوْنَ فِیْهَا كَاْسًا
كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِیْلًا ۔ اور پڑھکر اپنے ہونٹھ چوسنے لگے بعد فراغت کے فرمایا کہ جب مین نے
یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوا کہ گویا مین نے اُسی پیالے سے پیا **نقل** ایک مرتبہ آپ نے یہ آیت
پڑھی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ اور پڑھکر فرمایا کہ مین ان دونون مقامون کو
دیکھ آیا **نقل** شیخ ابو محمد صالح دکالی کہتے تھے کہ ایک مرتبہ مسلمانون اور فرنگیون مین لڑائی
ہوئی آپ اپنے چند یارون کے ساتھ جنگل کو گئے آپ کے ہاتھ مین تلوار تھی اور مین بھی اُسوقت
آپکے ہمراہ تھا آپ ایک ریت کے ٹیلہ پر جا کر بیٹھ گئے اتنے مین آپکے سامنے اس قدر سوار آئے
کہ جنگل بھر گئے اور فرنگی مسلمانون پر غالب ہو چکے تھے آپ نے اپنی تلوار کھینچکر اُن کو مارنا شروع
کیا بہت سے مرگئے اور بہت بھاگ گئے مین نے عرض کیا کہ یہ کون تھے فرمایا کہ یہ فرنگی تھے اللہ نے
اُن کو مخذول کیا مین نے وہ تاریخ یاد رکھی بعد اُسکے خبر آئی کہ فرنگیون کو اُسیوقت شکست ہوئی پھر
مجاہدین اسلام واپسی پر جب آپ کی قدمبوسی کو آئے تو قسم کھا کر بیان کیا کہ آپ ہمارے ساتھ
اُسوقت تھے اور اگر نہوتے تو ہم سب ہلاک ہو جاتے کیونکہ آپ برابر تلوار گھسیٹ کر فرنگیون کے
سوارون کو مع اُن کے گھوڑون کے گرا دیتے تھے چنانچہ بہت سے فرنگی مارے گئے اور باقی
بھاگ گئے اور آپ کے وہ اُس مقام کے درمیان جہان لڑائی ہوئی تھی ایک مہینہ سے زیادہ کی
مسافت تھی ایک بار آپنے دریا کے کنارے وضو کیا تو آپ کی انگوٹھی گر پڑی آپنے فرمایا کہ الٰہی
میری انگوٹھی گر پڑی ہے وہ مل جائے فوراً ایک مچھلی منہ مین انگوٹھی لیے ہوئے نکل آئی آپنے لے لی

مسلہ یہ نسبت ہے تناوی کی طرف جو ایک مقدم کا نام ہے واسلا کے پورب کے جانب ۱۲ منتھی الارب ۔ سکلہ اور ان کو وہان دوپہلے
ہستے مین ہیماری میں موضع کا بجوت ہے ۱۲ ۔ سکلہ بے شک نیک لوگ آرام مین ہین اور گنہگار دوزخ مین ۱۲ ۔ سکلہ یہ
نسبت ہے دکالہ کی طرف جو ایک قوم کا نام ہے مغرب مین ۱۲ منتھی الارب

ایک مرتبہ آپ کا توشہ دان مع ستوؤن کے گر کر پھٹ گیا سب ستو زمین پر گر پڑے آپ نے
تھوڑی دیر ٹھہر کر فرمایا کہ الٰہی میرا توشہ دان مع ستوؤن کے مل جائے فوراً توشہ دان مع ستوؤن
کے مل گیا **نقل** شیخ ابو محمد رجب بن ابی منصور دارانی[1] کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابو جان الفسری بیان
کرتے تھے کہ اُنھون نے شیخ ابو محمد عبد الرزاق سے سُنا وہ کہتے تھے کہ ایک بار مغرب کے
بعضے دیہات مین آپکا گذر ہوا آپنے ایک شیر کو دیکھا جس نے ایک گدھا شکار کر کے اُسکا
گوشت کھانا شروع کیا تھا اور اُس کا مالک دور سے ہائے وائے کر رہا تھا آپ نے شیر کے
منھ پر ہاتھ مارا اور اُسکو گھسیٹ کر گدھے والیکو پکار کہ جلد آ وہ آیا آپنے اُس سے فرمایا کہ اس شیر
کو پکڑ لیجاؤ اور اسی کو اپنا گدھا سمجھو اُس نے عرض کیا یا حضرت مجھکو اس سے ڈر معلوم ہوتا ہے
آپ نے فرمایا ڈرو نہ یہ تم کو نہین ستانے کا وہ شیر کو گھسیٹ لیچلا شام کو پھر وہ شیر کو لیکر آپ کے پاس
آیا اور کہنے لگا کہ مجھکو اس سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے کیونکہ جہان مین جاتا ہون یہ بھی ساتھ ساتھ
جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تم کچھ نہ ڈرو یہ تم کو ستا نہین سکے گا اُس نے عرض کیا کہ یہ سچ ہے مگر آخر
یہ شیر ہی ہے ڈر کیسے نہ معلوم ہو آپنے شیر سے فرمایا کہ چلا جا اب کسی کو نہ ستانا اور جب کسی آدمی کو
ستاوے گا تو مین اسی شخص کو تجھ پر مسلط کر دونگا **نقل** ایک روز آپ دریا کے کنارہ چلے جاتے
تھے ایک گروہ فرنگیون کا سامنے آگیا اُنھون نے آپکو قید کر کے اپنے ساتھ ایک بڑی کشتی پر
بٹھا لیا اُس مین ایک جماعت مسلمانون کی بھی قید تھی جب آپ اُسمین جا کر بیٹھ گئے تو اُنھون نے
کشتی چلانا چاہا باوجودیکہ ہوا زور کی تھی کشتی نہ چلی جیسے کھڑی تھی ویسے ہی کھڑی رہی جب اُن لوگون کو
یقین ہو گیا کہ کشتی نہ چلے گی اور مسلمان حملہ کر بیٹھین گے تو اُنھون نے آپس مین کہا کہ یہ اس مسلمان کی
بدولت ہے غالباً یہ کوئی خدا کے مقربین سے ہے بالآخر آپ سے کہا کہ آپ اُتر جائیے آپنے
کہا کہ مین نہ اُترونگا جب تک تم ان سب قیدیون کو نہ چھوڑ دو گے مجبوراً اُنھون نے سب کو چھوڑ دیا
اُسیوقت کشتی فوراً چل نکلی **نقل** شیخ ابو محمد صالح بن دیرجان دوکالی کہتے تھے کہ چند لوگ بلاد مشرق سے
آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ہم کو انگور کی خواہش ہے حالانکہ وہ زمانہ انگور کی فصل کا
نہ تھا مجھ سے آپ نے فرمایا کہ باغ جا کر انگور لے آؤ مین نے عرض کیا کہ ابھی تو باغ مین سے
چلا آتا ہون وہان انگور نہین ہین فرمایا خیر پھر جا کر دیکھو مین بہ تعمیل حکم چلا گیا دیکھا تو وہان انگور کے
گُچھے لٹک رہے ہین خدا کی قسم جب مین پہلے باغ کو دیکھ گیا تھا تو وہان ایک دانہ بھی انگور کا نہ

سلہ یہ منسوب ہے دارا کی طرف یعنی شہر [illegible]

مین بہت سے انگور توڑ کر لے آیا اور اُن لوگون کو لا کر دیدیے اُنھون نے کھائے اور مین نے
بھی کھائے تو وہ سب بیمار نہ تھے اُن لوگون نے کہا کہ ہم کو انگور کھانے کی خواہش تھی اور
یہ جانتے تھے کہ مغرب مین ان کے سوا اور کوئی اسوقت انگور کھلا نہ سکے گا **نقل** شیخ ابو الربیع
سلیمان بن عبد الوہاب مظفری کہتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ ایک جماعت اصحاب کے ساتھ سفر کو
گئے اور ایک جنگل مین جا کر ٹھہرے رات کو ایک چیخ کی آواز معلوم ہوئی سب ڈرے کہ شاید کوئی
جانور موذی آ پہونچا آپنے فرمایا ڈرو نہین ان کو اور اضطراب بڑھا کہنے لگے کہ اگر کہین روشنی ہوتی
تو کس قدر وحشت نہوتی اندھیری رات مین اور دل گھبراتا ہے وہان ایک درخت تھا آپنے
اُسکے نیچے جا کر دو رکعتین پڑھین اور دعا مانگی وہ درخت روشن ہوگیا اور اُس کی روشنی سے وہ
سارا مقام نہایت روشن ہوگیا لوگ مطمئن ہو گئے صبح تک وہ درخت ویسا ہی روشن رہا **نقل**
شیخ ابو عبد اللہ محمد بن حجاج غزالی مغربی کہتے تھے کہ مین نے آپ کو کہتے ہوے سنا کہ ہر دل
عارف کے قبضہ مین ہے کیونکہ بدل کی ملک آسمان سے زمین تک ہے اور عارف کی ملک عرش
سے فرش تک اور ابدال کے مناقب عارفین کے مناقب کے سامنے بجلی کی چمک کے برابر
بھی نہین اور روح معرفت سے مراد حضرت ربوبیت اور مجالس قدس کی طرف قرب ہے اور
توحید ایک راز ہے جسکا ارکونین کو محیط ہے جب رات ہوئی تو مجھے مکشوف ہوا کہ مین آپ کے
ہمراہ ہون اور شیخ ابی حامد غزالی اور شیخ ابی طالب مکی اور شیخ ابی یزید بسطامی اور شیخ ابی
عبد الرحمن سلمی رحمتہ اللہ علیہم اور ایک جماعت صوفیہ و ابدال بھی آپکے ساتھ ہین اُن سب نے
آپ سے کہا کہ اپنی سر توحید کی حقیقت بتایئے آپ نے کہا کہ میرا سر اُن رازون سے مسرور ہے
جنکو مجاہدات الٰہیہ سے مدد ملتی ہے اور اُن کو ظاہر کرنا سواے اہل کے دوسرے سے نہین چاہیے
کیونکہ اشارہ سے اُن کی تعریف نہین ہوسکتی اور عزت اُن کو کھلنے نہین دیتی اور وہ وہ اسرار ہین
جو وجود کو محیط ہین اُن کو وہی ادراک کرسکتا ہے جو مفقود الوطن ہو یا اپنے سر سے عالم حقیقت مین
موجود ہوا ور زندگی جاوید مین اُلٹ پلٹ کرتا ہوا ور فضاے ملکوت مین اپنے سر سے
طیران کرتا ہو اور پردہ ہاے جبروت اُس کا قیام گاہ ہو وہی شخص متعلق باسما و صفات
ہوگا اور مشاہدہ ذات مین سب سے فانی وہی میرا قرارگاہ اور وطن ہے اور آنکھون کی
ٹھنڈک اور چونکہ حق عز و جل کل سے مستغنی ہے اُس نے میری ہستی مین اپنی قدرت ظاہرہ
ظاہر فرمائی اور مجھے اُسکے حفظ کی توفیق عنایت کی لہذا میری زندگی کا قیام وحدانیت مین ہے

اور اشارات سب فردانیت کی طرف ہوتے ہین اور روح غیب ہین، ذرہ نجوب ہے اور میرا
مالک مجھ سے روز فرماتا ہے کہ اے شعیب ہر روز بندون پر جدید ہے مگر میرے پاس مزید ہے
حاضرین نے عرض کیا کہ اللہ تعالی آپکے انوار کو اور زیادہ کرے صبح کو مین نے آپکی خدمت
مین حاضر ہو کر اس واقعہ کو بیان کیا آپ نے سب کی تصدیق کی اور کسی بات سے انکار نہین کی
اور محمد بن حجاج غزالی سے یہ بھی نقل ہے کہ وہ کہتے تھے
کہ ایک بار آپنے اپنی مجلس مین شیطان کے کربیان کے اشب کو مجھے ایک نورانی شخص
دکھائی دیا جو مجھ سے کہتا تھا کہ شیطان کا کید شیخ ابی مدین کے ساتھ ایسا ہے جیسے کوئی شخص
کسی شخص کے قریب جا کر اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے اور کچھ نہ سمجھے اور شیطان کا کید عبدالرزاق
اُن کے شاگرد کے ساتھ ایسا ہے جیسے کوئی شخص دریا مین پیشاب اس غرض سے کرے کہ
اُس کا پانی نجس ہو جاوے اور شیطان کا کید قوم کے ساتھ ایسا ہے جیسے امام عادل اپنی رعیت
کے ساتھ کرے کہ جو رعایا کو دوست رکھتا ہو اور رعایا اُسکو دوست رکھتی ہو پھر مین نے ایک بڑی
جماعت مشائخ اور صلحاے مغرب کو دیکھا کہ اُن کے ہاتھون مین چراغ روشن تھے اور آپ اور
آپ کے اصحاب اُن لوگون کے پیچھے تھے اور شیخ عبدالرزاق آپکے شاگرد سب کے سامنے
اور اُن کے ہاتھ مین ایک بڑی شمع روشن تھی جس مین سوراخ تھے مین نے ایک شخص سے پوچھا
کہ یہ سوراخ کیسے ہین اُنھون نے کہا کہ جو شمعین اُن لوگون کے ساتھ دیکھتے ہو وہ انھین سوراخون سے
ہین پھر مین آپ کے ساتھ ایک بڑے دروازہ پر پہونچا جسکی چوڑائی اتنی تھی جیسے مشرق و مغرب
کے درمیان فاصلہ ہے اُسپر ایک گروہ ابدال اور صوفیہ کا تھا مین نے آپ سے اُس دروازہ
کا حال پوچھا آپنے کہا کہ یہ ابدال کے محل کا دروازہ ہے اور ہم سب اُس کے ڈیوڑھی بان
ہین جو اُس کی رعایت کرتا ہے اُسکو ہم دیکھتے ہین پھر آپ بڑھ کر اُس دروازہ کے اندر چلے گئے
اور اور لوگ بھی آپکے ہمراہ گئے وہان جا کر دیکھا کہ ایک نور کا بڑا دریا ہے اور اُس مین نور کی
کی ایک کشتی ہے آپ نے فرمایا یہ وصول کا دریا ہے اور یہ کشتی اسی دن کی پھر سب سے
کہا کہ اسپر سوار ہو بسم اللہ مجریها ومرسها الی ربک منتهها اور ہواے شوق سے
امواج لشکر کے ساتھ اُس مین ذکر کے کنارہ تک سیر کرو اور جس وقت کچھ منکشف ہو تو سجدہ شکر کرو
ایسے ہی سفرون مین انوار اور علوم و اسرار حاصل کیے جاتی ہین شیخ غزالی کہتے ہین کہ جب

سلہ اللہ کے نام سے اسکا بہنا اور ٹھہرنا ہے اور اسی تک اسکی پہونچ ہے ۱۲ منہ

صبح کو مین اُٹھا تو آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا آپنے مخاطب ہو کر سن لیا مگر کچھ فرمایا نہین **نقل** شیخ غزالی کہتے تھے کہ ایکبار آپنے اپنی مجلس مین حضرت موسی علیہ السلام کا ذکر کیا اور بہت تعریف کی رات کو مین نے خواب مین دیکھا کہ ایک دروازہ مین حضرت موسی علیہ السلام تشریف فرما ہین اور فرماتے ہین کہ ابومدین نے چونکہ علوم مین سب سے علی اور معارف مین سب سے ارفع چیز اختیار کی اور انکو حق کی طرف منسوب کیا اور ولایت کو اسکے اسرار کے ساتھ جمع کیا اسوجہ سے اُنکا کام بہت بہتر اور اعلی ہے اور یہ مقام اُنکے لئے بطور سیر و تفریح کے ہے جسکو اُنھون نے اپنا قیام گاہ تصور کر لیا ہے اب تفکر اُن کا جلیس ہے اور حق انکا انیس اور چونکہ اُنھون نے حق کی تنزیہ علم سے کی ہے لہذا وہ بڑے مقرب ہو گئے اور حق کی یاد معرفت کے ساتھ کی تو نہایت قریب ہوے اور اور لوگ تو اپنی خواہشون اور موجودات کے ذریعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہین اور وہ حق کے مشاہدہ سے فائدہ اُٹھاتے ہین پھر مین نے سنا کہ آسمان مین فرشتے کہتے ہین سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح[1] بعد اُس کے دروازہ کھل گیا اور حضرت موسی علیہ السلام میرے ساتھ زمین پر موجود تھے مجھے تعجب ہوا آپنے فرمایا تم کو تعجب کیون ہے یہی ابومدین کا مرتبہ ہے جو عرش سے کرسی تک ایک گھڑی مین طے کرتا ہے مین صبح کو اُٹھا تو آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر یہ خواب بیان کیا **نقل** شیخ ابو محمد عبدالرزاق کہتے تھے کہ مجھ سے قنا مین جو بلاد مغرب سے ہے سنہ پانسو اسی[۵۸۰] مین حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی مین نے اُن سے آپ کے متعلق دریافت کیا وہ کہنے لگے کہ اسوقت مین وہ امام صدیقین ہین اور اُن کا سر ارادہ کے مرتبہ سے متعلق ہے خدا نے اُن کو اسرار مخفیہ کی کنجی بنایا ہے جو حجابات قدس مین ہین اور اسرار مرسلین کا جاننے والا اسوقت اُن سے زیادہ کوئی نہین ہے پھر اسی کے تھوڑے دنون کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا آپ بلاد مغرب مین رہے بادشاہ وقت آپ کا بہت معتقد تھا ایکبار اُس نے آپ کو اپنے یہان تبرکاً بلایا جب آپ مکان سے وہان جانے کے ارادہ سے چلے اور تلمسان پہونچے تو فرمانے لگے کہ اس رات اگر مین اپنے اخوان طریقت سے ملتا تو وہ زیادہ بہتر تھا بادشاہ کے یہان جانے سے کیا فائدہ یہ خیال کر کے آپ وہان اُتر پڑے اور مستقبل قبلہ ہو کر کلمہ پڑھا اور پڑھا قد جئت وعجلت الیک رب لترضی[2] کہکر انتقال فرما گئے اور جبانہ عباد مین

---

[1] بہت پاک اور پاکیزہ ہمارا پروردگار رب اور فرشتون اور روح کا ۱۲ [2] جلد مین آیا اور جلد آیا تیری طرف اے رب کہ تو راضی رہے ۱۲

دفن ہوے ہین شریف آتی سے منجا ذرہ ہوا اور وہین مزار بھی ہے جسکی زیارت ہوتی ہے نقل
شیخ ابو محمد صالح دوکالی کہتے تھے کہ مین نے آپ کی زبان سے سنہ پانسو ساٹھ مین سنا کہ مین
حضرت خضر علیہ السلام سے تین سال تک ملا اور اُن سے مختلف اوقات مین پوچھا کہ اس
زمانہ مین بزرگان مشرق و مغرب مین کون افضل ہین اور اسی کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر
رضی اللہ عنہ کا حال بھی پوچھا تو اُنھون نے بیان کیا کہ وہ امام صدیقین و حجت عارفین
در درج معرفت ہین اور تمام اولیا مین اُن کی شان عجیب و غریب ہے اور اُن مین اور خلق
مین سوا سے نفس واحد کے اور کوئی فرق باقی نہین اور سب اولیا کے مراتب اُس نفس سے
علاوہ ہین اور مین اولیا کے مراتب آنکھین کے اشارہ سے بدمتا ہون غرضکہ حضرت خضر علیہ السلام
سے ایسا کسی اور ولی کے بارہ مین مین نے نہین سُنا رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت شیخ اکبر
رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مواقع النجوم مین لکھتے ہین کہ مجھ سے بعضے روحانیون سے
ملاقات ہوئی تو اُنھون نے بیان کیا کہ آپ کی وفات بحالت قطبیت ہوئی اور ایک
گھڑی یا دو گھڑی آپ اس مرتبہ پر رہے اور اسی کی خبر مجھے حضرت شیخ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ
علیہ نے بھی ایک خواب مین دی پھر حضرت شیخ اپنی کتاب منزلہ انکسیہ مین بعد امام کنی بنا
بسا قطب کے بیان مرتبہ کے لکھتے ہین کہ اسی مقام پر شیخ ابومدین بجایہ مین قریب زمانہ وفات
تک رہے جب وقت وفات قریب ہوا یعنی ایک گھڑی یا دو گھڑی باقی رہی تب اُن کو خلعت
قطبیت عطا ہوا اور خلعت امامت اُن سے لے لیا گیا اور اُن کا نام عبد ربہ رکھا گیا وہ امام
رب والا خلعت بغداد کے ایک شخص عبدالوہاب نامی کو ملا اور آپ کے بعد آپ والا خلعت
ایک خراسانی کو عطا ہوا اور آپ کی وفات بحالت قطبیت کبری ہوئی پھر فتوحات کے باب
پانچسو چھپن مین اس قطب کے حال مین کہ جسکی منزل سورہ تبارک الذی بیدہ الملک
ہے لکھتے ہین کہ یہ مقام شیخ ابومدین کا تھا کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ میری سورہ تبارک
تبارک الذی بیدہ الملک ہے اور وہ دوامامون مین سے اُسکے ساتھ مخصوص ہے کہ جسکو دنیا
و آخرت دونون مین ترقی رہتی ہو کیونکہ یہ مختصہ بالملک ہے لہذا زیادتی بھی بہت ہی ہوگی نہ
حسنہ و تکرار ہوگی اُسی قدر ذاکر پر نعمات الہیہ کی زیادتی ہوگی بہ نسبت غیر ذاکر کے شیخ فتوحات

سلہ منزلہ منسوب ہے فنا کی طرف جو علی بن محمد بن ... کے ... ہے ... ارتقا ... منتہی ... ہے

منجملہ ان کے ایک درعجائب وغرائب حکمیہ سے یہ ہے کہ حضرت شیخ فتوحات کے باب چارسو ستر میں لکھتے ہیں کہ بار صون قطب جو برقدم حضرت شعیب علیہ السلام ہوتا ہے اُسکی منزل سورہ فرقان سے تبارک الذی بیدہ الملک ہوتی ہے لہذا آپ کے واسطے یہ عجیب وغریب بات ظاہر ہوئی واللہ ولی الحق ذیب والحمد للہ رب العالمین آپ کو حضرت غوث ثاب رضی اللہ تعالے عنہ سے بھی اجازت وخلافت تھی اور بزمانہ حج عرفات کے مقام پر البس خرقہ بھی واقع ہوا جیسا کہ سابقاً حضرت سیدنا سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان ہوا ہے رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت شیخ ابو عمر عثمان بن مرزوق رضی اللہ عنہ

آپ اعیان اکابر مشائخ مصر اور علما محققین سے تھے صاحب کرامات ظاہرہ واحوال فاخرہ وافعال خارقہ وانفاس صادقہ ومقامات سنیہ وارشادات علیہ آپ کا شمار بھی علمار مصنفین اور فضلا متقین اور راسخین میں تھا مذہباً آپ حنبلی تھے اور بڑے مدرس اور مناظر بہت سے طلبہ علوم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور علما مصر میں بھی بہتون نے آپ سے روایت حدیث کی غرضکہ آپ ارکان طریقت اور حلال مشکلات احوال طریقت اور سادات ائمہ شریعت وحقیقت سے علم وعمل وحال ومقام وتحقق وتمکین وزہد وجلالت ومہابت میں تھے اور بہت مودب اور حلیم اور متواضع اور صاحب کرم وحیا اور قلوب جلالق میں بہت باوقعت شخص تھے مریدین صادقین کی تربیت مصر اور اسکے اطراف میں آپ ہی پر منتہی تھی آپ کی صحبت بابرکت سے بہت سے بزرگان صادقین منتفع ہوئے اور ایک جم غفیر آپ کی عظمت اور جلالت کے معترف تھے شیخ ابو اسحق ابراہیم بن مرسل مخزومی نزیر کا قول ہے کہ آپ اوتاد مصر سے تھے اور بڑے صاحب کشف اور ظاہر الکرامات تھے نقل ہے ایک سال دریائے نیل بہت بڑھا اور قریب تھا کہ مصر ڈوب جائے اور زراعت کا زمانہ نکلا جاتا تھا لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپنے نیل کے کنارہ جاکر اسکے پانی سے وضو کیا اُسی وقت سے وہ گھٹنا شروع ہوا اور دوسرے روز جتنا تھا اتنا رہ گیا اور بعضے سالوں میں ایسا ہوا کہ نیل گھٹا اور اکثر زراعت کا وقت نکل کر غلہ کا نرخ گران ہوگیا اور ظن غالب ہوا کہ لوگ مرجائینگے لوگوں نے آپ سے آکر فریاد کی آپنے اسکے

سلہ اور بعدالف تو توجہ دینے کا ورب تعریفین سی کو سمجھا دین کہ وہ پڑوہ دل کا تمام عالم کا ہے ۱۲ سلہ یعنی مردبا ہیبت انتہی لارب

کنارے جاکر ایک لوٹے سے جو آپکے خادم کے ساتھ تھا وضو کیا اُسی روز سے نیل بڑھنا شروع ہوا اور جتنا آیا کرتا تھا آگیا ایسا کہ کھیت بو دیے گئے اور غلہ خوب پیدا ہوا **نقل** آپ کے خادم شیخ ابو العباس احمد بن برکات سعدی مصری بیان کرتے تھے کہ ایک بار آپ مصر میں اپنے گھر پر اندھیری رات میں عشا کی نماز پڑھکر وہاں سے چلے میں بھی آپکے ساتھ تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین گرہ کی طرح پیروں کے نیچے لپٹی ہے اور شہر و بستیاں سامنے اور داہنے بائیں دکھلائی دیتی تھیں اور جس جا فریا زمین پر پہونچتے تھے وہ آپ کے سامنے سے ہٹ جاتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ بیابان تھا ہی نہیں غرضکہ بہت کم مدت میں آپ مکہ شریفہ پہونچے اور وہاں طواف کیا اور دیر تک وہاں نوافل پڑھتے رہے پھر وہاں سے چلے میں بھی ساتھ تھا یونہی مدینہ شریفہ پہونچے وہاں زیارت کی اور نوافل پڑھیں پھر بیت المقدس گئے وہاں زیارت کی اور نفلیں پڑھیں پھر وہاں سے چلے یہانتک کہ مصر میں اسوقت پہونچ گئے کہ موذن فجر کی اذان دیتا تھا اس سے نہ کچھ تعب مجھے ہوا اور نہ آپ کو آپنے مجھسے یہ فرمایا کہ اسکو میری زندگی بھر کسی سے نہ کہنا ہذا میں نے نہیں کہا اب وفات کے بعد بیان کیا ہوں **نقل** اور وہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ میں نے نو برس تک آپ کی خدمت کی دن میں اور رات میں کوئی وقت ایسا نہیں دیکھا جسمیں آپ بیکار رہتے ہوں اور کوئی عبادت نہ کرتے ہوں یا قرآن پڑھتے اور پڑھاتے یا حدیث سنتے اور لکھتے یا علم پڑھاتے یا مریدوں کو تربیت کرتے یا مشغول بحق رہتے ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ ایک صاحب بڑے شاندار آئے کہ جنکو میں نے پہلے وہاں کبھی نہیں دیکھا تھا وہ آپکے سامنے [illegible] بیٹھ گئے آپنے ایک بار اُن کی طرف دیکھا وہ بیہوش ہوکر گر پڑے [illegible] تھا کہ اُن کو [illegible] میں پہونچا دیا وہاں وہ چار مہینہ تک [illegible] حرکت ساکن نہ ہوتی تھی [illegible] معلوم ہوتے تھے [illegible] ہاتھ پھیر دیا اُسوقت سے اُن کو افاقہ ہوگیا تب میں نے اُن سے [illegible] کہا کہ اے ابو العباس میں ایسا ہو گیا [illegible] تب میں نے اپنے دل میں اللہ سے فریاد کی مجھے حکم ہوا کہ اس جنگل کے بادشاہ کے پاس جاؤ تمہارے پاس جو کچھ تم چاہتے ہو سب کچھ ہے میں نے عرض کیا وہ کون ہیں حکم ہوا کہ وہ شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق ہیں جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے جیسے میری طرف دیکھا تو [illegible]

جہاں تھا وہ سب جاتا رہا اور بالکل تو اُس باطل ہو کر مین اپنی ہستی
سے غائب ہو گیا اور مقام فنا اور غیبت اور قرب مین قائم ہو کر اپنے مطلوب پر واصل ہوا اور
اُن کی نظر کی برکت سے محبوب حقیقی کی دولت وصل سے گران مایہ ہو گیا اسی حال مین تھا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس حال مین نہ رہو بلکہ اُس
حال مین آؤ جو اس حالت اور عقل کے درمیان ہے اور جسمین تمکین اور قوت اور تمیز بھی ہے
اور احکام شریعت پر قیام بھی اور شیخ ابو عمرو کے پاس جاؤ اسوقت مین نے اپنے مین قوت
پائی اور اپنی ہستی کی طرف پلٹا اور ایسا ہو گیا کہ جیسا تم اب دیکھ رہے ہو یہ کہکر وہ چلے گئے اور
پھر نظر نہین آئے پھر ایکبار مین آپ کے ساتھ ملک شام گیا ہمرت مین تھا اور آپ اور کوئی
نہ تھا وہان تین روز رہا نہ کوئی چیز کھانے کو ملی نہ پینے کو ضعف سے غش آیا جاتا تھا آپ میرا
حال دیکھکر ایک ریت کے ٹیلہ پر چڑھ گئے اور ہتھیلی بھر ریت لیکر مجھے دی مین نے جو وہ ہاتھ
مین لی تو دیکھا کہ بھُنے ہوئے ستو شکر ملے ہوئے ہین مین نے وہ آپ کے ساتھ خوب سیر ہو کر
کھائے پھر آپنے اُسی ٹیلہ پر ہاتھ مارا تو پانی کا ایک چشمہ نکلا جسکا پانی دنیا کے پانیون سے
کہین عمدہ اور شیرین تھا وہ خوب آسودہ ہو کر پیا نقل اور وہی بیان کرتے تھے کہ ایک دن
آپ کی خدمت مین دو شخص آئے ایک عرب کا رہنے والا تھا جو ایک لفظ عجمی نہین جانتا تھا
اور دوسرا عجمی جو ایک لفظ عربی نہین جانتا تھا وہ دونون آپسمین باتین کرنے لگے لیکن دو
مین سے کوئی دوسرے کی بات نہین سمجھتا تھا عربی کہتا تھا کہ کاش مین عجمی زبان سمجھتا ہوتا اور
عجمی کہتا تھا کہ کاش مین عربی زبان سمجھتا ہوتا بعد اُسکے دوسرے روز دونون پھر آپ کی خدمت
مین حاضر ہوئے تو حاضر ہوتے ہی عربی ایسی عجمی بولنے لگا جیسے کوئی خاص عجمی فصیح بولتا ہو
اور عجمی بھی ایسی ہی عربی بولنے لگا عربی نے بیان کیا کہ مین نے رات کو حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو خواب مین دیکھا کہ آپ کے ساتھ حضرت شیخ ابو عمرو ہین اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام
نے اُن سے فرمایا کہ میری نیابت کر کے اسکو عجمی زبان سکھلا دو اُنھون نے میرے منھ مین تھوک
دیا مین جاگ پڑا تو عجمی زبان بولتا تھا اور عجمی نے بیان کیا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت کی اور آپ کے ساتھ حضرت کو دیکھا کہ آپنے اُن سے فرمایا کہ اسکو میری نیابت سے
عربی زبان سکھا دو آپنے میرے منھ مین تھوک دیا مین جاگ پڑا تو عربی ویسی فصیح بولنے لگا
نقل شیخ ابو نصر سعد آپکے صاحبزادہ کہتے تھے کہ مین نے اپنے والد سے سُنا وہ فرماتے تھے

کہ ایک بار مین بطور سیاحت جبل مقطم مین جو قرافہ مصر مین ہے گیا اور چند دنون وہان رہا
تنہا تھا ایک رتبہ صبح کو مین نے سُنا کہ کوئی مناجات مین نہایت حزین آواز سے کہ جس سے
دل پگھل جائین اور عقلین جاتی رہین یہ کہہ رہا ہے کہ مین نے اپنی بانیر سے غیر سے چھپائی اور
اپنے سب سے تیری طرف آیا اور غیر کو چھوڑ کر تجھ مین مشغول ہوا پھر رو کر کہنے لگا کہ مجھے تعجب ہے
اُس سے جو تجھے پہچان کر تجھ سے اور کچھ مانگتا ہے یا تیری محبت کا مزا چکھ چکا ہے اُسکو تجھ سے
کیونکر صبر آتا ہے اے مولا اے عارفین وحبیب مقربین وانیس محبین وغایت امید طالبین و
معین منقطعین یہ کہکر چیخا کہ واشوقاہ الیک واکرباہ جب اُسکی یہ آواز کہ میرے کان تک
آئی تو میرا دل بے چین ہو گیا اور مین اُسکے پاس گیا دیکھا تو ایک شخص بوڑھا نحیف الجسم
زرد رنگ کا ہے بہت باہیبت اور صاحب وقار ہے اور اہل معرفت کی سب علامتین اُس مین
ظاہر ہین مین نے قریب پہونچکر اُس کو سلام کیا اُس نے کہا مرحبا اے کیا ہاشمی مین نے کہا
میرا نام آپ نے کیسے جانا اس سے قبل تو آپ نے مجھے کبھی دیکھا بھی نہوگا کہنے لگا ہان
مین نے جب تم کو زمین پر دیکھا تو جو تمہارا مرتبہ آسمان پر تھا وہ فوراً پہچان گیا اور تمہارا نام لوح
محفوظ مین بھی پڑھا تب مین نے کہا کہ مجھپر کچھ عنایت کیجیے کہنے لگا کہ اے محمد اللہ نے اپنے
نبی حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی تھی کہ اے داؤد میرے اولیا اور احباب سے
کہدو کہ ہر شخص اپنے اپنے دوستون سے علحدہ ہو جائے کیونکہ ُن کا مونس مین ہون جو اپنی یاد
سے ہون اور محدث ہون جو اپنے انس کے اور اپنے اور اُن کے درمیان کا پردہ اُٹھا دیتا ہون
ہی تاکہ وہ میری عظمت اور میرا جلال دیکھین اور مین ہر روز اور ہر گھڑی اپنے رُخ روشن کو اُن سے
قریب کرتا اور اُن کو طعام کرامت کھلاتا ہون اور میری اسی طرح کی معاملت سے اُن کے قلوب
دنیا اور دنیا والون کی طرف سے اندھے ہو جاتے ہین اور کوئی چیز مجھ سے بڑھکر اُنکی عزیز
کی نہین رہتی اور نہ کوئی اُن کی نگاہون مین میرے سوا سماتا ہے اُن کو مجھ سے ملاقات کی محبت ہوتی
ہے مگر مجھکو اُن کا دنیا مین نہ رہنا اچھا نہین معلوم ہوتا ہے کیونکہ خلق مین وہی ہیں جن کو مین جسکو
مین دیکھتا ہون اور وہ مجھے دیکھتے ہین اے داؤد اگر تم اُن کو دیکھنا چاہتے ہو تو اُن کے علامات
یہ ہین کہ اُن کے نفس پگھلے ہوئے اور بدن گھلے ہوئے اور آنکھین روتی ہوئی اور چہرے زرد ہوتے
ہوے اور دل نکلے ہوے میرے ذکر سننے کے وقت اور یہی لوگ وہ ہین جن سے مین راضی ہون

ـــــ
۱ کتنا اشتیاق ہے تیرے ملنے کا اور کتنا درد ہے ۱۲ منہ

اور آسمان والون مین فخر کرتا ہون وہ میری طرف دیکھکر خائف ہوتے ہین اور عبادت
کرتے ہین اگر وہ مجھے آہستہ یاد کرتے ہین تو مین ان کی طرف آہستہ متوجہ ہوتا ہون اور اگر وہ بلند
آواز سے یاد کرتے ہین تو مین ویسے متوجہ ہوتا ہون اور اگر وہ ذرا متوجہ ہوتے ہین تو مین اُن کو
اور قریب کر لیتا ہون اور اگر مجھے وہ دوست رکھتے ہین تو مین اُن کو دوست رکھتا ہون اور اگر مجھسے
وہ ملتے ہین تو مین اُن سے ملتا ہون اور اگر وہ کوئی عمل کرتے ہین تو مین اُس کا عوض دیتا
ہون مین ہی اُن کے کامون کا مدبر اور اُن کے دلون کا نگہبان اور اُن کے حالون کا متولی
ہون مین نے کسی چیز مین اُن کے دل کا چین نہین رکھا ہے سوا اپنے نہ اُن کو کسی سے سوا میرے
انس ہوتا ہے اور نہ اُن کے دل سوا میرے کہین ٹھہرتے ہین مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم
ہے کہ مین اُن کو اپنے دیدار سے مضبوط کر دونگا مگر آسودہ نہین کرونگا جب تک وہ خوش
ہو جائینگے اور اس سے بڑھکر بھی ایک مرتبہ دونگا اسے داؤد تم زمین والون سے
کہدو کہ مین اپنے حبیب کا حبیب اور اپنے جلیس کا جلیس اور اپنے مونس کا انیس اور مصاحب کا
مصاحب اور مطیع کا مطیع اور مختار کا مختار ہون اُن کو چاہیئے کہ وہ میری دوستی اور مصاحبت اور
معاملت اختیار کرین کیونکہ مین سخی اور جواد ہون جس چیز سے کہتا ہون کہ ہوجا ہوجاتی ہے
یہ بیان کرتے کرتے وہ بیہوش ہوگئے جب افاقہ ہوا تو مین نے کہا یا حضرت کچھ وصیت
کیجیے کہنے لگے کہ اپنے دل کو ہر علاقہ سے قطع کر کے سوا حق کے کسی سے متعلق نہ رکھو پھر مین نے
کہا کہ کچھ میرے لیے دعا کیجیے کہنے لگے کہ اللہ تعالی تجھکو ماسوا کے بوجھ سے ہلکا کر دے اور
تجھ مین اور سینے مین کوئی حجاب نہ رکھے یہ کہکر وہان سے ایسے بھاگے جیسے کوئی شیر سے بھاگتا ہے
اور یہ اشعار پڑھتے تھے

ذکرتک لا انی نسیتک لمحة	وایسر ما فی الذکر ذکر لسانی
وکدت بلا وجد اموت من الہوی	وہام علی القلب بالخفقان
فلما ارانی الوجد انک حاضری	شہدتک موجودا بکل مکان
فخاطبت موجودا بغیر تکلم	ولاحظت معلوما بغیر عیان

سلطان مین نے تجھے یاد کیا اس طرح کہ گھڑی بھر بھی نہین بھولا اور آسان تر ذکر زبانی ہوتا ہے اور قریب تھا کہ
بغیر وجد کے خواہش سے مر جاؤن کیونکہ میرے دل پر خفقان نے جوشش کیا تھا پھر جب وجد نے مجھے دکھلایا کہ تو میرے
پاس ہے تو مین نے تجھے ہر جگہ موجود پایا تو مین موجود سے بغیر تکلم کے مخاطب ہوا [illegible] کو بغیر عیان ملاحظہ کیا ۱۲ منہ

آپ کی کنیت ابو عمر اور نام عثمان بن مرزوق بن حمید سلامہ قرشی حنبلی تھا مصر میں رہے اور وہیں سنہ پانسو چونسٹھ میں انتقال کیا سن شریف ستر سے متجاوز ہوا اور قرافہ مصر میں جانب شرق حضرت امام شافعی کے مزار کے سیاریہ کے قریب دفن ہوئے آپ کا مزار زیارت گاہ ہے کتاب اسنی بہجۃ الاسرار اور مؤلف روضۃ الابرار و محاسن الاخیار نے بھی ایسا ہی لکھا ہے نقل ہے شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن مزیل مخزومی کہتے تھے کہ آپ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ ہم سب کے شیخ اور امام اور سردار ہیں بلکہ کل سالکین راہ حق کے جو اس وقت میں سردار ہیں اور اُن لوگوں کے بھی کہ جنکو کوئی حال یا مقام عنایت ہوا ہے سب کے آپ امام ہیں علم اور منازل احوال میں اور اس زمانہ کے اولیا اور تمام زمانہ کے ارباب مراتب اولیا اللہ سے بہت مضبوطی سے عہد لیا گیا ہے کہ وہ سب انھیں کی طرف اپنے امور میں رجوع کریں اور اُن کے حضور میں مؤدب رہیں اور اللہ نے اس زمانہ میں جو کچھ دیا وہ انھیں کے ذریعہ سے اور اُن کو کل بسبب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملے اور اللہ نے جس شخص کو اسوقت برگزیدہ کیا وہ حضرت ہی کے طفیل سے کیا اُن کے حالات و مقامات و اسرار میں سوا انبیا علیہم السلام کے کوئی شریک نہیں اور نہ طریقت میں وہ کسی کے احسانمند ہیں سوا اللہ اور رسول کے آپکو بھی حضرت غوثیت آب رضی اللہ عنہ سے نسبت تلمذ کی ؀ اجازت و خلافت تھی اور خرقہ خلافت بھی عطا ہوا تھا جیسا کہ سابقاً حضرت سیدنا شیخ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے بیان کیا گیا رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین

ذکر حضرت شیخ ابو محمد عبد اللہ جُبّائی رضی اللہ عنہ

آپ اکابر مشائخ اور اعیان محققین سے تھے صاحب کرامات و حالات نفیسہ حافظ ابن النجار نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن ابی الحسن بن ابی الفرج جبائی شامی طرابلس کے رہنے والے تھے ان کے والد نصرانی تھے یہ عمر سن میں مسلمان ہوئے پھر قرآن مجید یاد کیا بعد اسکے سنہ پانسو چالیس میں بغداد میں طالب علمی کے لیے آئے اور حضرت غوثیت آب رضی اللہ عنہ کی صحبت اُٹھائی اور بر مذہب امام احمد بن حنبل تفقہ حاصل کی اور حدیث قاضی ابی الحسن محمد

سلہ منسوب بوجہ جبا ایک گاؤں سے مضافات طرابلس سے کہ لبنان میں واقع ہے

ابن عمر اشتوی اور شیخ ابی العباس احمد بن ابی غالب بن طلابہ اور شیخ ابی بکر محمد بن الزاغونی اور ابن البنا اور ابی الفضل محمد بن ناصر حافظ وغیرہ سے سُنی پھر اصبہان کا سفر کیا اور وہان شیخ ابی الخیر محمد بن باغبان اور شیخ ابی عبداللہ حسن رستمی اور شیخ ابی الفرج مسعود ثقفی وغیرہم سے حدیث سنی پھر نسخ و اصول حاصل کیا اور بغداد مین دوبارہ واپس آکر حدیث پھر سنی پھر دوبارہ اصبہان گئے اور وہین رہ پڑے ان کو مقبولیت بہت ہوئی اور خاص منزلت اکابرین حاصل ہوئی یہ بڑے صالح متدین، باعتبار کثیر الخیر دائم العبادت سے تھے شیخ ابوالحسن قطیعی کہتے ہیں کہ مین نے یکبار اُن سے پوچھا کہ آپ کا نسب کیا ہے اُنھون نے کہا کہ مین ایک گانون کا رہنے والا ہون جسکو الحابیۃ من خشن ی کہتے ہین اور وہ طرابلس کے مضافات سے ہے کوہ لبنان کے قریب ہیں قوم نصاری سے تھا میرا باپ مجھکو خورد سال چھوڑکر مرگیا اور وہ بھی علمار نصاری سے تھا لڑائیون مین وہان کے سب لوگ گانون سے چلے آئے میرے گانون مین ایک گھر مسلمانون کا تھا جو قرآن پڑھا کرتے تھے جب مین سنتا تھا تو رو دیتا تھا جب مین دارالاسلام مین آیا تو گیارہ برس کی عمر مین مسلمان ہوا در سنہ پانسو چھیالیس مین بغداد آیا پھر مین نے پوچھا کہ آپ کب پیدا ہوئے کہنے لگے کہ تقریبا سنہ پانچسو اکیس مین ان کی وفات اصفہان مین تیسری جمادی الآخرہ روز شنبہ سنہ چھسو پانچ مین ہوئی اور خانقاہ بہاء الدین حسن بن ابی الہیجا مین دفن ہوئے ابن الدبیثی اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ انھون نے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی صحبت اُٹھائی اور بغداد سے آپ کی وفات کے بعد اصبہان مین جاکر رہ پڑے اور ذہبی نے تاریخ الاسلام مین لکھا ہے کہ ان سے موفق اور ضیا اور ابن خلیل اور ابوالحسن قطیعی اور اور لوگون نے روایت حدیث کی اور شیخ شمس الدین اور فخر علی اور ایک جماعت نے اجازت لی ابن رجب اپنے طبقات مین لکھتے ہین کہ ان سے علامہ ابن جوزی نے بھی چند مقامات مین اپنی کتابون مین روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ صالحین سے تھے آپ کو بھی حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی جیسا کہ بہجۃ الاسرار سے معلوم ہوتا ہے رضی اللہ عنہ

---

[1] منسوب بہ ...م باشترا ایک مقام کا نام ہے طبرستان مین ۱۲ منتہی الارب [2] علی بن عبداللہ محدث حنبلی کا نام ہے ۱۲ منتہی الارب

[3] منسوب بہ ... بیع نوشمانی اور ... کی جرائی کی طرف منسوب ہے ۱۲ منتہی الارب [4] منسوب بہ قطیعہ جو ایک محال کا نام ہے بغداد مین جسے منصور خلیفہ وقت نے اپنے امرا کو آباد کرنے کے لیے دیا تھا ۱۲ منتہی الارب

ذکر حضرت شیخ ابو الحسن علی بن ادریس الیعقوبی رضی اللہ عنہ ۱؎

آپ اکابر مشائخ عراق اور اعیان عارفین مشہورین اور ائمہ محققین بارعین سے تھے صاحب
کرامات ظاہرہ و احوال فاخرہ و افعال خارقہ و انفاس صادقہ و مقامات جلیلہ و حالات عجیبہ
مراتب قرب و منازل قدس میں آپ کا مرتبہ بہت اعلیٰ و ارفع تھا اور آپ کا شمار بھی اُن لوگوں
میں تھا جنکو اللہ نے متصرف فی الوجود والعالم کیا تھا بہت سے کرامات اور خرق عادات
آپ سے ظاہر ہوئے اور امور غیبیہ آپنے ارشاد فرمائے تمام لوگوں کے قلوب آپ کی محبت سے
بھرے تھے اور آپ کی ہیبت اُن میں قائم تھی آپ فرماتے تھے کہ کل کائنات ابتدا سے انتہا
تک مجھکو لکھوا دی گئی اور جس کے لیے ایسا نہو وہ شیخ نہیں اور فرماتے تھے کہ مجھے خداوند عالم نے
جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات پر بھی مطلع کیا آپ کے وقت کے مشائخ کا قول تھا کہ آپ
ملائکہ و جن و انس و طیور و وحوش سب کی زبانیں جانتے تھے اور ہر آسمان کے فرشتوں اور
اُن کے مقامات اور تسبیح و زبان کو بھی پہچانتے نیز یہ کہ وہ فرشتے کیونکر خدا کی توحید کرتے ہیں
جسوقت آپ شیخ عزّاز کے پاس جاتے تھے تو وہ اُٹھ کھڑے ہوتے اور چند قدم ساتھ چلتے
اور بہت تواضع و تکریم کرتے اکثر مشائخ کہا کرتے تھے کہ جب شیخ عزّاز کی وفات ہوئی تو عراق
میں مشائخ ستاروں کی طرح روشن تھے اور یہ اُن سب میں منزلہ آفتاب کے تھے شیخ ابو الحسن
قرشی کہتے تھے کہ آپ ساکنین صفیح اعلیٰ سے تھے آپ نے شیخ ابو الحسن علی ابن ہیتی کی صحبت
اُٹھائی اور انہیں سے انتساب رکھتے تھے اور حضرت شیخ الاسلام شیخ محی الدین عبد القادر
رضی اللہ عنہ کی صحبت میں بھی بہت رہے اور خدمت بھی کی اور روایت بھی اور مشاہد جلیلہ میں
اُن کے ساتھ حاضر رہے اور حضرت نے آپ کو دعا بھی دی اور آپکے حق میں فرمایا کہ تمہاری بڑی
شان ہوگی اور ایک زمانہ آئے گا کہ تب لوگوں کو تمہاری طرف توجہ ہوگی اور تم بہت عالی مرتبہ
ہوگے آپ خود کہا کرتے تھے کہ میں دعائے شیخ عبد القادر ہوں آپ نے بہت سے مشائخ عراق
مثل شیخ عبد الرحمن طفسونجی اور شیخ بقا بن بطو اور شیخ ابی سعید قیلوی اور شیخ احمد نقل بانی اور
شیخ مطر بادرانی اور شیخ ابی الکرم عمر وغیرہم سے ملاقات کی آپکے پیر شیخ علی ابن ہیتی آپ کی بہت
تعظیم کرتے اور آپ کی بات پر بہت اعتنا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ابن ادریس جلسا

۱؎ منسوب بیعقوبا [illegible]

حضرت قدس سرہ سے ہے ریاست تصوف آپ کے وقت میں آپ ہی پر منتہی ہوئی اور بہت
اکابر آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے جیسے شیخ خلیفہ بن خلف یعقوبی اور شیخ ابی الشکر ماجد بن
حمیدی روحانی اور شیخ محمد سنوق بن رضوان نہر ملکی اور شیخ ابی عبداللہ محمد بن علی رصافی مشہور
بہ سبتی اور شیخ ابی زکریا یحییٰ بن یوسف بن یحییٰ انصاری صرصری اور شیخ کمال الدین ابی الحسن
علی بن محمد بن وضاح سہرآبادی اور شیخ ابی محمد حسن بن احمد بغدادی معروف بہ منصور اور علاوہ
اُن کے بہت سے صاحبان احوال آپ سے انتساب رکھتے تھے اور ایک جم غفیر علماء و صلحاء آپ کی
شاگردی آپ کے پاس یعقوبا میں بہت سے فقہاء و فقرا جمع ہوتے اور آپ کے ارشادات
اور صحبت سے نفع اُٹھاتے تھے غرضکہ آپنے بہت شہرت پائی اور اطراف سے لوگ آپ کی
زیارت کو آتے تھے اور دروازہ پر اُن کا مجمع رہتا تھا اور ہفتہ ہفتہ بھر اُسی دروازہ پر بیٹھے
رہتے تھے اور زائرین کی گنتی سات ہزار تک ہوتی تھی جب شیخ عمر بزاز کی وفات ہوئی تو اکثر
مشائخ عراق نے آپ کی طرف رجوع کی جیسے شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ ابی طاہر
خلیل بن احمد صرصری اور شیخ ابی البدر بن خلیل معروف بالسمین اور شیخ ابی البدر بن سعید اور شیخ
ابی محمد عبد اللطیف بغدادی معروف بہ مطرز اور شیخ ابی العباس احمد بن الشریف بغدادی اور
شیخ ابی الحسن بغدادی معروف بخفاف اور شیخ ابی عمر عثمان بن سلیمان معروف بقصیر اور شیخ ابی الحسن
علی بن سلیمان معروف بخباز اور شیخ ابی البدر بن یوسف معروف بہ تماسکی وغیرہم آپ بغداد میں جب
حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کو آتے تو مدرسہ باب الازج میں قاضی القضاۃ
ابی صالح نصر کے یہاں اُترتے تھے اور وہیں علماء و مشائخ و عوام بغداد حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے
نقل ایک مرتبہ اُنھوں نے بغداد کے مدرسہ میں ایک حدیث سنی جسمیں حضرت شیخ عبد القادر
رضی اللہ عنہ سے روایت تھی تو اُس مجمع میں وہ لوگ جنہوں نے اُن سے وہ حدیث سُنی
دو ہزار آدمی سے زائد تھے اور اُس حدیث کے قاری شیخ محی الدین ابو عبداللہ محمد بن عیسےٰ
بن محمد معروف بہ جیدی خواہرزادہ قاضی القضاۃ ابی صالح نصر تھے **نقل** خلفائے وقت پر جب کوئی
مصیبت پڑتی تھی تو وہ آپ ہی سے التجا کرتے تھے بااینہمہ آپ بہت مؤدب اور متواضع تھے
کسی کو ممکن نہ تھا کہ آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا یا آپ کو یا سیّدی کہکر پکارتا کیونکہ آپ اسکو
ناپسند فرماتے تھے بالجملہ آپ شریف الاخلاق واکرم الشیم و عاقل و کم سخن دائم المراقبہ شدید الحیا
ظاہر الوضاءۃ عظیم الہیبۃ پابند طریقہ سلف تھے دسترخوان آپ کا بہت وسیع ہوتا تھا سوائے رمضان

شریف کے زمانہ کے اور کوئی زمانہ ایسا نہیں ہوتا تھا کہ وہ بچھا نہ رہتا ہو مجلس مین کبھی سب
سے اونچے نہیں بیٹھتے تھے اور نہ کوئی شخص بلا اجازت آپ کے پیچھے چلتا تھا اور جو پہلے
آپ کو نہیں دیکھ لیتا تھا وہ پہچانتا بھی نہ تھا اہل سواد کا لباس پہنتے تھے آخر عمر مین پیرون مین
درد پیدا ہو گیا تھا اور چلنے سے معذور ہو گئے تھے تب سے مکان ہی پر زیادہ بیٹھے رہتے تھے
سوا ہے اوقات نماز کے نہیں اُٹھتے نہ آپ کی خدمت مین بلا اجازت کوئی جاتا تھا حقائق مین
آپ کا کلام بہت نفیس ہوتا تھا فرماتے تھے کہ کرم یہ ہے کہ دنیا کو اُسکے حاجتمندون کے لیے
چھوڑ دے اور خود اسکی طرف متوجہ ہو جاوے کہ اسی کی حاجت زیادہ ہے اور تصوف سارا
ادب ہے اور ہر وقت ہر مقام کا کچھ ادب ہوتا ہے جس نے آداب اوقات کو لازم کر لیا وہ مردون کے
مقام پر پہونچا اور جو اس سے دور رہا وہ دور رہا چاہے وہ مقرب ہونے کا گمان کرتا ہو اور
مردود ہوا چاہے وہ مقبولیت کا گمان کرتا ہو اور حسن ادب ظاہر عنوان ادب باطن ہے
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب آدمی کے دل مین عاجزی ہوگی تو جوارح
مین بھی ہوگی اور سخی وہ نہیں کہا جائیگا جو اپنے دیے کا ذکر زبان پر لاوے یا اُس کے خیال مین
آوے اور جو شخص اپنے احوال و افعال کو ہر وقت کتاب و سنت کے موافق نہ رکھے و اجتہاد
نہ کرے وہ مردون کے گروہ مین شمار نہیں کیا جائیگا اور جو شخص اپنے آپ کو مداومت اوقات
سے شفقت مین نہ ڈالے اور نفس کے سب حالون مین مخالفت نہ کرے اور نہ نفس کو اُس کے
ناپسند امور کی طرف ہر روز کیجاوے تو وہ شخص مغرور ہے اور جو نفس کے کسی فعل کو اچھا سمجھے تو سمجھو
کہ اُسکے نفس نے اُسکو مار دیا اور ولی وہ ہے جو کرامات سے مؤید ہے مگر خود اُن سے غائب
ہو یعنی اُن کو کوئی چیز نہ سمجھتا ہو اور نہ اُن مین پھنسا ہو اور فرماتے تھے کہ عقل نافع وہ ہے جو اللہ کے
نعمتون کو پہچنوا دے اور اُن کے شکرون پر معین ہو اور خلاف خواہشات کے کرنے مین مستعد
رکھے اور نافع ترین اخلاص یہ ہے جو ریا اور بناوٹ کو دور کر دے اور نافع ترین اعمال وہ ہے
جو اعمال کی آفتون سے بچائے رکھے اور عمدہ اعمال مقبول ہون اور نافع ترین فقر وہ ہے کہ انسان
اُس کا متحمل ہو اور اسپر راضی ہو اور نافع ترین تواضع وہ ہے جو غرور کو دور کرے اور غصہ کو
بجھا دے اور نافع ترین معاملات اصلاح خواطر قلوب ہے اور نافع ترین خوف وہ ہے جو گناہون سے
روک دے اور غم کو دور کر دے اور تفکر کو لازم کر دے اور راستی ادب یہ ہے کہ انسان
اپنی قدر جانے اور جو شخص اپنے عمدہ اعمال کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے نڈر ہو جاوے

وہ ہالک ہے اور انسان کو کوئی مصیبت اس سے بڑھکر نہیں کہ اس کا دل سخت ہو اور جسکو دنیا
زیادہ پسند ہوگی اسکو قناعت نہوگی اور جس نے دنیا کی حرص چھوڑی اُس نے غم سے راحت
پائی اور جس نے اپنی زبان بچائی وہ معذرت سے بچا اور جو دنیا کی مصیبتوں سے بیزار ہوا تو وہ
مصیبت اُس کے دین میں پیش آئے گی نعوذ باللہ منہا اور خلق کو جب کوئی خواہش عارض
ہوتی ہے تو وہ مرید یعنی مبتدی کو بٹھا دیتی ہے اور عاقل کو فریفتہ کر دیتی ہے پس عاقل اُس
بیماری کو پہچانتا ہے اور مرید اسکی دوا تلاش کرتا ہے اور جو اللہ کی طرف متوجہ ہوگیا تو وہ
بچ گیا اور جس نے اپنے نفس کی طرف رجوع کی وہ محجوب ہوگیا اور صحت ورع علامات خوف سے
ہے اور عاقل وہی ہے جو ایقان میں ہو اور جو ایقان میں ہوگا وہ خوف میں ہوگا اور جو خوف
میں ہوگا وہی صبر میں ہوگا اور جو صابر ہوگا وہ متورع ہے اور جو متورع ہو وہی شبہات سے محفوظ ہوگا اور اسمیں
حرص اور رغبت نہوگی اور جسکی عقل نحیف ہوگی اس کا یقین ضعیف ہوگا اور جسکا یقین ضعیف ہوگا اُس سے
خوف مفقود ہوگا اور جس سے خوف مفقود ہوگا وہ غافل ہوگا اور جو غافل ہوگا اُس کا قلب سخت ہوگا
اور جسکا قلب سخت ہوگا اسکو کوئی نصیحت اثر نہ کریگی اور دنیا کی محبت اُسپر غالب ہوگی اور اُسکے اعمال کثیر ہوں گے
بغیر اللہ کے خوف کے اور محروم وہ ہے جو سوال سے محروم ہو اور سوال مفتاح اجابت ہے اور عالم کو
وعظ نہیں کہنا چاہیے مگر اسوقت کہ جب لوگوں کو دیکھے کہ بدعت میں ہلاک ہوئے جاتے ہیں اور
اُسے امید ہو کہ اللہ ببرکت اُسکی نیت صالح کے اُن کو اس ہلاکت سے نجات دیدے گا اور
چار چیزیں ابدال کے اخلاق سے ہیں پوری پوری پرہیزگاری اور درست ارادہ اور قلب کا صاف
ہونا خلق سے اور خاص و عام سے نصیحت کرنا اور چار خصلتیں وہ ہیں جن سے اللہ تعالی انسان کو
بلند کرتا ہے علم و ادب دین و امانت اور بڑی طاقتوری یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر غالب
ہو اور جو اپنے نفس کے ادب سے عاجز ہو وہ غیر کے ادب سے بھی عاجز ہوگا اور جو اپنے بڑے
کی اطاعت کرے گا تو اُس کا چھوٹا بھی اُس کا مطیع ہوگا اور جو اللہ سے ڈریگا اُس سے ہر چیز ڈرےگی
اور فرماتے تھے کہ ورع سے مراد علم کی حد پر ٹھہرنا ہے تو ورع ظاہر یہ ہے کہ بلا اللہ کی اجازت کے
حرکت نہو اور ورع باطن یہ ہے کہ اُسکے دل میں کوئی چیز سوا خدا کے نہو [illegible]
ورع میں [illegible] ورع نہیں اُس میں زہد نہیں اور جسمیں زہد نہیں اسکو حب نہیں اور زاہد کی
تین علامتیں ہیں عمل بلا علاقہ اور قول بلا طمع اور عزت بلا ریاست **نقل** شیخ ابو الحسن علی بن سلیمان
جنانہ اور شیخ کمال الدین علی بن محمد بن وضاح بغدادی کہتے تھے کہ ہم نے آپ کو کہتے سنا کہ

مین سنے اپنے نفس کو خواہش سے دس برس روکا پھر برکو قلب سے دس برس تک محفوظ رکھا تب منازلہ وارد ہوا اُسوقت مین سنے دل کو محفوظ کر لیا فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین[1] نقل شیخ ابو الفضائل صالح بن یعقوب بن حمدون تیمی یعقوبی کہتے تھے کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ میرا لڑکا آسمیل لڑکپن مین لنجہ تھا پانچ برس تک وہ ایسا ہی رہا ایک بار مین اُسکو اپنے کندھے پر لادکر آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور دعاے صحت کی استدعا کی آپنے انکار کی مین اُسکو اسی جگہ چھوڑکر ہٹ گیا آپ کے ہاتھ مین ایک نارنج تھا وہ آپ سنے اُسکی طرف پھینکدیا وہ اُسکے زانو پر جاکر لگا وہ اُٹھکر اُس نارنج کو لیکر خانقاہ مین آیا وہ اور لوگون کے ساتھ نعرہ لا الٰہ الا اللہ بلند کرکے صحیح و تندرست میرے ساتھ چلا آیا نقل شیخ ابو المعالی عبد الرحیم بن مظفر بن مہذب قرشی کہتے تھے کہ مین نے اپنے والد سے سُنا کہ جو آپ کے اصحاب سے تھے کہ ایک بار ایک عامل سنے مجھپر ظلم کیا مین سنے اُسکی شکایت آپ سے کرنا چاہی چنانچہ اسی ارادہ سے آپکے پاس یعقوبا مین تین رات رہا مگر کچھ مارے ہیبت کے نہین کہہ سکا چوتھی رات کو وہین مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ایک باغ مین پڑھی اُسوقت آپ کے اور اصحاب بھی آپ کے ساتھ تھے مین سنے ایک کے ہاتھ مین تیر و کمان دیکھا آپنے اُن سے تیر و کمان مانگی اُنھون سنے دیدی آپنے تیر کمان مین رکھ کر فرمایا کہ پھینکدون مین سنے کہا اختیار ہے آپ سنے کمان ہاتھ سے رکھدی پھر دوبارہ ویسا پوچھا مین سنے وہی کہا آپ نے پھر کمان رکھدی تیسری مرتبہ پھر یہی کیا پھر آپ سنے تیر پھینکا تو وہ ایک درخت پر جو وہان سے چار گز کے فاصلہ پر تھا ہو کھبا فرمایا کہ تیر سنے پھینک دیا اور وہ عامل کے گلے پر جا لگا اور وہ مرگیا بعد اُسکے آپنے تکبیر کہی اور اور لوگون سنے بھی تیر کمان والے نے اُٹھکر اپنا تیر و کمان لے لیا صبح کو خبر آئی کہ وہ عامل اپنے گھر مین بعد مغرب کے بچھونے پر بیٹھا تھا چھت سے ایک تیر آکر گلے مین لگا اور اُس سے وہ ہلاک ہوگیا نقل شیخ ابو الحسن علی بن ازور کہتے تھے کہ مین نے شیخ ابو زکریا یحییٰ بن یوسف مرصری سے سنا کہ یعقوبا مین ایک باغ تھا اُس کا پانی کھاری ہوگیا تھا اسوجہ سے وہ اُسکے درخت سوکھتے تھے اور وہ زمین مین کچھ پیدا ہوتا تھا آپ کے اصحاب سنے آکر آپ سے عرض کیا کہ آپ دعا کرین اُس مین برکت ہو آپ سنے وہان جاکر وضو کیا اور وہ زمین پر کھڑے رہے برکت کی وہ درخت سب پھلے اور جو اُس مین بویا گیا وہ نکلا اور نہایت برکت ہوئی

[1] پس اللہ بہتر نگہبانون کا ہے اور زیادہ رحم کرنے والا رحم کرنے والون کا ۱۲ منہ

آپ کی کنیت ابو محمد تھی اور بعضے کہتے ہیں ابو الحسن اور روحا، ایک گاؤں کا نام ہے یعقوبا کے قریب اور رادریسی نسبت ہے ادریس کی طرف جو آپکے جد تھے آپ کی وفات سلخ ماہ ذی القعدہ سنہ چھ سو انیس میں یعقوبا میں ہوئی اور دوسرے روز اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے آپکو اجازت وخلافت علاوہ اپنے پیر طریقت شیخ علی بن ہیتی کے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے بھی حاصل تھی رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت شیخ ابو عمرو صریفینی رضی اللہ عنہ

انکا اصلی نام عثمان تھا یہ بھی بڑے صاحب تجرید تفرید یگانۂ روزگار وعلماء کاملین سے تھے اور اعاظم خلفاء حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے علامہ امام یافعی اپنی کتاب خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب السید الشیخ عبد القادر وجماعۃ ممن خطلہ من الشیوخ الاکابر کی حکایت ہشتاد وششم میں نقل کرتے ہیں کہ یہ کہتے تھے کہ شروع زمانہ میں میں ایک رات صریفین میں تھا آسمان کی جانب نظر کیے ہوئے لیٹا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ ہوا میں پانچ کبوتر اڑ رہے ہیں ایک کہتا تھا سبحان[۱] من عندہ خزائن کل شئی وما ینزلہ الا بقدر معلوم اور دوسرا کہتا تھا سبحان[۲] من اعطی کل شئی خلقہ ثم ھدی اور تیسرا کہتا تھا سبحان[۳] من بعث الانبیاء حجۃ علی خلقہ وفضل علیھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور چوتھا کہتا تھا کل[۴] ما فی الدنیا باطل الا ما کان للہ ولرسولہ اور پانچواں کہتا تھا یا اھل[۵] الغفلۃ عن مولاکم قوموا الی ربکم رب کریم یعطی الجزیل ویغفر الذنب العظیم جیسے میں نے ان کو دیکھا اور ان کی آواز میں سنیں میں بیخود ہو گیا جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو دنیا ومافیہا کی محبت سے اپنے دل کو بالکل سرد پایا صبح کو میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ اب میں اپنے آپ کو کسی ایسے بزرگ کے سپرد کر دونگا جو مجھکو اللہ کی راہ بتائے اسی حالت میں میں وہان سے چل کھڑا ہوا اور یہ نہیں سمجھتا تھا کہ میں کہان جا رہا ہون اتنے میں سر راہ مجھکو ایک بزرگ

[۱] پاک ہے وہ ذات کہ جسکے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور وہ ان کو نہیں نازل کرتا ہے مگر ایک مقدار معلوم میں ۱۲ منہ [۲] پاک ہے وہ ذات کہ جس نے ہر چیز کو اسکی خلق عطا کی پھر ہدایت فرمائی ۱۲ منہ [۳] پاک ہے وہ ذات کہ جس نے نبیوں کو خلق پر حجت دیکر بھیجا اور ان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت دی ۱۲ منہ [۴] جو کچھ دنیا میں ہے وہ باطل ہے بجز اللہ اور رسول کے ۱۲ منہ [۵] اے اپنے مالک سے غافل لوگو تم اپنے پروردگار کی طرف دوڑو بخشش والا پروردگار ہے بڑا ثواب دیتا ہے اور بڑے گناہ کو بخشتا ہے ۱۲ منہ

باہیبت دو وہ ملے اُنھون نے میرا نام لیکر سلام کیا مین نے اس کا جواب دیا پھر قسم دیکر اُن سے
پوچھا کہ آپ کون ہین اور آپنے میرا نام کیسے جانا کیونکہ مین نے آپکو اس سے پہلے کبھی نہین دیکھا
وہ بولے کہ میرا نام خضر ہے مین اسوقت حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت مین حاضر تھا
آپنے مجھسے فرمایا کہ اے ابوالعباس کل ایک شخص مغربین مین خداوندعالم کا مقبول ہوا ہے
اور اُس سے مرحبا باش عبدی کہکر خطاب ہوا ہے اُس لئے خداوندعالم سے عہد کیا ہے کہ
مین اپنے آپ کو اب ایسے شخص کو سپرد کردونگا کہ جو مجھکو خدا تک پہونچا دے تم جاؤ اور اُسکو
میرے پاس لے آؤ چنانچہ مین تم کو لینے آیا ہون مین یہ سنکر بوجہ شدت مسرت کے بیہوش
ہوگیا جب ہوش مین آیا تو دیکھا کہ بغداد مین موجود ہون نہایت خوش خوش حضرت کے
حضور مین حاضر ہوا آپنے مجھے دیکھکر فرمایا کہ مرحبا اے مجذوب خدا اے ابومحمد تجھکو خداوندعالم
ایک مرید دیگا جسکا نام عبدالغنی بن نقطہ ہوگا اور وہ بہت بلند مرتبہ شخص ہوگا اور بہت سے اولیا
اُسکی مریدی کی وجہ سے باہم فخر کرینگے اسکے بعد آپنے اپنی کلاہ شریفہ میرے سر پر رکھدی
اُس سے ایک کیفیت فرحت کی میرے دماغ مین ایسی پہونچی کہ جس سے عالم ملکوت مجھپر کھل گیا اور
مین نے سنا کہ تمام عالم اور جو کچھ اُسمین ہے وہ سب خداوندعالم کی تسبیح مختلف زبانون مین کرتے
ہین اس امر کے واقع ہونے سے قریب تھا کہ میری عقل جاتی رہے حضرت کے ہاتھ مین جو تسبیح
تھی وہ آپ نے مجھ پر دوہار دی کہ جس سے میری عقل برقرار رہی زایل نہین ہوئی پھر کچھ مہینے
تک مجھے آپنے خلوت مین رہنے کا حکم دیا یہانتک کہ میری تکمیل ہوگئی پھر تیس سال کے بعد عبدالغنی بن
نقطہ میرے پاس آئے اور رہے مین نے اُن کو خرقہ خلافت دیا اور وہ میرے خلفا مین سے
ہوئے غرضکہ آپ اعیان عارفین و اکابر محققین سے تھے بہت عالی مقام کثیر الکرامت حقایق و معارف
خوب بیان کرتے تھے اور اسرار علوم بھی خوب جانتے تھے اور بڑے صاحب تصرف و
تصریف تھے آپ کی وفات سنہ پانسو چھتر ہجری مین بقول صاحب خزینۃ الاصفیا ہوئی شیخ
ابن القاید کی وفات سے ایک سال قبل رضی اللہ عنہ

ذکر حضرت قضیب البان موصلی رضی اللہ عنہ

آپ اعیان اولیائے مشہورین صاحب کرامات ظاہرہ و مقامات فاخرہ و اشارات نورانیہ و انفاس
قدسانیہ و ہمم علیہ و مقامات سنیہ سے تھے کشف و علوم احکام طریقت مین آپ کا علو بہت عالی در

انتہائی حالات میں تصرف بہت نافذ ہوتا تھا مقامات تمکین اور اسرار قرب میں قدم راسخ تھا آپ کا شمار بھی اُن لوگوں میں تھا جنکو اللہ تعالیٰ نے متصرف فی الوجود کیا تھا اور قلوب میں انکی قبولیت تامہ و ہیبت وافرہ دی تھی ایک عالم آپ سے فیضیاب ہوا تمام مشائخ اور اولیاء عہد آپ کا ذکر کرتے اور آپ کی فضیلت پر متفق تھے حضرت غوثیت مآب اور شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ عنہما کی باہم جو خط و کتابت ہوتی تھی وہ آپ ہی کے ذریعہ سے ہوتی تھی حالت استغراق اور وُلہ آپ پر غالب رہتی تھی آپکے واقعات اور اولیاء و مشائخ کے ساتھ بہت مشہور ہیں تصوف میں آپ کا کلام عالی ہوتا تھا فرماتے تھے کہ ہدایات کی تصحیح یہ ہے کہ نفس کی موافقت کی وجہ سے رخصت کا جویا نہو بلکہ سنت کا پابند رہے اور اسی کو اپنے امور کا فیصلہ کنندہ خیال کرے اور مشائخ کے احکام کا بلا کسی اعتراض کے مطیع ہو اور اپنے امر کو حقیر سمجھے اور ہر امر کو بخلوص نیت کرے تاکہ جلد پاک و حالت ہو جاوے اور یہ سمجھے کہ انتہائی امور پر اطلاع اور وصول بغیر ابتدائی امور کے درستی کے ممکن نہیں ہوتی کیونکہ سلوک وہی شخص کر سکتا ہے جو راحت کو چھوڑ دے اور مشائخ کے احکام کا بغیر اعتراض کے مطیع ہو اور تحقیق سے مراد ہے اسرار کا انفاس کے ساتھ مع حضور اور طلب علم کے ملا دینا یعنی نفس جن لطائف اور حقائق اور مواجید میں متوجہ ہوتا ہو اُن میں غور و خوض کرتے رہنا کہ یہ واقعی ہیں یا نہیں اور ایسا ہی شخص وہ ہوتا ہے جسکی سانسیں اگر نکلتی ہیں تو اللہ کے لیے اور پلٹتی ہیں تو اللہ میں تو جب اللہ کے لیے نکلیں گی تو روح میں روشنی آئے گی اور جب اللہ کی طرف راجع ہوں گی تو سر میں روشنی آئے گی اور وہ شخص دو نوروں سے متصف ہوگا ایک روح کے نور سے دوسرے سر کے نور سے پس نور روح سے ظاہر کھلے گا اور نور سر کو باطن اور ایسے ہی لوگ وہ ہیں جنکو اللہ نے زمین میں اوتاد قرار دیا ہے نقل شیخ ابوالقاسم محمد بن عباد بن محمد انصاری حنبلی کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابوالحسن علی قرشی دمشق میں بیان کرتے تھے کہ میں ایک بار موصل میں آپ کے گھر گیا دیکھا کہ بطور خرق عادت آپ کا جسم اس قدر بڑھا کہ اُس سے سارا گھر بھر گیا ہے میں ہیبت سے باہر نکل آیا پھر اندر گیا دیکھا کہ آپ گھر کے ایک کونہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور اسقدر چھوٹے جیسے چڑیا میں پھر باہر چلا آیا اور پھر گیا تو وقت دیکھا کہ آپ اپنے خاص جیسا آدمی ہوتا ہے ویسے ہیں میں نے پوچھا کہ یا حضرت یہ پہلی حالت کیا تھی اور دوسری کیا آپ نے فرمایا کہ تم نے دونوں حالتوں کو دیکھ لیا میں نے کہا ہاں فرمایا کہ اب تمہارا ادھر آنا ضروری ہے پہلی حالت یہ تھی کہ حق کا ظہور مجھ میں جلال کے ساتھ تھا اور دوسری حالت

مین اُسکے پاس جلال کے ساتھ تھا اُسی کے بعد شیخ قرشی کی بینائی اُن کی وفات کے بعد چند
دنون پہلے جاتی رہی نقل شیخ ابو عبد اللہ محمد بن منظور کتانی کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابو عبد اللہ
ماردینی نے قاہرہ مین بیان کیا کہ مین شیخ کمال الدین بن یونس شارح تنبیہ کے پاس مدرسہ موصل
مین تھا لوگون نے کچھ آپ کا ذکر کیا پھر غیبت کرنے لگے اور ابن یونس بھی اُن کے موافق ہو گئے
سب لوگ اسی بحث و تکرار مین تھے کہ آپ خود بہ نفس نفیس آ گئے وہ سب کے سب دیکھکر مبہوت ہو گئے
آپنے فرمایا اے ابن یونس کیا تم کو خدا و مدی اور کا بھی علم ہے اُنھون نے کہا نہین آپنے کہا
اگر تم اُس علم کو جانتے ہوتے کہ جو مین جانتا ہون تو مین تم سے کچھ کہتا بھی ابن یونس چپ ہو گئے
اور کچھ جواب نہین دے سکے کیونکہ وہ اس کا کچھ مطلب ہی نہین سمجھے مین نے اپنے دل مین
کہا کہ اب ضروری ہے کہ مین ایک رات آپ کے ساتھ رہ کر دیکھون کہ آپ کیا کرتے ہین اُسی
وقت سے مین آپ کے ساتھ ہو لیا جب عشا کا وقت آیا تو ایک کپڑا اچھا ڈالا اور اُسکے سات کپے
لیکر دروازہ پر آئے اور اُن کو پھینکدیا اتنے مین ایک بڑھیا نے آ کر کہا اے قضیب البان تم نے
دیر کی ان ٹکڑون کو مجھے دیدو آپنے دے دیے وہ واپس چلی گئی پھر آپ دروازہ موصل پر آئے وہ بند تھا
کھل گیا آپ وہان سے نکلے مین بھی آپکے ساتھ ہو لیا تھوڑی دور گئے تھے کہ ایک نہر پر پہونچے
جسکے پاس ایک درخت تھا آپ کپڑے اُتار کر اُسمین نہائے بعد اُس کے نماز مین مشغول ہو گئے
اور صبح تک پڑھتے رہے مجھپر نیند نے غلبہ کیا مین سو گیا جب دھوپ پھیلی تو اُسکی گرمی سے جاگا کیا
دیکھتا ہون کہ ایک جنگل مین ہون جسکے قرب و جوار مین کوئی آبادی نہین مجھے حیرت ہوئی کہ
یہ کون جگہ ہے کیا کرون کہان جاؤن اتنے مین چند سوار آئے مین نے اُن کے پاس جا کر پوچھا
کہ یہ کون مقام ہے مین موصل کا رہنے والا ہون وہان سے رات کو عشا کے وقت نکلا تھا اُنھون
نے میرا کہنا یقین نہ مانا اور کہا کہ ہمکو نہین معلوم کہ موصل کہان ہے پھر اُن مین سے ایک شخص میرے پاس
آ کر کہنے لگا کہ اپنا حال بیان کرو مین نے بیان کیا اُس نے کہا کہ اب وہی تجھے پہنچا سکتا ہے
جو یہان لایا تو تو بلاد مغرب مین ہے یہان سے موصل کا چھ مہینہ کا راستہ ہے اب تو یہین رہ
شاید وہ شخص جو تجھے لایا تھا پھر آ لے یہ کہکر وہ سب چلے گئے جب رات ہوئی تو دیکھا کہ آپ آئے
اور اُسی طرح کپڑے اُتار کر نہائے اور صبح تک نماز پڑھتے رہے جب فجر ہوئی تو وہ کپڑے
پرانے کپڑے پہنے اور چلے مین بھی ساتھ ہو لیا تھوڑا چلے ہون گے کہ ہم دونون موصل پہونچ گئے

ملک مغرب کنارہ کی طرف ہے وہ ایک ملک ہے جس سے [illegible]

یہان پہونچکر آپ نے میری طرف دیکھا اور میرے کان پکڑ لیے اور کہا کہ اب ایسا نہ کرنا اور نہ کسی سے یہ راز کہنا اور مین جب موصل مین پہونچا تو اُسوقت لوگ صبح کی نماز پڑھتے تھے **نقل** قاضی موصل کہتے تھے کہ مجھے آپ سے سخت بدظنی تھی باوجود آپ کی کثرت کرامات اور مکاشفات سننے کے میرا قصد ہوا کہ مین بادشاہ سے کہون کہ ان کو موصل سے نکالدے مگر اس بات کو سوا میرے اور خدا کے کوئی نہین جانتا تھا ایکدن مین موصل کی بعض گلیون مین جا رہا تھا دیکھا تو سامنے سے آپ چلے آرہے ہین اور وہان اُسوقت سوا میرے اور آپکے کوئی نہ تھا مین نے اپنے دلمین کہا کہ اگر میرے ساتھ کوئی اور ہوتا تو مین اُس سے کہتا کہ ان کو روک لے آپ چند قدم چلے تھے کہ کردی کی صورت پر ہوگئے پھر چند قدم چلے تو فقیہ کی صورت پر ہوگئے پھر مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے قاضی یہ تینون صورتین جو تم نے دیکھین ان مین قضیب البان کی کون صورت ہے جس کے نکالنے کو تم بادشاہ سے کہو گے مین بیقرار ہوکر رونے لگا اور آپکے ہاتھون پر بوسہ دیکر معافی مانگنے لگا **فائدہ** کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت شیخ قضیب البان موصلی روح بعد روحہ کا ظہور مختلف صورتون مین اور پھر اپنی عنصری صورت مین یہ از قسم بروز ہے ملا عماد الدین عثمانی شطاری شرح فصوص الحکم مین لکھتے ہین کہ جب عقلاً یہ امر محقق ہے کہ صورت حسی کا زوال فنائے حقیقت کا سبب نہین ہے بلکہ حقیقت اور صورت مثالی عالم مثال مین ازلاً و ابداً باقی اور قائم ہے تو پھر صورت شخصی حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر بموجب کلام مجید ورفعناہ مکاناً علیاً کے باقی ہے اور حقیقت ادریسی اور صورت مثالی اُن کی بذریعہ اُس قوت اور قدرت کے کہ جو اُن کو حق تعالی نے عطا فرمائی تھی مشیت ربانی اور ارادہ سبحانی کے موافق بروز کے طور پر اس عالم مین ظاہر ہوئی اور مصالح الٰہی کے موافق اُس نے صورت الیاسی کے ساتھ متعلق ہوکر اس عالم مین تصرف کیا اور بروز و تناسخ مین فرق بہت واضح ہے وہ یہ کہ تناسخ کہتے ہین نقل کرنا روح کا ایک بدن سے دوسرے بدن کی طرف خواہ وہ اپنی ہی نوع کا ہو یا غیر نوع کا بدل و خلاق کے موافق اور بروز کہتے ہین شیخ کامل کا بدن مکتسب مین مختلف صورتون اور متعدد ہیکلون سے ظاہر ہونا اور اس کی چار قسمین ہین ایک بروز روح کا قبل تعلق بدن کے ہدایت اور ارشاد کے لیے مثل ظہور روح امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دشت [illegible] مین حضرت سلمان فارسی کے شیر سے چھڑانے کے لیے ظہور وجود کے پہلے اور یون ہی ظہور نور [illegible]

[illegible]

حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نشاءت کاملین ومکملین میں یا وجود کا ظہور مجالی ومظاہر میں دوسری روح کا بروز ناقصین اور طالبین کی تربیت وتکمیل کے لیے جسم عنصری چھوڑنے کے بعد با وجود روح کے مقام ارواح میں باقی رہنے کے اور یہ بروز دلیا ہی ہے جیسے فیضان انوار شمس کا ظہور ہر موجود پر ہے اُسکی استعداد سے اور بروز حضرت خاتم الرسل کا خاتم الاولیا کی صورت میں اور اسی قسم سے یہ بھی ہے کہ خاتم الرسل کی روح سنے موافق استعداد کے خاتم الولایۃ کی روح کی تربیت فرمائی تیسرے کاملون کا بروز اپنی زندگی میں ابدان مکتسبہ میں جیسے حضرت مولانا ئے رومی کا مجالس متعددہ میں ابدان مکتسبہ کے ساتھ ظہور کیونکہ جسم عنصری آپ کا اپنی جگہ پر رہا یا ظہور حضرت قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ کا چوتھے روح کا تصرف اور اُس کا بروز دوسرے کی تربیت کے لیے بغرض جسم عنصری مین تصرف اسکے اس طرح پر کہ روح اس جسم عنصری سے جدا نہو اور یہ بروز دلیا ہے جیسے آفتاب کا ظہور اور اشراق کل موجودات پر کیونکہ آفتاب اپنی جگہ پر شارق ولامع رہتا ہے بالجملہ بروز کاملین اور مکملین کا خاصہ ہے اونکی روحون کا تصرف مجالی او مظاہر میں اور تناسخ بقول حکماے ہند اور حکماے یونان روح کا ظہور ہے متعدد صورتون اور شکلون میں موافق اعمال واخلاق وادصاف رذیلہ کے جیسے چور کا ظہور چوہے کی صورت پر اور اسی طرح انتقال ایک جسم سے دوسرے جسم کی طرف تاکہ کاملین کے کمال پر پہنچکر صورت کوکبی پر متجلی ہو اور اسوقت آنے جانے سے چھٹکارا پا جائے بخلاف بروز کے کہ وہ مخصوص ارباب کمال اور اصحاب حال ہی کے ساتھ ہے فافہم واحفظ فہٰذا التحقیق انیق وتوضیح رشیق وبالحفظ یلیق انتہی **نقل** شیخ ابو المفاخر عدی بن شیخ ابو البرکات صخر موصل مین بیان کرتے تھے کہ میرے والد کہتے تھے کہ آپ میرے حجرہ میں مہینہ بھر رہے اور پورے مہینہ بھر مستغرق رہے نہ کھایا اور نہ پیا نہ لیٹے میرے چچا شیخ عدی آپکے پاس جاتے تھے اور سر کے پاس کھڑے ہوکر فرماتے تھے هنیئا لک[1] یا قضیب البان کیا شہود الٰہی تم کو لے گیا اور وجود بابی نے تمکو دبا دیا اور جو آتا تھا اُس سے کہتے تھے کہ اس ولی کو سلام کرو یہ واقعی ولی ہے **نقل** اور وہی بیان کرتے تھے کہ ایک دن آپ نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز ایک امام کے پیچھے پڑھی ایک رکعت تو ساتھ پڑھی اور دوسری توڑکر ایک گوشہ مین بیٹھ رہے مین نے کہا کہ آپنے نماز پوری کیون نہین پڑھی کہنے لگے ای ابو البرکات

سلہ ہلا بجا او بدرگاہ کہ تجھ کو بیٹھا اور پڑھ اور یاد کرنے کے وقت [illegible] سلہ خوشی ہو تم کو اے قضیب البان۔

مین اپنے دشمن سے تھک گیا تھا رے امام نے نماز جہان شروع کی اور نماز ہی مین شام گیا
پھر بغداد پھر کہ جب عقبہ مین پہونچا تو مین تھک گیا اور مین نے نماز ترک کردی مین نے اس واقعہ
کو امام سے جا کر پوچھا اُس نے ۔۔ بیشک وہ سچ کہتے ہین قسم ایزدی کی میرا دھیان نماز مین یہی تھا
اور دوسری رکعت مین مجھے معلوم ہوتا تھا کہ مین عقبہ پر چڑھ رہا ہون اور شیخ ابو حفص عمر عدلی بیان
کرتے تھے کہ ایک بار ظہر کی اذان اُس زاویہ مین دی گئی جو واسط مین تھا آپ فوراً کود پڑے اور
چل کھڑے ہوئے مین نے کہا کہ ہم کو اپنے ساتھ نہ رکھو گے آپ نے کہا ہان رکھین گے بشرطیکہ
ہمارا حال چھپا سکو مین نے کہا اچھا مین آپ کے ساتھ چلا تھوڑی دور چلکر ایک شہر مین پہونچے جسکو
مین نہین جانتا تھا کہ وہ کون شہر اور کس زمین مین ہے وہان کے لوگون نے آپ کی بڑی
تکریم کی اور وہ سب نہایت باادب اور عقیل اور خاشع تھے آپ نے اُنکے ساتھ ظہر سے لیکر
صبح تک کی نمازین پڑھین جب روز روشن ہوا تو پھر وہان سے چلے نہ کچھ کھایا نہ پیا تھوڑی دور چلے تھے
کہ مجھے طرح طرح کے میوے اور حلوے کھلائے اور پانی پلایا جس سے زیادہ لذیذ میوے اور حلوے
مین نے آج تک کہین نہین کھائے اور نہ ویسا پانی پیا پھر اس شہر سے چلے تو آپ کے پاس کچھ بھی
نہ تھا تھوڑی دور چلے تھے کہ واسط مین آ گئے مین نے کہا کہ یہ شہر کون ہے جسمین ہم گئے تھے
کہنے لگے کہ یہ شہر بحر ہند کے اوپر ہے یہان کے سب لوگ مسلمان ہین اُن کے ساتھ ہر زمانہ
زمانہ کے اولیا مین سے ایک ولی نماز پڑھتا ہے اور سوا ولی کے اور کوئی یہان آنے نہین پاتا
اور اگر تم کو میرے ساتھ آنے کی اجازت نہوتی تو تم بھی نہین آ سکتے تھے نقل شیخ ابو بکر بن ایوب
بن الحسین دنیسری کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابو عبداللہ یونس بیطار دنیسری بیان کرتے تھے کہ ابتدا
مین مین دنیسر مین جانورون کا علاج کیا کرتا تھا ایک روز ایک خچر کے مین نے نعل لگائی
اس نے میرے سر پر ایسی ٹاپ ماری کہ مین بے ہوش ہو گیا لوگ سمجھے کہ مین مر گیا چنانچہ میری
ماں کو یہ خبر پہونچی وہ موصل مین تھین اُنھون نے آپ سے جا کر یہ حال کہا کہ میرے لڑکے کے
مرنے کی خبر آئی ہے آپ نے کہا نہین وہ مرا نہین ہے بلکہ خچر نے اُسکے سر پر ٹاپ ماری ہے جس سے
وہ بیہوش ہو گیا ہے چنانچہ میری ماں نے واپس آ کر آپ کا یہ ارشاد بیان کیا تو واقعی ویسا
ہی تھا جیسا کہ اُنھون نے کہا تھا نقل شیخ ابو حفص عمر بن مسعود البزاز بغداد مین کہتے تھے کہ
ایک بار ان کا ذکر حضرت غوث پاک کے حضور مین ہوا آپ نے فرمایا وہ ولی مقرب صاحب حال ہین

سلہ [illegible] و شیخ ذون وسمین دیکھ [illegible] کا نام ہے [illegible] کے قریب [illegible]

اور اُن کا قدم اللہ کے نزدیک سچا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ان کو نماز پڑھتے نہیں دیکھتے آپ نے فرمایا وہ نماز وہاں پڑھتے ہیں جہاں تم نہیں دیکھ سکتے اور کوئی رات و دن ایسا نہیں ہوتا جس کے فرض وہ ادا نہ کرتے ہوں اور میں اُنھیں جب وہ موصل میں یا اور کہیں نماز پڑھتے ہوتے ہیں دیکھتا ہوں اور وہ خاص کعبہ کے دروازہ پر سجدہ کرتے ہیں آپ موصل میں رہے اور وہیں قریب سنہ پانسو ستر کے انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوے اور بلاد مغرب میں ایک شخص اور تھے جنکو بھی قضیب البان کہتے تھے وہ اُن کے بعد ہوے ہیں نقل شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن خضر حسینی موصلی کہتے تھے کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ میں نے آپ کو بہت مرتبہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی مجلس میں نہایت متواضع اور متصاعر دیکھا اور آپ کو کہتے ہوے پایا کہ شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ اسوقت میں دلیِ مبین اور پیشواے سالکین اور امام صدیقین و حجت عارفین و عمدہ مقربین ہیں ان کو بھی حضرت غوثیت مآب رضی عنہ سے اجازت و خلافت تھی رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین

ذکر حضرت شیخ احمد بن مبارک بغدادی رضی اللہ عنہ

یہ بھی بزرگان دین و صلحاے متقین سے تھے اور بڑے صاحب خوارق و کرامات اور جامع علوم ظاہری و باطنی اور حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے خادم با اختصاص آپ کی بزرگی کی دلیل اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمیشہ آنحضرت کی خدمت میں رہے اور سعادت خدمت سے مشرف ہوتے رہے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ جب وعظ کے واسطے منبر پر تشریف رکھتے تھے تو یہ اپنا مرقع اُس منبر پر بچھا دیتے تھے اور برابر وعظ سنا کرتے تھے تو جو شخص کہ ایک عرصہ دراز تک وعظ سنتا رہا ہو اُسکے معلومات جسقدر وسیع ہوں وہ کم ہیں اور ورع و تقوی و توکل و رضا و تسلیم وغیرہ میں بھی یگانۂ روزگار تھے ان کی وفات سنہ پانسو بہتر ہجری میں ہوئی مگر صاحب سفینۃ الاولیا ان کا سنہ وفات پانسو چھہتر لکھتے ہیں اور علامہ جامی نے اپنی تاریخ مراۃ الجنان میں بھی یہی سنہ لکھتے ہیں اور بحر ذخار میں بھی یہی ہے۔

ذکر حضرت شیخ صدقہ بن حسین بن حسن بن بختیار بغدادی رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو الفرج تھی اور ولادت سنہ چار سو ستانوے ہجری میں ہوئی یہ بڑے فقیہہ و بیباک شاعر

متکلم کاتب مورخ شخص تھے کلام اللہ سب روایات سے پڑھا اور حدیث شیخ ابی السعادات
متوکلی سے اور فقہ شیخ علی بن عقیل سے پڑھی بہتون نے ان سے حدیث پڑھی اور سُنی ان کی
ایک کتاب ہے ضوء الساری الی معرفۃ الباری اور علاوہ اسکے تاریخ دہول مین بھی تصانیف
ہین یہ کتابت سے بسراوقات کرتے تھے کسی سے کچھ مانگتے نہ تھے ابن قطیعی کہتے تھے کہ ان سے
اور ابن جوزی سے سخت مخالفت تھی اور دونون ایک دوسرے کو سخت وسُست کہا کرتے تھے
معلوم نہین یہ کیون تھا ابن جوزی کہتے تھے کہ مین نے ان کے متعلق چند خواب ایسے دیکھے کہ جو
اچھے نہ تھے اور اُن مین ان کو مین نے بالکل برہنہ دیکھا اور انھون نے خود یہ کہا کہ یہ قید ہین
اور بہت دشواریون مین ہین اور ان کی مغفرت نہین ہوئی نعوذ باللہ من ذلک مگر ابن النجار علی
ناخرسے راوی ہین کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے ان کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالی نے
تمھارے ساتھ کیا کیا تو اُنھون نے کہا کہ میری مغفرت بعد تھوڑی شدت کے کردی پھر مین نے
ان سے علم اصول کے بارہ مین پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ اس مین مشغول نہ ہو کیونکہ مجھکو اپنے لیے
کوئی چیز مضر تر اس سے نہین معلوم ہوئی اور مجھکو تو پانچ چھوارے دن نے کہ جو خشک تھے یا تر
اس مین راوی کو شک ہے کہ قسبات کی لغتگی یا قیراۃ کی نبع دے گئے اور دو مین نے چند
بیوہ عورتون کو دیے تھے ابن رجب کہتے تھے کہ یہ خواب صحیح ہے اور چونکہ علم کلام مین زیادہ
مصروف رہتے تھے اس وجہ سے ممکن ہے کہ اُن کو ایسے مصائب پیش آئے ہون کیونکہ متکلمین دلائل فلسفہ
کے شبہات کی وجہ سے اکثر اُن کو شکوک اور حیرت عارض ہوجایا کرتے تھے جنکو انھون نے اپنے
بعض اشعار مین ذکر کیا ہے سفینۃ الاولیا مین ہے کہ یہ مشیر حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ
کی خدمت مین حاضر رہتے تھے اور استفادہ کرتے رہتے ایکبار یہ مجلس شریفہ مین حاضر ہوئے
اُسیوقت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ معمولاً منبر پر تشریف لے گئے مگر کچھ نہین فرمایا اور
نہ قاری سے کسی آیت کے پڑھنے کا حکم دیا کہ دیکھا یک حاضرین پر ایک وجد اور شورش کی حالت
پیدا ہوگئی انھون نے اپنے دل مین کہا کہ حضرت نے تو کچھ فرمایا نہین اور نہ قاری نے کوئی
آیت پڑھی یہ حالت کس بات سے پیدا ہوگئی اتنے مین حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے
ان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اسے شخص میرا ایک مرید بیت المقدس سے یہان تک ایک پیر سے آیا ہے
اور میرے ہاتھ پر توبہ کی یہ سب لوگ آج اسی کی مہمانی مین ہین انھون نے اپنے دل مین کہا کہ جو
شخص بیت المقدس سے ایک قدم مین بغداد آسے اُسکو توبہ کی کیا ضرورت اور شیخ کی کیا حاجت

حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے پھر ان کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اُسکو توبہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ پھر ہوا مین نہ اڑے اور مین اُسکو خدا کی محبت کا راستہ بتادوں

نقل ایک روز ان پر جذب وسکر کی حالت طاری ہوئی اور اُسی حالت مین انکی زبان سے کوئی کلمہ خلاف شرع نکل گیا تمام علما ان کے مخالف ہوگئے اور اِس معاملہ کو خلیفہ بغداد کے حضور مین لے گئے اُس نے ان کو بلا بھیجا اور تمام علما کی اتفاق رائے سے حکم دیا کہ ان کے کوڑے لگانا چاہیئے چنانچہ جب اِس امر کا ارادہ ہوا تو ان کے کپڑے اتروا ئے گئے اُسوقت ان کا خادم وہان موجود تھا وہ اس حالت کو دیکھکر چیخنے اور چلانے لگا اور کئی بار اُس کی زبان سے واشیخاہ کا لفظ نکلا انھون نے اُسیوقت آسمان کی طرف مُنھ کرکے کچھ زبان سے کہا کوڑے لگانے والیکا ہاتھ خشک ہوگیا اس کرامت سے خلیفہ وقت اور تمام حاضرین وامرا دربار پر ایک ایسی ہیبت طاری ہو گئی کہ پھر ان کے کوڑے نہین لگائے گئے یہ وہان سے چھوٹ کر حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے حضور مین حاضر ہوئے آپ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ جسوقت تمھارے خادم نے شور مچانا شروع کیا تو اُسکی آواز میرے کان مین پہونچی اور مین تمھاری مدد پر آمادہ ہوگیا ان کی وفات سنہ پانسو ستتر ہجری مین ہوئی اور مزار شریف بغداد مین ہے

ذکر حضرت شیخ محمد آوانی مشہور بہ ابن القائد رضی اللہ عنہ

ان کا اصلی نام محمد تھا مگر ابن القاید کے نام سے مشہور تھے ان کا شمار بھی کبار مشائخ مین تھا اور بہت بڑے عالم وعارف صاحب کرامات وحالات ومقامات تھے اور حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے اصحاب وخلفاے خاص سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات کبیر مین لکھتے ہین کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ ان کو سرور انحضرت کہا کرتے تھے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ یہ گروہ مفردین سے ہین مفردین وہ لوگ ہین کہ جو قطب کے دایرہ سے خارج ہین حضرت خضر علیہ السلام بھی اُنھین مین سے ہین اور حضرت سرور کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبل بعثت اسی گروہ مین تھے یہ خود کہا کرتے تھے کہ سب چیزون کو ترک کرکے مین خدا کی طرف متوجہ ہوا وہان مین نے اپنے روبرو ایک پیر کا نشان دیکھا تو مجھکو غیرت معلوم ہوئی مین نے پوچھا کہ یہ کس کے پیر کا نشان ہے اور مین جانتا تھا کہ مجھپر کوئی شخص سابقیت نہین رکھتا تب جواب ملا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف کا نشان ہے تب مجھے تسکین ہوئی

ان کی وفات سنہ پانچسو چھتر ہجری مین بقول صاحب خزینۃ الاصفیا ہوئی اوانی بضم الف و فتح واو
وسکون الف دوم و فتح نون مع الف مقصورہ بروزن سکاری ایک گاؤن کا نام ہے اطراف
بغداد مین نیز نواحی موصل مین کذا فی منتہی الارب

ذکر حضرت شیخ ابو السعود بن الشبل البغدادی رضی اللہ عنہ

بہجۃ الاسرار مین ان کی کنیت ابو السعود اور نام احمد بن ابی بکر حریمی عطار لکھا ہے اور یہ بھی کہ
اپنے وقت مین سراج الاولیا تھے انھون نے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی صحبت اُٹھائی
اور آپ سے حدیث بھی سنی اور یہ ایسا مشہور ہے کہ جسکے بیان کی ضرورت نہین اور سفینۃ الاولیا
مین شیخ ابو السعود بن الشبل ہے اور خزینۃ الاصفیا مین شیخ ابو السعود بن شبلی لکھا ہے یہ بہت
بڑے بزرگ مقتداے زمانہ تھے صاحب کرامات عالی و مقامات متعالی فصوص الحکم مین حضرت
شیخ اکبر فرماتے ہین کہ ایک روز انھون نے اپنے مریدین سے کہا کہ پندرہ برس سے خداوند عالم
نے مجھے تصرف کی قوت عالم مین عطا کی ہے مگر مین نے تصرف نہین کیا ابن قاید نے ایک روز
ان سے پوچھا کہ تم تصرف کیون نہین کرتے تو انھون نے جواب دیا کہ مین نے اُسکو خداے تعالی کیلیے
چھوڑ دیا ہے وہ جسطرح چاہے کرے فتوحات مکیہ مین ہے کہ ایک روز یہ دجلہ کے کنارہ ہوکر گذرے
تو ان کے دل مین خطرہ آیا کہ کیا خدا کے بندہ ایسے بھی ہوتے ہین کہ جو پانی مین اُسکی پرستش کرتے
ہون یہ خطرہ پورا نہین ہوا تھا کہ دریا کا پانی پھٹا اور اُس سے ایک شخص نے سر نکالکر کہا کہ اے
ابو السعود ہان خدا کے بندہ ایسے بھی ہین جو پانی مین اُسکی عبادت کرتے ہین چنانچہ مین بھی انھین
سے ہون اور مین تکریت کا رہنے والا ہون جو دجلہ کے کنارہ پر واقع ہے اللہ تعالے نے
مجھکو حکم دیا کہ مین شہر سے نکل کر پانی مین رہون اور وہین عبادت کرون کیونکہ تکریت مین پندرہ
روز کے بعد ایک بہت بڑا حادثہ ہونے والا ہے خداوند عالم نے مجھکو اُس سے محفوظ رکھنے کے
سبب سے یہ حکم دیا یہ کہکر وہ پانی مین واپس چلا گیا پندرہ روز کے بعد ایک ایسا سخت حادثہ وہان
ہوا کہ تمام لوگ وہان سے بھاگ کر جابجا منتشر ہوگئے مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی نفحات الانس
مین لکھتے ہین کہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ کہتے تھے کہ مین ایکبار حضرت امام احمد بن حنبل رح کے
مقبرہ کی طرف گیا ایک بزرگ کے مزار پر جو بعض لوگون کے نزدیک اُن کا مزار تھا مگر میرے نزدیک
وہ مزار ان کا نہ تھا راستہ مین ایک گنبد خراب حالت مین تھا جسکے متعلق مین نے نہین سنا تھا کہ وہان

بھی کوئی مزار ہے جب اُسکے قریب ہوکر نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ کوئی شخص مجھ سے کہتا ہے کہ
کہان جاتے ہو یہان آؤ اور ہماری بھی زیارت کرو مین پلٹا اور اُس گنبد مین آیا تو مجھے بہت
فرحت ہوئی مین نے دیکھا کہ ایک روح کہتی ہے کہ ایسی زندگی کرو جیسے مین نے کی مین نے
پوچھا کہ تم نے کیسے زندگی کی اُسنے کہا کہ جو کچھ حق کی طرف سے تم کو ملے اسکو قبول کرو مین نے کہا
ہان اگر قبول کرنے والی ہوگی تو قبول کرونگا اسنے کہا کہ آج تم کو ایک چیز ملے گی اُسکو قبول
کرلینا مین نے کہا کہ اچھا وہان سے جب مین شہر واپس آیا تو یہ قصہ شیخ نورالدین عبدالرحمن
سے کہا اُنھون نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ اُس گنبد مین کون ہے مین نے کہا مجھے نہین معلوم کہنے لگے
کہ انھین کو ابوالسعود کہتے ہین اور انکا عجیب طریقہ تھا جو بات حق کی طرف سے اُن کو پہونچتی تھی اسکو
وہ رد نہین کرتے تھے اور نہ کسی سے کوئی چیز مانگتے تھے اور لباس بہت تکلف پہنتے تھے اور
کھانا بھی عمدہ کھاتے تھے **نقل** ایک روز ایک شخص انکی خدمت مین حاضر ہوا اُس نے دیکھا
کہ ایک پگڑی نہایت نفیس باندھے ہوئے ہین کہ جو دو سو اشرفی کی قیمت سے کم نہوگی اُسنے
اپنے دل مین کہا کہ یہ کیا فضولیات ہین کہ جو خلاف شرع بھی ہین اور خلاف عرف بھی جس پگڑی
کی قیمت سے سیکڑون فقرا کا کھانا دیا ہو سکتا ہو اُسکو ایک فقیر کو پہننا کیا ضروری ہے آپ اسکے
خطرہ پر مشرف ہوکر کہنے لگے کہ مین نے یہ پگڑی اپنی خواہش سے نہین باندھی ہے تم لے جاکر اسکو
بیچ ڈالو اور فقرا کے واسطے کھانا لے آؤ چنانچہ اُس شخص نے وہ پگڑی لے لی اور بازار مین
جاکر اُسکو بیچا اور عمدہ عمدہ کھانے لیکر واپس آیا جب یہان پہونچا تو دیکھا کہ وہی پگڑی پھر آپ
پہنے ہوئے بیٹھے ہین وہ سخت متعجب ہوا آپ نے کہا کہ تعجب کیون کرتے ہو فلان شخص سے
پوچھو کہ وہ یہ پگڑی کہان سے لایا چنانچہ اُس نے اُس شخص سے پوچھا اُس نے جواب دیا
کہ پارسال مین کشتی مین سوار تھا مخالف ہوا چلنا شروع ہوگئی اُسوقت مین نے یہ منت کی
کہ اگر مین صحیح سلامت اس سفر سے واپس ہوا تو ایک نہایت عمدہ پگڑی حضرت کے واسطے
تحفۃً لے جاؤنگا چنانچہ چھ مہینہ سے مین بغداد مین اُسکی تلاش کررہا تھا مگر نہین ملتی
تھی اسی وجہ سے مین آپ کے سلام کے لئے نہین حاضر ہوا تھا آج یہ پگڑی فلان دوکان
پر رکھی نظر پڑی وہ میری پسند ہوئی چنانچہ وہ خرید کرکے مین نے نذر گزرانی آپ نے
فرمایا کہ تم سمجھے مین نے یہ پگڑی اپنے سر پر اپنی خواہش سے نہین باندھی یہ کوئی دوسرا ہے
جو باندھتا ہے غرضکہ اس قسم کے امور آپ سے بہت منقول ہین وفات آپ کی بقول

صاحب خزینۃ الاصفیا سنہ پانچسو اناسی ہجری میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ موفق الدین مقدسی رضی اللہ عنہ

انکا اصلی نام عبداللہ بن محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی تھا ان کی ولادت سنہ پانچسو اکتالیس
ہجری میں ہوئی یہ علماء متبحرین سے تھے اور اپنے وقت کے شیخ الاسلام اولاً انھوں نے
علوم متعارفہ کی تحصیل کی پھر حدیث کی سماعت کی ان سے بہت لوگوں نے پڑھا اور ایک
کثیر جماعت نے نفع حاصل کیا یہ بڑے غیور اور دُنیا اور دنیا والوں سے متنفر تھے اور بہت
آسانی پسند و نرم دل متواضع اور غربا کے محبین سے جو شخص ان کو دیکھتا تھا وہ گویا صحابہ کو دیکھ
لیتا تھا اور بہت عقیل اور پابند سنت تھے اکثر ساکت رہا کرتے تھے اور قواعد سلف کے مطابق
عبادت کے بہت پابند تھے انکا چہرہ بہت نورانی تھا اور باوقار و باہیبت لوگ انکی صورت
دیکھتے ہی قبل کچھ مکالمت کے بہت خوش اور خشوع ہو جاتے تھے انکی تصانیف بھی ہیں اور شاگرد
بھی اور ان حالات میں انکا نام بہت مشہور ہوا علم حدیث میں انکو بہت دخل تھا علاوہ اس کے
علم نحو بیت بھی خوب جانتے تھے عمر بن حاجب حافظ اپنی معجم میں لکھتے ہیں کہ یہ امام الائمہ اور
مفتی سنت تھے خداوند عالم نے ان کو بڑی فضیلت یعنی قلب سخی اور علم کامل سے مخصوص فرمایا
تھا اور حدیث اور فقہ کے نہایت تخصیص اعلیٰ درجہ کے ماہر تھے ابو شامہ کہتے تھے کہ یہ شیخ الحنابلہ
تھے اور ائمہ مسلمین کے امام اکثر امور میں نے ان سے سنے اور ایک عجیب عادت انکی یہ تھی
کہ اپنے عمامہ میں ایک پوٹلا ریت کی رکھا کرتے تھے اور جب لوگوں کو اجازات وغیرہ
لکھتے تھے تو اس تحریر پر وہ ریت چھڑک دیا کرتے تھے حافظ ضیاء مقدسی انکے بہت معترف تھے بلکہ
انھوں نے مستقل طور پر انکا حال لکھا ہے اور حافظ ذہبی نے بھی بلکہ حافظ ضیاء تو کہتے تھے کہ یہ
علوم قرآن و تفسیر اور حدیث و مشکلات حدیث میں اپنے وقت کے امام تھے اور امام ابن غنیمت
کہتے تھے کہ اس وقت میں میرے نزدیک درجہ اجتہاد سوا انکے اور کسی کو نصیب نہیں ہوا جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افضل ترین انعام الٰہی بندہ کے واسطے یہ ہے کہ
وہ بندہ ذکر اسکو الہام کردے تو معلوم ہوا کہ الہام ذکر کرامات سے افضل ہے اور افضل ذکر
وہ ہے جسکا نفع بندوں کو زیادہ پہونچے اور یہ تعلیم علم و سنت سے زیادہ کون چیز ہوسکتی ہے
اگرچہ اس سے زیادہ بڑی بات وہ ہے جو جبلی اور طبعی ہو مثلاً علم کرم عقل حیا وغیرہ اور یہ جس سے

مناظرہ کرتے تھے تو ہنستے جاتے تھے ایسا کہ بعض لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جو مخالف
کو بھی اپنے تبسم سے موافق کر لے اور ان کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ سبط ابن جوزی
کہا کرتے تھے کہ میں نے ایک بار اپنے دل میں کہا کہ اگر خدا مجھکو وسعت دیتا تو میں ان کے
لیے ایک مدرسہ بنا دیتا اور ایک ہزار درہم روپیہ ان کو دیا کرتا ہمت۔ وزن کے بعد میں جب
ان کی خدمت میں آیا تو سلام کیا انھوں نے مجھے دیکھا اور مسکرا کر کہا کہ جب کوئی شخص کسی بات
کی نیت کرتا ہے تو اس کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے حافظ ابن رجب نے انکے اور کرامات بھی لکھے
ہیں اور تصانیف بھی اور یہ بھی لکھا ہے کہ انکے تصانیف مذہبی اصول میں نہایت عمدہ ہیں اور
اکثر بطریق محدثین احادیث و آثار سے مع اسناد کے لکھے ہیں حضرت امام احمد بن حنبل کے
طریقہ کے موافق نیز اور ائمہ حدیث کے اور متکلمین کی طرح علم کلام کے باریک مسائل میں غور و
خوض کرنے کو یہ پسند نہیں کرتے تھے خواہ وہ انکی تردید کے متعلق کیوں نہ ہو اور یہی طریقہ امام
احمد اور اور متقدمین کا تھا اور یہ اصول وغیرہ میں منقول کی متابعت بہت کرتے تھے عبارتوں
سے جن امور کا اطلاق ہوتا تھا اُسکا اعتبار نہیں کرتے تھے بلکہ کتاب و سنت سے جو بات صحیح
ہوتی تھی اسکا اقرار و عمل کرتے تھے اپنی طرف سے اُسکے متعلق کچھ رائے نہیں بیان کرتے
نہ تاویل وغیرہ کرتے انکے تصانیف سے برہان فی مسئلۃ القرآن اور مسئلۃ العلوم در رد تاویل
ہے اور ایک خط شیخ فخر الدین بن تیمیہ کے نام بدعتیوں کے مخلد فی النار ہونے کے بیان میں
ہے اور ایک کتاب ہے جس میں اہل کلام کی کتابوں کے دیکھنے کے حرمت کا بیان ہے اور
ایک کتاب مختصر العلل فن حدیث میں ہے اور ایک کتاب مغنی ہے فقہ میں اور دو کتابیں فقہ میں
اور دو مختصر اصول فقہ کے بیان میں اور ایک کتاب المتحابین فی اللہ ہے شیخ عز الدین کہتے تھے
کہ میں نے اسلامی کتابوں میں علمی تحقیقات میں محلی اور مجلی ابن عربی سے بڑھکر اور کتاب
المغنی شیخ موفق الدین بن قدامہ سے زیادہ کوئی کتاب نہیں دیکھی کہ ان دونوں میں خوب
تحقیق کی ہے اور انھیں کا قول ہے کہ فتوے دیتے ہوئے میری طبیعت خوش نہیں ہوتی جب
تک میرے پاس مغنی کا نسخہ نہیں ہوا اور ابن رجب کہتے تھے کہ مغنی بہت نافع کتاب ہے
اور اسکی بہت تعریف کرتے تھے اور انکے اشعار بھی انھوں نے بہت سے لکھے ہیں اور یہ بھی کہ
ان سے ایک جماعت کثیر نے فقہ پڑھی اور ایک جماعت نے حفاظ حدیث وغیرہ سے سماعت
حدیث کی چنانچہ حافظ ضیاء مقدسی اور منذری بھی انھیں سے راوی ہیں ان کی وفات سنہ

چھ سو بیس ہجری میں ہوئی اسمٰعیل کاتب سے منقول ہے کہ میں نے عید الفطر کی شب کو خواب دیکھا کہ مصحف عثمانی دمشق کی مسجد سے آسمان کی طرف اوڑا اور اس سے مجھکو سخت غم لاحق ہوا اسی روز ان کی وفات ہوگئی اور کسی اور شخص نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے فرشتے نازل ہو رہے ہیں تو لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا گیا کہ یہ موفق کے لینے کو آئے ہیں کیونکہ وہ بہت پاکیزہ شخص تھے یعنی انکی روح بہت پاکیزہ تھی اور جسم بھی پاکیزہ لہذا پاکیزہ وہ پاکیزہ روح کو پاکیزہ جسم سے منتقل کرنے آئے ہیں اور ایک اور شخص نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے اسی کے بعد اُسکو انکی وفات کی خبر معلوم ہوئی ابن رجب نے اُسکے چند فتوے بھی اپنے طبقات میں لکھے ہیں سفینۃ الاولیا میں ہے کہ یہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور مرید تھے اور خلافت بھی پائی تھی علامہ امام یافعی اپنی تاریخ مرآۃ الجنان میں بھی انکا سنہ وفات چھ سو بیس ہجری لکھتے ہیں اور یہ بھی کہ یہ اپنے وطن سے آکر بغداد میں رہے اور حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سماعت حدیث کی اور امور و اصول مذہبی خوب جانتے تھے تمام تر اوقات انکے علمی مشاغل میں صرف ہوتے تھے اور بہت متورع اور متقی اور زاہد تھے فقط

ذکر حضرت شیخ عبدالغنی بن شیخ عبدالواحد مقدسی رضی اللہ عنہ

انکی کنیت ابو محمد اور لقب تقی الدین تھا انکی ولادت سنہ پانچسو اکتالیس یا سنہ پانچسو تینتالیس یا چوالیس ہجری میں ہوئی یہ بہت بڑے محدث اور حفاظ حدیث سے تھے اولاً یہ دمشق گئے اور وہاں کے حفاظ حدیث سے حدیث کی سماعت کی پھر بغداد آئے اور کچھ حدیث حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے پڑھی پھر اسکندریہ جاکر حافظ سلفی سے سماعت حدیث کی اور وہاں زیادہ قیام کیا ایسا کہا جاتا ہے کہ وہاں کے مرویات انہوں نے ایک ہزار جزو لکھے پھر اصبہان وہمدان و موصل گئے اور وہاں کے محدثین سے حدیث کی سماعت کرتے رہے وہاں سے پلٹ کر پھر دمشق میں آئے اور اس زمانہ میں برابر سلسلہ تصنیف و تحریر و افادہ مسلمین و عبادت الٰہی جاری رکھا حافظ ضیاء الدین انکے متعلق کہتے تھے کہ یہ علم حدیث کے امیر المؤمنین ہیں اور میں نے ایکبار خواب میں دیکھا کہ میں شہر مرو میں ہوں اور وہاں حافظ عبدالغنی بیٹھے ہیں اور امام محمد بن اسمٰعیل بخاری انکے سامنے بیٹھے ہوئے کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں اور حافظ عبدالغنی ان سے کچھ پوچھ رہے ہیں

اسنے مین ایک شخص نے آخر ان سے کہا کہ ایک شخص طلاق دینے کی قسم کھاتا ہے اس شرط سے
کہ آپ کو ایک لاکھ حدیث یاد ہے انھون نے اسکے جواب مین کہا کہ اگر وہ اس سے زیادہ کہتا
تو سچا ہو جاتا ابن النجار کہتے تھے کہ انھون نے بہت حدیث بیان کی علم حدیث مین عمدہ عمدہ تصنیف
کئے اور یہ بڑے عابد اور متورع پابند سنت و قواعد سلف تھے سلفی کسی کو حافظ سوا انکے نہین
کہتے تھے طلب حدیث مین بہت کوشان رہتے تھے اور اسکے سنانے پر حریص تھے جو کوئی مسافر
انکے یہان آتا اسکو حدیث سناتے اور اگر یہ جان جاتے تھے کہ یہ حدیث کی طلب مین ہے
تو اسکی بہت خاطر کرتے اور بہت عزیز اسکو رکھتے تھے اور اسکے ساتھ بہت کچھ احسان کرتے تھے حافظ ابراہیم
مروی کہتے تھے کہ دمشق مین جبکہ حدیث سنائی جاتی وہ سب ان کی برکت سے تھی وہ کہتے تھے کہ وہ حدیث سننے کیلئے سفر
کرتے اور غزوہ مین جاتے اور نوافل پڑھنے پر فضیلت دیتے تھے اور جب حدیث پڑھتے تھے تو خود روتے تھے اور جو سنتے
ہوتے تھے وہ بھی روتے بعض لوگ کہا کرتے تھے کہ ہم لوگون کی مثال مردون کی ایسی ہے
تب حافظ عبد الغنی آتے ہین تو وہ آکر ہم کو قبرون سے نکالتے ہین شیخ موفق الدین کہا کرتے
تھے کہ اللہ تعالے نے حافظ عبد الغنی کے فضائل کی تکمیل اس طرح پر کی کہ بدعتیون کی وجہ سے ان کو
بہت تکلیف پہونچی مگر انھون نے کچھ پروا نہین کی اور اپنا کام برابر کرتے رہے اور ان کی عمر
بھی کچھ ایسی زیادہ نہین ہوئی کہ جس مین ان کی کوشش اشاعت حدیث اور روایت حدیث کی پوری
ہو جاتی وقت کی قدر و منزلت بہت کرتے تھے اور کوئی گھڑی بے فائدہ گذرنے نہین دیتے تھے
اکثر کہا کرتے تھے کہ باوضو رہنا چاہئے اور ہر وقت نماز پر جدید وضو کر لینا چاہئے اور مسواک
زیادہ استعمال کرتے تھے اور کوئی امر منکر ایسا نہین دیکھتے تھے کہ جسکو ہاتھ سے یا زبان سے
تغیر نہ کر دیتے ہون اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہین کرتے تھے ہمیشہ حق بات
جو ہوتی تھی وہی کہتے تھے کئی بار دیکھا گیا کہ شراب کسی برتن مین رکھی ہوئی نظر پڑی اسکو
توڑ ا پھینک دیا اور اسکے مالک نے مارے غصہ کے تلوار کھینچ لی مگر ان کو کچھ اس سے خوف
نہین ہوا اور اسکو ہاتھ سے پکڑ لیا اور یہ بہت قوی اور دلاور تھے قوی جسم تھے عامہ خلق کے
قلوب مین ایک خاص ہیبت تھی ایک بار یہ ملک عادل کے یہان گئے وہ ان کو دیکھتے ہی کھڑا
ہو گیا لوگون سے کہا کہ ہم آپ کی کرامت کے قائل ہو گئے مگر نہین لوگون نے بیان کیا کہ
بادشاہ کہتے تھے کہ مجھکو کسی سے اسقدر خوف نہین معلوم ہوا جیسا کہ ان سے معلوم ہوا تو ہم
لوگون نے کہا کہ اے بادشاہ یہ تو ایک فقیہ شخص ہین ان سے خوف معلوم ہونے کی کیا وجہ

تب وہ کہنے لگے کہ جب یہ آئے تو مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ شیر ہے اور مجھکو کھانا چاہتا ہے تو ہم نے سمجھے کہ یہ
آپ کی کرامت تھی اور اہل سنت مین سے کوئی ایسا نہین تھا جو انکا معرف اور مداح نہو اور انکا
حلیہ یہ تھا کہ رنگ ملیح تھا بہت گورے نہ تھے کشادہ پیشانی اور داڑھی گنجان تھی اور میدہ (قد قوی الجسم
چہرہ بہت نورانی تھا بصارت مین ضعف بوجہ زیادتی مطالعہ کتب و تحریر بھی اور شدید البکا ہونیکے
آگیا تھا انکا مقولہ تھا کہ علما کا امور علمیہ مین مشغول رہنا ہی انکی کرامت ہے انکے کرامات بہت ہین جنمین سے
بعض ابن رجب نے اپنے طبقات مین لکھے ہین اور ضیاء الدین نے بہت لکھے ہین یہ خود کہتے تھے
کہ مین نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آگے آگے آپ چل رہے ہین
اور آپ کے پیچھے مین ہون مگر میرے اور آپ کے درمیان مین ایک شخص اور ہے جسکو مین نہین پہچانتا
تھا ایک اور فقیہہ نابینا تھے کہ جو اُنکے مخالف تھے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
ایک بار اسطرح خواب مین دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حافظ عبد الغنی ہین اور آپ
اُن کا ہاتھ اپنے دست مبارک مین لئے ہوئے ہین اور وہ مقام حضرت عمرو بن العاص کی مسجد ہے
اور دونون صاحب ٹہل رہے ہین اور عرض کر رہے ہین کہ یا رسول اللہ مین نے فلان حدیث آپ سے
روایت کی ہے اور آنحضرت اُسکے جواب مین صحیح کا لفظ فرماتے جاتے ہین یہانتک کہ وہ حدیثین
شمار مین سو ہوگئین جسکو اُنھکر اُس شخص نے اپنے نفس سے توبہ کی پھر ایک اور شخص نے خواب
مین دیکھا کہ یہ کہین بہت عجلت کے ساتھ جا رہے ہین اُسنے پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین تو یہ
بولے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو اُسنے پوچھا کہ آنحضرت کہان تشریف رکھتے
ہین یہ بولے کہ مسجد اقصی مین اور آپ کے ہمراہ صحابہ بھی ہین وہ شخص بھی چلا تو جب یہ وہان
پہونچے اور آنحضرت نے اُنکو دیکھا تو آپ کھڑے ہوگئے اور انکو آنحضرت نے اپنے پہلو مین
بٹھا لیا پھر یہ رو رو کر اپنا حال عرض کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ فلان فلان حدیث
کے متعلق میری تکذیب کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے جواب مین فرماتے جاتے
تھے کہ تم سچ کہتے ہو انکی تصانیف سے ایک کتاب المصباح ہے صحاح حدیث کے بیانمین
چالیس جلدون مین اور ان مین صحیحین کے زاید حدیثین ہین اور کتاب الصفات اور کتاب
محنت الامام احمد اور کتاب العمدہ ہے اُن احکام کے بیان مین جنپر بخاری اور مسلم کا اتفاق
ہے اور کتاب النصیحۃ فی الادعیۃ الصحیحۃ ہے اور کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد اور کتاب الکمال
فی معرفۃ الرجال جس مین صحیحین اور ابی داؤد و ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ کے راویون کا بیان ہے

اور وہ دس جلدون مین ہے اس مین اسناد کا بیان بھی ہے شیخ ضیاء الدین مقدسی نے ان پر جو
تکالیف گذرے ہین وہ بھی اپنے تالیفات مین لکھے ہین چنانچہ انھین واقعات مین سے ایک
یہ ہے کہ یہ خود کہتے تھے کہ مین جب موصل مین کتاب جرح و تعدیل عقیلی کی سماعت کرتا تھا تو
وہان کے لوگون نے مجھکو پکڑکے ایک گھر مین قید کردیا اور چونکہ امام ابی حنیفہ کا ذکر بھی اُسمین
دیکھا تھا اسوجہ سے اُنھون نے مجھے قتل کرڈالنا چاہا تو ایک شخص طویل القامت ہاتھ مین
تلوار لئے ہوئے میرے پاس آیا مین سمجھا کہ یہ شاید میرے قتل کرنے کے لئے آیا ہے مگر وہ
مجھسے کچھ متعرض نہین ہوا پھر ان لوگون نے مجھکو چھوڑ دیا اور ضیاء الدین مقدسی نے کچھ حالات
انکی کرامت کے متعلق بھی لکھے ہین کہ جو ایک طرح کی کرامتین کہنا چاہیے ان کی وفات سنہ چھ سو
مین ہوئی اور ابن حنبلی کو انکے سنہ وفات مین دھوکا ہو گیا ہے اُنھون نے سنہ پانسو چھانوے
لکھے مین نقل ہے کہ ہر جمعہ کی شب مین اسکے مزار پر نورانیت معلوم ہوتی ہے اور ایک شخص
نے خواب مین دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے میدان مین ہین اور اس مین بہت سے لوگ کپڑے
نفیس پہنے ہوئے موجود ہین تو لوگون نے پوچھا کہ یہ کون ہین تو کسی نے اسنے کہا کہ یہ ملائکہ آسمان
ہین کہ جو زمین پر بوجہ حافظ عبد الغنی کے وفات کے نازل ہوئے ہین اور امام احمد بن محمد
بن عبد الغنی کہتے تھے کہ مین نے گذشتہ شب کو عبد الرحیم کو خواب مین دیکھا کہ دو سفید کپڑے
پہنے ہین مین نے اُن سے پوچھا کہ تم کہان ہو تو انھون نے کہا جنت عدن مین پھر مین نے پوچھا
کہ حافظ عبد الغنی افضل ہین یا شیخ ابو عمر تو وہ بولے کہ مین یہ کچھ نہین جانتا اسقدر ضرور جانتا ہون
کہ حافظ عبد الغنی کے واسطے ہر جمعہ کی شب کو عرش کے نیچے ایک کرسی رکھی جاتی ہے وہ وہان
اُسپر حدیث پڑھتے ہین اور اُن پر موتی اور جواہرات نثار کئے جاتے ہین چنانچہ یہ حصہ ان کے
سامان سے مجھکو ملا ہے دیکھا گیا تو ان کی آستین مین کچھ چیزین تھین اسکے علاوہ اور بہت سے
خواب لوگون نے دیکھے ان کے ایام حیات مین اور بعد وفات کے بھی علامہ امام یافعی یمنی نے
مرآۃ الجنان مین بھی یہی انکا سنہ وفات سنہ چھ سو ہجری لکھتے ہین فقط

حال حضرت شیخ ابراہیم بن عبد الواحد مقدسی رضی اللہ عنہ

انکی کنیت بہجۃ الاسرار مین ابو اسحق لکھی ہے یہ حافظ عبد الغنی مقدسی کے بھائی ہین انکی وفات
سنہ پانسو چھتالیس ہجری مین ہوئی یہ بڑے قاری اور فقیہہ اور محدث تھے یہ لکھا کرتے تھے

بھائی عبد الغنی مجھ سے دو سال بڑے ہیں بڑے کامل اور مناظر اور متقی تھے اور خلق اللہ کو بہت نفع رسان اور بڑے پابند سنت حنیف لوگوں کو بیشتر کلام اللہ پڑھاتے اور اپنے پاس سے اُنکے کھانے پینے کا انتظام کرتے اور نہایت متواضع اور نفس کو حقیر جاننے والے شخص تھے اور خدا سے بہت خائف رہتے ایسا کہ انکا سا خائف کوئی اور نہین سنا گیا دعا بہت دیر تک مانگا کرتے تھے اور رکوع وسجدہ طویل کرتے تھے اور ہمیشہ ارادہ یہی رکھتے تھے کہ سنن وآداب نماز سے کوئی امر چھوٹنے نہ پائے کرامات انکے بہت منقول ہین بہت سے لوگ مخالف مذہبون کے انکے پاس پہنچتے تھے اور انکے حالات دیکھکر اپنے مذہب سے پلٹ جاتے تھے باینہمہ قرآن وحدیث کے مشاغل مین کمی نہین ہونے دیتے تھے نہ کبھی کسی امر دنیوی کو اپنے نفس کے لئے اختیار کرتے تھے نہ اُس سے معترض ہوتے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت کرتے تھے اور اُس مین بھی اتباع سنت ملحوظ رکھتے تھے علامہ ابن رجب نے انکا مفصل حال مع انکے اخلاق وعادات کے اپنے طبقات مین لکھا ہے اور ابو المظفر سبط ابن الجوزی نے بھی اپنی تاریخ مین ان کی بہت تعریف کی ہے بلکہ یہان تک لکھا ہے کہ انکی کوئی حرکت اور کوئی قدم اور کوئی کلمہ نفس کے لئے نہین ہوتا بلکہ اللہ کے لئے ہوتا تھا اور یہ میرے یہان اکثر آتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ صلاح الدین یوسف نے ساحل فتح کیا اور اسلام ظاہر کیا اور تم وہ یوسف ہو کہ جنھون نے ملک شام مین سنت زندہ کی اس سے اشارہ انکا انکے جد کے قول کی طرف تھا کہ جنھون نے صفات کو ظاہری معانی مین مستعمل رکھا اور اُسکا ثبوت بھی موافق حدیث کے دیا انکی وفات سنہ سو چودہ ہجری مین ہوئی **لطیفہ** جب انکی وفات کا وقت قریب آیا تو انھون نے یا حی یا قیوم کہنا شروع کیا اور یہی کہتے کہتے انتقال ہوگیا حافظ ضیاء مقدسی کہتے تھے کہ مین نے خلق کا ہجوم انکے جنازہ سے زاید کسی جنازہ پر نہین دیکھا سبط ابن الجوزی کہتے تھے کہ وہی یک روز اسلام مین ایسا تھا کہ ویسا پھر نہین دیکھنے مین آیا اُس روز رات کو جب مین سویا تو بار بار انکے جنازہ کا خیال مجھے آتا تھا اور اُسی حالت خواب مین حضرت سفیان ثوری کے اشعار بھی مجھے یاد آئے وہ اشعار یہ ہین ؎

نظرت الی ربی کفاحا فقال لی	هنیئا رضائی عنک یا ابن سعید
لقد کنت قواما اذا اقبل الدجی	بعبرة مشتاق وقلب عمید
فدونک اختر ای قصر اردته	وزرنی فانی منک غیر بعید

یعنی مین نے اپنے رب کی طرف بہت دیکھا تو اُسنے مجھ سے فرمایا کہ اے ابن سعید خوش ہو کہ
مین تجھ سے راضی ہون کیونکہ تو اندھیری رات مین نماز پڑھنے کے لئے غیرہ پر شوق اور قلب شکستہ
کے ساتھ بہت مستعد ہو جاتا تھا تو جس قصر کو چاہے اختیار کر اور میری ملاقات کر کیونکہ مین تجھ سے
دور نہین ہون اور مین نے اپنے دل مین کہا کہ غالبًا ابراہیم کہ جن کا یہ حال ہے خدا
کے دیدار سے مستفید ہوے جس طرح پر کہ سفیان اپنی قبر مین ہوئے تھے تب مین پھر سو گیا اور
مین نے انھین ابراہیم کو سبز حلہ اور سبز عمامہ باندھے ہوئے دیکھا ایک وسیع مکان مین معلوم
ہوتا تھا کہ وہ گویا باغ ہے اور یہ اسکے بلند درجون پر چڑھ رہے ہین تو مین نے ان سے
پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے مجھے سخت تعلق ہے تو اُنھون نے اپنی عادت کے موافق مسکرا کر
میری طرف دیکھا اور یہ اشعار پڑھے ؎

رأیت الٰہی حین انزلت حفرتی	وفارقت اصحابی واہلی وجیرتی
فقال جزیت الخیر عنی فاننی	رضیت فہا عفوی لدیک ورحمتی
وبت زمانا تامل الفوز والرضا	فوقیت نیرانی ولقیت جنتی

یعنی مین نے اپنے خدا کو دیکھا جبکہ مین قبر مین آیا اور اپنے گھر والون اور پڑوسیون اور دوستون
سے جدا ہوا تو اس نے مجھ سے فرمایا کہ مین تجھ کو بہتر جزا دیتا ہون بوجہ آپنے خوش ہونیکے
اور لے میری رحمت اور جو عفو تیرے لئے ہے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر میری اس مسرت اور اپنے
فائز ہونے پر غور کر کہ تو دوزخ سے بچا اور جنت مین آیا سبط ابن الجوزی کہتے تھے کہ مین جب
بیدار ہوا تو بہت مرعوب تھا اور یہ سب اشعار مین نے لکھ لئے اور ایک شخص نے خواب مین
دیکھا کہ یہ ایک بلند قلعہ پر ہین اسنے ان سے پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین اُنھون نے جواب
مین کہا کہ خداوند عالم کی زیارت کرنے اور ایک شخص نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ
نے تمھارے ساتھ کیا کیا تو انھون نے اُسکے جواب مین یہ آیت پڑھی یالیت قومی یعلمون
بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین یعنی کاش میری قوم جان لیتی کہ کس بات سے
خدا نے مجھے بخشدیا اور بزرگون مین سے مجھ کو قرار دیا شیخ عثمان مقدسی کہتے تھے کہ مین نے
جناب باری کو خواب مین اسطرح دیکھا کہ یہ یعنی شیخ ابراہیم اُسکے دہنے جانب بیٹھے ہین اور
انکا چہرہ مثل بدر کامل کے چمک رہا ہے اور ایسا لباس پہنے ہین کہ مین نے اسطرح کا لباس کبھی
نہین دیکھا شیخ عبدالحمید مقدسی کہتے تھے کہ مین نے انکی قبر سے دو بار نفیس خوشبو سونگھی انھون نے

بھی حدیث بہت پڑھائی اور ایک جماعت حفاظ اور ائمہ نے ان سے حدیث سنی چنانچہ شیخ ضیاء مقدسی اور
منذری بھی انھین لوگون سے تھے امام یافعی نے اپنی تاریخ مراۃ الجنان مین انکا نام عماد مقدسی بھی
لکھا ہے اور سنہ وفات بھی یہی لکھا ہے جو بیان کیا گیا انتہی واللہ اعلم فقط

حال حضرت شیخ محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی رضی اللہ عنہ

انکی ولادت سنہ پانسو اٹھائیس ہجری مین ہوئی کنیت انکی ابو عمر تھی یہ بہت بڑے محدث صالح
زاہد عابد تھے اولاً انھون نے کلام اللہ یاد کیا اور حدیث ایک جماعت حفاظ زمانہ سے سنی اور خود حدیث
پڑھائی اور ان سے بھی ایک جماعت کثیر نے حدیث سنی اور نیز چنانچہ انھین مین سے حافظ ضیاء الدین
مقدسی اور منذری وغیرہ تھے اور یہ بہت زود نویس تھے اکثر ایک دن مین دو دو جزو بڑی تقطیع کے
لکھ ڈالتے تھے حافظ ضیاء کہا کرتے تھے کہ انکے حفظ کی قوت کا یہ حال تھا کہ جو دفعہ ایک بار
سن لیتے تھے وہ انکو یاد ہو جاتی تھی اور اسکو اپنے ساتھ کر لیتے تھے یا جو کسی سے سن لیتے
تھے اسکو ضرور پڑھتے تھے یا جو حدیث سن لیتے تھے اسپر عامل ضرور ہو جاتے تھے وفات
کے وقت بھی قصداً اہل تسبیح پڑھتے تھے جبکہ کسی کی موت کی خبر سن لیتے تھے تو اسکے جنازہ
مین ضرور شریک ہوتے تھے یا اگر کسی مریض کو سن لیتے تو انکی عیادت کو ضرور جاتے یا کہین جہاد
ہوتا ہو تو وہان ضرور پہنچ جاتے ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ کے زیارت قبور ضرور کرتے اور کبھی
بے وضو نہین سوتے تھے اور سوتے وقت اذکار اور سنن کی بہت محافظت رکھتے تھے تہجد کا غسل
نہین ترک کرتے تھے کپڑا موٹا اور خشن پہنتے اور چٹائی پر سوتے ازار نصف ساق تک رکھتے تھے
اور آستین پہونچون تک تمام قلوب مین انکی بہت ہیبت اور وقعت تھی ایک بار انھون نے
نماز استسقا پڑھ کر دعا مانگی حضرت ایک بار دعا مانگی تھی کہ پانی برسنا شروع ہو گیا اور خوب برسا
انکے کرامات بہت ہین جنکے سب کے لکھنے مین بڑی طوالت ہے سبط ابن الجوزی مراۃ الزمان
مین لکھتے ہین کہ میانہ قد اور نورانی چہرہ کے شخص تھے انوار عبادت انکے چہرہ سے نمایان رہتے
کبھی کسی پر خفا نہین ہوتے اور نہ کسی کا دل دکھایا خود کہا کرتے تھے کہ مین زاہد ہون دنیا اور
دنیا والون سے زہد کرتا ہون اور بڑے مستجاب الدعوات تھے کبھی ایسا نہین ہوا کہ کسی کو بخار
کے سبب تعویذ لکھ کر دیتے اور اسکا بخار دفع نہو جاتا غرضکہ یہ صاحب فضائل عجیبہ و آثار غریبہ
تھے ابو المظفر کہتے تھے کہ یہ سلف صالح کے متبع تھے اور خوش عقیدہ تھے ہمیشہ کتاب و سنت و آثار مرویہ

صحابہ رضی اللہ عنہم سے تمسک کیا کرتے تھے اور ائمہ دین و علماء مسلمین پر کبھی طعن نہین کرتے تھے لوگون کو
ہمیشہ مبتدعین کی صحبت سے منع کیا کرتے تھے اور صالحین کی صحبت مین رہنے کی ترغیب دیا کرتے
تھے انکی وفات کا واقعہ اس ترتیب سے ہے اٹھارہ ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ سنہ چھ سو سات ہجری کو
صبح کے وقت انھون نے اپنے گھر والون کو بلایا اور خود قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے اور ان
لوگون سے خدا سے خائف رہنے و تقوی اختیار کرنے اور سنت پر عامل رہنے کی وصیت کر کے
سب سے آخر مین یہ آیت پڑھی ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم
مسلمون اسکے بعد انتقال کر گئے **نقل** ہے جب لوگ انکا جنازہ لیکر دفن کرنے کو لیچلے تو اس
روز سخت دھوپ تھی یکایک ابر آگیا اور اس نے سب لوگون پر سایہ کر لیا اور وہی سایہ قبر تک
رہا سب لوگ بلا کسی تکلیف کے وہان تک پہونچ گئے دنیوی چیزون مین یعنی روپیہ اشرفی
کچھ نہین چھوڑا انکے جنازہ کے ساتھ تقریبا بیس ہزار آدمی تھے کسی نے انکی قبر پر سورہ کہف
پڑھی تو سنا گیا کہ انکی قبر سے لا الہ الا اللہ کی آواز آتی ہے علاوہ اور بھی لوگون نے
انکے متعلق بہت سے خواب دیکھے بعضے صالحین نے حضرت امام شافعی کو خواب مین دیکھا کہ وہ
کہین جا رہے ہین پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین انھون نے کہا کہ حضرت امام احمد بن حنبل کی
زیارت کو یہ شخص بھی انکے ساتھ ہو لیا اس غرض سے کہ دیکھون یہ کیا کرتے ہین چلتے چلتے وہ
ایک گھر مین پہونچ گئے [illegible] لوگون سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے انھون نے بتایا کہ یہ شیخ ابو عمر کا
گھر ہے یعنی شیخ [illegible] علامہ ذہبی نے [illegible] انکا سنہ وفات [illegible]

حال حضرت شیخ جمال الدین یونس قصار ہاشمی رضی اللہ عنہ

انکا لقب جمال الدین اور نام یونس تھا حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی حاتمی اپنے
رسالہ خرقہ مین انکا نسب عباسی ہونا لکھتے ہین اس طرح سے کہ یونس بن یحیی بن ابی الحسن بن ابی البرکات
بن احمد بن عبد اللہ بن [illegible] اسمعیل بن محمد بن عیسی بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن
عباس عم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے حضرت شیخ نے اپنے ایک دوسرے رسالہ مین کہ
جس مین اپنے مشائخ حدیث اور اساتذہ کے اسمائے گرامی بفرمایش سلطان ملک مظفر [illegible]
غازی بن ملک عادل مرحوم حضرت ابی بکر بن ایوب تحریر فرماتے ہین اور ان دونون صاحبون کو
اپنی طرف سے اجازت بھی تحریر کی ہے اور اس رسالہ کا سنہ و تاریخ تصنیف غرہ ماہ جمادی الاول سنہ ۶۲۳

لکھا ہے اور مقام تحریر دمشق لکھا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے شیوخ میں سے ایک شیخ یونس بن یحییٰ بن ابی الحسن عباسی ہاشمی نزیل مکہ معظمہ تھے اور اُن سے میں نے بہت کتابیں حدیث اور رقاق کی سنیں اُنکے استاد ابی الوقت شیخ عبدالاول سجزی تھے اور اُنکے استاد داودی اور اُنکے حموی اور اُنکے علامہ فربری اور اُنکے حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد بن سمعیل بخاری صاحب صحیح بخاری شریف رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کبار علماء و سادات محدثین سے تھے صاحب مقامات عالیہ و کرامات متعالیہ زہد و عبادت و ریاضت و قناعت میں یکتا زمانہ ہوئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں خاص طور پر متوجہ رہتے اکثر حصہ عمر کا حرم شریف میں آپنے صرف کیا اور سوا علمی مشاغل کے اور کوئی شغلہ نہیں رکھا علوم طریقت میں آپ کو حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتساب تھا اور اجازت و خلافت بھی تھی جیسا کہ علامہ ابی الظفر سید ظہیر الدین قادری اپنی کتاب فتح المبین میں لکھتے ہیں کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کے صحاب میں سے شیخ یونس قصار ہاشمی شیخ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی تھے اور انکے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات تھے آپ کے عارف باکمال ہونے کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے بزرگ نے خرقہ شریفہ غوثیہ آپ ہی سے پہنا چنانچہ سابقاً خرقہ کے بیان میں وہ واقعہ مفصل تحریر کیا جا چکا ہے۔ فقیر کاتب الحروف کو اس نہج سے بھی سلسلہ شریفہ قادریہ کی اجازت اپنے حضرات مشائخ کرام قدست اسرارہم سے حاصل ہے اور وہ اس طور سے ہے کہ فقیر حقیر کو اجازت و خلافت اپنے حضرت والد ماجد قدوۃ العلماء و زبدۃ الفضلاء مولانا شاہ علی اکبر قلندر و حضرتین جدین مجدین اسوۃ الکملا و عمدۃ العرفا مولائی استادی شاہ تقی علی قلندر و شیخی و سیدی شاہ حیدر علی قلندر قدس اللہ اسرارہم سے بواسطہ و بلاواسطہ ملی اور اُن دونوں حضرات کو اپنے والد ماجد حضرت قدوۃ الاصاغر والاکابر الجامع بین علمی الباطن والظاہر مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے اور اُنکو حضرت قدوۃ العارفین خواجہ حسن مودودی چشتی لکھنوی سے اور اُن کو حضرت سید العارفین خواجہ علی اکبر مودودی چشتی نیفس آبادی سے اور اُنکو بطریق اویسیہ حضرت شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی بن محمد بن عربی حاتمی طائی اندلسی سے اور اُن کو حضرت امام العارفین شیخ جمال الدین یونس بن یحییٰ بن ابی حسن عباس قصار سے تا آخر سلسلہ مذکورہ بالا آپ کی سنہ و تاریخ ولادت و وفات و مدفن کا پتہ باوجود بہت تلاش کے کسی کتاب میں نہیں ملا فقط

حال حضرت شیخ ابو البقاء عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ عکبری[1] بصری رضی اللہ عنہ

انکی ولادت سنہ پانچسو اڑتیس ہجری میں ہوئی کنیت انکی ابو البقا تھی یہ بہت بڑے فقیہ مفسر لغوی نحوی تھے فرائض بھی خوب جانتے تھے انھون نے ابی زرعہ مقدسی سے حدیث کی سماعت کی اور ابن ہبیرہ وزیر سے بھی اور انھین سے کلام اللہ پڑھا اور علم نحو ابن خشاب سے پڑھی اور مختلف فنون مین کامل ہوے اور بہت سے تصانیف کئے اطراف وجوانب سے برابر طلبہ انکے پاس آتے تھے اور ایک نوع سے ابن جوزی کے بھی استاد تھے تو علوم مین برابر فتوے دیتے تھے دبیثی کہتے تھے کہ یہ بہت اچھے بزرگ تھے ابن النجار کا قول ہے کہ مین نے انکے مصنفات ان سے بہت پڑھے ہین اور طویل مدت تک انکی صحبت مین رہا انھون نے مجھسے خود بیان کیا کہ رات کو میری بی بی ادب وغیرہ کی کتابین مجھسے پڑھتی ہین اور یہ بھی بیان کیا کہ لڑکپن مین انکے چیچک نکلی تھی جب ہی سے انکی بصارت مین نقصان آگیا تھا اور یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ایک بار میرے پاس ایک جماعت شافعیہ آئی اور ان لوگون نے آکر یہ کہا کہ اگر تم ہمارے مذہب مین آجاؤ تو مدرسہ نظامیہ مین علم نحو ولغت کی مدرسی ہم تم کو دیدین مین نے اسی وقت انکے سامنے قسم کھا کر کہا کہ اگر تم مجھے اسقدر سونا دو کہ میرا پورا جسم اُس مین چھپ جائے تب بھی مین اپنا مذہب نہین چھوڑونگا یہ شاعر بھی تھے اور اچھا شعر کہتے تھے علوم عربیہ اور علم حدیث ان سے بہت لوگون نے حاصل کیا چنانچہ دبیثی اور ابن النجار اور ضیاء مقدسی اور ابن صیرفی انھین سے روایت حدیث کرتے ہین اور مجاز شخصون کی بھی ایک جماعت تھی کہ جن مین سے کمال بزاز تھے ابن رجب نے ان سے بہت سے فوائد اپنے طبقات مین نقل کئے ہین انکا واقعہ ارادت داستر شاد صاحب بہجۃ الاسرار نے یہ لکھا ہے کہ یہ خود بیان کرتے تھے کہ ایک روز مین حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی مجلس کیطرف ہوکر گذرا اور اس سے قبل مین کبھی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا تھا نہ آپکا وعظ سنا تھا مین نے اپنے دل مین کہا کہ چلو اس مجلس مین بھی ہو لین اور اس عجمی کا کلام بھی سن لین چنانچہ مدرسہ مین داخل ہوا تو آپ کو وعظ کہتے پایا آپ نے فورًا وعظ موقوف کردیا اور مجھسے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے قلب و آنکھ دونون کے اندھے تو اس عجمی کا کلام سنکر کیا کریگا مجھسے یہ سنتے ہی کسیقدر

[1] عکبری بضم عین مہملہ وسکون کاف وفتح باء موحدہ بدہ سکے۔ یہ نسبت ہے عکبرا کیطرف جو ایک شہر ہے دجلہ پر بغداد سے دس

نصیب نہ ہو سکا ایسا کہ میں منبر پر چڑھ گیا اور ننگے سر ہو کر عاجزانہ میں نے عرض کیا کہ مجھکو خرقہ پہنا دیجئے
آپ نے پہنا دیا اور فرمایا کہ اے شخص اگر خداوند تعالیٰ مجھے تیرے انجام سے نہ مطلع کر دیتا تو تو ہلاک
ہوگیا تھا انتہا۔ امام یافعی اپنی تاریخ مرآۃ الجنان میں وقائع سنہ چھ سو سولہ ہجری میں لکھتے ہیں کہ
اسی سنہ میں انکی وفات ہوئی اور یہ بہت بڑے نحوی تھے انکے زمانہ میں کوئی انکا مثل نہیں
تھا انکے تصانیف بہت مفید اور عمدہ ہیں انھیں میں سے شرح کتاب الایضاح مصنفہ
شیخ ابی علی فارسی ہے اور شرح دیوان متنبی ہے اور اعراب القرآن الکریم ہے دو
جلدوں میں اور کتاب اعراب الحدیث ہے اور کتاب شرح اللمع مصنفہ ابن جنی ہے اور کتاب
اللباب ہے علل النحو کے بیان میں اور کتاب اعراب شعر الحماسہ ہے اور کتاب شرح مفصل مصنفہ
جار اللہ زمخشری ہے اور یہ بہت مفصل شرح ہے اور شرح خطب نباتیہ کی ہے۔ اور
مقامات حریری کی اسکے علاوہ علم نحو و حساب میں بھی تصانیف ہیں ایک بڑی جماعت انکی
شاگرد تھی اور اپنی حیات میں بہت مشہور ہوئے اور بہت لوگ ان سے فیضیاب ہوئے انکی وفات
آٹھویں ماہ ربیع الآخر شب یکشنبہ سنہ چھ سو سولہ ہجری میں بغداد میں ہوئی اور باب حرب میں
دفن ہوئے۔

حال حضرت شیخ حسن بن مسلم بن حسن جوزی رضی اللہ عنہ

انکی ولادت سنہ پانچسو چار ہجری میں ہوئی یہ بڑے محدث اور فقیہ و زاہد وقت سے تھے حضرت
غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے کثیر العبادت اور سلف طریقہ کے
موافق اور بڑے صاحب کرامت تھے چنانچہ ابن دبیثی نے لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ انھوں نے
حدیث سنی اور ہمیشہ نہایت عمدہ طریقہ پر رہے انھیں سے اچھی حدیث روایت کرنے میں انکا
منقول ہے کہ جنت کی خبریں مقفل ہو گئیں اور انکی کنجیاں خدا کے ہاتھ میں ہیں اور ابو شامہ
لکھتے ہیں کہ یہ گروہ ابدال سے تھے سلف کے طریقہ کے پابند اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بڑے عابد
اور بہت متقی تھے اور ابن القادسی لکھتے ہیں کہ یہ چالیس برس تک دن کو روزہ رکھتے رہے
اور رات بھر جاگتے رہے اس زمانہ میں کسی سے بات نہیں کرتے تھے عبادت میں سرگرم
رہتے تھے اور اکثر رویا کرتے تھے اور رقیق القلب و باقراست شخص تھے انکی وفات سنہ پانچسو
چورانوے ہجری میں ہوئی امام یافعی اپنی تاریخ مرآۃ الجنان میں وقائع سنہ پانچسو چورانوے ہجری

میں لکھتے ہیں کہ اسی سنہ میں شیخ ابو علی حسن بن مسلم نے وفات پائی اور یہ عراق میں مشار الیہ سمجھے
جاتے تھے اور لوگوں کا بیان ہے کہ یہ گروہ ابدال سے تھے خلیفہ ناصر الدین اللہ انکی ملاقات کو
کئی بار گیا انھوں نے فقہ ابی البدر کرخی سے پڑھی اور مراقب بہت رہتے تھے اور تارک الدنیا
مشہور تھے نوّے سال کی انکی عمر ہوئی۔

حال حضرت شیخ ابو العباس بن عریف[1] صنہاجی[2] اندلسی مُرّی رضی اللہ عنہ

انکا اصلی نام احمد بن محمد ہے اور ابو العباس کنیت ہے یہ اکابر علماء میں سے تھے [illegible]
خوب جانتے تھے اور سب علوم میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے تھے [illegible]
کا مجمع انکی خدمت میں بہت رہتا تھا جب انکی مرجعیت بہت زیادہ ہوئی تو بادشاہ وقت کو [illegible]
سے خوف پیدا ہوا اس نے انکو طلب کیا یہ وہاں جا رہے تھے کہ راستہ ہی میں وفات
پا گئے بعضوں کا قول ہے کہ بادشاہ کے پاس پہنچنے کے قبل ہی انکا انتقال ہوا اور بعضے
کہتے ہیں کہ وہاں پہنچنے کے بعد ہوا شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فتوحات میں اپنے شیخ ابو عبد اللہ
غزال سے ناقل ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ ایک روز میں انکے پاس سے چلا اور چلتے چلتے ایک جنگل
میں پہونچا وہاں سیر کرنے لگا تو جس درخت یا گھاس کے پاس سے گذرتا تھا وہ مجھ سے کہتا تھا
کہ تم مجھ سے فلاں بیماری کو نفع ہوتا ہے اور فلاں بیماری دفع ہوتی ہے مجھکو یہ حال دیکھ کر حیرت
ہوتی تھی میں پھر انکی خدمت میں واپس آیا اور سارا حال بیان کیا انھوں نے اس کے
جواب میں کہا کہ میں نے اس لئے تمہاری تربیت نہیں کی تھی کہ تم نباتات وغیرہ کی زبانوں کے
کہنے کے مطابق اگر بیان کرو میں نے اسیوقت توبہ کی تب انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی
آزمائش کرتا ہے اور امتحان لیتا ہے ورنہ میں ہرگز تمکو خدا کی راہ نہ بتاتا اب تمہاری توبہ کی
سچائی کی علامت یہ ہے کہ تم پھر وہیں واپس جاؤ اور اب وہاں کے گھاس و درخت تم
سے کوئی بات نہ کریں چنانچہ میں پھر وہیں گیا اور پھر کسی نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی میں
نے شکرانہ کا سجدہ کیا اور وہاں سے واپس پھر آپ ہی کی خدمت میں آیا اور سب حال بیان کیا
تب آپ نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمکو اپنے واسطے کہا دنیا کی کسی چیز کے لئے

---

[1] عریف بالفتح اسکے معنی پہچاننے والے کے ہیں اور بکسر و تشدید را بہت پہچاننے والا [illegible]
[2] صنہاجی بکسر منسوب ہے صنہاجہ ایک قوم کا نام ہے [illegible]

نہین رکھا پھر اُسی کتاب مین شیخ ابو عبداللہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین ایک روز
انھین کے پاس بیٹھا ہوا تھا حاضرین مین سے ایک شخص نے کچھ صدقہ دینا چاہا تو اُس
جماعت مین سے کہ جو صدقہ دینا چاہتے تھے ایک شخص نے کہا کہ عزیز قریب جو ہون وہ اسکے
واسطے زیادہ اولے ہین فوراً آپ نے اُس کلام کے ختم ہوتے ہی ای واللہ فرمایا اس ارشاد سے
ایک ایسی خنکی معلوم ہوئی کہ جو بیان مین نہین آسکتی تھی اور یہ معلوم ہوا کہ اسوقت جو کان
مین آواز پڑی وہ حق ہی کی آواز تھی بلکہ یہ خیال پیدا ہوا کہ کلام اللہ مین بھی ایسا ہی ہے
اور یہ مجھکو تنہا کیفیت نہین معلوم ہوئی بلکہ جتنے حاضرین تھے سب اُسی کیفیت سے کیف تھے
اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نعمات الٰہیہ سوا اہل اللہ کے اور کوئی کہا نہین سکتا اور یہ
انھین کے لئے بنے ہین اور انھین کو انکا کہانا زیبا ہے اور اور لوگون کو جو مل جاتی ہین وہ
بھی انھین کے واسطہ سے ملجاتی ہین اور یہی لوگ نعمات کے اہل ہین تاریخ ابن خلکان مین ہے
کہ انکی تصانیف سے کتاب المحاسن وغیرہ ہے ان سے اور قاضی عیاض بن موسی یحصبی سے مکاتبت
بہت عمدہ ہوتی تھی انکو علم تجوید و قرأت اور اسکے متعلقہ روایتون کے جمع کرنے مین بہت شغف
رہتا تھا انکی ولادت دوسری ماہ جمادی الاولی روز یکشنبہ سنہ چار سو اکاسی ہجری کو بعد طلوع فجر
کے ہوئی اور وفات سنہ پانسو چھتیس مین مراکش مین ہوئی شب جمعہ مین اول وقت اور ۱۴ ماہ
صفر یوم جمعہ کو دفن ہوئے اور والی مراکش کا نام علی بن یوسف ابن تاشفین تھا مریی منسوب
ہے مریہ بفتح میم و کسر را و تشدید یا اسکے بعد ہا، ہوز ایک بہت بڑا شہر ہے اندلس مین اور یہی سنہ
وفات انکا علامہ امام یافعی نے بھی اپنی تاریخ مرأة الجنان مین لکھا ہے اور یہ بھی کہ بادشاہ
وقت کو مریدین و معتقدین کی کثرت دیکھکر اس امر کا خوف ہوا کہ کہین یہ بادشاہ سے برسر مقابلہ
نہون انکو مراکش بلایا اور وہان یہ جا رہے تھے کہ راستہ ہی مین انکی وفات ہوگئی۔

حال حضرت شیخ اسحق بن احمد بن محمد بن غانم علثی رضی اللہ عنہ

انکی کنیت ابو الفضل تھی بڑے محدث و فقیہ عالم زاہد امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنیوالے
شخص تھے حق بات کہنے سے کبھی کسی سے نہین ڈرتے تھے ایکبار خلیفہ وقت ناصر لدین اللہ سے
بھی ایک معاملہ مین سخت گفتگو کر گئے بلکہ اسکے روبرو جا کر جو مرحق تھا وہ کہہ آئے عراق مین یہ
شیخ وقت مانے جاتے تھے فقہا وغیرہ پر اکثر اعتراضات کیا کرتے تھے خصوصاً اُن امور مین کہ

جن مین وہ رخصت تجویز کرتے تھے منذری کہتے ہین کہ لوگون کا یہ مقولہ تھا کہ اب اس زمانہ مین کوئی شخص ان سے زیادہ معترض اور منکر نہین ہے چنانچہ اسیوجہ سے یہ ایک مدت تک قید رہے علامہ ابن جوزی پر بھی معترض ہوتے تھے ایک بار انھون نے اُنکو ایک خط بھیجا جسمین اُن کے کلام پر کہ جس سے اُن کا میلان اہل تاویل کی طرف معلوم ہوتا تھا معترض ہوئے اور یہ لکھا کہ فلان ابن فلان کی جانب سے یہ خط فلان کی طرف ہے اللہ تعالیٰ مجھکو اور اُس کو دونون کو نصیحتون کے قبول کرنے کی غرور سے بچاوے اور سلف صالح کی پیروی کی توفیق دے اور سنت سنیہ کا بصیر کرے اور لفاظ نبویہ کے ذریعہ سے ہدایت پانے سے محروم نہ رکھے اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نئی بات پیدا کرنے سے محفوظ رکھے وغیرہ وغیرہ اسی طرح کے بہت سے امور لکھکر اُن کے اقوال وافعال کی تردید کی اور فہمائش بھی بہت کی چنانچہ اس خط کو علامہ ابن رجب حنبلی نے اپنے طبقات مین لکھا ہے اُن کی تصانیف سے ایک مجموعہ حدیثیہ ہے ان سے یک دائرہ نے حدیث پڑھی اور سُنی ابن دبیثی کہتے ہین کہ اُنھون نے بھی اُن سے حدیث سُنی ہے کی وفات غالباً حلب مین سنہ چھ سو چونتیس ہجری مین ہوئی ہے

	برنا قہ کہ در دست نسیم سحر افتاد		از رہگذر خاک سر کوے شما بود	

وصل در بیان فضل اصحاب و مریدان و محبان حضرت غوث مآب رضی اللہ عنہ

شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن احمد بغدادی معروف با بن الحمامی کہتے تھے کہ مین نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ میرا خاتمہ کتاب اللہ اور آپ کے طریقہ پر ہو آپ نے فرمایا بے شک تمہارا خاتمہ کتاب و سنت پر ہوگا جبکہ تو پیرو رہے شیخ شیخ عبد القادر کا مین نے تین مرتبہ یہی عرض کیا آپ نے ہر بار یہی جواب دیا نقل ہے صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہین کہ مجھ سے شیخ ابو محمد سالم بن علی بن عبد اللہ دمیاطی صوفی نے بیان کیا اور اُن سے شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن احمد بغدادی معروف با بن الحمامی نے بغداد مین اور شیخ ابو الحسن علی خباز اور شیخ ابو عمر عثمان صیرفی بھی وہان موجود تھے اور سنتے تھے کہ ابن الحمامی کہتے تھے کہ مین نے سنہ پانسو اڑتیس مین دمشق مین خواب مین دیکھا کہ ایک نہر پانی خون ورم ہوگیا اور اسکی مچھلیان سانپ اور بچھو اور وہ طغیانی پر ہے مین اس سے بھاگتا جاتا ہون کہ کہین مین اس پانی مین ڈوب نہ جاؤن بھاگتا ہوا گھر پہونچا مدرسے ایک شخص نے مجھے

ایک پنکھا دیا اور کہا کہ اسکو مضبوط پکڑ لو میں نے کہا کہ یہ مجھ سے نہیں اُٹھا سکے گا اُس نے کہا کہ
تیرا ایمان تجھ کو اُٹھائے گا میں نے اُس پنکھے کو ہاتھ میں مضبوط پکڑ لیا پھر اپنے آپ کو ایک
بزرگ کے پاس پایا جو میرے گھر میں تخت پر بیٹھے تھے وہ خوف اور ڈر میرا جاتا رہا میں نے اُنسے
مخاطب ہوکر کہا کہ آپ کو اُس خدا کی قسم جس نے آپ کو مجھپر مہربان کیا کہ آپ کا کیا نام ہے، حضرت
نے فرمایا کہ میرا نام محمد ہے میں ہیبت سے کانپ گیا اور عرض کرنے لگا کہ میرے لیے دعا
فرمایئے کہ حق تعالی میرا خاتمہ اپنی کتاب اور آپ کے طریقہ پر کرے آپ نے اسکے جواب میں
تین مرتبہ فرمایا کہ تیری عاقبت بخیر ہے جبکہ تیرے شیخ عبد القادر ہیں میں نے بیدار ہوکر اپنے
والد سے یہ خواب بیان کیا اور حضرت کی زیارت کے ارادہ سے چلا یہ وہ دن تھا کہ جسروز
آپ رباط میں وعظ فرما رہے تھے وہاں جب پہونچا تو بہت ہجوم کی وجہ سے سب کے پیچھے مجھے
جگہ ملی آپ نے قطع کلام فرماکر ارشاد کیا کہ تم دونوں میرے پاس آؤ میں اور میرے والد لوگوں کے
سروں اور گردنوں کو ناگتے آپ کے قریب جا پہونچے آپ نے اور قریب بیٹھنے کو فرمایا میرے
والد آپ کے سامنے گئے میں بھی اُن کے ساتھ تھا آپ نے میرے والد سے فرمایا اے احمق
بغیر دلیل کے میرے پاس نہیں آیا پھر اپنا کُرتہ اتار کر میرے والد کو پہنایا اور کلاہ اُتار کر میرے
سر پر رکھی میں اور وہ دونوں وہیں بیٹھ گئے بعد اسکے والد نے دیکھا تو جو کُرتہ آپ نے پہنایا
تھا وہ اُلٹا تھا چاہا کہ اسکو سیدھا کرلیں ایک شخص نے کہا کہ بھلا یہ کون وقت کرتہ سیدھا کرنیکا
ہے جب ہجوم کم ہووے تب سیدھا کرلینا جب حضرت کرسی سے اُترے اور مجمع کم ہوا تو میرے
والد نے کرتہ سیدھا کرنا چاہا دیکھا تو وہ خود بخود سیدھا ہوگیا تھا یہ دیکھکر میرے والد بیہوش ہوگئے
اور حاضرین بھی اس حال سے متاثر ہوئے آپ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ اور
آپ اُسوقت قبۃ الاولیاء میں تشریف رکھتے تھے اُسے قبۃ الاولیاء اس لیے کہتے تھے کہ وہاں
اکثر اولیاء اللہ اور رجال الغیب آپکی زیارت کو حاضر ہوا کرتے تھے غرضکہ ہم دونوں جب وہاں
حاضر ہوئے تو آپنے میرے والد سے فرمایا کہ جسکے رہنما محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور پیر شیخ
عبد القادر ہوں اُس سے کرامت کیسے نہ صادر ہو یہ تیری کرامت تھی جو لوگوں نے دیکھی بعد اُسکے
دوات و قلم منگوا کر خرقہ شریفہ کی سند ہمارے واسطے تحریر فرمادی **نقل** شیخ ابو عبد اللہ محمد بن
شیخ ابی العباس خضر بن عبد اللہ حسینی موصلی کہتے تھے کہ مجھ سے میرے والد بیان کرتے
تھے اور اُن سے شیخ ابو النجیب عبد القاهر بن عبد اللہ سہروردی نے بغداد میں ۵۵۱ھ میں

نیز شیخ ابو علی اسحق بن علی بن عبد الصمد بن عبد الدائم ہمدانی صوفی نے اور اُن سے شیخ ابو محمد عبد اللطیف ابن شیخ ابو النجیب نے اور اُن سے اُن کے والد نے بیان کیا کہ ہر رات کو شیخ حماد کے حجرہ سے آواز شہد کی مکھی کی ایسی سنی جاتی تھی ایک روز اُن کے مریدین نے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے جو اُسوقت تک اُن کے ہم صحبت تھے کہا کہ اسکی وجہ شیخ حماد سے پوچھیئے آپنے پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ میرے بارہ ہزار مرید ہین مین ہر شب کو اُن کو یاد کرتا ہون ، اور ہر ایک کے واسطے دعا کرتا ہون اور اگر کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی ہے تو ایک مہینہ کے اندر یا وہ توبہ کر لیتا ہے یا مر جاتا ہے کیونکہ مین ڈرتا ہون کہ کہین ایسا نہو کہ ایک مُدت اُسکی گناہون مین گذرے اور اُسپر عذاب ہو تب حضرت نے فرمایا کہ اگر مجھکو بھی خدا کی جناب مین قربت و منزلت حاصل ہوئے تو مین اپنے مریدون کے لیے قیامت تک عہد کرونگا کہ اُن مین سے کسی کی روح بغیر توبہ کے قبض نہو اور مین اُن کا ضامن ہونگا شیخ حماد نے فرمایا کہ عنقریب تمھارا یہ مرتبہ ہوگا اور تمھارا ظل کرامت اُن کے سرون پر ہوگا

نقل ایک جماعت مشائخ روایت کرتے ہین کہ حضرت اپنے مریدون کے قیامت تک ضامن ہوئے ہین کہ کوئی اُن مین سے بغیر توبہ کے نہ مریگا اور بارگاہ الٰہی سے آپکو بشارت ملی کہ آپکے مرید بواسطہ و بلاواسطہ قیامت تک بہشت مین جائینگے اور آپ فرماتے تھے کہ مین اپنی سات پشتون کے مریدون تک کے کل امور کا ضامن ہون اور اگر میرے مرید کے حال مین نقصان ہو اور وہ مشرق مین ہو اور مین مغرب مین تو اُس کا نقصان مٹادون، اور مین خداوند عالم کی طرف سے اس بات پر مامور ہون کہ اپنے مریدون کے حال و رتبہ کا محافظ رہون لہٰذا خوشخبری ہو اُسے جس نے مجھے دیکھا یا اُسکو دیکھا جس نے مجھے دیکھا اور افسوس اُسپہ جسنے مجھے نہین دیکھا کشف الاستار ترجمہ بہجۃ الاسرار مین ہے کہ سات سے مراد صرف کثرت ہے

نقل زبدۃ الآثار مین ہے کہ حضرت سے کسی نے عرض کیا کہ اگر کوئی آپ کا نام لیتا ہو اور اُسکو نوبت آپ سے بیعت کرنے یا خرقہ پہننے کی نہ آئی ہو تو وہ آپکے مریدون مین شمار ہوگا یا نہین فرمایا کہ جو میری طرف نسبت کرے اور میرا نام لے اور اعتقاد رکھے خداوند تعالیٰ اُسکو قبول کرے گا اور اُسے توفیق توبہ دیگا اگرچہ وہ بُری راہ پر ہو اور وہ میرے اصحاب سے ہوگا اور حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میرے دوست اور ہم مذہب کو بہشت مین رکھے گا ایک بار آپ سے کسی نے پوچھا کہ جس نے آپ کی طرف نسبت کی مگر ...

فضیلت ہے فرمایا کہ جو بیضہ ہم سے ہو وہ ہزاروں کی قیمت رکھتا ہے تو بھلا چوزے کی کیا قیمت
پوچھتے ہو کہ اسکی تو قیمت ہی نہیں اور فرمایا کہ اگر میرا مرید ننگا ہو جائے یا اُس کا عیب مغرب
مین کھل جائے اور مین مشرق مین ہون تو اسکی عیب پوشی کرونگا اور فرماتے تھے کہ مجھے
ایک کاغذ اسقدر دراز دیا گیا کہ جہانتک نگاہ پہونچتی تھی اُس مین میرے یارون اور مریدون کے
نام جو قیامت تک ہونگے لکھے تھے اور ارشاد ہوا کہ یہ سب تیرے سبب سے بخشے گئے
اور مین نے مالک خازن دوزخ سے پوچھا کہ تمھارے پاس میرا کوئی مرید ہے اُس نے کہا
نہیں اور فرماتے تھے کہ قسم خدا کی میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین پر اور اگرچہ
میرا مرید جید نہیں ہے مگر مین جید ہون اور پروردگار کی عزت وجلال کی قسم کہ مین اپنے پروردگار
کے سامنے سے نہین ہٹونگا جبتک کہ اپنے آپ کو اور اُن کو بہشت مین نلیجاؤنگا نقل آپکے
خادم کو ایک رات مین ستر بار نہانے کی ضرورت ہوئی اور ہر بار وہ مختلف عورتون کو خواب
مین دیکھتا تھا بعضون کو پہچانتا تھا اور بعضون کو نہین صبح کو اُس نے حاضر ہو کر یہ حال عرض کرنا
چاہا آپ نے پہلے ہی جو کیفیت گذری تھی بیان کردی اور فرمایا کہ اسکو مکروہ نہ جانو کیونکہ مین نے
لوح محفوظ مین تمھارے نام پر لکھا دیکھا تھا کہ ستر مرتبہ تم سے زنا واقع ہوگی فلان فلان عورت
سے سب کے نام لیے اور حالات بیان کیے تو مین نے خدا سے عرض کیا کہ اس فعل کو تم سے
بیداری کی حالت سے خواب کی حالت پر پھیر دے نقل شیخ ابو محمد داؤد بن علی بن احمد بغدادی
کہتے تھے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ شیخ معروف کرخی کے پاس لوگ حاضر ہو کر اپنے حاجات
عرض کرتے ہین اور وہ جناب باری سے عرض کرتے ہین ایک بار شیخ معروف نے مجھے
دیکھکر فرمایا کہ اے داؤد تم بھی اپنا قصہ بیان کرو کہ اسکو بھی مین جناب باری مین عرض کردون
مین نے کہا کہ کیا میرے شیخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی معزول ہوگئے اُنھون نے کہا خدا کی
قسم وہ معزول ہوئے ہین نہ ہونگے جب مین بیدار ہوا تو صبح کو مدرسہ مین آیا اور دروازہ
پر ٹھیر رہا کہ آپ سے بیان کرون کہ آپ نے خود ہی اندر سے مجھے طلب فرما کر قبل اسکے
کہ مین کچھ عرض کرون فرمایا کہ مین معزول نہین ہوا ہون تم اپنا حال بیان کرو تو مین جناب باری
سے عرض کردون اور خدائے عز وجل کی قسم کہ مین نے کبھی کوئی حال اپنے دوستون یا اغیار کا
نہین عرض کیا کہ اسکے بابت مجھکو خود دینے کا حکم نہین ملا اور وہ پورا نہین کردیا گیا نقل
[illegible] شیخ ابوبکر عبدالرزاق حضرت کے صاحبزادہ فرماتے تھے کہ میرے

والد نے میری دوسری والدہ یعنی حضرت یحییٰ کی والدہ سے فرمایا کہ چاول پکاؤ اُنھون نے چاول
پکا کر ایک کاسہ مین بھر کر رکھدیے آدھی رات کو دیوار شق ہوئی اور وہان سے ایک شخص نکلا اُس نے
سب کھا کر چلا جانا چاہا تب آپنے مجھ سے فرمایا کہ اس سے مِلو اور کوئی دعا پوچھو مین جا کر دیوار کے
باہر اُس سے ملا اُس نے کہا کہ مین تمھارے باپ کی دعا و خرقہ کی برکت سے اس حال کو پہنچا ہون
صبح کو مین نے یہ حال شیخ علی بن ہیتی سے بیان کیا اُنھون نے کہا کہ ہان میرے علم مین کوئی خرقہ
متبرک کسی مرید کے لیے اور حال عنایت کرنے والا تمھارے والد کے خرقہ سے زیادہ نہین ہے
اور اللہ تعالی نے ستر آدمیون کو جنھون نے ان سے خرقہ پہنا بہت بڑی برکت اور کیفیت عنایت
کی اور وہ وہ لوگ تھے کہ جن کے سرون پر اُنھون نے اپنا ہاتھ رکھا اور مین کسی دن کو بابرکت اُس
دن سے زیادہ نہین سمجھتا کہ جس روز مین تمھارے والد کی زیارت کرتا ہون **نقل** شیخ علی بن ہیتی کہتے تھے
کہ مین نے کسی بزرگ کے مریدون کو زیادہ نیکبخت آپکے مریدون سے نہین دیکھا اور مین نے شیخ ابو سعید
قیلوی سے سُنا کہ وہ کہتے تھے کہ شیخ عبد القادر نے عالم وحالی کی طرف جب عروج کیا تب خدا سے چاہا
کہ جو اُن کا دامن پکڑے وہ نجات پائے اور ابقا بن بطو کہتے تھے کہ تمام اصحاب شیخ محی الدین کو مین نے
نیکبخت پایا **نقل** شیخ عدی بن مسافر کہتے تھے کہ جو مجھ سے خرقہ پہننے کی خواہش کرے تو پہنادون سوا اصحاب
شیخ محی الدین عبد القادر کے کہ وہ تو دریاے رحمت مین ڈوبے ہوے ہین اُن کا میرے پاس
خرقہ پہنے آنا ویسا ہے جیسے کوئی دریا کو چھوڑ کر تالاب یا گڑھے کے پاس آئے **نقل** ایک جماعت
مشائخ کا بیان ہے کہ ہم بغداد مین شیخ ابی محمد علی بن ادریس یعقوبی کی خدمت مین حاضر تھے کہ
وہان شیخ ابو حفص عمر معروف بہ تریدہ آئے اُن سے شیخ علی نے کہا کہ ان لوگون سے اپنے خواب کا
حال کہو اُنھون نے کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور تمام انبیا علیہم السلام اپنی امتون
کو اپنے اپنے ٹھکانے پر لے آئے تو بعضے نبیون کے دو مرد اور بعضون کے ایک پیرو تھے پھر
حضرت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی امت مثل سیل کے
تھی اُن مین بزرگان دین بھی تھے اور ہر بزرگ کے ساتھ مختلف اصحاب تھے پھر
اُن مشائخ مین سے ایک بزرگ آئے جن کے ساتھ بہت سے لوگ تھے لوگون نے
کہا کہ یہ شیخ عبد القادر اور اُن کے اصحاب ہین مین نے آگے بڑھکر عرض کیا کہ حضرت
مین نے آپ سے زیادہ بابرکت اور عمدہ تابعین والا بزرگ نہین دیکھا آپ نے فرمایا
کہ ان ہر طور مین ایک گذرا ہوا ہے اور یہ جگہ ایک جماعت ہے جس سے کوئی

سبقت نہین کر سکتا اور ہر شکر مین ایک بادشاہ ہے جسکی کوئی مخالفت نہین کر سکتا اور ہر منصب مین ایک خلیفہ ہے جو کبھی معزول نہین ہوتا **نقل** صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہین کہ مجھسے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ بن عبد اللہ بن قیمان بن علی ارزنی رومی حنفی بیان کرتے تھے کہ اُن سے شیخ خلیل بن شیخ ابو العباس احمد بن علی صرصری نے سنہ چھ سو انتیس مین بیان کیا کہ ان کے والد کہتے تھے کہ مین نے حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کو فرماتے سُنا کہ جو مسلمان میرے مدرسہ کے دروازہ پر ہو کر نکلے تو قیامت کے دن اُس سے عذاب کی تخفیف ہوگی **نقل** بغداد مین ایک جوان نے آکر عرض کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا رات کو مین نے اُسے خواب مین دیکھا کہ اُسپر قبر مین عذاب ہوتا ہے اُس نے مجھسے کہا کہ تو شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کی خدمت مین حاضر ہو اور میرے لیے دعا کے واسطے عرض کر آپنے فرمایا کہ تیرا باپ میرے مدرسہ سے کبھی گذرا ہے کہ نہین اُس نے عرض کیا کہ ہان آپ ساکت ہو گئے وہ جوان چلا گیا اور دوسرے روز آکر عرض کیا کہ آج کی رات مین نے اپنے باپ کو بہت خوش اور سبز خلعت پہنے دیکھا اور اُس نے کہا کہ ببرکت حضرت شیخ عبد القادر مجھسے عذاب اُٹھا لیا گیا اور یہ خلعت مجھے ملا تجھے چاہیے کہ تو حضرت ہی کی خدمت مین حاضر رہا کر حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھسے وعدہ فرمایا ہے کہ جو مسلمان میرے مدرسہ کی طرف سے گذرے گا اُس سے عذاب کی تخفیف کی جائے گی **نقل** پھر اُنھین راوی کا بیان ہے کہ ایک دن مین حاضر تھا لوگون نے بیان کیا کہ ایک شخص باب ازج کے قبرستان مین دفن ہوا تھا چند روز سے اُسکے رونے کی آواز سنی جاتی ہو آپنے فرمایا کہ کیا اُس نے میرا خرقہ پہنا تھا حاضرین نے عرض کیا کہ معلوم نہین فرمایا کہ کیا میری مجلس مین حاضر ہوا تھا عرض کیا معلوم نہین پھر فرمایا کہ کیا اُس نے میرے یہان کھانا کھایا تھا عرض کیا کہ معلوم نہین پھر فرمایا کہ میرے پیچھے نماز پڑھی تھی کہ نہین عرض کیا معلوم نہین فرمایا کہ تقصیر کرنے والا خاسر ہوتا ہے تھوڑی دیر سر جھکا کر کمال ہیبت اور وقار سے فرمایا کہ فرشتون نے مجھے خبر دی کہ اُس نے تم کو دیکھا تھا اور تمھارا معتقد تھا اس لیے حق تعالیٰ نے اُسے بخشدیا پھر اُس تاریخ سے کہ لوگ اُس کی قبر پر گئے مگر کوئی رونے یا چلانے کی آواز نہ سنی **نقل** شیخ ابو حفص عمر بن شیخ ابو المجد مبارک بن احمد بن علیسی نفیسی بیان کرتے تھے کہ مجھسے شیخ ابو عبد الرحیم عسکر نفیسی نے بیان کیا اور اُن سے شیخ ابو محمد عبد الجبار حضرت کے صاحبزادے فرماتے تھے کہ جب میری والدہ اندھیرے

گھر میں جاتی تھیں تو ایک شمع غیب سے اُن کے سامنے روشن ہوجاتی تھی اور وہ مکان منور ہوجاتا تھا ایک روز اسی حالت میں میرے والد اُن کے یہاں تشریف لے گئے اور اُن کی نظر مبارک اُس شمع پر پڑی وہ گل ہوگئی اُنھوں نے میری والدہ سے فرمایا کہ شمع جو تم دیکھتی تھیں شیطانی تھی اور شیطان ہی تمھاری خدمت کرتا تھا اب میں نے اُس کو تم سے ہٹا کر نور رحمانی سے مبدل کردیا اور اسیطرح جو مجھ سے نسبت درست رکھتا ہے اور میری عنایت اُسپر ہوتی ہے تو میں اُسپر توجہ کرتا ہوں پھر اُس تاریخ سے یہ ہوا کہ جہاں وہ جسوقت اندھیرے میں جاتیں تو مہتاب کی سی روشنی وہاں ہوجاتی تھی **نقل** شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن ابی بکر الجری ثم البغدادی کہتے تھے کہ مجھ سے شیخ ابوالحسن علی جناز نے بیان کیا اور اُن سے شیخ ابوالقاسم عمر بزاز نے بغداد میں کہ میں نے حضرت سے کئی بار سنا کہ آپ نے فرمایا کہ حسین بن منصور حلاج کا پیر پھسلا اُسوقت کوئی نہ تھا جو اُن کا ہاتھ پکڑتا اگر میں اُس وقت ہوتا تو اُن کا ہاتھ پکڑ لیتا اور میرے جس کسی یار یا مرید کا پیر قیامت تک پھسلے گا میں اُسکو سنبھالوں گا صاحب تحفۃ المبین کا قول ہے کہ حضرت کا یہ ارشاد کہ اگر میں منصور کے وقت میں ہوتا تو اُن کی دستگیری کرتا اسکے معنی یہ ہیں کہ حضرت منصور مرتبہ اطلاق میں پابند ہوگئے اور کسی طرح اُس مرتبہ سے ترقی نہ کرسکے اگر میں ہوتا تو ترقی کرا دیتا یعنی مرتبہ صحو میں جو مرتبہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے پہونچا دیتا **نقل** شیخ ابوالمعالی عبدالرحیم بن مظفر بن مہذب قرشی کہتے تھے کہ مجھے حافظ ابوعبداللہ محمد بن محمود بن النجار بغدادی نے بغداد میں پڑھکر سُنایا اور کہا کہ یہ واقعہ عبداللہ جبائی نے میرے لیے لکھا تھا اور میں نے اُن کی تحریر سے نقل کرلیا تھا عبداللہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے ہمدان میں ایک شخص دمشقی سے ملاقات ہوئی جسکو لوگ ظریف کہتے تھے وہ بیان کرتا تھا کہ خوارزم بابت پور کے راستہ میں مجھ سے اور بشر قرظی سے ملاقات ہوئی اُسکے ساتھ چودہ اونٹ تھے جن پر شکر لدی ہوئی تھی اُس نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز میں ایک ہولناک جنگل میں اُترا جہاں کہاں خوف سے کوئی بھی نہیں ٹھہرتا تھا شروع رات میں جب اونٹ لادے اور کوچ کرنے کا ارادہ ہوا تو چار اونٹ مع شکر کے گم ہوگئے ہرچند ڈھونڈا تھا نہ ملے مجبوراً دونوں کو ٹھہرا کر اُن کی تلاش میں چلا اور قافلہ سے علیحدہ ہوکر اُس ہولناک جنگل میں تنہا رہ گیا جب صبح ہوگئی تو حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کا ارشاد یاد آیا کہ آپ کا ارشاد ہے کہ جو مصیبت کے وقت مجھے یاد کرے گا وہ اُس سے نجات پائے گا لہذا میں نے کہا کہ حضرت

میرے اونٹ گم ہو گئے ہیں مدد فرمایئے پھر مطلع کی طرف نظر گئی دیکھا کہ ایک سفید پوش پشتہ پر کھڑے
اشارہ سے مجھے بلاتے ہیں میں اُن کی طرف دوڑا جب پشتہ پر پہونچا تو کسی کو نہیں پایا لیکن پشتہ
کے نیچے چاروں اونٹ بندھے موجود تھے خدا کا شکر بجالا کر اُن کو قافلہ میں لے آیا شیخ ابو المعالی
کہتے تھے کہ میں نے اس حکایت کو شیخ علی خباز سے سُنا اور وہ کہتے تھے کہ میں نے شیخ
ابو القاسم عمر بزاز کو فرماتے سنا کہ میں نے حضرت کی زبان سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے
کہ جو کسی مصیبت کے وقت مجھ سے فریاد کرے تو میں اُسکو قبول کروں گا اور اُسکی محنت
اُٹھاؤں گا اور جو حالت شدت میں میرا نام پڑھے گا بلا سے نجات پائے گا اور جو مجھے میرا نام
لے کر کسی سختی کی حالت میں پکاریگا وہ سختی اُس کی دور ہو جائیگی اور جو کسی حاجت میں مجھے
اللہ کے یہاں اپنا وسیلہ کرے گا وہ حاجت اُسکی روا ہوگی اور جو دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت
میں بعد فاتحہ کے قل ہو اللہ گیارہ بار پڑھے پھر بعد سلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود و سلام بھیجے اور مجھے یاد کرے اور عراق کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی
حاجت بیان کرے تو خدا کے حکم سے وہ حاجت روا ہو جائے گی کذا فی بہجۃ الاسرار
رسالہ وسیلہ جلیلہ میں ہے کہ کشفت اور فرجت اور قضیت جو اصل عبارت کتاب ہے
اگر مجہول کا صیغہ کہیں تو یہ معنے ہونگے اور اگر متکلم کا صیغہ کہیں تو یہ مطلب ہوگا کہ جو شخص
مصیبت میں ہم سے استغاثہ کرے گا ہم اُسکی مصیبت دور کر دینگے اور جو شخص تکلیف میں ہمارا نام
لیکر پکارے گا ہم اُس کی تکلیف دور کر دینگے اور جو شخص کسی حاجت میں اللہ کے
ساتھ ہمارا توسل کرے گا اُسکی حاجت بر لائیں گے چونکہ استغاثہ کرنے والے اور پکارنے
والے اور وسیلہ ڈھونڈھنے والے کی حاجت حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی دعا
و وساطت سے بر آتی ہے اس سبب حاجت روائی آپ کی طرف منسوب کی گئی ورنہ
مختار حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے منکرین اس قسم کے توسل کے بارہ میں بہت کچھ لکھتے ہیں مگر جہانتک غور
کیا گیا تو اس میں کسی قسم کا نقصان شرعی نہیں ہے قضائے حاجت کیلئے نماز پڑھنا تو احادیث صحیحہ سے
ثابت ہے اور بعد نماز کے درود اور سلام بھی غیر مشروع نہیں بلکہ درود و سلام سے دعا قبول ہوتی ہے اور
حضرت غوثیت مآب کا ذکر کرنا بھی ناجائز نہیں کیونکہ اولیاء کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے یہیں تک
البتہ صرف یہ ہے کہ کھڑے ہو کر گیارہ قدم عراق کی طرف چلنا اور حضرت غوثیت مآب کو یاد کرنا اور اپنی
حاجت کہنا اسکے عدم جواز کی بھی کوئی معقول وجہ نہیں پائی جاتی ہے توسل اور تشفع بروایت

مین جائز ہے آدمی کھڑا ہو یا بیٹھا البتہ کھڑے ہو کر توسل کرنے مین زیادہ اہتمام مقصود ہوتا ہے اور
بغداد کی طرف چلنا صرف اسی خیال سے ہے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے توسل ہے
جنکا مزار مقدس بغداد مین ہے اگر یہ کہا جائے کہ یہ عبادت ہے تو غلط ہے گیارہ قدم نہ داخل
عبادت ہے نہ کسی عبادت کے مشابہ صاحب بہجۃ الاسرار کے معتبر ہونے کا حال بھی ظاہر ہے اور
اس روایت کو علمار محدثین اور ایک جماعت فقہا نے اپنی کتابون مین لکھا ہے جیسے شیخ مجدالدین
فیروزآبادی نے روضۃ الناظرین مین اور شیخ محمد بن سعید زنجانی نے نزہۃ الخواطر مین اور شیخ
شہاب الدین قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ نے روض الزاہر مین اور امام یافعی نے خلاصۃ
المفاخر مین اور شیخ ابوبکر بن نصر نے انوار الناظرین مین اور سید عبدالقادر عیدروس نے بدر المفاخر
مین اور شیخ محمد بن یحیی تادفی نے قلائد الجواہر مین اور شیخ عبدالحق محدث نے زبدۃ الآثار اور
زبدۃ الاسرار مین بلکہ شیخ نے ایک رسالہ مستقلہ صلوۃ الاسرار کے بیان مین لکھا ہے مع اسکے
قواعد متعلقہ کے کذا فی حاشیۃ زبدۃ الاسرار اور شاہ ابوالمعالی نے تحفۂ قادریہ مین اور مولوی محمد
غوث نے بہار المفاخر مین اور قاضی الملک مدراسی نے نثر الجواہر مین اگر یہ شرک ہوتا تو یہ لوگ
اسکو کیونکر جائز رکھتے ان علمار و فقہا و محدثین کا اسکو معتبر جان کر نقل کرنا اسکے جواز پر سند
کافی ہے اب اگر کوئی کہے کہ حضرت کے خود ملفوظ کے تینتالیسوین مجلس مین ہے کہ آپ فرماتے
تھے کہ سلوا اللہ ولا تسئلوا غیرہ واستعینوا باللہ ولا تستعینوا بغیرہ یعنی مانگو اللہ
سے اور نہ مانگو اسکے غیر سے اور مدد چاہو اللہ سے اور نہ مدد چاہو اسکے غیر سے تو اسکا جواب
یہ ہے کہ استعانت کبھی قبیل اسباب کے معنون مین آتی ہے جیسے علمار عربیۃ کا اتفاق ہے
اس پر کہ اس مثال کتبت بالقلم مین حرف با استعانت کے لئے ہے یعنی مین نے قلم کی
مدد سے لکھا یہان پر سوا اسکے کہ عمل بالقلم جو سبب و آلہ کتابت ہے مقصود ہو اور کچھ نہین
اس قسم کی استعانت غیر اللہ سے بالاتفاق اجازت شرعیہ سے جائز ہے اور کبھی اس معنی کے
ساتھ کہ زبان یا دل سے کہے کہ اے فلان فلانے کام مین میری مدد و اعانت کرو تو کلام
جواز و عدم جواز مین ایسے ہی معنی استعانت سے ہے اور استعانت ان معانی کے ساتھ عقد
اور عقلی کی رائے مین اسوقت ہوتی ہے کہ جب مین باتین ہون ایک اس شخص کا علم جس سے
استعانت چاہتا ہے استعانت چاہنے والے کیساتھ تو زید عمرو غائب سے نہین کہتا کہ میری مدد
کر مگر بطریق خط و کتابت یا بطریق پیغام و سوال کے تو حکم حضور کا اسمین ہو جاتا ہے دوسرے مستعان کو

مستعین کی مدد کرنے پر قدرت ہو مثلاً ایک شخص بادشاہ سے کوئی نوکری مانگتا ہو اور اُسمین اُسکے متوسلون سے مدد چاہتا ہو نہ اور شخصون سے جن کو اُس مدد کی قدرت نہین ہے تو متوسلون سے یہ نہین کہہ سکتا کہ مجھکو یہ منصب دو میسر ہے یہ کہ مستعان کو مستعین پر ایک طرح کی شفقت و عنایت ہو جیسے لڑکا ماں باپ سے اور دوست دوستون سے اپنے کام مین مدد چاہتا ہے تو یہ تینون معنی علم و قدرت و رحمت کے ماسواے اللہ مین کم ہوتے ہین تو مدد چاہنا غیر اللہ یعنی مردون سے کاملین ہون یا غیر کاملین غیر معقول ہے اور اس سے یہ لازم نہ آئے گا کہ ان تینون امور کے لحاظ سے زندون کا باہم مدد چاہنا بھی ناجائز غیر معقول ہو اس لئے کہ اس کے جواب مین ہم کہین گے کہ زندون کا باہم مدد چاہنا قرآن شریف سے ثابت ہے اور اول معنی کے ساتھ ملحق ہے کہ جس مین اسباب کا بیچ مین لانا مقصود ہے اللہ تعالے فرماتا ہے تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ پس حضرت غوثیت مآب کا ارشاد جیسا کہ مطابق توحید طریقت کے ہے ویسا ہی مطابق توحید شریعت کے بھی ہے حدیث شریف مین ہے کہ جب تو سوال کر تو اللہ سے اور جب مدد چاہ تو اللہ سے اور چونکہ مردے نظر سے غائب ہین جیسے اللہ بشر کی نظر سے بسبب اپنے علو و عظمت کے متعالی ہے یعنی دکھائی نہین دیتا لیکن قرب و معیت مخلوقات کیساتھ اُسے حاصل ہے چنانچہ آیۂ قرآنیہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور واللہ معکم اینما کنتم مین باوجود اس معنی پر ایمان رکھنے کے کہ اللہ کے سوا غیرون سے جو ایک دوسرے کو نہین دیکھتے اور اللہ قریب سمیع بصیر قدیر رحیم ہے دوسرون سے مدد چاہنا جسا لڑنا در غیر معقول ہوگا تو حضرت کا ارشاد توکل پر مبنی ہے یہ اور بات ہے کہ توکل مین مقصود اسباب دُنیا اور اُسکے عوائق سے اعراض ہوتا ہے اور قطع التفات اُسکے عوائق سے جو اعلیٰ مرتبہ توکل ہے صاحب نہایہ نے متوکلون کی شرح مین لکھا ہے کہ توکل صفات اولیا سے ہے جو اسباب دنیا اور اُسکے عوائق سے اعراض کرتے ہین اور علائق دنیا سے کسی چیز کیطرف توجہ نہین کرتے اور یہ خواص کا درجہ ہے سوا اُنکے اسپر کوئی نہین پہونچ سکتا اسی وجہ سے عوام کو دوا و علاج کرنے کی رخصت دیدی گئی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہمعات مین فرماتے ہین کہ اولیاے امت اور اصحاب طرق مین قوی تر ور...جذب بعد راہ جذب کے مضبوط تر طریقون سے تمام کرنیکے اس نسبت اویسیہ کے ساتھ

سلہ۔ ...ود...یک دوسرے کو نیک کام اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد دو گناہ اور سرکشی پر ۱۲ صفدر

حاصل کیا اور وہاں بخوبی پہونچا جیسے کہ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی تھے جنکے
متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ اپنی قبر میں بھی زندون کی طرح تصرف کرتے ہیں حضرت شیخ عبد الحق
محدث دہلوی شرح فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ
کی حیات و ممات برابر ہے اور شیخ شہاب الدین ملک العلماء کے ملفوظ میں بھی یہی ہے کہ سیدنا
ومولانا شیخ ابو محمد سید عبد القادر جیلانی کی حیات و ممات برابر ہے اب رہی یہ عبارت یا شیخ
عبد القادر جیلانی شیئاً للہ چونکہ منکرین اس ترکیب سے توسل اور استغاثہ کو ناجائز
کہتے ہیں لہٰذا اسے بھی کچھ سن لینا چاہیے کہ یہ ترکیب مولدین عرب سے ہے اس کے
دو معنی خیال میں آتے ہیں اوّل یہ کہ اے شیخ عبد القادر جیلانی خدا کے لئے دیجئے یہ معنی
صحیح نہیں ہیں اسلئے کہ خداوند عالم کسی کا محتاج نہیں دوسرے معنی یہ کہ یا شیخ عبد القادر
اکرام اللہ مجھ دیجئے اس معنی میں کسی قسم کا فساد نہیں بلکہ یہ حسب مفہوم عرف ہے اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے فان للہ خمسہ جب یہ معنی حسب مشہور عرف ہوسے تو اس جملہ کو اسی معنی پر حمل
کرنا چاہیے نہ معنی اول پر کہ جو صحیح نہیں ہیں شامی میں ہے کہ معنی صحیح کے ارادہ لینے میں
ظاہرا کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اکثر علماء محدثین اسکے مجوز ہیں جیسے امام یافعی در خیر الدین
رملی اور سید عمر بصری کی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور شیخ زین الدین خوانی اور شیخ
حسین کی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علامہ شامی اگر اس سے معنی اول مقصود
ہوتے تو یہ اکابر ہرگز اسکو جائز نہ سمجھتے یا یہ کہا ہلنے کہ یہ جملہ استمداد کے لئے ہے فتاویٰ
خیریہ میں جو کتب معتبرہ سے ہے اور مصنف اسکے صاحب در مختار کے استاد ہیں لکھا ہے
کہ لوگوں کا قول یا شیخ عبد القادر جیلانی ندا ہے جب لفظ شیئاً ملا دی گئی تو یہ طلب شیئاً
اکراماً للہ تعالےٰ ہوئی اس سے حرمت کا کوئی منشا نہیں پایا جاتا اھ فتاویٰ علامہ سید
عمر بصری کی میں ہے کہ شیئاً للہ یا فلان عام لوگوں کا کہنا یہ عرف ہے نحوی نہیں اور یہ ترکیب
مولدات اہل عرب سے ہے ائمہ سے اس کی نہی منقول نہیں ہوئی یہ ترکیب ایسے محل پر
نہیں مستعمل ہوئی جس سے حرام یا مکروہ لازم آتا ہو اس لئے کہ اس سے استمداد ایک شخص
سے کی جاتی ہے جس سے حسن ظن ہوتا ہے اور یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ انبیاء و اولیاء
جب دار فانی سے رحلت فرماتے ہیں تو انکے سمع اور بصر میں بہ نسبت زندوں کے زیادہ قوت
ہوجاتی ہے اگر کسی خستہ حال نے ان سے ندا کی یا انکا توسل کیا تاکہ رنج و غم انکی دعا

سے دور ہو اور یون کہا یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ تو اس مین کسی قسم کا مضائقہ نہین یہ
توسل اور شفاعت کا طریقہ ہے اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ بعد موت کے سوا اللہ کے کوئی
متصرف نہین ہوتا انبیا و اولیا سے صرف توسل کیا جاتا ہے اور توسل کا جواز احادیث و آثار
سے ثابت ہے علامہ شیخ حسین مکی کشف الارتیاب مین لکھتے ہین کہ جب یہ ثابت ہے کہ انبیاء و
اولیا بعد انتقال کے اس دنیا سے بہ نسبت زندون کے اسمع و ابصر ہین تو اگر اُن کو بعض
ملہوفین نے پکارا یا اُن سے توسل کیا یا دعا اللہ سے واسطے اپنے غمون کے دور ہونے کے
چاہی مثلاً یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ کہا تو اس مین کوئی مضائقہ نہین ہوا اور نہ کوئی بُری بات
ہوئی یہ تو طلب توسل اور شفاعت ہے کیونکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ مرنے کے بعد کوئی کسی طرح
تصرف نہین کر سکتا سوائے اللہ کے بلکہ کوئی عطا کرنے والا اور بخشنے والا بھی سوائے اللہ
کے نہین ہے وہی نافع اور کریم اور ودود ہے اور اولیا سے وہی بات مانگی جاتی ہے جو
کرنے کی ہوتی ہے وہ کیا ہے خدا سے توسل تضلے حاجات مین تو ایسا توسل جائز ہے
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انتباہ مین فرماتے ہین کہ بعضے اصحاب طریقہ قادریہ
حصول مہمات کے لیے اس طرح پر ختم کرتے ہین کہ پہلے دو رکعت نفل پڑھتے ہین اُسکے بعد ایک
سو گیارہ بار درود پھر ایک سو گیارہ بار کلمہ تمجید اور گیارہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی
اور ایک بار سورۂ یسین پھر اگر بڑا ختم منظور ہوتا ہے تو سورۂ الم نشرح ایک ہزار گیارہ مرتبہ اور
اگر چھوٹا ختم تو یہی سورہ ایک سو چالیس بار بعد اسکے ہر صورت مین درود ایک سو گیارہ بار
پڑھکر تمام کرتے ہین اور خدا سے حاجت عرض کرتے ہین اور یہی ہمعات مین بھی انواع علاج
نفس مین لکھا ہے کہ ارواح طیبہ مشائخ کی طرف متوجہ ہو اور اُنکے لئے فاتحہ پڑھے یا اُنکی
قبر کی زیارت کو جائے اور وہان سے استمداد کرے مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی اپنے رسالہ
اسرار المحبۃ مین لکھتے ہین کہ محبت زندہ لوگون کی نافع ہے حالت عجلت و تاخیر دونون مین اور
مُردون کی نافع ہے آیندہ کے لیے یقیناً بشرط المیت و ایمان کے اور عجلت مین بشرط دوام
توجہ اور تخلیہ قلب کے خلوتون مین اور اُنکی یاد کی مداومت اور کثرت نذر اور احسان کے ثواب
پہنچنے کے ذریعہ سے یا اُن کے لڑکے بالون کے ساتھ سلوک و مراعات کرنے کے ساتھ
اور اسی سے دروازہ اویسیہ کھلتا ہے اور شفقت صحبت معلوم ہوتی ہے شفاے قاضی
عیاض مین ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کا پیر ایک بار سن ہو گیا لوگون نے اُنسے کہا کہ آپ اپنے

دوست ترین لوگوں میں سے کسی کو یاد کیجئے تا کہ یہ کیفیت دفع ہو جائے اُسیوقت آپ چیخے
یا محمداہ بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ خلافت
میں ایک سال قحط پڑا بلال بن حرث رضی اللہ عنہ نے مزار مقدس حضرت نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم پر جاکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے خدا سے پانی مانگیے ورنہ وہ
ہلاک ہوئی جاتی ہے آپ نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ پانی برسے گا اور میری امت
خشک سالی سے ہلاک نہیں ہوگی یہاں خواب سے استدلال نہیں ہے اسواسطے کہ
دیکھنے والے کا خواب گو سچا ہو لیکن اُسکے احکام ثابت نہ ہوں گے اس لئے کہ ممکن ہے کہ
دیکھنے والے کا کلام مشتبہ ہوگیا ہو بلکہ بلال بن حرث کی نقل سے استدلال ہے جو صحابی تھے
اُنکا مزار مقدس پر حاضر ہونا اور حضرت کو پکارنا اور پانی مانگنا یہ دلیل ہے اسکی کہ یہ سب جائز
ہے اور یہ از قبیل توسل وتشفع واستغاثہ آنحضرت کے ساتھ ہے اور یہی اکثر عبادات ہے۔
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ نے حضرت کی وفات شریف کے دن مرثیہ
کہا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

ألا یا رسول اللہ انت رجاءنا	وکنت بنا برا ولم تک جافیا

یعنی یا رسول اللہ آپ ہمارے امیدگاہ تھے اور ہم پر احسان کرنیوالے نہ ظلم کرنیوالے اسمیں
بھی ندا موجود ہے اور پھر اُنکا انت رجاءنا فرمانا اور اس مرثیہ کو حضرات صحابہ نے بھی سنا تھا مگر
کسی نے اس قول پر انکار نہیں کیا کذا فی خلاصۃ الکلام مولوی محمد غوث۔ اور اسی نے انہار المفاخر
میں لکھا ہے کہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ وظائف عظیمہ اور اسرار مخفیہ میں سے ہے اور
قضائے حاجت میں مجربات اور معمولات شیوخ سلسلہ عالیہ قادریہ سے ہے بلکہ رسالہ غوثیہ میں بحوالہ
حقیقۃ الحقائق سے نقل ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسمی کالاسم الاعظم یعنے
میرا نام مثل اسم اعظم کے ہے تاثیر وانجاح حوائج میں اور اسکے پڑھنے کی ترکیبیں مشرح بیان کی
ہیں باقی رہی نفس ندا تو وہ شرک نہیں ہے یا حرف ندا ہے علامہ زمخشری کا مسلک ہے کہ یا ندا بعید
کیلئے ہے جیسا کہ رضی شرح کافیہ میں ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ قریب وبعید دونوں میں مشترک ہے
بعضوں کا قول ہے کہ قریب وبعید اور متوسط میں بھی مشترک ہے صاحب قاموس کہتے ہیں کہ
یا حرف ندا بعید کے لئے ہے حقیقۃً یا حکماً اور کبھی اس سے ندا قریب کو کیجاتی ہے وہ
مشترک ہے قریب بعید دونوں میں یا قریب وبعید ومتوسط میں توجب یا ندا قریب وبعید میں بھی

ہوئی بلکہ بعید کیواسطے بھی لفظ موضوع ہوئی تو اُسکے جواز مین کسیطرح کا شبہ نہین رہا اور جب
لفظ جائز ہوا تو شرعاً بھی شرک نہین ہو سکتا اور کاملین اولیاء اللہ کی حیات و تصرف جب
ثابت ہے تو اُنکی ندا بھی نامشروع نہوگی بلکہ قبر کے سامنے کھڑے ہو کر پکارنا اور مدد چاہنا
اُنکا ایسا ہے جیسے کوئی زندہ کو پکارے یا مدد چاہے کشف الحجاب مین شیخ عبد الوہاب مصری سے
منقول ہے کہ جب کاملین کا زندہ ہونا معلوم ہے تو کچھ مضائقہ نہین اُنمین سے کسی کو قبر سے
پکارنے مین جسطرح کہ زندہ زندہ کو پکارتا ہے اور اُس سے استمداد کرنا جیسے کہ زندہ زندہ سے
استمداد کرتا ہے اور کوئی علماء اور جہلاء سے اس کی انکار نہین کرتا اور ان مین کمل اولیا اور
صحابہ وغیرہ تھے شرح برزخ مین ہے کہ جب آدمی کسی مشکل کے وقت کسی ولی کو پکارتا
ہے تو اگر وہ ولی زندہ ہوتا ہے تو ایک پلک مارنے مین اُسکو یہ خبر پہونچ جاتی ہے یا کشف
قلب سے اسکی اطلاع ہو جاتی ہے اور اگر ولی کا انتقال ہوگیا ہے تو ملائکہ اُسکو یہ خبر
پہونچاتے مین اور وہ ولی اُسکے لئے اللہ کی درگاہ مین شفاعت کرتا ہے اور یہی مشائخ کا مسلک
ہے تفسیر فتح العزیز مین ایاك نعبد و ایاك نستعین کی شرح مین لکھا ہے کہ استعانت غیر
سے بطرح پر کہ اس غیر پر اعتماد ہو اور اُسکو مظہر عون الہی نہ جانے حرام ہے اور اگر التفات
محض خدا کیطرف ہو اور اُسکو مظاہر عون سے ایک مظہر جان کر اور کارخانہ اسباب حق تعالی اور
اُسکی حکمت پر نظر کر کے غیر سے استعانت ظاہری کرتا ہے تو یہ عرفان سے دور نہین اور شرع مین
بھی جائز ہے انبیا اور اولیا نے اس قسم کی استعانت غیر سے کی ہے اور درحقیقت اس قسم کی
استعانت استعانت بغیر نہین ہے بلکہ استعانت بحق ہے امام غزالی کا قول ہے کہ جس سے زندگی
مین استمداد کیجاتی ہے تو اُس سے مرنے کے بعد بھی استمداد کیجا سکتی ہے اور اسکو عوام بھی جانتے
ہین کہ اولیا و انبیا جو حاجت برآر و معین و مددگار ہین تو اس طرح سے ہین کہ اُنکو مظہر عون الٰہی
سمجھکر یہ خیال کرتے ہین کہ خداوند کریم نے اُنکو اپنی طرف سے بعض غیبی امور کا علم دیا ہے اور
اُنکو ایسے امور کا حاجت برآر بنایا ہے جو اُسکے اختیار مین ہین اور جو اُسکے اختیار مین نہین
ہین اُسمین یہ خداوند عالم کے جناب مین دعا کرتے ہین یہ کوئی نہین سمجھتا کہ نعوذ باللہ وہ اُن
اوصاف سے مستقل طور پر متصف ہین اور اُسکو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ شان جناب باری کے
سوا کسی کی نہین سب اُس کے بندہ اور تابعدار ہین جس سے اُسکو جو کچھ کرانا منظور ہوتا
ہے وہی اُس سے ہو سکتا ہے باقی مجال نہین کہ بغیر اُس کے حکم کے ذرہ بھی ہل سکے یہی

عقیدہ جیسے اعتقاد مین ہر شخص رکھتا ہوگا اور کفار اور جہل اور نہم شخص قابل خطاب ہی نہین مین اُسکا عذاب و ثواب اُن کی گردن پر مگر جاننے والے کو اس کا بتلا دینا بھی ضروری ہے ؎

از رہ گذر خاک سر کوے شما بود		ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد	

وصل در بیان معانی استمداد و استعانت

استعانت و استمداد لغت مین طلب مدد کو کہتے ہین اور استغاثہ فریاد چاہنا کذا فی الصراح مجمع البحار مین ہے ادعونی استجب لکم ای استغیثوا اذا نزل بکم ضر[1] ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا مین کوئی ایسا نہوگا جسے بالطبع استمداد کی ضرورت نہو شیر خوار بچہ گہوارہ مین دودھ کے لئے روتا ہے اور موںھ پھیر کر بار بار مان کو دیکھتا ہے جس سے اُسکی مان کو ایک جوش طبعی پیدا ہوتا ہے ؎

تا نگرید طفل کے جوشد لبن تا نگرید کودکے حلوا فروش		تا نگرید ابر کے خندد چمن بحر بخشایش نمی آید بجوش	

اگر نفس استمداد ممنوع ہوتا تو خداوند کریم ہمکو یہ طریقہ نہ سکھاتا یہ تعلیم جو انکو خالق مبداُ فیاض سے ہوئی ہے صاف کہے دیتی ہے کہ انسان کو بغیر استمداد کے چارہ نہین اور انسان چونکہ مدنی الطبع مخلوق ہوا ہے تو اسکو ایک دوسرے سے استمداد کی ضرورت ہوتی ہے خاوند کو عورت سے انتظام خانگی مین کس قدر مدد پہنچتی ہے حتی کہ مشہور ہے ہرکہ زن ندارد آسایش تن ندارد اور عورت تو خاوند کی مدد کی ہر طرح سے محتاج ہے مریض جب نائی طبیب کے مطب مین جاتا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ حکیم صاحب متوجہ ہوکر اسے انتہائی مرض کا حال سنتے اور کوئی نسخہ مجرب تجویز کرتے اگر حاکم مظلوم کے حال پر متوجہ نہوتا تو ظالمون کے ہاتھ سے دنیا کیون بچتی جب آدمی بڈھا یا ضعیف ہوتا ہے تو لکڑی سے استمداد کرتا ہے کبھی لاٹھی پر زور دے کر چلتا ہے کبھی لاٹھی کے ذریعہ سے یہ دریافت کرتا ہے کہ راستہ ہموار ہے یا ناہموار اگر لاٹھی نہ رکھتا تو ایک قدم نہ چل سکتا ٹھوکر کھا کر مونھ کے بل گرتا غرض انسان بچپن سے آخر عمر تک اپنے ہر کام مین استمداد کا محتاج ہے انبیا علیہم السلام اور اولیا رضی اللہ عنہم سے توسل اور استغاثہ کی تین صورتین ہین جبکہ

[1] مجھے دعا مین قبول کرونگا یعنی فریاد کرو جبکہ پیر کوئی دقت . ت . نزل مرادہ

صورت توسل یا استغاثہ کی کسی امر مین بذریعہ جاہ و برکت انبیا یا اولیا کے عام اس سے کہ وہ مقدور بشر ہو یا نہو یہ صورت متعارف ہے بڑے لوگون کے سامنے جب اُن کے کسی معزز کی جاہ و برکت کے ذریعہ سے اپنی حاجت روائی چاہتے ہین تو خواہ نخواہ اُن کی حاجت روائی کی جاتی ہے جب باپ کے سامنے بیٹے کا نام لیتے ہین تو شفقت پدری سائل کی حاجت روائی کی طرف فوراً متوجہ ہو جاتی ہے اگر یہ وسیلہ نہ ہوتا تو ہرگز اسقدر اثر اُسپر نہ ہوتا جب کسی رئیس سخی کے سامنے اُس کے کسی معزز عہدہ دار کا نام لیا جاتا ہے تو خواہ مخواہ اُسکا میلان طبعی بڑھتا ہے اس قسم کا توسل جس طرح دنیا مین رائج ہے اسی طرح شاہنشاہ حقیقی کی بارگاہ عالی مین بھی ہے اس مین جہان تک غور کیا جاتا ہے تو کسی قسم کی برائی نہین پائی جاتی ہے بیشک انبیا و اولیا خدا کے مقرب بندے ہین جنکا توسل خدا کی دریاے رحمت کو جوش مین لاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب اس طور پر توسل کیا جاے تو فرشتہ صاحب وسیلہ کو اس پر مطلع کرتے ہون اور صاحب وسیلہ جناب باری مین دعا کرتے ہون جو باعث حاجت روائی ہوتا ہو اس تقدیر پر صورت اول و دوم کا مآل ایک سا ہے الحاصل یہ کہنا جائز ہے کہ الٰہی بحرمت یا وجاہت فلان نبی یا ولی کے ہماری حاجت بر لا اس لئے کہ انبیا و اولیا کی حرمت و وجاہت اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین مسلم ہے اور یون بھی کہنا درست ہے کہ الٰہی بحق فلان نبی یا ولی کے ہماری حاجت بر لا دوسری صورت یہ کہ انبیاء اللہ یا اولیاء اللہ سے سفارش یا دعا کی درخواست کی جاے عالم اسباب مین سلاطین کی طرف سے وزراء و اہل خدمت جلیلہ کی ماموری اس لئے ہوا کرتی ہے کہ یہ لوگ قواعد و ضوابط سلطانی کو عام رعایا تک پہونچائین تاکہ رعایا اُنکو سمجھ کر احکام بادشاہی کی پوری تعمیل کرین اگر وزیرون کا توسط نہوتا تو سخت دقت واقع ہوتی اس لئے کہ عام رعایا کو نہ ایسی رسائی ہوتی ہے کہ جس سے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہو کر اسکے قوانین کو استفسار کرین نہ ایسی سمجھ کہ بطور خود ایسے قوانین کا استخراج کرین کہ قوانین سرکاری ہین اور اس مین سر مو فرق نہ ہو جس طرح ہمکو قوانین حاصل کرنے یا سمجھنے مین وزراء و اہل خدمت کے توسط کی ضرورت ہے اسیطرح جب کسی بادشاہ سے ملنا یا کسی مطلب کا حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے تو پہلے اُس کے وزیر یا کسی امیر سے ملکر عرض کرتے ہین کہ مجھے بادشاہ کی خدمت مین تقرب حاصل کرنا ہے یا مجھے

منصب یا جاگیر کی خواہش ہے یا فلان قصور کا معاف کرانا ہے اسلئے چاہتا ہون کہ آپ
مجھے بادشاہ تک پہونچا دین یا کہہ سنکر جاگیر و منصب دلوا دین یا میرا قصور معاف کرا دین
تو عمومًا وزیر یا امیر اُس حاجت روائی کو ثواب وعزت کا ذریعہ جانتے ہین اور موقع پاکر
بادشاہ کی خدمت مین عرض بھی کر دیتے ہین جسپر بادشاہ خواہ مخواہ لحاظ فرماتا ہے اور اُس
غریب کا کام نکل جاتا ہے اسکو جو دنیا دار ہین وہ خوب سمجھتے ہین تو نبوت اور رسالت بھی
انھین اصول پر مبنی ہے اور انبیا و رسل اسی لئے مبعوث ہوئے ہین کہ خدا کے احکام
مکلفین کو پہونچائین اگر ہم لوگون کی عقل تفاصیل احوال جنت و دوزخ اور طرق وصول
واحتراز کو پوری طور پر سمجھ سکتی یا اوامر و نواہی کا استخراج کر سکتی تو رسالت کی ضرورت
وحاجت ہی کیون ہوتی ہر شخص اپنی عقل کے زور سے خدا کے احکام کا پابند ہوتا اور
اس صورت مین یہ بھی ضرور ہوتا کہ انسان مین عمومًا سب کی عقلین یکسان ہوتین کیونکہ اگر
اختلاف ہوتا تو دقت پڑتی کہ ایک چیز کو ایک عقل فرض کہتی اور دوسری واجب تیسری
حرام چوتھی مندوب پانچوین مباح یا ایک ہی چیز کو ایک عقل حلال کہتی اور دوسری عقل
حرام تو ظاہر ہے جو مشکلین پیش آتین اور ہڑبونگ مچ جاتا اسی حکمت سے جناب باری نے ہمکو
ہر حکم مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج کیا ہے بغیر انکے ہم انکو نہین پہونچ سکتے اور نہ ہم
انکو بھی تعمیل کر سکتے ہین پس یہی ہماری حاجتون مین انبیا و اولیا کے توسل کی نہایت ضرورت
ہوئی تاکہ انکی ارواح مقدسہ جناب باری مین ہماری انجاح مرام کی دعا و شفاعت
چاہین اس توسل سے یہ حضرات بالاستقلال حاجت روا نہین خیال کئے جاتے ہین بلکہ
مشفوعون آلہی سمجھے جاتے ہین اور یہی امر مستثناے قانون قدرت تصور کیا جاتا ہے پس اگر
انبیا یا اولیا سے مطلب طلب کیا جاوے اگر مسئول و مسئول عنہ کا اختیاری ہے تو اس قسم کا
توسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاصۃً بلا خلاف جائز ہے اور انکے سوا اور انبیا و اولیا
سے بھی جائز ہے ارواح مقدسہ مقربات حق اللہ کے حکم سے وہ افعال اختیاریہ کو بھی طے
کر سکتے ہین اور اگر مسئول مسئول عنہ کا اختیاری نہین ہے تو اس طرح کے استغاثہ
مین مسئول عنہ سے جناب باری کی درگاہ مین وہ مقصود ہوتی ہے اس توجیہ پر دوسری
و تیسری صورت کا مآل ایک ہوا اور جب دونون کا مآل ایک ہو تو اسکے جواز کیلئے علیحدہ
دلیل کی ضرورت نہ رہی لہذا یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ بھی اسی تیسری

صورت مین داخل ہے اب اصل مسئلہ توسل اولیا کے متعلق صاحب حصن حصین لکھتے ہین کہ
ان یتوسل الی اللہ تعالی بانبیائہ والصالحین من عبادہ ملا علی قاری کی شرح مین
جسکا نام حرز ثمین ہے لکھتے ہین کہ صالحین سے عموماً وخصوصاً ما عدائے انبیا وصدیقین وعلما
وشہدا واولیا مراد ہین اسواسطے کہ صالح وہ شخص ہے جو قائم بحقوق اللہ پورے طور پر ہو بحسب
بحقوق العباد کیونکہ خداوند کریم ایسی دعا کو جلد قبول کرتا ہے جس مین صالحین سے توسل
ہو اس لئے کہ توسل بالصالحین آداب دعا سے ہے جیسا کہ حضرت عمر نے حضرت عباس سے
توسل کیا تھا جذب القلوب مین ہے کہ توسل آنحضرت کی جناب مین نشار حیات دنیوی مین
ظاہر ہے کہ آپ کے خصائص سے نہین ہے بلکہ بعضے آپ کے تابعین جو آپ کی شرف تابعیت
اور نسبت قربت سے مشرف مین جیسے کہ آل واصحاب اور اولیا امت رضوان اللہ علیہم اجمعین
سے ثابت ہے اور ثبوت کرامت اور تصرف انکا ممکنات مین کہ جسکے متعلق ہمارا بیان ہے
اسکے افراد سے ایک فرد ہے جو اثبات مطلب کے لئے کافی ہے اور توسل حضرت عمرؓ کا حضرت
عباس سے قصہ استسقا مین اس امر کے لئے دلیل وافی ہے اور علما مین سے کسی کو اس مین
اختلاف نہین اور یونہی توسل اور استمداد بوسیلہ شفاعت روز آخرت انبیا واولیا وصالحین سے
بھی جائز ہے جیسا کہ کتب عقائد مین مذکور ہے اور تبرک اور توسل عالم برزخ اور قبر مین
اسکے اختصاص مین حضرات انبیا کے ساتھ اگرچہ تردد ہے لیکن ظاہرا اسکا جواز معلوم
ہوتا ہے اولیا اور صلحاء امت سے بوجہ عموم جواز توسل کی حالت حیات مین ضمیمہ بقائے
روح میت وشعور وادراک وقرب ومنزلت کے ساتھ خدا کے نزدیک کہ جو بوجہ ایمان اور عمل صالح
اور شرف اتباع حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوا ہے باوجود اسکے کہ معنی توسل اور
استمداد کے سوال اور دعا کے ہین جناب احدیت سے بوسیلہ اس محبت اور کرم کے کہ جو اس بندہ
خاص کے ساتھ وہ رکھتا ہے یا طلب التماس کرنا اس بندہ کی روحانیت سے اور دعا وخواہش
حضرت حق سے کرنا کہ جو بوسیلہ اس قرب وکرامت کے جو اسکو خدا کے حضور مین حاصل ہے
اس بارہ مین نص صریح وارد ہونے کی ضرورت نہین کیونکہ ذات متوسل بہ کی بقا موجود ہے
بخلاف اول کے بلکہ عدم ورود اسکے منع کے لئے کافی ہے ہان اگر یقینی دلیل اسکے اختصاص
پر حضرات انبیا مین قائم ہو تو البتہ منع درست ہے اور کوئی دلیل اسکی موجود نہین اگر یہ کہے کہ
مرتبہ ایمان پر اور حصول قرب الہی شخص غیر معصوم مین معلوم وتیقن نہین ہے تو اس کا جواب

یہ سبب ہے کہ بقار اس کا ان میں کہ جو مشہر ہیں خصوصاً اور عموماً یقینی ہے تو بھر توسل جائز ہے آثار
واخبار مشائخ کبار جو ارباب کشف و محرمان اسرار عالم مثال تھے اس بارہ میں وارد ہوئے
ہیں اور اس سے یہ شبہہ دفع ہو جاتا ہے البتہ بعضے فقہار کو اس مسئلہ میں ایک طرح کا اختلاف
ہے تو امر حق زیادہ قابل اتباع ہے واللہ اعلم ابن قدامہ مغنی ذوی الافہام میں لکھتے
ہیں کہ صالحین سے توسل کرنا مباح ہے عام اس سے کہ وہ زندہ ہوں کہ مردہ پھر اس سے
اسپر علمار مذاہب اربعہ کا اتفاق لکھا ہے ابن احمد رعایۃ الکبریٰ کے باب الاستسقار میں
میں لکھتے ہیں کہ توسل ایسے بزرگ سے مباح ہے جس کے ذریعہ سے دعا قبول ہونیکی توقع
ہو عام اس سے کہ وہ صلحار سے ہوں یا علمار سے یا انکے علاوہ اور دور ہوں یا قریب ہوں
گر اس جماعت میں شریک نہوں ابن مفلح فروع میں لکھتے ہیں کہ توسل صالحین سے جائز
ہے بعضے فقہا کا قول ہے کہ مستحب ہے برآوی نے دلائل واضحات فی اثبات الکرامات فی
الحیاۃ وبعد الممات میں لکھا ہے کہ مثبتین کرامت بعد الممات میں سے شیخ اسماعیل ابن الشحنہ
حنفی تھے اور شیخ عبد الباقی حنفی رسالہ سیوف الانتقال میں اور شیخ احمد خجی اور شیخ حسن عدوی
حمزاوی نفحات النبویہ فی الفضائل العاشوریہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ الاسلام رملی سے سوال کیا گیا
کہ عوام شدائد کیوقت جو یا شیخ فلان کہکے استغاثہ کرتے ہیں تو بعد موت کے جائز ہے یا نہیں آپنے
فرمایا کہ استغاثہ انبیاء و مرسلین اور اولیا و صالحین سے جائز ہے کیونکہ استغاثہ حیات ہی سے
متعلق نہیں ہے بلکہ بعد ممات کے بھی جائز ہے اسلئے کہ انبیا کا معجزہ اولیا کی کرامت سے تھوڑی
ختم تنشیح منہج ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ توسل جائز ہے انبیاء و مرسلین اور اسیطرح اولیا
اور مرسلین اور علما اور صالحین کیساتھ بعد انکے مرنیکے کیونکہ معجزہ انبیا سے اور کرامت اولیا
سے انکے مرنیسے منقطع نہیں ہوتی اور انبیا تو اپنے قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور
حج کرتے ہیں جیسا کہ اخبار میں وارد ہے سید احمد حموی نے نفحات القرب والاتصال میں اس مسئلہ کو
خوب صاف کرکے لکھدیا ہے وہ یہ کہ بعد انتقال انبیا و اولیا کے جو کچھ تصرفات ہوتے ہیں وہ سب
خدا کے حکم اور ارادہ سے ہوتے ہیں اور خدا نے انکو اس تصرف سے بزرگی دی ہے انکا تصرف کبھی
بطور خرق عادت کے ہوتا ہے اور کبھی الہام سے اور کبھی دعا سے اور کبھی فعل واختیار سے اور کبھی بغیر
اختیار کے اور کبھی انسے توسل سے عام اس سے کہ وہ زندہ ہوں یا مردہ اور جو لوگ ان سے سوال
کرتے ہیں وہ انکو مستقل سمجھکے نہیں کرتے یہ کسی مسلمان کا کام نہیں عوام کے ذہن میں بھی یہ

بات نہین آتی نہ خواص اس قسم کو کب جائز سمجھین گے بجز خواہ مخواہ یہ کہنا کہ خواص یا عوام خاصۃً
استغاثہ و توسل مین اُن کو مستقل بالذات سمجھتے ہین ایک قسم کا دینی فریب ہے اور موحدین کو
پریشانی مین ڈالنا ایسا شخص کیونکر کافر ہو سکتا ہے جس کا یہ خیال ہو کہ اُسکے تصرفات کا
مرجع خلق و ایجاد خداوند کریم ہی کا حکم ہے اگر یہ ناجائز ہوتا تو جمہور مسلمین اسکے جواز کا کیون
فتوے دیتے اور اُنکے تصرف مین کسی قسم کا شک نہین بلکہ یہ بدیہات مین داخل ہے اولیا کی
کرامات عام اس سے کہ وہ زندہ ہون یا مردہ آنحضرت کے معجزات سے ہین جو آپ کی نبوت
اور عموم رسالت پر دال ہین اور قیامت تک یہ طریقہ جاری رہے گا ابن امیر الحاج مدخل مین
لکھتے ہین کہ امام ابو عبد اللہ بن نعمان کتاب سفینۃ النجا لاہل الالتجا مین لکھتے ہین کہ ارباب
بصیرت کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بزرگان دین کی قبور کی زیارت برکت و عبرت
کے لئے بہتر ہے کیونکہ اولیا کی برکت اُنکے انتقال کے بعد اسی طرح جاری رہتی ہے جیسے
زندگی مین تھی اور علما و محققین کا طریقہ یہ ہے کہ اُنکی قبرون کے پاس جا کر دعا کرتے ہین اور اُنسے
توسل کرتے ہین توشیح الہدے باعمال التقی مین زیارت قبور کے آداب مین لکھا ہے کہ زیارت قبور
انبیا و اہلبیت و اتقیا کا التزام کرنا چاہیے کیونکہ ایک جماعت نے اُنکی قبور کی زیارت کا التزام کیا اور
اُس سے بہت کچھ برکت پائی اور اُنکے توسل سے جلب نفع اور دفع ضرر ہوتا ہے اور زیارت کی
برکت فی نفسہ اسقدر مشہور ہے کہ جس کے اثبات کی ضرورت نہین امام شعرانی طبقات الکبرے
مین شیخ ابو المواہب کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے اپنے شیخ ابو عثمان مغربی
سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص کسی ولی کے مزار کی زیارت کو جاتا ہے تو وہ اُسے
پہچانتا ہے اور جب یہ سلام کرتا ہے تو وہ اُسکے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ اُسکے مزار
پر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ ولی بھی اپنے مزار مین اُسکے ساتھ ذکر کرنے لگتا ہے خصوصاً جبکہ
[illegible] اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ ولی اپنے مزار مین اُٹھ بیٹھتا ہے اور اُسکے ساتھ ذکر کرنے
لگتا ہے پھر فرمایا عارفین کے قلوب سے بچتے رہو اور اُن کی کسی بات کو حقیر سمجھے ہوئے نہ کہو کیونکہ
یہ بات معاذ اللہ حرمت کرا دیا اللہ حضرت ایک گھر سے دوسرے گھر کو منتقل ہو جاتے ہین مرتے
نہین ہین اُنکی حرمت وفات کے بعد ویسی ہی رہتی ہے جیسے کہ حیات مین تھی اور اُنکے ساتھ
وفات کے بعد بھی ادب ویسا ہی چاہیے جیسا کہ زندگی مین کیا جاتا ہے اُن سے کسی طرح کی
بے ادبی نہین کرنا چاہیے نہ اُسکے مزارون پر بے تکلف چلنا چاہیے اور اُنکے حضور مین بعد وفات

اور زمانہ حیات دونوں میں باادب رہنا چاہئے اور جب کوئی ولی مرتا ہے تو تمام ارواح انبیا و اولیا
اسکی نماز پڑھتی ہیں اور یہ جو میرے شیخ کا قول ہے یہی قول صاحب حقائق اور دقائق کا بھی ہے اور
ہرگز صوفی مرتا نہیں ہے اب رہی یہ بات کہ مردوں کو زندوں کی زیارت کا حال معلوم ہوتا ہے یا نہیں
اور زندوں کی کیفیت پر انکو اطلاع ہوتی ہے یا نہیں اور زندوں کا وہ کلام سنتے ہیں یا نہیں
اور آپس میں ملتے ہیں کہ نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ آدمی مرنے کے بعد تغیر نہیں ہو جاتا جس سے
حس و شعور بالکل جاتا رہے یا روح کا تعلق بدن سے جب نہ رہے تو وہ فنا ہو جائے جیسے
پانی کو گرم کرنے سے اسکی سردی جاتی رہتی ہے یا گرم پانی کو جھلنے سے اسکی گرمی زائل ہو جاتی
ہے بلکہ روح جوہر ہے کہ جب اسکا تعلق جسم سے جاتا رہتا ہے تو وہ اسوقت بھی اسیطرح
موجود رہتی ہے جیسے بدن کے ہوتے ہوئے فرق اتنا ہے کہ اسکی قوت دراکہ بڑھ جاتی ہے
اس صورت میں اسکو زیارت کرنے والے کا حال اچھی طرح معلوم ہوتا ہے اور زندوں
کی کیفیت پر بھی اسکو اطلاع ہوتی ہے زندوں کی بات چیت خوب سنتے ہیں اور آپس میں
ملتے بھی ہیں علامہ سیوطی کا ایک رسالہ خاص اس بحث میں ہے جسکا نام اللمعہ فی اجوبۃ
الاسئلۃ السبعہ ہے انہوں نے ہر روایت کو احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے مختصر طور پر ہم
بیان کچھ اس سے اخذ کرکے لکھتے ہیں علامہ فرماتے ہیں کہ پہلا مسئلہ عبدالبر استذکار تمہید
میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
شخص اس مسلمان کی قبر سے ہو کر گذرتا ہے جس سے اس سے دنیا میں ملاقات تھی اور
یہ شخص اسپر سلام کرتا ہے تو وہ اسکو پہچانتا ہے اور اسکا جواب دیتا ہے اور ابن ابی الدنیا
نے کتاب القبور میں حضرت ابی ہریرہ سے روایت کی کہ اگر کوئی شخص اپنی ملاقاتی کی قبر سے
گذرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اسے پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور
اگر ایسی قبر سے گذرتا ہے جس سے اس سے دنیا میں جان پہچان نہیں ہوتی تو بھی صاحب
قبر اسکے سلام کا جواب دیتا ہے **دوسرا مسئلہ** مردوں کا علم زندوں کے حال سے اور
جس حال میں وہ ہیں یہ بھی ثابت ہے داؤد طیالسی اپنی مسند میں جابر بن عبداللہ سے
روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمہارے اعمال تمہارے
اقربا پر قبر میں پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ اعمال نیک ہوتے ہیں تو مردے خوش ہوتے ہیں
ورنہ کہتے ہیں کہ خداوندا انکو اپنی عبادت کی توفیق دے **تیسرا مسئلہ** یہ کہ آیا مردے لوگوں کی

باتین اور تعریفین سنتے ہین یا نہین تو یہ بھی ثابت ہے حضرت ابی سعید خدری سے روایت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مردہ نہلانیوالے اور جنازہ اُٹھانیوالے اور قبر مین
رکھنے والے کو پہچانتا ہے ابن ابی الدنیا نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ وہ کہتے
تھے کہ روح ایک فرشتہ کے ہاتھ مین ہوتی ہے اور وہ فرشتہ جنازہ کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور روح
سے کہتا ہے کہ سنو تم کو لوگ کیا کہتے ہین پھر جب قبر کے پاس پہونچتے ہین تو جسم کے ساتھ اُسے
بھی دفن کردیتے ہین چوتھا مسئلہ آیا روحین سب ساتھ ہوتی ہین اور بعضی بعضون کو ملتی ہین تو
یہ بھی ثابت ہے امام احمد نے اپنی مسند مین حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ دو مسلمانون کی
روحین ایک منزل سے ملاقات کرتی ہین پھر علامہ نے بہت سی احادیث و آثار لکھے ہین کہ
جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب روح کو آسمان کیطرف لیجاتے ہین تو ارواح اکٹھا ہو کر
اپنے ملاقاتیون کو پوچھتے ہین وہ روح جسکی نسبت کہتی ہے کہ اُسے ہم زمین پر چھوڑ آئے ہین تو
اُنکو خوشی ہوتی ہے اور اگر کسی کی نسبت کہتی ہے کہ وہ مرگیا تو وہ کہتی ہین کہ وہ ہمارے پاس نہین
لایا گیا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم مین داخل ہوا اور اس سے زیادہ حالات نقل کرنے سے مجبور ہین
ان مباحث مین اور کتب متقدمین و متاخرین موجود ہین اور جو اسکے متعلق مخالفین نے شبہات
وارد کئے ہین اُنکے جوابات بھی اُن مین مرقوم ہین یہ حال ارواح کا عموماً ہے اور بزرگان دین کا
حال یہ ہے کہ امام غزالی فرماتے ہین کہ ارواح طیبہ جب بدنون سے علیحدہ ہوتی ہین اور مماثل
اپنے کوئی ایسی روح پاتی ہین جسکا تعلق ایسے بدن سے ہوتا ہے جو مماثل اُسی بدن کے ہے کہ جسکے
ساتھ اس مبارک روح کو تعلق تھا تو ممکن ہے کہ اس مبارک روح کو اُس بدن سے خاص تعلق
پیدا ہو جائے جس سے یہ مبارک روح اُس بدن کی روح کو اعمال خیر مین مدد دے۔ اسی معاونت
کو الہام کہتے ہین علی ہذا القیاس ارواح خبیثہ جب اپنے بدنون سے علیحدہ ہوتی ہین تو اُنکا تعلق
بھی ایسی ارواح سے ہو سکتا ہے جو پلیدی مین اُنکے مشابہ ہین اور اُنکو تعلق ایسے بدن سے ہوتا ہے
جو مشابہ اُس بدن کے ہین جسمین وہ خبیث روح ہے تو یہ خبیث روح اعمال خبیثہ مین اُس روح
کو خوب مدد دے سکتی ہے تفسیر کبیر مین ہے کہ جب بزرگان دین کی ارواح طیبہ اجسام سے علیحدہ
ہوجاتی ہین تو عالم ملکوت کیطرف دوڑتی ہین جیسے سیاحت کرتے ہین اور ان ارواح کے مراتب
باہم مختلف ہوتے ہین بعض روحون کو بالکل دنیا سے نفرت ہوتی ہے اور عالم علوی سے ملنے کا نہایت
درجہ شوق ہوتا ہے اور بعض روحون مین یہ دونون باتین کم ہوتی ہین اور بعض مین متوسط خلاصہ یہ کہ

جس روح مین یہ دونون حالتین کمال درجہ کو ہوتی ہین اُسکی سیر منازل قدس مین سب سے
زیادہ ہوتی ہے اور جسکی حالت کم ہوتی ہے اُسکی سیر بھی کم ہوتی ہے اور جسکی حالت متوسط ہوتی
ہے وہ سیر مین بھی متوسط ہوتی ہے اور جسکی سیر سب سے زیادہ ہوتی ہے وہ سب سے اشرف ہوتی
ہے اس سے ایسی روحون کی قسم کھائی گئی ان ارواح شریفہ کو بسبب اپنی قوت و شرافت کے
عالم دنیا کے حادثات سے ایک خاص تعلق ہوتا ہے اسیوجہ سے وہ مدبرات سمجھے جاتے ہین چنانچہ
یہ امر وجدانیات سے ہے شاگرد جب کبھی اپنے اُستاد کو خواب مین دیکھتا ہے اور امور مشکلہ پوچھتا
ہے تو وہ اُسکا جواب شافی دیتا ہے یا بیٹا کبھی اپنے باپ کو خواب مین دیکھتا ہے اور اپنی ضروریات
ظاہر کرتا ہے تو باپ اُسکو خزانہ بتا دیتا ہے اور جب بیٹا سب نشانہ ہی زمین کھودتا ہے تو خزانہ پا
ہے جالینوس کا قول ہے کہ مین ایکبار بیمار ہوا اور اپنا علاج خود کیا مگر اُس سے کچھ فائدہ نہین ہوا تب
خواب مین دیکھا کہ ایک شخص نے علاج کا طریقہ بتایا جس سے مجھے صحت ہوگئی حضرت شیخ اکبر
فتوحات مین لکھتے ہین کہ خداوند کریم جب ارواح کو اُنکے اجسام سے قبض کرتا ہے تو عالم برزخ
مین صور جسمیہ عنایت فرماتا ہے کہ وہ اُن مین رہتے ہین پھر مرنے کے بعد جو آدمی عالم برزخ مین روح کو
دیکھتا ہے تو وہ ادراک حقیقی ہوتا ہے عالم برزخ مین بعض صورتین مقید ہوتی ہین اُنکو کسی طرح کے
تصرف کا اختیار نہین ہوتا اور بعض اپنے طور پر ہوتی ہین اُنھین تصرف کا بخوبی اختیار ہوتا ہے
تمام انبیاء اور شہداء کی ارواح پہلی قسم مین داخل ہین بعض روحون کو عالم دنیا کی طرف توجہ
ہوتی ہے اور بعض خواب مین نظر آتے ہین چنانچہ ایسا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے کبھی خطا واقع
نہین ہوتی البتہ معبر جب خواب کا مطلب نہین سمجھتے تو کچھ کا کچھ کہدیتے ہین تو یہ خطا معبر کی سمجھی
جائیگی نہ اصل خواب کی وراس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء و شہداء کی روحین عالم
مین تصرف کرتی ہین اور بعض روحون کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے پھر جس طرح حالت حیات
مین اُنسے استمداد ممنوع نہ تھا ویسے ہی موت کے بعد بھی ناجائز نہوگا بلکہ اس حالت مین بدرجہ
اولیٰ درست سمجھا جائیگا امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات کے جلد ثانی کے مکتوب
اٹھاون مین لکھتے ہین کہ جب جنون کو بتقدیر الٰہی یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلون سے
متشکل ہوکر اعمال عجیبہ واقع کرتے ہین تو کاملین کی روحون کو بھی اگر یہ قدرت ہو تو کون محل تعجب
ہے اور دوسرے بدن کی کیا ضرورت ہے اور اسی قبیل سے وہ واقعات ہین جو بعضے اولیاء اللہ
سے منقول ہین کہ وہ ایک آن مین متعدد جگہون مین موجود ہوتے ہین اور افعال مختلفہ اُنسے ہو

ہوتے ہین تو وہان بھی اُنکے لطائف متجسد باجساد مختلفہ اور متشکل باشکال متباینہ ہوتے ہین علامہ
شیخ حسین کی کشف الارتیاب مین لکھتے ہین کہ کتب معتبرہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ
اولیاء اللہ کے نفوس متبرکہ جب اجساد سے علٰحدہ ہو جاتی ہین تو جز و مکان سے اُن کو تعلق نہین
رہتا فوق آسمان اور قعر دریا اور زمین اُنکے نزدیک سب برابر ہوتا ہے بلکہ اس تجرد مین عامہ
مسلمین و یہود و نصارے و مجوس وغیرہ کے نفوس سب برابر ہین فرق اتنا ہے کہ کفار مشرکین
کے نفوس کو ایک قسم کی قید ہوتی ہے جیسے قبل موت کے اپنے اجسام کے تقید مین ہوتی
ہے تو اُسکی کیفیت اللہ کے سوا کوئی نہین جانتا اور انبیا و صلحا کے نفوس کو کسی قسم کی قید
نہین ہوتی بلکہ وہ بطور خود مطلق العنان رہتے ہین زمین و آسمان مین جو کچھ واقعات
گذرتے ہین اُنکو انمین سے بعضے دقائق پر زندون کی بہ نسبت زیادہ اطلاع ہوتی ہے اسلئے
کہ وہ عالم شہادت کی تنگ گلیون سے نکل کر عالم غیب کے فراخ میدان مین پہونچے
ہوتے ہین عالم غیب کی فراخی و وسعت کا درجہ اس عالم سے بڑھی ہے اور اس عالم سے
اُسکا درجہ بہتر ہے اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ اس صورت مین اولیاء اللہ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے
مساوی ہوگا تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے دریاؤن کی روانی اور درختون کے
پتے اور گھاس کے حرکات اور بارش کے قطرات اور نفوس کے وسواس اور آنکھون
کی خیانت اور دلون کی حالت سے واقف ہے اور معدومات کو بھی جانتا ہے اور جو چیز
قیامت تک پیدا ہوگی اُسکا بھی علم رکھتا ہے ایسا علم محیط کسی ولی کو نہین ہوتا اگر کسی جزئی بات
کا علم اُنکو ہو بھی تو اس سے مساوات لازم نہین آتی مثلاً اگر اُنکو بعض حوادث یومیہ کا علم ہوا تو
اس سے یہ نہین کہا جاسکتا کہ اُنکا علم ویسا ہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا ہے ورنہ لازم آئیگا کہ
اللہ کا علم بشر کے علم سے مساوی ہو کیونکہ بشر مین کچھ نہ کچھ علم و سمع و بصر موجود ہے نعوذ باللہ
منہا یہ خیال شیطانی ہے عقیدہ یہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حد درجہ کامل و صفات
انسانی حد درجہ ناقص ہین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ مین فرماتے ہین کہ بعد
موت کے انسان کے علاقے ٹوٹ جاتے ہین اور وہ اپنے مزاج کیطرف رجوع کرکے فرشتون سے
ملجاتا ہے اور انھین مین سے ہو جاتا ہے اور اُسپر الہام ہوتا ہے جیسے فرشتون پر اور جس کام مین
فرشتے سعی کرتے ہین یہ بھی سعی کرتا ہے اور کبھی یہ لوگ اعلاء کلمۃ اللہ مین مشغول ہوتے ہین اور اللہ کے
گروہ کے مدد کرنے مین اور کبھی آدمیون کو خبر پہنچانے مین اور کبھی صورت جسمیہ اختیار کرنے مین بلحاظ

مثل خلقت کے جس سے اُسکو مشابہت ہوتی ہے اور ایک قوت اُسے روح ہوائی مین ملتی
ہے کہ جس سے وہ جسم نورانی ہو جاتا ہے اور کوئی کھانے کا مشتاق ہوتا ہے سو وہ اُسکو دیا
جاتا ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ تذکرۃ الموتے والقبور مین لکھتے ہین کہ حق تعالی شہدا کے
حق مین فرماتا ہے بل احیاء عند ربہم یرزقون شاید مراد اس سے یہ ہو کہ حق تعالے نے
انکی روحون کو بدنون کی ایسی قوت دی ہے کہ جہان چاہین سیر کرین اور یہ حکم مخصوص شہدا
کے لیے نہین انبیاء و اولیاء و صدیق شہدا سے افضل ہین اور اولیا بھی شہدا کے حکم مین
ہین کہ جنھون نے نفس سے جہاد کیا ہے اور یہی جہاد اکبر ہے اور رجعنا من الجہاد الاصغر
الی الجہاد الاکبر[1] اسی سے کنایہ ہے اسیواسطے اولیاء اللہ کا ارشاد ہے ارواحنا اجسادنا
یعنی ہماری روحین بدنون کا کام کرتی ہین اور کبھی نہایت لطافت سے بدن روحون کے
رنگ پر ہو جاتے ہین اسی سے کہتے ہین کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا
اور روحین انکی زمین و آسمان و بہشت مین جہان چاہتی ہین جاتی ہین اور دوستون اور
معتقدون کی دنیا و آخرت مین مدد کرتی ہین اور دشمنون کو ہلاک کرتی اور اور روحون سے
اویسیت کے طریقہ پر فیض باطنی پہونچتا ہے اور اسی حیات کی وجہ سے ان کے بدنون کو
قبر مین مٹی نہین کھاتی ہے بلکہ کفن بھی رہتا ہے ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی
کہ مومنین کی روحین جہان چاہتی ہین سیر کرتی ہین اور مومنین سے مراد کاملین ہین جن کے
بدنون کو حق تعالے روح کی قوت دیتا ہے وہ قبرون مین نماز اور قرآن پڑھتے اور ذکر کرتے
ہین تفسیر فتح العزیز مین سورہ اذا السماء انشقت کی تفسیر مین ہے کہ بعضے خواص اولیاء اللہ
جنکو اللہ نے آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد اپنے بنی نوع کا کیا ہے اس حالت مین بھی انکو تصرف

---

[1] یہ حدیث تنہا کی زبانون پر بالفاظ متعددہ مذکور ہے بعضے یون کہتے ہین کہ رجعنا الی الغزوۃ الکبری من الغزوۃ الصغری اور
بعضے طرح جیسا کہ منقول ہوا ایک بار حضرت صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جہاد اکبر کیا ہے فرمایا کہ وہ جہاد دل ہے ابن حجر
لسان اللسان فی تخریج احادیث الکشاف مین لکھتے ہین کہ یہ حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات سے پلٹے تو فرمایا کہ ہم
پلٹے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کیطرف اسکو ثعلبی نے اسناد ذکر کیا ہے بیہقی نے کتاب الزہد مین حدیث جابر سے روایت
کیا کہ جب حضرت کے حضور مین ایک قوم غزوہ کر کے آئی تو آپ نے فرمایا کہ تم آئے بہتر آنا چھوٹے جہاد سے طرف جہاد اکبر کے لوگون نے عرض کیا کہ جہاد
اکبر کیا ہے فرمایا کہ مجاہدہ کرنا بندہ کا اپنی خواہش سے اور اس سند مین ضعف ہے اور یہ روایت عیسی بن ابراہیم کی یحیی بن یعلی سے ہے
اور روایت کی لیث بن ابی سلیم سے اور یہ تینون ضعیف ہین اور نسائی مین کہا کہ یہ قول ابراہیم بن ابی عبلہ کا ہے
اور سیوطی نے درمنثور مین کہا ہے کہ اسکو خطیب نے اپنی تاریخ مین جابر سے روایت کیا ہے منہ

دنیاوی عطا فرمایا ہے اور انکا استغراق کمال وسعت مدارک کی وجہ سے اس طرف توجہ کا مانع
نہین ہوتا اور اویسی اُن سے کمالات باطنی حاصل کرتے ہین اور ارباب حاجات ومطالب
اُن سے حل مشکلات چاہتے ہین اور پاتے ہین اور انکی زبان حال سے اُسوقت بھی یہ مضمون
ادا ہوتا ہے کہ ست من آیم بجان گر تو آئی بہ تن ؛ اور حکما کا مسلک یہ ہے کہ نفس کو جب عقل
فعال سے ملکہ اتصال حاصل ہوجاتا ہے تو ادراک کے لئے اُسے آلات کی ضرورت نہین
رہتی اور آلات کے نہونے سے اُسکے ادراک کو کچھ ضرر نہین پہونچتا بلکہ وہ ایسی حالت مین
بالذات ادراک کرتا ہے جسطرح اُسکے پہلے بذریعہ آلات کے ادراک کرتا تھا اگر ادراک کا
مدار آلات ہوتے تو جب آلات کو ضعف ہوتا تو بالضرور نفس کو سستی حاصل ہوتی اور تجربہ
اسکے خلاف ہے اس لیے کہ اکثر قواے حسیہ وحرکتیہ کو اختلال ہوتا ہے اور قوت عقلیہ
یا اپنی حالت پر ہوتی ہے یا اُس مین اور مزید زیادتی ہوجاتی ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جب
نفس کو مع آلات کے سستی ہو تو نفس کا فعل بھی باطل ہوجاے آدمی جب بوڑھا ہوتا ہے
تو اُسکی عقل تیز ہوتی ہے حالانکہ آلات ضعیف ہوجاتے ہین دماغ کثرت حرکات فکریہ سے
کسی قدر ضعیف ہوجاتا ہے مگر نفس کے کمالات قوی وجوان رہتے ہین جیسا کہ اشارات اور
اُسکی شرح مین یہ بحث نہایت بسط سے لکھی ہے اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ دلیل
ادراک جزئیات مین اچھی طرح پائی جاتی ہے اسلیئے کہ آلات سے ادراک جزئیات ہوتا ہے
اور یہان موازنہ ومقایسہ ادراک نفس کا بذریعہ آلات وبغیر ذریعہ آلات مین ہے ؎

	ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد		از رہگذر خاک سر کوے شما بود	

وصل بیان طریقہ فاتحہ شریفہ اور اُسکے متعلقات مین

سید عبد الجلیل ابن سید شاہ غیاث الدین قادری تحفۃ الراغبین مین لکھتے مین کہ میرے
والد فرماتے تھے کہ اس سلسلہ عالیہ کے مرید وطالب کو چاہیئے کہ ساعت وصال شریف کو
منتظر رہ کر آپ کی طرف متوجہ ہوکے آپ کے شجرہ متبرکہ کو پڑھکر توسل چاہے کہ یہ بہت موثر
ہے بعد ختم شجرہ کے مٹھائی بچوں کو تقسیم کرے اقتباس الانوار مین ہے کہ کشایش رزق
کے لیے ہر شب پنجشنبہ وجمعہ کو شیرینی حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے فاتحہ کیلئے اسطرح
سے منگاے کہ پانچ پیسہ کی شیرینی سے شروع کرے اور ہر پنجشنبہ کو چار دام بڑھاے

اور اس پر فاتحہ اس طور سے کرے کہ سورۂ الحمد ایک بار اور سورۂ اخلاص مع بسم اللہ گیارہ
بار پڑھ کر آپ کی روح مبارک کو بخشے اور شیرینی تقسیم کر دے اور حاجت روائی کے واسطے
بزرگان دین سے یہ طریقہ بھی منقول ہے کہ پہلے کہے کہ بر روح پاک قطب العالمین
سلطان المحبوبین غوث الاعظم محی الدین ابو محمد سید عبد القادر الجیلانی العراقی پھر یہ گیارہ نام
آپ کے پڑھے سید محی الدین شیخ محی الدین سلطان محی الدین قطب محی الدین غوث محی الدین
مخدوم محی الدین خواجہ محی الدین درویش محی الدین غریب محی الدین ولی محی الدین مسکین محی الدین
بعد اسکے آٹھ بار سورۂ فاتحہ اور گیارہ بار سورۂ اخلاص اور تین بار درود شریف پڑھے اور
جو حاجت ہو وہ اللہ کی جناب میں عرض کرے اور گیارہ کوڑی یا گیارہ دمڑی کی شیرینی
پر نیاز دے کر تقسیم کرے تحفۃ الراغبین میں ہے کہ فاتحہ شریفہ پڑھنے کی ترتیب شیرینی
پر نضائے حاجت کے لئے اس طریقہ سے ہے کہ پہلے گیارہ بار گیارہ نام آپ کے پڑھے
اسکے بعد آٹھ بار الحمد پھر گیارہ بار قل ہو اللہ پھر تین مرتبہ درود شریف جو حاجت ہو وہ ضرور
پوری ہو اور یہ عمل مجرب و آزمودہ ہے اور یہ طریقہ بھی ہے کہ اول درود شریف گیارہ بار
پڑھے پھر درود مبارک مولفہ آنحضرت پڑھے جو یہ ہے اللھم صل علی محمد معدن الجود
والکرم منبع الحلم والحکم وعلی آلہ واصحابہ بارک وسلم
بعد اس کے آیۃ الکرسی ایک بار اور پھر قل ہو اللہ مع بسم اللہ گیارہ بار
پھر درود شریف گیارہ بار بعد اسکے یوں کہے بارواح پاک جمیع انبیا و رسل صلوٰۃ اللہ علیہم
اجمعین خصوصاً بر روح پر فتوح حضرت سرور کائنات خلاصہ و خاتمہ موجودات رحمت عالمیان
و صفوت آدمیان تتمہ دور زمان احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر دو اشعار جو نیچے لکھے
جائینگے پڑھے ایضاً اور حضرت مولوی شاہ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا معمول جو انھوں نے اپنے
ایک مرید کو لکھوایا ہے یہ ہے کہ اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار اور سورۂ اخلاص گیارہ بار اور
سورۂ فاتحہ گیارہ بار اور سورۂ الھکم التکاثر گیارہ بار اور یہ اشعار ایک بار سے

سید و سلطان فقیر و خواجہ مخدوم و غریب — بادشاہ و شیخ و درویش و ولی بود ما نہ
حسن سید فاطمہ ثانی اسامی والدین — وز سعیدہ سید ایشان مرد حق مردانہ
زینب و لی لی نفیسہ خواہران حضرت اند — بعد ازین فرزند ایشان جیلی جانانہ

ایضاً اور مناقب غوثیہ میں ہے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی روح مبارک پر فاتحہ

پڑھنے کا طریقہ حاجت بر آنے کے لئے بزرگان دین سے یون منقول ہے کہ اولاً گیارہ روح پاک
حضرت قطب عارفین سلطان المحبوبین غوث الاعظم محی الدین ابو محمد سید عبد القادر جیلانی العراقی
پھر دو گیارہ نام آپ کے لے جو ان اشعار مین منقول ہین پھر آٹھ بار سورہ فاتحہ اور گیارہ بار
قل ہو اللہ اور تین بار درود شریف پڑھے اور جو حاجت ہو وہ اللہ سے مانگے بیشک وہ پوری
ہوگی اور گیارہ جیتل[1] کی شیرینی پر فاتحہ پڑھکر تقسیم کرے ایضاً اقتباس الانوار مین تحفۃ الراغبین
سے منقول ہے کہ جو شخص شیرینی کے نقد عدد اختیار کرنا چاہے تو اُسکے دو طریقہ ہین ایک کہ
گیارہ ٹکے یا گیارہ دونی یا گیارہ چونی یا گیارہ اٹھنی یا گیارہ روپیہ یا گیارہ اشرفی جو میسر ہو اسکے
فاتحہ کرے دوسرا یہ کہ اکنی ٹکے جس طرح کے ہو سکین یعنی کوڑی پیسہ وغیرہ نذر کرین جب حاجت
پوری ہو جاوے تو شمار نشمار کر اسپر فاتحہ کردے اور حضرت کا توشہ بھی قضاے حاجات وکفایت
مہمات کے لئے بہت مجرب ہے اس مین بہتر یہ ہے کہ مطلب حاصل ہونے سے پہلے اُسکو ادا
کرے اور ترکیب اسکی یہ ہے کہ سوا پانچ سیر میدہ اور اُسی قدر شکر وگھی اور سوا سیر مغز بادام اور اتنے ہی
مغز پستہ اور کشمش اور نارجیل اور سوا پاؤ قرنفل اور اسیقدر دارچینی قلمی اور چھوٹی الائچی سب
کو ایک جا کرکے با احتیاط تمام ادب وطہارت سے حلوا بنا کر فاتحہ پڑھے اور سوا نمازیون اور
نیک آدمیون کے دوسرون کو نہ کھلاوے اور نہ کسی کو گھر لیجانے دے اور سب کے سب بحضور
دل صاحب حاجت کے مطلب کیلئے دعا کرین بعد حاجت پوری ہونے کے تھوڑی شیرینی پر
فاتحہ کردے اور اگر کسی کے لڑکا نہ ہوتا ہو تو چاہئے کہ آپ کے کندوری کی نذر کرے اور
چالیسوین یا چھٹے دن لڑکے کے پیدا ہونیکے اُسکو ادا کردے اسطرح پر کہ سوا گیارہ سیر پلاؤ
اور سوا پانچ سیر قلیہ اور سوا گیارہ سیر روٹی پکا کر آپ کا فاتحہ کر کے گیارہ فقیرون کو جو آپکے
سلسلے کے مرید ہون کھلاوے اور اگر زیادہ وسعت ہو تو ایک من یا ڈاور پلاؤ اور بیس سیر
قلیہ یعنی آدھا من روغنی یا ورآٹا پکاکے نیک لوگون کو کھلا دے اور گیارہ ٹکہ یا گیارہ رومال یا
پگڑی جو توفیق ہو اُنکو دے اور خشکا گیلانی یہ ہے کہ روغن زرد دو سیر دو دھ یا ر چاول ۱۲ تار شکر سفید

---

[1] جیتل بکسر یا معروف و تیم تاے فوقانی ایک قسم کی چاندی مسکوک ہوتی ہے اور یہ لفظ ہندی ہے اور بعض لکھتے
ہین کہ اسکے معنی وہ سکہ مین کہ جو پچیسوان حصہ فلس کا ہوتا ہے اور دام کہتے ہین چالیسوین حصہ روپیہ کو اور پچیسوین حصہ فلوس
کو بھی اور وزن اسکے وزن ہین دام پنجشہ، اٹھ رہ ماشہ کا ہوتا ہے اور بعضون کے نزدیک اکیس ماشہ کا اور دام تمام بارہ آنے
کا ہوتا ہے کذا فی غیاث، منہ ت ۱۲

یا کشمش و بادام بنا بر موافق دستور کے بچھا دے اور خوشبو مثل کیوڑہ وغیرہ کے بھی ڈال کے اوپر آپ کا فاتحہ کرے اب یہان پر چند مسئلہ بھی سُن لینا ضروری ہین مسئلہ اوّل تحقیق اور حکم فاتحہ کے بیان مین جو عبادت انسان کی زبان یا جوارح یا ارکان سے صادر ہو اسکو عبادت بدنی کہتے ہین جیسے قرآن و تسبیح و تہلیل وغیرہ اور جس عبادت مین مال خرچ ہو اسکو عبادت مالی کہتے ہین جیسے روٹی گوشت اور روپیہ پیسہ کپڑا وغیرہ اللہ کی راہ مین دینا تو اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ دونون طرح کی عبادت کا ثواب اگر مردہ کو بخشا جائے تو پہونچتا ہے ہدایہ مین ہے کہ انسان کے لئے یہ بات درست ہے کہ وہ اپنے نیک کام کا ثواب دوسرے کو دے اور وہ عمل نیک روزہ ہو یا نماز یا صدقہ وغیرہ اور یہی مذہب اہلسنت والجماعت کا ہے شرح عقائد نسفی مین ہے کہ زندون کی دعا مُردون کے لئے یا [illegible] کے واسطے اس سے مُردون کو نفع پہونچتا ہے اس مسئلہ کے مخالف معتزلہ ہین یعنی [illegible] نہین پہونچتا ہے حالانکہ یہ مسئلہ اکثر حدیثون سے ثابت ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ تذکرۃ الموتے والقبور مین ان حدیثون کو نقل کرکے لکھتے ہین کہ اسی بنا پر اکثر [illegible] کی یہ عادت ہے کہ جب کسی میت کے نام سے کچھ کھانا یا شیرینی دینا چاہتے ہین تو [illegible] اور درود شریف پڑھکر اُس میت کے لئے دعا کرتے ہین اور خدا سے درخواست کرتے ہین کہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اور یہ جو کچھ خیرات دیجاتی ہے اس کا ثواب فلان مردہ کو پہونچے عوام اسکو فاتحہ کہتے ہین یون کہا کرتے ہین کہ آج فلان مردہ [illegible] کی فاتحہ [illegible] اصل مین فاتحہ سورۂ الحمد شریف ہے چونکہ یہ سورۂ شریفہ اُسوقت پڑھی جاتی ہے اس [illegible] اُس کل عمل کا نام فاتحہ قرار دیدیا گیا بطور تسمیہ الکل [illegible] اور [illegible] اسکا نام فاتحہ مرسوم رکھا ہے اب اس فاتحہ مین دیکھنا چاہئے کہ جو کچھ درود [illegible] دعا اور الحمد پڑھی گئی یہ تو عبادت بدنی ہے اور وہ ثابت الاصل ہے [illegible] کھانا یا شیرینی [illegible] دی گئی یا دیجاویگی وہ عبادت مالی ہے وہ بھی فقہ و حدیث [illegible] سے ثابت [illegible] عبادتون کا ثواب میت کو پہونچایا جاتا ہے تو [illegible] کہ [illegible] معنی نہین اگر یہ کہا جائے کہ عبادت بدنی علٰحدہ ہو اور عبادت [illegible] ثابت نہین تو یہ ویسے ہوگا کہ مثلاً کوئی مفتی [illegible] کہ اسمین گوشت ہے اور گوشت حلال چیز ہے اور [illegible] [illegible]

جو بعض چاولوں پر ہوتی ہے وہ بھی حلال ہے تو مجموعہ ان مباحات کا مباح ہے اب اگر کوئی
بیہودہ سر پھوڑنے کو تیار ہو جاوے اور کہے کہ صاحب سب علیحدہ علیحدہ تو بیشک ثابت ہین
لیکن ہم تو جب مانین کہ جب اس مجموعہ کا ذکر قرآن یا حدیث مین ہو یہ الفاظ کہان لکھے ہین کہ
بریانی کھانا درست ہے تو جس طرح اُس بیہودہ کو سب عقلا بیوقوف جانینگے ویسے ان
منکرین کے متعلق بھی خیال کرینگے علاوہ برین جس طرح اثبات جمع کو صریح روایت کے ہونے
پر موقوف رکھتے ہین اسیطرح چاہیے کہ منع کو بھی صریح روایت کے ہونے پر موقوف کہین
یعنی اگر عبادت مالی اور بدنی جمع کرنے مین کسی حدیث یا آیت سے ممانعت ہو تو منع کرنا چاہیے
ورنہ سکوت کرنا چاہیے حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ کوئی حدیث یا آیت ممانعت جمع بین العبادتین
مین نہین آئی ہے اب یہ بات کہ کھانا سامنے رکھکر اُسپر کچھ پڑھنا یہ ثابت ہے یا نہین
تو ہمارا دعوی یہ ہے کہ یہ ثابت ہے چنانچہ چند حدیثین مشکوۃ شریف کی باب المعجزات
مین بخاری اور مسلم کی روایت سے موجود ہین ایک حدیث تو ام سلیم کی ہے کہ وہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے بھوکے ہونے کا حال معلوم کرکے جو کی چند روٹیان پکاکر دوپٹہ
کے پلہ مین باندھکر آپ کے حضور مین لائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن روٹیون کو
ملیدہ کی طرح توڑ ڈالا اور جو کچھ اُنکے برتن مین گھی لگا ہوا تھا وہ بھی اُس مین ملا دیا پھر چند الفاظ
دعائیہ اُسپر پڑھے بعد اُسکے دس دس آدمیون کو بلا کر کھانا شروع کیا اور ستر یا اسّی آدمیون
کو پیٹ بھر کھلایا پھر آنحضرت نے اور ام سلیم کے گھر والون نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا اسمین کھانا سامنے ہونا
اور اسپر دعا پڑھنا جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا اُس کا پڑھنا پایا گیا شیخ عبدالحق محدث
دہلوی اشعۃ اللمعات مین اسی حدیث کے ترجمہ مین لکھتے ہین کہ شراح حدیث کہتے ہین کہ دس
دس آدمیون کو بلانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ جگہ تنگ تھی اور کاسہ بھی جس مین کھانا تھا اتنا بڑا
نہ تھا جسکے گرد دس آدمیون سے زیادہ حلقہ کرکے بیٹھ سکتے اور بعضے کہتے ہین کہ یا اسوجہ سے
تھا کہ جتنے بہت سے آدمی جو اسقدر کم کھانا دیکھینگے تو سمجھینگے کہ اتنے سے کھانے
مین کیا پیٹ بھریگا وہ حرص اور نا کافی ہونے کا وہم برکت کے اٹھ جانے کا باعث ہوگا پھر
ایک اور روایت مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دس آدمی بلوا کر کھلائے یہانتک
کہ جب اسّی آدمی کھا چکے تب آپ اور ابو طلحہ کے گھر والون نے کھایا اور باقی چھوڑ دیا اور
بخاری کی ایک روایت مین ہے کہ آپ نے دس دس آدمی کھلائے یہانتک کہ چالیس

فرمایا کہ اپنے برتن بھر لو پھر جس قدر لشکر تھا سب نے اپنے تمام ظروف بھر لئے اور خوب کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا شارحین کہتے ہیں کہ اُسوقت لشکر میں لاکھ آدمی موجود تھے تو حدیث صحیح سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لاکھ آدمی اس بات کے شاید تھے کہ کھانا سامنے رکھے ہوے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی رہی یہ بات کہ آنحضرت نے وہ دعا مانگی جس کی آپ کو ضرورت تھی اور صاحب فاتحہ وہ دعا کرتا ہے جس کی حاجت اُسکو اُسوقت ہوتی ہے تو دعا ہونے میں دونوں برابر ہیں یعنی دعا کے معنی شرع میں اللہ سے سوال کرنے کے ہیں تو یہ دونوں جگہ ایک ہیں اور ان مقامات میں یہ بات کسی راوی نے نہیں لکھی کہ آنحضرت نے دعا کرنے میں ہاتھ نہیں اُٹھائے بلکہ یہ عادت مطلقا حضور کی تھی کہ جب دعا کرتے ہاتھ اُٹھا کر کرتے جیسا کہ جامع صغیر میں جلال الدین سیوطی نے نقل کیا ہے کان اذا دعا جعل بطن کفیہ الی وجھہ یعنی آپ جب دعا کرتے تھے تو ہاتھ اُٹھانے میں ہاتھ کی ہتیلی مونھ کیطرف کرتے تھے اور ارشاد بھی یہی ہے کہ تم جب سوال کرو تو ہاتھ اُٹھا کر ہتیلی پھیلا کر سوال کرو تو احادیث فعلیہ قولیہ ہر طرح سے دعا کیوقت ہاتھ اُٹھانے اور رکھانے کی موجودگی میں دعا مانگنے پر موجود ہیں اب ارباب انصاف کو چاہیئے کہ سخن پروری چھوڑ کر ان دلائل میں خوب تامل فرمائیں اور اتباع حق کریں ورنہ فاتحہ پڑھنے والے کو ضلالت میں نہ سنائیں کہ ع مرا بہ خیر تو امید نیست بد مرسان - اور یہ جو بعضے آدمی زیادہ احتیاط کرتے ہیں کہ قبلہ رو ہو کر بیٹھکر صاف اور پاک جگہ پر فاتحہ پڑھتے ہیں تو گو یہ فرض نہیں ہے بلکہ آداب سے ہے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کے پاس درود و فاتحہ پڑھنے کے لئے سوالات عشرہ میں ارقام فرماتے ہیں کہ فاتحہ اور درود فی نفسہ درست ہے لیکن اس قسم میں ایک طرح کی بے ادبی ہوتی ہے اسواسطے کہ نجاست معنوی رکھتا ہے فاتحہ اور درود پڑھنے کے لئے ایسی جگہ ہونا چاہیئے جو نجاست ظاہری اور باطنی سے پاک ہو اور مولوی اسمٰعیل شہید دہلوی صراط المستقیم میں حسب تعلیم اپنے پیر و مرشد کے لکھتے ہیں کہ پہلے طالب کو چاہیئے کہ باوضو دو زانو نماز کی طرح بیٹھے اور فاتحہ بزرگان سلسلہ کے نام پڑھکر خدائے پاک کی درگاہ میں اُن بزرگوں کے توسط سے ملتجی ہوے اب سورۂ فاتحہ کی تخصیص مقامات ایصال ثواب پر اس وجہ سے ہے کہ الحمد کی فضیلت کل سورتوں پر زائد ہوتی ہے سیرۃ حلبی اور تفسیر عزیزی میں ہے کہ اگر سورۂ الحمد کو ایک پلہ ترازو میں رکھیں اور تمام قرآن دوسرے پلہ میں تو الحمد ہی کی سورۃ غالب

آدمی کی سات حصہ زاید اور تفسیر روح البیان مین ہے کہ جس نے الحمد پڑھا اسکو اللہ ایسا ثواب دیگا کہ گویا کل قرآن اُس نے پڑھا اور کل مومنین اور مومنات پر بعد قرآن دیا اسیطرح سورۂ قل ہو اللہ کے فضائل بھی ہین جو اپنے مقام پر مذکور ہین اور درود شریف کی خوبیان تو ظاہر ہین لہذا انکا فاتحہ مین اختیار کر لینا اسکی مناسبت عاقل پر خود ہی ظاہر ہے رہی تخصیص تعین مقدار سورتون وغیرہ کے پڑھنے کی جو خاص طور پر حضرات اکابرون سے منقول ہے تو اسکے بارہ مین فتاوے تنقیح احمادیہ کے مسائل شتے باب الحظر والاباحۃ مین ہے کہ حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح مین باب الاذکار بعد الصلوۃ مین لکھا ہے کہ ذکرون مین خاص عدد کی رعایت معتبر ہے ورنہ ممکن ہے کہ ذاکر مین کلمہ لا الہ الا اللہ کو تینتیس بار سے زیادہ پڑھین اور بعضے علما کا قول ہے کہ حدیث مین جو عدد آئے ہین جیسے نماز کے بعد کے ذکر مین سو اُنپر ویسا ثواب مترتب ہوگا تو جسقدر کوئی ان سے اور زیادہ بڑھاکر پڑھیگا تو اُسے وہ ثواب حاصل ہونا نہین چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ مقرر اعداد مین کوئی حکمت اور خاصیت ہو جو اس بڑہا دینے کے بعد فوت ہو جائے حضرت شیخ حافظ ابو الفضل نے شرح ترمذی مین لکھا ہے کہ اس مین اعتراض ہے اسواسطے کہ وہ شخص اتنا تو پڑھ چکا ہے جتنے پر اسکو ثواب ملتا مثلاً تنتیس عدد مقرر ہین اس مین اُس نے چالیس پڑھی تو ان تنتیس کا ثواب تو اسکو ملنا ہی چاہیئے اب رہے سات زیادہ تو وہ زیادتی اس ثواب خاص کو کیون زائل کرنے لگے اور ممکن ہے کہ اس مین نیت کا فرق ہو تو اگر یہ نیت ہے کہ مین جب اتنے خاص عدد مامور بہا کو پڑھلونگا تو اتنے زاید اور پڑھونگا تو اس کا حکم وہی ہے جو شارح ترمذی نے لکھا اور اگر بلا نیت بڑھا دیا مثلاً ثواب دس بار پڑھنے مین تھا اور اُس نے اسکو سو مرتبہ پڑھا تو پھر وہی قول گذشتہ ہی غالب ہوگا بعض تہمت کرنے والون نے بھی قواعد مین مبالغہ کر دیا ہے یعنی انکا قول ہے کہ مندوبات شرعیہ محدودہ پر زیادتی بدعات مکروہ سے ہے کیونکہ بزرگون کا مرتبہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی چیز کی حد بیان کر دین تو اسی پر قائم رہنا چاہیئے اور اُس پر زیادتی کو بے ادبی سمجھنا چاہیئے علمارنے اسکی مثال یون لکھی ہے کہ مثلاً ایک دوا ہے کہ اُس کے ایک اوقیہ مین نفع ہے تو اگر اُس کو دو اوقیہ پیین تو اُس سے ہرگز نفع حاصل نہ ہوگا اور اگر ایک ہی اوقیہ پر کفایت کرین اور اتنے سے فائدہ لیکر پھر اور جتنا چاہین بڑھا دین تو اُس دوا کا نفع نہ جائیگا چنانچہ اس کا مرید ہے

کراذکار متبار مین جب ہر ایک کے لئے خاص عدد ہو اور اس کے ساتھ وہ سب باہم ملائے جائین تو وہان عدد خاص پر زیادتی بہتر نہو گی کیونکہ اس مین قطع موالاۃ ہے اور ممکن ہے کہ موالات کی کوئی حکمت خاص ہو کہ جس کے فوت ہو جانے سے وہ حکمت بھی فوت ہو جائے اسیطرح خاص چیزین فاتحون مین مقرر کرنا اس بارہ مین بھی ایک استفتا حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی کا ہے جو بجنسہ درج کیا جاتا ہے کہ خالی از فائدہ نہیں ہے **سوال** کھانے کی تخصیص بزرگون کے فاتحہ مین جیسے کھچڑا حضرت امام حسین علیہ السلام کے فاتحہ مین اور توشہ حضرت شیخ عبد الحق کے فاتحہ مین اور سوا اسکے اور ایسے ہی تخصیص کھانے والون کی اسکا کیا حکم ہے **جواب** فاتحہ اور کھانا بلاشبہ مستحبات سے ہے اور تخصیص یہ شخص کا فعل اختیاری ہے جو باعث منع نہیں ہو سکتا اور ایسی تخصیصات عرف اور عادات کی قسم سے ہین جو خاص مصلحتون اور پوشیدہ نشانون سے ابتدا ظاہر ہو کر رفتہ رفتہ شایع ہو گئین اور کھچڑے کے حق مین صاحب در مختار اور صاحب قنیہ اور دو فقہا نے تصریح بھی کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تخصیص جانورون کے ذبح اور اسکے گوشت کے تقسیم مین صدائق[1] حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مین بطریق صحیح ثابت ہے مولانا عبد اللہ گجراتی جو اپنے وقت مین اعاظم علما و صلحا سے تھے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے ہمعصر تھے اپنے وصیت نامہ مین لکھتے ہین کہ یہ قیدین اور تخصیص وضعون اور ترکیبون ماکولات اور تعینات اور پڑھنے والی چیزون کی بزرگون کے فاتحہ و نیاز مین یہ اتفاقات اور رسوم نیک سے ہین کیونکہ مشائخ کرام و اولیای عظام کے معمولات سے ہین اور انکا کمال ظاہری اور باطنی متفق علیہ تمامی اہل اسلام کا ہے وہ اس پر متنبہ تھے اور انھین نے انکا حکم دیا بلکہ بعضی مشہور ترکیبین کہ فاتحہ و نیاز فلان بزرگ کے اسطرح پر وہان چیزون پر ہونا چاہیئے یہ بزرگون کے رسائل و اوراد مین بھی دیکھے گئے جیسے اصحاب کہف کے فاتحہ کی ترکیب وغیرہ گو اصل وغیرہ معلوم نہیں لیکن انپر عمل کرنا مناسب ہے کیونکہ مجربات سے ہین اور رسنے[2] مین اس قسم کی تخصیصات بطریق صحیحہ مروی ہین اور برکات اور آثار کا ظہور ان تخصیصات مین یقینیات سے ہے مثل اور تمام تجربیات کے اس مین اور اسمین کوئی فرق نہین ہے اب رہا فاتحہ مین ہاتھ اُٹھانا تو اسوجہ سے ہے کہ فاتحہ مین دعا کیجاتی ہے اور دعا جو خارج نماز کیجاتی ہے اس مین ہاتھ اُٹھانا مستحب ہے حصن حصین مین ہے کہ دعا کے آداب سے

---

[1] یعنی مہر [2] جمع رقیہ یعنی افسون ۱۲

دونون ہاتھون کا پھیلانا ہے اور یہ ترمذی اور حاکم کی روایت ہے اور صرف دونون ہاتھون کا
اُٹھانا اس کے راوی صحاح ستہ کے مصنفین ہین مشکوۃ شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا حکم ہے کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو ہاتھ اُٹھا کر سوال کرو اور یہ بھی مشکوۃ شریف مین ہے
کہ بیشک اللہ تعالی شرم و لحاظ والا ہے اور کرم والا ہے اپنے بندے سے شرم رکھتا ہے کہ جب وہ اسکی طرف
ہاتھ اُٹھاوے تو وہ اُسکو خالی ہاتھ پھیر دے تو چونکہ فاتحہ مردہ کی امداد ہے اس لیے ہاتھ اٹھا کر
دعا کرتے ہین تا کہ خداوند تعالی بموجب مضمون حدیث شریف کے اُن ہاتھون کو خالی نہ پھیر دے
بلکہ مراد سے بھر دے اور مسائل اربعین مین مولوی اسحق صاحب نے چھبیسوین مسئلہ کے جواب
مین کہ تعزیت بست مین ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہین تحریر فرمایا ہے کہ ہاتھ اُٹھانا
دعا کے واسطے وقت تعزیت کے ظاہرا اس کا جواز آیا ہے اس واسطے کہ حدیث شریف
مین دونون ہاتھون کا اُٹھانا مطلقاً دعا مین ثابت ہوا ہے تو اسوقت مین بھی مضائقہ نہین رکھتا
لیکن اس کی تخصیص دعا کے لیے تعزیت کے وقت یہ منقول نہین جامع الاوراد مین ہے کہ اگر
کھانے پر فاتحہ کر کے فقیرون کو دیوے تو البتہ ثواب پہونچتا ہے نیز اُسی مین ہے کہ جب قرآن
ختم کرے تو پہلے پنج آیتہ پڑھکر فاتحہ کے واسطے ہاتھ اُٹھاوے اور فاتحہ کا ثواب جن کی
روحون کو چاہے بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بخشے اور زبدۃ النصائح مین مولانا زین الدین
مغفور کی یہ عبارت صفحہ چھپن مین موجود ہے کہ کہیں بمضمون فاتحہ مقررہ کا پس ثواب درود واحمد
وقل اور نیز ثواب مسارت طعام نذر اُن کی ارواح کو پہونچے گا اور اسی کتاب کے
صفحہ ۱۳۲ مین حضرت شاہ ولی اللہ محدث کا جواب ایک استفتا کا ہے کہ اگر مالیدہ اور
شیر برنج کسی بزرگ کے فاتحہ مین بہ قصد ایصال ثواب کے اُنکی روح کے لیے پکا مین
اور کھلا مین تو مضائقہ نہین اور نذر اللہ کا کھانا اغنیا کو حلال نہین ہے اور اگر فاتحہ کسی
بزرگ کے نام دیا گیا تو وہ اغنیا کو بھی کھانا جائز ہے نیز شاہ صاحب انتباہ مین لکھتے ہین کہ پھر
دس مرتبہ درود پڑھین اور ختم تمام کرین اور تھوڑی مٹھائی پر عموماً خواجگان چشت کے نام
پر فاتحہ پڑھین اور خداوند تعالی سے اپنی حاجت عرض کرین حضرت شاہ عبد العزیز محدث جواب
سوال نہم سوالات عشرہ مین تحریر فرماتے ہین کہ وہ کھانا جس کا ثواب حضرت امامین کی نیاز
کرین اور اسپر فاتحہ اور قل اور درود پڑھین تو وہ تبرک ہو جاتا ہے اُسکا کھانا بہت اچھا ہے
لیکن اُس کھانے کے تعزیہ کے آگے رکھے جانے اور اُس کے سامنے تمام رات رکھنے کو جب

کافرون اور بُت پرستون سے تشبہ ہوجاتا ہے اس لیے کراہت پیدا ہوجاتی ہے اور علی محمد خان
صاحب رئیس مرادآبادی کے نام جو خط لکھا ہے اُس مین تحریر فرماتے ہین کہ ماحضر
پر کھانا ہویا مٹھائی فاتحہ پڑھ کر اُس کی تقسیم حاضرین مجلس کو ہوجاتی ہے اور مولوی
اسمعیل شہید صراط المستقیم مین فرماتے ہین کہ یہ نہ سمجھو کہ مردون کو نفع پہونچانا اور فاتحہ پڑھنا
اچھا نہین ہے کیونکہ یہ بات بہتر و افضل ہے فقط اس کے علاوہ اور ثبوت بھی اس کے
متعلق کتب معتبرہ سے ممکن ہے مگر ناظرین مناظرہ کے لیے اتنا ہی کافی اور وافی ہے باینہمہ بھی
اگر کسی کو اس مسئلہ خاص کو مع اُس کے جزئیات اور انواع کی تفصیل کے دیکھنا منظور ہو تو وہ
رسالہ انوار ساطعہ فی بیان المولود والفاتحہ مصنفہ عالم علوم عقلی و نقلی مولوی محمد عبدالسمیع رامپوری
کو دیکھے کہ جسمین اُنھون نے نہایت عمدہ طور سے داد تحقیق دی ہے **مسئلہ دوم** حضرت
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رسالہ اثبات السنہ مین لکھتے ہین کہ اگر کوئی پوچھے کہ یہ جو ہمارے
زمانہ مین شائع ہے کہ لوگ مشائخ کے عُرس اُن کی وفات کے روز کرتے ہین اس کی کوئی
اصل بھی ہے یا نہین تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک بار مین نے اپنے اُستاد شیخ عبدالوہاب
متقی مکی سے اسکے بارہ مین پوچھا تھا اُنھون نے فرمایا کہ یہ مشائخ کے طرق اور معاودات
سے ہے اور اُن کی اس مین نیتین ہوتی ہین تب مین نے کہا کہ پھر دن کا تعین کیا فرمایا کہ
ضیافت تو مطلقاً سنت ہے تو اگر قطع نظر دن کے تعین سے کیا جاے تو اس کے اور نظائر
بھی ہین جیسے بعض مشائخ بعد نماز کے مصافحہ کرتے ہین یا عاشورہ کے دن سُرمہ لگاتے
ہین کہ یہ مطلقاً تو سنت ہے گر من حیث الخصوصیت بدعت اور بعضے متاخرین مشائخ
مغرب کا قول ہے کہ جس دن یہ لوگ واصل بحق ہوے ہین اُس روز بہ نسبت اور دنون کے
زائد خیر و برکت اور نورانیت ہوتی ہے پھر آپ نے تھوڑی دیر سر جھکا کر فرمایا کہ زمانہ سلف مین
تو یہ کچھ نہ تھا مگر یہ مشائخ متاخرین کے مستحسنات سے ہے واللہ اعلم فتاوی رحمانی کے
باب زیارۃ القبور مین ہے کہ علما اور اولیا کی زیارت سنت ہے قولاً اور فعلاً اور تقریراً زندہ
ہون یا مردہ قاضی امام ابی زید دبوسی کا قول ہے کہ وفادار لازمی ہے وہ مزار مقدس
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو یا آپ کے سوا اور لوگون کی اور مسلک مختار یہ ہے کہ مردون
کے لیے لازمی ہے نہ عورتون کے لیے امام غزالی کا قول ہے کہ زیارت اولیا مستحب ہے اور
اس کے لیے جانا بھی صحیح ہے اور مردون اور عورتون مین اختلاط مانع زیارت نہین

ہان اگر اس مین کوئی فساد ہو تو البتہ اختلاط منع ہے نہ زیارت کیونکہ ایسا بھی کبھی ہوتا ہے
جیسے کہ عرفہ کے دن اور مزدلفہ و منا مین اور کوئی ان جگہون کے جانیوالون کو مناسک ادا کرنے
کے لیے منع نہین کرسکتا اور بعضے اولیا کی زیارت ایک روز معین مین تو وہ ایک سر خاص ہے
جو اللہ ولی مرادسے ظاہر کرتا ہے بطور اسکی کرامت کے اور یہ آخر زمانہ تک رہے گا اور
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اُن کا یوم انتقال دار فنا سے دار بقا کے طرف ہوتا ہے اور وہ دن
بہت بڑا ہوتا ہے اسکی تعظیم اور خوشی چاہیئے کیونکہ ملائکہ و اہل برزخ و جنت اس ولی کی وفات
سے خوش ہوتے ہین و باہم خوش خبری دیتے ہین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہمعات مین
فرماتے ہین کہ یہین سے مشائخ کے عرسون کی حفاظت اور اُن کی قبرون کی زیارت اور اُن پر تجم
کا لزوم اور اُن کی طرف سے صدقہ دینے کا ثبوت تمام اور اُن کے آثار اور اولاد و منتسبین کی
تعظیم معلوم ہوتی ہے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ایک سایل کے جواب مین فرماتے ہین
کہ قبرون پر بعد سال کے ایک دن معین کرکے جانا اسکی تین صورتین ہین **پہلی** یہ کہ یک دن مقرر
کرکے ایک دو آدمی بلا مجمع کثیر قبرون پر محض زیارت اور استغفار کے لیے جاتے ہین اسقدر تو روایا
سے ثابت ہے چنانچہ تفسیر درمنثور مین منقول ہے کہ ابتداء سال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم مقابر مین تشریف لے جاتے تھے اور اہل قبور کے لیے مغفرت کی دعا فرماتے تھے
دوسری صورت یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہون و ختم کلام اللہ ختم کرین اور شیرینی یا کھانے
پر فاتحہ کرکے حاضرین مین تقسیم کرین یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے
زمانہ مین معمول نہ تھا لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو کچھ مضایقہ نہین کیونکہ کوئی برائی نہین ہے بلکہ
زندون اور مردون دونون کا فائدہ ہے **تیسری** یہ صورت کہ لوگ ایک دن معین کرکے عمدہ
کپڑے پہن کر عید کے دن کی طرح خوش خوش جمع ہون اور ناچ گانا اور دیگر بدعات ممنوعہ
کرین جیسے قبرون کا سجدہ اور طواف تو یہ قسم حرام اور ممنوع ہے بلکہ بعضے حد کفر تک پہونچے
ہین اور یہی ان دونون حدیثون کا محل ہے کہ لا تجعلوا قبری عیدا اور اللہم لا تجعل قبری
وثنا اور یہ دونون حدیثین مشکوٰۃ شریف مین موجود ہین پھر جناب شاہ صاحب ملا عبد الحکیم
سیالکوٹی کے جواب مین تحریر فرماتے ہین کہ قولہ عرس الخ یہ طعن مبنی ہے احوال مطعون علیہ
کے جہل پر کیونکہ سوائے فرائض مقررہ شرعیہ کے اور کسی امر کو کوئی شخص فرض نہین جانتا
ہان زیارت اور تبرک بقبور صالحین اور انکی امداد ثواب اور تلاوت قرآن اور دعائے خیر

اور تقسیم طعام یا شیرینی سے کرنا امر مستحسن اور بہتر باجماع علما ہے اور روز عرس کا تعین اسوجہ
سے ہے کہ وہ دن اُسکے انتقال کا یاد دلانے والا ہوتا ہے دار العمل سے دار الثواب کی
طرف ورنہ جس دن یہ عمل واقع ہو وہی فلاح ونجات کا باعث ہے اور اولاد کو چاہیے کہ اپنے
بزرگون کے ساتھ اسی طرح کی نیکی اور احسان کرین جیسا کہ احادیث مین مذکور ہے وولد
صالح یدعو له بالخیر اور تلاوت قرآن اور ثواب رسانی کو عبادت قرار دینا کمال بلادت
اور جہل پر مبنی ہے ہان اگر کوئی سجدہ یا طواف کرے یا دعا اسطرح پر کرے فلان ایسا کر دو یہ
البتہ مشابہت بت پرستون سے ہوگی اور جو ایسا نہین ہے تو کیون محل طعن سمجھا جاوے درمنثور
سیوطی مین لکھا ہے کہ ابن المنذر اور ابن مردویہ حضرت انس سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال اُحد مین تشریف لیجاتے تھے تو جب مقابر پر جاتے تو شہدا کی قبرون
پر یون سلام فرماتے کہ سلام علیکم بما صبرتم الخ اور ابن جریر کی محمد بن ابراہیم سے روایت
ہے وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے شہدا کی قبرون پر ہر سال
کے شروع مین اور فرماتے تھے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور حضرت ابوبکر
اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا اور تفسیر کبیر مین بھی یہی مروی ہے
اور اُس مین بھی خلفاے اربعہ کا جانا لکھا ہے مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی ایک سوال
کے جواب مین لکھتے ہین کہ زمانہ اگرچہ سیال اور غیر قار ہے لیکن اسکے متعلق اگر فرض کیا
جاوے کہ اسکے رات دن اور مہینہ وسال کیلیے شرعًا اور عرفًا دورے مقرر ہین تو جب
ایک دورہ تمام ہولیے تو پھر نئے سرے شروع ہوتا ہے اور حساب سے رمضان ماہ صوم
اور ذی الحجہ ماہ حج ہے یون ہی ہر مہینہ کے دورہ کو حکم اتحاد اسکے مثل کے ساتھ دیا جاتا
ہے جیسا کہ حدیث مین ہے کہ ایک بار یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین عرض
کیا کہ حق تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام کو اس دن نجات دی اور فرعون کو ڈبایا اُس کے
شکریہ مین ہم روزہ رکھتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ مین اس روزہ رکھنے کا زیادہ حقدار ہون چنانچہ
آپ نے عاشورہ کے دن خود روزہ رکھا اور اور لوگون کو بھی حکم دیا آنحضرت نے حضرت بلال سے
دعیت کی دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے کی اور فرمایا کہ مین اسی دن پیدا ہوا اور اسی مین مجھ پر قرآن
اُتارا گیا اور اسی مین مین نے ہجرت کی اور اسی مین مرونگا اور اسی وجہ سے اس تاریخ اور مہینہ
کے لوگون مین یاد رکھنے کا رواج پڑگیا اور مکاشفہ سے یہ دریافت ہوا ہے کہ ایسے دن

دوستان خدا کی روحون کا عالم برزخ مین تحقق ہوتا ہے تو انکو مدد پہونچانا دعا یا ختم یا تقسیم طعام سے
بدعت مباحہ ہوگی اور اس مین کوئی برائی نہین معلوم ہوتی اب محرمات کا ارتکاب جیسے چراغون
کا جلانا اور قبرون کا ملبوس کرنا اور سرود بجانا وغیرہ یہ سب بدعات شنیعہ ہین اور ایسی مجلسون
مین جانا ممنوع ہے اگر مقدور ہو تو حدیث گذشتہ من رای منکم منکرا پر عمل کرنا چاہیے واللہ
اعلم اور جلد ثانی فتاوے تنقیح حامدیہ کے باب الحظر والاباحۃ کے صفحہ ۳۲۴ مین ہے کہ غلافات
در عمامے اور کپڑون سے نیک لوگون اور اولیا کے مزارون پر رکھنے کو فقہا نے مکروہ لکھا
ہے چنانچہ فتاوے حجۃ مین لکھا ہے کہ قبرون پر ستر کرنا مکروہ ہے الخ لیکن ہم کہتے ہین کہ اگر
اس سے ارادہ اُس شخص کے عام لوگون مین رفعت اور عظمت بڑھانے کا ہو تاکہ وہ اسکو حقیر
نہ جانین یا خشوع اور تادیب قلوب غافلین کی ہو تو جائز ہوگا کیونکہ اگر ایسا نہوگا تو انکے
دل حاضری کے وقت نفرت کرینگے حالانکہ اولیا کی ارواح مبرکہ اپنے مزارون مین موجود
ہوتی ہین لہذا یہ امر جائز ہے اسکو منع کرنا مناسب نہین ہے اسواسطے کہ اعمال کا ثواب نیتون
سے ہوتا ہے اور ہر شخص کو اپنی نیت کا پھل ملتا ہے تو یہ گو بدعت اس معنی سے ہے کہ سلف
مین نہ تھی اور نہ یہ اُنکا طریقہ تھا لیکن یہ ویسے ہی ہے جیسے فقہا کا قول کتاب الحج مین ہے
کہ حاجی بعد طواف اُلٹے پیرون پھر کر مسجد سے نکلے کیونکہ اس مین بیت اللہ کی تعظیم نکلتی ہے
اور منہاج السالکین مین لکھا ہے کہ یہ جو لوگ اُلٹے پیرون بعد طواف وداع کے چلتے ہین اسکے
بارہ مین کوئی حدیث[1] نہین آئی ہے مگر ہمارے اصحاب کا یہ فعل ہے کذا فی کشف النور عن اصحاب
القبور للشیخ عبد الغنی النابلسی اور عینی شرح صحیح بخاری مین ہے کہ مقامات متبرکہ کو بوسہ دینا
بقصد تبرک اور صلحا کے ہاتھون پیرون کا چومنا باعتبار قصد و نیت تبرک جائز ہے اور مین نے اپنے
جد محمد بن ابی بکر کے تعلیقات مین دیکھا ہے کہ انھون نے امام محب سے نقل کیا ہے وہ جسوقت قرآن شریف
دیکھتے تھے تو اسکو چومتے تھے بعد اسکے وہی سب بیان ہے جو اوپر نقل ہو چکا اور جب وہ
صالحین کی قبرون کو دیکھتے تو بوسہ دیتے تھے اور ایسا کرنا بعید نہین ان چیزون مین جن سے تعظیم کی
ظاہر ہوتی ہو واللہ اعلم رسالہ تحفۃ الصدیق الی بیت العتیق مین لکھا ہے کہ تھوکا نی سکے

---

[1] مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ حاشیہ شرح وقایہ مین کتاب الحج مین حاشیہ متعلقہ قول صاحب وقایہ [illegible]
فقہا ہی مین لکھتے ہین کہ اگرچہ اس باب مین کوئی حدیث مرفوع نہین آئی ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ شخص سے بیت اللہ شریف
[illegible] کرتے ہین اسواسطے کہ رخصت کیوقت بیت شریف پر نظر زیادہ پڑے ۱۲ منہ

کہ بعضون نے مشروعیت بوسۂ حجر اسود اور بوسہ مجن سے ہر اُس چیز کے بوسہ دینے کا جواز کہ جو مستحق تعلیم ہو خواہ وہ آدمی ہو یا غیر آدمی استنباط کیا ہے اور ابی الصیف یمانی سے کہ جو علماء شافعیہ مکہ معظمہ سے تھے منقول ہے کہ قرآن مجید اور اجزاء حدیث اور قبور صالحین کو بوسہ دینا جائز ہے کذا فی الفتح اور ہاتھ پیر چومنے کا مسئلہ یون تو اوپر مجملاً بیان ہو چکا ہے لیکن اب بیان کسی قدر تفصیل سے لکھنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سعید بن منصور اور ابن سعید اور ابی شیبہ اور اسحٰق بن راہویہ اور احمد اور عبد بن حمید اور ابو داؤد اور بزار اور ابویعلی اور ابن المنذر اور طحاوی مشکلات الآثار مین اور ابن ابی حاتم اور نحاس اور طبرانی اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ اور ابونعیم اور بیہقی سعز مین اور اشعث وغیرہم طرق کثیرہ سے زید بن ابی زیاد سے راوی ہین کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے تھے کہ مین ایک لڑائی مین تھا اُسکے بگڑنے سے لوگ بھاگے اُنکے ساتھ میرے بھی پیر اُکھڑ گئے مجھے سخت ندامت ہوئی اور خیال ہوا کہ اب غضب الٰہی مین گرفتاری ہوئی کیونکہ لڑائی سے بھاگنا بڑا گناہ ہے پھر ہم نے کہا کہ چلو مدینہ مین چھپ کر رہین نہ ہم کسیکو دیکھین نہ کوئی ہم کو دیکھے جب مین مدینہ مین پہونچا تو خیال پیدا ہوا کہ اپنی کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنی چاہیئے اگر توبہ قبول ہو گئی تو یہان رہین گے ورنہ چلے جائینگے غرض آپ اور وہ صحابی جو بھاگ کھڑے ہوے تھے نماز صبح کے قبل حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے انتظار مین مسجد شریف مین آ بیٹھے جب آپ تشریف لاے تو سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ میدان جنگ سے بھاگے ہوے ہین آپ نے فرمایا کہ نہین تم بھاگنے والے نہین ہو تم تو میدان جنگ سے لوٹنے والے ہو ابن عمر فرماتے ہین کہ ہم نے قریب جا کر آپکے دست مبارک کا بوسہ دیا آپنے فرمایا کہ مین تمام مسلمانون کا حامی ہون اس سے یہ ثابت ہوا کہ بیعت توبہ کی بعد اپنے شیخ کا ہاتھ چوم لینا جائز ہے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف مین لکھتے ہین کہ بعد توبہ کے شیخ کے ہاتھ چومنے کے واسطے صوفیہ کے یہ سند سنت سے ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین کہ ابن مقری جابر کی حدیث سے نقل کرتے ہین کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر آپکے دست مبارک کا بوسہ لیا اور سلف کا یہ طریقہ تھا کہ جن صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اُن کے ہاتھ کو بوسہ دیتے تھے طبرانی اور

ابو لعیم اور مزی نے تہذیب الکمال مین عبد الملک بن عبد العزیز اور ابی نضرة التمار سے
روایت کی کہ وہ دونون کہتے تھے کہ ہم سے عطاف بن خالد مخزومی نے بیان کیا اور
اُن سے عبد الرحمن بن زرین نے کہ جب مین ربذہ مین آیا تو لوگون نے کہا کہ یہان
سلمہ بن الاکوع ہین مین نے اُن کی خدمت مین جا کر سلام کیا اُنھون نے اپنا ہاتھ نکال
کر فرمایا کہ مین نے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے ہم نے اُسکو بوسہ
دیا اور اُنھون نے اسپر کچھ ممانعت نہین کی فصول عمادی مین ہے کہ اگر کسی عالم یا بادشاہ
عادل کا ہاتھ اُسکے علم وعدل کی وجہ سے چوم لیا جائے تو کچھ مضائقہ نہین اور دوسرون کا
ہاتھ اگر بسبب تعظیم سلامی یا اس کی کرامت کے چومے تو بھی مضائقہ نہین تو جہان حدیث مین بوسہ
کی ممانعت آئی ہے وہ محمول انحنوت پر ہے جہان اسکی مشروعیت پائی جاتی ہے وہ بوجہ اس کی
تعظیم کے ہے چنانچہ شیخ ابو المنصور ماتریدی نے اسی طور پر حدیث کی تطبیق کی ہے شیخ محمد عابد
سندی انصاری رسالہ تقبیل مین لکھتے ہین کہ جب یہ بات ثابت ہوئی کہ صحابہ نے آپ کے
ہاتھ اور پیر بعض اوقات مین چومے ہین تو یہ اس امر پر قطعی دلیل ہے کہ عالم اور بادشاہ عادل
اور بزرگ کے ہاتھ اور پیر کا چومنا جائز ہے یہ امر کچھ آپکے خصائص سے نہین ہے کہ آپنے
زید بن حارثہ کا بعد معانقہ کے بوسہ لیا تھا جب کہ وہ مدینہ مین آئے تھے اور آپ نے حضرت
ابو بکر صدیق کے منھ کا بوسہ لیا تھا بعد موت کے چنانچہ بعد اسکے جناب امیر نے فرمایا تھا کہ
کیا ہم بوسہ دین ابو بکر کے منھ کو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے جواب مین فرمایا تھا کہ وہ میرے
مرتبہ مین بجائے باپ کے ہین اس سے ثابت ہو گیا کہ یہ خصائص سے نہ تھا جو دوسرون
کے لیے جائز نہ سمجھا جائے اور ابن ماجہ و ترمذی حضرت انس سے روایت کرتے ہین کہ لوگون نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ بعضے ہم مین ایسے ہین جو اپنے دوستون اور بھائیون سے جب ملتے
ہین تو اُسکے سامنے جھک جاتے ہین فرمایا نہین عرض کیا کہ اگر اُن سے ملے اور بوسہ دے
فرمایا نہین الحدیث اس حدیث مین یحییٰ بن قطان راوی ہے جسکے متعلق محدثین کا قول ہے کہ
اسکو اختلاط ہو گیا تھا امام احمد اسکو ضعیف اور منکر الحدیث کہتے تھے اور یہ کہ وہ عجیب باتین بیان
کرتا ہے اور حضرت انس سے منکرات روایت کرتا ہے انھین مین سے یہ ہے کہ ایک تم مین سے
دوسرے کے سامنے جھک جائے اور ابن معین کا قول ہے کہ یہ آدمی اچھا نہ تھا آخر عمر مین اس کی

حالت بدل گئی تھی پھر دوسرے کا قول ہے لیس بثقة ولا ... اور دون اثقتہ دربوحاتم و ...

نسائی کہتے تھے کہ یہ قوی نہین ہے امام مالک بوسہ کو مکروہ سمجھتے تھے اور ابن بطال کہتے
تھے کہ یہ اُس صورت مین ہے کہ جب تکبر اور تعظیم کی وجہ سے ہو ورنہ اگر قربت الی اللہ یا علم و
شرف کے خیال سے ہو تو جائز ہے مذہب شافعیہ مین صلاح و زہد یا علم یا شرف وغیرہ سے
یا ایسے امور سے جو متعلق امور دینیہ ہون بوسہ لینا مستحب ہے چنانچہ امام نووی نے اسکی تصریح کی ہے
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم مبارک کا بوسہ بھی صحابہ لیا کرتے تھے چنانچہ قیصر روم کے
قاصد نے بھی مہر نبوت کا بوسہ لیا تھا اُس کے راوی ابو یعلی وغیرہ ہین اور حاکم تاریخ نیشاپور مین
ابو حامد اعمش سے روایت کرتے ہین کہ مین نے سُنا کہ جب مسلم بخاری کے پاس آئے تو انکی دونون
آنکھون کے درمیان مین بوسہ دیا اور کہا کہ مجھے اجازت دیجیے تاکہ مین آپ کے دونون پیرون کا بوسہ
لون اور مُردہ کا بوسہ بھی شرعاً جائز ہے ابن سعید و ابن ابی شیبہ اور بخاری اور ابن ماجہ اور
ابو یعلی وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اور ایک جماعت نے جابر سے اور ابن ابی شیبہ اور بزار
نے ابن عمر سے اور ترمذی نے شمائل مین موسی ابن ابی عائشہ سے اور بیہقی نے دلائل مین
عروہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
آپکی آنکھون کے درمیان اور پیشانی پر بوسہ دیا اور قبر پر بوسہ دینے کو جو لوگ مکروہ کہتے
کہتے ہین اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مین نصاری کی مشابہت ہوتی ہے لیکن اہل کتاب کی مشابہت
ہر شے مین مکروہ نہین ہے اس لیے کہ بہت سے کام ایسے ہین جنھین مسلمان اور اہل کتاب
دونون کرتے ہین علامہ ابن نجیم بحر الرائق مین لکھتے ہین کہ تشبہ اہل کتاب ہر چیز مین مکروہ نہین
کیونکہ ہم لوگ بھی کھاتے پیتے ہین اور وہ لوگ بھی اور تشبہ ایسی چیز مین حرام ہے جو مذموم ہو
اور اس مین تشبہ مقصود ہو اور جسمین تشبہ مقصود نہو وہ مکروہ نہین ہے اور ایسا ہی قاضی خان نے
شرح جامع صغیر مین لکھا ہے یا جب حضرت عمر بیت المقدس کو فتح کر کے لوٹے تو حضرت بلال نے
یہ خواہش ظاہر کی کہ اُن کو شام مین رہنے کی اجازت دیجائے حضرت عمرؓ نے اجازت دی بلال شام
مین رہ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ اے بلال یہ کیا ظلم
ہے تم میری زیارت کو کیون نہین آتے بلال مغموم و خوفناک اُٹھے اور مدینہ کو چلے جب مزار مقدس پر
پہونچے تو رونے لگے اور اپنے مُنھ کو مزار مقدس پر ملنے لگے ابی الدرداء سے جو اس باب مین
حدیث مروی ہے اُس مین بھی ہے کہ بلال مزار اقدس کے پاس روتے تھے اور اپنا مُنھ ملتے
تھے تو اگر قبر کا چھونا یا مُنھ کا ملنا ناجائز ہوتا تو حضرت بلال اُسکے مرتکب نہوتے بخاری شریف

مین قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ حضرت صدیق نے بعد وفات حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے چاہا کہ بلال آپ کی خدمت مین رہین اور جیسے حضرت کے وقت مین اذان دیا کرتے تھے ویسے ہی اب بھی دیا کرین چونکہ حضرت بلال کو حضرت ابوبکر نے کفار سے مول لے کر آزاد کیا تھا اسوجہ سے حضرت بلال نے یہ سنکر حضرت صدیق اکبر سے کہا کہ اگر آپ نے مجھے اپنے کام و خدمت کے لیے خریدا ہے تو اپنی خدمت مین رکھیے اور اگر اللہ کے لیے مول لیا و آزاد کیا ہے تو مجھے چھوڑ دیجیے کہ مین اللہ کا کام کرتا رہون اور خلق سے کچھ کام نہ رکھون اور بعض روایتون مین ہے کہ حضرت بلال نے کہا کہ مجھے حضرت کی جگہ خالی دیکھنے کی طاقت نہین ہے رباعی سے

چہ مشکل تر از مین بر عاشق زار		کہ بے دلدار بیند جائے دلدار	

پھر وہ ایک لشکر کے ساتھ جو شام کو جاتا تھا چلے گئے اور دمشق مین سترہوین یا اٹھارہوین برس ہجرت کے انتقال کر گئے اور بعض روایتون مین ہے کہ بلال نے شام مین پہونچنے کے چند مہینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ یہ کیا ظلم ہے کہ تم میری زیارت کو نہین آتے ۔ چنانچہ یہ اٹھتے ہی فوراً مدینہ طیبہ روانہ ہوے اور وہان پہونچتے ہی پوچھا کہ حضرت فاطمہ بنت رسول ۔ اور حضرات حسنین کا کیا حال ہے لوگون نے کہا کہ حضرت فاطمہ نے تو وصال فرمایا اور حضرات حسنین صحیح وسلامت ہین حضرت بلال یہ واقعہ سنکر رونے لگے اور حضرات حسنین کی خدمت مین حاضر ہوے لوگون نے چاہا کہ بلال اذان دین تاکہ آنحضرت کا وقت یاد آئے مگر کسی کو مجال نہ ہوئی کہ اُن سے کہے لوگون نے کہا کہ اگر امام حسن فرمائین تو شاید وہ اذان کہین تب سب نے حضرت امام حسن سے کہلوایا بلال تعمیل ارشاد ضروری سمجھکر اُس مقام پر جہان آنحضرت کے وقت مین کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے چڑھے اور اذان کہنا شروع کی جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو لوگون کے دل مین ایک ہیبت پڑی اور سب رونے لگے اور جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو اور زیادہ لوگ رونے اور چلانے لگے اور جب اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو گویا تمام در و دیوار شہر کا پھٹنے لگے اور سب روتے روتے بے اختیار ہو کر گر پڑے نہ بلال کو اذان

سلہ اصابہ فی تمیز الصحابہ مین ہے کہ بلال بن رباح حبشی موذن تھے ان کی مان کا نام حمامہ تھا وہ کہتے تھے کہ ان کی وفات شام مین حضرت عمر کے زمانہ مین ہوئی اور ابن کثیر کا قول ہے کہ ان کا انتقال طاعون عمواس مین ہوا ۔ و دیگر مورخین کا یہ قول ہے کہ ان کا انتقال سنہ بیس مین ہوا اور ابن سعد کے موذن مین ہے کہ یہ حلب مین دفن ہوے ۔ تمت عفی عنہ

سکنے کی طاقت رہی اور سُننے والون کو اذان سننے کے ہوش رہے اور اذان تمام نہین ہوئی تھی کہ انکی روح پرواز کر گئی

شرح مشکوٰۃ لشیخ عبدالحق محدث دہلوی کی باب جامع المناقب اور خطیب نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر اپنے داہنے ہاتھ کو قبر شریف پر رکھتے تھے اور اسکو ایک جماعت نے اُن سے نقل کیا ہے زرقانی شارح موطا لکھتے ہین کہ بعضے علما نے مشروعیت حجر اسود کے چومنے سے یہ مستنبط کیا ہے کہ بوسہ ایسے لوگون کا جائز ہے جو تعظیم کے مستحق ہین امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ آپ کی قبر اور آپ کے منبر کا بوسہ جائز ہے اور ابن تیمیہ کو یہ سُنکر بڑا تعجب ہوا حنیف یمانی شافعی سے منقول ہے کہ قرآن شریف اور اولیاء اللہ کی قبر کا چومنا جائز ہے بات یہ ہے کہ بعض لوگ فرط محبت سے قبر کو چومتے ہین اور اُن کی محبت اُنپر مجبور کرتی ہے تو ایسے شخص کو چومنا جائز ہے اور بعض مین اس قسم کی محبت اور ایسی مجبوری نہین ہوتی ہے وہ نہین چومتے ہین ایسے لوگ بھی قابل ملامت نہین ہو سکتے سمہودی نے خطیب سے نقل کیا ہے کہ مقصود اس سب سے احترام و تعظیم ہے اور لوگون کے حالات اس مین مختلف ہوتے ہین جیسے کہ اُسکے زمانہ حیات مین مختلف تھے بعضی بے اختیار محبت سے یہ کر گذرتے اور بعضے نہین کرتے اور دونون ٹھکانے سے ہین سچ تو یہ ہے کہ

امر علی الدیار دیار لیلیٰ	واقبل بالجدار وذا الجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی	ولکن حب من سکن الدیار

یعنی جب مین اُس شہر یعنی جو لیلیٰ کا شہر ہے گذرتا ہون تو دیوار اور صاحب دیوار کا بوسہ لیتا ہون اور میرے دل کو شہر کی محبت نے نہین دیوانہ کر رکھا ہے بلکہ محبت صاحب شہر نے میرا یہ حال کر دیا ہے شیخ جلال الدین سیوطی توشیح علی جامع الصحیح مین لکھتے ہین کہ بعضے علماء عارفین نے بوسہ حجر اسود کے جواز سے صلحا کی قبر کے بوسہ کا جواز استنباط کیا ہے صاحب نہایہ کا قول ہے کہ امام رملی نے اولیاء اللہ کے چوکھٹ چومنے کو تبرکاً بلا کراہت جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے قنیہ مین ہے کہ ابو اللیث سمرقندی کہتے تھے کہ قبر پر ہاتھ رکھنا بدعت ہے نہ مستحب مگر میرے نزدیک اسمین کوئی مضائقہ نہین علاء الدین تاجری کہتے تھے کہ مین نے سلف کو اس بارہ مین منکر نہین پایا لوامع الانوار شرح درمختار مین ہے کہ چومنا غیر قرآن کا مثل قبور انبیا اور علما کے اس مین کلام ہے حنفی مکروہ کہتے ہین اور حنبلی مستحسن لیکن اگر کسی قسم کی اسپر مجبوری شرعی نہو تا ہو امام شافعی نے تو ایسے وقت مین کہ تبرک کے لیے ہو مطلقاً مباح کہا ہے اور جو لوگ اسکو مکروہ کہتے ہین اُنکی

وجہ یہ ہے کہ جیب پر سہرے ادب ملحوظ ہو چنانچہ جمال ملی شارح الیناح نے بھی ایسا ہی لکھا ہے
کذا فی مصباح الدجی الصریح غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار کے باب الحظر والاباحۃ کے صفحہ ۲۳۰ مین
جہان فتاوی عالمگیری سے یہ فائدہ کہ زیارت قبور مردون اور عورتون کو درست ہے نقل کرکے
کیفیت زیارت لکھی ہے اُس مین یہ بھی ہے کہ قبر پر ہاتھ رکھنا بعضون کے نزدیک درست ہے
اور بعضون کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا چومنا اور بوسہ لینا جائز نہین کیونکہ یہ نصاری کی عادت تھی
لیکن والدین کی قبر چومنے مین مضائقہ نہین اور پھولون کا قبر پر ڈالنا بھی درست ہے لیکن اگر
پھولون کی قیمت خیرات کر دے تو بہتر ہے اور شمعون کا مقابر پر لیجانا بدعت ہے حضرت شیخ
عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت مین مصنف کے اس قول کی شرح مین کہ قبرون پر مسجدین
بنانا اور چراغ جلانا ناشایستہ ہے تنبیہ کرکے لکھتے ہین کہ جو کچھ مصنف نے لکھا ہے وہ حق ہے اور احادیث
صحیحہ اس مین وارد ہین اور اصل طریقہ زمان نبوت اور خلفاء راشدین اور صحابہ مین یہی تھا لیکن
اُسکے بعد یہ تکلفات جو مقابر مین پیدا ہوے اور مفاخرت اور مباہات ظاہر ہوے تو غالباً
آخر زمانہ مین کوتاہ بینی عوام کی نظر سے تعمیر و ترویج مشاہد و عمارت بر مشایخ عظما دین یہ چیزین بڑھا
دی گئین اور وہ اس وجہ سے کہ تا کہ اہل اسلام اور ارباب صلاح کی شوکت و عظمت ظاہر ہو
خصوصاً ہندوستان مین کہ اعداے دین اور کفار بہت ہین اور اُن مقامات کی عالی شان
اُن کی نظرون مین رعب و دبدبہ کا باعث ہو اسیطرح بہت سے اعمال اور طریقے اگلے
زمانہ مین مکروہ تھے مگر آخر زمانہ مین مستحسن ہو گئے اب اگر جاہل یا عوام کوئی چیز کرین تو نیک بزرگون
کی روحین اُن سے راضی نہون گی حالانکہ اُن کا کمال اور دیانت اُن سے منزہ ہے ورنہ کرنا
صلحا کے جوار مین اور حضور و شہود اُن کے ساتھ تربت مین برکت اور نورانیت درستی کا
باعث ہے اور مقامات متبرکہ کی زیارت اور دعا کرنا وہان متوارث ہے امام شافعی کا قول ہے
کہ حضرت امام موسی کاظم سلام اللہ علیہ وعلی آبائہ الکرام کی قبر اجابت دعا کے لیے تریاق مجرب ہے
اور زیارت قبور مین احترام اہل قبور اور استقبال اور جلوس اور با ادب رہنے کا وہی حکم ہے جو حیات
مین ہو طیبی کا بھی ایسا ہی قول ہے اور بعض ان امور مذکورہ مین بعض روایت متاخرین کی کتب
فقیہہ مین توسیع اور ترخیص بھی پاتے ہین واللہ اعلم اور مجمع البحار کی دوسری جلد مین شرف کے
معنی کی تحقیق مین قبر کی تعمیر کے بارہ مین لکھا ہے کہ منع ہے پھر لکھا ہے کہ علماء سلف نے بوجہ
مصلحت کے مباح کر دیا اور اگلے بزرگون نے جائز رکھا ہے کہ مشایخ اور مشہور علماء کی قبرون پر

عمارت بنائی جائے تاکہ لوگ آکر اُن کی زیارت کریں اور وہاں بیٹھکر آرام پائیں اور صاحب
روح البیان نے شیخ عبد الغنی نابلسی کے رسالہ کشف النور سے نقل کیا ہے کہ بدعت حسنہ جو مقصود
شرع کے موافق ہوا اُسکو سنت کہتے ہیں تو قبوں کا علما اور صلحا اور اولیا کی قبروں پر بنانا جائز ہے
جب ارادہ صاحب قبر کی تعظیم کا ہو کہ عوام اُسکو تحقیر کی نگاہ سے نہ دیکھیں فقط مسئلہ سوم روشنی کے
متعلق تحقیق یہ ہے کہ بمصداق آیہ کریمہ وزینا السماء الدنیا بمصابیح معلوم ہوتا ہے کہ چراغوں
کا جلانا باعث زینت ہے لیکن غور کرنا چاہیئے کہ اس زینت کی حرمت کے لیے کوئی نص
شرعی بھی وارد ہے یا نہیں بظاہر تو زینت روشنی کی نہی ثابت نہیں ہے ورنہ صحابہ کرام کیوں
کرتے اور یہ بات مفسرین اصولی قرار دیچکے ہیں کہ جس زینت کی نہی ثابت نہیں وہ مباح
ہے سیرت حلبی کی دوسری جلد میں ہے کہ پہلے صحابہ ایسا کیا کرتے تھے کہ جب عشا کا وقت
آتا تو کھجور کی لکڑیاں جلا کر اُجالا کر لیتے تھے جب حضرت تمیم داری مدینہ میں آئے اور قندیلیں
اور رسیاں اور زیتون کا تیل لائے تو مسجد نبوی کے ستونوں سے قندیلیں لٹکائیں اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دعا دی کہ تم نے ہماری مسجد کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تم کو
روشنی بخشے اور بعض کتابوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمیم داری یہ قندیلیں ملک شام
سے لائے تھے اُنھوں نے اپنے غلام کو حکم دیا تب اُس نے جمعرات کو رسی ستونوں میں باندھکر
اُس میں قندیلیں لٹکائیں جب آنحضرت تشریف لائے تو پوچھا کہ یہ روشنی کس نے کی حاضرین
بولے کہ تمیم داری نے آپ نے اُن سے فرمایا نورت الاسلام یعنی تو نے اسلام کو روشن
کردیا محدیث اور غنیۃ الطالبین حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ میں ایک روایت لکھی ہے کہ
جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب روشنی کرنے کی طرف معلوم ہوتی ہے وہ روایت
یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی گھر میں اللہ کے گھروں سے قندیل
لٹکائی تو فرشتے اُسکے لیے استغفار اور دعا کرتے ہیں اور وہ ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں اور
جب تک وہ قندیلیں گل نہیں ہوجاتیں تب تک وہ دعا کرتے رہتے ہیں اور سیرت حلبی کی
دوسری جلد میں ہے کہ مستحب ہے قندیلوں کا مسجدوں میں لٹکانا اور یہ کام پہلے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے کیا جب نماز تراویح کے لیے لوگوں کو جمع کیا تو بہت سی قندیلیں لٹکا دیں جب
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گذر اس طرف ہوا اور دیکھا کہ مسجد روشنی سے جگمگا رہی ہے تو اُنھوں نے
دعا کی کہ اے عمر بن خطاب تم نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تمہاری قبر کو روشن کرے

اور فقیہہ ابو اللیث سمرقندی سنے کتاب منیہ مین اور حضرت غوث الثقلین سنے غنیہ مین لکھا ہے کہ
جسطرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سنے دعا دی اسیطرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سنے بھی دعا دی
توان دونون حضرات کا خوش ہونا اور دعا دینا کس قدر اس فعل کی محبوبیت ظاہر کرتا ہے
اور سابقہ روایت سے جو معلوم ہوا تھا کہ تمیم داری سنے پہلے قندیلین روشن کین اور دوسری
روایت سے معلوم ہوا کہ یہ فعل اولاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا اُسکی تطبیق علامہ حلبی سنے
اس طرح کی ہے کہ اولیت حقیقی اس فعل کی تمیم داری رضی اللہ عنہ سے عہد رسالت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم مین ہوی بعد ازان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تو آپکو جو اول قرار دیا وہ اولیت اضافی
ہے یعنی کثرت سے قندیلون کا روشن کرنا اول آپ سے واقع ہوا کیونکہ تمیم داری رضی اللہ عنہ
کی قندیلین گو کئی تھین لیکن زیادہ نہ تھین اور اس قصہ تمیم داری کو شیخ محمد سالم البصری سنے
بھی رسالہ نور الایمان مین نقل کیا اور علامہ حلبی سنے خلفاے عباسیہ کے زمانہ کا حال بھی
نقل کیا ہے کہ ایک عالم فرماتے تھے کہ مجھکو مامون رشید خلیفہ سنے حکم دیا کہ ہماری مملکت مین لکھدو
کہ مسجدون مین کثرت سے روشنی کیا کرین لیکن میرے کچھ خیال مین نہ آیا کہ کس طرح لکھدون تب
مجھکو خواب مین بشارت ہوئی کہ لکھدو روشنی کثرت کے لیے اس لیے کہ اس مین تہجد پڑھنے والونکا
دل لگتا ہے اور مسجدین خانہ خدا ہین تو خانہ خدا سے اندھیرے کی وحشت دفع ہوتی ہے
جب مین سنے یہ بشارت سُنی تب مین ہوشیار ہو اور یہ حکم لکھدیا حضرت خواجہ فرید الدین عطار
مولف تذکرۃ الاولیا حضرت شیخ احمد خضرویہ کے حال مین لکھتے ہین کہ ایک بار ایک فقیر اُنکے
یہان مہمان آیا اُنھون سنے ستر شمعین روشن کین اُس فقیر سنے کہا کہ مجھے یہ اچھا نہین معلوم ہوتا
ہے تکلف کو تصوف سے کیا نسبت شیخ احمد سنے کہا کہ تیرے جو شمع کہ مین سنے اللہ کے لیے نہین
روشن کی ہے اُسکو بجھا دو وہ فقیر رات بھر خاک اور پانی اُن شمعون پر پھینکتا رہا مگر ایک بھی
نہ بجھی جب دوسرا دن ہوا تو ستر نصاری شیخ احمد کے ہاتھ پر مسلمان ہوے اور اُس رات کو
اُنھون سنے خواب بھی دیکھا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے احمد تو سنے میرے لیے ستر شمعین
جلائین مین سنے تیرے لیے ستر دل نور ایمان سے روشن کر دیے غرضکہ کئی مقامات پر
اولیاء مقبولین مثل حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر کاملین سے روشنی کا خالصاً للہ کرنا روایت
امام غزالی و علامہ عبد الرحمن صفوری وغیرہ منقول ہے سب کی نقل مین بہت طوالت ہے صحیح یہی
ہے کہ روشنی کرنا ممنوع نہین ہے جن علما نے منع کیا ہے اُن کو وہ حدیث و آثار جو صریح

جواز پر دلالت کرتے ہیں نہیں ہو سکتے ناچار اُنھوں نے اسی بنا پر بدعت اور کراہت کا حکم
اُس پر لگا دیا یا یوں کہیے کہ فی الحقیقت کل علما کا قول ایک ہے جو مانع ہیں وہ حد سے زیادتی کو منع
کرتے ہیں اور جو جائز رکھتے ہیں وہ بقدر حاجت زینت جائز کہتے ہیں رضی اللہ عنہم اور روشنی کے
تین درجہ ہیں ایک بقدر حاجت ضروری وہ تو اس قدر میں حاصل ہے کہ جیسے صحابہ شروع اسلام
میں کھجور کی لکڑیاں جلا دیتے تھے اُس میں مسجد کا فرش اور سجدہ کا مقام اور نمازی لوگ ایک دوسرے
کو نظر آجاتے تھے دوسرا زینت کے لیے وہ فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا کہ تمام مسجد کثرت
قنادیل سے چمک اُٹھی غنیۃ الطالبین میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد کی طرف ہو کر گذرے
تو وہ قندیلوں سے روشن تھی اور تنبیہ فقیہ ابو اللیث میں ہے کہ رأی قنادیل تزھر فی المسا
اسی طرح حلبی وغیرہ میں بھی غرض کل روایتوں میں لفظ تزھر صیغہ مضارع ہے اور یہ مشتق
ہے زہرہ سے جس کے معنی صراح میں روشن شدن آتش و بالا گرفتن آن کے لکھے ہیں
فقط اسی بنا پر میرا خیال ہے کہ یہ فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بلا شک قدر حاجت ضروری
سے زیادہ تھا لیکن یہ بھی ہو کہ قدر حاجت زینت سے زیادہ نہ تھا تیسرے وہ کہ زینت مکان
تو شمعدان و قندیلوں سے حاصل ہو چکی تھی لیکن کسی نے فضولی کر کے خواہ مخواہ نمود و فخر وغیرہ کی
نیت سے روشنی حد سے زیادہ بڑھا دی تو اگر مانعین کی مراد یہ وجہ اخیر ہے تو کچھ اختلاف
باقی نہیں رہا فتاوی تنبیہ وغیرہ اگلی کتابوں میں منع کے واسطے اسی طرح کے الفاظ
ملے ہیں کسی نے لکھا ہے کہ لان کثرۃ الوقید زیادۃ علی الحاجۃ اور کسی نے اس جگہ بسرج
الکثیرۃ اس قدر کثیر کو کہ حاجت زینت سے بھی زیادہ ہو اگر منع کیا جائے تو کچھ بُرا ماننے کی
بات نہیں ہاں اس زمانہ میں جو لوگ ایک چراغ سے دوسرا چراغ زائد روشن کرنے کو
بدعت اور ضلالت اور حرام اور اسراف کہہ دیتے ہیں یہ بڑی شوخی ہے اُن کو چاہیے کہ
تمیم داری اور حضرت عمر کے فعل کا ادب کریں کہ اول یہ فعل اُنھوں نے زینت کے لیے کیا
کہ قدر حاجت ضروری سے زیادہ روشنی کی تعجب یہ ہے کہ جب یہ لوگ مدینہ منورہ جاتے
ہوں گے اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کے گرداگرد جھاڑ
و فانوس اور قندیل کثرت سے اس درجہ کہ یہاں کسی کو میسر بھی نہیں آتی روشن دیکھتے
ہوں گے تو معلوم نہیں کہ یہ لوگ آنکھیں روشنی کی طرف سے بند کر لیتے ہوں گے یا اُس کے
غصہ میں زیارت ہی ترک کر دیتے ہوں گے اگر ترک کر دیتے ہیں تو کچھ شکایت نہیں

مسئلہ چہارم نذر و نیاز عرف مین جو متعارف ہین اس سے مراد طاعت مباح یا مستحب
ہے کہ جسکو کوئی مسلمان اپنے ذمہ واجب ٹھہرا لے اور وہ طاعت مقصود بالذات ہو اور اسکے
جنس سے کوئی دوسرا واجب شروع ہو اسی کو منت کہتے ہین اور یہی نذر و نیاز بھی ہے
جیسے یہ کہنا کہ اگر ہمارا فلان کام پورا ہو جائیگا تو ہم دو رکعت نماز پڑھینگے یا ایک روزہ
رکھینگے یا دس فقیرون کو کھانا کھلائینگے یا ہم اس کا ثواب فلان بزرگ کو بخشینگے
اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر ہمارا کام پورا ہو جائیگا تو ہم ناحق رکھینگے یا ایک روز کا فرض روزہ
رکھینگے یا پنجوقتی نماز پڑھینگے یا غسل یا وضو کرینگے یا کسی مریض کی عیادت کرینگے
تو ان پر نذر کی تعریف صادق نہ آئے گی اولیاء اللہ سے جو نذر ہوتی ہے اسکی نسبت مولوی
عبدالحی صاحب دہلوی بعض استفتون کے جواب مین لکھتے ہین کہ نذر بزرگون کے نام کی
مقرر کرنا اس طور پر کہ صدقہ کھانا دونگا اور ثواب اس کا اپنی طرف سے فلان روح کو
پہونچاؤنگا یہ شایہ ہوسکے ہے کہ صاحب کمال کو کھانا کھلاوے فرق اسی قدر ہے کہ اس
کھانیکو زندہ کھاتا ہے اور مردہ کو بدل اس کھانے کا کہ جسکو ثواب کہتے ہین پہونچتا ہے اس طرح
کی نذر بزرگون کی جائز ہے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کھانا اور نقد اور جنس وغیرہ کو صدقہ نہ سمجھے بلکہ
اس طرح جانے کہ دینا اور کھلانا صرف ان کے نام پر سبب ان کی خوشی کا ہے یہ عمل اور خدا
کے واسطے ہوتا ہے اور خدا نے اپنے کرم سے جزاے نیک کا وعدہ فرمایا ہے وہ ثنا یا ثواب
کسی بزرگ کی روح کو پہونچائے اس طرح کی نذر درست نہین لیکن وہ کھانا حرام نہین ہوتا بلکہ
حلال رہتا اور جس جنس پر ایسی نذر واقع ہو آل ہر جنس کا یہی ہے کہ حلال ہے گو نذر جائز نہو
مولوی برہان الدین صاحب رسالہ نذر مین لکھتے ہین کہ نذر خاص خدا کے لیے ہے کیونکہ وہ
عبادت ہے اور عبادت خاص معبود حقیقی کی ہوتی ہے لیکن جو نذر کہ مسلمان لوگ بزرگون اور
مردون کے لیے مقرر کرتے ہین اس مین تاویل یہ ہے کہ نذر تو اللہ کی ہوتی ہے اور اس کا ثواب
ان کے لیے حضرت ملاجیون صاحب تفسیر احمدی مین لکھتے ہین کہ معاملہ نذر کا یہ ہے
کہ نذر غیر خدا کے نام کی حرام ہے اور جو نذر کہ اولیاء اللہ کی مقرر ہوتی ہے اسکی تاویل
یہ ہے کہ یہ نذر خدا کی ہے اور ثواب اس کا اولیا کی روح کو ہے یہان اضافت ادنی
ملابست ہے نہ وہ کہ نذر مخصوص ان کے لیے ہے اور یہ معنی باقتضا بھی مراد ہوسکتے ہین
مراد یہ ہے کہ مسلمانان عاقل کی اصطلاح مین کسی چیز کو معنی [illegible] تحمل نہین کرسکتے ہین

اور یہی معنی شرعی ہین حاجی محمد رفیع الدین خان مراد آبادی ترجمہ بدر السافرہ مین لکھتے ہین کہ بزرگون کی نذر جو قضاے حوائج کے لیے معمول اور مرقوم ہے حقیقت اُس نذر کی یہ ہے کہ نذر بھیجنا کھانے کا اور مال کا خرچ کرنا میت کی روح پر یہ ایک امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے بخاری و مسلم مین حضرت سعد وغیرہ کے حال مین ہے اور اس نذر پر وہ ملزوم نہین ہوتے ہین تو خلاصہ یہ ہوا کہ میری نیت یہ ہے کہ مین ثواب اسقدر کا فلانے کی روح کو بخشون گا ولی کا ذکر تعیین محل منذور کے لیے ہے مصرف کے واسطے اور اُس کا حکم یہ ہے کہ وفا واجب ہے کیونکہ وہ قربت معتبرہ ہے شرعاً ہان اگر اُس ولی کو حلال مشکلات بالاستقلال باشفیع غالب اعتقاد کرے تو یہ اعتقاد منجر بشرک و فساد ہو جائیگا یعنی اگر یہ اعتقاد کرے کہ وہ خواہ مخواہ میرا کام خدا سے بزور کرا دیگا تو یہ بھی نذر ممنوع ہے نہ مطلق اولیاء کے نام کی نذر اور کبھی نذر کو معنی نیاز لیتے ہین تو اگر کوئی یہ کہے کہ بشرط فلان کام پورے ہونے کے اسقدر کھانا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی نذر مین نے مقرر کی یعنی بطور صلہ اس کا ثواب اُن کی روح پُر فتوح کو پہونچاؤن گا یہی مقصود فاتحہ مرسومہ کا ہوتا ہے تو ثواب درود الحمد و قل کا اور ثواب خرچ طعام منذور کا آپ کی روح پر پہونچے گا جسطرح زندون کو تحفہ و ہدیہ لیجاتے ہین اسیطرح عالم برزخ مین اُس کھانے کا ثواب پہونچیگا اور یہ بات نذر کرنے والا خوب سمجھتا ہے کہ کھانا مخصوص تو وہان پہونچتا نہین ہے لہذا بجز ہدیے ثواب کے اور کیا مقصود ہو سکتا ہے یہ حتی قسم مجازی ہے یعنی ثواب طعام اور ایسا ہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے اور اس بزرگ کی تعظیم نذر کرنے والے کے خیال مین اس نظر سے ہوتی ہے کہ وہ مقربان درگاہ احدیت سے ہے نہ یہ کہ گمان بالاستقلال حاجت روا ہونے کا رکھتا ہو اور بلحاظ پہونچنا کھانیکا فقرا اور مسلمانون کو باعث ثواب کا آخرت مین ہے تو جب ثواب کسی دوسرے کی روح کو پہونچائین گے تو اللہ کی خوشنودی اسپر ہوگی اور میرے نزدیک اس قسم کی نذر واجب الادا نہین ہے اور اس کا دینا اغنیا کو بھی جائز ہے کیونکہ یہ ہدیہ کے طور سے بطور صلہ کے ہے اور اشارۃً یہی بات حضرت شاہ محدث کے کلام سے بخوبی سمجھی جاتی ہے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی کا ایک رسالہ خاص اس بحث مین ہے اُس مین وہ لکھتے ہین کہ لفظ نذر جو یہان مستعمل ہوتی ہے وہ معنی شرعی پر نہین ہوتی کیونکہ عرف یہ ہے کہ جو کچھ بزرگون کے سامنے لیجاتے ہین اسکو نذر و نیاز کہتے ہین ہان نذر شرعی کبھی اُسکی قسمون مین سے ایک قسم ہوتی ہے اس نذر کا حکم یہ ہے کہ اگر محض اولیاء کے لیے ہے تو

حرام ہے کیونکہ صاف وارد ہوا ہے لا نذر لغیر اللہ اور قضاے حاجت باستقلال
کسی سے چاہنا اور اسکو اپنے نفع و ضرر کا مالک اعتقاد کرنا ایک نوع کا شرک ہے اور
اگر واقع مین ان تین صورتون مین سے کسی ایک صورت پر واقع ہے تو مباح ہے پہلی
صورت یہ ہے کہ نذر خالص خدا کے لیے ہو اور یہ بطور معرفت محض کے گویا کہے کہ الٰہی یہ
مراد میری حاصل ہو تو تیری نذر خدام مزار فلان ولی یا صالح کو پہونچاؤن گا دوسری صورت یہ ہے
کہ ان کو شفیع کرے یعنی کہے کہ یا حضرت خدا کی جناب مین آپ اس مشکل کے واسطے
دعا کیجیے اگر یہ مراد حاصل ہو گئی تو آپ کی طرف سے خدا کی جناب مین اس مشکل کے لیے
اسقدر کھانا یا اسقدر نقد پہونچاؤن گا تاکہ ثواب اس کا آپکو ملے یہ جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے وصیت فرمائی تھی کہ جب تک زندہ
رہنا تو میری طرف سے قربانی کرتے رہنا اور سعد بن عبادہ سے فرمایا تھا کہ کنوان بناؤ اور
کہو کہ یہ ام سعد کے لیے ہے تیسری صورت یہ ہے کہ اس بزرگ کو خدا کی جناب مین وسیلہ
کرے یعنی کہے کہ الٰہی بہ برکت فلان بزرگ اور بحق اپنی عنایتون کے اوپر جس نے اپنی عمر
تیری بندگی اور رضاجوئی مین گذرانی ہے اگر میری مشکل آسان کردے تو اسقدر مال تیرے
لیے دون اور اُس کا ثواب اُن بزرگ کی روح پر پہونچاؤن تاکہ اُن بزرگ کے ساتھ نیکی اور
احسان سے تو خوش ہو اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے کہ انسان اپنے نوفل کا ثواب جسکو چاہے
پہونچا سکتا ہے ہدیہ مہدیہ مین ہے کہ خدا کے سوا نذر حرام ہے عام اس سے کہ نبی کی نذر ہو
یا ولی کی اور شے منذور از قسم حیوان ہو یا غیر حیوان لیکن میت کو ثواب پہونچانے کے لیے
صدقہ دینا درست ہے اور اُسکی انکار محض جہل مرکب اور بیہودگی ہے سعد بن عبادہ کہتے
تھے کہ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ میری ماں مرگئی اُن کے لیے کون صدقہ افضل ہے آپ نے
فرمایا پانی تب مین نے کنوان کھدوایا اور کہا کہ یہ ام سعد کے لیے ہے اور نذر شرعی کہتے
ہین ایسی چیز کو اپنی ذات پر واجب کرنے کو جو قبل نذر کے واجب نہ تھی مثلاً یون کہنا کہ الٰہی
اگر تو ہماری حاجت پوری کردے تو ہم دس فقیرون کو کھانا کھلاوینگے اس قسم کی نذر اللہ
تعالے کے لیے خاص ہے غیر کے لیے حرام ہے عام اس سے کہ ولی کے لیے ہو یا نبی کے
لیے مثلاً یہ کہنا حرام ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی اگر آپ ہماری حاجت برلائین گے تو ہم
دس فقیرون کو کھانا کھلاوینگے اس نذر کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عالم مین موثر حقیقی اللہ

ہے سوا اُس کے کسی کا تصرف بالاستقلال عالم مین نہین ہے اور نذر حرام سے شی منذور
حرام نہین ہوتی بلکہ وہ بدستور حلال رہتی ہے اس لیے کہ شے منذور مین ناذر کے قول کا
اثر نہین پہونچتا نذر صحیح مین منذور مالک کی ملک سے نکل جاتا ہے اور نذر باطل مین بدستور
اُسی کی ملکیت مین رہتا ہے ناذر شے منذور مین ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے جیسے
اپنی تمام مملوکات مین وہ تصرف کا مختار ہے اور اگر نذر اللہ کے لیے ہوا ور نبی یا ولی کا ذکر
بیان مصرف کے واسطے ہو یا بطور توسل کے تو جائز ہے مثلاً یون کہا جائے کہ الٰہی اگر تو ہماری
حاجت پوری کردے تو ہم فلان نبی یا ولی کی قبر کے مجاورون کو دس روپیہ دینگے یا وہان
کے فقرا کو کھانا کھلائین گے یا یون کہے کہ اگر ہماری حاجت ببرکت فلان نبی یا ولی
کے برآوے تو ہم دس فقیرون کے کھانے کا ثواب اُن کو پہونچائین گے یا یون کہے کہ یا نبی اللہ
یا یا ولی اللہ دعا کیجیے کہ ہماری یہ حاجت اللہ پوری کردے اور اگر یہ حاجت پوری ہوگئی
تو ہم دو رکعت نماز کا ثواب آپکو پہونچائین گے تو ان کل صورتون مین نذر جائز ہوگی علامہ
ابن حجر مکی ہیتمی شافعی سے پوچھا گیا کہ نذر اولیاء اللہ کے لیے صحیح ہے یا نہین اگر صحیح ہے
تو بصورت حیات کے منذور منذور الیہم کو دینا چاہیے یا نہین اور اگر قضا کر گئے ہون تو
کیونکر صرف کرنا چاہیے اگر کسی شخص نے یہ نذر کی کہ فلان ولی اللہ کی قبر یا چار دیواری پختہ
بنائین گے تو اُسپر اُسکا ایفا واجب ہے یا نہین علامہ نے اس کا جواب یون تحریر فرمایا کہ نذر ایسی
ولی کی جو زندہ ہون صحیح ہے شے منذور اُنھین زندہ ولی کو دیجائے دوسرے کو دینا جائز
نہین اور جو نذر ایسے ولی کی کی جائے جو موجود نہون اُسکی کئی صورتین ہین پہلی صورت اگر نذر
کرنے والے نے میت کی تملیک کا ارادہ کیا ہے تو نذر باطل ہے دوسری صورت اگر نذر
کرنے والے نے یہ ارادہ کیا کہ منذور میت کی اولاد یا میت کے خلفا کو دیجائے گی یا ایسے
فقیر کو جو اُس ولی کی قبر کے پاس ہے تو نذر صحیح ہے اور منذور کا صرف اُسی امر مین ہونا واجب
ہے جسکا قصد نذر کرنے والے نے کیا تھا تیسری صورت اگر نذر کرنے والے نے نذر مین
صرف کا کچھ قصد نہ کیا تو ایسی نذر صحیح نہوگی لیکن ایسی صورت مین صحیح ہوسکتی ہے کہ لوگون کی
عادت یون جاری ہو کہ نذر تو عام کرتے ہون اور خاص مصرف مقصود ہوتا ہو ایسی صورت مین
اس نذر عام کو اُسی خاص پر محمول کرینگے مگر اُس کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ نذر کرنیوالے
کو اسکی عادت کی اطلاع بھی ہو اسکی نظیر وقف ہے کہ عادت کو قائم مقام شرط کے سمجھتے ہین

قبر کی گچ کے لیے اگر کوئی نذر کرے تو یہ نذر باطل ہے ابن اوزاعی اور زرکشی وغیرہ کے کلام
سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ انبیا اور علما اور اولیا کی مقابر کو گچ کرنا درست ہے علی ہذا القیاس
اگر کسی شخص کی قبر ایسے مقام پر واقع ہو جہاں یہ خوف ہو کہ اگر گچ نہ کی جاے تو نعش کو درندے کھا جاینگے
یا کفن نباش چورا لیجاینگے یا نعش کو کوئی مبتدع یا کافر نکال لے گا تو ایسی صورت مین قبر کا پختہ
بنانا درست بلکہ مستحب ہے تو اس مصلحت کے خیال سے نذر اور وصیت دونون جائز ہین یہ جواب
بہت بڑا ہے جس سے تھوڑی سی عبارت لکھی گئی غرضنکہ عوام کی نذر مین جسقدر تتبع کیا گیا اور بڑے بوڑھے
مردون اور بوڑھی عورتون سے دریافت کیا تو معلوم ہو کہ نذر کی سات قسمین ذہن مین ہین یہ نہین کہتا کہ
اسکے سوا اور کوئی قسم نہین ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ میری تحقیق مین یہی سات قسمین پائی
گئین پہلی قسم اگر اللہ ہماری فلان مراد بر لاے تو ایک روزہ اللہ کے لیے رکھون گا یا دو رکعت
نماز خدا کے لیے پڑھون گا یا اسکی خوشنودی کے لیے دس فقیرون کو کھلاؤن گا دوسری قسم یا اللہ
بحرمت اپنے رسول مقبول یا فلان ولی کے فلان کام ہمارا درست کر دے تو تیرے لیے دو روزہ
رکھون گا یا دو رکعت نماز پڑھون گا یا دس فقیرون کو تیری خوشنودی کے لیے کھانا کھلاؤن گا تیسری
قسم کسی نبی یا ولی کی روح پر فتوح کی طرف متوجہ ہو کر کہے کہ یا نبی اللہ یا ولی اللہ ہمت فرمایے
اور اللہ سے میری مراد چاہیے اگر میرا مطلب بر آئے گا تو دو رکعت نماز نفل کا ثواب یا ایک
روزہ نفل کا ثواب یا دس فقیرون کے کھانا کھلانے کا ثواب آپ کی روح کو پہنچا دون گا چوتھی
قسم اگر ہماری فلان مراد فلان بزرگ کی توجہ سے حاصل ہو تو اس بزرگ کی درگاہ کے مجاورون
کو یا فقیرون کو اسقدر زر نقد دین گے یا اس قسم کا کھانا کھلاینگے یہ چار صورتین جائز ہین اور نذر
کا ایفا واجب ہے صورت اولی کے جواز مین تو کسی طرح کا کلام نہین اور دوسری اور تیسری
صورتون مین نبی یا ولی کا ذکر بطریق توسل کے ہے چوتھی صورت مین ولی کا ذکر بطور توسل کے
ہے اور مجاورون اور فقیرون کا ذکر بیان مصرف ہے پانچوین قسم یا اللہ اگر میری حاجت بر آئی
تو فلان بزرگ کی درگاہ کی مسجد یا خانقاہ مین روشنی کے لیے تیل بھیجون گا یا فرش بچھوا دون گا
تاکہ لوگون کو آرام ہو یہ صورت مختلف فیہ ہے اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ روشنی یا درستی فرش
خانقاہ شرعاً واجبات سے نہین تو نذر صحیح نہوگی اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ یہ نذر جنکے لیے
ہے نفع اس مین فقیرون کا ہے اور بزرگ کا ذکر بیان مصرف کی وجہ سے تو جائز ہوگا چھٹی
قسم کسی بزرگ کو مستقل یا بذات خدا کا شریک اور معبود حقیقی سمجھ کر یہ کہے کہ اگر تم ہم کو بیٹا دو یا

مالدار کر دو یا ہمارے فلان دشمن کی جان لے لو تو ہم اسقدر جنس یا نقد تمھاری نذر کرینگے ساتوین قسم کسی بزرگ کیطرف متوجہ ہو کر یہ کہے کہ اگر ہمارا یہ کام تم کر دو تو ہم تمھارے نام گائے یا بکرا ذبح کرینگے یہ دونون صورتین حرام ہین اور نذر کرنے والا کافر ہے بے شبہ بعضے جاہل اس قسم کی نذر کرتے ہین خداوند کریم اُن کو ہدایت دے ایسی صورت مین یہ چاہیے کہ سب اقسام کو بیان کرکے جو قسم خاص حرام ہے اُس کی حرمت بیان کرین یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ ایک قسم کی حرام ہونے سے کل قسمین حرام کی جائین جسطرح کسی نا مشروع کو مشروع سمجھنا گناہ ہے اسیطرح مشروع کو نامشروع کہنا بھی ناجائز ہے مخالفین کی یہ عادت ہے کہ جزئیہ پر حکم کلی دیدیتے ہین جس سے مستحبات مباحات کی ارتکاب کو کفر و شرک جانتے ہین اللہ تعالی اُن کو توفیق خیر دے

	ہر نامہ کہ در دست نسیم سحر اُفتاد		از رہگذر خاک سر کوے شما بود	

خاتمہ آداب سلسلہ شریفہ جلیلہ جلیہ قادریہ علیہ کے بیان مین

شیخ عبد الحق محدث دہلوی زبدۃ الآثار مین لکھتے ہین کہ اس سلسلہ شریفہ کے آداب جو مین نے اس سلسلہ کے بزرگون کی کتابون سے حاصل کیئے یا اُن بزرگون سے دیکھے یا سنے یا میرے شیخ سید جلال اللہ جلال الدین ابو حامد شیخ موسیٰ بن شیخ حامد بن شیخ عبد الرزاق بن شیخ عبد القادر بن شیخ محمد بن شیخ شمس الدین بن شاہ میر بن شیخ علی بن شیخ مسعود بن شیخ احمد بن شیخ صفی بن حضرت سید عبد الوہاب بن شیخ الاسلام شیخ السموات والارض سید محی الدین عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ نے تیسری ماہ شوال روز شنبہ وقت صبح ۹۸۶ھ مین مجھکو بتائے اور اُن کی اجازت بھی دی اُن آداب سے بعضے یہ ہین کہ ظاہر شریعت پر التزام رکھنا اور کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسک کرنا اور سلف صالح کے طریقہ کی پابندی اور اہلسنت والجماعت کا ایسا اعتقاد رکھنا اور نفس کو بیکار چھوڑنا بلکہ اسکو ریاضت مین رکھنا اور حب حق مین صبر جمیل اور بلا پر تحمل اور وجد دائم اور زہد قوی اور علوم دینی مین مشغولی رکھنا اور فقرا کی مصاحبت اور امرا سے استغنا اور ہمیشہ شیطان رجیم کے مکرون سے بچنے کی اللہ سے التجا رکھنا اور رضا و ندکریم کے لطف پر امید واثق رکھنا اور قلب مین حزن طویل رکھنا اور کشادہ رو اور خوش رہنا اور حزم اور ساکت رہنا اور شکر تبرہ رکھنا اور اخوان طریقت کے حال کا

تجسس رکھنا اور مسکین و غریب کے حال پر رحم کھانا اور سخاوت سے متصف ہونا اور بخل سے محترز رہنا اور ہر امر کے حد کا لحاظ رکھنا اور ہزلیات سے احتراز اور کل امور مین طریقہ اعتدال کی رعایت اور حب فی اللہ اور بغض صداور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور نرم دل ہونا اور دین مین سخت ہونا اور جھگڑے کی باتون سے پرہیز کرنا اور خوش مذاق اور خوش اخلاق ہونا اور اپنے حالات و مقامات کا مخفی رکھنا اور افعال مین راسخ ہونا اور طریقہ توحید پر چلنا اور اپنے اختیار کو چھوڑ کر رضی بقضاے الٰہی رہنا اور محبت شیخ مین مستغرق ہو کر ہمیشہ اسی طرف متوجہ رہنا اور اسکی معیت کو کل حالات مین ملحوظ رکھنا اور اسکے غیر سے اندھا ہونا اور اسی مین مرنا اور بجز اسکے کسی دوسرے سے استفادہ نہ کرنا اور عقیدہ مین مستحکم اور مطلب مین یکتا اور محبت مین غیور رہنا اور مطلق محبت مین فنا مع وثوق رجا کے اور وسواس سے دور رہنا اور اشتیاق دائم اور عشق کامل اور ایمان راسخ رکھنا اور خلق سے اعراض کرنا اور کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا اور قلب کو اللہ کے ساتھ حاضر رکھنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور فضول باتون اور مخالف شریعت امور سے زبان کو بچائے رہنا اور مسلمانون کی خیر خواہی اور اپنے سلسلہ والون کے لیے دعا کرنا اور ظاہر و باطن مین اُن کی بھلائی چاہنا اور اُن کی خدمت کرنا اور سامنے اور پیچھے یکسان رہنا اور ان کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھنا بہ نسبت اور لوگوں کے اور آپ کی کتابون کا یا جو آپ کی طرف منسوب ہین لکھنا اور آپ کے منتسبین کی صحبت غنیمت جاننا اور غیرون کی صحبت سے پرہیز کرنا اور تشویش دینے والی چیزون سے بچے رہنا اور سماع اختیار نہ کرنا اور نہ اُسکی عادت ڈالنا اور نہ بالکل اس سے پرہیز کرنا اور اگر اتفاق سننے کا ہو جائے تو اُس مین دل کا حاضر رکھنا کتاب مستطاب خزینۃ الطالبین مین ایک فصل خاص صوفیہ کے آداب سماع کی بیان مین ہے جسمین لکھا ہے کہ سماع مین تکلف نہ کرے اور نہ اختیار سے سنے یعنی جسوقت سماع کا اتفاق ہو تو سُن لے مگر مودب بیٹھے اور اللہ کی یاد مین رکھے اور دل کو غفلت و نسیان سے محفوظ رکھے اور آداب سلسلہ عالیہ سے قرآن شریف کی تلاوت اور صلوۃ الاسرار کی ملازمت ہے جسمین گیارہ قدم چلنا ہوتا ہے اور عمدہ ترین اسکام شریعت کی محافظت اور آداب طریقہ کی رعایت اور محبت شیخ مین مستغرق ہونا اور اللہ حضرت توسل اسی مین منحصر جانتا ہے اور راس الامر شیخ مین فنا ہونا اور اُسی فنا مین مرنا ہے رزقنا اللہ سلوک ہذہ الطریقۃ واقامنا فی محبتہ دائما اب میری خدا سے یہ آرزو ہے کہ میرا تحفہ

حضرت کے حضور میں قبول ہوا اور اپنا حال زار جو اخوی محبی مولوی حبیب علی صاحب کی زبان سے عرض کر رہا ہوں وہ گوش حق نیوش حضرت تک موصول ہوے

اے بہ فرردہ شام غریبان مددے — منبع جود و سخا مخزن احسان مددے
دل من گشتہ ہمہ مائل عصیان مددے — شافع روز قیامت شہ جیلان مددے

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے
قبلہ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

اے شہ زندہ کن دین مسلمان مددے — نائب حضرت رسل خاصہ یزدان مددے
دستگیر ہمہ عالم شہ شاہان مددے — وقت امداد ہمین است احسان مددے

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے
قبلہ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

گرچہ غرق گنہم شوق حضوری دارم — خاک بغداد شوم عزم ضروری دارم
خجل و منفعلم کین ہمہ دوری دارم — وائے اکنون نہ تحمل نہ صبوری دارم

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے
قبلہ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

روے من قابل آن نیست کہ پیش آرم — دل ہمانست کہ کردست ذلیل و خوارم
اینقدر ہست کہ من بندۂ این سرکارم — رحم فرما کہ ز چشمت نظرے می دارم

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

نفس امارہ خود دستخوش و نخوت دارم — لیکن از قلب بسوے تو انابت دارم
دم بدم ذوق و تمنائے طواف دارم — سینہ لبریز ز شوق سنۂ صافت دارم

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

گرچہ من بندۂ عاصی و سیہ کارستم — در خرابی عمل سخت گرانبارستم
بیکس و مونس بے یار و مددگارستم — بکرم بخشی لطف تو سزاوارستم

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے

قبلهٔ دین مددے کعبهٔ ایمان مددے

محو در ذات خداوند تعالی هستی
قرة العین و جگر گوشهٔ زهرا هستی
نائب خاص شه یثرب و بطحا هستی
مرتضی را دل و جان هستی و اعلیٰ هستی

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلهٔ دین مددے کعبهٔ ایمان مددے

حالت خود چه توان گفت که گفتن مشکل
گل پژمردهٔ دل راست شگفتن مشکل
طشت از بام فتاد است نهفتن مشکل
بعد مردن به لحد رفتن و خفتن مشکل

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلهٔ دین مددے کعبهٔ ایمان مددے

جان بلب آمده ام رشک مسیحا مددے
بنده ام عاجز و بیچاره و تنها مددے
از پی حرمت شاهنشه بطحا مددے
وقت امداد همین است خدا را مددے

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلهٔ دین مددے کعبهٔ ایمان مددے

عاصیان را تو شفیعی بخدائے سبحان
عاجزم سخت تباهم که درین هندستان
وان همه را تو پناهی و طبیب درمان
دور دو صد مرحله باشم ز سواد جیلان

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلهٔ دین مددے کعبهٔ ایمان مددے

عمر خود صرف باعمال پریشان کردم
هرچه کردم بخطائے دل نادان کردم
نامه را صرف سیه کاری و عصیان کردم
عقل را نیز سراسیمه و حیران کردم

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلهٔ دین مددے کعبهٔ ایمان مددے

حسن اعمال ز من طرفه نقابے دارد
عقل و دانش ز سر من شکر آبے دارد
چهرهٔ عفو خدا نیز حجابے دارد
لیک شادم که دلم چون تو جنابے دارد

غوث الاعظم بین بے سر و سامان مددے
قبلهٔ دین مددے کعبهٔ ایمان مددے

دست در دست جناب شہ حیدر دارم
لیکن از ہول قیامت دل مضطر دارم
مرحبا طالع من بخت سکندر دارم
دست خود از سر دامان تو چون بردارم

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے
قبلہ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

از گناہ سحر و شام سراپا خجلم
از ہوائے دل ناکام سراپا خجلم
وز سیہ روزی ایام سراپا خجلم
ہم در آغاز و در انجام سراپا خجلم

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے
قبلہ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

نفس امارۂ من درپے آزار من ست
تخم حسرت من دیدۂ خونبار من ست
ہر عذابے کہ نمایند سزاوار من ست
نہ کسی یار من ست و نہ مددگار من ست

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

تو سحاب کرمی من ہمہ آتش زگناہ
برگزیدند ترا در صف خاصان اللہ
رشحۂ رحمت تو ہست مرا پشت پناہ
بر لبم ہست مناجات کہ شیئاً للہ

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

بیدل و مضطر و آسیمہ سرم یا حضرت
نا امیدی شدہ پیش نظرم یا حضرت
از الہامت شکستہ جگرم یا حضرت
میچکد خون دل از چشم ترم یا حضرت

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

آن زمان دم کہ نکیرین بہ بالین آیند
ساعت گور چو در مذہب ترا بنمایند
تاب از روح و در دل ہوش ز سر بربایند
زان کسانم کہ برین پائے جبین می سایند

غوث الاعظم من بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

زگرانی عصیان بخواست حبیب
رحم کن از کرم برین بندۂ ناچار غریب

باد این نظم پی بنده نوازی تقریب | گر فتد چشم قبول تو زہے بخت و نصیب

غوث اعظم بن بے سر و سامان مددے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

تمت

قطعہ تاریخ تالیف کتاب ہذا از نتیجہ طبع رسا و فکر آسمان پیمای سر حلقۂ شاعران باکمال و سر خیل سخنوران عالی خیال فصاحت و بلاغت متقن مولوی محمد محسن صاحب مغفور کاکوری

مولوی حافظ علی انور کہ غور و فکر او | در میان کعبۂ ارباب باطن زمزم است
نونہالے صاف کے پیر مگر سے نوجوان | صوفی صافی طبیعت عالم است و اعلم است
از رباب پاسئے کاظم معانی آئینہ اش | در لسان حیدری تیغ کمالش صادم است
خوش نوشت این در منظوم از برائے بل فقیر | در بیان حال مولانا کہ غوث الاعظم است
شیخ عبد القادر جیلی کہ در محراب قدس | گردن صد اولیا بر پائے تسلیمش خم است
دفتر شاہ ولایت است مہر خاتمہ | خاتم شان نبوت را نگین حسن تم است
کثرت او در حقیقت خارج از وحدت کجاست | ہم بہار و ہم نسیم و ہم گل و ہم شبنم است
نو شدار خستگان گمرہی را ارشش | را نقش خوشین دہان معصیت را مرہم است
بسکہ بے بالد بخود از جوش معنیہائے شوخ | می توان گفتن کہ [illegible] است
حرف حرفش خالی از سوز و گداز عشق نیست | لفظ لفظ او دل پر داغ و چشم پر نم است
از مقالات و کمالات و کرامات عجیب | بنگر و عبارت کاین عالم دیدہ عالم است
ختم شد چون در دل اینک ایں بہر سال | محسن آن تاریخ بنگارم کہ شکل او ذہست
معنی واحد کہ تعبیر و سالش می کند | تو حسن سیم بہشت مسیلہ در مسطر است

۱۳۱۱ھ ۱۳۰۲ھ

قطعہ تاریخ تالیف مژدہ کلک جوہر سلک شاعر باکمال سخنور بلند خیال عالم ادیب فاضل اریب مولوی حکیم حبیب علی صاحب مغفور المتخلص حبیب کاکوروی

عالم و فاضل و ادیب و فقیہ | محو انوار عالم تنزیہ

حضرت مولوی عیسیٰ انور — صانہ اللہ عن جمیع ضرر
این کتاب عجیب کردہ رقم — در کرامات سید اعظم
حرف حرفش بیاض صبح یقین — لفظ لفظش سواد سرمۂ دین
ہمہ ز انوار قدسیان پرنور — واز مقامات اولیا معمور
روشنش بود اے حبیب خاطر من — ز تماشائے جلوہ اش روشن
حیرتم در گرفت از چپ و راست — کاین ہمہ خوبی سخن ز کجا است
بہر تاریخ و بہر اطمینان — گفت دل فیض قادری سیلان
۳۰۱ھ

ایضاً

بعد تحقیق حال حضرت غوث — بہار گلشن دین زیب ایمان
نوشتہ با کمال شرح و توضیح — علی نور چراغ بزم عرفان
شدہ بر اولیا فضلش چو ثابت — بگو تاریخ فضل شاہ جیلان
۱۳۲ھ

قطعات تاریخ طبع لمدر اسمہ از رشحات خامۂ گہربار سرخیل شعرای عالی مقدار
سحبان زمان حسان نشان گلدستہ بند خیالات رنگین طرز نوی

منشی نور الدین صاحب کیفی کاکوروی

چھپی وہ کتاب کمالات اب — نہ تھی جسکی کہ چھپتی ہے کب
یہ تالیف ہے شاہ انور کی وہ — کہ تھی ایک عالم کو جسکی طلب
یہ ہے غوث اعظم کے حالات میں — اسے پڑھتے ہیں اہل دل باادب
حقیقت میں یہ درّ منظم ہی ہے — نقاط و حروف اسکے گوہر ہیں سب
ہے تشنگان طریقت سلسبیل — حقیقت کے مستون کو بنت العنب
لکھا اسے کیفی باادب سال طبع
کتاب کرامات محبوب رب
۳۲۴ھ

تاریخ ثانی

عجیبی کیفی کتاب دُرِ منظم
بحالِ پاکِ حضرتِ غوث الاعظم

حقیقت کا ہے یہ میخانۂ راز
بھری ہے اسمیں صہبائے دو عالم

یہ ادنیٰ ہے نشانِ شانِ عظمت
سرِ عرشِ بریں ہے اسکا پرچم

لآلی معارف سے بھری ہے
مولف سِرِّ وحدت کا ہے محرم

شہِ جاں فضا علی انور قلندر
سپہرِ قطبیت کا قطبِ اعظم

جہانِ علم میں علامۂ دہر
مقامِ فقر میں شاہِ مفخم

توکل آپ کا سرمایۂ فقر
تصرف آپ کا ہر قلبِ عالم

عجب تالیف با تحقیق کی ہے
کرے گا جو جہاں میں ایسی کوئی کم

کے حل عقدۂ حالاتِ اکمل
نچھوڑی اک ذری سی بات مبہم

بہت ہیں صاحبِ تصنیف لیکن
عروج اس شان کا پایا بہت کم

لکھو ہمت میں کیفی سالِ تاریخ
گرامی گوہرِ یکتا منظم

اگر مطلوب سالِ عیسوی ہو
لکھو دل سے سوانحِ غوث اکرم

سنہ ہجری اگر پوچھیں مورخ
لکھو زیبا کلامِ دُرِ منظم

سنہ بنگلہ و فصلی جو ہو مرغوب
لکھو لے نور ہے ساغرِ جم

فدی دیکھو یہ تاریخ الٰہی
[illegible]

قطعہ

حبیبِ حیدر شاہِ ولایت
مصنف کے ہیں فرزندِ مکرم

انھیں حضرت کی بیحد کوششوں سے
چھپی دو جلد میں یہ دُرِ منظم

انھیں نے کی ہے تصحیحِ مضامین
انھیں نے کی ہے ترتیب [illegible]

الٰہی آپ کو خرسند رکھے
کرے چشمۂ فیض آپکے [illegible] دم

تاریخ ثالث

سنہ ۱۳۲۵ھ

الحق یہ کتاب دُرّ منظم — ہے نادر خلق حسب حالات
کاتب نے رقم کیے ہیں اس میں — غوث الثقلین کے کمالات
اُن کا بھی لکھا ہے حال جنکو — تھی حضرت غوث سے ملاقات
کیا کام کیا ہے شاہ انور — واللہ ہے آپ کی بھی کیا بات
ہر حال لکھا ہے بعد تحقیق — بیکار ہوے غلط خیالات
انوار ہیں حال اولیا میں — ہر ذکر ہے تو با برکات
ہے فیض رسان زیارت انکی — اکسیر ہے حصول حاجات

زیبا ہے کہوں جو اسکو کیفی
درگاہ تجلی کرامات

سنہ ۱۳۲۳ھ

قطعہ تاریخ طبع کتاب مستطاب دُرّ منظم

از مولوی محمد عالم صاحب قیصری کاکوروی

فروغ گرد روے شاہ انور
کہ شیرین شد سراسر خط خاک
زہے محبوب سبحانی خطابش
زہے پیر مغان و رند بیباک
زہے ذکر جمیلش در حقیقت
بہر فیض دل نوازش شیر و تاک
بتابش روز و شب یارب فزون باد

سراپا نور شد دنیائے نوراک
حدیث جان فزا از غوث اعظم
زہے والی سر ما عرفناک
زہے روے و زہے راے و زہے نور
بود شرح کمال شاہ لولاک
ہمہ مطبوع جان این دُرّ منظم
جنون قیصری سینہ صد چاک

حدیثے گفت آن لعل شکر ریز
بہار باغ دل بے خار و خاشاک
زہے عالم زہے صوفی زہے شیخ
کہ طوبے من رآنی راست ساکی
چہ ذکر جانفزایش در منظم
ہمہ مرغوب دل تا کے فرحناک
مہ سیدس زسال و واگرا رید

بود تاریخ عبد القادر پاک
سنہ ۱۳۲۵ ہجری

صحت نامہ کتاب مستطاب الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۲۳	بازسر	بارزسر	۸۲	۲۴	انیاسین	ایاسن	۲۰۳	۲	انھین	تہین
۔۔	جدول	ہو	ہوا	۸۳	۷	مستشقین	مستشفقین	۲۰۶	۱۰	فقیہ ہوا	فقیہ ہو
۴	۳	گلشن	گلشن	۸۵	۲۵	رہوتے	ہوتے	۔۔	۱۹	ملے	کے
۶	۲	موسیٰ	موسیٰ	۸۹	۱۰	حکم نے	حکم سے	۲۰۸	۱۴	اسکا یعنی	اس کا بعض
۔۔	۔۔	نسوب	منسوب	۔۔	۲۱	ان ثقہ	ان کو ثقہ	۔۔	۲۲	دیاگیا	دیا
۹	۱۷	الملعین	الملعین	۹۲	۱۸	زروا و	زروداو	۲۲۵	۱۰	بیہود	بیہودہ
۱۲	۸	چورن	چوروں	۹۳	۲۵	کاظم اپنے	کاظم نے اپنے	۲۳۲	۱	ایضین	ایضاً
۲۱	۱۶	حضو	حضور	۹۴	۲۱	کورۃ	کورتہ	۲۳۸	۶	عبدالقادر	عبدالقادر کی
۲۶	۲	جال	حال	۱۰۸	۶	قاموس کہ	قاموس سے یہاں پر کہ	۲۴۳	۱۷	رحی	برحی
۲۷	۱۱	کرکے	کرتے	۱۴۳	۱	۱۴۳	۱۲۳	۲۴۵	۲۵	بریہ	جبریہ
۔۔	۱۹	ابوعلمر	ابوعامر	۱۲۵	۸	سلسلہ	سلسلہ ۳۶	۲۴۹	۱۶	دن	دفن
۔۔	۲۲	بناکے	بنائے	۱۳۳	۱۲	جزیرد	جزیرہ	۲۵۰	۱۲	مقالت	مقامات
۳۴	۱	کہانس	گہانس	۔۔	۱۸	فن	دفن	۲۵۱	۴	مطلب	طلب
۔۔	۲۱	انقلام	انتظام	۱۳۹	۲۰	زرہ	اور	۔۔	۷	بان	اُن
۔۔	۔۔	۔۔	۔۔	۱۴۴	۱۷،۲	مشروح	شرح	۲۶۳	۵	شع	صنع
۳۸	۱۹	علم	علوم	۱۴۵	۱۲	ے	کہ	۲۶۶	۲۰	ورہ	اور
۳۹	۲۰	کاکوری	کاکوروی	۱۴۹	۲۵	ے	سے	۲۶۷	۸	و	رہ
۴۶	۲۳	اور	اورنہ	۱۴۲	۱۴	یمن	بیت	۲۷۵	۱۳	اورساف	اوصاف
۵۰	۱۸	یمن	یمن نے	۔۔	۲۵	تجاس	تجاہل	۲۸۷	۱۶	کیونکہ نہ	کیونکہ گو نہ
۵۶	۳	بیچی	بھیجی	۱۴۵	۲۳	بخار	بخارا	۲۹۲	۲	ثبین	یقین
۔۔	۴	فرشتون	فرشتوں	۔۔	۔۔	۱۲	۴۲	۔۔	۹	حرفا	عرفا
۶۰	۲۰	سلسلہ	روز	۱۴۶	۹	بزدو	بزدو	۔۔	۱۰	مجددات	مجددات
۶۲	۱۰	گیاگیا	کیاگیا	۱۴۹	۲،۱۵	داد	داؤد	۲۹۴	۱۸	علم السوقین	علم الیقین
۶۵	۱۳	تماشا	تماشا	۱۵۰	۲،۳۰	سلم منذر	اسلم منذر	۔۔	۹	پرنگ	بیرنگ
۶۷	۱۹	لباس	الباس	۱۵۱	۳	دواؤد	داؤد	۲۹۹	۳	کلفا	کلفت
۶۳	۱۲	بدہ	بدہ	۱۵۵	۲،۲۱	سروت	صوت	۳۰۵	۱	ہوکے	ہونے
۶۳	۲۳	حقس	حفص	۱۵۶	۲،۲۳	عمش	اعمش	۔۔	۲۰	لاثی	لایانی
۶۶	۲۵	انھین نے	انھین کے	۱۵۷	۱۸	تقریر	تقرر ہونے پر	۳۰۶	۱۰	بدانات	مدانات
۸۲	۸	سب استبلاط	سے استنباط	۲۰۱	۱۴	اور امام ابوحنیفہ کو بھی حضرت انس	اور حضرت انس کو بھی حضرت امام ابوحنیفہ	۔۔	۱۸	ضمات	متممات